محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۱	لاہور ہفتہ یکم جنوری ۱۹۲۷ء	جلد ۳۰

تہذیب نسواں

لاہور - ہفتہ - ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

عورتوں کی اپنی دُکان

میں نے بہنوں کی سہولت کے واسطے ان کے کام کی چیزیں بہم پہنچانے کا انتظام نہایت کوشش سے کیا ہے۔ معمولی بٹن سے لے کر قیمتی ساڑھی تک ہر ایک چیز دستیاب ہو سکتی ہے۔

بچوں کے کھلونے۔ پارچات پوشدنی ودیگر ضروریات خصوصیت ہے۔ مال عمدہ اور سستا۔ دل پسند نہ ہو۔ تو واپس۔ آزمائش شرط ہے۔

خط وکتابت میں کسی مرد کا دخل نہیں

پتہ:- کنیز کار
پوسٹ بکس نمبر ۱۔ لاہور

اشتہار

اگر آپ اپنے فرزند ارجمند یا دختر نیک اختر کے لئے کسی شریف اور بہتر رشتے کی تلاش میں ہوں۔ تو ہم سے خط وکتابت کریں۔

جواب کے لئے ایک آنے کا ٹکٹ درسال کریں۔

پتہ:- مینیجر دی میرج بیورو
لودھیانہ
(پنجاب)

ضرورت

میونسپل بورڈ اُردو گرل اسکول فاضلکا کے لئے ایک ٹرینڈ یا تجربہ کار مسلمان استانی کی ضرورت ہے۔ تنخواہ ۵ ۳ روپے ماہوار تک حسب لیاقت دی جا سکتی ہے۔ ماسوا تنخواہ کے پراویڈنٹ فنڈ کا چندہ کمیٹی سے بشرح چار آنے فی صدی تنخواہ پر جمع ہوتا رہے گا۔

درخواستیں ۱۵ جنوری ۱۹۲۶ء تک ذیل کے پتے پر آنی چاہئیں۔

خلیل الرحمٰن صاحب
سکرٹری میونسپل کمیٹی فاضلکا

اخبار

تہذیب النسواں

انتیسویں جلد

بابت سال تمام سنہ ۱۹۲۶ء

دار الاشاعت پنجاب لاہور

تمت

(اڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم + مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا ۔ اور سید ممتاز علی مالک و مینیجر نے دفتر تہذیب

نیا سال

سنہ ۱۹۲۶ء ختم ہوا۔ اور اپنے ساتھ ہماری زندگی کا ایک سال بھی گم کر گیا + اگر ہم نے اس گزشتہ سال میں اپنے فرائض پوری مستعدی سے ادا کئے۔ تو کوئی افسوس کی بات نہیں۔ بلکہ خوشی اور شکریہ کا مقام ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ اس کے خلاف ہوا۔ تو بے شک جتنا بھی رنج کریں تھوڑا ہے۔ کیونکہ اب یہ گزرا ہوا وقت ہمیں کسی طرح واپس نہیں مل سکتا + اگر کچھ تلافی اس کی ہوسکتی ہے۔ تو وہ صرف اس طرح۔ کہ آیندہ سال کا بہتر سے بہتر مصرف تجویز کریں۔ اور تمام سال نہایت مستعدی سے اپنی تجویز پر عمل پیرا رہیں لیکن ہم کیا اور ہماری مستعدی کیا؟ ہاں اگر خدا کا فضل شامل حال رہے۔ تو بے شک سب کچھ ہوسکتا ہے + آیئے ہم سب مل کر اسی پاک بے نیاز کے سامنے سربسجود ہو کر اپنی گزشتہ غلطیوں کی معافی اور آیندہ ان کی تلافی کے خواستگار ہوں +

یا الہ العالمین اب تک جتنی غلطیاں یا گناہ ہم سے دانستہ یا نادانستہ سرزد ہوئے۔ ہم سے زیادہ تو اُن سے واقف ہے + صدقہ اپنی کبریائی کا تو ہمارے گناہوں کو آب رحمت سے دھو کر ہمیں اپنی بخشش اور عفو کے دامن میں چھپالے۔ کیونکہ تیرا نام غفور الرحیم اور ستار العیوب ہے۔ الٰہی تو ہم عاجز گنہگار بندوں کو اپنی شانِ رحیمی و کریمی کا جلوہ دکھا دے۔ اور ہمارے گناہوں سے درگزر فرما۔ اور اے پاک بے نیاز آیندہ کے لئے ہمیں ہمت اور توفیق دے۔ کہ ہمارا ہر قدم اور ہر نفس تیری راہ پر چلے + خداوندا ہمیں توفیق دے۔ کہ اپنے دینی اور دنیوی فرائض کو پوری تندہی کے ساتھ ادا کریں + جس طرح تیری عبادت سے غافل نہ ہوں۔ اسی طرح اپنے متعلقین اور تمام خلق خدا کے جو حقوق ہمارے ذمہ عائد کئے گئے ہیں۔ ان کی ادائگی میں ہم سے کوئی کوتاہی نہ ہو + پاک پروردگار تو ہمیں بُرے کاموں سے بچا۔ اور نیکیوں کی طرف مائل کرکے اس قابل بنا دے۔ کہ ہم حقیر بندوں کا شمار بھی تیرے نیک بندوں میں ہونے لگے۔ اور تو نے جو انعامات اپنے نیک بندوں کے واسطے اپنی رحمت سے مقرر کئے ہیں۔ ان سے ہم سب کو مالامال فرما + آمین ثم آمین!

خاکسار ظفر جہاں

تہذیب سنہ ۱۹۲۶ء میں

سنہ ۱۹۲۶ء میں ہم نے اور ہمارے اخبار نے کیا کچھ کام کیا + سال کی آخری شام کو جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں۔ تو تضیع اوقات اور فرض ناشناسی کا احساس ہم پر ندامت اور افسردگی طاری نہیں کرتا +

تہذیب نسواں کا انداز شروع سے کچھ ایسا ہے۔ کہ یہ صحیح معنوں میں نہ اخبار کہلا سکتا ہے۔ اور نہ رسالہ + اخبارون کی طرح نہ کبھی اس میں

کثرت سے خبریں چھپیں۔ اور نہ رسالوں کی طرح
عالمانہ مضامین شائع ہوئے ۔ دوسرے تمام اردو
اخبارات ورسائل سے جدا اکتیس سال سے اس کا
نصب العین غور وفکر کی عادت پیدا کرنا اور تبادلۂ
خیالات سے روشن خیالی پھیلاتا رہا ہے ۔ اس نے
ہمیشہ یہ کوشش کی۔ کہ ان تمام قومی۔ اخلاقی۔ معاشرتی
اور دوسرے اہم مسائل پر جن کا کسی لحاظ سے بھی
فرقۂ نسواں سے تعلق ہے۔ سب طرح کے خیالات
اور آرا شائع کرے۔ اور خواتین کے ذریعے ملک
میں بیداری کی روح پیدا کردے ۔ اس لحاظ سے
اس کی خدمات کا سب سے زیادہ اہم پہلو یہ رہا ہے۔
کہ اس نے کبھی کسی غیر یقینی خیال کو قطعی مان کر اس
کی اشاعت کو اپنا فرض نہیں سمجھا۔ بلکہ ہر خیال کو
پیش کر کے اس پر غور وفکر کی عام دعوت دی ۔ اس
پر مختلف لوگوں کی مختلف نقطۂ نظر سے آرا شائع کیں
اور معقول ومدلل بحثوں کے بعد ہر پڑھنے کے والے
کو اپنی آزاد رائے قائم کرنے کا موقع دیا ۔

اس طرح تہذیب اپنی ان معاونین خواتین
کا ہمیشہ ممنون احسان رہا ہے۔ جنہوں نے اس
میں دلچسپی لینا اپنا فرض سمجھا۔ ضروری امور کو سب
کے سامنے لائیں۔ کبھی کسی بات کو پرکھے اور جانچے
بغیر نہ رہنے دیا۔ اس کے ہر پہلو پر ہر خیال سے
بحث کی۔ اور اپنے اس خیال اور جوش سے اخبار
کے صفحوں میں زندگی کی روح پھونک دی ۔ یہ تہذیب
کی خوش نصیبی ہے۔ کہ اسے ہمیشہ ایسے معاونین کی
سرپرستی حاصل ہوتی رہی۔ ورنہ ظاہر ہے جس مقصد
کو لے کر اخبار جاری کیا گیا تھا۔ وہ تنہا ہم سے
پورا ہونا ناممکن تھا ۔

اس سال نامہ نگاران تہذیب نے خصوصیت
سے اپنی ہمدردی اور دلچسپی کا ثبوت دیا ہے۔ سال
بھر میں ایک ہفتہ بھی ایسا نہیں گزرا۔ جب تہذیب
کے لئے فائدہ مند مضامین کی کمی معلوم ہوئی ہو۔
بلکہ ہم شرمندہ ہیں۔ کہ بعض عرصے کے آئے ہوئے
مضامین ہم اب تک شائع نہ کر سکے۔ لیکن اس
میں بھی تہذیبی بہنوں کے فائدے کے سوا اور
کچھ منصور نہیں۔ متعدد مضامین ہاتھ میں ہونے
کی صورت میں ہم سب سے اچھے مضمون
پہلے شائع کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ گو وہ اسی
روز کا آیا ہوا ہو ۔

کہیں دوسری جگہ ان تمام معزز بہنوں اور بھائیوں
کے نام درج ہیں جنہوں نے اپنے قیمتی اوقات
کا ایک معقول حصہ باقاعدگی سے اپنے اخبار
کے لئے صرف کیا ۔ ناموں کے ساتھ ان کے
مضامین کی تعداد بھی مندرج ہے۔ لیکن کون سے
اعداد ہیں۔ جو ان کے خلوص ومحبت وہمدردی کو
ظاہر کرسکتے ہیں۔ اور کون سے ایسے الفاظ ہیں۔
جو میرے دل کی خوشی کا جو ان مضامین کے آنے
سے ہوتی ہے۔ اظہار کرسکتے ہیں ۔ میرا دل احسان
مندی اور شکر گزاری سے لبریز ہے۔ اور میرے
دل سے ان نیک خواتین کے لئے دعائیں نکلتی

ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو بامراد رکھے۔ اور دین و دنیا میں شاد و کامیاب کرے ؞

سید ممتاز علی

مضامین کا شمار

جو فہرست مضامین بابت سنہ ۱۹۲۶ء آج کے اخبار کے ساتھ شائع ہوئی ہے اس کے دیکھنے اور سنہ ۱۹۲۵ء کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ سنہ ۱۹۲۶ء میں جن بہنوں یا بھائیوں نے تین یا تین سے زیادہ مضمون لکھے۔ ان کے نام اور ان کے مضامین کا شمار اور ان کا مقابلہ سال گزشتہ سے حسب ذیل ہے:۔

نام	سنہ ۱۹۲۵ء	سنہ ۱۹۲۶ء
خدیجۃ الکبریٰ	۱۴	۲۶
ظفر جہاں	+	۲۴
آر کے	+	۲۱
رضویہ خاتون	۱۱	۲۰
ممتاز احمد فاروقی	۱۱	۱۱
حامدہ بیگم	+	۹
فاطمہ بیگم	؟	..
مسز ایم اے صمد	+	۷
زبیدہ خانم	۱۴	۷
محمود الحسن بی اے	+	۶
آصفہ خاتون	+	۶
گیتی آرا بیگم	+	۵
غیور	+	۵
سید امتیاز علی تاج	۶	۵
حفیظ	+	۵
حمیدہ بیگم	+	۵
امت الوحی	۳	۴
صغرا ہمایوں مرزا	۳	۴
س۔ خ۔ ن	۴	۳
نذر فاطمہ	+	۳
مہ جبیں دلہن	۱۹	۳
احمد بیگم	+	۳
نذر سجاد	+	۳
ام کلثوم	+	۳
اشرف جہاں بیگم	+	۳
"پطرس"	+	۳
سالک	+	۳
سید ممتاز علی	۴۷	۵۴

میں ان سب بہنوں کا دل سے شکر گزار ہوں۔ جو سال بھر اپنے بیش بہا مضامین سے اخبار کو رونق بخشتی رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے اور ان کی کوششوں میں برکت دے۔ اور دوسری بہنوں کی رہنمائی میں کامیاب کرے ؞

خاکسار سید ممتاز علی

تہذیبی انعامات

فہرست مضامین کے دیکھنے اور جن مضامین پر نامہ نگاروں کو پہلی ششماہی پر انعام مل چکا ہے۔ ان کو منہا کر کے باقی ماندہ مضامین کے کالم شمار کرنے سے انعام پانے والی خواتین کے نام اور ان کے مضامین کے کالموں کی تعداد حسب ذیل ہے:۔

رضویہ خاتون	۵۷ کالم
ظفر جہاں	۵۱ ״
آر۔ کے	½۵۰ ״
فاروقی	½۴۰ ״

لہذا حسب ذیل انعامات تجویز کئے گئے:۔

رضویہ خاتون کو	اول انعام	۳۰ روپے
ظفر جہاں کو	دوسرا انعام	۲۰ روپے
آر۔ کے کو	تیسرا انعام	۱۵ روپے
ممتاز احمد فاروقی کو	چوتھا انعام	۱۰ روپے

اگرچہ حسب قرارداد قدیم انعاموں کی تعداد صرف تین تھی۔ مگر میں نے سال گزشتہ کے مطابق چار انعام دینے ہی پسند کئے۔ ممتاز احمد فاروقی امریکہ میں بیٹھے تہذیبی بہنوں کے ساتھ ہمدردی کر رہے ہیں۔ اور اپنا گراں بہا وقت ہمارے اخبار کے کام کے لئے صرف کر رہے ہیں۔ اس لئے ان کا نام فہرست میں ضرور نمایاں طور سے ہونا چاہئے۔ میں ان کو اور سب انعام پانے والی بہنوں کو ان کی کامیابی پر دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ سال حال میں بھی اپنی بہنوں کی بھلائی کا کام دلی شوق سے جاری رکھیں گی۔

خاکسار سید ممتاز علی

فاروقی صاحب کی تجویزیں

ہمیں تہذیب کی کامیابیوں کے ساتھ اس امر کا بھی بخوبی احساس ہے۔ کہ اخبار کو ابھی بہت زیادہ بہتر۔ مفید اور دلچسپ بنایا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے مخلص عزیز دوست ممتاز احمد فاروقی کا وہ ہمدردانہ مضمون ہمارے سامنے ہے۔ جس میں انہوں نے ولائتی اخبارات کی خصوصیات کا ذکر کر کے تہذیب کو چند نہایت مفید مشورے دئے ہیں۔ ہم ان کے مشوروں کے بے حد شکرگزار ہیں۔ ان میں سے بعض مشوروں سے ہمیں اتفاق ہے۔ اور ہم آئندہ ان سے مستفید ہونے کی پوری کوشش کریں گے لیکن بعض مشورے ایسے ہیں۔ جن کو فی الحال عملی جامہ پہنانا دشوار ہے۔ چنانچہ ہم ان دشواریوں کو مختصراً یہاں ظاہر کر دینا چاہتے ہیں۔

مختصر افسانے۔ ممتاز احمد صاحب نے اور ان کے علاوہ بعض دوسرے معاونین نے بھی کئی بار یہ رائے ظاہر کی ہے۔ کہ تہذیب کی ہر اشاعت میں ایک مکمل مختصر افسانہ ضرور ہونا چاہئے۔ اس کے متعلق ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر تہذیب کے اصلی مقاصد سے قطع نظر کر کے اخبار کو زیادہ ہر دلعزیز بنانے

کے لئے افسانوں کو درج کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا جائے
تو اتنے مختصر اور دل چسپ افسانے کہاں سے لائے
جائیں جن کے درج ہونے کے بعد دوسری ضروری
چیزوں کے لئے جگہ باقی رہ جائے؟ مختصر سے مختصر
افسانہ بھی عام طور پر تہذیب کے آٹھ صفحوں کے برابر
ہوتا ہے۔ آٹھ صفحے یہ اور دو صفحے محفل تہذیب کے
اور چار صفحے خبروں کے نکل گئے۔ تو دوسرے
مضامین کے لئے کل چھ صفحے باقی رہ جاتے ہیں
جو کسی طرح بھی کافی نہیں سمجھے جا سکتے۔ اس لئے
مجبوراً افسانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھاپنا پڑتا
ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اس طرح کرنے سے ان کا
آدھا لطف کھویا جاتا ہے۔

اسی سلسلے میں یہ بتانا بے موقع نہ ہوگا۔ کہ کئی
دل چسپ افسانے خاص طور پر تہذیب کے لئے
تیار کرائے گئے۔ لیکن کسی قدر بڑے ہو گئے۔ اور
ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھاپنے سے ان کا لطف برقرار
رہنا ناممکن معلوم ہوا۔ مجبوراً ان کی اشاعت روک
دی گئی۔ ولائتی اخبارات باریک ٹائپ اور گنجان
سطر کے سیکڑوں صفحوں پر نکلتے ہیں۔ اور وہ اس قسم
کی دلچسپیوں کے لئے بآسانی گنجائش نکال لیتے
ہیں۔ مگر ہمارے لئے یہ بہت مشکل کام ہے۔

کھانوں کی تراکیب کا کالم۔ دوسرا مشورہ یہ دیا
گیا ہے۔ کہ زنانہ انگریزی اخبارات کی طرح تہذیب
میں بھی کھانا پکانے کی تراکیب کا ایک مستقل کالم ہونا
چاہئے۔ سو کالم تو بآسانی مخصوص کر دیا جا سکتا ہے۔
مگر سوال یہ ہے۔ کہ اس میں درج کیا ہوگا؟ جو کھانے
عام طور پر ہمارے گھروں میں ہر روز یا ضیافتوں
کے موقع پر پکتے ہیں۔ تقریباً ان سب کی تراکیب عام
ہیں۔ اور اخبار اور کتابوں میں شائع ہو چکی ہیں۔
اور محض خانہ پُری کے لئے اخبار میں ان کا اعادہ مناسب
نہیں معلوم ہوتا۔ ان کو لڑکیاں آسانی سے کھانا پکانے
کی کتابوں میں پڑھ سکتی ہیں۔ رہے وہ ہندوستانی
کھانے جو غیر معمولی ہیں۔ ان سب کی تراکیب کسی ایک
شخص کو معلوم نہیں۔ کہ اس کی امداد کے بھروسے پر
اس کالم کو مستقل بنا دیا جائے۔ ایک مرتبہ اسے
مستقل بنا کر پھر مناسب مضامین کے نہ ملنے پر موقوف
کرنے یا بے کار مضامین سے بھر دینے کی نسبت یہ بہتر
ہے۔ کہ جب کوئی اس قسم کی ترکیب موصول ہو۔ اسے
درج اخبار کر لیا جائے۔ اور کوئی ایسی ترکیب نہ
ملے۔ تو کوئی اور مفید مضمون لکھا جائے۔

مغرب کی فارغ البال قوموں میں آئے دن نئی نئی
ڈشنز تیار ہوتی رہتی ہیں۔ بڑے بڑے کھانا پکانے والوں
کا بیشتر وقت اسی شغل میں صرف ہوتا ہے۔ اس لئے
ان کی کوششوں کے نتائج اخبارات کے کالموں میں
بھی چھپتے ہوئے اچھے لگتے ہیں۔ مگر ان کی تقلید
میں ہمارا سالن۔ چاول اور چند میٹھی چیزوں کی
ترکیبیں جن کا عموماً ہر خانہ دار بی بی کو علم ہے۔ بار
بار لکھنا کیا بھلا معلوم ہوگا؟ لہٰذا کالم بنانے سے پہلے
اس امر کی ضرورت ہے۔ کہ عورتوں میں نئے نئے
کھانے تیار کرنے کا شوق پیدا ہو۔ اور کسی طرح سے

کالم کی شکم پُری کا سامان نظر آئے، اگر دو تین بہنیں بھی اس مذاق کی پیدا ہو جائیں۔ تو میں فوراً تراکیب کا کالم کھولنے کے لئے تیار ہوں لیکن اڈیٹوریل اسٹاف میں خانساماں یا باورچی رکھنا مجھے پسند نہیں۔ نہ اخبار ایسے اخراجات برداشت کرنے کے قابل ہے۔

فیشن کا کالم - تیسرا مشورہ ہمیں فیشن کے کالم کی بابت دیا گیا ہے، واقعی ہر زنانہ انگریزی اخبار کے بیشتر حصے میں طرح طرح کے فیشنوں کے متعلق مضامین ہوتے ہیں۔ اور مختلف وضع کی گونوں۔ ہیٹوں اور جوتیوں کے نمونے نظر آتے ہیں۔ لیکن ہم یہ سوچتے ہیں۔ کہ یہ کالم بنا دیا گیا۔ تو ہم اس میں درج کیا کریں گے؟ ہمارے ہاں سر کے لباس میں تو سرے سے کوئی تنوع ہے ہی نہیں، جوتی چار نہیں۔ تو پانچ طرح کی مستعمل ہوتی ہوں گی باقی لباس میں عام طور پر فرق تراش کا نہیں۔ بلکہ زیادہ تر کام کا ہوتا ہے، تراش کا فرق تو اخبارون میں تصویروں کے ذریعے کسی نہ کسی طرح ظاہر کر بھی دیا جاتا ہے۔ لیکن جو کام اوپر بنتا ہے۔ اس کا سمجھنا اکثر اوقات اتنا دشوار ہوتا ہے۔ کہ ہم نے جب کبھی کسی سے تجربے کے طور پر کوئی ترکیب لکھوا کر کسی دوسرے سے اس پر عمل کرنے کو کہا۔ تو اس سے مستفید ہونا بہت دشوار معلوم ہوا، مغرب میں اس کالم سے بڑا فائدہ یوں اٹھایا جاتا ہے۔ کہ یا تو فیشن کے ایجاد ہوتے ہی لباس کی بڑی دکانیں اس قسم کی چیز تیار کر لیتی ہیں۔ اور خریدار کو بہم پہنچا دیتی ہیں۔ اور یا نمونہ دیکھنے کے بعد تیار کر لیتی ہیں، ہمارے ہاں اس قسم کا فائدہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا، پھر وہاں یہ کام ایک مکمل پیشے کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ فیشن ایجاد کئے جاتے ہیں۔ رائج کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے متعلق مضامین بھی لکھے جاتے ہیں۔ یہاں کون ہے جو ہر ہفتے کوئی نئی چیز سوچ کر اس پر ایک مضمون حوالہ قلم کر دیا کرے؟ یہاں تو یہی ہو سکتا ہے۔ کہ کسی خاتون کو کوئی نئی بات سوجھی اور اس نے لکھی۔ تو ہم نے درج کر دی۔ ورنہ اَور مفید مضامین لکھے۔

ہمارے دوست فاروقی صاحب نے مباحثا کے لئے جو چند اَور موضوع تجویز کئے ہیں۔ ان میں بیشتر سالہائے گزشتہ کی جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں، بڑی دشواری ایک یہ ہے۔ کہ تہذیب کو جاری ہوئے بہت عرصہ گزر چکا ہے۔ اور اس میں تقریباً ہر ضروری موضوع پر کثرت سے مضامین چھپ چکے ہیں، انہی موضوعوں پر اگر پھر کچھ لکھا جاتا ہے۔ تو پُرانے خریداروں کے شکایتی خطوط آنے لگتے ہیں۔ کہ یہ سب کچھ تو پہلے لکھا جا چکا ہے، چنانچہ اسی سال محترمہ برجیس دُلھن نے تربیت اولاد کے متعلق نہایت مفید مضامین کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ مگر اس کے متعلق ہر طرف سے یہ شور اٹھا۔ کہ یہ باتیں سب کو معلوم ہیں۔ نئے اور تازہ موضوع پر مضامین کیوں نہیں لکھے جاتے؟ تاہم انشاء اللہ تعالیٰ اس سال ہم کوشش کریں گے

کہ بعض ایسے اہم مسائل پر جن پر کم مضامین لکھے گئے ہیں۔ بطریق مناسب کسی نئے اسلوب سے پھر مضامین شائع کریں۔

ہم فاروقی صاحب کے شکر گزار ہیں۔ کہ وہ ہمیں تہذیب کی اصلاح کی طرف نہ صرف توجہ دلاتے ہیں۔ بلکہ جب موقع ملتا ہے۔ اپنا قیمتی وقت صرف کر کے خود نہایت مفید مضامین لکھتے رہتے ہیں۔

خاکسار رشید ممتاز علی

اخبارات کی
کامیابی کا اصل راز

بقول فاروقی صاحب ولائتی اخبارات کی کامیابی کا اصل راز ان کے اشتہارات ہیں۔ لیکن تہذیب کے لئے اشتہار حاصل کرنا بھی آسان کام نہیں۔ اردو اخبارات میں عام طور پر جن اشیاء کے جن الفاظ میں اشتہار چھپتے ہیں۔ انہیں تہذیب میں چھاپنا ہم مناسب نہیں سمجھتے اور اس لئے ہم اکثر ان سے انکار کر دیتے ہیں۔ پھر بھی کبھی کبھار کوئی اشتہار چھپ جاتا ہے۔ پھر جب کوئی بہن تہذیب کے چھپے ہوئے اشتہار کو دیکھ کر کوئی چیز منگواتی ہیں۔ اور اسے ناپسند کر کے اس کے متعلق تہذیب میں کوئی تحریر بھیجتی ہیں۔ تو ہم اسے بھی بلا تکلف اخبار میں چھاپ دیتے ہیں لیکن ایسی تحریریں کا چھپنا اشتہار دینے والوں کو بہت رنج دیتا ہے۔ اور اپنے اس رویہ کی وجہ سے تہذیب اشتہار دینے والے تاجروں میں زیادہ پسند نہیں کیا جاتا۔ اور بہنوں کو نقصان سے بچانے کی کوشش میں یہ اپنی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ خود ضائع کر دیتا ہے۔ ہم ہر مہینے بڑی معقول اجرت کے اشتہار اسی قسم کی اخلاقی وجوہات پر واپس کرتے ہیں۔ ہمارے پاس بڑے بڑے بزرگوں کے اشتہار آتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس مجرب تعویذ میاں بیوی میں محبت بڑھانے کا ہے۔ اور یہ اس کا ہدیہ ہے۔ مگر ہم کسی اجرت پر بھی اسے درج کرنا پسند نہیں کرتے۔ ابھی حال میں تپ دق کے علاج کا ایک اشتہار آیا جس میں لکھا تھا "دنیا میں آخر تپ دق کا علاج نکل آیا اور جاں بلب مریض جن کی زندگی سے ماہر طبیب اور تجربہ کار ڈاکٹر عاجز و مایوس ہو چکے تھے۔ موت کے کنارے پہنچ کر دوبارہ زندہ ہونے لگے۔ وغیرہ وغیرہ"۔ مجھے اس اشتہار کی بہت معقول منہ بولی اجرت ملتی تھی۔ مگر میرے دل نے بے چاری عورتوں کا اس جال میں پھنسنا پسند نہ کیا۔ اور اشتہار واپس کر دیا۔

اسی طرح بعض رسالوں کے اڈیٹر اپنے رسالوں کا اشتہار ہمارے اخبار میں ایسے چمکیلے الفاظ میں دیتے ہیں۔ جن کو ہم یقیناً غلط سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے اشتہار نہیں چھاپتے۔ اور وہ ہم سے بے انتہا ناراض ہوتے ہیں۔ غرض اشتہاروں سے جو آمدنی ممکن ہے۔ اس کا دروازہ ہم پر تقریباً تقریباً بالکل بند ہے۔ اور کچھ کھلا ہوا ہے۔ تو بہت تھوڑا سا ہے۔

رہی اشاعت میں ترقی۔ اس کا یہ حال ہے۔ کہ انیس سال میں اخبار رو پیٹ کر صرف تین ہزار کے

قریب خریدار پیدا کر سکتا ہے۔ ان حالات میں زائد اخراجات کا کس طرح مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اور سولہ صفحے کے اخبار میں کیا افسانے چھاپیں۔ کیا مستقل کالم قایم کریں۔ کہاں مباحث درج کریں۔ اور کہاں نئے مضمون نگاروں کی کوششوں کی حوصلہ افزائی کی جائے؟

تاہم جہاں تک ہمارے بس میں ہے۔ ہم برابر اخبار کو زیادہ بہتر بنانے کی فکر میں ہیں۔ اس سال ہم نے خاص طور پر تہذیب کے لئے دنیائے نسواں کے ہر ضروری شعبے کے متعلق مغربی ممالک کی خبریں بہم پہنچانے کا نیا انتظام کیا ہے۔ اور بغیر چندہ بڑھاتے کے چار صفحے اخبار کے زیادہ کر رہے ہیں۔ موجودہ حالات میں اس سے زیادہ ایثار ممکن نہیں ہے ہمیں امید ہے۔ تہذیبی بہنیں ان صفحوں کے اضافے کو پسند فرمائیں گی۔ تہذیب زیادہ ہر دلعزیز بن سکے گا۔ اور اس کی اشاعت بھی ترقی کر سکے گی۔

خاکسار سید ممتاز علی

دستکاری

اصلاح تہذیب کے باب میں جو خطوط تہذیبی بہنوں کی طرف سے موصول ہوئے ہیں۔ ان میں دستکاری کے موضوع پر مضامین لکھنے کی ضرورت کو سب نامہ نگاروں نے تسلیم کیا ہے۔ اور واقعی وہ نہایت ضروری چیز ہے۔ اور انشاء اللہ سال حال میں اس موضوع پر زیادہ مضامین شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ اور اب دوبارہ لکھتا ہوں۔ کہ جن بہنوں کو دستکاری میں اچھی دسترس ہے۔ اور ان کو اس مفید کام میں اپنی بہنوں کی دستگیری کا شوق بھی ہے۔ وہ اپنے اپنے نام اور ان کاموں کی تفصیل سے جو وہ جانتی ہیں۔ ازراہ مہربانی مجھے جلد اطلاع دیں۔ تاکہ مجھے اس امر سے آگاہی ہو جائے۔ کہ اس قسم کی دستکاری جاننے والی کتنی بہنیں ہیں۔ اور وہ کہاں کہاں ہیں۔ اور کیا کیا کام جانتی ہیں۔ جب میرے پاس یہ آگاہی فراہم ہو جائے گی۔ تو میں ان خواتین ہمدرد کی فہرست بنا کر ان سے ایک ترتیب خاص کے ساتھ مضامین حاصل کرتا رہوں گا۔ اگر یہ تجویز مکمل ہو جائے۔ تو مجھے امید ہے۔ کہ سال حال کے آخر میں مضامین دستکاری کا ایک نہایت عمدہ مجموعہ مرتب ہو سکے گا۔ اس باب میں میں محترمہ خدیجہ بائی (بمبئی) کا خاص طور پر شکرگزار ہوں۔ جنہوں نے اس تجویز کو بہت زور سے پیش کیا ہے۔

بعض بہنوں اور نیز چند اور قومی ہمدردوں نے اخبار میں تصاویر کے دینے کی تجویز بھی پیش کی ہے۔ چنانچہ مولوی سید ابو العاص صاحب (پٹنہ) جو ہمیشہ تہذیب نسواں کی ترقی کے دل سے جویاں رہتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عمدہ تصاویر خصوصاً رہبران قوم کی اخبار میں درج ہوا کریں۔ اور سرورق پر کوئی مفید

تصویر زیب وزینت کے لئے بہم پہنچائی جائے۔ تاکہ خواتین جن کی تصاویر دستیاب ہوسکیں۔ ضرور درج ہوں۔ نیز عمارات اسلام کے فوٹو ونیز دیگر دلچسپ فوٹو۔ آج کل فوٹو گرافی عروج کمال کو پہنچ گئی ہے اور ہر اخبار ورسالہ تصویردار نکلنے لگا ہے۔ پھر تہذیب کیوں اس نعمت سے محروم رہے؟"

سید صاحب کے یہ خیالات بالکل صحیح اور قابل قدر اور موجب شکر گزاری ہیں۔ لیکن تصاویر کا انتظام اگرچہ ناممکن نہیں۔ مگر ایسا آسان بھی نہیں۔ کہ ہر ہفتے کے اخبار میں اس پر عمل درآمد ہوسکے۔ جو رسالہ ماہوار ہیں۔ ان میں تو تصاویر کا انتظام زیادہ مشکل نہیں۔ لیکن ہفتہ وار اخبار کے لئے فوٹو حاصل کرنا۔ پھر ان کے بلیٹ بنوانا۔ پھر انہیں اخبار سے علیحدہ چھاپنا اتنے کام ہیں۔ کہ ہمیں اس کو باقاعدہ شروع کرنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ پھر بھی ہم تجربے کے طور پر اس سال تصاویر دینے کی بھی کوشش کریں گے۔ تصاویر کے باقاعدہ انتظام کے لئے بہت خرچ کی ضرورت ہے لیکن ہم ابھی سے تہذیبی بہنوں کو اخبار کے چندے کے اضافے سے ڈرانا نہیں چاہتے۔ ہماری قوم کے مرد یوں بھی لڑکیوں کے لئے علمی اخراجات پہلے ہی بہت بے دلی سے برداشت کرتے ہیں۔ اگر یہ بار زیادہ گراں کر دیا گیا۔ تو شاید بہت سی بہنوں کو تہذیب چھوڑ دینا پڑے گا۔ اس لئے گا ہے گا ہے تصاویر دینے کا جو تجربہ ہم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے بھی ہم چندہ اخبار میں کوئی اضافہ نہ کریں گے۔ لیکن ہم تہذیبی بہنوں سے یہ توقع ضرور رکھتے ہیں۔ کہ تہذیب کو مدد دینے کے جو طریقے ان کے اختیار میں ہیں۔ ان کو وہ ضرور کام میں لائیں گی۔

خاکسار سید ممتاز علی

نظم

جناب منیجر صاحب قبلہ۔ تسلیم۔ انجمن تہذیب نسواں بریلی کے پچھلے جلسے میں جو ۵ دسمبر کو منعقد ہوا تھا میری بھانجی بلقیس جہاں بیگم نے حسب ذیل نظم لکھ کر سنائی تھی۔ چونکہ عزیزہ موصوفہ کی یہ پہلی کوشش ہے۔ امید ہے۔ کہ آپ حوصلہ افزائی کے لئے اسے درج اخبار فرمائیں گے۔ اور ناظرات تہذیب نظم کے نقائص کو نظر انداز فرما کر اس کے مضمون سے دلچسپی حاصل کریں گی۔

اب قوم کا کچھ کام کرو ہوش میں آؤ۔
اب عمر کو غفلت میں نہ تم اپنی گنواؤ۔
اللہ و محمد سے دل اے بہنو لگاؤ۔
دلدادہ بنو قوم کی عقبٰے کو کماؤ۔
اس بزم کی اس قوم کی جس دم ہو ترقی۔
تم گیت خداوند کے پھر شکر میں گاؤ۔
پردہ نہ کرو فاش کسی اک مری بہنو۔
جو عیب ہے جس میں۔ اسے خوبی سے چھڑاؤ۔
یہ انجمن نسواں ہے۔ تہذیب کی ہے بزم۔

جو آئے اُسے آنکھوں پہ اے بہنو بٹھاؤ +
جن رسموں کی شادی و غمی میں ہے منادی
ان رسموں کو ہرگز نہ کرو۔ خرچ بچاؤ
دولت کا زیاں بھی ہے۔ خلاف شرع دیں بھی۔
خود بھی نہ کرو۔ اوروں سے بھی ان کو چھڑاؤ +
گھر سیکڑوں بگڑے ہیں اسی سے مری بہنو۔
اب بیڑا ترقی و ہدایت کا اُٹھاؤ +
ہم بہنوں کی غفلت ہی نے ہیں کھیل بگاڑے
تم اس کے نشاں چاہے جہاں دیکھ لو جاؤ +
طوفان میں جی چھوڑ کے ہونا نہ ہراساں
جیسے بنے اس ناؤ کو اب پار لگاؤ +
ٹوٹے ہوئے جو دل ہیں گزرگاہِ خدا ہیں
ملنا ہے خدا سے تو اسی راہ پہ آؤ +
غیر اس کی بُرائی پہ تلے رہتے ہیں دن رات۔
تم قوم کو اپنی نظرِ بد سے بچاؤ +
امداد غریبوں کی کرو اور کراؤ۔
اے بہنو غریبوں کا نہ دل دکھاؤ +
اس انجمن نسواں کی اِک یہ بھی ہے خوبی۔
اس کے لئے اب بیڑا ترقی کا اٹھاؤ +
اس کشتی کو اے بہنو دئے جاؤ سہارا۔
ہو جائے نہ بے کھیوے کے کاغذ کی یہ ناؤ +
قوت پہ تمہاری ہی تو چلتی ہے یہ بہنو۔
جیسے بھی چلے بہنو۔ یہ گاڑی تو چلاؤ +
اس انجمن نسواں کو ہو اتنی ترقی۔
ہو محفلِ ازواجِ نبی کا سا بناؤ +
بلقیس کی یہ عرض ہو مقبولِ الٰہی۔
صدقہ میں محمد کے سدا ہووے بجاؤ +

خاکسار ظفر جہاں بیگم

تعلیمی سالگرہ

ولایت کے تعلیمی امور میں دلچسپی لینے والے حضرات اس قسم کے تجربات میں مشغول رہتے ہیں۔ کہ ابتدائی تعلیم کو ننھے بچے کے لئے ایسا دلکش بنا دیا جائے۔ کہ وہ بجائے استاد اور والدین کے جبر کے خود بخود اپنے دلی شوق سے مطالعہ کے عادی بن جائیں + ہمارے ہاں اکثر بچوں کے تعلیم سے اُکتا جانے کی یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ان کے لئے مناسب طور پر دلچسپ نہیں بنائی جاتی + اس سلسلے میں ہمارے دوست ارشد تھانوی نے جو اپنے بچوں میں تعلیمی سالگرہ منانے کی بنیاد رکھی ہے۔ امید ہے۔ تہذیبی بہنیں اس کا دلچسپی سے مطالعہ کریں گی + منیجر

جب بچوں کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ تو مسلمانوں میں ابتداءً "بسم اللہ" کی تقریب اور ہندوؤں میں "ودیا آواہن" کا جلسہ کیا جاتا ہے + ان کے بعد بچے کی باقاعدہ پڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر کوئی خوشی اس سلسلے میں نہیں منائی جاتی۔ البتہ مذہبی تعلیم دلانے والے مسلمان نشرہ بھی کرتے ہیں بعض پرانے مکتبوں میں ابھی تک آمین کا رواج بھی ہے +

میرے بفضلہ پانچ بچے ہیں۔ اور میں نے گزشتہ
سال کے دسمبر میں ان کو پڑھنے بٹھایا تھا۔ سب سے
بڑا بچہ سلطان الارشد اس وقت پورے آٹھ سال
کا تھا۔ اور گھر میں خود بخود حرف شناس ہو گیا تھا۔
دوسرا بچہ سلطان الارشد ساڑھے چھ سال کا تھا
وہ الف با بھی نہیں جانتا تھا۔ تیسرا عمران الارشد
۴ سال سے بھی کم عمر کا تھا۔ اور وہ تفریح کے طور پر
اپنے بڑے بھائیوں کے ساتھ پڑھنے بیٹھ گیا تھا۔
کیونکہ میری ذاتی رائے یہ ہے۔ کہ جب تک بچے میں
کافی سمجھ نہ آ جائے۔ اس کو طوطے کی طرح رٹانا مناسب
نہیں ہے۔

بڑی دقت مجھے معلم کی ہو رہی تھی۔ کیونکہ ریاست
بھوپال کے ایک دور افتادہ مقام پر میں تعینات ہوں۔
جہاں کے دیہاتی لکھنے پڑھنے سے سخت بیزار ہیں۔
اور سرکار کی کوششوں اور رعایتوں کے باوجود بھی مدرسوں
میں بلا فیس اپنے بچوں کو پڑھنے نہیں بھیجتے۔ اور نقد
انعام اور وظیفوں کا لالچ بھی انہیں تعلیم کی طرف
متوجہ نہیں کرتا۔ اس لئے سرکاری مدرس بھی بددل
رہتے ہیں۔

میں نے اخبار ہمدم وغیرہ میں بار بار "ضرورت معلم"
کا اشتہار دیا۔ لیکن حسن اتفاق سے بھوپال نارمل
اسکول کے ایک وظیفہ یاب سید منشی سلطان احمد
قائم مقام مدرس مقرر ہو کر پیکلون آ گئے۔ میں نے بچوں
کو ان کے سپرد کیا۔ میرے عملے کے اہلکاروں کے
دو ایک بچے بھی داخل اسکول ہوئے۔ مدرس صاحب
نے میری مرضی کے مطابق تفریحی کھیلوں کا بھی تعلیم کے ساتھ
اضافہ کر لیا۔ علاوہ مقررہ کھیلوں اور ورزشوں کے بچوں
کو جنگل میں لے جا کر درختوں پر چڑھنا۔ پانی میں تیرنا۔
جھاڑیوں میں چھپنا۔ اور ایسے ہی دوسرے دلچسپ
کھیل سکھانا شروع کئے۔ جس میں خود بخود گاؤں کے
لڑکے بھی آ کر شریک ہونے لگے۔ اور جب انہیں
کافی دلچسپی ہو گئی۔ تو کہا گیا۔ کہ جب تک اسکول
میں داخل نہ ہوں گے۔ ان کھیلوں میں بھی شریک
نہیں ہو سکتے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک کافی تعداد بچوں
کی اسکول میں آنے لگی۔ اور مقامی رواج کے مطابق
سب کو ہندی شروع کرائی گئی۔ صرف میرے بچے
اردو پڑھتے رہے۔ تھوڑے عرصے میں سلطان اس
قابل ہو گیا۔ کہ آسان عبارت پڑھ سکے۔

میں نے اس کے نام اخبار "پھول" جاری کرا دیا
اور بہت سی چھوٹی چھوٹی کہانیوں کی کتابیں دفتر
پھول سے منگا کر اس کو دیں۔ سلطان صاحب نے
جب پتے کی چٹ پر اپنا نام مسٹر سلطان الارشد چھپا
ہوا دیکھا۔ تو خوشی کے مارے اچھل پڑے۔ اور بڑے
فخر سے اسکول کے دوسرے لڑکوں کو دکھایا۔ سب نے
اخبار بھی سنا۔ اور تمام اسکول کو اخبار سے دلچسپی
ہو گئی۔ سلطان صاحب بہت بے چین رہنے لگے۔
کہ جلد سے جلد مجھے بھی اخبار پڑھنا آ جائے۔ کیونکہ تمام
لڑکے سلطان صاحب کی عزت کرنے لگے۔ اور پھول
کی مزے دار کہانیاں ان کی خوشامد کر کے سننے لگے۔
پھر سب کو دفتر پھول سے آئی ہوئی عمدہ عمدہ کہانیوں

کی کتابیں سنائی گئیں۔ اب ہر لڑکے کی یہ خواہش
ہوگئی۔ کہ کاش وہ بھی ان مزیدار کتابوں اور ایسے
اچھے اخبار کو خود پڑھ سکے۔ مدرس صاحب نے
بچوں کو اس طرف مائل دیکھ کر ان کا شوق پورا
کیا۔ اور اردو بھی شروع کرادی۔

سچ یہ ہے۔ کہ اخبار پھول اور اس کے دفتر کی
چھپی ہوئی نفیس کتابیں بدشوق اور گنوار سے گنوار
لڑکوں کو جلد سے جلد تعلیم کی طرف متوجہ کرسکتی ہیں
پھلون کے اسکول کی تو یہ حالت ہوگئی۔ کہ چھٹی
کے اوقات میں بھی لڑکے گھروں سے بھاگ بھاگ
کر آجاتے ہیں۔ کہ کسی طرح جلد سے جلد لکھنے پڑھنے
کے قابل ہو جائیں۔ افسوس ہے کہ تین مہینے کے
لئے مجھے بال بچوں کو لکھنؤ بھیج دینا پڑا۔ جس کی وجہ
سے اسکول میں ناغے ہوگئے۔ اور بہت سے لڑکے
مقررہ کورس کی سیدھی سادی تعلیم سے بددل ہوکر
بیٹھ رہے۔ لیکن جب ارشد بذرالن لکھنؤ سے
واپس آکر پھر سب کو اخبار پھول ہر ہفتے سنانے
لگے۔ تو رفتہ رفتہ اسکول کی چہل پہل پھر ویسی ہی
ہوگئی۔ اس دوران میں دفتر پھول سے اور
کہانیاں بھی منگائی گئی تھیں۔ ان کے شوق نے
لڑکوں میں تازہ روح پھونک دی۔ یہ دیکھ کر
میں نے تجویز کیا۔ کہ بچوں کی تعلیمی سالگرہ منائی
جائے۔ اور ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء اس کی تاریخ مقرر کی گئی
یہی تاریخ سلمان صاحب کی نویں سالگرہ کی بھی
تھی۔ اسکول کے دوسرے طلبا کو خود ان بچوں سے
زیادہ تعلیمی سالگرہ کے جلسے کا اشتیاق پیدا ہوگیا
سلمان۔ سلطان۔ عمران اس خیال سے کہ سالگرہ
والے امتحان میں ہر طرح کامیاب رہیں۔ اس
قدر محنت کرنے لگے۔ کہ بار بار مجھے روکنا
پڑتا تھا۔ لیکن ڈیڑھ مہینے پہلے سے یہ حالت ہوگئی۔
کہ تین بجے رات کو اس موسم میں اٹھ کر مدرس صاحب
کے پاس جن کی سکونت میرے ہی مکان کے
بیرونی حصے میں ہے۔ چلے جاتے۔ وہ صبح دن نکلنے
تک پڑھتے۔ پھر گھر میں آکر چائے پیتے۔ اور سیدھے
اسکول چلے جاتے۔ دوپہر کو چھٹی ہوتی۔ تو گھبرائے
گھبرائے آکر کھانا کھاتے۔ اور پھر گھر میں کتابیں
لے کر بیٹھے رہتے۔ اور ایک بجتے ہی پھر مدرسے
روانہ ہو جاتے۔ سہ پہر کی چائے اسکول ہی میں بھیجدی
جاتی۔ شام کی تفریح بند کردی۔ اور رات کو بھی ۱۱
بجے تک پڑھنا جاری رہتا۔ دوسرے لڑکے ہر پرشاد
فریدبخش۔ بابولال وغیرہ بھی ان کی دیکھا دیکھی اسی
قدر مصروف رہنے لگے۔ جب زیادہ محنت کو منع
کیا گیا۔ تو چپکے سے مدرس صاحب کو رضامند
کرکے بچوں نے شب و روز ان ہی کے پاس رہنا
شروع کردیا۔ اور پندرہ دن پہلے سلمان صاحب نے
ہندی بھی پڑھنا شروع کردی۔ آخر تاریخ مقررہ
اپنی پوری مسرتوں کے ساتھ آئی۔ تینوں بچوں کے
دستخطوں سے ایک فرد تیار ہوئی۔ جس کا مضمون
یہ تھا:۔

آج ہم تینوں بھائیوں کی پہلی تعلیمی سالگرہ ہے

اس لئے اصحاب ذیل کی خدمت میں ادب کے
ساتھ گزارش ہے۔ کہ دو بجے دن کو اس تقریب
میں شرکت فرما کر ہماری عزت بڑھائیں۔ جہاں بعد
امتحان ہم لوگ اپنے محترم اور شفیق استاد کا شکریہ
ادا کریں گے ۔

اس فرد میں پہلے جملہ ملازمان سرکار کے نام۔
ان کے بعد معززین قصبہ۔ تاجران۔ سیٹھ ساہوکاران
کے نام۔ پھر لائن کھینچ کر جملہ طالب علمان کے نام و
پتہ۔ پھر طالب علم لڑکیوں کے نام اور آخر میں قصبہ
کے ان لڑکوں کے نام تھے۔ جن سے کھیل کود میں
یا اور طرح تھوڑی بہت واقفیت ہو گئی تھی۔ گھر
میں ہندو مسلمان مستورات کو بلوا دیا گیا تھا۔ وقت
مقررہ پر اندر باہر ایک کثیر مجمع ہو گیا۔ سب بھائی
نہلائے گئے۔ نئے کپڑے۔ پھولوں کے ہار پہنائے
گئے۔ اور دولہا بن کر باہر آئے۔ امتحان شروع
ہوا۔ سلمان صاحب نے اس ایک سال میں تین
مہینے نکال کر حسب ذیل تعلیم حاصل کی تھی :۔

اردو کی تیسری کتاب روانی سے پڑھ کر مختلف
مقامات سے سنائی۔ اور مشکل الفاظ کے معانی بتلائے
اور اسی کے مطابق املا لکھا۔ پونا۔ سوایا اور ۲۰
تک پہاڑے سنائے۔ جمع سادہ تک حساب کے
سوال حل کئے۔ آسان ہندی کے فقرات پڑھ کر سنائے
اور لکھے۔ سلطان صاحب نے اردو کی دوسری
کتاب سنائی۔ اور املا لکھا۔ ۱۰ تک پہاڑے۔
پونا۔ سوایا اور جمع کے چھوٹے چھوٹے سوال حل کئے۔
عمران صاحب نے اردو کی پہلی کتاب پڑھی۔
الف با لکھی۔ ۲۰ تک پہاڑے اور ۱۰۰ تک گنتی
لکھ کر دکھائی ۔

۹ مہینے میں جس میں تعطیلات اور بیماریوں کے
ناغہ بھی شامل ہیں۔ یہ تعلیم کچھ کم نہ تھی۔ کیونکہ صرف
مقررہ کتابوں ہی کے اندراجات تک امتحان محدود
نہ تھا۔ بلکہ ان کی مناسبت سے عام لیاقت بھی
حاصل کی تھی۔ اس کے بعد تینوں بچوں نے کھڑے
ہو کر جلسہ عام میں مدرس صاحب کی شفقت اور تعلیم دینے
کا شکریہ ادا کیا۔ جس کے جواب میں مدرس صاحب
نے اپنی لکھی ہوئی تقریر سلمان صاحب سے پڑھوائی
اس کے بعد ایک طالب علم بابو لال صاحب نے
ایک محبت بھرا قصیدہ جو بہت آسان اور سادہ تھا
تینوں بچوں کی اس تقریب پر پڑھا۔ اور سلمان صاحب
نے کھڑے ہو کر اپنے دوست مسٹر بابو لال کی
اس محبت کا شکریہ ادا کیا۔ سب سے چھوٹے
بچے عدنان الارشد کے لئے اس تقریب پر طبیب صاحب
شفاخانہ سرکاری پیکلون نے اپنی طرف سے نہایت
فیشن ایبل جوڑا بنایا تھا۔ وہ اس ڈیڑھ سالہ معصوم
کو پہنا کر جلسے میں لایا گیا۔ اور اس سے بڑا بچہ
عرفان الارشد جو لکھنؤ میں اپنے ماموں کے پاس
رہتا ہے۔ اس کی تصویر سب کو دکھلائی گئی۔ بعد ازاں
وہ ملبوسات جو اس تقریب کے لئے تیار ہوئے تھے
مدرس صاحب کو پہنائے گئے۔ اور حسب حیثیت
زر نقد پیش کیا گیا۔ پھر بچوں کی انعامی کتب جو

دفتر پھول سے پہلے ہی منگا لی گئی تھیں۔ وایٹ وے لیڈ لا کمپنی کے یہاں کے خوب صورت رومالوں میں لپٹی ہوئی ا۔پن سے اٹکائی ہوئی مع ایک ایک روپے کے خوان میں سجائی ہوئی لائی گئیں۔ اور باجوں کے شور میں تقسیم ہوئیں ؛

سلمان صاحب کو "نٹ کھٹ پانڈے" ۔ "علی بابا چالیس چور" سلطان صاحب کو "بہار کے پھول" ۔ "علی بابا چالیس چور" عمران صاحب کو "اقبال بچپن" ۔ "پیٹو نوجوان"۔ "تصاویر کی جلد" انعام میں ملی ۔ اور ایک غریب طالب علم فرزند بخش نے بھی جو ایک چپراسی کا لڑکا ہے۔ سلمان صاحب کے ساتھ محنت کر کے امتحان میں شرکت کی تھی۔ بالکل اسی طرح کا انعام پایا ۔ روس کا شہنشاہ اور چوہے بلی نامہ کتابیں حاصل کیں ۔ مسٹر بابولال نے قصیدہ لکھنے میں جو ذہانت دکھلائی تھی۔ اس لئے ایک انعام ان کو بھی پیش کیا گیا۔ اور دفتر پھول کی چھاپی ہوئی ایک دلچسپ کہانی ان کے حصے میں آئی ۔ پھر عطر پان ہو کر شیرینی تقسیم کی گئی ۔ اور باہر کا جلسہ برخاست ہو گیا ۔ بچے اندر گئے ۔ جہاں ان کو دعاؤں اور پیاروں کے ساتھ آنے والی بیبیوں سے روپے بھی ملے ۔ اور اندر کی محفل کے دلچسپ گانے بھی سننے میں آئے ایک گیت کا ٹکڑا میرے کانوں تک بھی پہنچا تھا" شاباش میری منیا مدرسے کو جائے" ۔ رات کو مخصوص احباب باہر مدعو تھے ۔ اور مستورات گھر میں ہمدرد مہمانوں کے لئے سیدھا بھجوا دیا گیا ۔ غرض دو دن بھی چہل پہل رہی ۔ بچے ان کے مدرسے کے ساتھی اور قصبے کے دوسرے شناسا لڑکے سب مل مل کر خوشیاں مناتے رہے اور ۱۰ یوم کی تعطیل اس لئے دی گئی ۔ کہ تھوڑا سا سفر کر کے اور خوشی حاصل کریں ۔ اور تازہ دم ہو کر اگلے سال کی پڑھائی کے لئے اور زیادہ مستعدی اور شوق سے تیار رہوں ۔ اور اگلی تعلیمی سالگرہ کے وقت اپنی محنتوں کا زیادہ سے زیادہ قابلیت حاصل کر کے ثبوت دیں ۔ اس تعطیل میں بچوں کو اپنے ساتھ سالانہ دورہ دیہات پر لے آیا ہوں ۔ اس سفر میں جو جو نئی چیزیں وہ دیکھ رہے ہیں ۔ ان سب کے حالات نہیں سے لکھوا کر پھول میں چھپنے کو بھیجے جائیں گے ۔ امید ہے کہ اس تقریب کے حالات پڑھ کر اور بھائی اور بہنیں بھی تعلیمی سالگرہ منا کر بچوں کی حوصلہ افزائی کریں گی ۔ میں تو انشاء اللہ اگر جیتا رہا ۔ تو ہر بچے کی تعلیمی سالگرہ ختم تعلیم تک کرتا رہوں گا ؛

ارشد تھانوی

محفل تہذیب

مکرم معظم جناب مولوی صاحب ۔ تسلیم ۔ اللہ تعالے کا لاکھ لاکھ شکر ہے ۔ کہ آج میرے معصوم بھیا کا بعد شدید علالت کے غسل صحت ہو گیا ۔ اس لئے یہ حقیر نذرانہ مبلغ دس روپے کا بذریعہ منی آرڈر اپنے یتیم ننھے بھیا کی غسل صحت کی یادگار میں روانہ کرتی ہوں ۔ اس کو تہذیب فنڈ میں جمع کر کے ممنون

فرمائیے + راقمہ جمیلہ خاتون بنت ڈاکٹر ماشاءاللہ خاں مرحوم از آگرہ

میرے بھائی کو عرصہ ایک سال کا ہوا۔ ایک سو ساڑھے چھ ڈگری کا بخار ہوا تھا۔ کبھی بخار بڑھتا تھا۔ کبھی کم ہو جاتا تھا۔ ڈاکٹروں کو بھی اس بخار سے بہت حیرانی ہوئی تھی۔ اور وہ اس کا کوئی نام بھی تجویز نہ کر سکتے تھے + خیر خدا کے فضل سے بخار تو اتر گیا۔ مگر اس کے بعد اس کو اس قدر پسینے آنے شروع ہوئے۔ کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اور ٹمپریچر بجائے ساڑھے ۹۸ کے ساڑھے ۹۶ ہو گیا + اب تک اس قدر پسینہ آتا ہے۔ کہ بیان نہیں کر سکتی + پسینہ رات کو سوتے وقت آتا ہے۔ خواہ جاڑوں کی راتیں ہوں یا گرمی کی + کوئی بہن یا بھائی ازراہ ہمدردی کوئی ایسی دوا بتائیں۔ کہ اس پسینے سے نجات ملے۔ تمام عمر احسان مند رہوں گی + بنت شیخ حفیظ اللہ ناظم پولیس

مکرمی ومعظمی جناب منیجر صاحب قبلہ + اگر کسی تہذیبی بہن یا بھائی کو لال بالوں کو سیاہ کرنے کی دوائیں معلوم ہوں۔ تو ازراہ ہمدردی مطلع فرمائیں۔ نہایت مشکور رہوں گی + میں نے سنا ہے۔ کہ کلونجی سے سر دھونے سے سرخ بال سیاہ ہو جاتے ہیں + اگر کسی بہن نے اس کی آزمائش کی ہو۔ تو اس سے بھی مطلع فرمائیں۔ جو دوائیں لکھی جائیں۔ وہ آزمائی ہوئی ہوں۔ سُنی سنائی نہ ہوں + راقمہ ایک تہذیبی بہن

جناب قبلہ منیجر صاحب۔ تہذیب میں بیگم نور محمد صاحب نے دری سے چکنائی کے دھبے دور کرنے کی ترکیب دریافت کی ہے۔ اس کی ایک ترکیب یہ ہے۔ کہ تھوڑا سا پٹرول دھبہ پر گرا کر ایک صاف کپڑے سے رگڑا جائے۔ یا بنزین کالس Benzin collas جو ایک معمولی قیمت کی چیز ہے۔ استعمال کی جائے + یہ دوا پٹرول سے زیادہ اثر کرتی ہے۔ اگر پہلی مرتبہ دھبہ صاف نہ ہو تو چند بوند پٹرول یا بینزن کالس کی اور گرائی جائے۔ دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ چند منٹ میں بو آپ ہی جاتی رہے گی + راقمہ بنت ع۔ ش

مکرمی جناب مولوی صاحب۔ آداب۔ گزارش ہے۔ کہ کسی تہذیبی بہن کو اگر ترکیب میٹھے کی شہد بنانے کی معلوم ہو۔ تو بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں۔ بہت مشکور رہوں گی + بنت ڈاکٹر سید محمد ہاشم

جناب منیجر صاحب قبلہ۔ تسلیم + تہذیبی بہنوں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ اگر زیری وضع کے فسلوکے بندی بچوں کے فراک۔ ٹوپ وغیرہ کی تراش معلوم ہو۔ تو بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں + ممنون ہوں گی ر۔ ہ بانو۔ غازیپور

خبریں اور نوٹ

حال ہی میں غازی عصمت پاشا وزیر اعظم ترکی نے قومی مجلس میں تقریر کرتے ہوئے حکومت ترکی کی داخلی و خارجی حکمت عملی کو وضاحت سے بیان کیا۔ اقوام ایشیاء کی لیگ بنانے کے متعلق فرمایا کہ برطانی اخبارات نے موسیو چیچرن وزیر خارجہ روس اور توفیق رشدی بے وزیر خارجہ ترکی کی ملاقات اڈلیسہ کے بعد یہ شور مچا رکھا ہے۔ کہ ایشیاء جمہوریہ روس کی سرکردگی میں یورپ کے خلاف صف آرا ہو رہا ہے۔ حالانکہ اس وقت کسی بات کا وجود ہی نہیں۔ اگرچہ ہمیں ایشیائی اقوام کے لئے بہت کٹھن کام کرنا ہے۔ لیکن ابھی تو اس کا آغاز بھی نہیں ہوا۔ اہل ایشیا کسی دوسرے ملک کے خلاف کوئی برا ارادہ نہیں رکھتے۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ اپنے گھروں کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ اور اپنے ہمسایوں اور ساری دنیا کے درمیان صلح و آشتی سے زندگی بسر کریں۔ اس باب میں ہندوستان اپنی ہمسایہ ایشیائی اقوام کی قسمتوں کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں نہایت مفید خدمت انجام دے سکتا ہے۔ کاش وہ حالات کا صحیح مطالعہ کرے اور اپنی آزادی کے لئے ایک مرتبہ اور جدوجہد کرے۔

حکومت ترکی مسجد ایا صوفیہ کی مرمت کرا رہی ہے اور اب تک صرف گنبد پر چھ ہزار پونڈ صرف ہو چکے ہیں۔ اب امریکہ کی ایک عمارتی درسگاہ نے حکومت ترکی سے درخواست کی ہے۔ کہ اس تاریخی عمارت کی مرمت کا انتظام ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ ہم امریکن سرمایہ سے اس کی مرمت کریں گے۔ اور اس کے معاوضے میں کسی قسم کی سیاسی رعایت طلب نہ کی جائے گی۔ حکومت انگورا اس درخواست پر غور کر رہی ہے۔ اور درسگاہ مذکور کی مضمون ہے۔ کہ وہ اس کام میں کسی سیاسی رعایت کی طلب گار نہیں۔

ترکی میں تیس ولائتیں ہیں۔ ان ولائتوں سے چندہ جمع کر کے تیس ہوائی جہاز خریدے گئے ہیں اور ہر ہوائی جہاز کا نام اس ولائت کے نام پر رکھا گیا ہے۔ جس کے چندے سے وہ ہوائی جہاز خریدا گیا۔

حکومت برطانیہ نے ان عثمانی شہروں کی رعایا کی امداد میں جو جنگ عظیم میں تباہ ہوئے۔ دس لاکھ پونڈ کی رقم دی ہے۔

مراکش کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ریف کے بعض قبائل کے خلاف ہسپانوی فوجیں بڑھ رہی ہیں۔ جبالہ کے علاقے میں قبیلہ بنو ادریس کو شکست ہوئی۔ اور اب وہاں ہسپانوی فوجیں جمع ہو کر بنی عروس کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ القصر والعریش سے دیسی فوجیں شریک کارزار ہو رہی ہیں۔

شام میں دروزیوں کی جدوجہد آزادی جاری ہے۔ اخبار مارننگ پوسٹ لکھتا ہے۔ کہ فرانسیسی

نے الملجاء کے مقام سے اپنی چوکیاں ہٹا کر اب سویدا
میں مرکز قائم کیا ہے۔ یہاں سے فرانسیسی ہوائی
جہازوں نے دروزیوں پر کئی حملے کئے - اور دروزیوں
نے کئی جہازوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ فرانسیسی فوج
نے غوطہ پر حملہ کیا - اور دروزیوں کو جنوب کی طرف
ہٹا دیا۔ اس لڑائی میں سیکڑوں فرانسیسی مارے
گئے - اور غوطہ کے کاشتکار خوف وہراس سے اپنا سامان
اور کھیتوں کو چھوڑ کر دمشق کی طرف بھاگ گئے۔

شام سے تین وفد روانہ ہونے والے ہیں - جو شام
کے مصیبت زدوں کی امداد کے لئے چندہ جمع کریں
گے۔ ان میں سے ایک وفد عراق اور سواحل خلیج فارس
کا دورہ کر کے چندہ جمع کرے گا۔ دوسرا ہندوستان
افغانستان اور ایران جائے گا - اور تیسرا امریکہ
پہنچے گا۔

نہر سویز پر پورٹ سعید کے بالمقابل ایک نیا شہر
پورٹ فواد بنایا گیا ہے - اس جدید شہر میں خوبصورت
بنگلے تعمیر ہو رہے ہیں - اور باغات لگائے گئے
ہیں۔ یہ شہر سیر و تفریح کا بہت عمدہ مقام ہوگا۔ فلسطین
ریلوے لائن بھی یہیں آکر ختم ہوگی۔ ۲۱ دسمبر کو شاہ
مصر پورٹ فواد کا افتتاح کرنے والے تھے۔

مصر سے مصیبت زدگان شام کی امداد میں ،،
پونڈ اور ۹ ہم قرش کی دوسری قسط بھیجی گئی ہے۔

سالار الدولہ جس نے حال میں حکومت ایران
کے خلاف مغربی ایران میں علم بغاوت بلند کیا تھا
اور اس کے بعد عراق بھاگ آیا تھا - اس کو حکومت
عراق نے گرفتار کر لیا ہے۔ سالار الدولہ مظفر الدین
شاہ کا بیٹا ہے۔ یہ معلوم نہیں - کہ اسے حکومت ایران
کے حوالے کیا جائے گا - یا نہیں۔

پارلیمنٹ انگلستان کے ایک ممبر مسٹر جے ای
ڈیوڈسن نے خرابی صحت کی وجہ سے اپنی نشست
چھوڑ دی - اور اس نشست کے لئے دوبارہ انتخاب
ہوا۔ انتخاب میں قدامت پرست اور آزاد خیال
پارٹیوں کے نمایندوں کے مقابلے میں مزدور پارٹی
کا نمایندہ کامیاب رہا - اور اسے ۱۶۰۷۷ ووٹ
حاصل ہوئے۔

گلاسگو کی ایک ٹائپسٹ عورت نے کسی کبا
سے چند شلنگ میں موتیوں کی ایک مالا خریدی
اور پہن کر وہ ناچ میں شریک ہوئی۔ جو شخص اس کے
ساتھ ناچ رہا تھا - اس نے بتایا - کہ اس مالا میں
بیش قیمت موتی ہیں - تم انہیں فروخت کر دو
عورت نے یہ مالا چھ ہزار پونڈ میں بیچ دی۔

شاہ جاپان مر گئے۔ شہر ہیاما سے ان کی لاش
ٹوکیو لائی گئی - اور تقریباً دس لاکھ آدمیوں
ہجوم اور ۱۵ ہزار فوج کے سامنے سے گزا
میں پہنچا دی گئی۔ شاہ جاپان کی لاش ۵۰
بعد یعنی ۱۳ فروری کو دفن کی جائے گی۔

روس اور براعظم یورپ میں سخت سردی
ہے۔ فرانس میں اس قدر برفباری ہوئی -
دریا اور جھیلیں تک جم گئی ہیں - اور جاڑے
سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔

دہلی میں مشہور و معروف آریا لیڈر سوامی شردھانند کو ایک خوشنویس عبدالرشید نامی نے قتل کر دیا۔ سوامی جی کچھ عرصے سے نمونیا کے مرض میں مبتلا تھے اور خطرے سے نکل چکے تھے۔ ۲۳ دسمبر کی سہ پہر کو عبدالرشید ان کے مکان پر گیا۔ اور عیادت یا اسلامی مسائل کے متعلق مباحثہ کرنے کے بہانے سے سوامی جی کے اس کمرے تک پہنچ گیا۔ جہاں وہ بستر علالت پر پڑے ہوئے تھے۔ اس نے یکے بعد دیگرے ریوالور سے پانچ گولیاں چلائیں۔ جن سے سوامی جی کا حلق اور سینہ زخمی ہوا۔ سوامی جی کے نوکر دھرم سنگھ نے اپنے آقا کو بچانے کی کوشش کی تھی۔ اس لئے اس کے بھی ایک گولی لگی۔ جس سے اس کی ران سخت زخمی ہوئی۔ سوامی جی کی عمر ۷۰ سال کی تھی۔ انہوں نے گولیوں کے زخم صرف چند منٹ برداشت کرنے کے بعد جان دیدی۔

واقعہ قتل کے ۲۰ منٹ بعد ڈپٹی کمشنر ضلع۔ پولیس افسران اور سپاہی موقع واردات پر پہنچ گئے۔ اور پستول کی نالی سامنے کر کے قاتل کا ریوالور چھین کر اسے گرفتار کر لیا۔

۲۵ دسمبر کو سوامی جی کی ارتھی اٹھائی گئی۔ ارتھی کا جلوس شہر کے بازاروں میں سے تقریباً ۲½ گھنٹے میں گزر کر جمنا کے گھاٹ پر پہنچا۔ جہاں ان کی چتا کو آگ لگائی گئی۔ ارتھی کے جلوس کے ساتھ ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ کے علاوہ۔ سوار والنٹیر قومی والنٹیر اور کئی بینڈ باجے تھے۔

سوامی شردھانند کے قتل کے متعلق سرگرمی سے تحقیقات کی جارہی ہے۔ جو بعینہ راز ہے معلوم ہوا ہے۔ کہ عبدالرشید اب سے سات پہلے ہجرت کر کے کابل چلا گیا تھا۔ اور وہیں سے پستول لایا تھا۔ پولیس نے ملزم کو مجسٹر کی عدالت میں پیش کر کے ایک ہفتہ کا ریمانڈ لیا ہے۔ ملزم نے عدالت میں جو بیان دیا۔ وہ فلسکیپ کے پانچ صفحوں پر ٹائپ کے حرفوں سے لکھا گیا ہے۔ ملزم نے اپنے بیان میں کہا۔ کہ میں ایک سچا مسلمان ہوں۔ اور میرا دل اسلام کی محبت کے نشہ میں سرشار ہے میں جب یہ دیکھتا تھا۔ کہ ہندو رہنما مثلاً شردھانند وغیرہ شدھی اور سنگھٹن کی تحریک جاری کر کے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ تو میرا جی جل اٹھتا تھا۔ اس لئے میں نے تہیہ کر لیا تھا۔ کہ میں ایسے لوگوں کو تباہ کر دوں گا۔ جو اسلام کی بیخ کنی پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں مجھے افسوس ہے۔ کہ میرا کام ادھورا رہ گیا۔ کیونکہ ابھی بہت دشمنان اسلام اپنی من مانی کارروائیاں کر کے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

جس دن سوامی شردھانند مارے گئے۔ اس دہلی میں کئی معمولی ہنگامے ہوئے۔ جن میں پانچ مسلمان زخمی ہو کر ہسپتال پہنچائے گئے۔ ان میں سے ایک بوڑھا مسلمان بعد میں مر گیا۔

آل انڈیا نیشنل کانگریس کا سالانہ اجلاس ۲۶ دسمبر کو گوہاٹی (آسام) میں مسٹر سرنواس آئنگر کی زیر صدارت

شروع ہوا۔ کارروائی اجلاس کا آغاز آسامی لڑکیوں کے گیت سے ہوا۔ جو انھوں نے بہت خوش الحانی سے گایا۔ صاحب صدر کا خطبۂ صدارت قومیت کے جذبات سے لبریز ہے۔ جس میں ہندوستان کے قوم پرستوں کے مقاصد واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ اور وہ شاہ راہ بتائی ہے۔ جس پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

سب سے پہلے سوامی شردھانند کی موت پر اظہار افسوس کا رزولیوشن مہاتما گاندھی نے پیش کیا۔ اور اپنی تقریر میں کہا۔ کہ میں نے قرآن پڑھا ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جو اس قسم کے قتل کی اجازت دیتی ہو۔ گنہگار عبدالرشید نہیں۔ بلکہ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان لیڈر ہیں۔ پھر مہاتما جی نے اپنی تقریر کے آخر میں کہا۔ کہ آؤ ہم اپنے دلوں کو صاف کر لیں اور سوامی جی کے معصوم خون سے انہیں دھو ڈالیں۔ مولانا محمد علی نے رزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ کہ سوامی شردھانند پر حملہ انتہائی درجہ کا بزدلانہ اور دغا بازانہ ہے۔ پنڈت مالوی نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ سوامی جی نہایت صاف دل اور بردبار تھے۔ جو مسلم اخبارات انہیں مسلمانوں کا دشمن بتلایا کرتے تھے۔ وہ قتل کی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتے۔ یہ رزولیوشن اور مسٹر عمر سبحانی کی وفات پر اظہار افسوس کا رزولیوشن اور جنوبی افریقہ کے متعلق رزولیوشن پاس ہوئے۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اکتالیسواں اجلاس سر عبدالرحیم کی زیر صدارت دہلی میں منعقد ہوا۔ صاحب صدر نے اپنے طویل خطبۂ صدارت میں نہایت قابلیت سے شعبہ تعلیم کے باب میں انسان کی ذہنی۔ روحانی اور جسمانی ترقی پر روشنی ڈالی۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے متعلق فرمایا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ہم اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو ابتدائی عمر سے مدرسے بھیجیں۔ تاکہ وہ زنان خانے کی کمزور کرنے والی ہوا سے دور رہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہماری قوم برابر گرتی نہ چلی جائے۔ تو جس طرح بھی ہو سکے۔ اپنی لڑکیوں کو اچھی اور مناسب تعلیم دینی چاہئے۔ یقین کیجئے۔ کہ لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسے لڑکوں کی تعلیم کا۔ اور ہماری فوری توجہ کا محتاج ہے۔ اس باپ میں اپنے فرائض پدری اور انصاف کا احساس نہیں۔ جو اپنے لڑکوں کو تعلیم دیتا ہے۔ مگر لڑکیوں کو تعلیم کی برکتوں سے محروم رکھتا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس بات میں عام رائے کو پورے طور سے آمادہ کرنے میں دیر نہ کیجئے۔ تاکہ آیندہ نسل میں ایک غیر تعلیم یافتہ مسلمان گھر اسلام کے واسطے ذلت نہ سمجھا جائے۔

> ہندوستان کے مایۂ ناز ادیب و ناول نویس مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی کا تین روز فالج میں رہ کر انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۲۲ دسمبر کو کابل میں برطانی سفارت خانہ جلا دیا گیا۔ لیکن کسی آدمی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

ارل ونٹرٹن اور مہاراجہ بردوان ۵ ۲ دسمبر کو بمبئی پہنچ گئے۔

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

بیمار بچے کو خوش رکھنا

ننھا بچہ کسی مرض میں مبتلا ہو۔ یا مرض دور ہو جانے کے بعد رفتہ رفتہ توانائی حاصل کر رہا ہو۔ تو ان دنوں اس کو باقاعدہ دوا اور پرہیزی غذا دینے اور خوش رکھنے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ بعض چھوٹی چھوٹی باتوں سے بچے خوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی جب تک کسی ترکیب سے کام نہ لیا جائے۔ کوئی قابل قدر نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

عام طور پر لوگ دوا۔ غذا دینے یا ڈاکٹری معائنہ کے وقت بچوں سے وعدہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں کہ ہم تمہیں فلاں فلاں کھلونے اور فلاں چیز لادیں گے۔ لیکن اس موٹی سی بات کا خیال نہیں رکھتے کہ بچوں پر اس قدر وعدوں کا اثر نہیں ہوتا جتنا اچنبھے کی باتوں کا ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اگر قیمتی چیزوں کے لانے کا وعدہ کرنے کی بجائے اگر کوئی کم قیمت چیز لاکر اس کا ایک انوکھا سا پارسل بنا لیا جائے۔ جسے دیکھنے سے یہ نہ معلوم ہونے پائے۔ کہ اس میں کیا ہے۔ اور بچے کو اس کا لالچ دیا جائے۔ تو اس قسم کے مرحلے زیادہ آسانی سے طے ہو جائیں۔

اچنبھے کے سلسلے میں ایک بیمار لڑکی کا واقعہ بیان دہرانا نامناسب نہ ہوگا۔ جسے گلاب کے پودے کا ایک گملا اور اس کے ساتھ گملے میں پانی دینے کا ایک سُرخ رنگ کا برتن لاکر دیا گیا تھا۔ ہر روز یہ دونوں چیزیں اس کے بستر کے قریب لائی جاتیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے پودے کو پانی دیتی۔ اس کی کلیوں کو پھوٹتے دیکھتی۔ اور بلا ناغہ نئی کلیوں اور پیڑ کے تمام پتوں کو گِنا کرتی تھی۔ اس ننھے سے گملے میں اس کے لئے ہر روز ایک ننھا سا ایسا اچنبھا ہوتا تھا۔ جو اسے بے حد خوش رکھتا تھا۔

بیمار بچے کو پرہیزی غذا دینا بڑا مشکل کام ہے لیکن اسے زیادہ مرغوب بنانے کی خاص کوشش بھی نہیں کی جاتی۔ مثلاً جس سینی میں غذا لائی جائے۔ اگر اس میں کوئی خوب صورت سا کپڑا بچھا لیا جائے۔ ساتھ ایک ننھے سے پھولدان میں چند پھول رکھ دئے جائیں۔ تو بچہ غذا کی شکل دیکھتے ہی اس سے متنفر نہ ہو جائے گا بلکہ سجی سجائی سینی میں سے کھانا کھانے کے شوق میں غذا کو قبول کر لے گا۔

بعض بچے بیماری میں ایسے کمزور ہو جاتے ہیں۔ کہ شکایت رفع ہو جانے پر بھی ان کو کسی چیز سے دلچسپی

پیدا نہیں ہوتی۔ وہ ہر وقت گم سُم پڑے رہتے ہیں۔
اور یہ معلوم ہوتا ہے جیسے ان کا دل ہی مرگیا ہے۔
ایسے بچوں کا دل بہلانے کے لئے ذرا سے غور سے
مناسب حال مشاغل تجویز کئے جا سکتے ہیں مثلاً
ہر روز ایک خوب صورت سے کاغذ پر بچے کے نام
ایک پُرلطف خط لکھا جائے۔ ایک خوشنما لفافے
میں ڈال کر اور اس پر بچے کا نام و پتہ لکھ کر اور ٹکٹ
لگا کر ڈاک میں ڈال دیا جائے۔ جب ڈاکیا بچے
کے لئے یہ خط لے کر آئے گا۔ تو اس کی خوشی کا
کچھ ٹھکانا نہ رہے گا۔ حالات کے مطابق ایسے
خط کسی پری یا پالتو جانور یا کسی دوسرے کی طرف
سے ؍ زیادہ مناسب معلوم ہوں بھیجے جا سکتے ہیں۔
اسی ڈھنگ سے بچوں کی طبیعت اور مناسبت
کے اعتبار سے ہر شخص خود موزوں تراکیب بنا سکتا ہے۔

عورتوں کے لئے قیام گاہیں

لندن میں معقول سرمایہ سے عورتوں کے لئے
نئی قسم کی قیام گاہیں بن رہی ہیں۔ جنہیں نہ ہوٹلوں
کی روش پر چلایا جائے گا۔ نہ محتاج خانوں کے
ڈھنگ پر۔ ہوٹلوں کی طرح ان میں یہ انتظام نہ
ہوگا۔ کہ جو عورت جتنا عرصہ چاہے اپنے اخراجات
ادا کر کے وہاں رہے۔ اور محتاج خانوں کی طرح
ہر آسائش مفت بہم نہ پہنچائی جائے گی۔ اکثر مبتلائے
مصیبت عورتیں جو لندن پہنچ کر وہاں کے ہوٹلوں
کے بڑے بڑے کرایہ ادا نہیں کر سکتیں۔ اور
کوئی ٹھکانا نہ ہونے کی وجہ سے طرح طرح کے
خطروں میں پڑ جاتی ہیں۔ وہ صرف ۱۲ ار ادا کر
ان قیام گاہوں میں رات گزار سکیں گی۔ یہ قیام
گاہیں ہر بے سرو سامان عورت کے لئے کھلی ہوں
گی۔ جو عورت یہاں رہنا چاہے گی۔ اس سے کسی
قسم کے سوالات نہ کئے جائیں گے۔ اور نہ داخل
کرنے کے متعلق نرخے وغیرہ کی کوئی قید ہوگی۔
جن عورتوں کے ساتھ بچے ہوں گے۔ انہیں بھی
داخل کر لیا جائے گا۔ اور کوشش کی جائے گی۔ کہ
ایک کے بچے دوسرے کے آرام میں خلل انداز نہ
ہوں۔ ہر مسافر کو صاف ستھرے کمرے اور آگ
کے علاوہ اُجلا بستر اور گرم پانی دیا جائے گا۔ اور
کپڑے دھونے کا سامان مہیا کیا جائے گا۔ مسافروں
کو ان کے حالات کے مطابق جتنی مدت تک مناسب
ہوگا قیام کی اجازت دی جائے گی۔ اور ان میں
سے اگر کوئی ملازمت کی خواہش مند ہوگی۔ تو
قیام گاہ کی اراکین خود کوشش کر کے اسے برسر
روزگار کر دیں گی۔

ملکہ معظمہ نے ان قیام گاہوں کے فنڈ میں سَو
پونڈ چندہ دیا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی روپے
کپڑے اور دوسری چیزوں سے امداد کر رہے
ہیں۔

گھر کی ملکہ

کچھ عرصے سے انگلستان کے کارخانوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں نے کثیر تعداد میں مزدوری کا کام شروع کر دیا ہے۔ یہ عورتیں مردوں کی نسبت کام بہتر کرتی اور مزدوری کم لیتی ہیں۔ چنانچہ رفتہ رفتہ مردوں کو کارخانوں سے علیحدہ کیا جا رہا ہے اور عورتیں ان کی جگہ قابض ہوتی جا رہی ہیں۔

عورتوں اور مردوں کی اس کشمکش نے ایک اہم مسئلے کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اور اس پر طرح طرح کے خیالات ظاہر کئے جا رہے ہیں۔ پچھلے مہینے ایک نامور ڈاکٹر نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا۔ اور بتایا۔ کہ مردوں اور عورتوں کی اس حریفانہ کشمکش کا نتیجہ تمام قوم کے لئے نہایت مضر ہوگا۔ ایک عورت دوسری عورت کے شوہر اور باپ کا کام کم اجرت پر کر کے اسے برطرف کروا دے گی۔ مجبوراً آمدنی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بے کار مرد کی بیوی اور ماں کو کام کرنے کے لئے نکلنا پڑے گا۔ گھروں کی راحت برباد ہو جائے گی۔ اور ہماری معاشرت میں بے حد ابتری پھیل جائے گی۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ عورتوں پر جو کارخانوں میں محض کم اجرت پر کام کرنے کی باعث ملازمت حاصل کر لیتی ہیں۔ پابندیاں عائد کی جائیں۔ انہیں حتی الامکان اس میدان میں آنے سے روکا جائے۔ اور محنت مزدوری کے یہ سیدھے سادے کام مردوں ہی کے لئے چھوڑ دئے جائیں۔ یہ مرد جن عورتوں کو کاروبار میں اپنی جگہ نہ لینے دیں گے۔ ان سے شادی کر کے انہیں اپنے گھر میں جگہ دے لیں گے۔ عورت کا بہترین خطاب گھر کی ملکہ ہے۔ اور انہیں کوشش کرنی چاہئے۔ کہ وہ اپنے اسی منصب کے فرائض ادا کرتی رہے۔

لیکن اس کے خلاف بھی اظہار خیال کیا جا رہا ہے۔ کہ بلاشبہ ہر عورت کے دل میں یہ فطری خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ ایک روز کسی گھر کی ملکہ بن جائے۔ لیکن جب تک اس کی شادی کا موقع نہ آئے۔ وہ کیا کرے؟ ہمارے ملک (انگلستان) میں عورتیں مردوں سے بہت زیادہ ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ وہ سب کی سب شوہر حاصل نہیں کر سکتیں۔ اور ان کے لئے زندگی بھر گھر کی ملکہ بننے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ ایسی حالت میں وہ کیا کریں؟ کھائیں کہاں سے اور بڑھاپے کو اطمینان سے گزارنے کی فکر میں مردوں کے دوش بدوش ملازمتیں نہ کریں۔ تو کیا کریں؟

بارہ دلھنیں

انگلستان کے مختلف حصوں سے بارہ لڑکیوں نے اپنی ایک ٹولی تیار کی ہے۔ اور حکومت نیوزیلینڈ کے بلاوے پر جہاز میں سوار ہو کر نیوزیلینڈ

روانہ ہوگئی ہیں۔ اخبار ایوننگ اسٹینڈرڈ کے نمایندے سے ان میں سے ایک لڑکی نے کہا کہ ہم نیوزی لینڈ پہنچ کر بے حد محنت و مشقت سے کام کریں گی۔ وہاں تفریح کے لئے بائیسکوپ اور تھیٹر تو نہ ہوں گے۔ لیکن کھلی ہوا میں ہمارا وقت نہایت لطف سے صرف ہوگا۔"

اس جماعت کے سفر کا مقصد یہ ہے۔ کہ سیر و سیاحت اور محنت و مشقت کے تجربات سے ایک درجن ایسی لڑکیاں پیدا ہوں۔ جو شادی کے بعد ہر لحاظ سے قابل قدر دلہنیں سمجھی جائیں۔

میکینکل انجنیر لڑکی

برمنگھم میں مس ونیفرڈ ہیکٹ نے جو بیس سال کی لڑکی ہے میکینکل انجنیرنگ کا کام شروع کیا ہے۔ برمنگھم یونیورسٹی کے محکمہ انجنیری میں صرف ایک یہ لڑکی ہے جس نے اس مضمون کا مطالعہ شروع کیا ہے۔ ڈیلی اکسپریس کے ایک نمایندے سے اس نے کہا۔" میں نے انجنیری کا کام محض اس لئے اختیار کیا ہے۔ کہ میرا جی اس کے سیکھنے کو چاہتا تھا۔ میرے گھر کے لوگوں کو اعتراض تھا۔ کہ انجنیرنگ لڑکی کے لئے موزوں نہیں۔ مگر میں نے انہیں آخر کار قائل کر دیا۔ کہ میں طبعی اعتبار سے اس کام کے لئے موزوں ہوں۔ چنانچہ میں یہاں

آگئی۔

باریک کپڑوں پر بخیہ

اگر ململ یا دوسرے باریک کپڑوں پر بخیہ کیا جائے۔ تو اکثر اوقات مشین کی سوئی کپڑے میں الجھ الجھ جاتی ہے۔ اور بخیہ آسانی سے نہیں ہوسکتا۔ اس کے لئے سب سے آسان اور بہتر طریق یہ ہے۔ کہ کپڑے پر کوئی باریک اور ذرا مضبوط کاغذ رکھ کر بخیہ شروع کیا جائے۔ اس طرح سوئی الجھنے نہیں پاتی۔ اور بخیہ کے بعد کاغذ کو پھاڑ کر جدا کیا جا سکتا ہے۔

نسوار کا شوق

انگلستان میں نسوار سونگھنے کا شوق پچاس برس کے بعد اب از سر نو تازہ ہورہا ہے۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ پچھلے دنوں بازار میں نسوار رکھنے کی چند ڈبیاں اس قدر پسند کی گئیں۔ کہ ان کو خریدنے والی عورتوں نے ان میں نسوار رکھنا۔ اور اسے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ لیکن آج کل کی نسوار زیادہ تیز نہیں بنائی جاتی۔ اور سوداگر اس کی گارنٹی کرتے ہیں۔ کہ اس کے سونگھنے سے عورتوں کو چھینک نہ آنے پائے گی۔

کتاب	قیمت	قیمت	کتاب	قیمت	قیمت	کتاب	قیمت	قیمت
رسالۂ بے نمازاں	۱ر	۱۰ر	نقش فرنگ	عہ ۴ر	عہ ۴ر	مینا	۸ر	۸ر
جزیرہ صورت آباد	۵ر	۵ر	شیخ حسن	۱۲ر	۱۲ر	رد الملاحدہ	۶ر	۸ر
قواعد تندرستی	۱۰ر	۱۲ر	چمپا	عہ	عہ ۴ر	نازک خیالات	۵ر	۵ر
نعتیہ کلام	۱۲ر	۱۰ر	راہ و رسم	۱۲ر	۸ر	مشیر باطن	۸ر	۸ر
مسدس حالی	۱۲ر	۱۰ر	بازار حسن	عہ ۱۲ر	عہ ۸ر	الفاروق	عہ	عہ ۱۲ر
سیر نسواں	عہ ۱۰ر	عہ	چترا	۱۲ر	۸ر	بھارت سپوت	۱۲ر	۱۲ر
ہمجولی	عہ ۴ر	عہ	حسن کی قیمت	عہ	عہ ۸ر	ملک مہاراج	۴ر	۴ر
ادبی و علمی کتابیں			دیوان شاداں	۸ر	۱۲ر			
ان پورنا دیوی کا مندر	عہ ۸ر	عہ ۴ر	ابو مسلم خراسانی	عہ ۸ر	عہ ۴ر			

سنہ ۱۹۲۶ء کی مطبوعات

دارالاشاعت پنجاب نے بچوں۔ لڑکوں اور علم و ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے سنہ ۱۹۲۶ء میں چالیس کے قریب نئی کتابیں شائع کی ہیں۔ جو اپنی معنوی و صوری محاسن کے لحاظ سے اس قابل ہیں۔ کہ ایک تعلیم یافتہ گھرانے کی لائبریری میں بلا تکلف جگہ پا سکیں + ان میں سے مندرجہ ذیل کتب تیار ہو کر دفتر میں پہنچ چکی ہیں۔ لیکن ان کی قیمت میں کوئی رعایت نہیں کی جا سکی +

آئینِ حکومتِ ہند

اچھے اچھے تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی معلوم نہیں۔ کہ ہندوستان پر برطانیہ کس طرح حکومت کر رہا ہے صوبوں کی گورنمنٹ۔ ملک کی گورنمنٹ اور امپیریل گورنمنٹ کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ جدید اصلاحات کیا چیز ہیں کونسلوں کو کیا اختیارات حاصل ہیں۔ کوئی قانون کس طرح پاس ہوتا ہے۔ وغیرہ۔ اس طرح کی تمام ضروری اور اہم باتیں نہایت پُرلطف انداز میں اور بہ تفصیل اس کتاب میں درج کی گئی ہیں۔ اس کا مطالعہ ہر نوجوان کے لئے نہایت ضروری ہے +

دانایانِ فرنگ

یورپ کے ڈاکٹروں اور موجدوں نے ایسی ایسی حیرت انگیز دوائیں اور ایسی ایسی تعجب خیز کلیں

ایجاد کی ہیں۔ جنہوں نے ایک طرف انسان کو بیماریوں سے بہت بڑی حد تک امین بنا دیا ہے۔ اور دوسری طرف علوم و فنون کی اشاعت اور دیگر ضروری مقاصد کی تکمیل بے انتہا آسان کر دی ہے۔ چونکہ ان فضلائے روزگار کی شبانہ روز محنت صرف یورپ ہی کے لئے نہیں بلکہ ساری دُنیا کے لئے باعثِ رحمت ہو رہی ہے۔ اس لئے ہر پڑھے لکھے شخص کو ان کے حالات سے آگاہی حاصل کرنی چاہئے۔ اس کتاب میں ڈاکٹروں۔ محققوں اور موجدوں کے حالات بڑے پُرلطف انداز سے لکھے گئے ہیں۔ مجلد قیمت عمہ

ایجادات

مغرب کے سائنس دانوں کے حیرت انگیز کارناموں کی تمام دُنیا میں دُھوم ہے۔ اس کتاب میں اُن کی تمام اہم اور فائدہ مند ایجادات مثلاً ریل۔ موٹر۔ ہوائی جہاز۔ سب میرین۔ تار۔ ریڈیو گراموفون۔ خردبین۔ بائیسکوپ وغیرہ کا مفصل حال درج ہے۔ اور اس موضوع پر اُردو میں صرف یہ ہی ایک کتاب ہے۔

کاری گری

بہت سی ایسی چیزیں ہمیں روزمرہ دکھائی دیتی ہیں جن کے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وہ کس طرح بنتی ہیں۔ اس کتاب میں چاقو۔ شیشہ۔ کاغذ۔ تالہ۔ سوئی۔ پن۔ دھاگہ۔ کپڑا۔ بوٹ چینی کے برتن اور کئی دوسری مفید چیزوں کے بنانے کا حال نہایت تفصیل سے اور دلچسپ انداز میں درج ہے۔

سیّاحوں کی کہانیاں

کتنے لوگوں کو معلوم ہے۔ کہ اولوالعزم اور حوصلہ مند سیاحوں نے کیسی کیسی مصیبتیں اُٹھا کر دُنیا کے گوشے گوشے کا حال ہم پر آئینہ کر دیا ہے۔ امریکہ اور آسٹریلیا کے سے دُور دراز براعظم اور قطب شمالی و جنوبی اور دریائے نیل کے منبع اور تبت کے پایۂ تخت لاسہ جیسے خطرناک مقامات پر پہلے پہل انسان کا قدم کب اور کس طرح پہنچا۔ اس بے حد دلچسپ کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوگا۔ ان کے علاوہ دوسرے کئی اہم مقامات کی دریافت کا حال بھی درج ہے۔ نہایت فائدہ مند نقشے بھی کتاب میں شامل کئے گئے ہیں۔

ہندوستان ہمارا

تاریخ ہند کے تمام اہم اور مؤثر واقعات کو ملک کے مشہور شاعر ابوالاثر حفیظ جالندھری نے نہایت

حسن و خوبی سے نظم کیا ہے۔ کتابت نہایت خوش نما ہے۔ رنگین جلد کا ٹائٹل ہے اور بہت سے
تین رنگ کے فوٹو بلاک بھی درج کیے گئے ہیں ۱۲

عمر عیار

داستان امیر حمزہ میں سے عمر عیار کے دلچسپ کارنامے نہایت خوش اسلوبی سے منتخب کر کے
از سر نو لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے لکھے گئے ہیں۔ رنگین تصویریں بھی درج کی گئی ہیں۔ ٹائٹل نہایت
خوب صورت۔ قیمت حصۂ اول ۸؍ حصۂ دوم ۸؍

ماہی گیر کی کہانی

دفتر پھول نے الف لیلہ کی جو کہانیاں تمام بُری باتیں نکال کر بہت آسان زبان میں چھاپی تھیں۔ وہ بچوں
اُن کے ماں باپ اور ماسٹروں کو اتنی پسند آئیں کہ اُنہوں نے ہم سے ایسی ہی اَور کہانیاں چھاپنے کی فرمائش کی دا
نے الف لیلہ میں سے ایک ماہی گیر کی کہانی چھاپی ہے جس نے جادو کی مچھلیاں پکڑ کر ایک بادشاہ کے ہاتھ بیچی تھیں۔ اور
ان مچھلیوں کی داستان سُن کر جادو کے شہر میں گیا تھا۔ بہت دلچسپ کتاب۔ اچھا کاغذ اچھی چھپائی اندر تین رنگین تصویریں قیمت

ملنے کا پتہ

دارالاشاعت پنجاب لاہور

اڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا اور سید ممتاز علی مالک و مہتمم نے

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب النسواں

جو

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۲	لاہور - ہفتہ - ۸ جنوری ۱۹۲۷ء	جلد ۳۰

تہذیب نسواں

لاہور - ہفتہ ۳ رجب المرجب ۱۳۴۵ ہجری

فہرست مضامین

ٹرکی میں مذہبی اصلاحات

(از محترمہ - ب - ح - ن)

عرصہ گزرا میرے دل میں کئی بار یہ خیال آیا - کہ میں عنوان بالا پر ایک مضمون لکھوں - لیکن محض اس خیال میں لکھنے سے رُکی رہی - کہ شاید کوئی تہذیبی بہن یا بھائی اس کے متعلق کچھ تحریر کریں - چنانچہ اس اثنا میں بہن ہاجرہ بیگم کا ایک مضمون بعنوان "ٹرکی اور اسلام" جو فروری ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا تھا نظر سے گزرا - جس کو پڑھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی - اس مضمون میں اگرچہ اس کے عنوان کے مطابق ترکوں کی مذہبی تبدیلیوں کا مفصل ذکر تو نہ تھا - مگر پھر بھی جو کچھ لکھا گیا تھا - اس میں بجائے اس کے کہ کچھ ترکوں کے خلاف لکھا جاتا - اُلٹا ان کی تائید میں ساری طاقت صرف کر دی - تب میرے دل میں یہ خیال بڑی تیزی سے گزرا - کہ میں اب ضرور اس پر کچھ لکھوں - لیکن افسوس ہے - کہ ان دنوں چند در چند وجوہ سے اس پر کچھ نہ لکھ سکی آخر آج اس مضمون کو ختم کر کے بھیجتی ہوں - بہن صاحبہ کے مضمون کو شائع ہوئے گو دس ماہ گزر گئے ہیں - اب اس میں کسی قسم کی تنقید یا تردید بھی بے موقع اور فضول سی معلوم ہوتی ہے - لیکن چونکہ مفید باتیں ہر وقت ہی مفید ہوتی ہیں - اس لئے امید ہے - کہ یہ مضمون بھی اپنے فائدے سے خالی نہ ہوگا *

ترک اسلام کو بالکل خیرباد کہہ رہے ہیں - اور اپنی زندگی کے کسی شعبے سے اسلام کا تعلق نہیں رکھا - پھر تعجب کی بات ہے - کہ باوجود ان حالات کے ترکوں کی اس باب میں حمایت کی جاتی ہے - مثلاً گزشتہ سال سے حکومت ترکی نے جو یہ حکم جاری کیا - کہ داڑھی کا رکھنا انسانی صحت کے خلاف ہے - تو بتایا جائے - کہ یہ شعار اسلام کی بے حرمتی اور سنت نبوی سے سرکشی نہیں - تو اور کیا ہے؟ کیا یہ یورپ پرستی کے لئے بہانہ سازی نہیں - اور ترکوں کے حکمراں طبقے کی اس خام خیالی کا نتیجہ نہیں - کہ یورپ ریش و بروت کی صفائی سے میدان دنیا میں ترقی کر رہا ہے - اور جب تک وہ اس کے نقش قدم کی پوری پوری پیروی نہ کریگا ترقی نہیں کر سکے گا - حالانکہ مسلمانوں کے لئے یہ ارشاد ہے - کہ انتم الاعلون - ان کنتم مومنین - یعنی تم جب تک مومن نہیں ہو گے - بام رفعت پر نہیں چڑھ سکو گے *

پھر اسی طرح اب جو نیا قانون ازدواج نکلا ہے جس میں یہ بھی ہے - کہ طلاق صرف حاکم کے حکم سے ہو سکے گی - اور کسی صورت سے دی ہوئی طلاق طلاق نہ سمجھی جائے گی - کوئی شخص "میں نے تجھ کو طلاق دی" کہہ کر طلاق نہ دے سکے گا - طلاق دینے کے متعلق مقدمہ مرد و عورت دونوں کی طرف سے دائر ہو سکے گا - اب جو اس کی تائید بڑے خوش ہو ہو کر کی جا رہی ہے کہ اس سے بہت سی تمدنی اور معاشرتی خرابیوں کا انسداد ہو جائے گا - تو اس کا صاف مطلب یہ ہے - کہ قرآن مجید نے جو یہ اختیار خاوند کو دیا تھا - وہ بہت سی تمدنی اور معاشرتی خرابیوں کا موجب تھا - اب دنیا کا فائدہ

اسی میں ہے۔ کہ قرآن کریم اور شریعت اسلام کی خلاف ورزی کی جائے۔ افسوس!

ابھی تازہ خبر مذہبی رسوم کی تبدیلی کی یہ ہے۔ کہ حکومت ترکی نے جنازے کو کاندھے پر رکھ کر لیجانے کی ممانعت کر دی ہے۔ اور حکم دیا ہے۔ کہ آیندہ سے جنازے گاڑیوں پر قبرستان جایا کریں۔ اور پھر یہ کہ ایک شخص ہوائی جہاز سے گر کر فوت ہو گیا۔ تو ان کے جنازے پر بجائے کلمہ و تکبیر کے موسیقی سے کام لیا گیا۔ اور یہ قانون طلاق جو حاکم کے حکم سے ہو گی۔ نیا ہی تراشا ہوا ہے۔ ورنہ باقی کئی تبدیلیاں اس سے پہلے ہو چکی ہیں۔ مثلاً انگریزی ٹوپی کا رواج حکماً دینا۔ اور جمعہ کی تعطیل کو تضیع اوقات قرار دے کر اس کی بجائے اتوار کی تعطیل منانا۔ تمام دینی مکاتب کا بند کرانا۔ پردہ نسواں اُٹھانا۔ ایک سے زیادہ نکاح کو بند کر دینا۔ مگر تعجب ہے۔ کہ مغرب کی اتنی اصلاحات پر بھی ان کی تسلی نہ ہوئی۔ کیونکہ یورپ کی پوری پوری تقلید ان پر واجب ہو چکی تھی۔ لہذا اس سے آگے چلے۔ اور نماز روزے کو بھی خالی نہ چھوڑا۔ اور اس کی اصلاح کے بھی درپے ہوئے۔ چنانچہ اس کے متعلق میں نے ایک رسالے میں ایک مضمون پڑھا جو ترکی اخبار سے نقل کیا گیا تھا۔ جو نماز روزے کی زبردست تبدیلیوں کے متعلق تھا۔ مثلاً لکھا تھا۔ کہ اسلامی رسوم کی ترمیم کے لئے ضرورت بڑھ رہی ہے۔ نماز۔ قرأت خطبہ کو اور رمضان کے روزوں کو بہتر صورت میں لانے کی تائید میں خیالات کی

زبردست رَو چل رہی ہے مصلحین اس امر کو پیش کرتے ہیں۔ کہ رسوم کی بجا آوری جن میں سے کثیر حصّہ حفظ صحت کے برخلاف ہے۔ اور موجودہ زمانے کے حالات کے لئے ناممکن ہے۔ وہ صرف ان حالات کے مطابق عمل میں لائی جا سکتی تھیں۔ جو رسول صلعم کے وقت میں تھے۔ جبکہ وضو کرنے سے قبل تسموں والے بوٹ نہ ہوتے تھے۔ اور جبکہ قمیص کے کف آسانی سے اُوپر چڑھائے جا سکتے تھے۔ اب یہ رسم بالکل بے فائدہ اور مذموم ہو چکی ہے۔ اب آیندہ سے بوٹ پہننے والے نمازیوں کے آرام اور آسانی کے لئے مغربی طرز پر مناسب تدابیر کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ اور نماز و قرآن ترکی زبان میں پڑھے جائیں گے۔ چنانچہ اس کے مطابق ترکی کی ایک جامع مسجد کے امام نے رمضان المبارک کے پہلے دو ہفتوں میں جمعہ کی نماز ترکی زبان میں پڑھائی۔ اور کمال پاشا نے تمام مدرسوں میں وہ قرآن تقسیم کئے۔ جس کا حال ہی میں ترکی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور پھر موجودہ طریق کے خطبوں کی بدنظمی کی بھی شکایت پیدا ہو رہی ہے۔ کہ یہ اب بے ترتیبی جلد دور ہو جانی چاہئے۔ تمام واعظین کو آیندہ ملک کے مذہبی ڈیپارٹمنٹ سے اجازت حاصل کر کے یہ کام کرنے کا اختیار حاصل ہو سکے گا۔ اور واعظوں کے مضامین جن پر وہ بولیں گے۔ موجودہ روشنی کے مطابق ہونگے اور نئے علمی مسائل کے مطابق ہوں گے۔

رمضان کے متعلق بھی حرف گیری ہو رہی ہے۔ کہ یہ اب ناقابل عمل ہو چکا ہے۔ اور خوبیوں سے معرا۔

ترک اب نئی اقتصادی زندگی میں سرشار ہو رہا ہے
اور یہ واضح کیا گیا ہے۔ کہ ایسی زندگی میں سورج نکلنے
سے لے کر غروب تک کھانے پینے اور سموک (حقہ نوشی
وغیرہ) سے قطعاً پرہیز سے کام نہیں چلتا۔ دوپہر تک
سوتے رہنا اور پھر راتیں تراویح میں گزار دینا۔ اور پھر
تین چار بجے تک ثقیل اور بے حد غذا ٹھونسنے میں
گزار دینا غیر موزوں ہے۔ اس لئے مصلحین روزے
کی سختی کو بہت حد تک ہلکا کر دینے پر زور دے رہے
ہیں۔ تاکہ ترک کر دینے کی بجائے اس کو کسی موزوں حد
تک برقرار رکھا جائے۔ وہ کہتے ہیں یہ خیال کرنا۔ کہ روزمرہ
کی نماز روزہ اپنی موجودہ صورت میں ہمیشہ ہی قابل عمل
ہے۔ ایک بیہودہ خیال ہے۔ کیونکہ قانون کا جو معیار
عرب کے لوگوں نے اپنے ریگستانوں میں جاری کیا۔
فی الحقیقت وہ ترکی قوم کے موافق نہیں۔

مندرجہ بالا مضمون سے واضح ہے۔ کہ دین اسلام
کے متعلق ترکوں کے کیا عمل اور کیا ارادے ہیں۔ اور
باتیں تو غالباً معمولی سمجھی جائیں گی۔ مگر اس کو کیا کیجئے
کہ وہ نماز روزے کی اصلاح کے درپے ہیں۔ اور حماقت
سے کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ موجودہ زمانے کے مطابق نہیں۔

(باقی آئندہ)

سفر حج

۲۰ مئی ۵ بجے شام کو گجستان کراچی سے چلا۔ اگلے
دن صبح سے ہوا تیز ہو گئی۔ اور جہاز میں غیر معمولی حرکت
پیدا ہوئی۔ اکثر لوگ چکروں میں مبتلا ہو گئے۔ اس
مرتبہ عزیزہ آسماء خاتون کو غیر معمولی تکلیف ہوئی۔
چونکہ کراچی سے کم و بیش نو سَو حجاج سوار ہوئے
تھے۔ اس لئے شور و غل خاصہ تھا۔ چار شبانہ روز
دریا اُلٹ پلٹ کرتا رہا۔ ہوا کا زور ہم مستورات
کے واسطے خصوصاً موجب پریشانی تھا۔ کپتان
نہایت خلیق تھا۔ رات کے وقت طلاطم زیادہ محسوس
کر کے عورتیں گھبرائیں۔ تو وہ سمجھاتا۔ یہ دریا خراب
ہے۔ جہاز کو اُچھالتا ہے۔ مگر خوف مت کرو۔ رفتار
نہایت اچھی ہے۔ سیدھا جا رہا ہے۔ صبح انشاء اللہ
عدن سے گزرے گا۔ اور پرسوں کامران میں داخل
ہو جائے گا۔ ویسا ہی ہوا جس صبح کو کامران آنے
والا تھا۔ سہ پہر سے جہاز بالکل آہستہ آہستہ چلنے لگا۔
دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ پہاڑیوں کے درمیان
آبنائے باب المندب سے گزر رہا ہے۔ آٹھ بجے شب کو
کپتان نے اطلاع دی۔ کہ جہاز آبنائے سے نکل گیا۔
۲۷ مئی صبح سات بجے کامران نظر آیا۔ جہاز سے
کنارہ تقریباً ۴ میل تھا۔ کشتیوں میں بیٹھ کر کامران
پہنچے۔ قیام کنارہ سے بہت دور تھا۔ پیدل چلتے
چلتے پاؤں تھک گئے۔ دھوپ بھی سخت تھی۔ پسینے
میں ڈوبے ہوئے ایک سائبان میں پہنچے۔ زمین پر
بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد طلبی ہوئی۔ کہ بیپارہ میں
چلو۔ جا کر عجیب سماں دیکھا۔ چند گنواریاں غلط سلط
عربی بولتی ہوئی آئیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں دو دو
لنگیاں دیدیں۔ اور کہا۔ کہ ایک کا تہمد باندھو دوسری

اوڑھو۔ کپڑے اُتار کر دو۔ بھپارہ ہوگا۔ چاروناچار تعمیل کرنی پڑی۔ پہن اوڑھ کر دوسرے کمرے میں گئے۔ وہاں چھت میں سے سب کے سروں پر ٹھنڈا پانی برسایا گیا۔ اوپر سے گُھلا ہوا صابون سروں پر چھڑکا پھر پانی برسایا۔ اور فوراً دوسرے کمرے میں نکال دیا جس کا بڑا سا دروازہ کُھلا ہوا تھا۔ ہَوا برابر آرہی تھی۔ وہاں کپڑے جو اُتار کر بھپارہ میں دئے تھے موجود تھے۔ گیلی لنگیاں اُتار کر بھیگے بدن پر وہ کپڑے پہن لئے۔ خیال یہ تھا کہ جسم خشک ہوجانے کے بعد باہر جائیں گے۔ مگر ان کم بختوں نے فوراً ہانک دیا۔ دھوپ کی تپش اوپر سے ہَوا۔ بھیگا ہوا بدن۔ سب نے مل کر عجیب اثر پیدا کیا۔ کسی کو چکر آیا کسی کے بدن میں درد ہوا۔ ہمارے ہمراہ ایک خاتون تھیں۔ ان بے چاری کو فالج وہیں پر ہوگیا جو آج تک اسی میں مبتلا ہیں۔ اپنے پاؤں سے کامران میں اُتریں۔ دوسرے روز واپس جہاز پر آرام کرسی میں لیٹ کر سوار ہوئیں۔ اَور بھی بہت سے مسافر بیمار ہوگئے۔ بعض کو نمونیا ہوگیا۔ کامران میں سخت تکلیف دی جاتی ہے۔ مسافر ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اس پر گورنمنٹ کی توجہ کی سخت ضرورت ہے۔

ایک شب کامران میں رہ کر ۲۸ مئی ۹ بجے صبح جہاز پر واپس آئے۔ گیارہ بجے لنگر اُٹھ گیا۔ اسی روز ۸ بجے شام کو یلملم (میقات کا نام) کے برابر سے گزرے۔ سب نے احرام باندھا۔ اور لبیک پکاری۔ ۲۹ کو تمام دن دریا میں سکون رہا۔ دوشنبہ کی شب کو ہَوا پھر خوب تیز ہونے سے جہاز کی حرکت زیادہ ہوگئی۔ ہم سب پریشانی میں رات بھر جاگے۔ صبح الحمدللہ جدہ نمودار ہوا۔ حاجیوں کی خوشی کا اندازہ دشوار ہے۔ جدہ پر پہلے سے خبر تھی۔ کہ نواب صدر یار جنگ بہادر صدر شیخ الاسلام حیدرآباد تشریف لارہے ہیں۔ لہٰذا قایم مقام سلطان نجد جو جدہ میں رہتے ہیں۔ مع رئیس بلدیہ (چیرمین میونسپلٹی) اور اڈیٹر اخبار اُم القریٰ چند موٹر کشتیاں لے کر جہاز کے قریب آئے۔ اور ہم سب کو سوار کرکے جدہ لے گئے۔ ایک پُرتکلف مکان میں اُتارا۔ چاء۔ میوہ وغیرہ پہلے سے تیار تھا۔ ناشتا کیا۔ قایم مقام نے سلطان نجد کو تار دیا۔ کہ شیخ الاسلام دکن تشریف لے آئے۔ جواب آیا۔ کہ جس قدر ضرورت ہو۔ موٹریں حاضر کرکے مکہ مکرمہ روانہ کردو۔ نیز خیر مقدم کا ایک تار شیروانی صاحب کے نام آیا۔ کہ ہم نہایت خوشی سے آپ کے منتظر ہیں۔ چنانچہ سہ شنبہ کو صبح دس بجے ہم سب موٹروں پر سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ راستہ ناہموار اور ریتلا تھا اس وجہ سے موٹر رُک رُک کر چلتے تھے۔ ۵ بجے شام کو داخل حرم محترم ہوئے۔ حرم کعبہ میں حجاج باب الاسلام سے داخل ہوتے ہیں۔ اور معاً طواف کرکے احرام کھول دیتے ہیں۔ اور اپنی اپنی قیام گاہوں پر چلے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ اس وقت حاجی کثرت سے تھے۔ عورتوں کو طواف کا موقع ملنا دشوار تھا اس واسطے ہم تینوں (یعنی میں۔ والدہ صاحبہ۔ اسماء خاتون) سیدھے اپنی فرودگاہ پر چلے گئے جس کا زینہ خاص حرم شریف کے دالان میں تھا۔ اوپر پہنچے

توصاحبہ مکان مع اپنی نندوں کے موجود تھیں۔ اہلاً و
سہلاً و مرحباً کہہ کر ہم کو لیا۔ ہمارے برقعے آتارے
تہہ کر کے ایک طرف رکھے۔ (عرب کا قاعدہ ہے۔ کہ
مہمان کا برقع میزبان بیوی اُتارتی اور تہہ کرتی ہے)
اس کے بعد چارپلائی۔ رات کو بھی طواف کا موقع نہ
ملا۔ صبح آٹھ بجے طواف کیا۔ صفا و مروہ پر جاکر سعی کی
میں نے اور عزیزہ اسماء خاتون نے تو پیدل سعی کی مگر
والدہ صاحبہ نے کچھ چکر پیدل کئے۔ اور کچھ گدھے پر
سوار ہوکر۔ پھر گھر آکر احرام کھول دیا۔ اور خوشی کے ساتھ
حج کا انتظار کرنے لگے۔ روزانہ جب موقع ملتا جاکر طواف
کر لیتے۔

اُنیس روز گزر جانے کے بعد، ذی الحجہ آئی۔ غسل کیا۔
اور شب کو آٹھ بجے احرام حج باندھا۔ ۸ ذی الحجہ صبح
منیٰ کی طرف اونٹوں پر روانہ ہوئے۔ اونٹوں کی سواری
نہایت آرام دہ ہوتی ہے۔ اس سرزمین کے واسطے
اونٹ ہی موزوں ہیں جس وقت قطار بنا کر چلتے ہیں
تو کیسے خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ منیٰ مکہ مکرمہ سے تین میل
بتاتے ہیں۔ یہاں شب بھر قیام کر کے صبح بعد نماز میدان
عرفات کو چلے۔ یہ منیٰ سے ۷ میل سُنا جاتا ہے۔ گیارہ
بجے میدان عرفات میں پہنچے۔ دھوپ خوب تیز تھی
مگر نہ ایسی جیسا کہ مشہور ہے۔ کہ عرفات کی دھوپ اور
سموم سے آدمی مر جاتے ہیں۔ الحمد للہ سب ہنسی خوشی
واپس آئے۔

میدان نہایت وسیع ہے۔ خدا کی مخلوق تقریباً دو
لاکھ کی تعداد میں موجود تھی۔ ۲ بجے تک سب نماز و
تلاوت میں مصروف رہے۔ بعد عصر توپیں چلیں۔ گویا
یہ اعلان ہوا۔ کہ احکام حج پورے ہو گئے۔ سب لوگ
خیموں سے باہر آئے۔ اور جبل رحمت کے پاس جاکر
کھڑے ہوئے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
خطبۂ حج فرمایا تھا۔ ہم نے بھی وہاں کھڑے ہو کر دعا
مانگی۔ مغرب کے وقت عرفات سے روانہ ہوئے۔
مسنون طریقہ یہ ہے۔ کہ نماز مغرب قضا مزدلفہ میں
پڑھی جائے۔ اور مع عشاء بھی ادا کرلی جائے۔
مزدلفہ کی شب نہایت خنک اور راحت بخش تھی۔
صبح سب نے وہاں کنکریاں جمع کیں۔ فی آدمی ۴۹
کنکریاں (جو چنے سے ذرا بڑی ہوتی ہیں۔) لے کر منیٰ
روانہ ہوئے۔ منیٰ میں تین چھوٹی چھوٹی گول دیواریں
دور دور قد آدم اونچی گز بھر لمبی بنی ہوئی ہیں۔ ان پر
وہ کنکریاں ۱۰ ذی الحجہ کو ماری جاتی ہیں۔ اس طرح
کہ ۱۰ ذی الحجہ کو صرف سات ایک شیطان کو اور ۱۱ اور
۱۲ ذی الحجہ کو سات سات کنکریاں تینوں شیطانوں
کو مار کر فارغ ہو جاتے ہیں۔

بعد ظہر مکہ مکرمہ کی طرف چلے عصر کے وقت بیت اللہ
شریف میں حاضر ہو کر طواف افاضہ کیا۔ مقام طواف
میں ہجوم تھا۔ مگر بہت زیادہ نہ تھا۔ اکثر حجاج ۱۰-۱۱
ذی الحجہ کو طواف کر کے منیٰ واپس چلے گئے تھے۔ ہمارے
ساتھ جو باقی رہے۔ انھوں نے طواف کیا۔ مگر حج کی سعی
اس وقت نہ ہو سکی۔ بہت تھکے ہوئے تھے۔ دوسرے
بعض کوئی بخار میں کوئی اسہال میں مبتلا ہو گیا۔ صدر
الصدور صاحب کو سخت پیچش ہو گئی۔ عزیزہ اسماء

خاتون کو بخار آیا + غرض یہ کہ ہم بیماری کی پریشانی میں
رہے۔ بہت سے قافلے مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے۔ اور
جو حج سے پیشتر مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہو چکے
تھے۔ وہ جدہ چلے گئے +

آخر کار خدا کا نام لے کر ۵ محرم الحرام کو ہم بھی طواف
وداع اور سعی حج ادا کر کے بعد مغرب مدینہ طیبہ کے قصد
سے شقدفوں پر سوار ہوئے + بلدیہ (جنگی بڑ) پر ٹھہرے۔
وہاں سے کوشان (روضہ) ملا۔ تو آگے بڑھے + رات
بھر چل کر پچھلی شب وادی فاطمہ پر پہنچے + دن بھر قیام
کیا + یہ جگہ نہایت سرسبز ہے۔ نہر کے کنارے عربی
ترکاریاں وغیرہ خوب تھیں + ۴ بجے پھر سوار ہوئے۔
صبح بیر عسفان پہنچے + یہاں کا پانی نہایت صاف
شفاف اور شیریں تھا + تیسرے روز مقام دُف پر قیام
کیا + یہاں پانی کسی قدر گدلا اور پھیکا ملا + چوتھے روز
قدیمہ پر قیام کیا۔ یہاں بھی پانی کی قلت رہی + پانچویں
روز رابغ پہنچے + پانی یہاں بھی صاف نہ تھا۔ مگر بی بی
عائشہ کی جھونپڑی نہایت آرام دہ تھی + چار روز دھوپ میں
قیام کیا تھا۔ اس واسطے سایہ اور خنکی کے اعتبار سے
یہ جھونپڑی جنت کا نمونہ معلوم ہوئی۔ دوپہر کو سب خوب
آرام سے سوئے + برخلاف دوسری منازل کے یہاں
ایک رات قیام کیا گیا۔ جنگل میں قناتیں لگا کر زیر آسمان
نہایت آرام سے رات گزاری + دوسرے روز بعد ظہر
پھر چلے + صبح مقام مستورہ پہنچے + وہاں سے چل کر بیر شیخ
وہاں سے بیر بن حسان + پھر درویش + بیر درویش سے
بارہ بجے دن کے سوار ہو کر علی الصبح مدینہ طیبہ میں داخلہ
شرف حاصل ہوا +

صدر الصدور صاحب تو بہت دور سے اونٹ
پر سے اُتر کر پیدل روانہ ہو گئے۔ ہم سب اسی طرح
اونٹوں پر سوار باب عنبریہ سے مدینہ طیبہ میں داخل
ہوئے + ٹھیک باب رحمت (حرم نبوی کا ایک دروازہ)
کے سامنے اونٹ ٹھہرے۔ اور سب اُتر کر مکان میں
گئے + ہاں باب عنبریہ پر چنگی والوں نے روک کر
سامان دیکھا۔ اور اونٹ شمار کئے۔ پھر اندر جانے کی
اجازت دی + ہمارے قافلے میں سوائے ہمارے
ساتھیوں کے کوئی غیر نہ تھا + تقریباً چالیس اونٹ ہمارے
تھے۔ چار خیزران خاصہ کے تھے۔ باقی شقدفین اور شبریاں
تھیں + خیزران خاص قسم کے شقدف ہیں۔ یہ بالکل پالکی
کی شکل کے ہوتے ہیں۔ چاروں طرف بید سے بُنے
ہوئے۔ اوپر سے محمل کے پردے پیک لگے ہوئے
پڑے ہوتے ہیں + رسی کے ذریعے سے گویا دو پالکیاں
ملا کر اونٹ پر باندھ دی جاتی ہیں + رسی اونٹ کی
پیٹھ پر قائم ہو جاتی ہے۔ اور وہ پالکیاں ادھر اُدھر
لٹکتی رہتی ہیں۔ دو آدمی آرام سے سوتے جاگتے
چلے جاتے ہیں۔ اس میں البتہ وزن برابر رکھا جاتا
ہے۔ اگر ایک آدمی ہلکا ہے۔ اور دوسرا بھاری۔ تو
کچھ سامان رکھ کر وزن برابر کر دیتے ہیں + کرایہ فی
خیزران چار اشرفی۔ فی اونٹ دس اشرفی ہوتی
ہے + چونکہ خیزران بھاری تھے۔ اس واسطے ہر خیزران
کے واسطے دو اونٹ لئے گئے + آج کی منزل پر ایک
اونٹ خیزران لے جائے گا۔ تو کل کی منزل پر دوسرا

اُٹھائے گا۔ اور پہلا اونٹ آرام لیتا ہوا۔ ساتھ چلے گا۔ اس طرح چار خیزران کے آٹھ اونٹ تھے ٭

مکان پر پہنچ کر ہم نے غسل کیا۔ اچھے کپڑے پہنے خوشبو لگائی۔ مسجد نبوی میں حاضر ہونے کے لئے حکم ہے۔ کہ عمدہ لباس پہن کر خوشبو لگا کر روضہ مبارک پر حاضر ہونا چاہئے ٭

سبحان اللہ وہاں کے انوار و برکات کا کیا کہنا ہے روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوکر درود سلام پڑھتے اس وقت فرط خوشی یا جوش محبت سے دل ہر ایک کا بے قرار تھا۔ کوئی ضبط کرتا تھا۔ کوئی روتا تھا۔ یا شفیع لنا یا رسول اللہ۔ یا سید الکریم۔ یا روف رحیم۔ یا رسول العظیم۔ یا سیدی وغیرہ وغیرہ۔ میرا کیا سب کا دل الٹ پلٹ ہوا جاتا تھا ٭ (باقی آیندہ)

نفیس وطن

زکام و کھانسی

سردیوں کا موسم ہے۔ اگر انسان ذراسی بے احتیاطی یا لاپروائی برتے۔ تو فوراً زکام و کھانسی آ چمٹتے ہیں۔ بعض اوقات یہی زکام و کھانسی نمونیا اور سل یا دق کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور انسان کی جان لیکر چھوڑتے ہیں۔ اس واسطے ہی مفصلۂ ذیل چند ہدایات اپنی بہنوں کے فائدے کے لئے لکھتا ہوں:۔

حتی الامکان پاؤں کو گیلا ہونے یا بھیگنے سے بچاؤ۔ سوتی یا اونی موزے سردیوں میں اگر ان پھر نہیں۔ تو صبح شام ضرور پہنے رکھنا چاہئے۔ اگر بارش سے یا کسی اَور وجہ سے کپڑے یا جوتی گیلی ہوگئی ہو۔ تو فوراً اس کو بدل دیں۔ اور جب تک سوکھ نہ جائے۔ دوبارہ نہ پہنیں ٭ اس قسم کی بے احتیاطیاں اکثر زکام و کھانسی کا پیش خیمہ ہوتی ہیں اسی طرح ننگے سر یا بغیر گرم چادر یا واسکٹ پہنے گرم کمرے سے نکل کر باہر ٹھنڈی ہوا میں ایک دم نہیں چلا جانا چاہئے ٭ اس طرح نہ صرف زکام بلکہ نمونیا ہو جانے کا ڈر ہے ٭ بچوں کے متعلق خصوصاً خیال رکھیں۔ کیونکہ ان کو اکثر ان باتوں کی پروا نہیں ہوتی ٭

اگر زکام لگ جائے یا چھینکیں آنی شروع ہو جائیں۔ اور ناک بہنے لگے۔ تو فوراً ایک سیلابچی یا اچھا گرم پانی لے کر جو سہا جا سکے۔ اس میں قدرے نمک ملا کر دونوں پاؤں اس میں رکھ دیں۔ اور خود کرسی پر بیٹھ جائیں ٭ جب پانی سرد ہونے لگے۔ تو اَور گرم پانی ڈال دیں۔ کم از کم آدھ گھنٹے اس طرح کریں اس کے بعد گرم موزے یا جرابیں پہن لیں۔ اور بستر پر یا کمرے کے اندر کسی آرام دہ جگہ پھر آرام کریں ٭ باہر نکلنے اور بہت چلنے پھرنے سے پرہیز کرنا چاہئے ٭

اگر حرارت نہ ہوگئی ہو۔ تو پانچ گرین کونین کی ایک گولی بھی گرم دودھ کے ساتھ کھا لیں ٭ رومال پر تھوڑا سا یوکلپٹس آئل لگا کر سونگھنا بھی مفید ہے یاد رکھو۔ کہ زکام ہوتے ہی فوراً احتیاط اور علاج

کرنے سے بہت جلد آرام ہوجاتا ہے۔ اور مرض طول پکڑنے نہیں پاتا۔ کسی پچھلے پرچے تہذیب میں سید ممتاز علی صاحب نے زکام دور کرنے کا طریقہ لکھا تھا۔ کہ دو دن تک جہاں تک ہو سکے پانی نہ پیا جائے۔ اس طرح بھی زکام رُک جاتا ہے۔

مگر اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو۔ کہ تمام ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ ۸۰ فی صدی حالتوں میں مرض نمونیا کی ابتدا ہمیشہ زکام سے ہوتی ہے۔ اس لئے زکام کو معمولی بات نہ خیال کرو۔ دوسرے یہ کہ نمونیا کے مرض کا حقیقت میں کوئی قرار واقعی علاج نہیں ہے۔ ڈاکٹر لوگ صرف مریض کی جسمانی طاقت کو قایم رکھنا اور بڑھانا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارے خون میں جو سُرخ کارپسل (سرخ ذرات) ہیں۔ وہ قدرتی طور پر نمونیا کے مرض کے کیڑوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ساتویں دن جنگ عظیم ہوتی ہے۔ اگر مریض کی جسمانی حالت اور طاقت اچھی ہے۔ تو "سرخ کارپسل" فتح پا جاتے ہیں۔ اور مریض تندرست ہو جاتا ہے۔ ورنہ عدم آباد کو سدھارتا ہے۔ رائی کا پلستر وغیرہ صرف قدرت کو اس کی لڑائی میں ایک طرح مدد دیتا ہے۔ ورنہ قسمت کا فیصلہ تو ساتویں دن کی جنگ سے ہوتا ہے۔ کیا اب آپکے یہ بات ذہن نشین ہوگئی۔ کہ زکام کے دور کرنے کا فی الفور علاج کرنا چاہئے۔

کھانسی اکثر اوقات زکام کے ساتھ موجود ہوتی ہے۔ مگر بعض اوقات بدپرہیزی سے یا کوئی کھٹی چیز کھا کر اوپر سے ٹھنڈا پانی پی لینے کی وجہ سے بھی کھانسی ہو جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ اس کے ساتھ زکام بھی ضرور ہو۔ کھانسی کے لئے ہسپتال سے یا کسی عمدہ ڈاکٹر سے فوراً دوا لے کر استعمال کرنی چاہئے۔ اگر کوئی ڈاکٹر نہ ملے۔ تو انگریزی دوا فروشوں سے "وائٹ پائین ٹار سیرپ" (White Pine Tar Syrup) خرید کر حسب ہدایات استعمال کرو۔

یہ میری نصیحت یاد رکھو۔ کہ کھانسی مرض دق اور سل کا پیش خیمہ ہے۔ شاید اس بات سے یہ بات آپ کے زیادہ ذہن نشین ہو جائے گی۔ کہ تقریباً ہر انسان کے جسم میں کم و بیش مرض دق کے کیڑے موجود ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح چند ایک اور بیماریوں کے۔ مگر جب تک انسان کی جسمانی حالت اور طاقت اور اعضائے رئیسہ اچھی حالت میں ہوں۔ اس وقت تک یہ کیڑے بالکل بے ضرر رہتے ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں خون کے "سرخ کارپسل" کی فوجیں ان کو شکست پر شکست دیتی رہتی ہیں۔ مگر جہاں کہیں کوئی مورچہ ان کو کمزور نظر آتا ہے۔ وہاں فوراً یہ غنیم کی فوج حملہ آور ہو جاتی ہے۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ متواتر اور پرانی کھانسی سانس کی نالی اور پھیپھڑوں میں خراش یا سوزش پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ ان مقاموں کو پاکر مرض کے کیڑے اپنا قدم جما لیتے ہیں۔ (باقی آیندہ)

ممتاز احمد فاروقی۔ از امرکہ

دہلی کی ہیرے کی چوڑیاں

بیس تولہ نیشنل بنک کا خالص سونا خرید کر میرے دولھا بھائی ہاتھ کے کڑے بنوانے گئے۔ اور سُنار کے پاس بیٹھ کر خود بنوا کر لائے + میں نے ان کو دیکھ کر کہا۔ کہ یہ تو خالص سونا نہیں + آپا جان بولیں۔ کہ خدا کے لئے بیوی کہیں اپنے دولھا بھائی کے سامنے مت کہدینا۔ ورنہ وہ بڑے ناراض ہوں گے۔ مگر میں نے ایک نہ سُنی۔ اور اپنے ملازم کے ہاتھ بازار میں دکھانے کو بھیجا۔ تو متفقہ طور پر ہر شخص نے ان کڑوں کو دیکھ کر یہ کہا۔ کہ اس میں چار پانچ تولہ کے قریب چاندی ملی ہوئی ہے + اب تو آپا جان کو بھی فکر ہوئی۔ انہوں نے دولھا بھائی سے کہا۔ تو وہ خود بازار میں دکھانے گئے۔ تو میرے نوکر کی بات ٹھیک نکلی + تب کوتوالی میں سُنار کو بلا کر ڈرایا دھمکایا۔ جب کہیں اس نے چار تولہ سونا چُرا کر چاندی ملانے کا اقرار کیا۔ تو زیورات کا اس قدر نازک معاملہ ہے۔ کہ بڑے بڑے ہوشیار آدمیوں کی آنکھ میں سے سنار سونا چُرا لیا کرتے ہیں + ہر بہن اور بھائی میری اس رائے سے اتفاق کریں گے +

مگر ۲۰ اکتوبر کے تہذیب میں حامدہ بیگم صاحبہ کا خط پڑھ کر مجھے از حد تعجب ہوا۔ کہ انہوں نے ہیروں کے بُندے اور ہیروں کی چوڑیاں بنوا کر بھیجدیں + اس سے زیادہ تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ تہذیب نسواں کی ناظرات بہنیں اس قدر بھولی بھالی واقع ہوئی ہیں۔ کہ جو کام معتبر سے معتبر جوہریوں سے گھر کے مرد نہیں کرا سکتے۔ وہ کام تہذیب کے ذریعے جان پہچان کے عورتوں سے کرا لیا جاتا ہے۔ کیا حامدہ بیگم صاحبہ ان بہن کے نام سے تہذیب کے ذریعے مطلع کریں گی۔ کہ ناظرات تہذیب ان عقل مند بہن کی دماغ کی صحت کے متعلق رائے قایم کر سکیں۔ اور ساتھ ہی حامدہ بیگم صاحبہ یہ بھی مطلع فرما کر مشکور فرمائیں گی۔ کہ ان کو تہذیب نسواں کے خریداروں کی فرمائشیں مہیا کرنے کی مختار خاص کس نے بنایا ہے۔ جو وہ ہمدرد بہن کے سپرد اس کام کو کرنے کے واسطے تیار ہیں۔ اور ان کا کیا معیار ہے۔ جس پر وہ ہمدرد بہن کی قابلیت اور ناقابلیت کا صحیح اندازہ کر سکیں گی۔ اور کیا وہ یہ مطلع فرمانے کی تکلیف گوارا کریں گی۔ کہ وہ کس عہدہ پر مامور ہیں۔ جو کبھی ایک جگہ قیام نہیں رکھتیں کبھی کہیں اور کبھی کہیں رہتی ہیں۔ اور وہ کیا یہ بھی مہربانی سے بتا سکیں گی۔ کہ انہوں نے اس خط کو تہذیب میں کیوں شائع کرایا۔ جبکہ ہمدرد بہن خود دہلی کی رہنے والی ہیں۔ اور ان کا مکمل پتہ بھی تہذیب کے ذریعے ان کو معلوم ہو چکا تھا؟

محض ہمدردی خلق کی خاطر تہذیبی بہنوں کو مطلع کرتی ہوں۔ کہ حامدہ بیگم صاحبہ کے خط کو دوبارہ غور سے مطالعہ فرمائیے۔ وہ خط محض اشتہار ہے۔ اور اشتہارات پر اعتبار کرنا ذرا احتیاط کا سبق دیتا ہے + حامدہ بیگم صاحبہ کے خط کو پڑھ کر طبعی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب وہ ان فرمائشوں سے مستغنی ہیں۔ تو پھر

انہوں نے یہ تشریحات کس لئے کی ہیں۔ بظاہر مقصود صرف ہمدرد بہن کی ملاقات ہے۔ اور یہ کام ایک آدمی بھیج کر ہو سکتا تھا۔ یا اگر تہذیبی بہنوں کی فرمائشوں سے حامدہ بیگم صاحبہ کے آدمیوں کو فرصت نہ تھی۔ تو وہ ایک کارڈ ہی دو پیسہ کا ڈال دیتیں۔ تعجب ہے۔ کہ تین سو میل کے فاصلے پر لاہور دفتر تہذیب میں تو انہوں نے خط لکھا۔ اور گھر کے گھر دہلی میں انہیں خط لکھنا دشوار معلوم ہوا؟

یہ میرا عریضہ آپ کی ناظرات کی بہبودی کے واسطے ہے۔ اس لئے اس کو ضرور شائع فرما دیں۔ تاکہ تہذیبی بہنیں ہوشیار ہو جائیں۔ اس عریضہ کی میں نے نقل رکھ لی ہے۔ آپ اس پتہ پر بذریعہ ڈاک مجھے جواب مرحمت فرمائیے۔ جواب وصول ہونے پر اڈیٹر صاحبہ تہذیب کے پاس شائع ہونے واسطے روانہ کروں گی؟

میرا پتہ یہ ہے:۔

والدہ قیصر علی معرفت رسالہ عقد ثریا بلیماراں دہلی

یورپ کی زن پرستی

بہ عنوان مندرجہ بالا ۱۰ دسمبر کے پرچہ میں جناب محمد ہاشم صاحب کا آرٹیکل ہم نے بہت دلچسپی سے پڑھا۔ اگر آخر کی چند سطور جن میں شرعی حقوق کا ذکر ہے۔ نہ لکھی ہوتیں۔ تو ہم کو اس طرف چنداں توجہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے۔ کہ فی زمانہ جہاں "تعلیم نسواں" "حقوق نسواں" "آزادی نسواں" کا شور مچا ہے۔ وہاں یہ خطرہ بھی ساتھ ہی ساتھ دامن گیر ہے۔ کہ تعلیم اور آزادی حاصل کر کے مسلمان مستورات بھی خود سر و بے عنان نہ ہو جائیں۔ اور اسی خوف سے آدھی قوم کو آزادی دیتے ہوئے لوگ لرزاں ہیں۔ اور ہادیان دین کفر و بے دینی کے فتوے دینے کو تیار ہیں۔ ہم بھی یہ سب کچھ دیکھ سن رہے ہیں۔ مگر ایسے خیالات والے حضرات سے الجھنا بیسود ہے۔ وہ اپنے خیالات کی اصلاح کرنے سے معذور ہیں۔ مگر جناب محمد ہاشم صاحب کی آخری سطریں ذرا ڈھارس بندھاتی ہیں۔ کہ آں جناب شرعی آزادی کے حامی ہیں۔ اس لئے اپنے خیالات سے زیادہ اختلاف نہ پا کر یہ چند سطریں لکھنے کی ہمت کی گئی۔

راقم مضمون خود ہی فرماتے ہیں۔ کہ اسلام نے جتنے حقوق عورتوں کو دئے۔ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی مذہب نے نہیں دئے۔ اور شروع مضمون میں خود ہی یہ لکھا ہے۔ کہ حقوق نسواں! حقوق نسواں!! حقوق نسواں!!! فضائے عالم میں ہر طرف یہ صدائیں گونج رہی ہیں۔ قوم۔ قوم کی خواتین انہیں حاصل کرنے میں سرگرداں نظر آتی ہیں۔ ہماری قوم میں بھی یہ جذبہ مفقود نہیں ہے۔ مگر اتنا شکر ہے۔ کہ صرف انہیں حقوق کی پاسبانی کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو جائز ہیں۔ مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ چنگاری بڑھتے بڑھتے شعلہ نہ ہو جائے"۔

جناب مضمون نگار صاحب آپ نے تو اس بات پر شکر کیا۔ کہ انہیں حقوق کی پاسبانی کی جاتی ہے

جو جائز ہیں" اور ہم اس امر کا شکر کرتے ہیں۔ کہ وہ حقوق آپ کے خیال میں بھی جائز ہیں۔ ورنہ ایک بڑے حصۂ قوم بلکہ عالمان دین کے خیال میں تو وہ ناجائز ہیں۔ آپ بھی اگر یہی فرما دیتے۔ تو ہمیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ مگر چونکہ باوجود اس عام خطرے سے خائف ہونے پر بھی آپ کو شرعی حقوق کا خیال ہے۔ آنجناب کو فی الجملہ اپنا ایک ہمدرد پاکر کچھ کہنے کی جرأت کی ٭

"یہ بڑھتے بڑھتے چنگاری سے شعلہ نہ ہو جائے" کا مطلب سمجھ میں نہ آیا؟ چنگاری کیسی اور شعلہ کیا؟ کیا شرعی حقوق چنگاری ہیں۔ اور ان سے بڑھ جانا شعلہ ہے؟ کیونکہ اس وقت تک بقول آپ کے جائز حقوق طلبی کا شور بلند ہے۔ اگر یہ بھی چنگاری ہیں تو یقیناً شعلہ ہو جائے گا۔ اور جو یہ جائز ہیں۔ تو شعلے کا کوئی خطرہ نہیں۔ کیونکہ بقول آن جناب "اسلام نے جس قدر حقوق عطا کئے ہیں۔ کسی مذہب نے نہیں دئے"۔ مغربی اقوام اپنی عورت کی خواہ کتنی بھی قدرومنزلت کریں۔ ہمارے برابر پھر بھی نہیں کر سکتیں۔ کتنی بھی آزادی دیں۔ وہ آزادی آزادیٔ اسلام سے زیادہ نہ ہوگی۔ تو آپ کو ان کی کونسی بات حد سے بڑھی ہوئی نظر آتی؟ کیا مردوں کے مقابلے میں عورت کی زیادہ عزت بے جا ہے؟ جو مثالیں آپ نے پیش کی ہیں۔ ان سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ کے لوگ مثل بچوں کے حوصلہ افزائی کی نظر سے اس صنف نازک کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔ میاں کے مقابلے میں اس کی بیوی کی تعریف کرنا کوئی مرد کی توہین نہیں۔ بلکہ مرد خوش ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے ننھے بچوں یا بیوی کی زیادہ قدر کی جائے۔ اگر ہمارے ہاں بھی یہ طریقہ رائج ہو گیا۔ تو کچھ نقصان وہ نہ ہوگا ٭

رہا یہ کہ یورپ کی بیویاں مردوں کے ساتھ مساوات چاہتی ہیں۔ یہ غضب ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں۔ وہ کیوں نہ برابری کریں؟ جبکہ علم میں عقل میں ہمت میں ان کے ہم پلہ ہوتی جاتی ہیں؟ کم بخت ہندی عورت تو یوں دبتی ہے۔ اور مثل ادنیٰ کنیزوں کے رہتی ہے۔ کہ وہ سالہا سال سے عضو معطل بن رہی ہیں اور جان بوجھ کر اس غرض سے بے کار و جاہل کر دی گئی ہے۔ کہ عقل و سمجھ کھو کر مثل حیوان لایعقل کے ہماری تابع فرمان رہے گی۔ اور ہم جہاں تک چاہیں گے۔ اس پر ظلم وستم کر سکیں گے۔ وہ غریب جاہل بے عقل ہے۔ ہر امر میں مرد کی دست نگر ہے۔ اگر وہ کھانے کو نہ دے۔ تو فاقوں سے مر جائے۔ اس حالت میں کنیزی نہ کرے گی۔ تو اور کیا کرے گی؟ ہاں اگر تعلیم مل گئی۔ اور وہ بھی خود کم از کم اپنی روزی پیدا کر لینے کے قابل ہو گئی۔ تو پھر یقیناً مساوات کا مرتبہ چاہے گی۔ اور خدا کی دی ہوئی اپنی اسلامی آزادی مانگے گی۔ بس یہ شعلہ ہوگا۔ جس سے آپ اور آپ کے سب ہم خیال خائف ہو رہے ہیں ٭

اگر یہی بات ہے۔ تو پھر کیوں تعلیم تعلیم کا شور ہے؟ کیوں نہیں اس کم بخت فرقے کو اسی قعر مذلت میں رہنے دیا جاتا؟ آپ لوگ حکومت بے جا کریں۔ وہ سہے۔ آپ حاکم وہ محکوم۔ آپ بادشاہ وہ رعیت۔ رعیت بھی نہیں۔ بلکہ قیدی۔ چلنے دیجئے۔ اسی حالت میں امن و امان قایم ہے۔ آپ کی خود مختاری ظلم و تعدی جائز ہے۔ اور وہ سب کچھ برداشت کرنے کو بسر و چشم تیار ہیں۔ انہیں ہرگز نہ بڑھانا چاہئے۔ ورنہ پڑھ کر وہ ایسی "منیو بلائی" نہ رہیں گی۔ بلکہ شیر کی خالہ بن جائیں گی۔ بس خیر اسی میں ہے۔ کہ یہ شعلہ بھڑکنے ہی نہ پائے۔ یہی سب دور اندیشیاں سوچ کر ایک زمانہ تعلیم نسواں اور آزادی نسواں کے خلاف ہو رہا ہے۔ اگر چند اس کے موافق بھی ہیں۔ تو وہ بے زور ہیں۔ ڈرتے ہیں اور انہیں خطرات سے ڈرائے جاتے ہیں۔ یہ صدی اور اسی حالت میں گزر جانے دیجئے۔ اور یورپ کی لہر نہ دوڑ جائے۔ کے اندیشہ سے اس فرقے کا سر کچلا ہی رہنے دیا جائے۔ تو انسب ہے۔ مگر یاد رکھو۔ کہ ایک دن یہاں بھی وہ زمانہ آنے والا ہے۔ جو ٹرکی میں آچکا ہے۔ ملا روتے چلاتے رہ گئے۔ اور نقاب اُلٹ دیئے گئے۔ اسکول۔ کالج اور دفاتر عورت سے بھر گئے۔ اب نہیں۔ تو صدی آیندہ میں یہی روز بد ہندوستان کو بھی پیش آنے والا ہے۔ گو اس وقت آزادی کے موجودہ حامی زندہ نہ ہوں گے۔ مگر مخالفین بھی نہ ہوں گے۔

تقلید یورپ سے بچنا تو محال ہے۔ اس کا سیلاب عظیم تمام دنیائے عالم میں وبا کی طرح پھیلا جا رہا ہے۔ اور سب کو بہائے لئے جاتا ہے۔ اس سے بچنے کی کوششیں بے کار ہیں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے بے کار ثابت ہوتی گئیں۔ دیکھئے جاپان۔ ایران افغانستان۔ ترکستان۔ مصر۔ عربستان کونسی جگہ ہے۔ جو اس یورپین اثر سے بچ سکی؟ بلکہ یورپ جا کر وہاں تعلیم پا کر پھر اپنے ملکوں میں آ آ کر اس وبا کو پھیلایا گیا ہے۔ اہل جاپان نے اس فضا میں آ کر تقلید یورپ سے کافی فوائد حاصل کئے۔ مکمل انسان بن گئے۔ ان کا ملک متمدن ممالک میں شمار ہونے لگا۔ اہل ترکی نے بھی قدم بڑھایا۔ اور اس کا پھل دیکھا۔ لوگوں کی نظروں میں اب ان کی کچھ حقیقت ہے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی یہ رنگ جمتا جا رہا ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ اس طرز عمل سے نقصان ہی نقصان ہوا۔ یا کچھ فوائد بھی؟ کوئی اہل عقل انکار نہیں کر سکتا۔ کہ نقصان سے کہیں زیادہ فوائد حاصل کئے۔ مرد و عورت تعلیم یافتہ ہو گئے۔ ہر طرح ان ملکوں نے ترقی حاصل کی۔ رہے تھوڑے سے نقصانات۔ وہ اس قابل نہیں۔ کہ ان کے خوف سے بے شمار فوائد سے منہ موڑا جائے۔ پس یہی طریقہ یہاں بھی کامیاب ثابت ہوگا۔ اور اس طرح مخالفین کی چیخ پکار کی موجودگی میں سب کچھ ہوئے گا۔ کسی کی مخالفت سے کوئی رکاوٹ تمام نہ ہو سکے گی۔ اب شعلے بھڑکیں۔ یا آگ ہی لگ

جائے۔ جو قدامت کو جلا کر خاکستر کر دے۔ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ مستورات غریب کو ان خطرات کی وجہ سے اور چند سے جاہل و مقید رکھ لیا جائے۔ مگر ایک دن تو یہ قفس ٹوٹے گا۔ پھر دنیا دیکھے گی۔ جو دیکھے گی۔

خاکسار نذر سجاد حیدر

مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم

گزشتہ ہفتے کے اخبار میں تہذیب بہنیں یہ الم ناک خبر پڑھ چکی ہیں۔ کہ زبان اُردو کے نامور ادیب مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی تین روز بیمار رہنے کے بعد ۲ دسمبر ۱۹۲۶ء کو انتقال فرما گئے۔ چند ہی مہینے ہوئے ان کا گرامی نامہ آیا تھا جس میں انہوں نے بے انتہا خلوص و محبت سے ہمیں لکھنو آنے کی دعوت دی تھی۔ مصروفیتوں نے سفر سے معذور رکھا۔ لیکن کس کو معلوم تھا۔ کہ ہمارے نام یہ ان کی قلم سے لکھے ہوئے آخری الفاظ ہیں۔ اور مصروفیتیں اس زندگی میں ان کی ملاقات سے محروم کئے دے رہی ہیں۔ ~

پنہاں اجل کا دستِ ستم آستیں میں ہے۔
ہم کو خبر نہ تھی۔ کہ یہ ظالم کمیں میں ہے۔

ناگہانی انتقال کی خبر بجلی کی طرح تمام ملک پر گری۔ اور جو شخص بھی مولانا سے ذرا سے تعلقات رکھتا تھا۔ یا ان کی دلاویز تصانیف کا مطالعہ کر چکا تھا۔ دل تھام کر رہ گیا۔ علالت کے متعلق صرف اتنا معلوم ہوا۔ کہ انتقال سے تین روز پیشتر آپ نے کھانے پر مچھلی اور شکر قند کھائی تھی۔ جس سے شام کو لرزہ کی تکلیف شروع ہو گئی۔ بغیر بخار کے اس قسم کا لرزہ خطرناک سمجھا گیا۔ اور کوشش کی گئی۔ کہ ادویہ کی مدد سے بخار کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ لیکن بخار ہوا۔ تو اس میں سوء تنفس شروع ہو گیا۔ اور زبان میں لکنت کا اثر ہونے لگا۔ اور اسی حالت میں جو غالباً فالج کی حالت تھی۔ دو روز علیل رہنے کے بعد آپ نے جان عزیز جان آفریں کے سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس سلسلے میں ایک یہ عجیب بات معلوم ہوئی ہے۔ کہ مولانا کی ولادت اور انتقال کا دن اور وقت ایک ہی ہے۔ آپ ۷ جمادی الثانی ۱۲۷۵ھ کو بروز جمعہ نماز صبح کے وقت پیدا ہوئے تھے۔ اور ۱۳۴۵ھ میں ۱ جمادی الثانی کو جمعہ کے دن نماز صبح ہی کے وقت رحلت فرما گئے۔

اُردو پڑھنے والوں میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو۔ جو مولانا کے اسم گرامی سے واقف نہ ہو۔ اور ان کی قابل قدر تصنیفات کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کا گرویدہ نہ بن چکا ہے۔ وہ اردو کے ان سرپرستوں میں سے تھے جن کی گود میں کھیل کھیل کر اس زبان نے ہوش سنبھالے ہیں۔ مرحوم گزشتہ تیس چالیس سال سے شب و روز زبان کی خدمت میں مصروف تھے۔ اور اس عرصے میں انہوں نے تعداد و محاسن کے اعتبار سے تاریخ اور ادب کی تمام اصناف میں اتنا کام کیا۔ کہ مصنفین اُردو میں ان کو نمایاں

بلند مرتبہ حاصل ہوگیا۔ ان کی تصانیف کی مقبولیت
بھی اُردو میں بے نظیر ہے۔ کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جس
میں ان کی ایک آدھ تصنیف موجود نہ ہو۔ اور کوئی اُردو
داں ایسا نہ ہوگا جس نے ان کی ایک دو تصانیف
کا مطالعہ نہ کیا ہو۔

مولانا کا محبوب ترین موضوع تحریر تاریخ تھا لیکن
وہ صرف مورخ ہی نہ تھے۔ بلکہ اس کے ساتھ بہت
بڑے ادیب بھی تھے۔ انہوں نے تاریخ کی خشک معلومات
کو اپنی جادو بیانی سے ایسے پُرلطف طریق سے پیش
کیا۔ کہ ہر شخص ذوق و شوق سے اسے پڑھ سکا۔ اور
اس سے مستفید ہوا۔ زیادہ تر تاریخ ہی کی خدمت بجالانے
کے لئے مرحوم نے ۱۸۸۷ء میں اپنا مشہور رسالہ دلگداز
لکھنؤ سے جاری کیا۔ اس رسالہ کا بیشتر حصہ مولانا ہی
کے قلم کا ممنون احسان ہوتا تھا۔ اور اپنے پُرلطف اور
پراز معلومات مضامین کے لحاظ سے اُردو میں خاص
طور پر مشہور تھا۔ اس رسالے میں مختلف قوموں اور
ملکوں کے تمام مشاہیر مردوں اور خواتین کے حالات
چھپے ہیں۔ تاریخ اسلام کے تمام اہم و دلچسپ
واقعات اور مسلمانوں کی موجودہ ضروریات پر مضامین
نکلے ہیں۔ اور اس رسالے نے اُردو کی اتنی جلیل القدر
خدمت کی ہے۔ کہ زبان اس کے احسان سے کبھی
سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ لاہور سے مبارک علی شاہ گیلانی
دلگداز کے ایک ہی موضوع کے مضامین کو کتابی صورت
میں مرتب کر کے شائع کر رہے ہیں۔ اور اس سلسلے
میں سیر رجال۔ سیر نسواں۔ مشرقی تمدن کا آخری نمونہ
ادب و تحقیق مسائل۔ اصلاح قوم و ملت۔ مضامین
شاعرانہ و عاشقانہ اور مضامین آغاز و اختتام سال
سات کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلو
ہوتا ہے۔ کہ مولانا کتنے متبحر اور کیسی متنوع قابلیت کے
تھے۔ تاریخی متفرق مضامین کے علاوہ مولانا نے تاریخ
کی کئی دوسری مفصل و مبسوط کتابیں بھی مرتب کیں جن
میں سے تاریخ عصر قدیم۔ تاریخ یہود۔ مسیح اور مسیحیت
روضۃ الکبریٰ۔ تاریخ صقلیہ اور کئی دوسری کتابیں ا
اپنے موضوع پر اُردو میں اکیلی کتابیں ہیں۔

لیکن مولانا کی تصانیف میں سب سے زیادہ
ان تاریخی ناولوں نے پائی جن میں انہوں نے اسلا
تاریخ کے واقعات کو دلاویز افسانوں کے رنگ میں
پیش کیا ہے۔ ان ناولوں نے پڑھنے والوں کی تفر
کے علاوہ انہیں پہلی مرتبہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا
ایسے موثر و دلکش طریق سے دکھایا۔ کہ تاریخ کی کوئی
تصنیف ان کے دلوں میں یہ کیفیت پیدا نہ کر سکتی
آپ نے لوگوں کو مختلف زمانوں اور ممالک کی تار
سے روشناس کرا دیا۔ چنانچہ مولانا کے ناولوں کے طف
بغداد۔ اسپین۔ ترکی۔ ایران۔ افغانستان کی اس
تاریخ کے متعلق ہر اُردو داں تھوڑا بہت علم حاصل کر
ہے۔ بعض لوگ مولانا کے ناولوں پر اس بنا پر اعتر
کرتے ہیں۔ کہ ان کے پڑھنے سے یہ نہیں معلوم ہونے
پاتا۔ کہ انہوں نے افسانوں کی دلچسپی قائم رکھنے
کے لئے تاریخ سے کسی قدر انحراف کیا ہے۔ لیکن نہیں
یہ معلوم نہیں۔ کہ تاریخی ناول تاریخ کی خشک کتابو

بہت مختلف چیز ہے۔ اور اس کا مقصد تاریخ کی صحیح معلومات اور مقررہ واقعات بہم پہنچانا نہیں۔ بلکہ جس زمانے کے واقعات ہوں۔ اس زمانے کا سماں آنکھوں کے سامنے لانا ہے۔ اور اس قسم کا اثر پیدا کرنے کے لئے مصنف کو اختیار ہے۔ کہ واقعات کو اپنی مرضی کے مطابق ایک لڑی میں پرولے۔ اور جو چیزیں تاریخ سے محذوف ہیں۔ انہیں اپنی خیال آرائی سے دوبارہ پیدا کرلے۔

ان سب چیزوں کے علاوہ مولانا نے ڈراما۔ شاعری۔ اور نظم غیر مقفیٰ میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ اور شاید بہت کم لوگوں کو یاد ہو۔ کہ انہوں نے ایک زمانے میں "پردۂ عصمت" کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ بھی جاری کیا تھا۔ جس کا مقصد عورتوں کو غیر شرعی پردے کی قیود سے آزاد کرانا تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے نہ صرف یہ رسالہ جاری کیا تھا۔ بلکہ پردے کے نقصانات ظاہر کرنے کو دو ناول "بدر النساء کی مصیبت" اور "آغا صادق کی شادی" بھی تصنیف کئے تھے۔ جن میں اس قسم کے حادثات پیش کئے گئے۔ کہ برقع پوش ہونے کی وجہ سے دو دلہنیں اسٹیشن پر بدل گئیں۔ اور شادی کی کارروائی زنان خانے میں پس پردہ ہونے کی وجہ سے شادی کے لئے دکھائی ایک عورت گئی۔ اور شادی دوسری سے کردی گئی۔

اس کے علاوہ دوسرے موجودہ مسائل پر بھی انہوں نے ہمیشہ نہایت روشن خیالی اور معقولیت سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اور کبھی کسی مخالفت کا ڈر ان کو آزادانہ رائے دینے سے نہ روک سکا۔

مولانا کی خوبیوں اور قابلیت کو مختصر طور پر بیان کرنے کے لئے یہ مختصر سا مضمون کافی نہیں۔ اس داستان کے لئے ایک کتاب کے حجم کی ضرورت ہے۔ تبحر علم اور ذوق ادب رکھنے کے علاوہ ان کی ذات میں وہ تمام اوصاف جمع تھے۔ جو ہندوستان کی قدیم و جدید تہذیب میں قابل قدر ہیں۔ افسوس کہ آج یہ عظیم الشان ہستی ہندوستان کے بدنصیب مسلمانوں میں سے اٹھ گئی۔ اور ان کے اٹھنے سے خانۂ اردو بے چراغ رہ گیا۔ پنجاب میں بیٹھے ہوئے ہمارے دل کی یہ کیفیت ہے۔ تو معلوم نہیں لکھنؤ کے اہل ادب کی کیا کیفیت ہوگی۔

غریباں را دل از بہر تو خون است۔
دل خویشاں نمی دانم کہ چون است۔

خاکسار سید ممتاز علی

محفل تہذیب

معظمی جناب منیجر صاحب۔ تسلیم۔ ہمارے یہاں روز صبح و شام مٹھیا نکالی جاتی ہے۔ اور جو غلہ جمع ہوتا ہے۔ اس کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی ہے۔ اس سے ہر سال گیارھویں شریف میں نیاز دی جاتی ہے۔ اس سال ٹھیک گیارھویں کے موقع پر ہم لوگوں کو سفر کرنا پڑا۔ اس لئے عجلت اور عدیم الفرصتی

کے باعث نیاز نہ دی جا سکی۔ اب مبلغ تین روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کرتی ہوں۔ مہربانی فرما کر اس کو کسی کارِ خیر میں خرچ کر دیں۔ ممنون ہونگی۔ خاکسار زاہدہ خان بنت مولوی شاہ مجید الدین صاحب کورٹ انسپکٹر سیول

جناب محترمہ اڈیٹر صاحبہ۔ السلام علیکم۔ میں نہایت قلق سے اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میری چھوٹی بہن خورشید لقا بحالت شیر خوارگی ہفتہ گزشتہ میں اپنی مادر مہربان کی گود خالی کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مبلغ دو روپے ایصال ثواب کی خاطر تہذیبی فنڈ میں ارسال ہیں۔ غمزدہ م۔ ج بنت خان صاحب حاجی محمد غلام حسن خاں پشاوری آنریری مجسٹریٹ و ممبر ج کمیٹی۔ کراچی

مکرم معظم جناب منیجر صاحب۔ تسلیم۔ میرے ایک نہایت عزیز ترین رشتہ دار کو عرصہ دو سال سے برص یعنی سفید داغ کا مرض لاحق ہو گیا۔ جس کی وجہ سے شب و روز مبتلائے غم ہوں۔ ڈاکٹری اور یونانی بہت سے علاج کئے۔ کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ شروع میں داغ نہایت ہی خفیف تھے۔ بعد میں ترقی پکڑتے گئے۔ اور دن بدن ترقی پذیر ہیں۔ جو داغ شروع میں نہایت چھوٹے تھے۔ اب بہت بڑے ہو گئے ہیں۔ اور ہاتھوں۔ پاؤں۔ ٹانگوں اور بازو پر بہت زیادہ پھیل گئے ہیں۔ باقی حصہ جسم کا بالکل صاف ہے۔ اگر کوئی تہذیبی بہن یا بھائی اس کا علاج جانتے ہوں۔ تو خدارا بہت جلدی بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں۔ میں ان کی عمر بھر ممنون و مشکور ہوں گی۔ نسخہ آزمودہ ہو۔ راقمہ ایک دل شکستہ دردمند

موسم سرما میں میرا چہرہ اور ہاتھ بہت پھٹ جاتے ہیں۔ اور جلد سخت اور کھردری ہو جاتی ہے۔ اور سیاہی بھی آ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے بہت پریشانی اور تکلیف ہوتی ہے۔ براہ نوازش کوئی بہن یا بھائی کوئی کریم یا پوڈر جو آزمودہ ہو لکھیں۔ جس سے یہ [illegible] جاتی رہے۔ اور جلد ملایم اور سیاہی دور ہو جائے نہایت ممنون ہوں گی۔ ا۔ ب۔ ش

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔ میں نے ا[illegible] مشین فیری آف دی ہوم بے بی برادرس لاہور منگوائی تھی۔ اس کا اشتہار تہذیب ہی میں د[illegible] تھا۔ وہ مشین تو آ گئی۔ لیکن اس کی ترکیب [illegible] سمجھ میں نہیں آتی۔ کوئی بہن اس کی مفصل [illegible] لکھ کر مجھ کو ممنون فرمائیں۔

دوسرے لکڑی کا چوکھٹا کارخانے سے نہیں [illegible] تو یہ چوکھٹا کہاں ملتا ہے۔ آیا کارخانہ مذکور [illegible] آنا چاہئے تھا۔ یا علیحدہ بنوانا پڑتا ہے۔ اور اگر ہے۔ تو کہاں سے۔ میمونہ خاتون

تہذیبی بہنیں دفتر تہذیب سے خط و کتابت وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھا کریں۔ [illegible]

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

پردہ مجرم ہوگیا

قسطنطنیہ کی ایک اطلاع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ طرابزون کے گورنر نے اپنے ایک فرمان میں ہدایت کی ہے۔ کہ آیندہ خواتین گھروں سے باہر نکلتے وقت برقعہ یا نقاب استعمال میں نہ لائیں۔ اس سے ایک تو ان کو اپنی روزی کمانے میں دقت پیش آتی ہے۔ دوسرے یہ صحت کے لئے مضر ہے۔ اور تیسرے اکثر مجرم پولیس کے ہاتھ سے بچنے کے لئے برقعے کی پناہ لیتے ہیں۔ اور برقعہ پوش عورتوں میں مل جل کر فرار ہو جاتے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر حکم دیدیا گیا ہے کہ اب سے دس روز کے بعد اگر کوئی عورت برقعے یا نقاب میں نظر آئی۔ تو اسی وقت گرفتار کر لی جائے گی۔

ترکی عورتیں اب سے پیشتر کئی مرتبہ حرم سرا کی دیواروں میں سے پردہ کے خلاف فریاد کر چکی ہیں مگر فطرت انسانی بھی عجیب شے ہے۔ جس بات سے روکا جائے۔ ضرور اس کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ آج حکومت کے فرمان نے پردہ کو جرم بنا دیا۔ تو وہ ترک عورتوں میں یک لخت بے حد مقبول ہو گیا ہے۔ زیادہ تر عورتیں گورنر کے اس فرمان سے بگڑ بیٹھی ہیں اور تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ کہ سنگینوں کی نوک تلے میں گھر کر بھی پردے کو ترک نہ کریں گی۔

چین کی عورتیں

جن سیاحوں نے اب سے کئی سال پیشتر چین کے سفر کئے تھے۔ انہوں نے واپس آکر چینی عورتوں کے متعلق یہ رائے دی تھی۔ کہ ان میں بیداری کے کوئی آثار نہیں۔ اور وہ کسی قسم کی ترقی کی اہل نظر نہیں آتی ہیں۔

لیکن گزشتہ چند سالوں میں چینی عورتوں نے زندگی اور بیداری کے کئی ایسے ثبوت دئے ہیں جن سے یہ عام رائے اب رفتہ رفتہ بدلتی جارہی ہے۔ حال ہی میں ایک چینی لڑکی مس ہو اہنگ نے لندن میں قانون کا امتحان پاس کیا ہے۔ اور اب اپنے وطن کو واپس جارہی ہے۔ جہاں وہ قانون ہی کو اپنا ذریعہ معاش بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس اولوالعزم لڑکی کی کامیابی کے باعث انگریزی اخباروں میں چینی عورتوں کے متعلق از سر نو خیالات ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور اس سلسلے میں ایک نئے سیاح کا محاکمہ دلچسپی سے پڑھا جارہا ہے اس نے لکھا ہے۔ کہ مس ہو اہنگ نے بڑی ہمت اور قابلیت کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن پچھلے چند سالوں میں

میں چینی عورتوں نے جس سرگرمی سے ترقی کے مدارج طے کئے ہیں۔ ان کے مقابلے میں اس لڑکی کی کامیابی غیر معمولی طور پر اہم نظر نہیں آتی ہے۔ اس عرصے میں چینی عورتوں نے اپنے وطن میں کئی ایسے ذرائع معاش اختیار کرنے شروع کر دے ہیں جن کے دروازے پہلے ان پر بند تھے۔ اور جن کے لئے پہلے مرد ہی مناسب وموزوں سمجھے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے گورنمنٹ میں بھی کئی اہم عہدے حاصل کر لئے ہیں۔

قومی گورنمنٹ میں اس وقت دو عورتیں وزارت کے عہدوں پر سرفراز ہیں۔ ان میں سے ایک مسز سن یٹ سن اپنی غیر معمولی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے بہت شہرت رکھتی ہیں۔ وہ قومی جماعت کی مشہور رہنما جنرل سن یٹ سن کی اہلیہ ہیں۔ اور جنرل مذکور کی زندگی میں نہایت خوش اسلوبی سے ہر کام میں ان کی معاون و مددگار رہ چکی ہیں۔ دوسری وزیر مس لیانگ اسی جماعت کے ایک دوسرے مشہور افسر کی اہلیہ ہیں۔ اب تک چینی عورتوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل نہیں ہوا۔ لیکن قومی جماعت نے اپنے پروگرام میں لکھ رکھا ہے۔ کہ مردوں کی طرح عورتوں کو ووٹ دینے کے پورے حقوق دلوائے جائیں گے۔ اور امید ہے۔ کہ بہت جلد ان کی یہ تجویز عملی صورت اختیار کرے گی۔

دس ہزار پونڈ کا تحفہ

پچھلے دنوں سر ڈبلیو آربتھ ناٹ لین کا ایک مضمون "صحت کا راز" اخبار ڈیلی میل میں نکلا تھا۔ اس مضمون کو پڑھ کر ایک مخیر خاتون نے لندن یونیورسٹی کو دس ہزار پونڈ اس غرض کے لئے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ کہ کالج میں جسم انسانی کی پرداخت کے متعلق تعلیم دینے کا خاص طور پر جدا انتظام کیا جائے۔ لیکن خاتون مذکور نے ابھی تک اپنا نام پوشیدہ رکھا ہے۔

لندن یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے اس رقم کے لئے دلی شکریہ ادا کیا ہے۔ اور ایک اخبار کے نمایندہ سے دوران ملاقات میں کہا۔ کہ ریاست متحدہ امریکہ میں اس مضمون کی تعلیم کا کئی کالجوں میں انتظام ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں اب پہلی مرتبہ اس اہم مضمون کی تعلیم دینے کی طرف توجہ کی گئی ہے۔

اس روپے کا استعمال شروع کرنے سے پہلے یونیورسٹی اس امر کی کوشش کر رہی ہے۔ کہ اور روپیہ جمع کر کے کل اتنی رقم پیدا کر لی جائے جس کی مستقل آمدنی ڈیڑھ ہزار پونڈ سالانہ ہو۔ جب اتنی آمدنی کا انتظام ہو جائے گا۔ تو پروفیسر مقرر کر کے باقاعدہ تعلیم شروع کر دی جائے گی۔

عورتوں کے انوکھے روزگار

عام پیشوں اور تجارتوں کے علاوہ گزر اوقات کے لئے انگلستان کی عورتوں نے بعض عجیب وغریب اور انوکھے کام شروع کر رکھے ہیں۔ اور نہایت

ہمت و استقلال سے انہیں چلا رہی ہیں۔ ان میں سے چند مثال کے طور پر یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

ایک خاتون صرف سنہری مچھلیوں کی غور و پرداخت اور فروخت کا کام کرتی ہے۔ ایک نے بکریاں پال رکھی ہیں۔ اور ایک کے نزدیک انگورا کے خرگوشوں کی تجارت نہایت فائدہ مند کام ہے۔ ایک عورت نے صرف اس وصف میں نام پیدا کیا ہے۔ کہ وہ چائے کے ذائقوں کی ماہر ہے۔ ایک دوسری عورت جانوروں کے گلوں کے متعلق صحیح رائے دینے میں مشہور ہے۔ ایک عورت کا ٹھیکہ ہے۔ اور وہ نہایت خوبی سے معماروں سے معاملہ کرتی ہے۔ ایک عورت نے ہڈیوں کے مرض کے علاج میں کمال پیدا کر رکھا ہے۔ ایک عورت اسلحہ پر جلا کرنے کے کام میں ید طولیٰ رکھتی ہے۔

بعض مقامات پر دو یا دو سے زیادہ عورتوں نے مل کر کاروبار شروع کر رکھے ہیں۔ ایک شہر میں دو عورتوں کی دکان مربا بنانے میں بہت مشہور ہے۔ اسی طرح دو اور عورتوں کا اکٹھا کاروبار ہے۔ ایک ان میں سے بڑھئی کا کام جانتی ہے۔ اور دوسری کرسیوں پر کپڑا مڑھنے کا کام۔ اور دونوں مل کر اپنا کام خوب چلاتی ہیں۔

ایک عورت نے خالص دودھ بہم پہنچانے کی دکان کھول رکھی ہے۔ ایک عورت اپنے موٹر خانے کو بہت کامیابی سے چلا رہی ہے۔ ایک عورت نے اپنے تمام ہمسایوں کے لئے کھانا پکانے کے کام کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اور گرم گرم کھانا مقررہ وقت پر ان کے گھر پہنچا دیتی ہے۔

اسی طرح عورتوں نے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی ضروریات کو سمجھ کر ان کے پورا کرنے کے لئے اور سیکڑوں کام شروع کر رکھے ہیں۔

میاں بیوی دار العوام میں

مختلف سرکاری عہدوں کے لئے عورتوں کو امیدوار بننے کے جو حقوق حاصل ہو گئے ہیں۔ ان کے باعث کئی نئی قسم کے واقعات رونما ہو کر دلچسپی پیدا کر رہے ہیں۔ مثلاً آئندہ انتخاب کے موقع پر مسٹر اور مسز موسلے دونوں دار العوام کی ممبری کے لئے دو مختلف حلقوں سے کھڑے ہو رہے ہیں۔ اور دونوں کو اپنی اپنی کامیابی کا پورا الیقین ہے۔ انہیں کامیابی حاصل ہو گئی۔ تو دار العوام کی تاریخ میں پہلی مرتبہ میاں بیوی دونوں کو ممبر کی حیثیت سے ساتھ ساتھ بیٹھنے کا موقع حاصل ہوگا۔

ماں کا لاڈلا

ایک روز جونی کی اماں نے مجھ سے کہا۔ "بچے کی فکر نے مجھے ایسی قدر پریشان کر رکھا ہے۔ کہ بیان نہیں کر سکتی۔ تمام دن ادنیٰ درجے کے بچوں کے ساتھ کھیلتا پھرتا ہے۔ بہتیرا روکتی ہوں سمجھاتی ہوں۔ مگر کسی طرح نہیں مانتا۔

اسی وقت جونی میاں صحن میں نظر آئے۔ ساتھ

فرانس میں ۱۶ اپیوں کا ایک انجن بنایا گیا ہے۔ جس میں پانی سے برقی طاقت پیدا کی گئی ہے۔ اس انجن نے ایک جدید ریلوے لائن کے افتتاح کے موقع پر چارسٹوٹن کی ٹرین کو ۱۰۱ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے۔ حکومت فرانس چاہتی ہے۔ کہ اس کے ملک میں آیندہ طاقت برقی سے تمام ٹرینیں چلائی جائیں تاکہ وہ غیر ملکی کوئلے کی محتاج نہ رہے۔

میڈرڈ اسٹیٹ لائن پر ایک ٹرین برف سے گھر گئی۔ جس کے چاروں طرف پانچ پانچ فٹ برف جمی ہوئی ہے۔ جو ٹرینیں لغرض امداد بھیجی گئیں۔ وہ برفباری کی وجہ سے اس ٹرین تک نہ پہنچ سکیں۔ ہوائی جہازوں کے ذریعے مسافروں کی خوراک و آسائش کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ مگر بہت دشواری پیش آرہی ہے۔

کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) میں ایک گول میز کانفرنس ہو رہی ہے جس میں یہ طے کیا جائے گا کہ جنوبی افریقہ میں رہنے والے ہندوستانیوں کے حقوق کیا ہوں۔ اس کانفرنس میں حکومت ہند کی طرف سے سر محمد حبیب اللہ اور کئی دوسرے ممبران بھیجے گئے ہیں۔ اور جنوبی افریقہ کی حکومت کی طرف سے جرنیل ہرٹزاک اور دوسرے وزیر شریک ہوئے ہیں۔ ۱۸ دسمبر کو کانفرنس مذکور کا افتتاح ہوا۔ اور ۱۹ دسمبر کو مہاتما گاندھی کی تجویز پر تمام ہندوستان میں جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کے لئے دعا مانگی کہ اس کانفرنس کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا ہو۔

اسی تاریخ کو جنوبی افریقہ میں دعا مانگی گئی۔ اور لندن کے ہندوستانی طلباء نے بھی اپنے ہندوستانی بھائیوں کے حق میں دعا کی۔

مسز سروجنی نائیڈو نے جرنیل ہرٹزاک۔ سر حبیب اللہ اور مسٹر اینڈریوز کو جنہوں نے جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کے لئے بہت خدمات کی ہیں۔ تار روانہ کئے ہیں۔ جن میں امید ظاہر کی ہے کہ یہ کانفرنس صلح صفائی کے لحاظ سے کامیاب ثابت ہوگی۔

شاہ جاپان کی موت پر بطور اظہار افسوس تمام تماشہ گاہیں اور رقص و سرود بند کر دیا گیا تھا۔ اب نئے بادشاہ کی تخت نشینی کی وجہ سے یہ رکاوٹ دور کر دی گئی ہے۔ جب نیا بادشاہ تخت نشین ہوگا۔ تو اس خوشی میں پچاس ہزار قیدی چھوڑے جائیں گے۔

کیوکیانگ چین میں اجنبیوں کے خلاف خوفناک حالت پیدا ہو گئی ہے۔ چینیوں نے ہڑتال کا اعلان کر دیا ہے۔ اور کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ غیر ملکیوں کو بھوکا مارا جائے۔ ان کے رہنے کے مقامات میں سامان خوراک بہت کم جا رہا ہے۔ البتہ ہانکو سے کسی قدر رسد بھیجی گئی ہے۔

برلن کا تار۔ ۶ برطانی۔ ایک جرمن اور ایک اور ہوا باز برف کے نیچے دب کر مر گئے۔ سیکڑوں فرقہ سارا دن برف کھودتے رہے۔ تب کہیں ان کی نعشیں برآمد ہوئیں۔

ولایت کی ایک عدالت میں ایک سپاہی کی

موت پر یہ عجیب بات معلوم ہوئی - کہ دوران جنگ
میں اس سپاہی کی پیٹھ پر ایک زخم لگا تھا + اس
کے بعد اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی - اور عین اسی
موقعہ پر جہاں سپاہی کے زخم تھا - لڑکی کی پیٹھ پر
ایک سوراخ تھا - اور جب کبھی اس کے باپ کے
زخم میں تکلیف ہوتی تھی - تو لڑکی بھی درد محسوس
کرتی تھی +

آکسفورڈ یونیورسٹی سے عنقریب ایک جماعت
عراق عرب روانہ ہونے والی ہے - تا کہ وہ باغ
عدن (مسکن آدم وحوا) کی تلاش کرے + علاقہ ماورائے
یردون میں ایک وادی ہے - جہاں ایک قدیم
شہر دریافت ہوا ہے +

بادشاہ سلامت نے اس تجویز کو منظور فرمالیا
ہے - کہ ہندوستان کے جدید پایہ تخت کا نام "نئی دلی"
رکھا جائے +

باشندگان بمبئی کی طرف سے سال نو کی تقریب
پر ملک معظم اور ملکہ معظمہ کو مبارک باد کا پیغام
بھیجا گیا تھا + اس کے جواب میں بادشاہ سلامت
نے اظہار خوشنودی اور شکریہ ادا کیا ہے +

مسٹر سکا تواله جو ایک ہندوستانی اور پارلیمنٹ
انگلستان کے ممبر ہیں - ۱۴ جنوری تک ہندوستان
آنے والے ہیں + آپ پورے بیس سال کے بعد
یہاں آئیں گے - اور تمام بڑے بڑے شہروں کی
سیر کریں گے +

سیٹھ عبداللہ ہارون نے اسمبلی میں تین قراردادیں
پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے - پہلی قرارداد کراچی اور
راولپنڈی کے کارخانوں کو بند کرنے کے احکام
ملتوی کرنے کے متعلق ہے + دوسری حاجیوں کی
تکالیف اور ان کے لئے آسانیاں بہم پہنچانے
کے متعلق - اور تیسری کارڈوں اور لفافوں کی قیمت پر ا
ایک پیسہ اور دو پیسے کرنے کے باب میں ہے +

اکولہ میں صوبجات متوسط و برار کی لیڈیز کانفرنس
ہوئی + متعدد قراردادیں پاس ہوئیں - جن میں
صوبجات کے اندر زنانہ انجمنیں قایم کرنے - سودیشی
صنعت کو فروغ دینے - چرخہ رائج کرنے - ابتدائی
تعلیم لازمی کرنے - پرائمری اسکولوں کی استانیوں
کی تنخواہیں بڑھانے - انجمن ہائے امداد باہمی قایم کرنے
اور بچوں کے رکھ رکھاؤ اور تربیت پر زور دیا گیا
فضول تصویروں اور ڈراموں سے پرہیز - یتیم خانوں
اور بیوہ آشرموں کے قیام اور ہندی عورتوں کی
یونیورسٹی کی تجویز کی حمایت کی گئی + اس کانفرنس میں
یہ بھی فیصلہ کیا گیا - کہ آل انڈیا لیڈیز کانفرنس پونا
کے اجلاس میں خواتین نمائندے بھیجی جائیں + اکولہ
کی خواتین نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے
کے لئے بہت سرگرمی کا اظہار کیا ہے +

سوامی شردھانند کے قتل کے سلسلے میں پولیس
بہت سرگرمی سے تحقیقات کر رہی ہے + ملزم کو
دوبارہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا - اور عدالت
سے بغرض تحقیقات ایک ہفتے کی اور مہلت لی
گئی + معلوم ہوا ہے - کہ سوامی جی کے قتل کے سلسلے

میں خواجہ حسن نظامی کے مکان کی تلاشی لی گئی۔ مگر کوئی لایق شک چیز برآمد نہ ہوئی۔ خواجہ صاحب نے پولیس کے روبرو جو بیان دیا ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی بے گناہی اور جرم سے لاعلمی ظاہر کی ہے۔

سربرآوردہ ہندو رہناؤں نے سوامی شردھانند کی یادگار قائم کرنے کے لئے اپنی قوم سے دس لاکھ روپے کی اپیل کی ہے۔ اس میں سے آدھا روپیہ چھوت چھات دور کرنے پر صرف کیا جائے گا۔ کیونکہ سوامی شردھانند کو اس مسئلہ سے خاص لگاؤ تھا۔

نوروز کے موقع پر بادشاہ سلامت کی طرف سے حسب معمول فہرست خطابات شائع ہوئی ہے۔ اس میں پنجاب کے خاص خاص نام مع خطابات حسب ذیل ہیں:۔

مسٹر اے لینگلے سی ایس کمشنر لاہور کو سی ایس آئی۔ مسٹر ڈی ملنے ڈائرکٹر زراعت پنجاب کو سی آئی ای۔ شیعہ مجتہد مولوی سید علی الحائری صاحب لاہور کو شمس العلماء۔ خان صاحب میاں عبدالعزیز ڈپٹی کمشنر پنجاب۔ خان صاحب شیخ اکرام الحق قریشی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پنجاب اور ملک محمد حسین صدر میونسپلٹی لاہور کو خان بہادر۔ مولوی برکت علی اسسٹنٹ رجسٹرار انجمن امداد باہمی پنجاب۔ اور مولوی محمد دین ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول لاہور کو خان صاحب کے خطابات عطا کئے گئے۔

ان کے علاوہ مہاراجہ ویلا کو کے سی آئی اِنربیل مسٹر ڈبلیو پی بارٹن سی ایس ریزیڈنٹ مقیم حیدرآباد کو سی آئی ای اور رانی مہاناکماری دیوی پوتھا راج شاہی بنگال کو مہارانی کا خطاب عطا کیا گیا۔

پنجاب میں سردار جگندر سنگھ وزیر زراعت و سکوات۔ مسٹر منوہر لال بیرسٹرایٹ لا وزیر تعلیم صنعت وحرفت اور ملک فیروز خاں بیرسٹرایٹ لا وزیر میونسپل کمیٹی و ڈسٹرکٹ بورڈ۔ حفظان صحت و تعلیم طبی و شفاخانجات مقرر کئے گئے۔

۴ جنوری کی سہ پہر کو پنجاب کونسل کا اجلاس ہوا۔ اور کونسل کا صدر منتخب کرنے کا اعلان کیا کیا گیا۔ کونسل کی صدارت کے لئے خان بہادر چودھری شہاب الدین اور خان بہادر شیخ عبدالقادر امیدوار تھے۔ رائے زنی تحریری ہوئی یعنی جس ممبر نے جس امیدوار کے حق میں رائے دینا چاہی اس نے ایک کارڈ پر اس کا نام لکھ کر مسٹر کنگ عارضی صدر کو دیدیا۔ رائے شماری پر چودھری صاحب کے حق ۵۹ اور شیخ صاحب کے حق میں ۲۹ ووٹ نکلے۔ اس پر مسٹر کنگ نے اعلان کر دیا۔ کہ چودھری صاحب باقاعدہ صدر منتخب ہوگئے۔ بعدازاں مسٹر کنگ کرسی صدارت سے اتر آئے۔ اور چودھری صاحب صدارتی کرسی پر بیٹھ گئے۔

مسرز حیات برادرس (لاہور) کے فرنیچر کے گودام میں آگ لگ گئی۔ تقریباً ۵ لاکھ کا نقصان ہوا۔ آگ لگنے کا سبب ہنوز معلوم نہیں۔

دولت مند ہونے کا سنہری موقعہ

جائداد ضائع ہو جاتی ہے۔ ملازمت چھوٹ جاتی ہے۔ روپیہ خرچ ہو جاتا ہے۔ اور بیچاری ہندوستانی مستورات کو تو علم جیسی عظیم الشان دولت بھی فاقہ کشی سے نہیں بچا سکتی۔ مگر دستکار خاتون نہ صرف اپنی عزت و آبرو بلکہ اپنے عزیز و اقارب کو بھی دستکاری اور تجارت میں اپنا مددگار بنا کر افلاس سے بچا سکتی ہے۔ پس اس سے بہتر کوئی جائداد نہیں کہ آپ خود بھی اور اپنی اولاد کو بھی دستکاریاں سکھا دیں جس کے واسطے بہترین ذریعہ رسالہ دستکاری اپنے نام جاری کرا لینا ہے۔ جو لوہار نجار دھوبی درزی کا کام نہیں بلکہ انگلینڈ امریکہ جرمنی جاپان کی قیمتی دستکاریاں سکھاتا ہے یقین نہ ہو تو ایک پرچہ بطور نمونہ ۸ر میں منگوا کر دیکھ لو۔ اگر پہلا ہی پرچہ دو روپیہ روزانہ کمانے کے قابل نہ بنا دے تو اس کے مستقل خریدار ہو جیئے ورنہ ۸ر بھی واپس منگوا لینا۔ سالانہ چندہ پانچ روپیہ ۶ ماہ سے ۳ر ۳ ماہ ۱۲ر

المشتہر۔ منیجر رسالہ دستکاری چاندنی چوک دہلی

آئین حکومت ہند

اچھے اچھے تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی معلوم نہیں۔ کہ ہندوستان پر برطانیہ کس طرح حکومت کر رہا ہے۔ صوبوں کی گورنمنٹ۔ ملک کی گورنمنٹ اور امپیریل گورنمنٹ کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ جدید اصلاحات کیا چیز ہیں۔ کونسلوں کو کیا اختیارات حاصل ہیں۔ کوئی قانون کس طرح پاس ہوتا ہے۔ وغیرہ۔ اس طرح کی تمام ضروری اور اہم باتیں نہایت پر لطف انداز میں اور بہ تفصیل اس کتاب میں درج کی گئی ہیں۔ اس کا مطالعہ ہر نوجوان کے لئے نہایت ضروری ہے +

قیمت عہ ۱۲ آر

ملنے کا پتہ

دفتر تہذیب نسواں لاہور

ان کے علاوہ بہار آگرہ ڈیاٹو اے۔ ی ... ج ۱۳: اعلان ... نے دو ... تہذیب

جلد ۳۰ | لاہور۔ ہفتہ۔ ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۳

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ۔ ۱ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

ٹوٹا ہوا دل جڑ گیا

حسن کے بادشاہ کو تاج مل گیا۔ اب اس کا چہرہ تمام نگاہوں کا مرکز اور اس کے حسن کی تجلیاں دلوں میں پیوست ہو رہی ہیں

پری جمال صابن (رجسٹرڈ)

کیا ہے۔ یہ حسن کا بادشاہ ہے۔ جو اپنی پیاری رنگت اور مست کر دینے والی خوشبو سے دنیا کو خوش کرتا ہے۔ یہ چھائیوں اور مہاسوں کا قاتل دشمن ہے۔ ان سب کو دفع کر کے اپنے حسن کی تجلیاں چہرے اور بدن پر چمکا دیتا ہے۔ اور جلد کو مخمل کی مانند ملایم کر دیتا ہے + فی بکس تین ٹکیہ مع ایک صابن دانی ایک روپیہ +

زنانہ سنگھار بکس (رجسٹرڈ)

یہ بکس مستورات کی زینت بڑھانے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اس وصلی کے بکس میں پانچ چیزیں اور ایک انعام ہے + (۱) پری جمال صابن ایک ٹکیہ۔ (۲) پری بہار آئیل ۲ تولہ۔ (۳) پان کی بہار ایک ٹکیہ۔ (۴) خوشبودار مسی ایک تولہ۔ (۵) صابن ایک ٹکیہ اور ۶ ماشہ سرمہ نور نظر مفت۔ فی بکس عہ/

پتہ:۔ **حکیم محمد یعقوب خاں مالک دواخانہ نورتن دہلی**

گیسو دراز پوڈر

یہ پوڈر بالوں کو گھنا اور چمکدار کرنے میں اپنی نظیر آپ ہے۔ بالوں کو گرنے سے بچاتا ہے اور قبل از وقت سفید نہیں ہونے دیتا + آزمائش شرط ہے

قیمت ۱۰ پیکٹ عہ/ محصول ڈاک ذمہ خریدار + ایک آنے کا ٹکٹ بھیج کر نمونہ مفت طلب کریں

دی آرمی کوا ٹو پریٹو سٹورز۔ بیڈن روڈ۔ لاہور

ترکی میں مذہبی اصلاحات

(از محترمہ ب - خ - ن صاحبہ)

ترکان احرار اپنی نادانی اور جہالت سے اسلامی مسائل
کے ساتھ جو سلوک کر رہے ہیں۔ اس سے مسلمانان ہند
جو اپنے آپ کو اسلام کے سب سے بڑے خیر خواہ سمجھتے
ہیں۔ خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ ترکوں
سے آشنا بھی کہنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ کہ وہ اس لامذہبی
اور بے دینی کی رَو میں کیوں بہے جا رہے ہیں۔ کہاں
ہیں ہندوستان کی خلافت کمیٹیاں جو خلافت کے استحکام
اور حفاظت کے لئے وجود میں آئی تھیں۔ جو خلافت پر
اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا دعویٰ کرتی تھیں۔ وہ دیکھیں
کہ ترکوں نے نہ صرف خلافت کو مٹا دیا۔ بلکہ اسلام کے دیگر
مسائل پر بھی ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ کیا خلافت کمیٹیوں
کا یہی کام تھا۔ کہ خلافت کے نام سے غریب مسلمانوں کی
جیبیں خالی کرا کر کچھ اپنے مصرف میں لائیں۔ اور کچھ ترکوں
کو پہنچا دیں؟ اگر نہیں۔ تو انہیں چاہئے۔ کہ اب اپنی توپوں
کے دہانے ترکوں کی طرف پھیر دیں۔ جو عیسائی حکومت
سے بھی زیادہ نہ صرف خلافت کو بلکہ اسلام کو بھی نقصان
پہنچا رہے ہیں۔

ترکوں کا اسلام بتا دینے کے بعد میں اب یہ لکھنا چاہتی
ہوں۔ کہ ترکوں کی حمایت کیوں کی جاتی ہے۔ میرے
نزدیک تو ترکوں کے ہندوستانی حامی تین وجوہات کے
سبب ان کی حمایت کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ آج کل لوگ
بے جا آزادی کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ اسلام
نے جو حدود مقرر کی ہیں۔ ان کو بھی توڑ کر غیر مسلم اقوام
کی تقلید میں وہ سب کچھ کیا جائے۔ جو وہ کر رہی ہیں۔
اس قسم کے لوگوں کا مسلمانوں میں پیدا ہونا اردگرد کے
اثرات کا نتیجہ ہے۔ اور خاص کر یورپ کی فیشن پرستی کا۔
چونکہ یورپ کو دنیا کے خیال پر ایسی حکومت ہے جو مسمریزم
سے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے طبائع خود بخود اس
کے تمدن کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔ اس کا اندازہ
اس سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ممالک جو اسلامی
کہلاتے ہیں۔ وہ بھی یورپ کی تہذیب کے اثر سے
اسلامی احکام کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

دوم وجاہت کا اثر ہے۔ یعنی ترک کا ایک اسلامی حکومت
ہونے کی وجہ سے ہند کے مسلمانوں پر ان کی وجاہت
کا بڑا اثر ہے۔ اور وہ اسی سبب سے ترکوں کو اسلام
کے حامل اور اسلامی احکام کے پابند قرار دیتے ہیں۔
یاد رکھنا چاہئے۔ کہ دنیا میں وجاہت کا بڑا اثر ہوتا
ہے۔ ہندوستان میں ہی دیکھ لو۔ قومی لیڈروں کو وجاہت
حاصل تھی۔ لیکن انہوں نے ایک وقت (ترک موالات
اور تحریک ہجرت) میں کس طرح قوم کو تباہ کیا؟ اچھے
خاصے سمجھدار شخص ان کی وجاہت کے اثر سے ان کی
باتوں کو مان گئے۔ جس راستے پر انہوں نے چلایا۔ اسی
راستے پر چلنے کو تیار ہو گئے۔ ماحصل یہ کہ ترکوں کی وجاہت
کے سبب ہند کے مسلمان ان کی کسی تبدیلی کو برا نہیں
جانتے۔ جس بات کو وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ بھی ٹھیک
کہہ دیتے ہیں۔ اور جس کو وہ برا کہتے ہیں۔ یہ بھی برا کہہ
دیتے ہیں۔

بعض لوگ واقع میں ترکوں کی ان تبدیلیوں سے کڑھتے ہوں گے۔ لیکن ان کی وجاہت کے اثر سے اور ان کو اپنے مسلمان بھائی جان کر اپنے خیالات میں تبدیلی کر لیتے ہوں گے۔ کہ واقع میں یہ بات یونہی اچھی ہوگی۔

سوم چونکہ مسلمان یورپ کے اثر سے دن بدن لامذہبی کی رَو میں بہے جا رہے ہیں۔ لہٰذا یہ تو کسی کی طاقت نہیں۔ کہ مغربی رَو میں بہے جانے سے لوگوں کو بچایا جائے بلکہ کوشش یہی کر رہے ہیں۔ کہ اسلامی مسائل ہی کو نئی روشنی کے ماتحت رکھا جائے۔ اس لئے وہ سوچ سوچ کر اس کے جواز کے لئے کوئی ایسا حیلہ تلاش کرتے ہیں۔ جس سے ثابت کر دیا جائے۔ کہ اسلام کی فلاں بات کو چھوڑ دینے میں کوئی ہرج اور کسی مذہب کی فلاں بات کو اختیار کرنے میں کوئی برائی نہیں۔ حالانکہ اگر ایسی دلیلوں سے اسلام نہیں چھوٹ سکتا۔ تو وہ دن بھی دُور نہیں۔ جب ہندوستان میں بھی کوئی مغربی تقلید کا شیدائی مسلم اسی دلیل سے یہ ثابت کر دے گا۔ کہ پردہ سے مراد خدائے تعالیٰ کی بے پردہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے مراد اُس وقت کی ضروریات کا پورا کرنا تھا۔ اور بعض فسادوں سے بچنا تھا۔ تو عالم اسلام کہے گا۔ سبحان اللہ کیا نکتہ نکالا ہے! اور اگر اس نے یہ کہہ دیا۔ کہ سود سے مراد بھی وہی قرض ہے۔ جو مصیبت زدہ لیتا ہے۔ اس کو بے شک بغیر سود کے دینا چاہئے۔ لیکن جو روپیہ لوگ تجارت اور جائداد کے بڑھانے کے لئے لیتے ہیں۔ اس پر کیوں قرض دینے والا نفع نہ لے۔ یہ سود نہیں۔ تو سب لوگ کہیں گے۔ کہ واہ واہ کیا پُرحکمت بات نکالی ہے۔ اگر ایسا ہو جائے۔ تو کیسی خطرناک بات ہوگی۔ اسلام جو تیرہ سو سال سے بالکل محفوظ چلا آیا ہے۔ اس کی شکل اس طرح بدل جائے گی۔ کہ آہستہ آہستہ اسلام کے ہر ایک حکم پر یہ خیال پیدا ہو جائے گا۔ کہ اس کے چھوڑنے میں کوئی ہرج نہیں اور نتیجہ یہ رہ جائے گا۔ کہ اسلام برائے نام ایک بدلی ہوئی صورت میں دنیا میں قایم ہو جائے گا۔ اور جس طرح عیسائیت نے یورپ کو تباہ کیا ہے۔ اسی طرح مسلمان بھی روشنی کے جامے میں اسلام کو تباہ کر دیں گے۔

مذکورۂ بالا سے معلوم ہو گیا۔ کہ ترکوں کی مذہبی تبدیلیوں کے حامی کس لئے ان کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اسلام کی حقیقت سے واقف ہیں۔ وہ کبھی بھی ان تینوں حالات سے متاثر ہو کر اسلام کو اس کے الٹ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ خواہ ان کے حامی ان تبدیلیوں کے جواز کے لئے کتنی پُرحکمت باتیں بنا لیں۔

بہن صاحبہ نے ترکوں کی جو باتیں بیان کی ہیں ان سب پر یہ کہا ہے۔ کہ اگر انہوں نے یہ کر لیا۔ تو کیا ہوا؟ چنانچہ پردے کے متعلق بھی انہوں نے یہ کہا ہے۔ کہ وہ اگر چار دیواری سے نکل آئیں۔ تو انہوں نے کیا بُرا کیا؟ میں اپنی قابل بہن کی توجہ ایک نامہ نگار کی چٹھی کے اقتباس کی طرف مبذول کراتی ہوں۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ "جب میں ترکی میں آیا تھا۔ تو خواتین نقاب پوش تھیں۔ اور آنکھوں کا نظر آنا بھی مشکل تھا مگر آج وہ بالکل بے پردہ ہیں۔ وہ ہونٹوں کو ارغوانی رنگ میں رنگتی ہیں۔ گالوں اور پلکوں میں رنگ آمیزی

کرتی ہیں۔ بال کٹواتی ہیں۔ گردن کھلی رکھتی ہیں۔ اور
چست فراک پہنتی ہیں۔ گھٹنوں تک موزے رکھتی ہیں۔
وہ علانیہ سگرٹ پیتی ہیں۔ کھلے بندوں ہوٹلوں میں پہنچتی
ہیں۔ رات رات بھر مجلس رقص گرم رکھتی ہیں۔ اور مردوں
سے بے دھڑک باتیں کرتی ہیں۔"

میں بہن صاحبہ سے دریافت کرتی ہوں۔ کہ کیا یہ
آزادی اسلام کے اس حکم سے باہر آنے کا نتیجہ نہیں
جس کو بہن صاحبہ نے چار دیواری سے تشبیہ دی ہے؟
پردہ ایک اسلامی حکم ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔
اسلام نے طبقۂ اناث کو خاص عزت دے رکھی ہے۔ وہ
ان کے متعلق یہ نہیں کہتا۔ کہ وہ شیطان کا دروازہ ہیں۔ اور
نہ وہ یہ کہتا ہے۔ کہ وہ ایک بدی اور خوب صورت بلا ہیں۔
مگر باایں ہمہ وہ ان کو اتنا بھی کھلا نہیں چھوڑتا۔ کہ وہ جس
سے چاہیں۔ اس سے آزادی سے خلا ملا کرتی پھریں۔
جیسا کہ ثابت ہے۔ اسلام فطرت کے مطابق ہے۔ خواہ
کوئی کتنی ہی حرف گیری کرے۔ پھر بھی اس کی تعلیم ایسی
بے پردگی اور بے شرمی سے بڑے زور کے ساتھ روکتی ہے۔
اسلام کا اس بارے میں یہ حکم ہے۔ کہ "وہ اپنی نگاہیں نیچی
رکھیں۔ اور اپنے زینت کے مقامات کو چھپائیں" جن میں
سے ضروری چہرہ ہے۔ لیکن آج کل جو نئی روشنی کے دلدادہ
اس کو چھپنے والی چیزوں سے تصور نہیں کرتے۔ ان کو
معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ساری خوبیوں۔ اور نیکی بدی کی جڑ
بنیاد تو چہرہ ہی ہے لیکن اگر اس کو نہ چھپایا۔ تو پھر کیا
خاک چھپایا؟

سے نہ تو دنیاوی پیشوں اور کاموں میں خلل واقع ہوتا
ہے۔ نہ اس کی پابندی سے عورتوں پر جبر عائد ہوتا
ہے۔ اور اس قسم کا پردہ عورت ذات کے لئے ازبس
ضروری ہے۔ لیکن ٹرکی نے یا تو اسلامی پردہ کی بھیانک
صورت پیش کی۔ جو سراسر اسلام کے خلاف تھی۔ یا
اس نے نکل کر یہ تنزل اختیار کیا۔ کہ بالکل یورپ کی
غلامی اختیار کر لی۔ اور اسلامی پردہ کی شکست کا اعتراف
عملاً کر دیا۔ میں نہیں سمجھ سکتی۔ کہ ترکی عورتوں نے چہرہ
سے نقاب اتار کر کونسی نئی ترقی کر لی۔ جو نقاب میں
نہیں کر سکتی تھیں۔ اور کونسی ایسی ترقی کی ہے۔ جس کی
نظیر اسلام میں پہلے نہیں ملتی۔ مگر نہیں ہم دیکھتے ہیں
کہ بے شمار واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ کہ امہات
المومنین نے بارہا پردہ میں بیٹھ کر مردوں سے مسائل دینیہ
پر گفتگوئیں کیں۔ بہت سی معتبر حدیثیں قرآن کریم کی تفسیر میں
حضرت عائشہؓ سے روایت ہوئی ہیں۔ پھر حضرت رابعہ
بصریؒ اسلامی پردہ کو ملحوظ رکھ کر بڑے بڑے عالموں کو
درس دیتی تھیں۔ اور اسی طرح صحابہ کرام کی عورتیں
میدان جنگ میں کام کرتی تھیں۔ اور پھر ان کے بعد
زبیدہ خاتون۔ نورجہاں۔ زیب النساء اتنی عالم فاضل
ہوئیں۔ ان سب نے پردہ میں رہ کر اتنی ترقی حاصل کی۔
یہ تو خیر گزشتہ زمانے کا ذکر ہے۔ مگر آج مسلمان عورتوں
نے بھی اس میں کمی نہیں کی۔ ہماری کتنی ایک بہنوں
نے بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اور
جس قسم کی ترقی انہوں نے چاہی حاصل کی۔ اور یہ

حقیقت حال یہ ہے۔ کہ یہ سب کچھ یورپ پرستی کے لئے بہانہ ہے۔ مگر ہمارے لئے وہ دن ماتم کا ہوگا۔ جب ہمارے ملک کی عورتیں ننگے سر سڑکوں پر گشت لگاتی نظر آئیں گی۔ ہماری تو یہ دعا ہے۔ کہ خدا ہم کو اس ترقی سے بچائے۔ جس میں ہم سے شعار اسلامی مفقود ہو۔ اور اسی تنزل میں رکھے جس میں ہم اپنے مذہب کے زریں اصول پر کاربند رہیں۔ آمین!

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مذہب اسلام کا کوئی حکم غیر ضروری نہیں۔ ایک ڈاکٹر کہتا ہے۔ کہ تم بارہ بجے تک لیٹے رہو۔ اور آرام کرو۔ تو ہم کبھی یہ نہیں کہتے۔ کہ ساڑھے گیارہ بجے تک کیوں نہ لیٹیں؟ یا وہ ایک دوا کے سات قطرے بتاتا ہے۔ تو ہم کبھی یہ نہیں کہتے۔ کہ پانچ کیوں نہیں۔ یہ تفاصیل ہیں۔ جن کو تجربہ بتاتا ہے کہ اس قدر تعداد ضروری ہے۔ پس مذہب کے کسی چھوٹے سے حکم کو بھی معمولی کہہ کر نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ جیسے کہ بعض بے باک کہہ دیتے ہیں۔ کہ کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ جائے گا؟ وہ جانتے ہیں۔ کہ یہ ایک چلو نہیں رہے گا۔ بلکہ بہت بڑھ جائے گا۔ کیونکہ انسان ایک مقام پر نہیں ٹھہر جائے گا جیسا کہ ترکوں کی زندہ مثال ہمارے آگے موجود ہے۔ کہ ایک خلافت کو جس کو وہ ایک مذہبی رکن جانتے تھے۔ اُڑا دینے سے آہستہ آہستہ مذہب سے دور ہوتے چلے گئے۔ اور اب کہاں آ گئے ہیں۔ اور آئندہ معلوم نہیں۔ کہ کہاں جائیں گے۔ پس یہ خیال بالکل ہلاک کر دینے والا ہے۔ کہ مذہب کے کسی چھوٹے سے حکم کو [illegible]

انسان کی صحت کا ہی سوال لو۔ اگر اس کے متعلق یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ ایک چھوٹی سی بدپرہیزی اور حفظ صحت کے قانون سے بے پروائی کا نتیجہ یہ تو نہیں ہوگا۔ کہ ہلاک ہو جاؤں گا۔ اس لئے اس کی پروا نہ کروں۔ اس طرح وہ تھوڑی سی علالت نہ رہے گی۔ بلکہ رفتہ رفتہ اپنی صحت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اس کا سبب وہی ابتدائی بے پروائی ہوگی یہی حال مذہب اور روحانیت کا ہے۔ ابتداءً انسان چھوٹی باتوں کو غیر ضروری سمجھتا ہے۔ اور یقین کر لیتا ہے۔ کہ یہ معمولی بات ہے۔ اس کا مذہب کے اصولوں سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر اس پر قایم نہیں رہتا۔ آخر مذہب سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حالت کا اثر قوم پر بھی پڑتا ہے۔

پھر بہن صاحبہ نے اپنے مضمون کے اخیر میں یہ لکھا ہے۔ کہ ہمارے علماء ترکوں پر کفر اور بے دینی کے فتوے لے کر دوڑے ہوں گے۔ مگر آخر وہ مسلمان ہیں۔ جو بہن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے۔ وہ ہمارے نزدیک مسلمان متصور ہونی چاہئے پہلی بات کا تو یہ جواب ہے۔ کہ آپ مطمئن رہیں۔ کہ کفر و بے دینی کا نشانہ علماء کی طرف سے ہند کے مسلمانوں پر ہی ہوتا ہے۔ ترکوں پر نہیں۔ کیوں نہ ہو وہ بھی تو ان کی وجاہت کے اثر میں ہیں۔ اور اگر ان پر بھی ہو۔ تو ان کی وہاں سنتا کون ہے؟ بس یہ معاملہ تو صاف ہوا۔ باقی رہی دوسری بات۔ تو اس کے متعلق بھی عرض کافی ہے کہ [illegible]

کے دوران میں سوامی شردھانند نے فرمایا۔ کہ میں لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں۔ اور وہابی بھی اس کے قائل ہیں۔ اس بنا پر میں بھی وہابی مسلمان ہوں۔ کیا بہن ہاجرہ بیگم جن کا عقیدہ ہے۔ کہ مسلمان ہونے کے لئے صرف لاالہ الا اللہ کا اقرار کافی ہے۔ تو وہ سوامی شردھانند صاحب کو بھی مسلمان قرار دیتی ہیں۔ یا نہیں؟ اگر نہیں۔ تو کیوں؟ جبکہ انہوں نے علی الاعلان اقرار کیا ہے۔ کہ وہ بھی لاالہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ اگر مسلمان ہونے کے لئے صرف یہ اقرار کافی ہے۔ اور اس کے ساتھ کسی اَور احکام کا ماننا ضروری نہیں۔ تو پھر نہ صرف سوامی شردھانند جی کو مسلمان کہنا پڑے گا۔ بلکہ اَور بھی بے شمار لوگ ایسے ہوں گے۔ جو مسلمان کہلا سکیں گے۔ حالانکہ وہ بھی سوامی جی کی طرح اسلام کے سخت مخالف نکلیں گے۔ (باقی آیندہ)

زکام و کھانسی

(سلسلے کے لئے دیکھو تہذیب صفحہ ۲۸)

میں اپنے کسی پہلے مضمون میں لکھ چکا ہوں۔ کہ دھوپ کی روشنی دق کے کیڑوں کے لئے مہلک ہے۔ مگر اس طرح۔ کہ سیدھی جسم پر پڑے۔ اور کسی شیشے میں سے ہو کر نہ آئے۔ کیونکہ "الٹرا وائلٹ ریز" (خاص قسم کی شعاعوں کا نام ہے۔) جو سورج کی روشنی یا دھوپ میں موجود ہوتی ہیں۔ اور جو کیڑوں کو مارتی ہیں۔ وہ شیشے [illegible]

حیران ہوں گی۔ مگر ان کرنوں کو کوئی انسان آنکھوں کے ذریعے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ خاص آلات کے ذریعے سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔ دوپہر کے وقت یہ کرنیں زیادہ مقدار میں دھوپ میں موجود ہوتی ہیں۔ مگر زیادہ دیر تک چمڑے پر یا چہرہ پر دھوپ نہیں پڑنے دینا چاہئے۔ ہاں اگر کپڑے پہنے ہوئے ہوں۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اسی طرح آکسیجن اور نائٹروجن کی گیسیں بھی ان کیڑوں کے لئے مہلک ہیں۔ اور دوسرے آکسیجن پھیپھڑوں کو طاقت دیتی اور ان کی گندگیوں کو جلاتی اور صاف کرتی ہے۔ اور اس طرح ان کیڑوں کا سدباب کرتی ہے۔ آب و ہوا میں یہ دونوں گیسیں موجود ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا۔ کہ لمبے اور گہرے سانس لینے سے ہم نسبتاً زیادہ مقدار ان گیسوں کی اندر لے جا سکتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے پھیپھڑوں کو طاقت بخش سکتے ہیں۔ اور بیماری کا دفعیہ کر سکتے ہیں۔ یہ ہیں قدرتی علاج۔ جن پر نہ کچھ خرچ آتا ہے۔ اور نہ تکلیف ہوتی ہے۔ مگر اکثر لوگوں کو مفت چیز کی قدر نہیں ہوتی۔

اب میں مصنوعی علاجوں کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ سائنس دانوں نے بہت سے تجربوں کے بعد اس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ مچھلی کے تیل کے اندر وہی سورج والی "الٹرا وائلٹ ریز" کا اثر موجود ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ مقید کرنیں ہیں۔ جو وہی [illegible]

مقدار ہیں + اس کے علاوہ اس تیل میں کئی اَور مفید اجزاء اور وٹیامن موجود ہیں۔ جو انسان کے بدن۔ ہڈی چمڑے۔ پٹھوں۔ گوشت اور اعضائے رئیسہ کے لئے بہت مفید ہیں + خاص طور پر پھیپھڑوں کے لئے بہت مفید ہے + سردیوں کے موسم میں جہاں تک ممکن ہوسکے۔ اس کا برابر استعمال جاری رکھو۔

مگر واضح ہو۔ کہ اگر کھانسی ہوگئی ہو۔ تو اس کو دور کرنے کے لئے یہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ پھیپھڑوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اور اس طرح کھانسی کے مرض کو دور رکھتا ہے + میں ہر ماں سے سفارش کروں گا۔ کہ بچوں کے لئے اس سے بڑھ کر اَور کوئی تریاق نہیں ہے + اب بہت قسم کے ایسے کاڈلیور آئل مل سکتے ہیں۔ جن میں بدبو نہیں ہوتی۔ اور ان میں اَور اشیاء ملا کر ان کا مزہ اچھا کر دیا جاتا ہے + بچے اسے خوشی سے پیتے ہیں + جو بچے موسم سرما میں اسے متواتر استعمال کرتے ہیں۔ وہ اکثر تندرست و توانا۔ موٹے تازے اور پھیپھڑوں کی بیماری سے بچے رہتے ہیں + اسی طرح جوان مرد و عورت بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اب میں ایک اَور دوا کا ذکر کرتا ہوں جس کے متعلق میرا ذاتی تجربہ بھی ہے + تین سال ہوئے۔ کہ مجھے کالج میں مرض انفلوئنزا ہوگیا + خیر کالج کے ڈاکٹر سے علاج کرایا۔ چند دنوں میں اچھا ہوگیا۔ مگر کھانسی بدستور رہی۔ اور بڑھتی رہی + ڈاکٹر نے اپنے تمام نسخے ختم کردیئے۔ مگر وہ اچھی نہ ہوئی + ایک رات مجھے [illegible]

خون آگیا + ڈاکٹر کو شبہ پڑا۔ کہ کہیں دق کا مرض نہ ہوگیا ہو۔ چنانچہ خورد بین کے ذریعے اس نے میرے بلغم کا امتحان کیا۔ تو تپ دق کے کیڑے مطلقاً موجود نہ تھے + تب خیال ہوا۔ کہ کھانسی کے زور کی وجہ سے سانس کی نالی میں کوئی ننھی شریان پھٹ گئی ہوگی۔ جس سے یہ خون نکلا + میں ناامید سا ہوگیا + اس وقت خوش قسمتی سے ایک اخبار میں مجھے ایک شخص کا خط پڑھنے کا موقع ملا جس کو اسی طرح کھانسی ستاتی تھی اور ایک خاص دوا سے اسے آرام کلی ہوگیا تھا + اس دوا کا نام کریمولشن (Creomulsion) ہے۔ چنانچہ میں نے فوراً ایک دواخانے سے دوا خرید کر استعمال کرنی شروع کی + بہنو! آپ یقین کریں کہ ایک ہفتے کے استعمال سے میری کھانسی بالکل کم ہوگئی۔ اور دوسرے ہفتے کے بعد بالکل جاتی رہی + میں نے حفاظتاً ایک بوتل اَور استعمال کی + اس موسم سرما میں مجھے پھر کھانسی کی تکلیف نہ ہوئی + اب بھی جب کبھی زکام یا کھانسی ہوجاتی ہے۔ تو میں اسے استعمال کرتا ہوں۔ اور تین دن سے لے کر ایک ہفتہ میں بفضلہ بالکل آرام ہوجاتا ہے + یہ دوا نہ صرف کھانسی بلکہ زکام اور پرانی کھانسی۔ برانکائیٹس تپ دق کے آغاز۔ نمونیا کے شروع میں بھی استعمال کرنی بہت مفید ہے + اس کے استعمال سے پہلے پہلے چند دست آجاتے ہیں۔ کیونکہ اس میں قبض کشا دوائیں ہیں۔ اس لئے گھبرا نہ جائیں۔ بلکہ دوا کو جو میٹھے شربت [illegible] وقفے سے

پیا کریں ٭

واضح ہو۔ کہ جب بیماری دور ہو جائے۔ تو فوراً دوا چھوڑ نہیں دینی چاہئے۔ کیونکہ بیماری کے جرم یا کیڑے ابھی اچھی طرح مرنے نہیں پاتے ٭ اگر اس وقت دوا بند کر دی جائے۔ تو ممکن ہے۔ کہ پھر ذرا سی بے احتیاطی سے مرض عود کر آئے۔ اس لئے ہفتہ عشرہ بعد میں بھی دوا کا استعمال جاری رکھیں۔ مگر مقدار کم کر دیں اور درمیان کا وقفہ بڑھا دیں ٭ یہ دوا امید ہے۔ کہ بڑے بڑے انگریزی دواخانوں سے مل سکے گی ممکن ہے۔ کہ اس قسم کی اَور دوائیں موجود ہوں۔ مگر چونکہ یہ دوا میرے تجربے میں آ چکی ہے۔ اس لئے آپ کو آگاہ کرنا ضروری سمجھا ٭

مگر یاد رکھئے۔ کہ مرض سے بچنا ہمیشہ مرض کے علاج سے بہتر ہے ٭ اپنی صحت اور جسمانی حالت ایسی رکھیں اور ایسی تدبیریں استعمال کریں۔ کہ مرض آپ کو لاحق ہی نہ ہو۔ نہ کہ بعد میں مرض سے تکلیف اُٹھائیں اور خرچ الگ ہو۔ اور ممکن ہے۔ کہ وہ مہلک بھی ثابت ہو ٭ والسلام

خاکسار ممتاز احمد فاروقی۔ از امریکہ

ہماری مادری زبان

تہذیب مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء میں تعلیم نسواں دہلی (کانفرنس اصلاحات) کے زیر عنوان جو بحث درج تھی۔ اور اس پر مسیحر صاحب قبلہ کا جو نوٹ تھا۔ ان کو پڑھ کر بیگم عبداللہ جان صاحبہ نے چاہا تھا۔ کہ بریلی کی انجمن تہذیب کا جلسہ جلد منعقد کیا جائے۔ اور اس مسئلہ پر بحث کر کے کوئی رائے قایم کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے لکھا۔ مگر مہلت تھوڑی تھی۔ اور میں غیر معمولی مہمانداریوں میں مصروف تھی۔ اس لئے جلسہ کا انتظام جلد نہ ہو سکا۔ اور کوئی توقع نہ تھی۔ کہ بروقت کوئی فیصلہ ہو کر محترمہ سلطانہ بیگم کے پاس ایسے وقت بھیجا جا سکے۔ کہ وہ ۸ جنوری کو پونا کانفرنس میں اس کو پیش کریں ٭ البتہ ہمارے گھر کے مردوں اور مکان پر آئی ہوئی بہنوں کے درمیان اس مسئلہ پر بہت طول طویل گفتگو ہوئی۔ اور آخر میں ہم اپنے نفس کی خواہش کے خلاف اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ اُردو کو مسلمانوں کی قومی زبان قرار دینا۔ اور اس کو مشترکہ قومیت اور ملک کے مختلف حصوں کی مشترک زبان سمجھ لینا۔ نہ صرف خلاف واقعہ ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے حق میں مضر ہے ٭ مسلمانوں کی قومی زبان اگر کوئی کہی جا سکتی ہے۔ تو وہ عربی زبان ہے۔ مگر وہ زیر بحث نہیں ٭ افغانی اور سرحدی مسلمان پنجاب کے مسلمانوں کے پڑوسی ہیں۔ مگر ان کی زبان پشتو ہے ٭ پھر دور دراز مدراسی مسلمانوں سے یہ توقع رکھنا بے جا ہے۔ کہ ان کی وہی زبان ہو۔ جو پنجاب اور صوبہ متحدہ کی زبان ہے ٭ جب ترکی مسلمانوں کو ترکی میں اور افغانی مسلمانوں کو پشتو میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ تو بنگالہ بمبئی۔ مدراس کے مسلمانوں کو بھی بنگالی۔ گجراتی۔ اور مرہٹی زبان میں تعلیم پانے کی اجازت ہونی چاہئے

اگر ایسا نہ ہوا۔ اور اُردو زبان کو مادری زبان پر ترجیح دی گئی۔ تو یہ ترجیح یقیناً مختلف مقامات کے مسلمانوں کی تعلیم میں رکاوٹ ثابت ہوگی +

ہر مقام کے مسلمانوں کو اس زبان میں تعلیم پانا چاہئے جو ان کے ماں باپ روزمرہ گھروں میں بولتے ہیں۔ ورنہ گجراتی۔ بنگالی اور مرہٹی بولنے والوں کے لئے اُردو اتنی ہی اجنبی زبان ہے جتنی انگریزی۔ اور پھر انگریزی زبان نہ صرف ہندوستان بھر کے بلکہ ساری دنیا بھر کے مسلمانوں سے گفتگو کرنے میں کارآمد ہوسکتی ہے۔ ہاں مسلمانوں کو اُردو سے قلبی محبت ضرور ہے۔ میں بھی اس محبت سے خالی نہیں ہوں۔ اس لئے جی یہ ضرور چاہتا ہے۔ کہ بطور زبان ثانی کے اُردو سیکھنا ہندوستان کے تمام صوبوں کے مسلمان اپنا قومی شعار بنالیں +

بہنیں اس رائے پر ناراض ہونے سے پیشتر مسلمانوں کے نفع نقصان کا خیال ضرور کرلیں +

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

اُردو زبان

بجواب محترمہ سلطانہ بیگم صاحبہ عرض ہے۔ کہ میں نے اپنی چند عزیز و قریب بہنوں اور معزز سہیلیو سے مشورہ کرکے یہ رائے قایم کی ہے۔ کہ پرائمری زنانہ مدرسوں میں مادری زبان کی تعلیم پر زور دیا جائے۔ اور درجہ پنجم سے مڈل تک کی جماعتوں میں ہر ایک مسلمان لڑکی کو اُردو زبان لازمی پڑھائی جائے۔ اور عربی و سنسکرت اختیاری مضامین رہیں +

تعلیم کی ابتداء مادری زبان میں ہونے سے لڑکیوں کو علم کی طرف رغبت اور اس کے حصول میں سہولت ہوتی ہے۔ جہاں مادری زبان اُردو نہیں ہے۔ اگر وہاں پرائمری تعلیم اُردو کی شروع کرائی جائے۔ تو لڑکیوں کے لئے وبال جان ہو جائے گا۔ وہ پڑھنے لکھنے سے جی چرانے لگیں گی۔ اور دماغ کی نشوونما کماحقہ نہ ہوگی + درجہ چار تک مادری زبان میں کامیابی کے ساتھ پڑھنے کے بعد حوصلہ و ہمت بڑھیں گے۔ اور تربیت یافتہ دماغ حصول اُردو میں بھی بخوبی کام دے سکے گا +

البتہ پرائمری تعلیم کے بعد سے مڈل تک اُردو کی تعلیم لازمی قرار دی جانی چاہئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں پیام و سلام گفت و شنید کا وسیلہ پیدا ہو جائے گا + مسلمانان ہند میں مشترک قومیت کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔ اور نصاب تعلیم حسب دل خواہ اسی زبان میں مرتب ہو سکے گا + مسلمانوں کی موجودہ پستی۔ لاپروائی۔ نفاق اور عدم تنظیم کی حالت میں صرف اُردو ہی میں ذخیرۂ علمی ترتیب دے کر نصاب مرتب کر دینا کار عظیم ہے مگر ممکن ہے۔ لیکن یہ بات۔ کہ ملک کی ہر زبان میں ایسی ترتیب ہو جائے گی۔ بسر دست محال ہے۔ اس لئے اُردو پر خاص توجہ کرنا ازبس ضروری ہے +

مڈل کی جماعتوں میں عربی و سنسکرت کو لازمی

کرنا عبث ہے۔ ہاں اختیاری رکھنے میں مضائقہ
نہیں۔ مگر عربی و سنسکرت پڑھنا صرف انہیں طالبات
کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ جو آگے چل کر اس کی تکمیل
کرنا چاہیں۔ یہ دونوں زبانیں اس قدر سہل نہیں ہیں
کہ مڈل میں اتنی پڑھائی جا سکیں۔ کہ اس سے کوئی
نتیجہ نکل سکے۔ اور اُسے لکھنے پڑھنے بولنے یا سمجھنے
کے قابل ہو جائیں۔ اور جب مڈل کی تعلیم سے کسی زبان
میں اتنا بھی نہ ہو سکے۔ تو اس زبان کا لازمی قرار
دینا عبث بلکہ ان لڑکیوں کے لئے جو مڈل سے آگے
تعلیم نہیں پانا چاہتیں۔ یا نہ پا سکیں۔ فضول محنت و
وقت کا رائگاں جانا ہے۔ اور ان کو سہل علم کی تکمیل
سے جو ان کے لئے تمام عمر کو مفید ہوتا روکنا ہے۔

خاکسار رضویہ خاتون

کاربانک پیپر نمبر ۲

(Carbonic Paper)

۱۱ دسمبر کے تہذیب میں برگس ٹرانسفر کے باب میں
لکھ چکی ہوں۔ آج بہنوں کو یہ بتلانا چاہتی ہوں۔ کہ برگس
پیپر سے دوبارہ کس طرح فائدہ حاصل کیا جائے۔ ماسوا
برگس پیپر کی قیمت سوا ذی حیثیت بہنوں کے غریب
بہنوں کو گراں محسوس ہوگی۔

غالباً بہت سی بہنیں کاربانک پیپر سے واقف ہوں
گی۔ یہ ۶ × ۱۰ انچ چوڑا۔ سیاہ اور اودا کاغذ جس کے
ایک جانب ایک قسم کا چکنا روغن سا لگا رہتا ہے۔
خاص کر ٹائپ رائٹنگ مشین میں استعمال کیا جاتا
ہے۔ اگر ایسے چند عدد منگوا لیں۔ تو از حد مفید اور
نقشہ کشی کے لئے کار آمد ثابت ہوں گے۔ اگر احتیاط
سے رکھا جائے۔ تو یہ کاغذ ایک عرصہ تک خراب
نہیں ہوتا۔

جب کسی ریشم یا کپڑے پر (سوائے سیاہ مخمل کے)
نقشہ کشی مطلوب ہو۔ تو اس پر کاربانک پیپر اس طرح
رکھیں۔ کہ اس کی چمکدار جانب سطح ریشم پر لگی رہے
پھر اس پر بجائے تر کپڑے کے مستعمل شدہ برگس
پیپر پھیلا دیں۔ اور سلوٹ نکال کر چاروں طرف
ڈرائنگ پن لگا دیں۔ اب اچھی بنی ہوئی ایک نوکدار
پنسل برگس کے نقشے پر بطور مشق پھیرتے جائیں۔
لیکن ساتھ ہی یہ احتیاط رہے۔ کہ ہاتھ کا دباؤ کاغذ
پر نہ پڑے۔ ورنہ اندیشہ ہے۔ کہ ریشم پر کاربن
کے سیاہ دھبے نہ لگ جائیں۔

اس پیپر سے سیاہ رنگ کے کسی کپڑے یا ریشم
پر نقشہ نہیں آئے گا۔ کیونکہ یہ کاغذ صرف دو ہی
رنگ کے آتے ہیں۔ سیاہ اور اودا۔ جب سب
پھول پتیوں پر فرداً فرداً پنسل پھر چکے۔ تو برگس اور
کاربانک پیپر الگ کر دیں۔ وہ نقشہ بعینہٖ پارچہ پر اتر
آ جائے گا۔

ریشم پر کاربانک پیپر کے ذریعے نقشہ کشی کرنے
سے پیشتر اگر چند بار کسی کاغذ پر مشق کر لیں۔ تو بہتر ہوگا
جن بہنوں کے گھر ٹائپ رائٹر ہے۔ انہیں بازار سے
خریدنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ استعمال

شدہ بھی وہی کام دیں گے ۔ کار بانک پیپر کے استعمال سے کئی فائدے ہوتے ہیں ۔ اوّل ٹرانسفر کے نیچے رکھ کر کئی بار نقشے کی نقل کی جا سکتی ہے ۔ علاوہ ازیں دوسرے نقشے بھی کھینچ سکتے ہیں ۔ اور غریب و امیر دونوں کے لئے یکساں مفید ہے ۔

اس تحریر کے ساتھ ایک بیل بھی بھیجتی ہوں ۔ اس کی نقل کپڑے پر اس طرح اتاری جا سکتی ہے ۔ کہ کپڑے پر کار بانک پیپر حسب تشریح بالا رکھا جائے ۔ پھر اس کے اوپر اخبار تہذیب کا کاغذ رکھا جائے ۔ جس پر بیل بنی ہوئی ہے ۔ پھر اس بیل پر نوکدار پنسل پھیری جائے ۔

خاکسار خدیجہ بائی ۔ از بمبئی

نیبجر ۔ بیل مرسلہ اخبار کے کالم سے زیادہ لمبی ہے اس لئے درج نہ ہو سکی ۔

کراچی میں انجمن تہذیب نسواں

جناب مولوی صاحب قبلہ ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔ آپ یہ سن کر تعجب اور افسوس کریں گے ۔ کہ کراچی جیسے بڑے شہر میں مسلمان بہنوں کی کوئی ایسی انجمن نہیں ۔ جہاں چار بہنیں بیٹھ کر آپس میں تبادلہ خیالات کر سکیں ۔ اس کے مقابلے میں ہندو اور پارسی بہنوں کی متعدد سوسائٹیاں ہیں ۔ جہاں ہر طبقے اور ہر خیال کی بہنیں جمع ہوتی ہیں ۔ عرصہ ہوا ۔ میں نے اس کی کوشش کی تھی ۔ کہ ہر ہفتے مسلمان بہنیں اور کم از کم وہ مسلمان بہنیں جو تعلیم سے دلچسپی رکھتی ہیں ۔ ایک جگہ جمع ہوا کریں ۔ اور اس کے لئے ہم نے حجیانی خیفہ بائی میمن گرلز اسکول کو منتخب کیا تھا ۔ جو میری ساس مرحومہ کی یادگار میں ان کے لائق بیٹے نے قایم کیا ہے ۔ میں ہر ہفتے وہاں جایا کرتی تھی ۔ طالبات مدرسہ کے علاوہ آس پاس کی بہنیں بھی جمع ہو جایا کرتی تھیں ۔ اور مختلف مفید مضامین پر تقریریں ہوا کرتی تھیں ۔ یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا ۔ لیکن بہنوں نے کوئی خاص دلچسپی اس میں نہ لی ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسے ہی بعض مصروفیتوں کی وجہ سے میں نے جلسوں میں جانا ملتوی کیا ۔ وہ سلسلہ ٹوٹ گیا ۔ اور جلسے ہونے بند ہو گئے ۔ کسی دوسری بہن نے میری غیر موجودگی میں جلسے کو سنبھالا نہیں ۔

اب میرا ارادہ ہے ۔ کہ اس کام کو پھر کسی طرح اٹھاؤں ۔ اور اٹھاؤں بھی تو مضبوط بنیادوں پر تاکہ یہ نہ ہو ۔ کہ ایک آدمی کے نہ ہونے سے تمام کام ہی بند ہو جائے ۔ اس لئے پہلے تمام ان بہنوں سے جو اس قسم کی ضرورت محسوس کرتی ہیں ۔ میں ملنا چاہتی ہوں ۔ بہت سی بہنیں ہیں ۔ جن کے نام میں نے تہذیب جاری کرایا ہے ۔ ان کو تو میں جانتی ہوں ۔ اور ان سے واقف بھی ہوں ۔ مگر ان کے علاوہ کراچی میں اور بہت سی بہنیں ہوں گی ۔ جو تہذیب منگاتی ہوں گی ۔ میں آپ کی وساطت سے ان تہذیبی بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ

وہ مہربانی کر کے مجھے اپنے پتوں سے مطلع فرمائیں۔ اس پتے پر:۔

مسز "ن" ہاروں وکٹوریا روڈ۔ کراچی

جن بہنوں کے گھر میں ٹیلیفون ہو۔ وہ مجھ سے نمبر ۲۵۵ پر بات کریں۔ میں خود ان سے ملوں گی۔ اور پھر سب کے صلاح ومشورہ سے انجمن تہذیب نسواں قایم کروں گی۔ انشاء اللہ۔

راقمہ "ن" ہاروں۔ کراچی

ایک آنہ فنڈ

تہذیب نسواں میں میں نے وحیدہ بیگم مرحومہ کے اسکول کے کچھ حالات لکھے تھے۔ اور تہذیبی بہنوں کو اسکول فنڈ قایم کرنے کی طرف توجہ لائی تھی۔ مگر افسوس تہذیبی بہنوں نے بالکل خاموشی سے کام لیا۔ اور اپنی قومی ہمدردی کا کوئی عملی ثبوت نہیں دیا۔ اگر ہماری بددلی اور بدشوقی کی وجہ سے یہ اسکول بند ہوگیا۔ یا چار پانچ جماعتوں سے زیادہ ترقی نہ کرسکا۔ تو سخت ملال ہوگا۔ اور ہم مستورات کی سخت بے توجہی اور کم حوصلگی کا بین ثبوت ہوگا۔ یہ تو تسلیم کیا جاچکا ہے۔ کہ بغیر علم کے کوئی فرقہ ترقی نہیں کرسکتا علیٰ ہذا القیاس ہم مستورات کی ترقی بھی علم حاصل کئے بدوں ناممکنات سے ہے۔ اب اگر ہم اس کے خواہش مند ہیں۔ کہ جہالت اور ناقص العقلی کا بدنما دھبہ ہمارے اوپر سے دور ہو جائے۔ تو اس کی بہتر ترکیب یہی ہے۔ کہ ہم تعلیمی کاموں میں دلچسپی کے ساتھ عملی حصہ لیں۔ اور جس جگہ بھی اس کی توقع ہو۔ کہ فلاں جگہ سے ہماری تشنہ لب بچیوں کی پیاس بجھ سکتی ہے۔ یا تھوڑا سا حلق تر ہوسکتا ہے۔ اس جگہ حتی المقدور جان تک لڑا دینی چاہئے۔

ہر بہن کا مقصد ترقی تعلیم نسواں ہونا چاہئے۔ اور اس کے لئے روپے پیسے سے اور عملی کاروائی سے غرض جس امر کی بھی ضرورت محسوس ہو اسی میں خاطر خواہ حصہ لینا چاہئے۔ اگر محلے میں کچھ لڑکیاں ہوں اور ان کی پڑھائی کا کوئی انتظام نہ ہو۔ تو ان کو خود کوشش کر کے لکھنا پڑھنا سکھانا چاہئے۔ میں نے اکثر لڑکیوں کو خط لکھنا پڑھنا سکھایا ہے۔ چنانچہ اب بھی وکیل صاحب کی دونوں لڑکیاں جو ہمارے گھر کے قریب ہی رہتی ہیں۔ اُردو اور حساب وغیرہ مجھ سے پڑھتی ہیں۔ میری تجویز ہے کہ تہذیب نسواں میں ایک آنہ فنڈ کے نام سے ایک فنڈ قایم کیا جائے جس میں ہر تہذیب کی خریدار بہن کو کم سے کم ایک آنہ مہینہ دینا لازم ہونا چاہئے۔ اور اس فنڈ میں جو روپیہ جمع ہو۔ اس روپے سے مراد آباد وحیدہ بیگم کے اسکول کو قایم رکھنے اور انگریزی تعلیم جاری کرنے کے لئے پوری امداد دی جائے۔ اس معاملہ میں میں اپنی بھاوج صاحبہ جناب خدیجۃ الکبریٰ کو خاص طور پر توجہ دلاتی ہوں۔ کیونکہ ان کو عورتوں کے تعلیمی معاملات سے خاص تعلق ہے۔ لہذا بریلی میں جو تہذیبی انجمن قایم ہے۔ اس میں سب بہنوں کو متوجہ کریں۔ کہ مراد آباد کے زنانہ اسکول کی امداد کریں۔ اگر تہذیبی بہنوں کی

منتظمہ کوشش سے پچاس روپے ماہوار کا بندوبست ہو جائے۔ تو تہذیبی بہنوں کی عالی حوصلگی و یک جہتی اور حقیقی جذبات کا اصلی اندازہ ہو جائے گا + اس وقت میں اپنی طرف سے ایک روپیہ ارسال کرکے تہذیب میں ایک آنہ فنڈ کی اپیل کرتی ہوں۔ بھائی صاحب بھی اپنی رائے سے مطلع فرمائیں +

دوسری تجویز یہ ہے۔ کہ ہر جگہ مقامی تہذیبی انجمنیں ایک فنڈ ترقی تعلیم نسواں فنڈ کے نام سے قایم کریں۔ اور اس میں مقامی بہنیں حسب حیثیت چندہ دیا کریں اور اس رقم سے ترقی تعلیم نسواں میں امداد پہنچائی جایا کرے + غرض میری دلی تمنا یہ ہے۔ کہ ہم مستورات کا واحد مقصد صرف ترقی تعلیم نسواں ہونا چاہئے +

امت الوحی از بجنور

مینیجر۔ یہ اسکول میری مرحومہ لڑکی کا قایم کیا ہوا ہے۔ مجھے اس سے ہمدردی کیوں نہ ہو گی؟ لیکن ایسے چھوٹے اسکولوں کے باب میں میری رائے میں اصول یہ ہونا چاہئے۔ کہ جس شہر کا اسکول ہو۔ اسی شہر کے لوگوں پر اس کا بوجھ پڑنا چاہئے۔ اور اگر وہ اتنا بار بھی نہ اٹھا سکیں۔ تو انہیں میونسپل کمیٹی یا کونسلوں کی ممبری کا کوئی ووٹ نہیں ملنا چاہئے +

ایک آنہ چندہ دینا کچھ بھی مشکل نہیں۔ مگر اس کا برابر وصول ہوتے رہنا بہت ہی مشکل ہے۔ میرے خیال میں اس تجویز کا چلنا دشوار ہے +

مچھلی کے سیخ کباب

۲۰ نومبر کے تہذیب میں ایک بہن حاجت مند نے مچھلی کے سیخ کباب بنانے کی ترکیب پوچھی ہے۔ تو ان کے بنانے کی ترکیب یہ ہے:۔

مچھلی رہو جس میں ایک کانٹا بیچ میں رہتا ہے۔ ایک سیر۔ لال مرچ ایک چھٹانک۔ پیاز چار پانچ گنٹھی۔ گول مرچ دو پائی کی۔ دہی دو پاؤ۔ گھی یا تیل (جس چیز کے کھانے کی عادت ہو۔) آدھ پاؤ +

پہلے مچھلی کو خوب اچھی طرح سے دھو ڈالنا چاہئے۔ اس کے بعد لال مرچ۔ پیاز۔ گول مرچ کو خوب باریک پیس کر مچھلی میں ملا دیں۔ مگر گول مرچ پسی ہوئی آدھی ملائیں۔ اور آدھی رکھ چھوڑیں + اس کے بعد دو گنٹھی پیاز کو خوب کتر کر گھی یا تیل میں لال کر لیں اور گھی کو مسالہ میں ملی ہوئی مچھلی میں ڈال دیں۔ اس کے بعد لال کی ہوئی پیاز اور آدھی گول مرچ پسی ہوئی میں خوب ملیں + جب اچھی طرح ایک ہو جائے تو یہ بھی مچھلی میں ملا دیا جائے + اس کے بعد دہی مچھلی میں ڈال کر خوب اچھی طرح ملا دیں + نمک بقدر حاجت چکھ کر ڈال لیں +

اس کے بعد سیخ پر مچھلی کو چڑھا دیں۔ پھر کوئلے خوب دہکا کر اس پر اچھی طرح لال کر لیں + جب خوب اچھی طرح لال ہو جائے۔ تو تھوڑا سا گھی کباب پر ٹپکا دیں۔ بہت ہی لذیذ ہو گا۔ مگر مچھلی کا کباب گرم گرم کھانا چاہئے۔ ٹھنڈے میں زیادہ مزہ نہیں +

مجھے امید ہے۔ کہ مچھلی کا کباب حاجت مند بہن کو پسند ہوگا۔ ہمارے ہاں مچھلی کا کباب اکثر بنتا ہے۔ اور مچھلی اس طرف کثرت سے ہوتی ہے۔ مچھلی کا کوفتہ مچھلی کا قورمہ اور قلیہ سب کچھ ہمارے یہاں پکتا ہے۔ خدا کرے حاجت مند بہن کا مچھلی کا کباب اچھا اُترے۔

خاکسار نجم النساء از مونگیر

ایک سخت بے رحمی

اَور صوبوں کی عورتوں کا حال تو میں جانتی نہیں۔ مگر ہمارے صوبہ بہار کی مستورات میں عموماً دیکھا جاتا ہے۔ کہ جب ایک بی بی کسی کے ہاں بغرض عیادت یا پرسے میں جاتی ہیں۔ تو بے چاری مصیبت زدہ بی بی کی دل جوئی کرنے یا صبر و تشفی دینے کی جگہ ان کے غم کو اَور تازہ کر دیتی ہیں۔ جب برادری میں کوئی موت ہو جاتی ہے۔ اس کے عزیز اور ملاقات والوں کا میت کے گھر جانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی رشتہ دار یا ملاقاتی کسی وجہ سے عیادت میں نہ آسکے۔ تو اس سے شکایت ہوتی ہے۔ اور تا زندگی اس کی یہ حرکت بھولی نہیں جاتی۔ مگر یہ تو کچھ ایسا بڑا عیب نہیں۔

خاندان میں اگر کسی نے انتقال کیا۔ تو پھر مہینوں تک رشتہ داروں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ بیبیاں جو ایسے موقعوں پر میت کے گھر آتی ہیں۔ ان کی پہلی حرکت یہ ہوتی ہے۔ کہ جس کے گھر میت ہوتی ہے اسے لپٹ کر رونا شروع کر دیتی ہیں۔ اب ایسی حالت میں اگرچہ حادثہ کو پندرہ بیس روز گزر گئے ہوں۔ اور کچھ صبر بھی اس مصیبت زدہ کے دل میں آگیا ہو تب بھی اس بدنصیب کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ بے چاری پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے۔ بس اتنا ہی نہیں۔ جب وہ چپ ہو گئیں۔ تو اس غم زدہ کے سامنے آنسو بہا بہا کے مرنے والے کی صفتوں کا بہت تفصیل سے بیان کرتی ہیں۔ اس پر قناعت نہیں۔ جتنے دنوں تک وہ اس گھر میں رہتی ہیں اُٹھتے بیٹھتے مرحوم ہی کا تذکرہ کرتی ہیں۔ اور مرحوم کی چیزوں کو دیکھ دیکھ کر آہ سرد بھرتی ہیں۔ ایسی حالت میں ان عزیزوں اور ملاقاتیوں کا آنا کس کام کا ہوتا ہے؟ ان کی تشریف آوری سے غم زدہ کی ڈھارس کہاں تک ہوتی ہوگی۔ بلکہ کُڑھ کُڑھ کر بے چاری کے جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ تو کیا کسی کے غم کو بار بار تازہ کرتے رہنا ایک سخت بے رحمی نہیں؟

خاکسار زاہدہ خاتون بنت ایس ایم مجید الدین
کورٹ انسپکٹر۔ سیول (بھاگلپور)

خط

فائدے دو ہیں مری لاش کے ٹھکرانے میں۔
کہ میں جی اُٹھوں گی۔ آپ ہوں گے مسیحا مشہور۔

قبلہ محترم مولوی صاحب۔ بعد سلام سنت الاسلام

نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے۔ میری دُکھ بھری داستان نہایت ہی المناک ہے۔ میں نے زندگی کا بیسواں سال ختم نہیں کیا تھا۔ کہ بدقسمتی سے بیوگی کی دائمی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ جس کو تقریباً اب بیس سال ہونے کو آتے۔ یہ مصیبت کا طولانی زمانہ میں نے مسلمانوں کے بچوں کو تعلیم دینے میں صرف کیا۔ اور بذریعہ دستکاری اپنی شکم پُری کرتی رہی۔ میرے مرحوم شوہر جو ایک معزز سید تھے۔ خاصی جائداد چھوڑ کر مرے۔ مگر لاولد ہونے کی وجہ سے ان کے بھتیجوں نے مجھے حقوق شرعیہ سے محروم کر رکھا ہے۔ اس لئے میں اپنی ضعیف العمر اور بیوہ والدہ کے پاس رہتی ہوں۔ کثرت غم اور دیگر آلام و مصیبت کے باعث میری زندگی امراض مختلفہ کے نذر ہو گئی۔ اور اب میری حالت اس قابل نہیں رہی۔ کہ میں بطریق سابقہ دستکاری کے ذریعے معاش حاصل کر سکوں۔ تاہم بچوں کو بدستور تعلیم دیتی ہوں۔ لیکن فکر معاش نے زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ اس لئے تہذیبی بہنوں سے عاجزانہ اور مودبانہ التماس ہے۔ کہ ایک مصیبت زدہ سید کی بیوہ پر رحم فرما کر کم سے کم دس روپیہ ماہوار مستقل طور سے کوئی رحم دل اور فیاض خاتون اپنی سرکار سے بطور گزارہ۔ یا آپ کسی امدادی فنڈ سے مقرر فرمائیں۔ تو میں فکر معاش سے بے فکر ہو کر بدستور تعلیمی سلسلہ جاری رکھ سکوں۔ خداوند کریم اس کا اجر دے گا۔

دوسری گزارش یہ ہے۔ کہ اکثر نادار اور کم استطاعت عرصہ ہوا ہے اس کی کوشش کی تھی۔ نہ ہر ...

شائقین تہذیب کے لئے تہذیب جاری کرنے کی غرض سے رقم آتی ہے۔ براہ مہربانی راقمہ کے نام بھی اسی سلسلہ میں تہذیب جاری فرما دیا جائے۔ تو مسلم نوازی کا باعث ہوگا۔

فاطمہ معلمہ مکتب اسلامیہ۔ مکان مولوی محمد قاسم خاں مرحوم۔ شیرانی پورہ۔ رتلام۔ مالوہ

خونِ دل کے قطرے

خون کے تھوڑے سے قطرے جمع تھے دل میں مگر
ہو گیا ہیجان برپا منقسم سب ہو گئے۔
چند قطرے آنسوؤں کے ساتھ مل کر بہہ گئے۔
ہو گئے تقسیم یوں۔ باقی جو اس میں رہ گئے۔
کچھ جلے جل کر دھواں بن کر گئے آنکھوں کے ساتھ۔
شعلہ بن کر کچھ چلے آئے مرے نالوں کے ساتھ۔
رہ گئے دو چار قطرے بھی وہ آخر آئے کام۔
غم نے ان کو کھا لیا۔ بس ہو گیا قصہ تمام۔
قابلِ افسوس و حسرت گو ہے کاشانہ مرا۔
ہے نہیں لذت سے خالی پھر بھی ویرانہ مرا۔
خوں کے بدلے رنج و آلام و تعب رہتے ہیں یاں۔
یاس و حرماں اس کے ہمدم۔ غم ہے اس کا پاسباں۔
خوگرِ جور و جفا ہے یہ مرا ناکام دل۔
جو مزے لوٹے جفا کے۔ ہے اسی کا نام دل۔
اے صبا۔ خاکسترِ دل میں ابھی ہے کچھ چمک۔
رہ گئی ہے اس میں بس تھوڑی محبت کی جھلک۔

کنیز فاطمہ مسز عبدالرحمن ۔ لکھنؤ

محفل تہذیب

۱۹۔ اکتوبر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے محمد شفیق جان کو ننھا بھائی عطا فرمایا ۔ مگر والدہ شفیق جان اسی روز سے بیمار ہیں ۔ تہذیبی بہنوں سے درخواست ہے ۔ کہ وہ مریضہ کے لئے جو ۱۶ سال سے تہذیب کی خریدار ہیں ۔ دعا کریں ۔ کہ اللہ پاک انہیں صحت عطا فرمائے ۔ پانچ روپے تہذیب فنڈ کے لئے ارسال خدمت ہیں ۔ نانی محمد شفیق جان ۔ پشاور

ملیجر ۔ آپ بلقیس بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر عبدالصمد خاں ایجرٹن اسپتال پشاور شہر سے ملیں ۔ وہ انشاءاللہ اپنے شوہر سے خاطر خواہ علاج کرا دیں گی ۔

تہذیبی بہنیں مریضہ کے لئے دعا کریں ۔ کہ شافی مطلق ان کو صحت بخشے ۔

تہذیب نسواں میں اکثر بہنیں دانتوں کے درد کی اور مسوڑھے پھولنے کی شکایت لکھتی رہتی ہیں ۔ ہمارے ہاں ایک منجن دس بارہ سال سے سب لوگ استعمال کرتے ہیں ۔ اور خدا کے فضل سے کوئی شکایت باقی نہیں رہتی ۔ اگر کسی بہن کو ضرورت ہو ۔ تو میں تیار کرا کر بھیج سکتی ہوں ۔ یہ منجن کوئی اشتہاری چیز نہیں ۔ مگر اتنا فائدہ کرتا ہے ۔ کہ اگر کسی قدر ہلتا ہوا دانت ہو ۔ تو رات کو سوتے وقت مل کر بلا کلی کئے سو جائیں ۔ خدا کے فضل سے ضرور فائدہ ہوگا ۔ صرف محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا ۔ اگر بہنیں خط و کتابت کریں ۔ تو جواب کے واسطے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ضرور روانہ کریں ۔ ورنہ میں جواب لکھنے سے قاصر رہوں گی ۔ اور خط اس پتے پر روانہ کریں ۔ بمقام قصبہ گلاؤٹھی ۔ ضلع بلند شہر ۔ مکان منشی مہربان علی صاحب مرحوم ۔ پاس ہمشیرہ حسن احمد

مجھے اپنی ایک نہایت ہی عزیز سہیلی کا پتہ مطلوب ہے ۔ وہ بھوڑ بریلی کی رہنے والی ہیں ۔ اور مظفر نگر ان کی سسرال ہے ۔ ان کی اور میری دوستی کو دس سال کا عرصہ ہوا ۔ کبھی ایسا نہیں ہوا ۔ جو انہوں نے میرے خط کا جواب نہ دیا ہو ۔ پار سال نومبر ۱۹۲۵ء میں ان کا صرف ایک کارڈ ملا تھا ۔ کہ میں بیمار ہوں ۔ اس کے بعد ہر چند میں نے خطوط لکھے ۔ مگر نہ مظفر نگر سے کوئی جواب آیا ۔ اور نہ بریلی سے کسی نے جواب دیا ۔ ان چند سطور کو دیکھتے ہی براہ کرم کوئی بریلی کی رہنے والی بہن ان کا پتہ اور حال ضرور لکھیں ۔ بے حد مشکور رہوں گی ۔ مسز ضیاء الحسن منڈسور ۔ ریاست گوالیار

ایرانی اخبارات کی بابت تہذیب میں جو استفسار چھپا تھا ۔ اس کے متعلق ایک کرم فرما از راہ عنایت

چند مشہور فارسی اخباروں اور رسالوں کے نام
اور پتے حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں:-

۱- مہر منیر- اڈیٹر محمد اسمٰعیل تنبیر مازندرانی - دربازار
سرشور- سرائے بانک - مازندران (ایران)

۲- گلشن- اڈیٹر رضا امیر رضوانی -جہاں شاہ آباد
طہران (ایران)

۳- حبل المتین - اہاری لکار روڈ - کلکتہ-

۴- رسالہ "ایران شہر" پتہ
Iran schahr
Berlin wilmersdorf
Augusta str

۵-۶- رسالہ سود مند - و رسالہ رستاخیز- اڈیٹر
ہردو- عبداللہ رازی- صندوق البوستہ نمبر ۴۳
قاہرہ (مصر)

کنیزہ بیگم کو رضویہ خاتون صاحبہ کے مفصل پتے کی ضرورت ہے۔ جو خطوط ریت گھاٹ بھوپال لکھ کر بھیجے گئے۔ وہ واپس آئے۔ کیونکہ ان میں معرفت نہ تھا۔ اور ہم لوگ وکیل صاحب کا پورا نام بھول گئے ہیں۔ امید ہے۔ کہ رضویہ خاتون صاحبہ خط وکتابت جاری کریں گی۔ پہلے تو وہ وقت پر خط لکھا کرتی تھیں۔ نہ معلوم اب کیوں ناراض ہیں۔ مسز ایم اے صمد- بہار

مجھ کو ایک ایسے رسالہ کی ضرورت ہے جس میں ہر طرح کے رنگ بنانے کی ترکیب اور د[illegible] وغیرہ مشرح تحریر ہوں۔ لیکن کپڑوں کا رنگ بنا[illegible] کی ترکیب نہیں۔ بلکہ لکڑی پر پینٹ کرنے اور ا[illegible] قسم کے پالش کرنے کی۔ اگر اس طرح کا کوئی رسا[illegible] نکلتا ہے۔ تو کوئی بہن یا بھائی براہ نوازش اس کے پتے اور قیمت سے مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گی
راقمہ- ا د شاہ گنج- آگرہ

یہ **مضامین** درج اخبار کئے جائیں:-

خط وکتابت	دختر سید شبیر حسین
عجیب واقعہ	امت الوحی
بد دعا	شافیہ بیگم
غلط فہمی	مسز عبدالغنی
حیثیت سے زیادہ مہر	گمنام
اوقات خواب	زاہدہ خاتون
کروشیا کی حفاظت	ایم-الیف
ہماری اصلاح کی تدابیر	زہرہ خاتون
جاڑا	رضویہ خاتون
منّی	محمود الحسن

یہ **مضامین** درج نہیں ہوں گے:-

مسلمان کا ایمان - امتیازی نشان - نظم صبح کا سماں- ہندوستان کی عریاں نویس خواتین- ہندو سنگٹھن اور مسلمان پر نظر- صدیق اکبرؓ کے بعض اقوال و فیصلہ جات- دوستی کے پردہ میں دشمنی- مشورہ- نادیدہ مشتاق- حسن و قبیح پر نظر غائر- علم کی سنہری کرن-

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

ترکی عورتوں کے فیشن

جس روز ترکی عورتوں نے دلی شوق سے ٹوپی پہننا شروع کر دی۔ تو یہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اسی روز وہ اپنے زنانہ لباس کی آخری نمایاں خصوصیت کو خیرباد کہہ دیں گی۔ ویسے انہوں نے یورپین عورتوں کی طرح بال ترشوانے اور گردن کو اُسترے سے صاف کروانا شروع کر دیا ہے تاہم غازی کی سفارش بھی اب تک ان کے دل میں یورپین ٹوپی کا شوق پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ انہیں بخوبی معلوم ہے۔ کہ چُنری جب سلیقے سے اوڑھی جاتی ہے۔ اور اسے سر کے گرد اس طرح لپیٹ لیا جاتا ہے۔ کہ گردن سے لے کر پیشانی تک کے بال اس میں چھپ جائیں۔ تو جمال آرائی کے اعتبار سے پھر کوئی ٹوپی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔ چُنری میں سر کی نفیس گولائی بخوبی نمایاں رہتی ہے۔ اور لباس اور موسم اور مزاج کی مناسبت سے اس کے مختلف رنگ منتخب کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ اب یہ حالت ہے۔ کہ اکثر عورتیں جب پریزیڈنٹ سے کسی سرکاری معاملے پر ملنے جاتی ہیں۔ یا حکومت کی دوسری تقریبات میں شامل ہوتی ہیں۔ تو ٹوپی پہن لیتی ہیں۔ لیکن انہیں اپنے پہناوے کا اصلی لُطف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ گھر آکر ٹوپی کو تو اُتار کر کھونٹی پر ٹانگ دیتی ہیں۔ اور اس کی جگہ اپنا باشلک یا ننھا سا دوپٹہ اوڑھ لیتی ہیں۔

دوپٹے کے اس شوق کا باعث نہ محض جمال آرائی کا فطری ذوق ہے۔ اور نہ محض کفایت شعاری۔ یوں عام طور پر ستی چُنریاں ہی رائج لیکن اعلیٰ چُنریاں ٹوپیوں سے کم قیمت پر نہیں مل سکتیں۔ اور پھر فیشن ایبل عورتوں کو تو کئی کئی خریدنی پڑتی ہیں۔ اس شوق کا باعث زیادہ تر قومیت کا جذبہ نظر آتا ہے۔ ترکی عورتوں کو یہ بات پسند نہیں۔ کہ اجنبی اثرات میں وہ اپنی مخصوص پُرانی وضع داری کو بالکل ہی بھلا ڈالیں۔ ان کے نزدیک یہی کیا کچھ کم ہے۔ کہ بازاروں میں ترک مردوں کو یونانیوں اور ارمنیوں میں تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ بھی اپنے لباس کی اس آخری امتیازی خصوصیت کو ترک کر دیں۔

ترکی عورتوں میں اب ایک مدت سے جس لباس کا رواج ہے۔ وہ چارشف کہلاتا ہے۔ اس کے دو نمایاں حصے ہیں۔ ایک اسکرٹ اور دوسرے کیپ۔ اسکرٹ نیچے پہنی جاتی ہے۔ اور کیپ سے

سر ڈھانکا جاتا ہے۔ اسے سر پر ڈال کر پیچھے گردن پر اکٹھا کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر شانوں پر پھیلاتے ہوئے ٹھوڑی کے نیچے ایک بروچ سے اٹکا لیتے ہیں۔ اسکرٹ اور کیپ عام طور پر ایک ہی رنگ کے استعمال کئے جاتے ہیں۔

چارشف کے اس لباس میں درزی ایک مدت سے جدتیں پیدا کر رہے ہیں فیشن کے عام رجحان کے مطابق اسکرٹ رفتہ رفتہ چھوٹی ہوگئی ہے۔ اور کیپ کی وضعیں زیادہ دل فریب اور شک بن گئی ہیں۔ لیکن اب پچھلے چند سال سے اعلیٰ سوسائٹیوں میں کیپ متروک ہی ہوگئی ہے۔ اور اس کی جگہ ایک ننھی چُنری نے لے لی ہے۔

اناطولیہ کے دیہات میں چارشف کی پرانی وضع ہی رائج ہے۔ لیکن شہروں میں اس کی جدید وضع مستعمل ہے فیشن کی شوقین عورتوں نے اسے یک قلم ترک کر کے اس کی جگہ پیرس کے جدید لباس پہننے شروع کر دئے ہیں۔

سنگھار میں ترکی عورتیں یورپین عورتوں سے زیادہ ماہر ہیں۔ اور علاوہ دوسرے سنگھار کے اپنے نازک ہاتھوں کے ناخنوں تک کو مناسب طور پر سُرخ رنگنا جانتی ہیں۔ ان کا یہ فن اچھا خاصا مشکل اور پیچیدہ ہے۔ اس کی مدد سے وہ پلکوں تک کو سنوارتی ہیں۔ اور چھوٹی آنکھ کو زیادہ لمبا ظاہر کرنے میں بھی کامیاب ہو جاتی ہیں۔

جاپان کی ترقی

شینیلڈ (انگلستان) کی ایک خاتون مس للیبن ہوو ے ان ہی دنوں ٹوکیو اور جاپان کے دوسرے شہروں کی سیاحت سے واپس آئی ہیں اور مختلف شعبوں میں جاپانیوں کی ترقی سے بہت متاثر معلوم ہوتی ہیں۔ ایک اخبار کے نمائندے سے انہوں نے دوران ملاقات میں بیان کیا۔ کہ جاپان مغربی روش پر ایسی سرعت سے ترقی کر رہا ہے۔ کہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ مغربی لباس اختیار کرنے کا رجحان عام ہے۔ اور مردوں میں زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ وہ گھر کے باہر سوٹ اور گھر میں اپنا جاپانی لباس پہنتے ہیں۔ لیکن عورتوں میں یورپین ٹوپی ابھی تک مقبول نہیں ہونے پائی۔ اس کے علاوہ دن بدن مغربی تعلیم۔ کھیل اور طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ اور وہ ہر معقول انگریزی بات کو اپنے ہاں رواج دے کر بہت خوش ہوتے ہیں۔

جاپانیوں کی ہمت و استقلال۔ ترقی کی خواہش اعلیٰ اخلاق اور خوش و خرم رہنے کی عادت نے خاتون مذکور پر خاص طور سے اثر کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ جاپانیوں کی ہمت اسی بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ زلزلے اور آتش زدگی کے بعد وہ نہایت استقلال سے اپنے منہدم شہروں کو از سرِ نو تعمیر کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ ان کی ترقی ان کے معیار تعلیم اور اس امر سے نمایاں ہے۔ کہ عورتوں کو سوسائٹی میں نسبتاً بلند مرتبہ حاصل ہوگیا ہے۔ ان

کے لئے تعلیم اور ترقی حاصل کرنے کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور عورتوں کو ووٹ دینے کا حق ملنے کی تحریک بھی شروع ہو چکی ہے ؛

لڑکیوں کو بھی پہلے کی نسبت بہت زیادہ آزادی حاصل ہے۔ اور وہ مدرسوں میں مغربی لباس پہنتی اور بہت زیادہ کھیلتی ہیں۔ لڑکیوں کا کیا ذکر جاپان میں انگلستان کی طرح ہر شخص نے زیادہ کھیلنا شروع کر دیا ہے ؛

شراب نوشی کے خلاف تمام دنیا کی عورتوں کی مسیحی انجمنوں کا صدر دفتر ٹوکیو میں ہے۔ مس ہودے وہاں بھی گئیں۔ اور انہوں نے یہ دیکھ کر اپنی خوشی ظاہر کی۔ کہ اس تحریک کا تمام کام اب جاپانی عورتیں خود ہی کر رہی ہیں۔ اور یورپین عورتوں کی امداد سے بے نیاز ہو چکی ہیں۔ گو جاپان میں شراب کا استعمال زیادہ نہیں۔ لیکن انجمنوں کی کارکنوں کے نزدیک انجمن قایم ہونا مناسب ہے۔ یہ انجمن ہر مدرسے کے اُستاد کو شراب کے مضر اثرات پر نہایت فائدہ مند لٹریچر بہم پہنچاتی ہے ؛

تمام جاپانی بچے چھ سال کی عمر میں مدرسے میں داخل ہونے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔ جہاں چھ سال تک تعلیم پاتے ہیں۔ لیکن اب تجویز ہو رہی ہے۔ کہ بجائے چھ کے آٹھ سال تک وہ تعلیم کریں۔ اور اس سے فارغ ہونے کے بعد امتحان کے ذریعے اعلیٰ تعلیم کی جماعتوں میں داخل کئے جائیں ؛

عورت صدر جمہوریت

بہت ممکن ہے۔ کہ چینیوں کی جدید کنٹونیز گورنمنٹ کی پہلی صدر ایک عورت ہو۔ شنگھائی سے یہ اطلاع ملی ہے۔ کہ چینی گورنمنٹ کا دار الخلافہ جب ہانکاؤ سے ووچانگ میں منتقل کر دیا جائے گا۔ تو چینی جمہوریت کے بانی سن یٹ سن کی اہلیہ کچھ عرصے کے لئے چین کی جدید گورنمنٹ کی صدر مقرر کر دی جائیں گی۔ لیکن ابھی تک اس کے متعلق تفصیل سے اطلاع نہیں ملی ؛

لڑکیوں کا بین الاقوامی ہاسٹل

اکثر لڑکیاں دوسرے ملکوں سے وظیفے پا کر یا اپنا ذاتی روپیہ خرچ کر کے انگلستان میں حصول علم کے لئے جاتی ہیں۔ لیکن حالات اور گنجائش کے مطابق کسی کو شہر میں کسی جگہ رہنا پڑتا ہے۔ اور کسی کو کسی جگہ۔ اور اکثر اوقات اس علیحدگی کی وجہ سے ایک کو دوسری کی موجودگی تک کا علم نہیں ہونے پاتا ؛

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مس سپرلنگ نے طالب علم لڑکیوں کے لئے ایک بین الاقوامی ہاسٹل کھول دیا ہے۔ اور امید ظاہر کی ہے۔ کہ اب تمام اقوام کی لڑکیاں اس کے ہاسٹل میں یکجا ہو سکیں گی۔ اور ایک دوسرے کی ملاقات سے مستفید ہوں گی۔ اور چونکہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے مذاق اکثر ایک ہی سے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ

بسل جول نہایت دلچسپ اور پُر لطف ہوگا ۔

مِس سپرلنگ کی رائے ہے۔ کہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو خانہ داری کی مصروفیتوں سے بالکل الگ نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ ان کا ارادہ ہے۔ کہ اس ہاسٹل کی خانہ داری کے کام بھی کسی طرح ان ہی تعلیم یافتہ لڑکیوں میں تقسیم کر دیں۔ لیکن ابھی وہ یقین سے نہیں کہہ سکتیں۔ کہ وہ اس قسم کا انتظام کرنے میں کامیاب ہوسکیں گی۔ یا نہ ہوسکیں گی ۔

شادی کی انگوٹھی

عیسائیوں میں بہت مدت سے یہ دستور چلا آتا ہے۔ کہ شادی کے موقع پر شوہر اپنی بیوی کو شادی کی انگوٹھی پہناتا ہے۔ لیکن گزشتہ دنوں انگلستان میں پہلی مرتبہ ایک ایسی شادی ہوئی۔ جس میں بیوی نے اپنے شوہر کی رضامندی سے انگوٹھی پہننے سے انکار کردیا۔ دریافت کرنے پر دونوں نے کہا۔ کہ موجودہ روشن خیالی اور ترقی تہذیب کے حالات میں یہ نہایت ذلیل بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ میاں بیوی کا باہمی تعلق انگوٹھی یا کسی دوسرے ایسے ہی نشان کا محتاج سمجھا جائے۔ انگوٹھی پہنانا اُس زمانے کی یادگار ہے۔ جب عورتیں شوہروں کی مونس و صلاح کار نہ تھیں۔ بلکہ ان کی ملکیت یا باندیاں سمجھی جاتی تھیں ۔

بعض انگریزی اخبار اس آزاد خیالی پر کہ یوں اظہار رائے کر رہے ہیں۔ کہ انگوٹھی پہننے اور پہنانے میں ذلت معلوم ہوئی۔ اور باقی رسوم کو کیوں نہ ذلت سمجھا۔ آخر نکاح بھی تو میاں بیوی کے سمجھوتے کا ایک رسمی اظہار ہے ۔

بجلی کا ضروری کام

جن شہروں میں بجلی لگ چکی ہے۔ وہاں کے گھروں میں آئے دن فیوز جل جانے کی شکایت سُننے میں آتی رہتی ہے۔ بعض اوقات نہایت اہم موقعوں پر یہ شکایت پیدا ہوتی ہے۔ گھر میں کوئی مہمان آیا ہوا ہو۔ کوئی بیمار ہو۔ رات میں کوئی ضروری کام ختم کرنا ہو۔ اور فیوز جل جانے سے اندھیرا گھپ ہوجائے تو بے انتہا بے چینی اور بے قراری میں وقت صرف ہوتا ہے۔ بجلی کے آسرے پر ہر وقت لیمپ کو چمنی۔ بتی اور تیل سے درست نہیں رکھا جاتا۔ کہ اس سے کام لے لیا جائے۔ چنانچہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ کہ بجلی گھر اطلاع دے کر مستری کے آنے کا انتظار کیا جائے۔ بعض مرد تو بجلی کا تھوڑا بہت کام جانتے ہیں۔ اور وقت پڑے پر کام چلا لیتے ہیں۔ مگر عورتیں اس سے قطعی ناواقف ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ کام کچھ ایسا دشوار یا محنت کا نہیں ہے ۔

اسی خیال سے مانچسٹر اور لندن میں عورتوں کا جلسہ کرکے انہیں بجلی کے تجربے دکھائے گئے۔ اور انہیں تمام ایسی شکایتوں کا علاج سکھایا گیا۔ جو گھروں میں بجلی کے باعث روزمرہ پیدا ہوتی رہتی ہیں ۔

خبریں اور نوٹ

محمود زکی پاشا مصری اب سے پچیس سال پہلے مصر سے جلاوطن ہو کر قسطنطنیہ آئے۔ اور عثمانی سلطنت میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز رہے۔ انہوں نے اپنے ایک مضمون "ترکی کے حالات" میں ترکی کے جدید قانون ازدواج کے متعلق لکھا ہے۔ کہ پچھلے دنوں یہ خبر مشہور ہوئی تھی۔ کہ حکومت ترکی نے غیر ترکی مردوں کو ترکی عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دیدی ہے + یورپ والوں نے اس خبر پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ اور اس کے پردے میں بعض اَور مذہبی الزام لگا کر ان کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا۔ حالانکہ اصل قانون یہ نہیں۔ بلکہ یوں ہے۔ کہ ترکوں کی قومی مجلس نے ان تمام لوگوں کو قانوناً ترکی رعایا قرار دیا ہے۔ جنہوں نے ترکی رعایا بننا قبول کیا۔ ان میں اطالوی۔ ارمن اور یہودی بھی ہیں + ازدواج کے جس قانون کی رو سے ترکی عورتوں کو غیر ملکیوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت ہے۔ وہ ان ہی اطالوی۔ یہودی اور ارمن عورتوں تک محدود ہے۔ جو قانون کی رو سے ترکی رعایا ہیں +

پاشا موصوف نے اِسی مضمون میں خلیفہ کی معزولی کے اسباب بیان کر کے لکھا ہے۔ کہ جنگ آزادی کے دوران میں اناطولیہ کے مدبرین نے عبدالمجید خاں کو جو اس وقت ولی عہد تھے۔ دعوت دی۔ کہ آپ اناطولیہ آجائیں۔ اور فوج کی سرداری قبول کر لیں + اس کے جواب میں عبدالمجید خاں نے اپنی بیگمات سے مشورہ کے بعد لکھا۔ کہ جب تک ترکی مجلس کے ارکان اور فوج کے بڑے بڑے افسر اپنا دستخطی دعوت نامہ نہ بھیجیں گے۔ میں اسے قبول نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن پھر بھی عبدالمجید خاں نے لیت ولعل کی۔ اور اس کی اطلاع سلطان وحیدالدین خاں کو بھی کر دی۔ جس سے وہ اناطولیہ کی تحریک آزادی کے دشمن بن گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اس تحریک کے مخالف نہ تھے + اس سے قوم پر ست ترکوں کو یقین ہو گیا۔ کہ ولی عہد کام کرنا نہیں چاہتا۔ صرف آرام چاہتا ہے + سلطان وحیدالدین خاں کی جلاوطنی کے بعد جب عبدالمجید خاں کو خلیفہ بنایا گیا۔ تو انہوں نے ایک دوسری حرکت یہ کی کہ اپنا ایک خفیہ کارندہ جلال الدین عارف پاشا کے پاس روما بھیجا۔ کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر خلافت و سلطنت پر قبضہ کر لیں +

قسطنطنیہ میں بہت کچھ تلاش کے بعد سلطان وحیدالدین خاں کے چند صندوق برآمد ہوئے ہیں جن میں جواہرات ہیں۔ ان کی قیمت کا اندازہ ۳۰ ہزار پونڈ کیا گیا ہے +

ترکی حکومت نے اپنے ان تمام سفرا اور سیاسی نمایندوں کو انگورا میں طلب کیا ہے۔ جو ممالک غیر

اور حالا [illegible]

میں ایک اہم سیاسی کانفرنس ہونے والی ہے جس
میں سلطنت ترکی کے تمام سفرا۔ سیاسی نمایندے اور
ملک کے سیاست دان شریک ہوں گے +

ٹائمز کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے۔ کہ ترکی
پولیس نوجوان مردوں اور لڑکیوں کی اخلاقی
حالت کی حفاظت کے خیال سے ان ناچ گھروں
کو بند کر رہی ہے۔ جو حکومت انگورا کی اجازت سے
کھولے گئے ہیں۔ کیونکہ پولیس کو اس امر کی سخت
شکایت ملی ہے۔ کہ ان ناچ گھروں کی بدولت
بہت سی لڑکیاں گم ہو گئی ہیں + پولیس نے انتظام
کیا ہے۔ کہ آیندہ جو لڑکیاں ناچ کی درسگاہوں
میں ناچنا سیکھنے جائیں گی۔ انہیں اپنے ماں باپ
کی رضامندی کی تحریری سند پیش کرنی پڑیگی +

ٹائمز کا نامہ نگار روما سے لکھتا ہے۔ کہ اٹلی کے
ایک شہر میں چار ناچنے والیاں جل کر مر گئیں۔
اس لئے ناچ گھروں کی سخت نگرانی کی جا رہی
ہے۔ اور وزیر اعظم مسولینی نے احکام جاری کر دئے
ہیں۔ کہ ناچ گھر بند کر دئے جائیں۔ کیونکہ ان سے
بد اخلاقی پھیلتی ہے ٭

ایک جرمن اخبار کے نامہ نگار نے سلطان ابن
سعود سے ملاقات کر کے بہت سے سوالات پوچھے
سلطان موصوف نے مستقبل حجاز کے متعلق کہا۔
کہ "میں چاہتا ہوں۔ حجاز کی حکومت دوسری اسلامی
حکومتوں کی طرح آزاد ہو۔ اور اس میں مسلمانوں کے حقوق
کی حفاظت کرنے کی طاقت موجود ہو" سلطان موصوف
نے منصب خلافت کے متعلق فرمایا "کہ میں ایسے
شخص کی خلافت کے اعتراف پر متحد ہوں۔ جس میں
شریعت مقدسہ کی تمام صفات و خصائل موجود ہوں
اور سب سے ضروری یہ کہ اس میں اتنی طاقت
ہو۔ کہ وہ عالم اسلام کے حقوق کی حفاظت کر سکے"
نامہ نگار نے کہا۔ کہ کیا یہ صفات آپ میں موجود
ہیں؟ سلطان نے جواب دیا۔ کہ میں اپنے علاقہ
اور بلاد میں محترم ہوں۔ اور وہاں کے حقوق کی
حفاظت کر سکتا ہوں۔ مثلاً شام کے لئے مجھ میں
طاقت ہے۔ ساٹھ ہزار تلواریں میرے اشارے
چمک سکتی ہیں۔ مگر ممالک اسلامیہ مثلاً مصر یا ہندوستان
وغیرہ پر حملہ ہو۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس لئے
میں اپنے میں وہ باتیں نہیں پاتا۔ جو خلافت کے
لئے ضروری ہیں + ہند کی رائے کے مطابق میں
چاہتا ہوں۔ کہ مکہ معظمہ میں ایسی مجلسیں قایم ہوں
جس میں تمام ممالک اسلامیہ کے نمایندے شریک
ہو کر اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔ مگر یہ ظاہر کر دینا ضروری
ہے۔ کہ ایسا خلیفہ محض نام کا ہوگا۔ کیونکہ جب تک
خلیفہ کے ہاتھ میں حکومت نہ ہو گی۔ وہ ہرگز اسلام
کے لئے مفید نہ ہوگا + مسلمانوں کو روحانی مرشد
کی ضرورت نہیں۔ ان کا روحانی مرشد قرآن ہے"

بیروت کا تار۔ فرانسیسی سواروں کے ایک دستے
نے دروزیوں کے ایک گروہ کو جو سردار الاطرش
کی زیر سرکردگی بڑھ رہا تھا۔ زبردست شکست
دی + بیس دروزی اور ان کے سو گھوڑے مارے

گئے۔ اور بہت سا سامان فرانسیسیوں کے ہاتھ آیا۔ الاطرش پانچ سواروں کے ہمراہ بھاگ کر بچ گیا۔ اس کا گھوڑا بہت تیز تھا۔ اس لئے فرانسیسی تعاقب میں ناکام رہے۔

طنجہ۔ ۵ جنوری۔ ہسپانی علاقے میں عام اضطراب پھیلا ہوا ہے۔ ہسپانی فوج اور مراکش کے قبیلہ بنی الدر میں مقابلہ ہوا۔ جس میں بیس ہسپانی مارے گئے۔ اس قبیلہ کے سردار کے پاس مجاہدین کی خاصی تعداد موجود ہے۔

ہانکو (چین) کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں غیر ملکیوں خصوصاً برطانیہ کے خلاف سخت شورش برپا ہے۔ اور ناگزیر حالات کی بنا پر برطانی بستی کے بنک اور دکانیں غیر معین مدت کے لئے بند کر دی گئی ہیں۔ وہ وقت دور نہیں۔ جو شاید بستی کی بستی ہی خالی کرنی پڑے۔

بعد کا تار۔ احتیاط کے طور پر ہانکو۔ ایچنگ اور کیو کیانگ سے برطانی عورتوں اور بچوں کو ہٹا لیا گیا ہے۔ دو جہاز جن پر تین سو عورتیں اور بچے سوار ہیں شنگھائی کی طرف آ رہے ہیں۔

نیویارک (امریکہ) میں بجلی کی نمائش کے موقع پر ایک حیرت انگیز ایجاد دکھائی گئی۔ یہ ایجاد سرچ لائٹ ہے۔ دو کھرب لیمپوں کی روشنی دیتی ہے۔ اور اس سے چالیس میل کے فاصلے پر رکھا ہوا اخبار پڑھا جا سکتا ہے۔

برطانی عجائب خانہ اور پنسلوانیہ یونیورسٹی کی مشترکہ مہم نے عراق عرب میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کی عمارتیں تلاش کی ہیں۔ انہوں نے ایک بہت بڑے ٹیلے کو کھود کر سطح زمین سے بیس فٹ نیچے محفوظ مکانات نکالے ہیں۔ ان مکانات کے باہر سے اینٹوں کے ردے لگے ہوئے ہیں۔ اور اندر کی طرف کی دیواریں کچی ہیں۔ اور ان کی وضع قطع بغداد کے گھروں کی سی ہے۔ ان عمارتوں سے اب سے چار ہزار سال پیشتر کے انسانوں کی خانگی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت زندہ اشخاص اوپر کی منزلوں میں تو خود رہتے تھے۔ اور مکانوں کی نچلی منزل میں اپنے مُردے دفن کیا کرتے تھے۔ بعض ایسی تختیاں بھی برآمد ہوئی ہیں جن پر کچھ لکھا ہوا ہے۔

کابل کے برطانی سفارت خانے میں آگ لگنے کی مزید تفصیلات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بجلی کا تار خراب ہونے کی وجہ سے آگ لگی۔ اور اس نے جس عمارت کو خاک سیاہ کر دیا۔ وہ امیر حبیب اللہ خاں مرحوم کی خاص قیام گاہ تھی۔ اور اسی عمارت میں معاہدۂ ڈیورانڈ پر دستخط ہوئے تھے۔

کوالالنگن (ملایا) میں دریا چالیس فٹ چڑھ گیا جس سے کئی ہزار مربع میل تک پانی ہی پانی ہو گیا۔ اور ہزاروں انسان بے خانماں ہو گئے۔ ریل کے پلوں پر لاشیں ہی لاشیں دکھائی دیتی ہیں۔ وہاں کے ایک پیر اک سُلطان نامی نے بارہا اپنی جان

خطرے میں ڈال کر بہت سی جانیں بچائیں۔ اور اس کی بہادری کا غلغلہ سارے ملایا میں بلند ہوگیا۔

سر سیموئل ہور اور ان کے آٹھ دیگر ساتھیوں نے لندن سے بغداد تک ۳۸ گھنٹے میں بذریعہ ہوائی جہاز سفر کیا۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ نے اپنے سالانہ جلسے منعقدہ ۲۴ دسمبر میں یونیورسٹی کے حسب ذیل عہدیدار منتخب کئے:۔

ہر ہائنس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ بھوپال چانسلر۔ ہز ہائنس سر آغا خاں پرو چانسلر۔ نواب محمد مزمل اللہ خاں وائس چانسلر۔ شیخ عبداللہ صاحب خازن۔ سید سجاد حیدر صاحب رجسٹرار یونیورسٹی میعاد عہدہ ایک سال کے لئے اور بڑھادی گئی۔

مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو (امرتسر) لیگ کے سکرٹری منتخب کئے گئے۔

کلکتہ کا ایک اخبار لکھتا ہے۔ کہ حضور وائسرائے کے دورۂ بنگال کے موقع پر جب لیڈی اردن بیتھون کالج کے معائنہ کے لئے تشریف لانے والی تھیں۔ تو وہاں کی پرنسپل نے لیڈی اردن کے قدموں پر پھول چڑھانے کی کوشش کی۔ لیکن کالج کی لڑکیوں نے انہیں روک دیا۔ اس پر پرنسپل صاحبہ نے لڑکیوں کو طعنہ دیا۔ کہ تم مہاتما گاندھی پر تو پھول چڑھاتی ہو۔ لیکن وائسرائے کی بیوی پر پھول چڑھانے سے روکتی ہو!

آکسفورڈ یونیورسٹی نے مس سیتا بائی فراتن راؤ بی اے (بمبئی) کو پی ایچ ڈی کی ڈگری دی ہے یہ ڈگری ان مضامین کے صلے میں عطا کی گئی ہے جو انہوں نے رامائن اور مہابھارت کے زمانے کی عورتوں کے رتبے پر لکھے تھے۔

وائسرائے ہند کی ہمشیرہ مسز آنریبل فاکس لین ہندوستان تشریف لارہی ہیں۔ آپ کرنل فاکس لین ممبر پارلیمنٹ کی بیوی ہیں۔

اسی ہفتے راجہ صاحب محمود آباد کی صاحبزادیوں کی شادیاں ہونے والی ہیں۔ ایک صاحبزادی سر علی امام کے صاحبزادے سے اور دوسری راجہ صاحب ابوجعفر تعلقہ دار پیر پور کے بیٹے کے ساتھ منسوب ہوئی ہیں۔

ایک ۱۹ سالہ یورشین نوجوان مسٹر لوئیس البرٹ جو پینانگ کا رہنے والا ہے۔ اور تمام دنیا کی سیاحت کے لئے روانہ ہوا ہے۔ ۲ جنوری کو کراچی پہنچا۔ اس کا بیان ہے۔ کہ میں ۱۸۔ اگست ۱۹۲۵ء کو چلا تھا۔ ملایا۔ سیام۔ چین۔ جاپان۔ برہما اور ہندوستان ہوتا ہوا یہاں پہنچا ہوں۔ اور اب ایشیائے کوچک۔ یورپ اور امریکہ جاؤں گا۔ میرے پاس کوئی روپیہ پیسہ نہیں۔ البتہ چند تصویروں کے پوسٹ کارڈ بیچ کر اپنا پیٹ پال رہا ہوں۔

حضور وائسرائے نے بنارس یونیورسٹی میں گائکوار لائبریری ہال کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر معزز مرد و عورتیں موجود تھیں۔

خبریں اور نوٹ

محمود زکی پاشا مصری اب سے کئی سال پہلے مصر سے جلا وطن ہو کر قسطنطنیہ آئے۔ اور عثمانی سلطنت میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز رہے انہوں نے اپنے ایک مضمون "ترکی کے حالات" میں ترکی کے جدید قانون ازدواج کے متعلق لکھا ہے۔ کہ پچھلے دنوں یہ خبر مشہور ہوئی تھی۔ کہ حکومت ترکی نے غیر ترکی مردوں کو ترکی عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دیدی ہے + یورپ والوں نے اس خبر پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ اور اس کے پردے میں بعض اور مذہبی الزام لگا کر ان کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا۔ حالانکہ اصل قانون یہ نہیں۔ بلکہ یوں ہے۔ کہ ترکوں کی قومی مجلس نے ان تمام لوگوں کو قانوناً ترکی رعایا قرار دیا ہے۔ جنہوں نے ترکی رعایا بننا قبول کیا۔ ان میں اطالوی۔ ارمن اور یہودی بھی ہیں + ازدواج کے جس قانون کی رو سے ترکی عورتوں کو غیر ملکیوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت ہے۔ وہ ان ہی اطالوی۔ یہودی اور ارمن عورتوں تک محدود ہے۔ جو قانون کی رو سے ترکی رعایا ہیں +

پاشا موصوف نے اسی مضمون میں خلیفہ کی معزولی کے اسباب بیان کر کے لکھا ہے۔ کہ جنگ آزادی کے دوران میں اناطولیہ کے مدبرین نے عبدالمجید خاں کو جو اس وقت ولی عہد تھے۔ دعوت دی۔ کہ آپ اناطولیہ آجائیں۔ اور فوج کی سرداری قبول کرلیں + اس کے جواب میں عبدالمجید خاں نے اپنی بیگمات سے مشورہ کے بعد لکھا۔ کہ جب تک ترکی مجلس کے ارکان اور فوج کے بڑے بڑے افسر اپنا دستخطی دعوت نامہ نہ بھیجیں گے۔ میں اسے قبول نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن پھر بھی عبدالمجید خاں نے لیت و لعل کی۔ اور اس کی اطلاع سلطان وحیدالدین خاں کو بھی کردی جس سے وہ اناطولیہ کی تحریک آزادی کے دشمن بن گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اس تحریک کے مخالف نہ تھے + اس سے قوم پرست ترکوں کو یقین ہوگیا۔ کہ ولی عہد کام کرنا نہیں چاہتا۔ صرف آرام چاہتا ہے + سلطان وحیدالدین خاں کی جلاوطنی کے بعد جب عبدالمجید خاں کو خلیفہ بنایا گیا۔ تو انہوں نے ایک دوسری حرکت یہ کی کہ اپنا ایک خفیہ کارندہ جلال الدین عارف پاشا کے پاس روما بھیجا۔ کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر خلافت و سلطنت پر قبضہ کرلیں +

قسطنطنیہ میں بہت کچھ تلاش کے بعد سلطان وحیدالدین خاں کے چند صندوق برآمد ہوئے ہیں جن میں جواہرات ہیں۔ ان کی قیمت کا اندازہ ۳۰ ہزار پونڈ کیا گیا ہے +

ترکی حکومت نے اپنے ان تمام سفرا اور سیاسی نمایندوں کو انگورا میں طلب کیا ہے۔ جو ممالک غیر اور ممالک ترکی میں ہیں + کہا جاتا ہے۔ کہ انگورا

میں ایک اہم سیاسی کانفرنس ہونے والی ہے جس میں سلطنت ترکی کے تمام سفرا۔ سیاسی نمایندے اور ملک کے سیاست دان شریک ہوں گے +

ٹائمز کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے۔ کہ ترکی پولیس نوجوان مردوں اور لڑکیوں کی اخلاقی حالت کی حفاظت کے خیال سے ان ناچ گھروں کو بند کر رہی ہے۔ جو حکومت انگورا کی اجازت سے کھولے گئے ہیں۔ کیونکہ پولیس کو اس امر کی سخت شکایت ملی ہے۔ کہ ان ناچ گھروں کی بدولت بہت سی لڑکیاں گم ہو گئی ہیں + پولیس نے انتظام کیا ہے۔ کہ آیندہ جو لڑکیاں ناچ کی درسگاہوں میں ناچنا سیکھنے جائیں گی۔ انہیں اپنے ماں باپ کی رضامندی کی تحریری سند پیش کرنی پڑیگی +

ٹائمز کا نامہ نگار روما سے لکھتا ہے۔ کہ اٹلی کے ایک شہر میں چار ناچنے والیاں جل کر مرگئیں۔ اس لئے ناچ گھروں کی سخت نگرانی کی جا رہی ہے۔ اور وزیر اعظم مسولینی نے احکام جاری کر دئے ہیں۔ کہ ناچ گھر بند کر دئے جائیں۔ کیونکہ ان سے بد اخلاقی پھیلتی ہے +

ایک جرمن اخبار کے نامہ نگار نے سلطان ابن سعود سے ملاقات کر کے بہت سے سوالات پوچھے سلطان موصوف نے مستقبل حجاز کے متعلق کہا۔ کہ "میں چاہتا ہوں۔ حجاز کی حکومت دوسری اسلامی حکومتوں کی طرح آزاد ہو۔ اور اس میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنے کی طاقت موجود ہو" سلطان موصوف نے منصب خلافت کے متعلق فرمایا "کہ میں ایسے شخص کی خلافت کے اعتراف پر مستعد ہوں جس میں شریعت مقدسہ کی تمام صفات و خصائل موجود ہوں اور سب سے ضروری یہ کہ اس میں اتنی طاقت ہو۔ کہ وہ عالم اسلام کے حقوق کی حفاظت کر سکے" نامہ نگار نے کہا۔ کہ کیا یہ صفات آپ میں موجود ہیں؟ سلطان نے جواب دیا۔ کہ میں اپنے علاقہ اور بلاد میں محترم ہوں۔ اور وہاں کے حقوق کی حفاظت کر سکتا ہوں۔ مثلاً شام کے لئے مجھ میں طاقت ہے۔ ساٹھ ہزار تلواریں میرے اشارے پہ چمک سکتی ہیں۔ مگر ممالک اسلامیہ مثلاً مصر یا ہندوستان وغیرہ پر حملہ ہو۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس لئے میں اپنے میں وہ باتیں نہیں پاتا۔ جو خلافت کے لئے ضروری ہیں + ہند کی رائے کے مطابق میں چاہتا ہوں۔ کہ مکہ معظمہ میں ایسی مجلسیں قایم ہوں جس میں تمام ممالک اسلامیہ کے نمایندے شریک ہو کر اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔ مگر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ کہ ایسا خلیفہ محض نام کا ہوگا۔ کیونکہ جب تک خلیفہ کے ہاتھ میں حکومت نہ ہو گی۔ وہ ہرگز اسلام کے لئے مفید نہ ہوگا۔ مسلمانوں کو روحانی مرشد کی ضرورت نہیں۔ ان کا روحانی مرشد قرآن ہے"

بیروت کا تار۔ فرانسیسی سواروں کے ایک دستے نے دروزیوں کے ایک گروہ کو جو سردار الاطرش کی زیر سرکردگی بڑھ رہا تھا۔ زبردست شکست دی + بیس دروزی اور ان کے سو گھوڑے مارے

گئے۔ اور بہت سا سامان فرانسیسیوں کے ہاتھ آیا۔ الاطرش پانچ سواروں کے ہمراہ بھاگ کر بچ گیا۔ اس کا گھوڑا بہت تیز تھا۔ اس لئے فرانسیسی تعاقب میں ناکام رہے۔

طنجہ۔ ۵ جنوری۔ ہسپانی علاقے میں عام اضطراب پھیلا ہوا ہے۔ ہسپانی فوج اور مراکش کے قبیلہ بنی الدر میں مقابلہ ہوا۔ جس میں بیس ہسپانی مارے گئے۔ اس قبیلہ کے سردار کے پاس مجاہدین کی خاصی تعداد موجود ہے۔

ہانکو (چین) کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں غیر ملکیوں خصوصاً برطانیہ کے خلاف سخت شورش برپا ہے۔ اور ناگزیر حالات کی بنا پر برطانی بستی کے بنک اور دکانیں غیر معین مدت کے لئے بند کر دی گئی ہیں۔ وہ وقت دور نہیں۔ جو شاید بستی کی بستی ہی خالی کرنی پڑے۔

بعد کا تار۔ احتیاط کے طور پر ہانکو۔ ایچنگ اور کیوکیانگ سے برطانی عورتوں اور بچوں کو ہٹا لیا گیا ہے۔ دو جہاز جن پر تین سو عورتیں اور بچے سوار ہیں شنگھائی کی طرف آرہے ہیں۔

نیویارک (امریکہ) میں بجلی کی نمائش کے موقع پر ایک حیرت انگیز ایجاد دکھائی گئی۔ یہ ایجاد سرچ لائٹ ہے۔ دو کھرب لمپوں کی روشنی دیتی ہے۔ اور اس سے چالیس میل کے فاصلے پر رکھا ہوا اخبار پڑھا جا سکتا ہے۔

برطانی عجائب خانہ اور پنسلوینیہ یونیورسٹی کی مشترکہ مہم نے عراق عرب میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کی عمارتیں تلاش کی ہیں۔ انہوں نے ایک بہت بڑے ٹیلے کو کھود کر سطح زمین سے بیس فٹ نیچے محفوظ مکانات نکالے ہیں۔ ان مکانات کے باہر سے اینٹوں کے ردے لگے ہوئے ہیں۔ اور اندر کی طرف کی دیواریں کچی ہیں۔ اور ان کی وضع قطع بغداد کے گھروں کی سی ہے۔ ان عمارتوں سے اب سے چار ہزار سال پیشتر کے انسانوں کی خانگی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت زندہ اشخاص اوپر کی منزلوں میں تو خود رہتے تھے۔ اور مکانوں کی نچلی منزل میں اپنے مُردے دفن کیا کرتے تھے۔ بعض ایسی تختیاں بھی برآمد ہوئی ہیں جن پر کچھ لکھا ہوا ہے۔

کابل کے برطانی سفارت خانے میں آگ لگنے کی مزید تفصیلات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بجلی کا تار خراب ہونے کی وجہ سے آگ لگی۔ اور اس نے جس عمارت کو خاک سیاہ کر دیا۔ وہ امیر حبیب اللہ خاں مرحوم کی خاص قیام گاہ تھی۔ اور اسی عمارت میں معاہدۂ ڈیورانڈ پر دستخط ہوئے تھے۔

کوالا لنگن (ملایا) میں دریا چالیس فٹ چڑھ گیا جس سے کئی ہزار مربع میل تک پانی ہی پانی ہو گیا۔ اور ہزاروں انسان بے خانماں ہو گئے۔ ریل کے پلوں پر لاشیں ہی لاشیں دکھائی دیتی ہیں۔ وہاں کے ایک پیر اک سلطان نامی نے بارہا اپنی جان

خطرے میں ڈال کر بہت سی جانیں بچائیں۔ اور اس کی بہادری کا غلغلہ سارے ملایا میں بلند ہوگیا۔

سر سیموئل ہورا ور ان کے آٹھ دیگر ساتھیوں نے لندن سے بغداد تک ۸۳ گھنٹے میں بذریعہ ہوائی جہاز سفر کیا۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ نے اپنے سالانہ جلسے منعقدہ ۲۴ دسمبر میں یونیورسٹی کے حسب ذیل عہدیدار منتخب کئے ۔

ہر ہائنس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ بھوپال چانسلر۔ ہز ہائنس سر آغا خاں پرو چانسلر۔ نواب محمد مزمل اللہ خاں وائس چانسلر۔ شیخ عبداللہ صاحب خازن۔ سید سجاد حیدر صاحب رجسٹرار یونیورسٹی میعاد عہدہ ایک سال کے لئے اور بڑھا دی گئی۔

مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو (امرتسر) لیگ کے سکرٹری منتخب کئے گئے۔

کلکتہ کا ایک اخبار لکھتا ہے۔ کہ حضور وائسرائے کے دورۂ بنگال کے موقع پر جب لیڈی اروِن بیتھون کالج کے معائنہ کے لئے تشریف لانے والی تھیں۔ تو وہاں کی پرنسپل نے لیڈی اروِن کے قدموں پر پھول چڑھانے کی کوشش کی۔ لیکن کالج کی لڑکیوں نے انہیں روک دیا۔ اس پر پرنسپل صاحبہ نے لڑکیوں کو طعنہ دیا۔ کہ تم مہاتما گاندھی پر تو پھول چڑھاتی ہو۔ لیکن وائسرائے کی بیوی پر پھول چڑھانے سے رو کتی ہو!

اکسفورڈ یونیورسٹی نے مس سیتا بائی نراتن راؤ بی اے (بمبئی) کو پی ایچ ڈی کی ڈگری دی ہے یہ ڈگری ان مضامین کے صلے میں عطا کی گئی ہے جو انہوں نے رامائن اور مہا بھارت کے زمانے کی عورتوں کے رتبے پر لکھے تھے۔

وائسرائے ہند کی ہمشیرہ مسز آنریبل فاکس لین ہندوستان تشریف لا رہی ہیں۔ آپ کرنل فاکس لین ممبر پارلیمنٹ کی بیوی ہیں۔

اسی ہفتے راجہ صاحب محمود آباد کی صاحبزادیوں کی شادیاں ہونے والی ہیں۔ ایک صاحبزادی سر علی امام کے صاحبزادے سے اور دوسری راجہ صاحب ابو جعفر تعلقہ دار پیر پور کے بیٹے کے ساتھ منسوب ہوئی ہیں۔

ایک ۱۹ سالہ یورشین نوجوان مسٹر لوئیس البرٹ جو پیانگ کا رہنے والا ہے۔ اور تمام دنیا کی سیاحت کے لئے روانہ ہوا ہے۔ ۲ جنوری کو کراچی پہنچا۔ اس کا بیان ہے۔ کہ میں ۱۸۔ اگست ۱۹۲۵ء کو چلا تھا۔ ملایا۔ سیام۔ چین۔ جاپان۔ برہما اور ہندوستان ہوتا ہوا یہاں پہنچا ہوں۔ اور اب ایشیائے کوچک۔ یورپ اور امریکہ جاؤں گا۔ میرے پاس کوئی روپیہ پیسہ نہیں۔ البتہ چند تصویروں کے پوسٹ کارڈ بیچ کر اپنا پیٹ پال رہا ہوں۔

حضور وائسرائے نے بنارس یونیورسٹی میں کالنگوار لائبریری ہال کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر معزز مرد و عورتیں موجود تھیں۔

ایجاد کی ہیں۔ جنہوں نے ایک طرف انسان کو بیماریوں سے بہت بڑی حد تک امین بنا دیا ہے۔ اور دوسری طرف علوم و فنون کی اشاعت اور دیگر ضروری مقاصد کی تکمیل بے انتہا آسان کر دی ہے چونکہ ان فضلائے روزگار کی شبانہ روز محنت صرف یورپ ہی کے لئے نہیں بلکہ ساری دنیا کے لئے باعث رحمت ہو رہی ہے۔ اس لئے ہر پڑھے لکھے شخص کو ان کے حالات سے آگاہی حاصل کرنی چاہئے۔ اس کتاب میں ڈاکٹروں، محققوں اور موجدوں کے حالات بڑے پُر لطف انداز سے لکھے گئے ہیں + مجلد قیمت عہ +

ایجادات

مغرب کے سائنس دانوں کے حیرت انگیز کارناموں کی تمام دنیا میں دھوم ہے + اس کتاب میں ان کی تمام اہم اور فائدہ مند ایجادات مثلاً ریل۔ موٹر۔ ہوائی جہاز۔ سب میرین۔ تارپیڈو۔ گراموفون۔ خوردبین۔ بائیسکوپ وغیرہ کا بہ تفصیل حال درج ہے۔ اور اس موضوع پر اُردو میں صرف یہی ایک کتاب ہے۔ قیمت مجلد عہ

کاری گری

اس کتاب میں چاقو، شیشہ۔ کاغذ۔ تالہ۔ سوئی۔ پن۔ دھاگہ۔ کپڑا بوٹ چینی کے برتن اور کئی دوسری چیزیں بنانے کا حال نہایت تفصیل سے اور دلچسپ انداز میں درج ہے + عہ

ملنے کا پتہ

دار الاشاعت پنجاب لاہور

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک ے۵ پیشگی

نمبر ۴	لاہور - ہفتہ - ۲۲ جنوری ۱۹۲۷ء	جلد ۳۰

تہذیب نسواں

لاہور - ہفتہ - ۱۷ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

ضرورت شادی

حنفی المذہب شیخ نجیب الطرفین عمر ۴۳ سال سرکاری افسر۔ شاہرہ پانچ سو روپیہ ماہوار شادی کی نیت سے نیک مزاج۔ تندرست۔ پڑھی لکھی اور واقعی خوب صورت لڑکی کے والدین سے خط و کتابت کرنا چاہتے ہیں، خاندان۔ عمر اور دیگر مفصل حالات سے اطلاع دی جائے۔

بی اے
معرفت منیجر تہذیب نسواں۔ لاہور

ضرورت رشتہ

پنجاب کے ایک راجپوت خاندان کے معزز رئیس کو اپنی نور چشمی کا عقد کسی نوجوان اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ برسرروزگار سے کرنا منظور ہے۔

اگر آپ اپنے فرزند ارجمند یا دختر نیک اختر یا کسی اور عزیز کے لئے کسی نیک اور موزوں رشتے کی تلاش میں ہوں۔ تو ہم سے آج ہی خط و کتابت کریں۔ جواب کے لئے ایک آنے کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

خط و کتابت کا پتہ
منیجر دی مسلم میرج بریو لودھیانہ
(پنجاب)

ضرورت

پنجاب میں ایک انگریزی داں معلمہ کی فوری ضرورت ہے۔ جو ایک پنجابی خاتون کو انگریزی بولنا اور لکھنا سکھا دے۔ رہائش و کھانا مفت۔ تنخواہ حسب لیاقت۔

درخواستیں میاں خورشید انور چیف سپروائزر کرو سسٹم (Crew System) نمبر ۲ کنگس روڈ ہاوڑہ بھیجی جائیں

خواتین کے لئے مسرت بخش

اکسیر ستارہ

(ہاتھ چابی مارک)

پینے کی دوا ہے۔ جو مستورات کی مخصوص شکایات کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی ہے۔ جہاں یورپ اور امریکہ کی ایجاد کردہ دوائیں ناکام رہیں اکسیر ستارہ نے اپنا پورا اثر دکھا کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ دوا دوسری اس قسم کی دواؤں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس دوا کو منگوا کر تجربہ کرنے پر آپ کو خاطر خواہ تشفی و تسلی ہو جائے گی۔ قیمت فی بوتل ؎ا

ملنے کا پتہ
بڑا دواخانہ
۵۲ مغل اسٹریٹ۔ رنگون۔ برما

تعلیم نسواں اور دور جدید

تعلیم نسواں کا مسئلہ جس قدر اہم اور ضروری ہے اُسی قدر عمیق اور مشکل۔ اس مسئلہ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ اس کے حامی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کو حد کمال تک پہنچانے کے خواہش مند تو اس قدر کہہ دیتے ہیں۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ عورتوں کو بھی سب رائج الوقت زبانوں میں سب علوم کی تعلیم نہ دی جائے۔ جب عورت کو خدا نے مرد کا ہم پہلو اور ہم ساز بنایا ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ اس دنیا کی گاڑی چلانے کے لئے دونو پہئے یکساں طور پر بنے ہوں۔ اور ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوں ورنہ ایک پہیہ کمزور ہونے سے ٹوٹ جائے گا۔ اور گاڑی لڑھک جائے گی۔ پھر جو گاڑی پر سوار ہوں گے (یعنی بچے) ان کا اللہ بیلی۔ یہ رائے رکھنے والے عموماً وہ تعلیم یافتہ نوجوان ہیں جن میں سے اکثر۔ اگر سارے نہیں۔ ہندوستان سے باہر جا کر دوسرے ممالک خصوصاً یورپ میں کچھ عرصے کے واسطے رہائش کر چکے ہیں۔ اور وہاں کی مادی ترقی نے ان کی آنکھیں چندھیا دی ہیں۔

مد مقابل میں ایسے حضرات ہیں۔ جو ان مولوی پیشہ (نہ کہ حقیقی مولوی) کے صحیح جانشین ہیں جنہوں نے سرسید علی الرحمۃ کی چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانے کی ہزار کوشش کی۔ اور انگریزی پڑھانے والے لوگوں کو بہت بُرا بھلا کہا۔ اور یہ کہ کہ بھی ان کے دل میں حسرت رہ گئی۔ کہ ابھی اور بھی کہنا تھا۔ حتیٰ کہ ان کو اسلام کے طبقے سے ہی خارج کر دیا۔ اس کا نتیجہ جو ہوا۔ وہ آج نظر آ رہا ہے۔ یعنی مسلمان نہ صرف دفاتر میں ۵ فی صدی بھی مشکل سے ہیں بلکہ تجارت میں اور اقتصادی حالت میں بھی کسی شمار میں نہیں۔

اب تعلیم نسواں کے متعلق بھی ایسے ہی نیم ملا خطرۂ ایمان بانگ دُہل سے چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ اگر عورتوں کو انگریزی اور علوم جدیدہ کی تعلیم دی گئی۔ تو اسلام کا خدا حافظ۔ یہ دونوں گروہ اپنے اپنے عقائد میں حد سے گزرے ہوئے ہیں اور اگرچہ دونوں کسی حد تک صحیح نہیں۔ مگر نہ اس قدر جیسے وہ کہتے ہیں۔

عورتوں کو تعلیم دینی چاہئے یا نہیں کا سوال تو اب زیر بحث نہیں۔ کیونکہ دونوں جانب کے حضرات اس پر تو متفق ہیں۔ اگر بحث ہے۔ تو اس پر۔ کہ عورت کو بحیثیت عورت ہونے کے کیا اور کس قدر تعلیم دینی ضروری ہے۔ تاکہ وہ شعار اسلام کو قایم رکھتے ہوئے علوم جدیدہ سے حسب ضرورت فائدہ اُٹھائے۔ بس اگر بحث ہے۔ تو اس بات پر۔ جو لوگ عورتوں کو وہی تعلیم دلوانا چاہتے ہیں۔ جو مردوں کو دی جاتی ہے یعنی اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ کہ لڑکیاں بھی مردوں کے دوبدو یا زنانہ مدارس میں ہی سہی اسی نصاب پر عبور کریں

جو مردانہ کالجوں میں رائج ہیں۔ اس وجہ سے اس قدر تعلیم کے حامی ہیں۔ کہ بقول انہی کے عورت و مرد کے حقوق و فرائض بالکل یکساں ہیں۔ اور ان کو دنیا میں یکساں قسم کے کام سرانجام دینے ہیں۔

واقعہ میں یہ حقیقت نہیں ہے۔ عورت کو بحیثیت عورت کے بالکل مختلف کام کرنے ہیں۔ اور مرد کے فرائض بالکل علیحدہ ہیں۔ اور جو تعلیم بھی دی جائے اس کا معیار اس کی ضرورت کے لحاظ سے ہوگا اور ہونا چاہئے۔ سب سے پہلے یہ سوال درپیش ہے کہ عورت مرد کے برابر ہے بھی یا نہیں۔

منیجر۔ یہاں اس امر کی تشریح کر دینی چاہئے تھی۔ کہ برابر کس بات میں؟ وہ برابر نہیں تو قوت جسمانی میں۔ رہا قوئ عقلیہ میں۔ اس کا فیصلہ یونیورسٹی کے امتحانات کے نتائج سے ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ لڑکیوں نے علم میں رتبہ مساوات ہی حاصل نہیں کیا۔ بلکہ بعض صورتوں میں تو قیمتی فضیلت حاصل کی ہے۔

غالباً اس میں کسی کو انکار نہ ہوگا۔ کہ وہ نہیں ہے اس لئے کہ آج سے کئی صدیاں پیشتر باری تعالیٰ کا ارشاد ہو چکا ہے۔ کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ

منیجر۔ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے اس آیت کا یوں ترجمہ کیا ہے۔ کہ "مرد عورتوں کے کارگزار ہیں"۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب نے موضح القرآن میں اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ کہ "مرد عورتوں کے تھیرے ہیں"۔

ضروری ہے۔ کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اس ارشاد کو قبول کریں۔ اور اپنے اشغال و فرائض کو اس آیت کے مطابق تقسیم کریں۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ مرد عورت سے قوی تر ہے؟ اس میں شک نہیں کہ عورتوں نے جانبازانہ کام کئے ہیں۔ جو بالعموم مرد کرتے ہیں۔ یا شاید جو بعض مردوں سے بھی نہ ہو سکیں۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ چند عورتوں کے مردانہ اعمال کی وجہ سے سب طبقہ نسواں کو برابری کا درجہ مل گیا۔

انگلستان اور دیگر یورپی ممالک میں لڑائی کے دوران میں جس قدر جوان لڑکے اور مرد لڑنے کے قابل تھے۔ جبری بھرتی میں لئے گئے۔ اور ملک میں صرف ان قابل مردوں کو رکھا گیا۔ جن کا رکھنا چند ایک پیشوں میں ملک اور جنگ کی ضروریات کے لئے اشد ضروری تھا۔ باقی پیشوں میں مثلاً عام دکانوں کا چلانا۔ ٹریم گاڑیاں چلانا۔ اور اس کے ٹکٹ بیچنا۔ کھیتوں پر کام کرنا۔ دودھ دوہنا۔ اور اسے گھوڑا گاڑی پر رکھ کر ریلوے اسٹیشن لے جانا۔ گولی بارود کے کارخانوں میں کام کرنا۔ یہ سب کچھ ہی عورتوں نے کیا۔ اور سچ یہ ہے۔ کہ اگر عورتیں اس وقت یہ کام نہ کرتیں۔ تو شکست لازمی و لابدی تھی۔ مگر یہ سب کچھ کرنے سے بھی وہاں کی عورتیں مردوں کے برابر نہ ہوئیں۔ نہ ان کو دوران جنگ میں مردوں کے برابر حقوق یا مشقت کا معاوضہ ملا۔ اور نہ اب ملتا ہے۔ پھر یہ بھی صحیح ہے۔ کہ یورپ کی یونیورسٹیوں

میں عورتیں مردوں کے پہلو بہ پہلو بیٹھ کر ایک ہی پروفیسر سے اسباق لیتی ہیں۔ اور پھر مشترکہ امتحانات پاس کر کے بیرسٹر۔ انجنیر اور ڈاکٹر بنتی ہیں۔ مگر ان کی تعداد بہ نسبت مردوں کے بہت ہی کم ہے۔

منیجر۔ ان امتحانوں میں لڑکیاں کم بیٹھتی ہیں۔ اس لئے پاس بھی کم ہوتی ہیں۔ ورنہ پاس شدگان میں تعداد متناسبہ کم نہیں ہوتی۔

اور رہے گی۔ کیونکہ جس قدر دماغ سوزی اور بدنی مشقت بیرسٹروں اور انجنیروں کو کرنی پڑتی ہے بہت کم عورتیں اس کی اہل ہیں۔ یا ہو سکتی ہیں۔

اس سے کسی کو انکار یا شک نہیں ہو سکتا۔ کہ عورت کو بحیثیت عورت کے اور ہی فرائض انجام دینے ہیں۔ جو مردوں کے سر نہیں چڑھ سکتے۔ مثلاً مرد جب اپنے روزانہ کام پر باہر گیا۔ تو عورت کو گھر کی صفائی اور سجاوٹ کا کام کرنا ہے۔ جب مرد کام سے تھکا ماندہ گھر واپس آتا ہے۔ عورت کی شکل دیکھتے ہی اس کے دل میں ایک خوشی کی لہر پھر جاتی ہے۔ اس وقت عورت کا فرض ہے۔ کہ اسے خندہ پیشانی سے ملے۔ اور سارے دن کی کلفت دور کرنے کے لئے اس کے لئے کچھ ناشتہ اور سامان تفریح مہیا کرے۔ پھر عورت کا جبکہ وہ غریب یا متوسط گھرانے میں ہو۔ فرض ہے کہ خود کھانا پکائے۔ اور نہ صرف اچھا پکائے۔ بلکہ انہیں چیزوں کو مختلف اشکال میں تیار کر سکے۔ سب سے ضروری عورت کا فرض بچوں کی پیدائش۔ ان کی تربیت اور ان کی تعلیم کا بار اٹھانا ہے۔ اگر کوئی عورت ان فرائض سے انکار کرے۔ تو گویا اپنے حقوق سے بھی انکار کرتی ہے۔ بلکہ اپنے آپ کو عورت ہی کہلانے سے انکاری ہے۔ یہ کام ساری دنیا میں سب عورتوں کو سر انجام دینے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ عورت کی تربیت اور اس کی تعلیم بھی ان اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے سرانجام پائے۔ ان اغراض کو سرانجام دینے کے لئے اعلےٰ پیمانے پر علم ریاضی۔ یوکلڈ یا فلسفہ یا نجوم یا قانون یا انجنیری کی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں۔ البتہ کسی حد تک علم ہندسہ اور تاریخ و جغرافیہ کا جاننا واقعی ضروری ہے۔

تہذیب نسواں میں بارے نصاب کا سوال بھی چند مضامین کا نصب العین رہا ہے۔ یہ نصاب ترتیب دینا کچھ اہم بات نہیں۔ ہم مسلمانوں کی بچیوں کے لئے ایسی نصاب کے دو پہلو ہونے چاہئیں۔ ایک عام تعلیم کے لحاظ سے۔ دوسرے خاص تعلیم کے نقطۂ نظر سے۔ عام مضامین میں مندرجۂ ذیل کا شامل ہونا ضروری ہے۔

(۱) اُردو لکھ پڑھ سکنا۔ (۲) حساب جمع خرچ وغیرہ مع بہی کھاتہ۔ (۳) جغرافیہ اس حد تک۔ کہ دنیا میں کتنے ممالک ہیں۔ اور روزانہ ضروریات کی چیزیں کہاں سے آتی ہیں۔ ہندوستان کا جغرافیہ زیادہ وضاحت سے ہو۔ (۴) تاریخ اس حد تک کہ دنیا کے مختلف ممالک میں کون کون حکومتیں گزر چکی ہیں۔ اور ان کے بڑے بڑے کارنامے

کیا تھے۔ اس میں ہندوستانی تاریخ اور اسلامی تاریخ کا زیادہ حصّہ ہو۔ (۵) انگریزی لازمی نہ ہو۔ اختیاری ہو۔ فقط اس قدر۔ کہ عام کتاب کا پڑھنا آسانی سے آجائے۔ (۶) کھانا پکانا۔ اس میں باورچی خانے کی سائنس بھی شامل ہو یعنی چولھا کن اصولوں سے بنایا جائے (یعنی انجنیری؟ نیچر) ہم کیوں کھاتے ہیں۔ (یعنی علم افعال الاعضاء؟ نیچر) کیا کھانا چاہئے۔ اور اس کو کس طرح تیار کرنا چاہئے۔ (یعنی کیمسٹری؟ نیچر) مختلف اقسام کے حلوے۔ مربے چٹنیاں بنانا بھی شامل ہو۔ (۷) سینا پرونا۔ گھر کا ہر قسم کا سینے کا کام۔ زنانہ اور بچوں کے لباس کی تراش و قطع۔ سلائی وغیرہ کا جاننا ہر عورت کے لئے اشد ضروری ہے۔ وائے ان عورتوں پر جو آج کل کی جدید ترین اختراعات فیشن کی دلدادہ ہیں۔ اور اپنے پہننے کے کپڑے درزیوں سے سلاتی ہیں۔ اور ایک ایک قمیص کی سلائی چار چار روپئے تک دے دیتی ہیں۔ یہ عورتیں اپنے خاوندوں کی دشمن اور گھر کو اجاڑنے والی ہیں۔ (۸) کشیدہ وغیرہ کا کام۔ اس میں ڈران تھریڈ۔ کروشیا۔ نٹنگ۔ سٹیچ ورک سب شامل ہیں۔ ان کا جاننا مفید ہے۔ جو امیر گھروں میں زیبائش میں مدد دیتا ہے۔ اور غریب گھروں میں چار پیسے کی آمدنی کا ذریعہ بنتا ہے۔ (۹) رہائش و آرائش۔ یعنی مکان صحت کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کس طرح کا ہونا چاہئے۔ (یعنی ہائی جین؟ نیچر) اور اپنی بساط اور ضرورت کے مطابق کس طرح سجانا چاہئے۔ ہم ہندوستانیوں میں مکان کو سجانا ایک نابود علم ہے۔ جس کمرے میں جاؤ۔ ایک نہ ایک چارپائی پڑی ہے۔ جس کے نیچے برتن۔ صندوق۔ پرانی جوتیاں دھبائی رکھی ہیں۔ اگرچہ مکان کی زیبائش میں کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ عقلمند اور سلیقہ بیبیاں پیسوں سے ایک مختصر سے گھر کو بہشت بنا سکتی ہیں۔ اصول صحت کا جاننا ہر عورت کے لئے نہ صرف مفید بلکہ فرض ہونا چاہئے۔ بدن کی صفائی جو سب امراض کی دوا ہے۔ خدائی حکم ہے۔ ہم خدا کے حضور میں کھڑے نہیں ہو سکتے۔ جب تک بدن پاک نہ ہو۔ اور لباس پاک نہ ہو۔ فرسٹ ایڈ یعنی حادثہ کے وقت فوری مدد کس طرح دینی چاہئے۔ تیمارداری اسی میں شامل ہے۔ تیمارداری خاص عورت کا حصہ ہے۔ اسی لئے سب ہسپتالوں میں عورتیں ہی تیماردار رکھی جاتی ہیں۔ کیونکہ عورت کے نرم ہاتھوں سے دوا کا جو اثر ہے۔ وہ مرد کے سخت ہاتھوں سے نہیں ہوتا۔ پھر عورت بیمار شخص کو نہایت نرمی اور ہمدردی سے اٹھاتی بٹھاتی ہے۔ اور اس کے آرام میں کوشاں ہوتی ہے۔ مرد خلقتاً اس کام کے لئے مناسب نہیں۔ وہ بہت جلد اکتا جاتا ہے اور مریض کو بجائے آرام دینے کے تکلیف دینے لگتا ہے۔ علاوہ ازیں اگرچہ حکمت کا جاننا ہر عورت کے لئے ممکن نہیں ہو سکتا۔ چند ایک مشہور یونانی اور انگریزی دواؤں کا جاننا اور تیار کرنا۔ امیر غریب گھرانوں کے لئے بہت مفید ہے۔

یہ ہوئی عام تعلیم۔ اب رہی عورتوں کی خاص

تعلیم بحیثیت مسلمان ہونے کے لازمی ہے۔ کہ (۱) وہ قرآن شریف بخوبی پڑھ سکیں۔ بلکہ کچھ معنی بھی سمجھیں۔ (۲) ضروری مسائل جن پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ اور جن کا جاننا روزانہ فرائض انجام دینے کے لئے مفید ہے۔ یہ مسائل پانچ ارکان اسلام و دیگر اسلامی شعار و آداب کے متعلق ہوں۔ (۳) تفسیر و حدیث بقدر ضرورت۔ (۴) حقوق و فرائض متعلقہ رشتہ داران و ہمسائگان وغیرہ وغیرہ۔

غرض یہ ہے۔ کہ لڑکیوں کو صحیح طور پر اسلام کی سچی پیروکار اور زندگی میں خاوند کی مونس و مددگار بنایا جائے۔ کون مسلمان ہے۔ جس کو تعلیم دلوانے سے انکار ہے۔ اور پھر اگر یہ تعلیم مندرجہ بالا موضوع پر ہو۔ مگر واے اس کورعقلی پر۔ کہ زمانہ حال کی مادی ترقی کی دلدادہ ہو کر ہم اس کی اندھا دھند نقل پر آمادہ ہو رہے ہیں۔ اور اپنے آپ کو قعر عمیق میں جھونک رہے ہیں۔ اور شایستہ ہونا اور مہذب کہلانا فقط اسی میں سمجھ رہے ہیں۔ کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی بے پردہ ہو کر سیر کے لئے جانے میں کچھ حرج نہ سمجھیں۔ بلکہ ضرورت زمانہ۔ ایک مسلمان وکیل صاحب اپنی ۱۸ سالہ جوان لڑکی کو کھلے ٹانگے میں بے نقاب سیر کے لئے لے جاتے تھے۔

فیجر۔ ان وکیل صاحب نے ضرور عربی پڑھی ہوگی اور حدیث و فقہ کا مطالعہ کیا ہوگا۔ انہیں کتابوں میں اس قسم کی سیر کا جواز لکھا ہے۔ جب لڑکیاں ان کتابوں کو پڑھیں گی۔ وہ بھی اس جواز سے واقف ہو جائیں گی۔

یورپ کی اندھا دھند نقل کا جو نتیجہ ہوگا۔ وہ ایک مضمون سے عیاں ہے۔ جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے ہفتہ وار اخبار "حمایت اسلام" مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کے صفحہ ۵ پر مندرج ہے۔ جس کا یہاں نقل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عنوان ہے "تقلید مغرب" اور لکھا ہے۔ "جناب بیگم صاحبہ بھوپال حال ہی میں جب علی گڑھ تشریف لے گئیں۔ اور مسلم (مسلم یونیورسٹی) کالج (غالباً زنانہ کالج مراد ہے۔) کے معائنہ کی خواہش ظاہر فرمائی۔ تو یہ خبر پاکر شہر کی بہت سی بیبیاں بھی آگئیں۔ ان بیبیوں میں مسلم یونیورسٹی کے ایک مسلمان پروفیسر کی بی بی بھی تھیں۔ جن کے سر کے بال تازہ ترین مغربی فیشن کے مطابق کٹے ہوئے تھے اور مردوں جیسے پٹے تھے۔ جب حضور ممدوحہ اس نیک نہاد بی بی کو بطریق احسن سرزنش کر کے آگے بڑھیں۔ تو انہیں ایک مسلمان لڑکی نظر آئی۔ جس کا پاجامہ اس قدر اونچا تھا۔ کہ پنڈلیاں صاف کھلی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ حضور ممدوحہ نے اس پر بھی ناخوشی کا اظہار فرمایا۔ اور بیبیوں کو ولایت کی عورتوں کی تقلید کے نقصانات سے آگاہ کیا۔"

عورتوں کو مکمل انگریزی تعلیم اور انگریزی آزادی دینے کا جو نتیجہ ہوگا۔ وہ دہلی میں اصغری خانم جس کا موجودہ نام شانتی دیوی ہے۔ کی مثال سے عیاں ہے۔

فیجر۔ میں نے تحقیق کر کے معلوم کیا ہے۔ کہ اصغری عرف شانتی دیوی کی تعلیم اس قدر غیر مکمل ہے۔ کہ اسے

تعلیم یافتہ کتنا ہی غلط ہے۔

وائے برحال ما۔ فاعتبروا یا اولوالابصار۔ اصغری خانم کا قصہ سن کر کون مسلمان ہے۔ جس کا جگر پاش پاش نہ ہو۔ اور دل خون کے آنسو نہ بہائے۔

عبدالرشید ملک

منیجر۔ یہ مضمون خواتین کی توجہ کے قابل ہے۔ ملک صاحب محترم نے بہت قابلیت اور ہمدردی سے لکھا ہے۔ مگر اس مضمون میں بعض کمزوریاں ہیں۔ وہ ظاہر کردینی چاہئیں۔ تاکہ ملک صاحب موصوف اپنی تجویز کو دوبارہ مکمل صورت میں پیش کرسکیں۔

ہمارے لیڈر

تہذیب مورخہ یکم جنوری میں بھائی ارشد تھانوی کا مضمون بعنوان "تعلیمی سالگرہ" نظر سے گزرا کیا بتاؤں اس مضمون کو پڑھ کر کتنی خوشی ہوئی۔ اور دل سے دعا نکلی۔ کہ اے خدا تو ہماری قوم کے تمام صاحب اولاد لوگوں کو بھائی صاحب کی تقلید کی توفیق عطا فرما اور اولاد کی بہتری کے تمام کاموں یہاں تک کہ کھیل میں بھی ایسی ہی دلچسپی اور انہماک پیدا کردے۔ جیسا بھائی صاحب موصوف کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے۔ ساتھ ہی اس کے اپنی قوم کے لیڈروں کا خیال کرکے جو صدمہ ہوا۔ وہ بھی ناقابل بیان ہے۔ کیونکہ آجکل ہمارے لیڈروں نے اصلاح قوم کے جو طریقے اختیار کئے ہیں۔ ان میں بچوں کا کوئی حصہ نہیں رکھا یہاں تک۔ کہ ان کے اپنے بچے بھی اپنے محترم باپ کی شفقت و تربیت سے محروم ہیں۔ پچھلے سال کا ذکر ہے۔ ہمارے یہاں ایک لیڈر صاحب آکر قیام پذیر ہوئے۔ جن کے ساتھ ان کا ایک بارہ تیرہ سال کا لڑکا بھی آیا تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ اہلیہ کا انتقال ہوجانے کی وجہ سے وہ بچے کو اپنے ساتھ ہی رکھتے ہیں۔ اور چونکہ اپنے سیاسی کاموں کی وجہ سے زیادہ دورہ میں رہتے ہیں۔ لڑکے کو کسی اسکول میں بھی داخل نہیں کراسکتے۔ خیر لڑکا گھر میں آیا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ اس کی گفتگو نہایت شائستہ تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ اپنی عمر سے زیادہ اس نے لیاقت حاصل کی ہے۔ مگر افسوس۔ یہ صرف دھوکا تھا۔ دراصل اس کی لیاقت صرف اتنی تھی۔ کہ اٹک اٹک کر تھوڑی بہت اردو پڑھ لیتا تھا۔ گفتگو میں ربط اور شائستگی ہر وقت مردانہ صحبت میں رہنے کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی۔ خیر صبح سے اٹھ ان کے والد صاحب تو اپنے ضروری کاموں کے لئے گشت کرنے چلے گئے۔ اور صاحبزادہ نے ادھر ادھر گھومنا شروع کیا۔ کبھی گلی میں ڈور پتنگ کے پیچھے کسی آوارہ لڑکے سے گتھم گتھا ہوئی۔ کبھی کسی دیوار کی منڈیر پر سے گرتے گرتے بچے۔ نوکر کی آنکھ بچا کر سہ منزلہ کی چھت پر پہنچ گئے۔ وہ جگہ نہایت مخدوش تھی۔ نوکر کی نظر پڑی۔ تو بے اختیار ہوکر دوڑا۔ اور صاحبزادے کو اتار کر لایا۔ پھر میرے پاس کہلا کر بھیجا۔ کہ مہمان صاحبزادے بہت شریر معلوم ہوتے ہیں۔ صبح سے

اب تک کئی مرتبہ خطرے میں پڑھ چکے ہیں۔ میرا کہنا کسی طرح نہیں مانتے۔ اور اب مجھے سودا خریدنے کو بازار جانا ہے۔ ان کے واسطے کیا بندوبست کیا جائے؟

میں نے کہدیا۔ کہ صاحبزادے کو گھر میں بھیجدو اور تم بازار جاؤ۔ خیر جناب وہ آئے۔ تو میں نے سمجھا بجھا کر بٹھایا۔ گھر کے بچے اسکول جا چکے تھے۔ اس لئے میں نے ان کی کچھ کتابیں لاکر انہیں دیں اور کہا۔ کہ تین بجے تمہارے دوست اسکول سے آجائیں گے۔ تب تم ان کے ساتھ کھیلنا۔ اس وقت تک ان کتابوں سے اپنا دل بہلاؤ۔ دیکھو کیسے اچھے قصے ہیں۔

انہوں نے ذرا دیر کتابوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا مگر شاید کوئی پسند نہ آئی۔ تو میری نگاہ بچا کر وہ پھر اپنی فکروں میں روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد سڑک پر بہت غل شور سنائی دیا۔ میں اس طرف متوجہ ہوئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مہمان صاحبزادے کمرے کی کھڑکی میں سے سڑک کی طرف چھجے پر اُتر گئے ہیں۔ اور ان کو ایسی خطرناک جگہ دیکھ کر راہ گیر غل مچا رہے ہیں۔ خیر میرے پہنچتے پہنچتے صاحبزادے جلدی سے کھڑکی میں چڑھ کر کمرے میں آ گئے تھے۔

میں نے ان کو بہت سمجھایا۔ کہ خدا کے واسطے تم اپنے والد کے پیچھے تو اس قسم کی حرکتیں نہ کیا کرو۔ اگر خدانخواستہ تم اس وقت سڑک پر گر جاتے۔ تو تمہارے والد صاحب کو کیا جواب دیا جاتا؟

انہوں نے نہایت خاموشی سے میری سب باتیں سُنیں۔ مگر ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا۔ کہ پھر اسی قسم کی کوئی اَور حرکت کی۔ کوئی ایک ہفتہ ان کا قیام یہاں رہا۔ اس میں روزانہ اسی قسم کی شکائتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ دو تین مرتبہ وہ کسی غیر لڑکے کے ساتھ بازار بھی چلے گئے۔ اور گھر والوں نے پریشان ہو کر تلاش کیا۔ ایک دفعہ تو تلاش کرتے وقت ان کے والد صاحب بھی آ گئے۔ اور گھر والوں کے ساتھ پریشان ہو کر وہ بھی تلاش کرنے نکلے۔ جس دن صاحبزادے اپنے والد صاحب کے ساتھ رخصت ہوئے۔ میں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر کیا۔ کہ وہ صحیح سلامت رخصت ہوئے۔ ورنہ ان کی حرکتوں سے ہر لمحہ فکر رہتی تھی۔ کہ خدانخواستہ اپنے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا لیں۔ یا کھو نہ جائیں ایسی حالت میں ان کے والد صاحب سے کتنی شرمندگی ہوگی۔

مجھے اس بچے کے اوپر جتنا غصہ آتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کی حالت پر افسوس ہوتا تھا۔ کہ کہ ہائے یہ ایک اتنے بڑے لیڈر کا بچہ ہے۔ جو اپنی شہرت اور قوم کی خدمات کے لحاظ سے کسی طرح علی برادران سے کم نہیں۔ مگر افسوس اس کے والد کو اس کا اتنا بھی خیال نہیں۔ کہ اپنا بچہ نہ سہی قوم کا بچہ سمجھ کر ہی وہ اس کی تعلیم و تربیت کی فکر کریں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جس بچے کے لئے کوئی شغلہ ہی نہ ہوگا۔ وہ سوائے اس کے کہ دیواریں پھاندتا

تہذیب نسواں ۶۸

پھرے۔ یا اسی قسم کے دوسرے خطروں میں پڑ کر اپنا دل بہلائے۔ آخر کیا کرے گا؟ کاش ہمارے لیڈر اس ننھی پود کی طرف توجہ کریں۔ اور سوچیں کہ وہ وقت بہت قریب ہے۔ جبکہ یہی ننھی فوج جوان ہو کر قوم کی ممبر بنے گی۔ اور اپنے دست بازو کے زور سے قوم کو جس طرف چاہے گی لے جائے گی۔ اگر ہم نے اس کو اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔ تو قوم خود بخود سنبھل جائے گی۔ اور اگر خدا نخواستہ ہماری غفلت سے یہ انمول دماغ خاک میں مل گئے۔ تو پھر مرتے دم تک ہمیں قوم کو بیدار کرنے کے لئے اپنی حالت زار کا مرثیہ پڑھنا پڑیگا اور نتیجہ کچھ بھی نہ نکلے گا۔

غور کرنے کی بات ہے۔ کہ آخر ہماری یہ ردی حالت کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ تعلیم ہم سے کوسوں دور ہے۔ سستی اور کاہلی ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ دولت پیدا کرنے کے طریقوں سے ناواقف محض ہیں۔ لیکن برباد کرنے کا کوئی طریقہ ایسا نہیں جسے ہم نے چھوڑ دیا ہو۔ انہیں سب باتوں کے لئے ہمارے لیڈر گلا پھاڑ پھاڑ کر چیختے ہیں۔ مگر چونکہ ہماری عادتیں پختہ ہو چکی ہیں۔ چھوڑے نہیں چھوٹتیں لیڈروں کا کہنا تو ایک طرف رہا ہم خود اپنے نقصانات کو دیکھ کر پشیمان ہوتے ہیں۔ اور ہزار کوشش کرتے ہیں۔ کہ اپنی بری عادتوں کو چھوڑ دیں لیکن جو عادتیں طبیعت ثانی بن چکی ہیں۔ ان کا چھوڑ دینا آسان کام نہیں۔ اگر ہمارے لیڈر اب بھی صرف ڈھنڈورے لوہے کو پیٹتے رہے۔ اور نئی نکلی ہوئی ہری شاخوں کو سیدھا کرنے کی فکر نہ کی۔ تو آئندہ کسی بہتری کی توقع رکھنا عبث ہے۔ مگر رونا تو یہی ہے۔ کہ جو لوگ رات دن قوم کی خدمت میں مصروف ہیں۔ انہوں نے اس معصوم کی فرقے کی طرف سے ایسی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ کہ غیر تو غیر انہیں اپنے بچوں کی خبر نہیں۔ کہ ان کا وقت کس طرح گزرتا ہے۔ کیا پڑھتے ہیں۔ کس وقت پڑھتے ہیں۔ استاد کون ہے۔ اور کیا اس کی لیاقت ہے۔ اسکول اور محلے کے جن لڑکوں سے دوستی ہے۔ آیا وہ دوستی کے لائق ہیں بھی یا نہیں؟

یہ میں مانتی ہوں۔ کہ بچوں کی تربیت زیادہ تر ماں سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر تاہم باپ اس سے بالکل بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ خاص کر مسلمان مستورات پردے کی وجہ سے گھر کے باہر کی خبر گیری سے بالکل معذور ہیں۔ اور اس کے لئے صرف باپ ہی کو ذمہ دار بننا ضروری ہے۔ باقی گھر میں اچھی تربیت اور تعلیم کی نگرانی بھی پورے طور پر ماں نہیں کر سکتی۔ اور عورت ہو کر مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی شرم نہیں۔ کہ فی الحال عورتیں اس قابل نہیں ہیں۔ کہ مردان کے بھروسہ پر بچوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں۔ کیونکہ ہم کو جیسا کچھ بھی بنایا ہے۔ مردوں ہی نے بنایا ہے ورنہ زمانے کی نظروں سے مخفی نہیں۔ کہ جن ز... میں تعلیم ہمارے لئے منع نہ تھی۔ اور گھر کی چا...

دیواری کے سوا باہر کی ہوا ہم پر حرام نہ تھی۔ تو
اسی ہماری ناکارہ سی جنس سے ایسی ایسی نادر
اور یگانہ روزگار ہستیاں بھی ہو گزری ہیں۔ جن کو
آج تک زندہ جاوید ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اور
جنہوں نے اپنی اعلیٰ دماغی قابلیتوں اور اپنی
حسن خدمات سے دنیا پر ثابت کر دیا۔ کہ قدرت
نے عورت کو بھی وہی دل دماغ عطا فرمایا ہے۔
جو مرد کو۔ اور آج بھی جن ممالک میں مردوں نے
عورت کی قدر پہچانی ہے۔ اور اس کو مساوات
کا درجہ دے رکھا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔
کہ وہاں عورتیں مردوں سے ایک قدم بھی پیچھے
ہیں؟

ابھی وہ وقت دور ہے۔ کہ ہمارے لیڈر بچوں
کی تعلیم و تربیت کے بار گراں کو صرف ماؤں کے
کندھوں پر رکھ کر علیحدہ ہو جائیں۔ اگر واقعی انہیں
اپنی قوم کی خدمت کرنا ہے۔ تو اس سے بہتر کچھ
نہیں ہو سکتا۔ کہ ننھی پود کی ابھی سے خبر لیں۔
اور جو برائیاں ہمیں گھن کی طرح کھائے جا رہی
ہیں۔ ان کا بیج اس چھوٹی اُمت کے معصوم
دلوں میں شروع سے نہ پڑنے دیں۔ اگر ہر لیڈر
نے اپنے بچوں کو اچھے اصولوں پر پرورش کر لیا۔
اور جن کے اپنے بچے نہیں ہیں۔ انہوں نے
اپنی قوم کے دس پانچ یتیم بچوں کو سنبھال
لیا۔ تو بس پھر بیڑا پار ہے۔ اور کسی سے کچھ کہنے
سننے کی ضرورت نہیں۔ انشاء اللہ قوم خود بخود
سنبھلتی چلی جائے گی ؎

خاکسار ظفر جہاں

نارنگی یا سنگترہ

میں اپنے پہلے کئی مضمونوں میں اس بات پر
بہت زور دے چکا ہوں۔ کہ جو مائیں اپنے بچوں
کو اُبلا ہوا دودھ پینے کو دیتی ہیں۔ ان کو چاہئے۔
کہ روزانہ نارنگی یا سنگترہ کے تازہ عرق کے کم از
کم دو بڑے چمچے ان کو پینے کو دیا کریں۔ کیونکہ
دودھ کو ابالنے سے اس کے اندر کے وٹیامین
جل جاتے ہیں۔ اور یہ وٹیامین انسان کی جسمانی
نشوونما کے لئے از بس ضروری ہیں۔ چونکہ نارنگی
میں یہ وٹیامین موجود ہیں۔ اس لئے وہ دودھ
کی ایک طرح قایم مقام بن جاتی ہے۔ ویسے بھی
چاہے آپ اپنے بچوں کو اُبلا ہوا دودھ یا تازہ
دودھ پلاتی ہوں۔ نارنگی کا کھانا بچوں کے لئے
بہت مفید ہے۔ نہ صرف ان میں وٹیامین کی وجہ
سے بلکہ نارنگی میں کئی قسم کی معدنیات کا جوہر
بھی موجود ہوتا ہے۔ جو خاص طور پر بدن کی
ہڈیوں کو بڑا اور مضبوط کرنے میں مدد دیتا ہے۔
اسی طرح نارنگی کے تمام چھلکے نہ پھینک دیا
کریں۔ اگر ہو سکے۔ تو ان کا مربا یا جیلی بنا کر گھر میں
رکھ لیں۔ ان چھلکوں میں بھی بہت کچھ مفید اجزا
ہوتے ہیں۔ امریکہ میں ہر ماں اپنے شیر خوار بچوں

کو خصوصاً اور تمام بچوں کو بھی روزانہ نارنگی کا
عرق پلاتی ہے۔ اور ڈاکٹر تازہ دودھ کے بعد نارنگی
کے عرق کو بچوں کے لئے بہت مفید بتاتے ہیں۔
یہاں تو نارنگیاں تمام سال دستیاب ہو سکتی ہیں
مگر ہندوستان میں شاید موسم سرما میں ہی مل سکتی
ہیں۔ چنانچہ آج کل موسم ہے۔ اور وہ ہیں بھی سستی۔
اس لئے اپنے بچوں کو خوب کھانے کو دیں۔ ان
کے زیادہ کھانے سے کسی نقصان یا درد معدہ وغیرہ
کا بھی اندیشہ نہیں۔ ہوتی بھی شیریں اور مزہ دار ہیں
بچے خوشی خوشی کھائیں گے۔ خود بھی کھائیں۔ کم خرچ
بالانشین ہے۔ دیگر پھل بھی اپنے اپنے لحاظ سے مفید
ہیں۔ مگر یہ نارنگی یا نارنگترہ یا سنترہ جو کچھ بھی ہے۔
بچوں کے لئے تریاق ہے۔

خدا کے لئے ان باتوں کو پڑھ کر جلد فراموش
نہ کر دیا کیجئے۔ اور پھر وہی شکایت۔ کہ "کیا کروں
ان بچوں کو سب نعمتیں میسر ہیں۔ مگر ان نہیں لگتا۔"
ارے ان کس طرح لگے۔ جبکہ اس قسم کی مفید اور
ضروری باتوں پر عمل نہیں کیا جاتا؟

ہم اپنا فرض دوستو۔ اب کر چکے ادا۔
اب بھی اگر نہ سمجھ گئے۔ سمجھائے گا خدا۔

خاکسار ممتاز احمد فاروقی بی اے از امریکہ

تیرنے والی یونیورسٹی

تہذیبی بہنوں کو یاد ہوگا۔ ۲۱ جون سنہ ۱۹۲۷ء کے
پرچے میں تیرنے والی یونیورسٹی کے عنوان سے ایک
مضمون اخبار میں نکلا تھا جس میں بتایا گیا تھا۔ کہ
امریکہ کے نہایت مشہور ماہرین تعلیم۔ بڑے بڑے
تاجروں اور دوسرے خادمان ملک و قوم نے مل کر
ایک جدید طریقہ تعلیم ملک کے سامنے پیش کیا ہے
جس میں انوکھی بات یہ ہے۔ کہ اس یونیورسٹی کے
تمام محکمے سمندر میں جہاز پر ہوں گے۔ اور ناخدایان علم
طالب علموں کو لئے لئے مختلف ملکوں اور شہروں کو
روانہ ہو جائیں گے۔

حال ہی میں اس یونیورسٹی کا جہاز (زنڈم) بمبئی
پہنچا ہے۔ اس میں ۶۶ پروفیسر اور ۴۸۸ طالب علم
لڑکے اور لڑکیاں سوار ہیں۔ جن کی عمر ۱۵ سے
چوبیس سال تک ہے۔ ان کے علاوہ ۲۵۴ دوسرے
ملازمین جہاز میں موجود ہیں۔ اس یونیورسٹی میں لکچرر
کے ہال۔ تجربات کے کمرے۔ ہاسٹل اور کھیلنے
کے میدان غرض طالب علموں کی ضروریات اور
تفریح کے سارے سامان موجود ہیں۔ یہاں تک
کہ جہاز پر ایک نہایت اعلیٰ اخبار بھی شائع ہوتا ہے
یہ تیرنے والی یونیورسٹی۔ جاپان۔ سیام۔ ایسٹ
انڈیز۔ سنگاپور اور لنکا ہوتی ہوئی بمبئی پہنچی ہے
وہ جہاں کہیں گئی۔ اس کا نہایت گرم جوشی سے
استقبال کیا گیا۔ سیام کے بادشاہ نے نہایت
شاندار خیر مقدم کیا۔

جہاز کے لنگر ڈالنے کے اگلے دن یونیورسٹی
کی ایک جماعت جہاز سے اتری اور بمبئی میں آئی

یہ جماعت چھ روز بمبئی میں صرف کرے گی۔ اور اسی طرح بمبئی کی سیر کے بعد تاج محل کی مختصر سی سیر کے لئے آگرے بھی جائے گی ۸ جنوری کو یہ یونیورسٹی اپنے سفر پر آگے روانہ ہوجائے گی۔

خاکسار سید امتیاز علی تاج

انجمن تہذیب نسواں بریلی

بریلی کی انجمن تہذیب کا ماہوار نواں جلسہ ۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو حافظ ظہور الدین صاحب ایم اے ایل ایل بی وکیل کے مکان پر منعقد ہوا تھا۔ بیگم عبداللہ صاحبہ سکرٹری انجمن کی کوشش اور توجہ سے بریلی کی انجمن کا جلسہ ہر مہینے ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر جلسے میں کافی تعداد تہذیبی بہنوں کی جمع ہو جاتی ہے۔ اور خوب رونق دار ہوجاتا ہے۔ گزشتہ جلسے میں بہنوں نے مجھے صدر بنا دیا تھا۔ اس جلسے میں بیگم حافظ ظہور الدین صاحبہ نے ایک مفید مضمون پڑھا تھا جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ بریلی کی مسلمان لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی غرض سے ایک زنانہ اسلامیہ اسکول قایم کیا جائے۔ لیکن میری تجویز کے مطابق یہ طے ہوا۔ کہ بجائے ایک نیا زنانہ اسکول قایم کرنے کے موجودہ سرکاری زنانہ اسکول کی اصلاح کی جائے۔ اور اس میں قرآن مجید اور دینیات کی تعلیم کا خاص انتظام کیا جائے۔ چنانچہ ارادہ ہے۔ کہ اسی ماہ میں ہم چند بہنیں جاکر اسکول کا معائنہ کریں۔ اور چند معلمہ صاحبہ کے ذریعہ موجودہ شکایات دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور معلمہ قرآن کے تقرر کا بندوبست کریں۔

اس جلسے میں تبلیغ فنڈ کا حسب ذیل ۹ روپے ۵ آنے چندہ جمع ہوا:۔

بیگم عبداللہ جان صاحبہ سکرٹری انجمن تہذیب نسواں ۲
خلیقہ بیگم صاحبہ ۸ آنے بلقیس بیگم صاحبہ ۸ آنے
ظفر جہاں بیگم صاحبہ ۸ آنے بیگم محمد عبداللہ صاحبہ ۱۲ آنے
خاکسار خدیجۃ الکبریٰ ۱۲ آنے رفیعہ سلطان بیگم ۸ آنے
شائستہ بانو ۴ آنے خجستہ بانو ۴ آنے
زہرہ بیگم ۴ آنے جلیل فاطمہ ۴ آنے
شفیق فاطمہ ۴ آنے بیگم مبارک علی صاحبہ ۱ روپیہ

بعد منہائی فیس منی آرڈر ۱ روپیہ تبلیغ ۸ روپے ۵ آنے آج بذریعہ منی آرڈر منیجر صاحب تہذیب نسواں کے نام روانہ کر دئے گئے۔ اور جن بعض بہنوں نے چندہ کا وعدہ کیا تھا۔ ان سے مکرر تقاضا بھی کیا گیا۔ مگر ابھی تک وصول نہیں ہوا۔ وصول ہونے پر وہ رقم بھی بھیجدی جائے گی:۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ۔ مشیر مال انجمن از بریلی

مادری زبان یا اُردو؟

۲۵ دسمبر کے تہذیب میں، تہذیبی بہنوں سے مختلف صوبے کی مادری زبانوں اور اُردو کے باب میں جو استفسار کیا گیا تھا۔ اس کے متعلق محترمات خدیجۃ الکبریٰ نے ور خدر ۔ ۱۰۱ کہ ہیں

قبل ازیں شائع ہو چکی ہیں۔ آج ن ہارون صاحبہ کی رائے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ آپ کراچی کی نہایت جلیل القدر خواتین میں سے ہیں۔ ان کا ان قومی معاملات کی طرف توجہ فرمانا بہت غنیمت اور موجب مسرت و شکر گزاری ہے۔

محترمہ بہن! تسلیم۔ تہذیب میں آپ کا مضمون نظر سے گزرا۔ آپ بہنوں کی سرگرمیوں کا حال پڑھ کر ایک گونہ مسرت حاصل ہوئی۔ یہاں کراچی لیڈیز کلب میں بھی اسی قسم کی تجویز پیش ہوئی تھی۔ کہ لڑکیوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جایا کرے۔ اس تجویز کی تائید میں متعدد ہندو اور پارسی بہنوں نے تقریریں کیں۔ مگر میں نے اس میں یہ ترمیم پیش کی کہ مسلمان لڑکیوں کے لئے نصاب تعلیم بجائے مادری زبان کے اُردو میں مقرر کیا جائے۔ کیونکہ مسلمانان ہند کی یہی ایک مشترک زبان ہے۔ اور اس کی اشاعت پر تمام مسلم حلقوں میں زور دیا جا رہا ہے۔ اس کلب میں بہت ہی کم مسلمان بہنیں شامل ہوتی ہیں تاہم میری ترمیم منظور کر لی گئی۔ سنا ہے۔ سندھ پراونشل لیڈیز کانفرنس میں بھی اسی قسم کا رزولیوشن پاس کیا گیا ہے۔ جس میں باوجود ڈیلی گیٹ منتخب ہونے کے میں شرکت نہ کر سکی۔

میرے خیال میں ہمیں تمام ہندوستان میں اُردو کو رواج دینا چاہئے۔ تاکہ متحدہ قومیت کے خیال کو تقویت پہنچے۔ اور اس بارے میں میں آپ سے متفق ہوں۔ مگر مولوی ممتاز علی صاحب ہیڈ ایڈیٹر تہذیب کا یہ فرمانا بالکل بجا ہے۔ کہ بہت سے صوبوں کے مسلمان اُردو سے بالکل ناواقف ہیں اور وہاں کی مروجہ زبانیں اُردو سے بالکل مختلف ہیں۔ ایسے صوبوں میں ابتدا ہی سے اُردو زبان میں لڑکیوں کو تعلیم دینا بہت سی مشکلات کا باعث ہو گا۔ اس لئے ایسے صوبوں میں پرائمری تک لڑکیوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ اس کے بعد مڈل تک اُردو میں۔ تو زیادہ مناسب ہو گا۔

یہاں کراچی میں عام طور پر بالخصوص مسلمانوں میں اُردو اظہار خیالات کا ذریعہ ہے۔ چند سال قبل مسلمان بھی اپنی لڑکیوں کو سندھی یا گجراتی پڑھایا کرتے تھے۔ لیکن اب ہر جگہ اور ہر گھر میں بفضلہ اُردو کا چرچا ہے۔ میونسپلٹی کراچی نے متعدد مدارس لڑکیوں کے لئے جا بجا جاری کر رکھے ہیں۔ جہاں اُردو میں تعلیم دی جاتی ہے۔ میری ساس مرحومہ کے نام ایک زنانہ مدرسہ حجیانی حنیفہ بائی میمن گرلز اسکول کے نام سے عرصہ تین سال سے اُردو کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ تاہم ابھی ابتدا ہے۔ اور ہماری قوم تعلیم کے معاملے میں بہت پیچھے ہے۔ خصوصاً تعلیم نسواں میں تو بالکل ہی گئی گزری ہے۔ خدا ہماری قوم کو نیک ہدایت دے۔ تاکہ وہ تعلیم نسواں کی اہمیت کو سمجھے۔

یہاں کراچی میں کوئی ایسی انجمن نہیں ہے۔ جہاں چار مسلمان بہنیں جمع ہو کر تبادلۂ خیالات کر سکیں۔ ایک لیڈیز کلب تیس ہزار کے سرمایہ سے قائم

ہو گیا ہے۔ گو کہ اس کی تعمیر میں بہت سی بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور ممبری کے رجسٹر میں بہت سی بہنوں کے نام درج ہیں۔ لیکن بہت کم بہنیں شرکت کرتی ہیں۔ سوائے ہندو اور پارسی بہنوں کے۔ کہ وہی اس کلب کی روح رواں ہیں میں فکر میں ہوں۔ ایک انجمن تہذیب قائم کرنے کی جس میں مسلمان بہنیں شامل ہوا کریں۔ خدا آپ کو اپنی مساعی میں کامیاب کرے۔

رقیہ نیاز "ن" ہارون

فراغ مسرت

محترمی مولانا! السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ بحمداللہ میں نے ۲۹ دسمبر کو فاطمہ سلمہا کے عقد سے فراغت پائی۔ اور اپنی کبھی نہ تھکنے والی دعاؤں کے ساتھ اُس گھر کو رخصت کر دیا جس کا مالک حقیقی نے اس کو آیندہ عمر کے لئے مالک بنایا ہے۔ خدا کرے اس کی زندگی کا یہ دوسرا دَور اس سے کہیں زیادہ کامیاب رہے۔ جو اپنے ماں باپ کے یہاں اوائل زمانے میں رہا۔

میں نہ موجودہ طرز کا دلدادہ ہوں۔ نہ پرانی روش سے بیزار۔ مجھے جو اچھا معلوم ہوا بنا دیا۔ اور جو پسندیدہ نظر آیا سکھا دیا۔ میں خوش ہوں۔ کہ فاطمہ نہ پینے پکانے سے گھبرائی۔ نہ جھاڑو بہارو سے ہچکچائی نہ سینے پرونے سے اکتائی۔ نہ کبھی پڑھنے لکھنے نماز روزے سے جی چرایا۔ حق یہ ہے۔ کہ اس نے اپنے پیدا کرنے والے۔ ماں باپ۔ بہن بھائی بڑے چھوٹے سب کا حق خوب خوب سمجھا۔ میں نے جو کچھ اس کی تعلیم و تربیت میں لگایا۔ اس نے اپنی خدمت گزاری اور سعادت مندی سے اس سے کہیں زیادہ چکا دیا۔ اس بے زبان بچی نے مجھ جیسے بدمزاج باپ کی مزاج داری کی۔ گھر بار کو ایسا سنبھالا۔ کہ ماں کو گھر گرہستی بھلا دی۔ ہمیں اس کی یہ جدائی عارضی اس لئے ہی شاق نہیں گزری۔ کہ اس نے ہمارے آغوش محبت میں پرورش پائی۔ بلکہ اس وجہ سے بھی۔ کہ یہ برسوں سے ہماری آرام و آسائش کی محافظ رہی ہے۔ خدا اس کی دوسری بہنوں کو بھی توفیق عطا کرے۔ کہ وہ ہماری آیندہ آسائشوں کا اپنی اپنی باری سے اتنا ہی خیال رکھیں۔ جتنا اس نے رکھا۔

میں نہ اس کو محض تعلیم کی برکتوں پر محمول کرتا ہوں۔ نہ خالص تربیت کا انعام جانتا ہوں۔ بلکہ

ایں سعادت بزور بازو نیست۔
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

مجھے امید ہے۔ کہ جناب والا اور اس کی تمامی تہذیبی بہنیں اس کی افزونی عمر و اقبال اور آیندہ کی کامیاب زندگی کے لئے دست بدعا رہیں گی۔ میرا اس خوشی کے موقع پر تہذیبی فنڈ کو فراموش کرنا بدتہذیبی اور بھول ہو گی۔ لہذا دس روپے کی حقیر رقم ارسال ہے۔

کمترین تحسین - بلاسپور (سی پی)

منیجر - میری طرف سے بھی برخورداری کی کتخدائی کی مبارکباد پہنچے - مگر اصل مبارکباد کا وہ وقت ہوگا - جب شوہر کی طرف سے بھی ایسا ہی دل پسند سارٹیفکٹ ملے ؛

قول اور فعل

تہذیبی بہنوں کی دلچسپی کے لئے میں رسالہ نگار سے نقل کر کے بھیجتی ہوں ؛

انگلستان کی عورتیں اپنے حقوق طلب کرنے میں بہت کوشش سے کام لے رہی ہیں - اور اس غرض کے لئے وہ مختلف جلسوں میں تقریریں کرتی ہیں ؛ ایک مرتبہ انہیں حقوق طلب عورتوں میں سے ایک عورت کسی جلسے میں اپنی جنس کی محنت و مصیبت شاقہ کا ذکر کرتے ہوئے دوران تقریر میں اہل جلسہ سے یوں مخاطب ہوئی - کہ "کیا تم میں سے کوئی مرد ایسا ہے - جو بہت سویرے اُٹھتا ہو - آگ روشن کرتا ہو - ناشتا تیار کرتا ہو - جوتے صاف کرتا ہو - بٹن ٹانکتا ہو - اور برتنوں کو دھو کر صاف کرتا ہو ؛ اگر واقعی کوئی ایسا مرد ہے - جو اس قدر محنت شاقہ کرتا ہو - اور جو اس طرح غلامی کی زندگی میں مبتلا ہو - تو وہ مہربانی کر کے اُٹھ کھڑا ہو - کہ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں ؛ لیکن مجھے معلوم ہے - کہ ایسا مرد کوئی نہیں ہو سکتا - اور یہ غلامی صرف ہم بدنصیب عورتوں ہی قسمت میں لکھی ہے "؛

اس کے سوال پر تھوڑی دیر تو سکوت رہا - لیکن اس کے بعد ایک گوشے سے ایک نہایت حقیر سا مرد کھڑا ہوا - اور بولا "اے محترم خاتون! اس عزت کا شرف اس غلام کو حاصل ہے"؛

لیکن لوگ ہنسی سے بے تاب ہو گئے جب انہوں نے دیکھا - کہ یہ مرد اسی تقریر کرنے والی خاتون کا شوہر تھا ؛

خاکسار مسز علی احمد

برص کا علاج

تہذیب نسواں مورخہ ۸ جنوری کی مریضہ مبتلائے برص کے لئے ایک سہل اور کم خرچ اور مجرب المجرب نسخہ لکھتی ہوں ؛ پہلے مریضہ کے سفید داغوں میں سوئی چبھو کر دیکھیں ؛ اگر سفید پانی کی طرح کی رطوبت نکلے - تو مریضہ لاعلاج ہے - لیکن اگر خون نکلے - تو صحت کی کافی امید ہو سکتی ہے - بشرطیکہ چالیس دن تک متواتر دوا کا استعمال کیا جائے - اور دوران استعمال میں صرف بیسن کی روٹی اور نخود کی دال زیادہ گھی ڈال کر کھانے پر اکتفا کی جائے ؛ انشاء اللہ تعالیٰ چالیس دن سے پیشتر ہی جلد اپنی اصلی رنگت پر آجائے گی ؛

نسخہ - چاکسو - تخم پنواڑ - بابچی - انجیر دشتی مساوی الوزن خوب باریک پیس کر رکھ لیں - روز رات کو ۶ ماشہ یہ سفوف ۵ تولہ پانی تازہ میں بھگو دیں صبح

اس کا آب زلال پی لیں - اور پھوک سرکہ میں باریک پیس کر داغوں پر لگائیں ۔ اگر خود سفوف نہ تیار کر سکیں - تو اس پتے سے بنا بنایا منگالیں۔

شفاخانہ مفید العام - کوہ مری

بجواب سوال ا - ب - ش ہاتھ پاؤں پھٹنے کے لئے ایک نہایت مجرب اور اعلیٰ نسخہ لکھتی ہوں - اس کے ایک دفعہ کے لگانے سے انشاء اللہ دوبارہ یہ تکلیف نہیں ہوتی ۔

سیپ بڑا صاف ایک تولہ لے کر اس کو آگ میں جلالیں جب سفید ہو جائے - تو باریک پیس کر ۸ اونس مکھن تازہ یا ویسلین سادہ میں ملالیں ۔ رات کو جائے ماؤف پر مل کر سو جائیں - صبح دھو ڈالیں۔ تیار کی ہوئی دوا کی ضرورت ہو - تو اس پتے سے منگوالیں - شفاخانہ مفید العام کوہ مری ۔

راقمہ آر - جے کوہ مری

برص کا جو نسخہ سردار آغا محمد اجمل خاں صاحب نے لکھ کر بھیجا ہے - اس میں ایک دوا قیصر اصلی لکھی ہے - جو سمجھ میں نہیں آئی - کہ کیا چیز ہے - شاید وہ ٹھیک پڑھی بھی نہیں گئی - مہربانی سے اسے دوبارہ لکھیں - اور اس کی کچھ تشریح فرمائیں ۔ منیجر

بچے کی تندرستی بچے کے رکھ رکھاؤ کے متعلق ایک اچھی کتاب قیمت ۱ر دفتر تہذیب سے منگائیے

محفل تہذیب

مجھے رسالہ ہمایوں ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء کی بے حد ضرورت ہے - اگر کوئی بہن از راہ عنایت مجھے رسالہ مذکور قیمتاً مرحمت فرمائیں - تو میں بہت شکر گزار ہوں گی - جتنی بھی قیمت کو ملے - میں دینے کو تیار ہوں ۔ ایک تہذیبی بہن

منیجر - اس قدر ضرورت ظاہر کی ہے - اور اپنا پتہ بالکل ندارد! ایسے کاموں کے لئے ہر بہن کو براہ راست خط و کتابت کرنا چاہئے - ہم اس باب میں دوبارہ کچھ لکھنا پسند نہیں کرتے ۔

محترمی مولانا - میں رسالہ معین نسواں جاری کرانا چاہتی ہوں - مگر مجھے معلوم نہیں - کہ اس کا پتہ اور سالانہ چندہ کیا ہے؟ نیز وہ کیسا رسالہ ہے؟ وقت پر شائع ہوتا ہے - یا نہیں؟ اگر ان سب باتوں کا کسی تہذیبی بہن کو علم ہو - تو از راہ عنایت بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں - باعث مشکور ہوگا - چونکہ اگلے سال میں نے رسالہ النساء جاری کرایا تھا - مگر اس کا صرف ایک پرچہ ملا - باقی ندارد بہتیرے خط لکھے - مگر ایک کا بھی جواب نہ دیا لہذا مجھے احتمال ہے - کہ کہیں معین نسواں بھی ایسا ہی رسالہ نہ ہو ۔ محمودہ بیگم - اسحاق منزل امرتسر

تہذیب کے کسی پرچے میں ایک تہذیبی بہن

سنے اس مرغی کا جو موٹاپے کی وجہ سے انڈا نہ دیتی ہو۔ اور نیز زخم کے متعلق علاج دریافت کیا ہے۔ اس کے متعلق یہ آزمودہ تجربہ ہے۔ جو ذیل میں درج کرتی ہوں۔

مرغی کو کثرت سے باسی روٹی کھلائی جائے بیاج ہی اس کے ہمی چینی نہایت باریک پیس کر ادرائے میں ملا کر اس کی گولیاں بنا کے مرغی کو کھلائی جائیں۔ جب مرغی انڈے دینے شروع کر دے۔ تو اس بات کا لحاظ رکھا جائے۔ کہ قبل پانی پینے کے کچھ دانہ وغیرہ ڈلوا دیا جائے۔ زخم کے واسطے زخم میں سرمہ بھرنا اکسیر ہے۔ مسز اعجاز حسین فتح گڑھ

جناب بھائی صاحب۔ آداب۔ میرے ہاتھ منہ سردیوں میں نہایت کالے سیاہ ہو جاتے ہیں گرمیوں میں پھر درست ہو جاتے ہیں۔ اور سب بچوں کے ہاتھ منہ ایسے پھٹ جاتے ہیں۔ کہ خون نکلتا رہتا ہے۔ براہ مہربانی منہ ہاتھ پھٹنے اور دوسری بات دونوں کا کوئی آزمودہ علاج بتا دیں نہایت مہربانی ہوگی۔ خاکسار حاجت مند

مینیجر۔ علاج لکھا جا چکا ہے۔

ہمدرد بہن کا جو خط تہذیب مورخہ ۸ جنوری میں شائع ہوا۔ وہ ہمیں مسز حامد بیگم کی وساطت سے ملا تھا۔ اور اس کے ساتھ مفصلہ ذیل خط تھا۔ جو افسوس سہواً درج ہونے سے رہ گیا۔

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔ میرے ۳۰ اکتوبر کے مضمون کا جو جواب ہمدرد بہن نے دیا ہے اس کے متعلق میرے پاس انہیں بہن کا ایک خط آیا تھا۔ جس کو میں بجنسہ آپ کی خدمت میں بھیجتی ہوں۔ یہ خط پہلے تہذیب نسواں کے واسطے لکھا گیا تھا۔ پھر معلوم نہیں براہ راست خاکسار کو کیوں بھیجا گیا۔ اس خط کا جواب صرف اس واسطے نہیں لکھا تھا۔ کہ خواہ مخواہ تہذیب میں جس کا نام تہذیب ہے۔ تہذیب کے خلاف ہو۔ یعنی لڑائی جھگڑا۔ یہ نہایت بری بات ہے۔ کہ گھروں میں لڑائیاں ہوتے ہوتے اخباروں تک نوبت پہنچ جائے۔

میں نے جو کچھ ۳۰۔ اکتوبر کے تہذیب میں لکھا تھا۔ وہ ہرگز اعتراض سے نہیں لکھا تھا۔ خدا بچائے سوء ظنی سے۔ رسول کریم صلعم نے مومنوں کو حکم دیا ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ بدگمانی سے بچو ہاں یہ خط جب آپ شائع فرما دیں گے۔ تو بے شک جو سوالات مجھ سے کئے ہیں۔ ان کا جواب لکھوں گی۔ والسلام۔ خاکسار حامدہ بیگم

اگر کسی بہن کو لال بال سیاہ کرنے کی دوا معلوم ہوں۔ تو ازراہ ہمدردی مطلع فرمائیں بہت ہی مشکور ہوں گی۔ ایک تہذیبی بہن

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

ترکی میں تعلیم نسواں

قسطنطنیہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ حکومت ترکی کا محکمۂ تعلیم عنقریب نہایت سرگرمی سے توسیع تعلیم نسواں کے متعلق کارروائی شروع کرنے والا ہے۔

اب تک ترکی میں تعلیم نسواں کی طرف بہت کم توجہ کی گئی تھی۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں صرف دو فی صدی عورتیں ایسی ہوں گی۔ جو ابتدائی تعلیم سے بہرہ اندوز ہیں اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ ہر ضلع میں عورتوں کے لئے مدارس کھولے جائیں۔ اور ان میں ہر عورت کا تعلیم پانا ضروری ہو۔ یہاں تک۔ کہ خانہ بدوش اقوام کی عورتوں کو بھی مدارس میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے نصاب تعلیم میں تین مضامین پر خاص زور دیا گیا ہے۔ ایک تو بچے کی نگہداشت۔ دوسرے حفظان صحت اور تیسرے علم مدن (اقتصادیات)۔

عورتوں میں روشن خیالی پھیلانے کو مدارس کے علاوہ جابجا انجمنیں قائم کی جائیں گی۔ اور مروجہ لباس کی اصلاح اور یورپین ٹوپی کے استعمال کی ترغیب دینے کی کارروائی نہایت سرگرمی سے شروع کر دی جائے گی۔

انگلستان میں عورتوں کے کارنامے

سنہ ۱۹۲۶ء میں انگلستان کی عورتوں نے طاقت جسمانی و جرأت کی جو نمائش کی ہے۔ اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ کہ وہ دن بدن زیادہ مضبوط اور اولعزم بنتی جارہی ہیں۔ اور انہوں نے تہیہ کر لیا ہے۔ کہ ہر ایسا کام سرانجام دے کر دکھائیں گے جسے عورت ذات کی قدرت سے باہر سمجھا جاتا ہے

سب سے پہلے مس ایڈرل کو لیجئے۔ فرانس اور انگلستان کے درمیان ۲۸ میل کا سمندر جو رود بار انگلستان کہلاتا ہے۔ موجیں مارتا ہے مرد تو کئی بار اس سمندر کو تیر کر عبور کر چکے ہیں۔ مگر کس کے خیال میں آسکتا تھا۔ کہ ایک روز کوئی نازک عورت بھی اتنے لمبے سمندر کو تیر کر عبور کرنے کی جرأت کر سکے گی۔ مس ایڈرل نے نہ صرف رودبار انگلستان کو عبور کر لیا۔ بلکہ اس پھرتی سے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ کہ مردوں سے بھی بازی لے گئیں۔ اس وقت وہ بہترین شناور سمجھی جاتی ہیں۔ اور ان کی نسبت کم وقت لے کر کوئی مرد بھی رودبار کو تیر کر عبور نہیں کر سکتا۔

اسی طرح ایک اور خاتون نے بہت دیر تک تیرتے رہنے میں اپنی برداشت اور ہمت کا کمال

اور وہاں پھول بیچ کر روپیہ کمائیں۔ آخر ان تینوں حوصلہ مند بہنوں نے کیا کیا۔ کہ پیدل گھر سے نکل کھڑی ہوئیں۔ اور شہر شہر۔ گاؤں گاؤں ایک ایک گھر جا کر ان پھولوں کو فروخت کرتی رہیں۔ صبح پانچ بجے سفر شروع کرتیں۔ اور دس پندرہ میل چل کر کسی گاؤں میں جا پہنچتی۔ اور دم لیتی تھیں ٭

اسی طرح انہوں نے آٹھ مہینے میں گیارہ سَو میل کا سفر طے کر لیا۔ اور اس تمام عرصے میں ہر روز اپنی ماں کو خط لکھا۔ اور خط میں روپیہ ان کو روانہ کیا۔

اسی سلسلے میں ایک یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ ان لڑکیوں نے جس کسی کے ہاتھ پھول بیچے۔ اسے یہ مطلق نہ کہا۔ کہ ہم مصیبت زدہ کان کنوں کی لڑکیاں اور تمہاری امداد کی محتاج ہیں۔ بلکہ جس طرح دوسرے تاجر صرف اپنے مال کی تعریف کر کے بیچتے ہیں۔ اسی طرح اپنے سامان کو فروخت کرتی رہیں ٭

ان لڑکیوں کا بیان ہے۔ کہ پیدل سفر کرنے میں لطف تو آتا تھا۔ لیکن کئی مرتبہ تکلیف بھی اُٹھانی پڑتی تھی۔ کئی لوگ ہم سے سختی سے پیش آئے۔ ایک مرتبہ ایک پہاڑی علاقے میں چڑھائی چڑھنے سے ہمارے پاؤں لہو لہان ہو گئے ٭

بعد میں مزدور پارٹی کو ان لڑکیوں کی حوصلہ مندی کا حال معلوم ہوا۔ اور اس نے ان کو بعض جلسوں میں مدعو کیا۔ ان جلسوں میں ان کے تمام پھول ہاتھوں ہاتھ بِک گئے۔ دسمبر میں عورتوں کی انجمن نے ان لڑکیوں کو ریل کا کرایہ بطور تحفہ کے دیا۔ کہ وہ کرسمس اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے گھر بسر کر سکیں ٭

ماں اپنی ان لڑکیوں کی سعادت مندی سے نہال نہال ہے۔ بعض اخباروں کے نمایندے اس سے ملنے کو آتے ہیں۔ تو بڑے فخر سے اپنی بیٹیوں کے حالات انہیں سناتی ہے۔ اور کہتی ہے "میں صرف خود اعتمادی کی قائل ہوں۔ یہی میں نے اپنی بیٹیوں کو سکھایا ہے۔ اور وقت پڑے پر اپنی روزی کمانے کو وہ مستری۔ موچی۔ درزن اور باجا درست کرنے والے کا کام کر سکتی ہیں" ٭

بچّوں کی تنخواہ

آسٹریلیا میں نیو سوتھ ویلز گورنمنٹ نے ایک نیا قانون وضع پاس کرنے کا تصفیہ کیا ہے۔ جس کی رو سے صاحب اولاد ملازموں کو اپنے ہر بچے کی پرورش کے لئے تقریباً ساڑھے چار روپیہ ہفتہ وار زیادہ تنخواہ ملا کرے گی۔ اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ یہ نیا قانون پاس ہو جائے گا۔ تو حکومت کو اور دوسرے کاروباری لوگوں کو جن کے ہاں بال بچے دار ملازم ہیں۔ ملا کر موجودہ اخراجات سے ستر لاکھ پونڈ سالانہ زیادہ خرچ برداشت کرنا پڑے گا ٭

٭ ٭ ٭

خبریں اور نوٹ

ٹائمز کا نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ لکھتا ہے۔ کہ پچھلے کئی مہینوں میں ترکی کی مغربی عدالت استقلال نے جس کا صدر مقام انگورا تھا تین سو چالیس مقدموں کا فیصلہ کیا۔ جن میں ۱۰۳۲ اشخاص ماخوذ تھے۔ ان میں سے ۹۴۸ کو سزائیں دی گئیں۔ ۲۰۴ پھانسی پر لٹکائے گئے۔ ۵۳۵ کو ایک سال سے لے کر تیس سال تک کی مختلف میعاد کی سزائیں ملیں۔ ۱۳ آدمیوں کو حبس دوام کی سزا دی گئی۔ اور ۹۶ جلاوطن کر دئے گئے۔ ان لوگوں پر رہزنی۔ سازش۔ انقلاب۔ غداری اور جاسوسی کے الزام عائد کئے گئے تھے۔ مشرقی عدالت نے جس کا صدر مقام العزیز ہے۔ اعداد و شمار شائع نہیں کئے۔ مگر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس کی فہرست مغربی عدالت سے بڑی ہے۔

حکومت حجاز نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ہر ایک حاجی جدہ میں کشتی سے اُترنے سے پہلے ستاسی روپے بطور محصول اور ساٹھ روپے شیخ مکہ کو ادا کیا کرے گا۔

حضور بادشاہ سلامت نے ملک فیصل شاہ عراق کو سال نو کی تقریب میں جی سی ایم جی کا خطاب عطا کیا ہے۔

ہانکو (چین) کی صورت حالات سے یہ تحریک شروع ہو گئی ہے۔ کہ برطانیہ۔ فرانس اور اٹلی کو اس امر کی ترغیب دی جائے ... [illegible]

اہل چین کے حوالے کر دیں۔ ٹائمز کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ اگر برطانیہ نے ہانکو کی بستی چینیوں کے حوالے کر دی تو اسے ٹین سن کی بستی بھی خالی کرنی پڑے گی۔ جہاں غیر ملکی جائداد کا اندازہ بیس کروڑ پونڈ کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ ریلوے لائن بھی چینیوں کو دینی پڑے گی جس پر غیر ملکیوں کے تین کروڑ پونڈ صرف ہو چکے ہیں۔

چین کی اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اندرون ملک سے سیکڑوں پناہ گزیں ہانکو کی طرف آ رہے ہیں۔ ایک جہاز جس پر غالباً ساٹھ پناہ گزیں عورتیں سوار ہیں۔ پاؤ پاؤ کے مقام پر سمندر کی ریت میں پھنس گیا ہے۔

ہانک کانگ ۱۴ جنوری۔ ہانکو کے باشندوں کو اس امر پر مبارک باد دی گئی ہے۔ کہ انہوں نے برطانی بستی چھین لی۔

شنگھائی ۱۴ جنوری۔ چینیوں کے رویہ میں کوئی نمایاں تغیر نہیں۔ چینی اور غیر چینی کارخانوں میں ہڑتالیں ہو رہی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شورش پسند اپنے کام میں برابر مصروف ہیں۔

جنوبی افریقہ کی گول میز کانفرنس ختم ہو گئی۔ مسٹر اینڈریوز کے تار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کانفرنس ہندوستانیوں کے مقاصد کے لحاظ سے کامیاب رہی۔ فیصلہ کا اعلان صوبے کے انتخابات کے بعد یعنی مارچ میں کیا جائے گا۔

[illegible]

لاکھ سے زیادہ امریکن عورتیں اپنی قوت بازو سے معاش حاصل کرتی ہیں۔ ان میں ۱۶ ہزار، ۷ سَو پندرہ عورتیں ٹیلی فون پر کام کرتی ہیں۔ ۷۲ ہزار ۶ سَو اٹھتر گاتی بجاتی ہیں۔ ۶۳ ہزار ۵ سو ستائیں معلمہ ہیں۔ ۷ لاکھ ۶۲ ہزار ۸ سو پینسٹھ نرس ہیں۔ ۴ لاکھ ۳ ہزار ۷ سو چھیالیس حساب کتاب کا کام کرتی ہیں۔ ۵ لاکھ ۶۴ ہزار ۱ سو چوالیس ٹائپ کی خدمت انجام دیتی ہیں۔ اور ۴ لاکھ ۷۲ ہزار ایک سَو ترسٹھ کلرک ہیں ❊

پیرس کے ایک حجام کا بیان ہے۔ کہ عورتوں میں بال ترشوانے کے فیشن کی حد یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ کہ سامان سنگھار بیچنے والے نالاں ہیں کہ عورتوں کے سروں پر بالوں کی کمی کی وجہ سے ان کی آمدنی جاتی رہی، ٹوپیاں بنانے والے ایک خاص قسم کی ٹوپیاں بنانے پر مجبور ہو رہے ہیں کیونکہ دیگر اقسام کی ٹوپیاں موزوں نہیں رہیں لیکن یہ فیشن زیادہ عرصے تک قایم رہتا نظر نہیں آتا۔ امیر عورتیں شاکی ہیں۔ کہ ان میں اور ان کی نوکرانیوں میں کوئی امتیاز نہیں رہا ❊

جرمن فوج میں ۳ ہزار سے زیادہ اعلیٰ افسر اور ۲۰ ہزار سے زیادہ ادنیٰ افسر اور ۵۰۷ ہزار سے زیادہ سپاہی ہیں، توپ خانے کی مشق کے لئے ایک کروڑ مارک کی رقم منظور کی گئی ہے۔ اور تیس لاکھ مارک موسم خزاں کی نمائشی جنگوں کے لئے۔ اور تین کروڑ ۱۱ لاکھ مارک گولہ بارود کے لئے رکھے گئے ہیں۔ تیس لاکھ سرنگیں پھانسے والے سامان کے لئے۔ تیس لاکھ زہریلی گیس سے بچنے والے سامان کے لئے۔ اور تیس لاکھ استحکامات کے لئے اور چار کروڑ مارک نئے اسلحہ بنانے کے لئے تجویز کئے گئے ہیں ❊

افغانستان کے اخبار امان افغان نے دنیا کے بعض معمر لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ سنہ ۱۷۲۴ء میں موضع کوبروس (ہنگری) میں ایک شخص تبراز مرازش نامی ایک سَو اسی برس کی عمر میں اور اس کا بیٹا نوے برس کی عمر میں فوت ہوا۔ سنہ ۱۶۳۰ء میں طامس پارمر نے ایک سَو پینتیس برس کی عمر میں اور اس کی بیٹی نے ایک سَو تین برس کی عمر میں آئرلینڈ میں وفات پائی، سنہ ۱۷۹۷ء میں موضع برجن میں سر جوزف ایک سَو ساٹھ سال اور اس کا بڑا لڑکا ایک سَو تین برس کی عمر میں مرا، جزائر فیلنڈ کا ایک شخص سنہ ۱۶۹۲ء میں پیدا ہوا۔ اور سنہ ۱۸۰۰ء میں مرا۔ اس کے بھائی نے ایک سَو ساٹھ برس کی عمر پائی، ایک سپاہی جن ثوات باوجود کئی مرتبہ زخمی ہونے کے ایک سَو اٹھارہ سال اور اس کا چچا ایک سَو تیس سال کی عمر میں فوت ہوا، ان تاریخی روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ درازی عمر بھی ورثہ میں ملتی ہے ❊

لندن کا ایک پادری ہوائی جہاز میں بیٹھ کر کرۂ زمین کا چکر لگانے نکلا ہے۔ اس سفر سے اس کا مقصد دین مسیح کی تبلیغ کرنا ہے ❊

برطانی کان کنوں کے رہنماؤں نے مصیبت زدہ

کا ن کنوں کی امداد کے لئے اپیل کی تھی۔ جس کے جواب میں روس کے مزدوروں کی انجمن نے دس ہزار پونڈ کی رقم بھیجی ہے *

اٹلی کے مشہور شہر لگ ہارن میں ایک شخص سائنز گرینڈی چھیتھڑے اور دھجیوں کی تجارت کرتا ہے اور وہ اس تجارت سے کروڑ پتی ہو گیا ہے * گرینڈی کے پاس تقریباً پانچ سو لڑکیاں ملازم ہیں۔ جو دن رات دھجیوں کو درست کرنے اور انہیں باقاعدہ رکھنے میں لگی رہتی ہیں *

لارڈ ریڈنگ کی صاحبزادی ڈایامنڈ جو کپتان ایبر کرومبے کی بیوی تھیں۔ فوت ہو گئیں *

۱۱ جنوری سے سوامی شردھانند کے قتل کے مقدمے کی سماعت مسٹر ایچ ڈی بھنوٹ اڈیشنل مجسٹریٹ کی عدالت میں شروع ہوئی۔ ملزم عبدالرشید کی طرف سے مسٹر ذاکر حسین وکیل اور مسٹر عزیزالدین استغاثہ کے انسپکٹر کی حیثیت سے پیش ہوئے۔ ۱۱ اور ۱۲ دو روز گواہان استغاثہ کے بیانات ہوئے۔ دوسرے دن کی کارروائی کے بعد عدالت برخاست ہونے ہی کو تھی۔ کہ ملزم کے وکیل نے زیر دفعہ ۲۰۸ و ۴۶۴ ضابطہ فوجداری صفائی کے دو تین چھتیس گواہ پیش کرنے کی درخواست کی۔ اور کہا کہ یہ درخواست یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ کہ ملزم پاگل ہے۔ اور وہ ارتکاب جرم کے وقت ہی پاگل نہ تھا۔ بلکہ اس سے بہت پہلے اور بعد بھی پاگل تھا۔ عدالت نے جواب دیا۔ کہ اگر طبی حکام نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ ملزم کے دماغ میں فتور ہے تو میں بے شک اس درخواست پر غور کروں گا *

۱۳ جنوری کو استغاثہ کی طرف سے ۱۵ ویں اور آخری شہادت ہوئی۔ اس کے بعد ملزم کے وکیل نے عدالت کو مخاطب کر کے اپنی درخواست کا ذکر کیا۔ اور کہا۔ کہ جب تک ملزم کے مخبوط الحواس ہونے کی نسبت تحقیقات نہ کر لی جائے۔ عدالت کو مقدمہ چلانے کا کوئی حق نہیں۔ وکیل استغاثہ نے جواب میں کہا۔ کہ میری رائے میں ملزم پاگل بننے کا بہانہ کر رہا ہے۔ تاہم اگر عدالت مناسب سمجھے۔ تو طبی حکام کی زیر نگرانی رکھا جا سکتا ہے۔ عدالت نے وکیل صفائی کی رائے سے اختلاف کر کے ملزم کو شہادت کے کٹہرے میں لانے کا حکم دیا۔ پولیس کے دو سپاہی عبدالرشید کو کٹہرے میں لائے۔ پھر استغاثہ کے انسپکٹر نے ملزم کو مخاطب کر کے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟" ملزم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس نے اپنے سامنے نظریں جمائے رکھیں۔ پھر مجسٹریٹ نے انہیں الفاظ کو دہرایا۔ ملزم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور نہ ان کی طرف دیکھا۔ دوبارہ عدالت نے آواز دی "عبدالرشید!" وہ ویسا کا ویسا ہی کھڑا رہا۔ عدالت نے کہا۔ یہ بہرہ ہے۔ وکیل صفائی نے جواب دیا۔ وہ پاگل ہے۔ وکیل استغاثہ نے عدالت کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ ملزم فی الواقع پاگل نہیں بلکہ پاگل بننے کا بہانہ کر رہا ہے *

۱۴ جنوری کو سوامی شردھانند کے قتل کے مقدمے

کی چوتھی پیشی ہوئی۔ عبدالرشید دوبارہ گواہوں کے کٹہرے میں لایا گیا۔ لیکن اس نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ اس لئے وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ اس کے بعد عدالت نے عدالتی گواہوں کے بیانات قلم بند کرنے کا حکم دیا جنہوں نے اپنے بیانات میں ظاہر کیا۔ کہ قتل کے دن سے لے کر تحقیقاتی کارروائی تک ملزم کا مخبوط الحواس ہونا ظاہر نہیں ہوا۔ نہ اس امر کی کوئی شہادت گزری۔ بعد ازاں عدالت نے ملزم عبدالرشید کے خلاف دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند لگا دی۔ کہ اس نے ۲۳ دسمبر کو شام کے وقت سوامی شردھانند کو قتل کیا۔ اور اس عذر کو مسترد کر دیا۔ کہ ملزم پاگل ہے۔ اور کہا۔ ملزم بالکل صحیح الدماغ ہے۔ اور سودائی ہونے کا بہانہ کر رہا ہے۔

شریمتی بسنتی دیوی (مسز سی آر داس) کو بنگال پراونشل کانگریس کمیٹی نے پچھلے دنوں صدر منتخب کیا تھا۔ لیکن خاتون موصوفہ نے صدارت سے انکار کر دیا تھا۔ اب ایک وفد ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دوبارہ زور دیا گیا۔ کہ وہ کانگریس کمیٹی کی صدارت منظور کر لیں۔ لیکن انہوں نے کہا۔ کہ مجھے جس رنج و اندوہ کا سامنا رہا ہے۔ اس نے میری صحت خراب کر دی ہے۔ اس لئے میں کمیٹی مذکور کی صدارت سے معذور رہوں۔

۷ جنوری کو پونا میں خواتین ہند کی کانفرنس نے ایک قرارداد منظور کی۔ جس میں اس امر پر اظہار چھوٹی ہو حکومت [illegible]

ہو جانے سے ان کی تعلیم پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے اور حکومت پر زور دیا گیا۔ کہ ۱۶ سال سے کم عمر کی لڑکی کی شادی قانوناً ممنوع قرار دے۔

سر سیمؤل ہور وزیر محکمہ پرواز قاہرہ سے کراچی پہنچے۔ اور وہاں سے ہوائی جہاز میں سوار ہو کر ۸ جنوری کو دہلی چھاؤنی کے ہوائی مرکز پر اُترے جہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

حضور وائسرائے اور لیڈی اروِن اپنے دورۂ بنگال سے واپس ہو کر ۸ جنوری کو دہلی پہنچ گئے۔

شہزادہ اور شہزادی سوئیڈن ۱۰ جنوری کو جہاز قیصر ہند پر سوار ہو کر اپنے وطن واپس چلے گئے۔

نئی دِلّی میں گرجا کی تعمیر کے لئے حضور وائسرائے نے چندہ کی اپیل کی ہے۔ لارڈ انچکیپ نے اس سرمایہ میں ایک لاکھ روپیہ دیا ہے۔

بنگال کونسل میں وزرا کی تنخواہوں کے لئے ۲۴ ہزار ۸۰۰ روپے کی منظوری کی تحریک پیش ہوئی۔ سوراجیوں نے تحریک کی۔ کہ یہ مطالبہ مسترد کر دیا جائے۔ لیکن سوراجیوں کی تحریک ۸۸ کے مقابلے میں ۴۹ آرا سے ناکام رہی۔

کلکتہ میں ۹ جنوری کو گورو گوبند کی پیدائش کے دن سکھوں کا جلوس نکلا۔ جلوس کے راستے دور دو ایک جگہ خنجر سے حملے ہوئے۔ جن میں چھ آدمی زخمی ہو گئے۔ اس سلسلے میں ۵۰ مسلمان گرفتار کئے گئے ہیں۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ محمد رشید اڈیشنل سب جج بہادر درجہ چہارم منٹگمری

گھسیٹا رام ولد باگی ذات بھنی ساکن چک $\frac{4}{95}$ تحصیل اوکاڑہ

بنام

ایشری زوجہ گھسیٹا رام قوم بھتی۔ (۲) ٹھاکر ولد سامی قوم بھتی۔ (۳) مساۃ گنگی زوجہ ٹھاکر ساکن بھتی موضع گھو وال۔ تھانہ و تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیار پور

دعوےٰ اعادہ حقوق زناشوئی

مقدمہ مندرجہ بالا میں مدعا علیہ ۲ و ۳ دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں۔ اور روپوش پھرتے ہیں۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بتقرر ۱۰ فروری ۱۹۲۷ء اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہوکر پیروی مقدمہ کریں۔ ورنہ ان کے خلاف کارروائی یک طرفہ عمل میں لائی جائے گی *

آج بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ ۱۳ جنوری ۱۹۲۷ء

دستخط　　　　　　مہر عدالت

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۵۱۱

جو

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۰	لاہور ہفتہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۷ء	نمبر ۵

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

پیام

بنام ممبران آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ دہلی

علیاحضرت سرکار عالیہ نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ سابق فرمانروائے بھوپال کا مندرجہ ذیل پیغام سر عبدالرحیم پریزیڈنٹ کانفرنس نے اجلاس میں سُنایا ۔

ہر سال مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاسوں میں قومی تعلیم کے مسائل پر ہمدردان قوم جو کچھ غور و بحث کرتے ہیں ۔ وہ یقیناً قومی شکریہ کے مستحق ہیں ۔ اور آیندہ نسلیں ان کی مساعی کی مشکور رہیں گی ۔ لیکن کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ اس غور و بحث کا دائرہ زیادہ تر انہیں مسائل تک محدود ہے ۔ جو قوم کی صنف قوی سے متعلق ہیں صنف ضعیف کو اس قدر نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ کہ کانفرنس کے ساتھ زنانہ تعلیم کا جو شعبہ تھا ۔ وہ اب عملاً باقی نہیں رہا ۔ حالانکہ یہ ایک غیر اختلافی مسئلہ ہے ۔ کہ زنانہ تعلیم کی توسیع اور اس کے متعلقہ مسائل ہنوز بہت کچھ غور و بحث کے محتاج و مستحق ہیں ۔ اور یہ امر مسلمہ ہے ۔ کہ جب تک عورتوں کی تعلیم کا نظام درست نہ ہو گا ۔ مردوں کی تعلیم میں کامیابی ناممکن ہے ۔ اور یہ بات بجا طور پر خیال کی جا سکتی ہے کہ گزشتہ پچاس سال میں مسلمانوں کی تعلیمی مساعی میں ناکامی کا بڑا سبب یہی ہے ۔ کہ انہوں نے زنانہ تعلیم سے غفلت برتی ۔ اس گزشتہ زمانے میں اگر زنانہ تعلیم کو مساوی حالت پر رکھا جاتا ۔ تو آج یہ مساعی بہت کچھ بارآور ہو چکی ہوتیں ۔ کیونکہ قوم کی وہ نسلیں ایسے ہاتھوں میں پرورش پاتیں ۔ جو تعلیم یافتہ ماؤں کے ہوتے ہیں ۔ لیکن اب بھی تلافی مافات کا وقت ہے ۔ اور اگر چند ہی سال متصل و مسلسل کوشش کو جاری رکھا جائے تو کامیابی یقینی ہے ۔

پس میں اُن اعیان قوم سے جو اس مجلس میں جمع ہیں ۔ یا اپنے دل میں قومی ترقی کا ولولہ رکھتے ہیں ۔ اور زنانہ تعلیم کی اہمیت کا ان کو احساس ہے ۔ اپیل کرتی ہوں ۔ کہ وہ کم از کم عورتوں کی ابتدائی تعلیم کی توسیع اشاعت پر توجہ منعطف کریں ۔ اور جو تجاویز قرار پائیں ان کو عملی شکل میں لائیں ۔

اس سلسلے میں سب سے پہلا اور اہم مسئلہ نصاب کا ہے ۔ تمام مسلمان ماہرین و حامیان تعلیم اس امر پر متفق ہیں ۔ کہ ہماری تعلیم میں مذہبی تعلیم کا حصہ سب سے مقدم اور ضروری ہے ۔ اور بلاشبہ اگر ہم مسلمان بن کر ترقی کرنا چاہتے ہیں ۔ تو مذہب کی ضروری تعلیم ناگزیر ہے ۔ یہ مدعا ۔ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ابتدائی تعلیم کا نظام و نصاب خود ہمارا نہ ہو ۔ میں خیال کرتی ہوں ۔ کہ اگر ہم اس قسم کی کتابیں تیار کر دیں ۔ اور شاندار مدارس نہ سہی ۔ قدیم زمانے کے مکتب سسٹم کو ہی اختیار کر لیں ۔ تو ایک حد تک یہ مشکل رفع ہو سکتی ہے ۔ اور بلاشبہ توسیع و اشاعت تعلیم میں یہ ایک موثر تدبیر ہو گی ۔

میں ثانوی (سکنڈری) اور اعلیٰ تعلیم (ہائی ایجوکیشن) کو بھی اپنی صنف کے لئے ضروری جانتی ہوں لیکن جب تک ابتدائی تعلیم کے منازل طے نہ ہو جائیں

ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں مسلمان عورتوں کی ترقی کسی
طرح ممکن نہیں۔ اور اگر ہائی اسکولوں اور کالجوں
کو بنایا بھی جائے۔ تو تعداد ہمیشہ محدود رہے گی۔ اور
جو مصارف ہوں گے۔ ان کی نسبت سے کوئی نفع
نہیں ہوگا۔

پس آج جو آپ ہمدردان قوم اور حامیان تعلیم
اس تاریخی شہر میں مجتمع ہیں۔ جو کبھی ہماری قوم کے علم و
فضل کا سرچشمہ تھا۔ اس ابتدائی تعلیم کے متعلق خاص
طور پر مشورہ کریں۔ اور نصاب کے لئے ایک ایسی
کمیٹی بنائیں جس کے ممبروں کے نام کی عظمت اس
کام کے ساتھ وابستہ رہے۔

افسوس ہے۔ کہ نہ صرف جدید تعلیم کے حامیوں
نے یہ مجرمانہ غفلت کی ہے۔ بلکہ قدیم تعلیم کے حامی
بھی اس الزام سے بری نہیں رہ سکتے۔ آج کہیں
اور کسی جگہ عورتوں کی مذہبی تعلیم کا برائے نام بھی
انتظام نہیں۔ اور کوئی عالم خاتون اس وسیع خطۂ
ہند اور مسلمانوں کی کثیر التعداد آبادی میں موجود نہیں
ہے۔ گویا ہمارے علماء نے علم مذہب کو صرف مردوں
ہی کا حصہ قرار دیدیا تھا۔

میں نے اس عرصے میں چند ایسی خواتین کے
لئے۔ جو بھوپال گرلز اسکول میں مذہبی تعلیم دے سکیں
بکثرت اشتہار دئے۔ اور مختلف مقامات اور مراکز
تعلیم مذہبی سے مراسلتیں ہوئیں۔ لیکن (   )
مسلمان عورتوں میں ایک بھی ایسی لائق خاتون کی

درخواست موصول ہوئی۔ اور نہ کوئی پتہ و نشان
ملا۔ میرا خیال تھا۔ کہ چونکہ جدید تعلیم میں مذہبی تعلیم
کے عنصر کا فقدان ہے۔ اس لئے ہماری مذہبی تعلیم
یافتہ خواتین اس عنصر کو شامل کرنے کے لئے بڑی
خوشی سے اپنی خدمات پیش کریں گی۔ لیکن اس کوشش
میں ناکامی کے بعد یقین ہو گیا۔ کہ طبقۂ اناث سے یہ تعلیم
بھی معدوم ہے۔ گویا دینی و دنیوی تعلیم سے اس کو
جابرانہ طریقہ سے محروم کر دیا گیا ہے۔ کس قدر افسوس
اور حیرت کا مقام ہے۔ کہ ایک زمانہ وہ تھا۔ جب کہ
خواتین اسلام مردوں کو قرآن و حدیث اور فقہ کا درس
دیتی تھیں۔ اور آج معمولی تعلیم کے لئے بھی چند خواتین
میسر نہیں آتیں۔

افسوس جس مذہب نے کہ اس طبقہ کے وہ
قابل احترام و عزت حقوق قایم کئے۔ جو کسی اور مذہب
میں نہیں۔ تیرہ سو برس کے بعد ایسے قعر گمنامی میں
دھکیل دی گئیں۔ کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ آیندہ
ایسی قوم کا اور ایسی قوم کی نسلوں کا کیا انجام ہوگا۔
میں عرصہ سے اس امر کا بغور مطالعہ کر رہی ہوں۔
اور اس پر میری گہری نظر ہے۔ باوجودیکہ مردوں کے
لئے تعلیمی آسانیاں ہیں۔ بڑے بڑے جلیل القدر علماء
ہماری قوم میں موجود ہیں۔ اور سب حیات ملی اسی
میں پاتے ہیں۔ کہ مذہبی تعلیم ہو۔ مگر وہ بھی اس سے
گریزاں ہیں۔ اور ان میں بھی روز بروز کمی ہو رہی ہے۔
اور اس کا صاف نتیجہ بھی نمایاں ہو رہا ہے۔ کہ اسلام

ہے۔ گویا بدر اسلام سخت گہن میں آرہا ہے٭

میں نے گزشتہ مہینے میں اپنے اس افسوس کو بحیثیت مسلم چانسلر یونیورسٹی کانووکیشن کی تقریر میں بھی ظاہر کیا ہے۔ اور آج پھر اس عظیم الشان مجمع کو اس طرف توجہ دلاتی ہوں٭

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ آزادی کے اس پرشور زمانے میں مذہب کی محافظت کے فرائض صرف وہی انجام دے سکتے ہیں۔ جو مذہب سے واقف ہوں۔ خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ اور اس لئے علم وشائستگی اور مذہب کی خاطر عورتوں کی ابتدائی تعلیم کا مسئلہ اور اس کا نصاب جلد طے ہونا چاہئے۔ تاکہ مردوں کی حالت بھی درست ہوسکے۔ اور اسلام اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ قوم اسلام میں قایم رہے٭

میں جانتی ہوں۔ کہ اس قسم کے کاموں کے لئے روپے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ ضرورت تو مرتفع ہوچکی ہے۔ اور ایک کافی سرمایہ اسی غرض سے مسلم یونیورسٹی کو دیا جاچکا ہے۔ اب تو صرف قوم کے تعلیم یافتہ اور قابل اصحاب کی ہمت ومحنت کی ضرورت ہے٭

شرح دستخط۔ سُلطان جہاں بیگم

اِس پر ہمارے خیالات

علیا حضرت حضور بیگم صاحبہ کی تقریر سن کر خاموش رہنا سوء ادبی ہی نہیں۔ بلکہ اپنے تئیں گونگا اور بہرا

کی بابت کم از کم اپنے خیالات مجملاً ضرور عرض کردوں

حضور ممدوحہ نے فرمایا ہے۔ کہ "صنف ضعیف کو اس قدر نظر انداز کردیا گیا۔ کہ کانفرنس کے ساتھ زنانہ تعلیم کا جو شعبہ تھا۔ وہ اب عملاً باقی نہیں رہا"٭ مگر میں نہایت ادب سے اس بات کے استفسار کی اجازت مانگتا ہوں۔ کہ کیا اس قدر مہتم بالشان امر کے باب میں صرف یہی کافی ہے۔ کہ بس ایک فقرہ اظہار افسوس کا زبان سے فرمادیا جائے؟ اس عاجز کی رائے میں حضور ممدوحہ کی صرف اس قدر توجہ خواہ وہ کتنا ہی بڑا اثر رکھتی ہو۔ اتنے بڑے کام کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ بلکہ جن معزز ذمہ دار اشخاص کو صنف ضعیف کی ترقی وتوسیع تعلیم کے لئے ایک عظیم الشان رقم سپرد کی گئی ہے۔ ان سے یہ دریافت فرمانے کا حضور ممدوحہ کو حق ہے۔ کہ صورت حالات یہ کیوں ہے٭ قوم کا زنانہ تعلیم کی طرف توجہ کرنا نہ کرنا ایک جدا بات ہے اور اس کی بابت اصحاب موصوف سے جواب طلب کرنا شاید موزوں نہ ہو۔ لیکن امر تعلیم میں عوام کی توجہ یا عدم توجہ ہی ایک ضروری عنصر نہیں۔ بلکہ اَور کئی عناصر بھی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک ایجوکیشنل کانفرنس کی شرکت ہے٭ ایک زمانہ تھا۔ کہ مردوں کو بھی اس میں شریک ہونے کا شوق نہ تھا۔ اور بڑی کوشش سے لوگ اپنے احباب کو کھینچ کر اس میں لایا کرتے تھے۔ لیکن اب خدا کے فضل سے حالت بدل گئی ہے اور قوم میں خاصی بیداری پیدا ہوگئی ہے۔ اور یہ

ایک معقول تعداد خواتین کی کانفرنس مذکور کے موقع پر اس بات کی بے انتہا شائق ہوتی ہے۔ کہ وہ بھی کسی طرح واعظان دین اور علماء قوم اور اکابر امت کے خیالات اور تقریریں اور نصائح سُنیں۔ اور اس مقصد کے لئے ان کی نشست کا معقول پردہ سے انتظام کیا جائے۔ مگر نہ معلوم ذمہ دار اصحاب خواتین کی اس نہایت معقول اور قابل تعریف خواہش کو پورا کرنے سے کیوں کتراتے ہیں۔ حضور ممدوحہ بخوبی خیال فرما سکتی ہیں۔ کہ اس عظیم الشان مجمع میں خواتین کی شرکت اور بزرگان قوم کی نصیحتوں کے سُننے سے جو سراسر ان کی اولاد کی تعلیم کی بابت یا قوم کی تمدنی و معاشرتی اصلاحوں کی بابت ہوتی ہیں۔ یا ہدایت دینی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ وہ کس قدر نیک اثر اپنے گھر لے کر جائیں گی۔ اور وہ اثر سال بھر کیسے مفید محرک کا کام دے گا۔ اور اس کا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا۔ کہ زنانہ تعلیم کی طرف قوم کی توجہ بہت زیادہ ہو جائے گی۔

اب تو بہت روشن خیالی کا زمانہ ہے۔ اور جابجا عورتوں کے لئے ان کے شرعی حقوق کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ میں اب سے پچاس ساٹھ برس پہلے کا ذکر کرتا ہوں۔ اور ذکر بھی کسی روشن خیال شہر کا نہیں۔ بلکہ دیوبند جیسی گمنام جگہ کا جہاں کے علماء دین نے اب تک بھی لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ایک چھوٹا سا سکول بھی قایم نہیں کیا۔ تو اس شہر کا ذکر ہے۔ کہ وہاں جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم و مغفور مختلف ان کے فائدے کے لئے وقتاً فوقتاً وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اس وعظ میں بہت مستورات جمع ہو جاتی تھیں۔ بڑے بڑے دالانوں میں بیٹھ کر آگے چکیں لٹکا لی جاتی تھیں۔ اور بڑی توجہ اور شوق دلی سے آپ کے کلمات طیبات سُنتی تھیں۔ اور وہ ان نصیحت کے موتیوں کو دوسرے گھروں میں جا کر دُہراتی اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔

کیا ایجوکیشنل کانفرنس میں علماء دین اور اکابر قوم کے خیالات اور ان کی ہدایات کا اسی طرح سننا مستورات کے لئے اتنا ہی مفید نہیں؟

لاہور کی انجمن حمایت اسلام بھی جو کالج اور ہائی اسکول چلانے اور اہل اسلام میں انگریزی تعلیم پھیلانے کے مفید کام میں علی گڑھ سے بہت ملتی۔ اور وہاں کی کانفرنس سے زیادہ دینی حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے ایسے جلسوں میں زنانہ نشست کا پردہ دار انتظام کرتی ہے۔ تو آخر کیا وجہ ہے۔ کہ ایجوکیشنل کانفرنس و دیگر مجالس علی گڑھ کو خشک زبانی رزولیوشن پاس کرنے کے سوا عورتوں کی بہتری کے لئے کوئی عملی طریق اختیار کرنے کا خیال نہیں آتا؟

خاکسار راقم کی رائے میں اگر حضور ممدوحہ ایک سرکلر چٹھی چند چیدہ بزرگان قوم کے نام جو یونیورسٹی اور کانفرنس سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ جاری فرمائیں جس میں یہ دریافت فرمایا جائے۔ کہ مجالس مذکور میں زنانہ نشست کا کیوں انتظام نہیں کیا جاتا۔ تو یہ مفید

جیسیوں خواتین نے مجھ سے دریافت کیا۔ اور لکھا۔ کہ اگر کانفرنس میں ہمارے لئے نشست کا کوئی معمولی انتظام ہوا ہو۔ تو ہم بھی دہلی جائیں۔ مگر مجھے علی گڑھ سے چھوٹی سی بھی کوئی اطلاع اس مضمون کی نہ ملی۔ اور ان روشن خیال خواتین کی وہ خواہش دل کی دل میں ہی دب کر یا مر کر رہ گئی۔ جن با اثر بزرگان قوم کے نام ایسی چٹھی جاری کرنا مفید ہوگا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

نواب محمد مزمل اللہ خاں صاحب بالقابہ۔
صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب ۔
ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب ۔
میاں محمد شریف صاحب پرنسپل۔
شیخ عبد اللہ صاحب وکیل
مولانا حبیب الرحمن شیروانی صاحب
سید سجاد حیدر صاحب رجسٹرار مسلم یونیورسٹی

اگر حضور ممدوحہ علی گڑھ کے ان سبعہ سیارہ کی مدد سے کانفرنس آئندہ میں زنانہ نشست کا انتظام فرما سکیں۔ تو میں ایک سو تعلیم یافتہ خواتین کو آئندہ کانفرنس میں شریک کرنے کا وعدہ کرتا ہوں لیکن شرط یہ ہے۔ کہ مجھ کو ابھی سے یقین دلایا جائے۔ کہ واقعی حضور ممدوحہ کی کوشش سے اجلاس دسمبر میں اس کا انتظام ہو جائے گا۔ تاکہ میں اسی وقت سے اس کام کے لئے کوشش کرنے لگوں۔ اور گیارہ مہینے کے بعد حضور ممدوحہ اس عاجزہ کی کوششوں کی کامیابی بچشم خود ملاحظہ

محفلوں میں بچے

کچھ قدرتی بات ہے۔ کہ کہیں آنے جانے کا شوق بچوں کو بڑوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ مگر چونکہ ماؤں کو غیر جگہ جا کر بچوں کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے بلکہ کبھی کبھی ان کی شرارت یا بے تمیزی کی وجہ سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے عموماً مائیں بچوں کو ساتھ لے جانے سے گھبراتی ہیں + پہلے جب مستورات کے زیادہ جانے آنے کا دستور نہیں تھا۔ تب تو خیر یہ دقت کچھ زیادہ محسوس نہ ہوتی تھی۔ لیکن اب جبکہ بفضل خدا عورتوں کو تھوڑی بہت آزادی ملی ہے اور اکثر وہ اپنی ملنے والیوں کے گھر جانے لگی ہیں۔ مردوں کو ایک یہ شکایت اور بڑھ گئی ہے۔ کہ جب دیکھو بیگم صاحبہ گھر سے باہر ہیں۔ اور بچے یا تو نوکروں کے حوالے ہیں۔ یا باپ کی گردن پر سوار ہیں + ماں کے لئے بار بار روتے ضد کرتے ہیں۔ ان کا بہلانا ایک اور عذاب ہے " اور سچ پوچھئے۔ تو یہ شکایت ان کی بے جا بھی نہیں۔ کیونکہ مردوں کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ ماں کی غیر موجودگی میں بچوں کو بہلاتے پھریں ادھر بچے الگ روتے ہیں۔ اور باپ گھر میں نہ ہوں تو نوکروں کے ہاتھ سے تکلیف پاتے ہیں + اس کا تجربہ تو کم و بیش سبھی بہنوں کو ہوگا کہ نوکروں کا برتاؤ بچوں کے ساتھ (خاص کر تنہائی کی حالت میں) ہرگز قابل اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میری رائے

اس کی احتیاط رکھنی چاہئے۔ کہ بچے ایسی حرکتیں نہ کرنے پائیں۔ جس سے خود ماں کو یا میزبان کو کوئی تکلیف پہنچے ٭ گھر پر اگر ان کی عادتیں اچھی ہوں۔ تو دوسری جگہ بھی اچھے ہی ثابت ہوں گے ٭

اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ کوئی مہمان بی بی ڈولی سے اُتریں نہیں۔ کہ بچے نے کھانے کا تقاضا شروع کر دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گھر پر اس کے کھانے کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ جب مانگتا ہے۔ مل جاتا ہے ٭ اگر گھر پر بچے کو یہ عادت ہو۔ کہ مقررہ اوقات کے سوا کبھی کھانے کا سوال نہ کرے۔ تو یقیناً وہ غیر جگہ بھی کبھی ایسا نہ کرے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ مقررہ اوقات پر اس کے لئے کوئی نہ کوئی انتظام رہے۔ اور بچے والی بہنیں کچھ پھل یا بسکٹ وغیرہ ضرور اپنے ہمراہ رکھیں۔ اور بچے کی بھوک کے وقت اس کے مانگنے اور رونے مچلنے سے پیشتر ہی اُسے دیدیں ٭

اسی طرح جو بچے اپنے گھر میں کھانے کے وقت بدتمیزی اور ندیدہ پن وغیرہ کرنے کے عادی ہیں۔ وہ ضرور غیر جگہ بھی وہی حرکتیں کریں گے۔ لیکن اگر وہ گھر پر بڑوں کے ساتھ ادب قاعدے اور تمیز سے کھانا کھاتے ہیں۔ تو ضرور ہے۔ کہ غیر جگہ بھی وہ اسی طرح کھائیں گے ٭ بعض بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ دوسرے بچوں سے لڑتے جھگڑتے اور مارتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض کی زبان پر گالیاں بھی [illegible] مار بیٹھے۔ یا گالی دی ٭ یہ عادت بھی گھر ہی کی پڑی ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات ماں کو سخت ذلیل کرتی ہے۔ لیکن اگر شروع سے ایسی باتوں کی روک ٹوک رکھی جائے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ بچوں میں ایسی بیہودہ عادتیں پڑیں ٭

اب رہا بچوں کا شور غل کرنا۔ یا اِدھر اُدھر دوڑتے پھرنا۔ اس کے لئے بھی ان کو سمجھا دینا چاہئے۔ کہ ہماری اجازت کے منتظر رہو۔ اگر کوئی ہرج نہ ہو تو ان کو اجازت دیدینی چاہئے۔ کہ گھر کے اَور بچوں کے ساتھ مل کر کھیل کود لیں۔ ورنہ خاموش بیٹھیں۔ گھر سے چلتے وقت سب بچوں کو اچھی طرح سمجھا دینا چاہئے۔ کہ اگر تم نے کوئی شرارت کی۔ تو آج کے بعد سے ہم کبھی تم کو اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ غیر جگہ پہنچ کر اگر وہ کوئی نازیبا حرکت کریں۔ تو فوراً ان کو وہی بات یاد دلا دینی چاہئے ٭ پھر گھر پر واپس آکر سب بچوں کا علیحدہ علیحدہ حساب لینا ضروری ہے۔ کہ کس کس نے کیا کیا کیا۔ جس نے کوئی شرارت نہ کی ہو اس کو شاباشی دیں۔ اور آیندہ ساتھ لے جانے کے وعدے سے حوصلہ بڑھانا چاہئے۔ اور جس نے شرارت کی ہو۔ اس کو ملامت کرنا۔ اور آیندہ نہ لے جانے کی دھمکی دینی چاہئے ٭ اگر اس پر بھی کوئی بچہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے۔ تو ایک آدھ مرتبہ اس اکیلے کو گھر پر چھوڑ دینا مناسب ہے۔ جو اس کو کافی سزا ہے۔ اور امید ہے۔ کہ اس کے بعد وہ

زنانہ جلسوں وغیرہ میں چھوٹی لڑکیوں کو خصوصیت کے ساتھ لے جانا چاہئے۔ تاکہ وہ وہاں کی کارروائی دیکھیں اور سمجھیں ۔ رفتہ رفتہ ان کی عمر اور سمجھ کے لائق چھوٹی چھوٹی نظمیں یا نثر کے مختصر مضمون ان کو یاد کرا کر سنوائے جائیں ۔ اس سے ان کا حوصلہ بڑھے گا۔ اور ایسے کاموں میں ننھی سی عمر سے دلچسپی لینے لگیں گی۔ جس کا نتیجہ آیندہ ان کے لئے نہایت مفید ہوگا ۔ علاوہ اس کے اپنے بزرگوں کے ساتھ محفلوں میں شریک ہونے سے بچوں کو آداب محفل اور ملنے جلنے کے طریقوں سے بھی واقفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی آیندہ زندگی میں انہیں سخت ضرورت ہوتی ہے ۔

خاکسار ظفر جہاں

آہ شرر

جو سپہر سخن پہ تھا تاباں۔ آج وہ آفتاب ہم میں نہیں
جس کے نشہ سے مست تھا اک دہر وہ مے تند و ناب ہم میں نہیں

جس وقت اخبار پڑھتے ہوئے میری بہن آر کے نے مولانا عبدالحلیم شرر کے انتقال کے سانحہ عظیم کی خبر سنائی ۔ دل خبر برق اثر سے پاش پاش ہو گیا ۔ افسوس آج بزم سخن سے وہ بلبل ہزار داستان اٹھ گیا جس کے ترانوں کی گونج سے ساری محفل حالت وجد میں تھی ۔ مصنفین میں مولانا کا پایہ جس قدر بلند ہے ... اردو کی جو عالی ترین اور قابل قدر خدمت کی۔ اس سے کوئی منکر نہیں ہو سکتا ۔ آپ کی تصانیف کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے مقابلے میں شاید دو ایک ہی مصنف ٹھہر سکیں ۔ آپ کی کل تو نہیں۔ مگر اتنی تصنیفیں میں نے دیکھیں جن کا ایک دم سے شمار نہیں کر سکتی ۔ ان میں خصوصیت یہ ہے۔ کہ نہ فسانہ آزاد کی ایسی ضخیم ہیں جنہیں پڑھتے پڑھتے طبیعت گھبرا جائے۔ اور نہ اس قدر مختصر کہ دل ہی سیر نہ ہو۔ بلکہ تمام کتب اس قدر مناسبت اور خوب صورتی سے شروع و ختم ہوئیں۔ جو کسی دوسرے مصنف کی کتابوں میں کمتر نظر آتی ہے ۔ جو عکس کھینچا۔ اس کی تصویر بعینہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے ۔

آپ نے عورتوں پر بھی احسان عظیم کیا۔ لوگ تو شب و روز ہمارے واقعات نیست کرنے کی فکر میں رہتے ہیں ۔ اور جہاں تک قلم و زبان سے ہماری دلآزاری ممکن ہے۔ اس میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے لیکن آپ نے مخدرات اور مخدرات تیمور یہ لکھ کر ہمیں بھی ممنون احسان بنا لیا ۔ میرے خیال میں عورتوں کے گذرے ہوئے کارناموں کی بابت اس قدر جامع اور بہتر کتابیں بہت کم ہوں گی ۔ ہماری محبت ۔ ہمارا احترام اور ہماری قابلیت کا اعتراف جس قدر مولانا کے دل میں تھا۔ اس کا اندازہ مخدرات اور دیگر مضامین

کیا جاسکتا ہے۔ ان کے اکثر الفاظ بلاشبہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ وہ ہماری جائز آزادی کے بہت ہی شد و مد سے حامی تھے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ مولانا مرحوم کا عمل کیا تھا۔ لیکن انہوں نے بعض دیگر مصنفین کی طرح نامناسب واقعات و الفاظ لکھ کر ہمارے دل کبھی نہیں دکھائے۔ بلکہ ہماری گزری ہوئی بہنوں کے حالات اور کارنامے دکھا کر حوصلہ افزائی کی۔ اور بتایا۔ کہ دیکھو کیسی کیسی عالی اور باہمت ہستیاں تم میں گزر چکی ہیں۔

مولانا تاریخی واقعات کو دلکش اور دلاویز افسانوں کی صورت میں لکھنے میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ اور واقعی گزرے ہوئے واقعات کو کتم عدم سے ایسی لطافت سے ظہور میں لانا مرحوم ہی کا کام تھا۔ ایک شخص ہاتھ پیر سے دو ایک ہی کی خدمت کر سکتا ہے۔ لیکن قلم سے ہزاروں لاکھوں کی۔ آپ نے فرض انسانی بہت ہی مکمل طور سے ادا کیا۔ اور شائقین علم و ادب کی ایسی خدمت کی جس سے آج ہر آنکھ خوں چکاں ہے۔ مجھے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ کہ لکھنؤ میں ان کی یادگار قایم کرنے کی تدبیریں ہو رہی ہیں۔ خدا کرے کوئی معقول صورت نکل آئے۔ اس موقع پر ہماری بہنوں کو بھی کافی حصہ لینا چاہئے۔ مجھے امید ہے کہ ہماری تمام بہنیں جنہوں نے آپ کی ایک تصنیف بھی دیکھی ہے۔ آپ کو ثواب پہنچانے کی جملہ صورتوں

ایک دو دو پارے پڑھ کر مرحوم کو ثواب پہنچائیے۔ کیا ان کی راتوں کی نیند اور ان کے آرام و چین کا بدلہ جو انہوں نے ہماری معلومات اور دلچسپی کے لئے صرف کیں۔ اتنا بھی نہیں ہو سکتا؟ اظہار شکر کے لئے اس سے بہتر اور کوئی صورت ممکن نہیں۔ آہ وہ نیک ہستی دنیا سے اٹھ گئی۔ بزم سخن بے رونق ہو گئی۔ خواہ ہم کچھ بھی کریں۔ اب پا نہیں سکتے۔ لیکن اس کی یاد ہمارے دلوں میں ہمیشہ رہے گی۔

اب خلد میں زینتِ چمن ہے۔
سرمایۂ حسنِ انجمن ہے۔

خاکسار اے کے

ہماری معاشرت

"ہماری معاشرت" پر دو مضامین ایک محمد حسن صاحب کا تہذیب کی ۱۶۔ اکتوبر کی اشاعت میں اور دوسرا محترمہ ظفر جہاں صاحبہ کا ۲۰ نومبر کے پرچے میں شائع ہوئے ہیں۔ جناب حسن نے سب سے پہلے ہندوستانی طریق معاشرت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس کے مطابق دلہن ایک اجنبی گھر میں داخل ہو کر خانہ جنگیوں کا باعث ہوتی ہے۔ اس خرابی کا علاج محترمہ ظفر جہاں نے یہ تجویز کیا ہے۔ کہ شادی کر کے میاں بی بی علیحدہ رہیں۔

عالم گیر مرض ہے۔ جو بے لطفی اس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس سے قریب قریب ہر فرد بشر واقف ہے لیکن میری رائے میں اس کی یہ وجہ نہیں۔ کہ لڑکی زبردستی ایک نئے گھر میں بھیج دی جاتی ہے۔ اور وہاں اس کو بہت سے مختلف المزاج آدمیوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ اگر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ شادی کا جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے۔ خواہ مغربی یا مشرقی۔ خاندان کے بقیہ لوگوں سے اجنبیت اور اختلاف مزاجی لازمی ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ انسان فطرتی طور پر گروہ پسند واقع ہوا ہے یعنی اس کا دل ساتھ رہنے کو چاہتا ہے۔

نیز ہم مشرقی اقوام عام طور پر بمقابلہ مغربی اقوام کے زیادہ محبت والے ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمارے لئے یہ بات بہت مشکل ہے۔ کہ ہم اپنے بیٹے اور بہو کی جدائی کو بلا اپنے اوپر سخت ظلم کئے ہوئے قبول کرلیں۔ محترمہ ظفر جہاں صاحبہ کی تجویز پر عمل کرنے میں ان دونوں قدرتی جذبات کی قربانی ہوتی ہے۔ ساتھ رہنے کے جو اخلاقی فوائد ہیں۔ وہ کم و بیش سب کو معلوم ہیں۔ علیحدگی میں ان سے بھی ہیں ہاتھ دھونا پڑیگا۔ دوسری خرابی اس تجویز میں یہ نظر آتی ہے۔ کہ اس میں کفایت شعاری کا پہلو ملحوظ نہیں ہے۔ اور اس کا برتنا محض اس صورت میں ممکن ہے۔ جبکہ میاں کمانے والا ہے۔ یا والدین اس قدر فارغ البال ہوں۔ کہ بیٹے اور بہو کو کافی جائداد یا سرمایہ دے کر علیحدہ زندگی بسر کرنے کے قابل بنادیں۔ دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ متوسط الحال طبقہ جو سب سے بڑا حصہ ہماری مردم شماری کا ہے۔ کہاں تک ایسا کرسکتا ہے۔ زیادہ تر خاندان تو ایسے ہیں۔ کہ ایک کمانا ہے اور دس۔ بلکہ بعض صورتوں میں اس سے بھی زیادہ کھانے والے اس کے سر ہوتے ہیں۔ ساتھ میں مل جل کر خیر کسی طرح سب کا گزر لبسر ہو رہتا ہے۔ اس قسم کے لوگ محترمہ ظفر جہاں صاحبہ کی پیش کردہ تجویز سے کسی طرح مستفید نہیں ہو سکتے۔

جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ ساس اور بہو کی نا اتفاقی کے عام طور پر دو سبب ہوتے ہیں۔ جن کو دور کرنے سے حصول امن میں بہت کامیابی ہونے کی اُمید ہے۔ یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ افلاس انسان کی بہت سی اخلاقی خرابیوں کا باعث ہوتا ہے۔ زیادہ خانگی تنازعے بھی اس وقت پیدا ہوتے ہیں جبکہ خاندان کی آمدنی سب کی ضروریات اور شوق کے لئے کافی نہ ہو۔ عنان حکومت خواہ ساس کے ہاتھ میں ہو۔ یا بہو کے۔ ان میں سے جس کی اور جس کے بچوں کی خواہشات بوجہ کم مائگی پوری نہ ہوسکیں گی۔ اسی کو شکایت ہوگی۔ اس لئے بڑا ضروری اصول یہ ہے۔ کہ اپنی موجودہ اور آیندہ آمدنی کا اندازہ کئے بغیر شادی کرنی ایک اہم غلطی ہے جس آمدنی میں کہ موجودہ افراد خاندان کی بھی مشکل سے بسر ہوتی ہو۔ وہ شادی کے بعد جس کا لابدی نتیجہ گھر کی مردم شماری کی ترقی ہے۔ سب کے لئے کس طرح کافی ہوسکتی ہے۔ نہ میاں بی بی ہی آسائش سے زندگی

بسر کر سکیں گے۔ نہ بچے حسب ضرورت و شوق تعلیم تربیت پا سکیں گے۔ ایسی شادیوں کا محض یہی نتیجہ نہیں ہوتا۔ کہ خاندان میں بےلطفی پیدا ہوتی ہے بلکہ ملک کے اس بےکار طبقہ کے افراد میں ترقی ہوتی ہے۔ جو کھاتا ہے۔ مگر کماتا نہیں ؛

ان جنگیوں کا دوسرا سبب اس سوال سے متعلق ہے۔ کہ گھر کی حکومت ساس کے ہاتھ میں رہے۔ یا بہو کے۔ اگر خسر کمانے والا ہے۔ تو اغلب ہے۔ کہ ساس ہی کی حکومت رہے گی لیکن اگر اسی کے ساتھ بیٹا بھی اپنی علیحدہ آمدنی رکھتا ہے۔ تو بہو کو بے شک ملال ہوگا۔ کہ باوجود اس کے۔ کہ میرا میاں بھی کماتا ہے مجھ کو معاملات خانہ داری میں مطلق دخل نہیں ہے۔ اگر خسر کا وجود اب باقی نہیں۔ اور محض لڑکا کماتا ہے۔ تو زیادہ تر ایسا ہوگا۔ کہ بہو گھر کی مالک ہوگی۔ اس صورت میں ساس کو رنج ہوگا۔ کہ شادی ہوتے ہی وہ مسند حکومت سے معزول کر دی گئی۔ اس خرابی کا دفعیہ تعلیم و تربیت سے ہو سکتا ہے۔ اور ایثار کی عادت سیکھنے سے ؛

راقم ح۔ ش

ملیحہ۔ مشکلات زیادہ تر اس حالت میں پیدا ہوتی ہیں جب لڑکا کماتا ہے۔ اگر وہ اپنی کمائی بیوی کو دیتا ہے۔ تو ماں بُرا مانتی ہے۔ اور ماں کو دیتا ہے۔ تو بیوی بُرا مانتی ہے۔ اس مضمون میں اس مشکل کا کوئی معقول حل نہیں بتایا ؛

مشرقی اقوام میں محبت اور ملنساری زیادہ ہوتی ہے۔ یہ یوں ہی بےکار سی دلیل ہے ؛

ہائے جاڑا

رات کا وقت ہے۔ بھرا بھری کا جاڑا پڑ رہا ہے۔ سردی کے مارے دل کپکپا رہا ہے۔ ہاتھ ٹھٹھر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں قلم کیا نا اُٹھے۔ اور مضمون کیسے لکھا جائے؟ ایک پُرانے شاعر نے اپنے زمانے کے جاڑے کی یوں تعریف کی ہے:-

سردی اب کے برس ہے اتنی شدید
صبح نکلے ہے کانپتا خورشید
جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا
بلکہ کہئے کہ زمہریر ہوا

ویسے تو ہر سال جس وقت کڑاکے کا جاڑا پڑتا ہے۔ یہ شعر مزہ دے جاتے ہیں۔ مگر امسال جبکہ بیماری سے افاقہ کے بعد کمزوری نے جسم سردی کا مقابلہ کرنے کی قوت کا بالکل ہی خاتمہ کر دیا ہے۔ ہر طرف سے بھی ٹھنڈی ٹھنڈی خبریں آ رہی ہیں۔ مثلاً امریکہ کے مغربی علاقہ میں سمندر جم گیا ہے۔ مسافروں سے بھرے ہوئے جہاز برف سے گھرے پڑے ہیں۔ اور نہ معلوم کب تک۔ نقشہ جمارہے۔ سردی کا یہ حال دیکھ کر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے بچنے کی چند مفید تدابیر پیش کروں ؛

- جاڑے سے مغلوب نہ ہو۔ پلنگ پہ پڑی

والیوں کو سردی بہت ستاتی ہے + ورزش کرنے
اور گھر کے اندر ہوادار مقامات پر گھوم پھر کر کام کاج
میں معروف رہنے سے جسم کی قوت مدافعت بڑھ
جاتی ہے۔ اور سردی کم محسوس ہوتی ہے +

کھانے پینے میں حداعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔
مقوی اغذیہ۔ انڈے کا حلوا۔ بادام پستے چھوارے
اخروٹ وغیرہ اور تازہ پھل اور ترکاریاں بافراط
استعمال کرنی چاہئیں +

کپڑے نہ ضرورت سے زیادہ ہوں۔ کہ روئی
کی پوٹ یا اُون کی گٹھری معلوم ہونے لگو۔ نہ اتنے
کم۔ کہ نمونیا ہو جائے۔ اس بات کا دہیان رہے
کہ تمام جسم پر حسب ضرورت ہوں +

کمرے کو دہکتے ہوئے کوئلوں سے گرم رکھو۔ مگر
کوئلے باہر سے دہکا کر لائے جائیں۔ تاکہ کمرے میں
دھواں نہ بھر جائے۔ اور کوئلوں کی مقدار کمرے
کی وسعت کی مناسبت سے ہو + چھوٹے کمرے میں
اگر زیادہ کوئلے دہکائے جائیں گے۔ تو آکسیجن گیس
زیادہ خرچ ہو جائے گی۔ اور اس کمرے کی باقی ماندہ
ہَوا مضر صحت ہو جائے گی + کمرے کو چاروں طرف
سے بند کر کے نہ سونا چاہئے۔ کھڑکی کھلی رکھنی چاہئے
اگر تازہ ہَوا آنی بند ہو جاتی ہے۔ تو زکام ہونے کا
اندیشہ رہتا ہے +

کھانسی۔ زکام اور دمہ کے مریضوں سے بچے رہنا
چاہئے۔ یہ امراض اُڑ کر لگنے والے ہیں۔ اور اس
موسم میں بکثرت پھیلتے ہیں + محض اس خیال سے
کہ پانی میں ہاتھ ڈالنے سے سردی لگے گی بغیر
نہائے دھوئے رہنا یا ہاتھ مُنہ نہ دھونا نہایت
نامناسب ہے + بعض بہنیں جاڑوں کے تمام
موسم میں بھی بچوں کو نہیں نہلاتیں۔ یہ ایک صریح
غلطی ہے۔ جس سے بچوں کو صدہا قسم کی بیماریاں
پیدا ہونے کا احتمال ہے + میں نے اپنے چھوٹے
بہن بھائیوں کو چلّے کے جاڑوں میں اور بعض اوقات
مہاوٹ ہوتے میں کمرے میں کوئلہ دہکتی ہوئی انگیٹھی
رکھ کر نہلایا ہے۔ اور اس کے بعد ان کو غذا دلوا کر
سُلا دیا ہے۔ اور ان کو اس سے کچھ بھی نقصان نہیں
ہوا + اس لئے عرض ہے۔ کہ بہنیں اس موسم میں
نہانے اور بچوں کی صفائی سے بالکل لاپروائی
اختیار نہ کریں۔ کیونکہ اگر امراض مندرجہ بالا کے
جراثیم ہاتھ سے غذا کے ساتھ جسم میں داخل ہو گئے۔
تو ان امراض کا اثر ہو جائے گا +

ہاضمہ درست رکھنا چاہئے۔ کمزور و بیمار انسانوں
کو تقویات کا زیادہ استعمال بھی بہت بُرا ہے + پیروں
میں گرم موزے۔ ہاتھوں میں دستانے استعمال
کرنا چاہئیں۔ مگر سر پر زیادہ گرم کپڑا نہیں ہونا چاہئے +
اگر گرم کمرے سے باہر جانا ہو۔ تو پہلے آگ سے
ہٹ کر دور بیٹھو۔ پھر باہر جاؤ + یہ بڑی غلطی ہے
کہ باہر ہَوا میں جانے کے خیال سے اکثر بہنیں
خوب تاپتی ہیں۔ تاکہ گرمی کا اثر ان کے ساتھ
کچھ دیر تک رہے۔ پھر یک بیک باہر نکل کھڑی
ہوتی ہیں + ایسا کرنے سے سردی ہو جانے کا

قوی احتمال رہتا ہے۔

خاکسار رضویہ خاتون

ہمدردی

دنیا میں بہت سے ایسے بھی انسان ہیں۔ جو بلا کسی غرض کے دوسرے کے کام آتے ہیں۔ میری شادی کو چند ماہ ہوئے۔ میں اپنی سسرال میں پندرہ روز رہی اس کے بعد جہاں پر میرے شوہر ملازم ہیں۔ وہاں مجھے جانا ہوا۔ میرے لئے ماں باپ۔ بہن بھائی سب سے جدائی کا یہ سب سے پہلا وقت تھا۔ اور نئی دنیا میں قدم رکھا تھا۔ جیسا مجھے معلوم ہوا۔ ایسا ہی میں خیال کرتی ہوں۔ سب لڑکیوں کو معلوم ہوتا ہوگا۔ سسرال سے رخصت ہوکر میں الہ آباد کو روانہ ہوئی۔ تنہائی کے خیال سے میرے ساتھ میرے خسر آئے تھے۔ ریل کے سفر میں ایک بہن الہ آباد تک جانے والی ملیں۔ اُن سے چند باتیں کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ بھی الہ آباد جارہی ہیں۔ مجھے اس وقت اپنی تنہائی پر بہت رنج تھا۔ طرح طرح کے خیال دل میں آتے اور جاتے تھے۔ اس وقت سب خیال چھوڑ کر کچھ مسرت ہوئی۔ کہ بارے تنہائی دور ہوئی۔

خدا خدا کر کے سفر ختم ہوا۔ اب نیا گھر۔ نئی جگہ کوئی جان نہ پہچان۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ مصیبتوں کا پہاڑ میرے سر پر ٹوٹا ہے۔ حیران۔ پاؤں میں طاقت نہ ہاتھ میں زور۔ دل میں یہ خیال۔ کہ خدایا یہ منزل کیسے آسان ہوگی۔ جس کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے۔ وہ بھی تو نیا ہے۔ کوئی عزیز پاس نہیں ہے کہ جلدی سے آجائے۔ پانچ روز آئے ہوئے تھے۔ کہ ڈاکٹر صاحب یعنی میرے شوہر کو دورے پر جانے کا حکم آگیا۔ وہ تو دورے پر روانہ ہوئے۔ خسر بیچارے بزرگ آدمی نیچے رہتے۔ ایک ملازم کھانا وغیرہ پکاتا۔ میں خاموش سارے دن بالکل اکیلی بیٹھی سلائی وغیرہ کرتی۔ یا کوئی خط لکھنا ہوا۔ تو وہ لکھا۔ اب فکر یہ کہ ان بہن کا پتہ معلوم ہو جائے۔ تو شاید ان سے مل کر تنہائی میں کچھ کمی ہو۔ کچھ عرصے کے بعد معلوم ہوا۔ کہ جو مہترانی ہمارے ہاں آتی تھی۔ وہی ان بہن کے ہاں جاتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں نے ان کو پرچہ بھیجا۔ تو انہوں نے نہایت ہمدردی سے جواب دیا۔ اور بہت محبت سے اپنے ہاں بلایا۔ اب انتظار رہا کہ ڈاکٹر صاحب آئیں۔ تو اجازت لے کر جاؤں۔ خیر وہ آئے۔ تو پوچھ کر ان کے ہاں گئی۔ بہت قابل بہن ہیں۔ مجھے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ مگر پھر وہی تنہائی۔ اور میں۔

میرے مکان کے قریب ہی ایک اور ہمسائی کا مکان تھا۔ ایک روز وہ بہن صاحبہ آئیں۔ اور ملنے کا شوق ظاہر کر کے دو ایک باتیں کر کے چلی گئیں۔ پھر کئی بار آئیں۔ جب ان کو معلوم ہوا۔ کہ میں نئی شادی ہو کر یہاں آئی ہوں۔ تو مجھ سے کہا۔ کہ اگر دل گھبرائے۔ تو میرے یہاں آجایا کرو۔ میں بھی تنہا

ہوں۔ خیر بس اجازت حاصل کرکے ان کے ہاں
گئی۔ ان کے شوہر دس بجے دن کے جاتے۔ ۵ بجے
شام کو آتے۔ وہ بہت دن سے یہاں پر رہتے ہیں۔
مہربان ہمسائی بہت ہی ہمدردی کرنے لگیں۔ اور ان
کے شوہر بھی بہت نیک آدمی ہیں۔ ایسی ہمدردی
کہ ان کو میری تنہائی کا ہر وقت خیال رہتا۔ انہوں
نے کہا۔ کہ اگر رات کو بھی دل گھبرائے۔ تو مجھے بلا
لیا کرو۔ سچ پوچھو۔ تو پردیس میں کون تھا۔ جو کوئی
اچھی بری بات سمجھاتا۔ انسان ہے۔ چاہے کتنا ہی
عقلمند ہو۔ پھر بھی کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ دوسرے
نئی جگہ نئی دنیا۔ میں کیا بیان کروں۔ کہ مجھے کس
قدر آرام پہنچا۔ اور تنہائی کی مصیبت دور ہوئی۔ اللہ
بڑا کارساز ہے۔ اس نے دنیا میں ایسے ہمدرد انسان بھی
پیدا کئے ہیں۔ میری بے حد خوش نصیبی ہے۔ کہ ایسی
قابل ہمسائی مل گئیں۔ خدا ہر بہن کو توفیق دے
کہ وہ ہر دوسری بہن کے کام آئیں۔

خاکسار اہلیہ ڈاکٹر اعجاز حسن

کروشیا کی حفاظت

آج کل اس کا چرچا گھر گھر ہے۔ بہت کم اشخاص
اس کام سے ناواقف ہیں۔ مگر یاد رہے۔ ساتھ ہی
یہ ایک خطرناک شے ہے۔ اس کی بہت ہوشیاری سے
حفاظت کرنی چاہئے۔ یہ جہاں چبھی نکلنا مشکل۔
بچوں کو جب تک اس کو اچھی طرح رکھنے کا ڈھنگ
نہ آجائے۔ اس سے بالکل الگ رکھنا چاہئے۔

تاگے کو پنڈے میں لگا کر رکھنے سے بہت پرہیز
کرنا چاہئے۔ کیونکہ اکثر ایسے ہی چبھتے ہوئے دیکھا
گیا ہے۔ ایک دفعہ میری خالہ کی لڑکی عمر آٹھ
سال شام کے وقت پلنگ پر کروشیا لے کر بنتے
بنتے اٹھیں۔ تو تکیے کے نیچے رکھ دیا۔ رات کو اسی
پلنگ پر سو گئیں۔ سوتے میں کروٹ بدلی۔ تو بس
فوراً ہی کان کے پاس چبھ گیا۔ بہت کھینچا۔ ہزار کوشش
کی۔ مگر وہ بغیر ڈاکٹر کے نہ نکلا۔ رات کے بارہ بجے
ڈاکٹر کو بلایا گیا۔

اسی طرح ایک دفعہ اسکول میں بھی ایسا ہی
اتفاق ہوا۔ ایک لڑکی بن رہی تھیں۔ چھٹی کی گھنٹی
ہوئی۔ وہ فوراً چھوڑ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور اس کو
تاگے کے پنڈے میں لگا کر کتابوں کے ڈبے پر رکھ
دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ہی آکر بیٹھیں۔ اور
بے خبری میں اس پر ہاتھ رکھ دیا۔ ہتھیلی کے نیچے
کروشیا جونک کی طرح چمٹ کر لٹک گیا۔ سب لوگ
پریشان ہو گئے۔ آخر ڈاکٹر صاحبہ کو بلایا گیا۔ انہوں
نے آکر مشکل نکالا۔

اگر یہ حادثہ اتفاق سے کبھی ایسی جگہ ہو۔ جہاں
پر ڈاکٹر نہ ہوں۔ تو کتنی مشکل ہو۔ کروشیا کو ہمیشہ
پنڈے سے الگ رکھنا چاہئے۔ اور جب اٹھیں
تو کروشیا کا کام اور کروشیا ہمیشہ ڈبے میں بند کرکے
اٹھیں۔ بھول کر بھی یوں ہی نہیں چھوڑنا چاہئے۔
یہ بہت خطرناک شے ہے۔ ہمشیرہ اخلاق حسین زبیری

خدا کے واسطے کا کام

ہمارے پڑوس میں ایک تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان رہتے ہیں۔ جو بدقسمتی سے مرض جذام میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جس سے انہیں بے حد تکلیف ہوتی ہے خصوصاً گرمی کے موسم میں۔ مرض سے پہلے وہ کسی دفتر میں کلارک تھے۔ لیکن اس مرض کی وجہ سے ہی وہ ملازمت سے برخاست کر دئے گئے۔ ان بیچارے کے پاس جو کچھ روپیہ پیسا تھا۔ وہ سب علاج میں صرف ہو گیا۔ اب علاج تو لیا۔ ان کے پاس کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں علاج ہونا بہت مشکل ہو رہا ہے۔ ہم لوگوں سے جہاں تک ہو سکتا ہے۔ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ میرے بھائی جان نے کئی موقعوں پر ان کے لئے چندہ جمع کیا۔ مگر یہ مدد ان کے خرچ خوراک و علاج کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ اس لئے سب معزز تہذیبی بہنوں سے میری یہ عاجزانہ درخواست ہے۔ کہ ان غریب ناچار بیمار کی مدد کریں۔ زیادہ نہیں تو سب ایک ایک پیسہ ہی دیں۔ ثواب عظیم ہوگا۔ بیچارہ تعلیم یافتہ مسلمان سخت مصیبت میں گرفتار ہے۔

اگر سب بہنیں کچھ کچھ خیرات یا زکوٰۃ کا روپیہ ان بیمار کے واسطے مولوی صاحب کے پاس بھیجدیں تو مولوی صاحب قبلہ خاکسار کے پاس بھیج دیں گے۔ اور میں اس بیچارے بیمار و مجبور کو پہنچا دوں گی۔

خاکسار مصری رحمٰن بیگم۔ از کاکناڈہ

C/o Md. Nazimuddin Esqr

Suriaradpet

Cocanada

(Godavery Dist.)

اخبار پڑھنا منع!

ابھی حال کا واقعہ ہے۔ مجھ کو اپنی بہن کے یہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ ان کے مکان سے بالکل ملحق ایک صاحب رہتے ہیں۔ جن کی کئی لڑکیاں ہیں۔ میرے رشتے کی ایک بھانجی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ کہ آؤ ان لڑکیوں سے ملیں۔ میں اور وہ چھت پر گئیں۔ لڑکیاں ہم کو دیکھ کر چھپ گئیں۔ ہم دونوں بھی اتر آئے۔ دوسرے دن انہوں نے پھر چلنے کو کہا۔ میں نے کہا۔ کل تو وہ چھپ گئیں۔ آج پھر چھپ جائیں گی۔ انہوں نے اصرار کیا۔ لہذا ہم دونوں پھر گئے۔ خیر ایک لڑکی سامنے ہوئی۔ جس سے گفتگو کا موقع ملا۔ تہذیب اور طرز گفتگو سے مجھ کو یہ پتہ چلا۔ کہ یہ کچھ اردو خواں ہیں۔ اس لئے میں نے سلسلہ گفتگو میں مناسب طریقے سے اخبارات کا تذکرہ کیا۔ وہ بہن شوق اور غور سے میری جانب متوجہ ہوئیں۔ مگر ہنوز میرے منہ سے پورے الفاظ بھی ادا نہ ہوئے تھے۔ کہ ان کی

والدہ صاحبہ کے کان میں اخبار کا نا تہذب نام پہنچا۔ انہوں نے فوراً لڑکی کو آواز دے کر دریافت کیا۔ کہ کیا ذکر ہے؟ لڑکی نے جواب دیا۔ کہ تہذیب کا ذکر ہے۔ یہ سنتے ہی لڑکی کو فوراً بلالیا۔ یہ دیکھ کر مجھ کو ازحد افسوس ہوا۔

مخالفان اخبار اگر نظر غور سے ملاحظہ فرمائیں تو ان کو اخبار کی خوبیاں معلوم ہوں۔ اخبارات اور رسالے لڑکیوں کو کیا کیا سکھاتے ہیں؟ سینا پرونا۔ کھانا پکانا۔ تہذیب و تمیز۔ آداب ملاقات۔ بچوں کی تعلیم و تربیت۔ انتظام خانہ داری۔ والدین کی خدمت و فرمانبرداری۔ سسرال والوں سے اچھا برتاؤ۔ شوہر کی اطاعت اور تعظیم اس کے علاوہ دوسری معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اب وہ بتائیں۔ اخبارات میں کونسی بات برائی کی ہے۔ جس کی وجہ سے لڑکیوں کو اخبار پڑھنے سے روکا جاتا ہے؟

ف۔ ج بنت سید واحد علی رئیس بانس بریلی

محفل تہذیب

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ دست بستہ آداب کے بعد ملتمس خدمت ہوں۔ کہ میں نے اکثر حضرات کی زبانی سنا ہے۔ کہ رجب کی ۲۲ تاریخ کو حضرت امام جعفر صادقؓ کے نام سے جو کونڈا ہوتا ہے۔ اور اکثر دہ ... کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اس کا کرنا بدعت اور اس کا کھانا حرام ہے۔ اور کونڈے کے نام سے ہر کھانا مثلاً بی بی کا کونڈا وغیرہ سب کا کھانا حرام ہے نیز یہ بھی سنا ہے۔ کہ ٹیڑھی مانگ سے نماز نہیں ہوتی۔ تو کیا واقعی ٹیڑھی مانگ نکال کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور نماز ہوتی ہے۔ یا نہیں؟

مجھے ہمشیرہ صاحبہ بھائی ممتاز احمد فاروقی (امریکہ) کا پتہ مطلوب ہے۔ اگر بہن صاحبہ خود یا اور کوئی بہن ازراہ نوازش ان کے پتے سے اطلاع بخشیں گی۔ تو میں ان کی بہت ممنون مشکور ہوں گی۔ مصباح مسز مسعود قادری

تہذیب۔ واقعی رجب کے کونڈے۔ اور کونڈے کے نام سے یہ سب کھانے بدعت ہیں۔ شرع میں ان کی کچھ اصلیت نہیں۔ اور ان کا کھانا گناہ ہے۔ (۲) ٹیڑھی اور سیدھی ہر مانگ سے نماز جائز ہے۔ (۳) فاروقی صاحب کی کئی بہنیں ہیں۔ کس کا پتہ مطلوب ہے؟

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔ ایک ضروری مسئلہ جناب سے دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ ایک غریب رشتہ دار کا قرضہ سود زکوٰۃ کے روپے سے چھڑایا جائے۔ تو کیا یہ جائز ہے؟ دوسرے یہ عرض ہے۔ کہ اس طرح تو سارا روپیہ زکوٰۃ کا ایک شخص کو جاتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ اگر آدھا ایک کو دیا جائے۔ اور آدھا اور مسکینوں

کو دیا جائے۔ تو کیا یہ ٹھیک ہے؟ جناب اپنی رائے سے اطلاع دیں۔ والدہ محمد شفیق جان پشاور

ملیجر۔ قرضہ مذکور کی ادائگی میں زکوٰۃ کا سارا روپیہ دیا جاسکتا ہے۔ آدھا اور مساکین کو دیا جائے۔ تو یہ بھی اچھا ہے۔ ایک آدمی کو زیادہ روپیہ دینے میں یہ احتیاط چاہئے۔ کہ زکوٰۃ کے زیادہ روپے کے مالک ہو جانے کی وجہ سے اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہو جائے۔ مثلاً کسی شخص کو ساٹھ روپے دئے جائیں۔ تو ساڑھے باون روپے ہی کے مالک ہونے سے اس پر زکوٰۃ لازم ہو جائے گی لیکن جب یہ سارا روپیہ قرض میں چلا جاتا ہے۔ تو پھر کیا مضائقہ ہے؟ تاہم زکوٰۃ کے روپے سے کئی مسکینوں کو فائدہ پہنچے۔ تو اچھا ہے۔

ایک عمدہ آب رواں کی رنگین ساری پر چائے گر جانے سے دھبے پڑ گئے ہیں۔ دھونے سے چھٹتے بھی نہیں۔ اگر کسی تہذیبی بہن یا بھائی کو ایسے دھبوں کے چھڑانے کی ترکیب معلوم ہو۔ تو از راہ کرم بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں۔ شکر گزار ہوں گی۔ عائشہ خاتون

بازار سے جو اُونی مفلر لئے جاتے ہیں۔ ان کا اُون باریک ہوتا ہے۔ کوئی بہن مہربانی کر کے بتائیں۔ کہ مفلر بنانے کا باریک اُون بازار سے مل جاتا ہے۔ یا موٹے اُون کو پھاڑ کر مفلر بناتے ہیں۔ ٭

ایک بہن صاحبہ نے اپنی لڑکی کے سر کے بال اُتر جانے۔ اور سر ہتھیلی کی طرح صاف ہو جانے کی شکایت لکھی ہے۔ میری ایک سہیلی نے اس کے لئے ایک تیل تیار کیا ہے۔ جو مجرب و آزمودہ ہے۔ اگر وہ "حاجت مند" بہن مجھے اپنے پورے پتے سے مطلع کریں۔ تو میں انہیں بھجوا دوں گی تیل تیار ہو چکا ہے۔ صرف ان کے پتے کا اب مجھے انتظار ہے۔ خدا نے چاہا۔ تو ضرور مفید ثابت ہو گا۔ خاکسار بنت رضا

کچھ عرصہ گزرا کسی بہن نے ایک ایسی کتاب کا پتہ پوچھا تھا۔ جو بغیر اُستانی کے انگریزی سکھا دے۔ سوال بہن صاحبہ کو معلوم ہو۔ کہ "انگلش ٹیچر" اس کتاب کا نام ہے۔ اس کی قیمت سوا روپیہ ہے۔ پتہ حسب ذیل ہے:۔

محمد عبدالغفور پروپرائٹر مشرقی کتب خانہ لاہور

گمنام بھاولپور

کسی بہن کے پاس مولوی نذیر احمد خاں صاحب دہلوی کی یہ دعائیہ نظم ہو۔ تو پتہ ذیل پر عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ اس کے چیدہ چیدہ مصرعے یہ ہیں:۔

"مرض دوا کے لئے ہے۔ دوا مرض کے لئے"

"زمیں ہمارے لئے ہم فقط خدا کے لئے"

"سب آئے ہیں تری خدمت میں التجا کے لئے"

حمیدالنساء بیگم۔ عزیز منزل۔ زنگناں مٹھہ۔ نیلور۔ مدراس

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

مسولینی اور عورتیں

اٹلی کے قائد اعظم سینور مسولینی نے گزشتہ دنوں تعلیم نسواں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ عورتوں کو فلسفہ۔ ادب اور تاریخ کی تعلیم دینے کی ضرورت نہیں ہے + وجہ یہ بیان کی ہے۔ کہ عورتوں کو فلسفہ کا تو شوق ہی نہیں ہوتا۔ ادبی تصنیف و تالیف ان کے بس کا روگ نہیں۔ اور تاریخ کے مطالعہ میں وہ واقعات کے متعلق غیر جانب دار رائے قایم کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی ہیں۔ اور عام طور پر انہیں تاریخ کی کسی شخصیت سے خود بخود ہمدردی اور کسی سے نفرت ہو جاتی ہے +

مسولینی کے اس اعلان پر یورپ کے اکثر اخبار رائے زنی کر رہے ہیں۔ اور اس کے اس انوکھے طرز استدلال کا مذاق اُڑا رہے ہیں، وہ لکھتے ہیں "عورتوں کو تو فلسفہ کا شوق نہیں ہے۔ مگر وہ کون سا ملک ہے۔ جہاں کے مرد اس مضمون کے مطالعہ کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں؟ پھر اُن یورپین عورتوں کی مثالیں دی جا رہی ہیں جنہوں نے فلسفے میں خاص طور پر نام پیدا کیا ہے۔ اور لکھا جا رہا ہے۔ کہ اگر یہی فرض کر لیا جائے۔ کہ عورتوں کو فلسفے کا زیادہ شوق نہیں۔ تو معقول بات تو یہ ہے۔ کہ ایسی حالت میں اس کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے + یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان پر اس مضمون کے دروازے ہی بند کر دئے جائیں۔ اور اگر کسی عورت میں فلسفے کا فطری رجحان ہو۔ تو اس کی قابلیتوں کو پھولنے پھلنے کا موقعہ ہی نہ دیا جائے +

ادب کے متعلق یورپ کی نامور مصنف خواتین اور ان کی ان بلند مرتبہ تصانیف کے نام درج کئے جا رہے ہیں۔ جو ادب میں غیر فانی سمجھی جاتی ہیں + اس کے علاوہ ادب کے بعض مشہور ممتحنوں کی رپورٹوں کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ جنہوں نے یہ رائے دی ہے۔ کہ امتحانوں میں عورتیں عام طور پر مردوں کی نسبت زیادہ بہتر پرچے لکھتی ہیں +

اسی طرح تاریخ کے متعلق بھی مسولینی کے خیالات کی ہنسی اُڑائی جا رہی ہے + ایک اخبار نے لکھا ہے۔ ممکن ہے یہ درست ہے۔ کہ عورتوں پر صحیح اصولوں کی نسبت دلچسپ شخصیتوں کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اور وہ پوری غیر جانب داری سے تاریخی واقعات کی تحقیق نہیں کر سکتی ہیں۔ لیکن یہ بات مردوں ہی میں کب پائی جاتی ہے + انگریزی

کے مشہور مورخ میکالے اور فرونڈ تک تو اس سے مُبرّا نظر نہیں آتے۔ بلکہ ایک بہت بڑا مورخ تو واضح طور پر یہاں تک کہہ چکا ہے۔ کہ غیر جانب دارانہ تاریخ لکھنا تقریباً ناممکن ہے۔

مصر میں کثرت ازدواج اور طلاق

جدید صورت حالات کے اقتضاء پر ترکی نے مذہبی احکامات میں جو ترمیمیں کر لی شروع کر دی ہیں۔ ان کا دوسرے آزاد خیال اسلامی ممالک پر بھی نمایاں اثر پڑ رہا ہے۔ چنانچہ گزشتہ دنوں مصر میں ایک کمیٹی اس غرض کے لئے بنائی گئی تھی۔ کہ اسلامی قانونِ ازدواج وطلاق پر غور کر کے اس کے متعلق اپنے مشورے پیش کرے۔

اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ مرتب کر لی ہے۔ اور اس میں کثرت ازدواج اور طریق طلاق کے رواج میں بعض تبدیلیاں کرنے کی رائے دی ہے۔ کثرت ازدواج کے متعلق یہ مشورہ ہے۔ کہ کسی مرد کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن اگر کوئی اشد ضرورت مجبور کر دے۔ تو شادی کا خواہش مند مرد اپنے حالات ایک مذہبی عدالت کے جج کے سامنے پیش کرے۔ جج ان پر غور کرلے۔ اور اگر اپنا اطمینان کرلے۔ کہ اس سے پہلی بیوی کے مرتبے کو نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں۔ تو دوسری شادی کی اجازت دے دے۔

طلاق کے متعلق رپورٹ میں یہ لکھا گیا ہے۔ کہ عام طور پر مرد تین دفعہ یہ کہہ کر۔ کہ "میں تم کو طلاق دیتا ہوں"۔ بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ لیکن یہ طریق بھی درست نہیں۔ اس کو منسوخ کر کے کسی زیادہ اہم اور مناسب طریق کو رواج دینا چاہئے۔

بال ترشوانا جرم

مغرب میں تقریباً تمام لڑکیوں اور عورتوں نے بال ترشوا کر پٹے رکھنے شروع کر دئے ہیں۔ ان کی تقلید میں چین کی عورتوں کو بھی اس کا شوق پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ وہاں ایک افسر کی بیوی نے اپنے بال ترشوا ڈالے تھے۔ اس پر جنرل چولیو نے ایک قانون بنا دیا جس کی رو سے چینی عورتیں آیندہ بال نہ ترشوا سکیں گی۔ تین مہینے کے بعد اس قانون پر سختی سے عمل درآمد شروع کر دیا جائے گا۔ اور اگر کسی عورت کے بال ترشے ہوئے دیکھے گئے۔ تو اس پر جرمانہ ہوگا۔ لڑکیوں کے بال ترشوائے تو اس کا خمیازہ والدین کو بھگتنا پڑے گا۔

انگریزی اخبار مغربی عورتوں کو کہہ رہے ہیں کہ شکر کرو۔ تم کو بال ترشوانے کی آزادی حاصل ہے اور اس شوق کی بدولت تم پر کوئی جرمانہ نہیں ہو رہا۔ ورنہ جتنی رقم تم اپنے سنگھار پر صرف کر رہی ہو۔ وہ اس اضافے سے ناقابل برداشت ہو جاتی۔

آسٹریلیا کے ایک زنانہ اخبار کی اڈیٹر

آسٹریلیا سے عورتوں کا ایک رسالہ "وومنز ورلڈ" نکلتا ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ دنیائے نسواں + اس کی اڈیٹر مس فرانس ٹیلر نہایت حوصلہ منداور سرگرم خاتون ہیں + وہ پچھلے دنوں محض اس غرض سے دور دراز کا سفر طے کر کے انگلستان تشریف لے گئیں۔ کہ وہاں کے زنانہ اخبارات ورسائل کے دفاتر میں جاکر اخبار چلانے کا کام پوری طرح سیکھیں۔ اور پھر اس سے اپنے اخبار کو فائدہ پہنچائیں سفر یورپ کے دوران میں انہوں نے بہترین مصوروں اور مضمون نگاروں کو اپنے رسالے کی امداد کے لئے آمادہ کر لیا ہے۔ اوران کا خیال ہے۔ کہ ان کا رسالہ بے حد دلچسپ اور فائدہ مند بن جائے گا +

پچھلے دنوں وہ حقوق نسواں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس میں جو پیرس میں منعقد ہوئی تھی شریک ہوئیں۔ اور اس کے متعلق انہوں نے لکھا کہ اس قسم کے مجمعوں کے فوائد ان رزولیوشنوں سے ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جو جلسے میں پاس ہوتے ہیں ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ عورتوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو اس ۔ ے باہم تبادلۂ خیالات کا موقع ملتا ہے +

عورت اول رہی

دسمبر میں بمقام پیرس تمام دنیا کے ٹائپ کرنے والوں کا مقابلہ ہوا۔ کہ معلوم کیا جائے۔ ان میں سے کون جلد سے جلد نہایت صحیح عبارت لکھ سکتا ہے + یہ مقابلہ بین الاقوامی تھا۔ اور مختلف ممالک کے مردوں اور عورتوں نے حصہ لیا تھا اس مقابلے میں برطانیہ نے بازی جیت لی اور اس کی یہ کامیابی ایک لڑکی مس بی میچل کی ممنون احسان ہے، یہ لڑکی ایک منٹ میں نوّے حرف لکھ سکتی ہے + دوسرے درجے پر بھی ایک انگریز ہی رہا لیکن اس کی اور اول رہنے والی لڑکی کی لکھائی فی منٹ میں بہت بڑا فرق تھا +

عورت کو ڈاکٹری کی ڈگری

لورپول یونیورسٹی سے گزشتہ دنوں ایک خاتون مس ایڈتھ گرٹ روڈ نائٹ کو ڈاکٹری کی اعلیٰ ڈگری ملی ہے + برطانیہ میں صرف لورپول کی یونیورسٹی ایسی ہے۔ جو اس امتحان کی ڈگریاں دیتی ہے۔ اور اس یونیورسٹی میں صرف مس نائٹ ایسی لڑکی ہیں جنہیں یہ ڈگری حاصل ہوئی ہے + جلسے میں جب ان کو ڈگری دی گئی۔ تو لڑکیوں نے تالیاں بجا بجا کر اپنی بے حد مسرت کا اظہار کیا +

مس نائٹ کے والد نے ایک اخبار کے نمائندے سے کہا۔ کہ میری لڑکی اٹھارہ سال کی عمر سے مردانہ لباس پہن رہی ہے۔ اس لئے۔ کہ

زنانہ لباس میں وہ اپنے مشاغل بآسانی جاری نہیں رکھ سکتی۔ سات سال ہوئے۔ وہ ریڈنگ یونیورسٹی سے زراعت کی ڈگری بھی حاصل کر چکی ہے"۔

اس وقت مس نائٹ کی عمر انتیس سال کی ہے۔ اور وہ جنوبی افریقہ کا سفر بھی کر چکی ہیں۔ گھوڑے کی سواری میں کمال رکھتی ہیں۔ اور کھلے میدانوں میں زندگی بسر کرنا بہت پسند کرتی ہیں ؛

ایک اخبار کے نمایندے سے انہوں نے کہا۔ "مجھے ہر قسم کے جانوروں سے واسطہ پڑ چکا ہے۔ اور میں ان کے متعلق اس قدر واقفیت حاصل کر چکی ہوں۔ کہ اب مجھے اپنے کام میں بے حد لطف حاصل ہوتا ہے"؛

"خالائیں" جنوبی افریقہ میں

لندن میں ضرورت مندوں کی امداد کے لئے عورتوں کی ایک نہایت ہی مفید انجمن قایم ہے۔ جس کا مقولہ ہے "ہر کسی کے لئے ہر وقت ہر چیز"۔ اس انجمن کی ممبر خواتین اپنے امکان بھر ہر کسی کو مناسب امداد پہنچاتی ہیں۔ اور ہر دل عزیزی کی وجہ سے دنیا بھر کی خالائیں کہلاتی ہیں ؛

لندن کے اس نمونے پر اب جنوبی افریقہ میں بھی عورتوں کی ایسی ہی انجمن قایم ہوئی ہے جس کے جاری کرنے کا سہرا مسز سی ای نکسن کے سر ہے۔ یہ انجمن ہر قسم کے سوالات کا جواب بہم پہنچائے گی۔ کوئی اسے اپنی مشکلات کی داستان لکھ کر بھیجے گا۔ تو اس کے متعلق غور و خوض کے بعد اپنا صحیح مشورہ دے گی۔ کسی اور کام میں امداد کی ضرورت ہوگی۔ تو اسے پورا کرنے کی کوشش کرے گی۔ ضیافت کے سامان سے لے کر افریقہ کے پہاڑوں کی سیر تک کا انتظام اور سنگھار کی ضروریات سے لے کر افریقہ کے تمام خوش نما مقامات کے سفر تک کا اہتمام کر دے گی ؛

اس انجمن کی بانی مسز نکسن مشہور خاتون ہیں۔ وہ جنگ یورپ کے زمانے میں قابل قدر خدمات سر انجام دے چکی ہیں۔ ہیٹس گورنمنٹ میں پارلیمنٹ کی ممبر بھی رہ چکی ہیں۔ اور اب بیرسٹری کا کام کرتی ہیں۔ انہوں نے جنوبی افریقہ آنے والوں کے لئے اعلان کر دیا ہے۔ کہ اگر کسی کو کسی وقت کسی چیز کی ضرورت ہو۔ تو شہر کیپ ٹاؤن کی وکٹوریا اسٹریٹ میں ان سے امداد حاصل کر سکتا ہے ؛

بھوکے بچے

انگلستان کی ایک خاتون ایک نئے قانون کا مسودہ پیش کرنے والی ہیں۔ اس میں انہوں نے یہ مطالبہ کیا ہے۔ کہ جو بچے محض غذا بہم نہ پہنچنے کی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کے لئے غذا بہم پہنچانا محکمۂ تعلیم کے افسروں کا فرض قرار دیا جائے ؛

خبریں اور نوٹ

رسالہ سیٹرڈے ریویو لکھتا ہے۔ کہ اٹلی کی طرف سے ترکوں کو قطعی بے اطمینانی ہے۔ اور ان کو اس امر کا کامل یقین ہے۔ کہ اٹلی آیندہ موسم بہار میں ضرور ترکی پر حملہ کرے گا ؛

اخبار الاہرام کا نامہ نگار مقیم لندن لکھتا ہے۔ کہ سلطان ابن سعود اور انگریزوں کے درمیان ایک نئے معاہدہ کے متعلق نامہ و پیام ہو رہا ہے جس میں اقرار کیا گیا ہے۔ کہ اگر برطانیہ عظمیٰ سلطان حجاز کو کسی تیسری طاقت کے حملے کی صورت میں مدد دے گی۔ تو حکومت حجاز اس امداد کے عوض میں اپنے مقبوضات کے اندر کسی ایسے افسر کو ملازم نہیں رکھے گی۔ جسے برطانی گورنمنٹ پسند نہ کرتی ہو۔ اور نہ وہ کسی دوسری سلطنت کے ساتھ کوئی عہدنامہ کرے گی۔ نیز وہ اپنے علاقہ جات کا کوئی حصہ انگریزوں کی رضامندی کے بغیر کسی کو ٹھیکہ پر یا دوسرے طریق پر نہ دے گی۔ اخبار مذکور کی رائے ہے۔ کہ جب دنیا بھر کے مسلمانوں کو اس معاہدے کی شرائط کا علم ہوگا۔ تو سلطان ابن سعود ان کی نظروں سے گر جائے گا۔ اور پھر برطانیہ ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کی خیر اندیشی حاصل کرنے کے لئے اسے نیچ ڈالنے میں ذرا بھی تامل نہ کرے گی ؛

چین کی تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں غیر ملکی آبادی کے خلاف شورش بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور غیر ملکی حکومتیں اسے دبانے کی تدابیر اختیار کر رہی ہیں۔ چنانچہ حکومت برطانیہ نے ایک ہزار بحری جہازوں کو چین جانے کا حکم دیدیا ہے۔ اور پانچ اور جہاز بھیجنے کی تجویز ہے ؛

مقام باکسر (چین) کے متعلق خبریں اڑی تھیں کہ وہاں ہسپانوی نئیں (راہب عورتیں) چینی بچوں کو قتل کر رہی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چینیوں نے پادریوں اور ان کی خانقاہوں پر حملے شروع کر دئے۔ اور اب پادری اور نئیں بھیس بدل بدل کر بھاگ رہی ہیں ؛

سابق وائسرائے ہند کا ایک ایڈی کانگ لندن کی دیوالیہ عدالت میں پیش ہوا۔ اس کے اوپر ۸۰۲۷ پونڈ قرض تھا۔ اور اس کی جائداد کا اندازہ ۲۸۴ پونڈ لگایا گیا۔ سب سے بڑے قرض خواہ مسٹر لیاقت علی بھوپال کے چیف جسٹس ہیں۔ جنہیں ۵۵۰۰ پونڈ ایڈی کانگ مذکور سے لینے ہیں ؛

لندن کے ایک مشہور حلوائی نے کرسمس کے دنوں میں ایک کرسمس کیک پکایا تھا۔ اس کیک کا وزن ایک ٹن (تقریباً ۲۸ من) تھا۔ اور اونچائی ۸ فٹ سے زیادہ تھی۔ اس کی تیاری میں دو من ۳۰ سیر شکر۔ دو من مکھن اور ۳۰ ہزار انڈے اور باقی میدہ صرف ہوا تھا ؛

امریکہ میں ریچارڈ فریڈیک نامی ایک ۹ سال کا بچہ عجیب و غریب طاقت گویائی رکھتا ہے۔ ایک

روز اس کا عیسائیت پر لکچر ہوا۔ اسی وقت ۷۰ آدمی اس کے مرید ہو گئے۔ یہ لڑکا امریکہ میں ایک پیغمبر مانا جاتا ہے ٭

جرمن کروزر ایمڈن کیپ ٹاؤن پہنچا۔ تو ہزاروں عورتیں۔ مرد اور بچے اس کے دیکھنے کو جمع ہو گئے اور کنارے کے اس قدر قریب پہنچ گئے۔ کہ ہر لحظہ سمندر میں گر جانے کا خطرہ تھا۔ غالباً ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے ایمڈن کے ملاحوں نے پانی اُچھالا جس سے بہت عورتیں بے ہوش ہو گئیں۔ اور ان کا لباس خراب ہو گیا ٭

مونٹریل (کینیڈا) کے ایک سنیما میں آگ لگ جانے سے ۷۷ لڑکے اور لڑکیاں جل کر مر گئیں۔ اور ۳۰ آدمی ہسپتال پہنچائے گئے ٭

افغانستان کے وزیر خارجہ سردار محمود بیگ طرزی اپنی بیوی۔ بیٹی اور شاہ افغانستان امیر امان اللہ خاں کی صاحبزادی کے ساتھ پشاور پہنچے۔ اور وہاں سے سوئٹزرلینڈ روانہ ہو گئے ٭

۸ جنوری کو حضور وائسرائے نے کونسل ہاوس (نئی دہلی) کا شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ افتتاح کیا۔ اس موقع پر بہت سے سرکردہ اشخاص اور ایوان عام۔ کونسل آف اسٹیٹ۔ اور اسمبلی کے نمایندے موجود تھے۔ وائسرائے بہادر نے کونسل ہاوس کے دروازے کو سونے کی کنجی سے کھولا۔ پھر وائسرائے اور لیڈی اروِن نے چند معززین کے ہمراہ عمارت کا معائنہ کیا ٭

افتتاح کے وقت حضور وائسرائے نے بادشاہ سلامت کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ جس میں منجملہ اور باتوں کے ملک معظم نے لکھا تھا۔ کہ "خدا کرے ہندوستان کا یہ نیا پایہ تخت ایک زبردست قوم کے شایان شان ثابت ہو۔ اور یہ کونسل ہاؤس انصاف و دانش کا مسکن رہے" ٭

نئی دہلی کی عمارات پر سوا کروڑ پونڈ کے خرچ کا اندازہ ہے۔ پارلیمنٹ بلڈنگ کی تیاری میں ۵ لاکھ پونڈ سے زیادہ خرچ ہوئے ہیں۔ اور یہ بلڈنگ تمام نئی عمارتوں سے زیادہ شاندار ہے ٭

۱۴ جنوری کو گورنر مدراس نے مدراس کونسل کا افتتاح کیا۔ اس کے بعد ڈپٹی پریزیڈنٹ کا انتخاب کیا گیا۔ آزاد خیال پارٹی نے شریمتی متھو لکشمی امل کو جو کونسل کی ممبر ہیں۔ اس عہدے کے لئے نامزد کیا تھا۔ اس لئے دوسرے امیدوار خاتون موصوفہ کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ اور وہ ڈپٹی پریزیڈنٹ منتخب ہو گئیں ٭

بمبئی کونسل کے نامزد ممبران کی فہرست میں دو کیوں کی وجہ سے بڑی حیرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ پہلی تو یہ۔ کہ ایک خاتون کو ممبر نامزد کرنے کی توقع تھی۔ وہ پوری نہ ہو سکی۔ اور اس سے خواتین بمبئی کو بہت مایوسی ہوئی۔ انہیں امید تھی۔ کہ بمبئی کونسل اس باب میں دوسرے ترقی یافتہ صوبجات کے مطابق عمل کرے گی۔ دوسرے یہ۔ کہ سر ابراہیم رحمت اللہ ریٹائرڈ صدر کونسل کا فہرست میں نام

نہ ہونا جن کے متعلق یہ امر یقینی تھا۔ کہ اگر وہ نامزد
کئے جاتے۔ تو دوبارہ صدر منتخب ہو جاتے ؛

سر عبدالرحیم منتخب شدہ ممبر بنگال کونسل گورنمنٹ
بنگال کے وزیر مقرر کئے گئے۔ اور انہوں نے ۲۳
جنوری کو اپنے عہدے کا چارج لے لیا۔ سر موصوف
اپنے ساتھ کے لئے ایک ہندو وزیر منتخب کریں گے
اور اس کا نام بغرض منظوری گورنر بنگال کے سامنے
پیش کر دیں گے ؛

یو پی کونسل میں ۴۵ ووٹوں سے یہ رزولیوشن
منظور ہو گیا۔ کہ گورنمنٹ کے منظور شدہ مدارس میں
طلباء کو جسمانی تربیت اور فوجی قواعد اور اعلیٰ
جماعتوں میں اسلحہ آتشیں کا استعمال لازمی طور
پر سکھایا جائے۔ اور اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے
ایک کمیٹی مقرر ہو۔ جس کے سات ممبر ہوں۔ ان میں
سے پانچ ممبر کونسل نامزد کرے۔ اور دو گورنمنٹ ؛

مسٹر عبدالحی ممبر اسمبلی اسمبلی کے آیندہ اجلاس میں
سوال کریں گے۔ کہ ان عورتوں کی تعداد کتنی
ہے۔ جو اسمبلی کے لئے ووٹر ہیں؟ اور کیا کوئی خاص
انتظام ہے۔ کہ عورتیں اپنا نام درج رجسٹر کرا سکیں؟
نیز کسی صوبے میں پردہ دار مستورات کو ووٹ دینے
کے متعلق کوئی خاص انتظام کیا گیا ہے؟ اگر نہیں۔
تو کیا گورنمنٹ آیندہ پردہ دار عورتوں کے لئے خاص
پولنگ کا انتظام کرے گی جس میں صرف پردہ دار
پولنگ آفیسر ہوں؟

اسمبلی کے آیندہ اجلاس میں رائے صاحب ہر بلاس
شاردا کم سنی کی شادی کے متعلق ایک بل پیش
کریں گے ؛

۲۴ جنوری کو سوامی شردھانند کے قتل کا مقدمہ
مسٹر جانسٹن سشن جج کی عدالت میں پہلی مرتبہ
پیش ہوا۔ ملزم عبدالرشید کی طرف سے مسٹر ذاکر الرحمن
کے علاوہ لاہور کے دو بیرسٹر مسٹر سلیم اور مسٹر ظفر اللہ
نے پیروی کی۔ اور مسٹر اعجاز حسین تاج برطانیہ کی
طرف سے اور مسٹر سورج نرائن وکیل سرکاری استغاثہ
کے پیروکار تھے۔ ۲۴ اور ۲۵ دونوں تاریخوں میں
گواہان استغاثہ کی شہادتیں ہوئیں۔ اور وکلائے
صفائی نے جرح کی ؛

مسٹر سکلات والا ممبر پارلیمنٹ ہندوستان پہنچ
گئے۔ اور اپنے دورے میں مصروف ہیں۔ ہر جگہ
آپ کا شاندار خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ آپ اپنے
دوران قیام احمد آباد میں مہاتما گاندھی کے سابرمتی
آشرم میں گئے۔ اور اپنی بیوی کے لئے کھدر کی
ایک ساڑھی اور غلافوں اور میز پوشوں کے لئے
کھدر خرید کیا ؛

یورپین خاتون مس سلیڈ جو مہاتما گاندھی سے
بہت عقیدت رکھتی ہیں۔ اور انگلستان سے آکر
تقریباً ایک سال سے ان کے پاس رہتی تھیں
اب گروکل کانگڑی چلی گئی ہیں۔ تاکہ وہاں ہندی
زبان کی تکمیل کریں ؛

ایک کم سن شادی شدہ لڑکی سنگ پربھا سکھ
تنے کلکتہ یونیورسٹی سے ایم اے کا امتحان سکنڈ

ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ اس لڑکی نے شادی
ہونے کے بعد تعلیم حاصل کرنا شروع کی تھی۔

سرکاری اعلان ہے۔ کہ عنقریب سو روپے کے
نئے نوٹ جاری کئے جائیں گے۔ جن کی نقل کرنا
مشکل ہوگا۔ یہ نوٹ پہلے پہل رنگون کرنسی آفس
سے جاری ہوں گے۔ پھر رفتہ رفتہ دوسرے کرنسی
آفسوں سے بھی جاری کر دئے جائیں گے۔

پٹنہ کے فسادات کے سلسلے میں ۵۸ مسلمانوں پر
مقدمہ چل رہا تھا۔ مسٹر ہالو اسپشل مجسٹریٹ نے اس کا
فیصلہ سنا دیا۔ ۲۲ مسلمانوں کو دو دو سال قید سخت
اور دو کو تین تین ماہ قید سخت کی سزا دی گئی۔ ایک
طالب علم بدرالدین کی نیک چلنی کی ضمانت لی گئی۔
اور دس مسلمان بری کر دئے گئے۔ اس مقدمہ میں
اپیل کیا گیا ہے۔ اور عدالت سشن نے تا فیصلہ
مجرموں کو ضمانت پر رہا کر دیا ہے۔

سر سیموئل ہور جس ہوائی جہاز پر سوار ہو کر انگلستان
سے سوار ہو کر دہلی پہنچے ہیں۔ اس کا نام "سٹی آف دہلی"
رکھا گیا ہے۔ جہاز مذکور پر، لیڈیز اور ۳۰ نمایندگان
اخبارات کو بٹھا کر نئی دہلی کی سیر کرائی گئی۔

حضور وائسرائے نے برطانیہ ہند کی تمام یونیورسٹیوں
کے انڈر گریجویٹ طلباء کو مقابلہ کا جواب مضمون لکھنے
کے صلے میں طلائی تمغہ دینا منظور فرمایا ہے۔ مضمون
ہندوستان میں ڈیری فارمز جاری کرنے اور مویشیوں
کی نسل بڑھانے کے بہترین طریقوں پر لکھنا ہوگا۔

جبل پور ٹاؤن میونسپلٹی نے عالمگیر رائے دہندگی
کا رزولیوشن منظور کر کے فیصلہ کیا ہے۔ کہ میونسپل
حدود کے رہنے والے ۲۱ برس سے زیادہ عمر
عورت و مرد میونسپلٹی کے لئے ووٹ دے سکیں۔

حکومت بنگال نے ایک کمیٹی اس غرض کے
مقرر کی ہے۔ کہ مجالس بنگال میں عملہ اور قیدیوں
اطاعت و فرمانبرداری کے متعلق تحقیقات کرے
اور تمام نقائص کو دور کرنے کے لئے تجاویز پیش کرے

مسٹر جیمز ایڈیسن اور بخشی ٹیک چند لاہور ہائی کورٹ
کے مستقل جج مقرر کئے گئے۔ اور بادشاہ سلامت
نے ان کا تقرر منظور فرما لیا۔

بخشی ٹیک چند پنجاب کونسل کے ممبر تھے۔ اب وہ
ممبری سے مستعفی ہو جائیں گے۔ اور ان کی خالی
نشست کے لئے ضمنی انتخاب ہوگا۔

کتاب رنگیلا رسول کے متعلق راجپال کے خلاف
ایک عرصے سے جو مقدمہ چل رہا تھا۔ ۱۸ جنوری
کو مسٹر فیلبوس مجسٹریٹ نے اس کا فیصلہ سنا دیا
اور راجپال کو ڈیڑھ سال قید سخت اور ایک ہزار
روپے جرمانے کی سزا دی گئی۔

مسٹر اوگلوی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے شوکت علی
منشی فاضل کو اس جرم میں دو دفعات کے ماتحت
دو سال قید با مشقت کی سزا دی۔ کہ اس نے حامد علی
عرف احمد میاں کے نام سے منشی فاضل کے امتحان کے
پرچے حل کئے تھے۔ سزا اکٹھی شروع ہوگی۔ حامد علی کو
تنبیہ کرنے کے بعد پانسو روپے کی ضمانت پر رہا
کر دیا گیا۔

دہلی کا ایک خاص تحفہ

(یعنی کامدانی کے کام کے دوپٹے)

یہ دوپٹے ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہو چکے ہیں۔ جس گھر میں ایک دوپٹہ چلا جاتا ہے۔ درجنوں کی وہاں سے مانگ آتی ہے۔ ہر درجے کی معزز خواتین نے انہیں پسند کیا ہے۔ کاریگر نے ان میں کام اس خوبی سے کیا ہے۔ کہ اوڑھنے سے بس کہکشاں کا منظر یاد آجاتا ہے۔ معزز خواتین کا اسے زیور کہئے۔ تو بجا ہے۔ کناروں پر پھول وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ اور باقی تمام دوپٹے میں کامدانی کا کام بہت عمدگی سے بنا ہوا ہے۔ جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ نیز یہ گارنٹی کی جاتی ہے۔ کہ ان دوپٹوں میں مقیش اصلی لگی ہوئی ہے۔ جو کبھی سیاہ نہ ہوگی۔ دام درج ذیل ہیں:-

نمبر ۱۰۱ بڑھیا مکمل شدہ کامدانی کا کام گیارہ روپے — نمبر ۱۰۴ بڑھیا ویل یا جالی کا مکمل شدہ کامدانی بارہ روپے
نمبر ۱۰۲ " " دس روپے — نمبر ۱۰۵ بڑھیا ریشم کا " " پچیس روپے
نمبر ۱۰۳ بڑھیا ویل یا جالی کا " تیرہ روپے — نمبر ۱۰۶ " " " " بیس روپے

فرمائش کے ہمراہ نصف رقم مہربانی سے بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دیجئے۔ جو وی پی سے مجرا کی جائے گی۔

خاکسار مالکہ زنانہ کاروبار۔ دہلی

شریف بہو بیٹیوں کے لئے

دس موتیوں کی مالا

یہ مالا کیسی ہے۔ کس نام اور کس شان کی ہے۔ سنئے

اس کا نام **زنانہ لبتہ** ہے

اس میں دس علمی موتی ہیں۔ جو بہو بیٹیوں کو نور علیٰ نور بنا دیتے ہیں۔ (۱) بسم اللہ کی کتاب۔ (۲) کہانیوں کی کتاب۔ (۳) کھیل کی کتاب۔ (۴) لکھنے کی کتاب۔ (۵) نماز کی کتاب۔ (۶) کھانا پکانے کی کتاب۔ (۷) پردے کی کتاب۔ (۸) تہذیب کی کتاب۔ (۹) تندرستی کی کتاب۔ (۱۰) دُلہن کا اصلی جہیز۔ یہ دس کتابوں کا بیش بہا علمی مجموعہ قیمت عہ بر مجلد عہ ۔ مجلد مع لبتہ کپڑا عہ ۔

فالنامہ آئینہ تصویر آپ کی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ اس کا جواب فارسی یا اُردو زبان میں سننا چاہتے ہیں۔ تو منگائیے قیمت ۳ر۔ پتہ:- **منیجر شہرت ایجنسی۔ دہلی۔ فراش خانہ**

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۶	لاہور۔ ہفتہ۔ ۵ فروری سنہ ۱۹۲۷ء	جلد ۳۰

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ یکم شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

مادّی ترقیاں اور راحت

دنیا میں ایک صدی کے اندر اندر اس قدر مادّی ترقیاں ظہور میں آئی ہیں۔ اور ہمارے تمدن میں اتنا انقلاب واقع ہو گیا ہے۔ کہ اگر کوئی سَو برس کا مُردہ یکایک جی اُٹھے۔ تو وہ ہرگز یہ نہ پہچان سکے گا۔ کہ یہ وہی دنیا ہے جس میں کبھی وہ خود بھی رہا کرتا تھا۔ ان ترقیوں میں سب سے زیادہ مفید چھاپے کی ایجاد ہے۔ جب تک تحریر کا چھاپنا ایجاد نہ ہوا تھا۔ اس وقت تک بزرگوں کی معلومات اور تجربوں کی اشاعت کی کوئی صورت نہ تھی۔ دستی تحریریں کہاں تک کام دے سکتی تھیں۔ پھر ان کے ہر وقت ضائع ہونے کا بھی خطرہ تھا۔ اب چھاپے کی بدولت کتابوں کی وہ کثرت ہے کہ لوگوں کو ان کے پڑھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ دنیا کے ہر حصّے کی تالیف و تصنیف ہر جگہ میسر ہے۔ اس پر اخباروں نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا ہے۔ بزم بزم کی خبریں دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں پہنچ جاتی ہیں۔ تار اور ٹیلی فون اور وائرلیس (بے تار خبر رسانی کا آلہ) کی ایجادوں نے فاصلہ کو فنا کر دیا ہے۔ ہزاروں میل کے فاصلے سے دو شخص آپس میں بے روک ٹوک گفتگو کر سکتے ہیں۔

طبّی معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ بے شمار مرضوں کی تیر بہدف دوائیں معلوم ہو چکی ہیں۔ نازک نازک جرّاحی آلات بن گئے ہیں۔ جن سے حیرت انگیز جرّاحی کے کمالات کا اظہار ہوتا ہے۔ مثلاً ہزارہا اندھوں کو ہر سال عمل جرّاحی کی بدولت از سرِ نو بینائی حاصل ہو جاتی ہے۔ کوکین اور کلوروفارم نے دنیا کو تکلیف سے نجات دیدی۔

وسائل آمد و رفت بھی بہت بہتر ہو گئے۔ سڑکوں اور پُلوں کی بدولت سفر بجائے صورتِ سقر ہونے کے تفریح کا ذریعہ ہو گیا۔ ریلوں۔ موٹر کاروں۔ اور ہوائی جہازوں نے مہینوں کا سفر دنوں اور گھنٹوں میں پورا کرنا شروع کر دیا۔ اور دو پیسے کا پوسٹ کارڈ ۴۸ گھنٹے کے اندر ہندوستان کے ہر ہر گوشے میں پہنچ کر عزیزوں اور دوستوں کی خیریت کی خوش خبری سناتا ہے۔ بجلی کے کرشموں نے الف لیلہ والے الہ دین کے چراغ کی کرامات کو بھی بے وقعت کر دیا۔ بٹن دبایا۔ اور آن کی آن میں سارا محل بقعۂ نور بن گیا۔ ملازم حاضر۔ نقل و حرکت پر پورا قابو۔

مشین اور کلوں نے انسانی دست کاریوں کو دلوں سے بھلا دیا۔ اور دھوپ گھڑی اور ریت گھڑی کی بجائے بولتی ہوئی گھڑیاں جیبوں اور کلائیوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ دُخانی جہازوں کی بدولت تجارت کا یہ عالم ہے۔ کہ ہر حصہ ملک کی پیداوار اور مصنوعات ہر بازار میں آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ نہروں نے ویرانوں کو چمن بنا دیا ہے۔ جنگل شہر بن گئے ہیں۔ اور قحط سالی کے مصائب میں بہت کچھ کمی آگئی ہے۔ بائسکوپ۔ تھیٹروں اور سرکسوں نے تفریح کے غیر معمولی سامان پیدا کر دئے ہیں۔

یہ سب تسلیم ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا

تہذیب اور تمدن کی اس ترقی سے انسان کی راحت
میں بھی کچھ اضافہ ہوا۔ کہ نہیں؟ راحت سے مراد
خوشی ۔ تفریح ۔ آرام یا آسائش نہیں ہے ۔ بلکہ سکون
قلب ۔ اطمینان اور چین مراد ہے ۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ تمدن
سے ضرورتوں کا اضافہ مراد ہے ۔ جو آدمی برہنہ جنگل
میں اوقات بسر کرتا ہے پھل پتوں سے پیٹ بھرتا ہے
اور قدرتی چشموں سے پانی پیتا ہے۔ وہ وحشی اور غیر
متمدن کہلاتا ہے ۔ وحشی انسان کو سب سے پہلے کپڑے
کی ضرورت ہوتی ہے ۔ چنانچہ جب انسان کو جنون ہوتا
ہے ۔ اور سر پر وحشت سوار ہوتی ہے ۔ تو سب سے پہلے
اپنے کپڑے پھاڑتا ہے ۔ غرض آدمی سب سے پہلے
کپڑے کا استعمال سیکھتا ہے ۔ اس کے بعد رہنے کے لئے
گھر بناتا ہے ۔ پھر پکی ہوئی غذا کھانا سیکھتا ہے ۔ اسی طرح
جتنی جتنی اس کی ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں ۔ اتنا ہی زیادہ
وہ مہذب اور متمدن کہلانے لگتا ہے ۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے
کہ تمدن کی بدولت زندگی بہت تنگی اور مشکل ہوجاتی ہے
تن آسانی ۔ آسائش و آرام کے سامان تو ضرور مہیا ہوتے
جاتے ہیں ۔ مگر راحت نابود ہوتی جاتی ہے ۔ حدیث شریف
ہے ۔ "وُضِعَتِ الرَّاحَۃُ لِلْجَنَّۃِ فَیَطْلُبُوْنَ فِی الدُّنْیَا فَکَیْفَ
یَجِدُوْنَ" یعنی راحت کو خاص جنت کے لئے بنایا
گیا ہے ۔ لوگ اس کو دنیا میں ڈھونڈتے ہیں ۔ بھلا کیونکر
پاسکتے ہیں؟ سو اصل راحت تو انشاء اللہ تعالیٰ جنت
میں نصیب ہوگی ۔ دنیا میں اس کا جو حصہ میسر ہوسکتا
ہے ۔ وہ غالباً قناعت اور راضی برضاء الٰہی رہنے
سے میسر ہوسکتا ہے ۔ یعنی بندہ اپنا نفع نقصان ۔
دکھ سکھ ۔ رنج و خوشی سب خدا کی طرف سے سمجھے ۔ اس
صورت میں البتہ دل کو چین نصیب ہوسکتا ہے ۔ ورنہ
خواہش اور ضرورت کے ساتھ راحت جمع نہیں ہوسکتی ۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ ۔ از بریلی

انوکھے عقیدے

میں نے گزشتہ سال اپنے ایک مضمون میں بعض
ایسی انوکھی اصطلاحوں کا ذکر کیا تھا ۔ جن کا دارومدار
ہمارے مذہبی عقائد پر ہے ۔ مگر جن کی اصلیت کا
پتہ نہیں چلتا ۔ مثلاً پل صراط ۔ ہزاری روزہ وغیرہ جس کا
نام بھی عربی زبان میں نہیں پایا جاتا ۔ اسی قسم کے بعض
اور انوکھے خیالات مسلمانوں میں رائج ہیں ۔ جن کی
کوئی اصلیت معلوم نہیں ہوتی ۔ مثلاً حجر اسود کے متعلق
بہت سے ہندوستانی مسلمانوں میں یہ خیال پایا جاتا
ہے ۔ کہ یہ پتھر جب جنت سے اُترا تھا ۔ تو بالکل سفید
تھا ۔ گنہگار مسلمانوں کے بوسے دینے سے سیکڑوں
برس میں گناہوں کی ظلمت کی وجہ سے سارا پتھر کالا
ہوگیا ۔ اب صرف اتنی سفیدی باقی ہے جتنی اُرد پر
سفیدی ہوتی ہے ۔ جب یہ سفیدی بھی زائل ہو کر
سیاہی سے بدل جائے گی ۔ اس وقت قیامت قائم
ہو جائے گی ۔

یہ خیال اس وجہ سے سرتاپا غلط معلوم ہوتا ہے
کہ عربی زبان میں اسود کے معنے ہیں ۔ سیاہ رنگ ۔ لہٰذا
حجر اسود کے نام ہی سے ظاہر ہے ۔ کہ یہ پتھر شروع ہی

سے کالا ہوگا۔ اور اس کی سابقہ سفیدی کا عقیدہ محض وہم ہے۔

اسی طرح شب قدر کے متعلق عموماً مسلمان خواتین کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ شب قدر سے ایک نور مراد ہے۔ جو کہ شب قدر میں دنیا میں بجلی کی چمک کی طرح دفعتاً نمودار ہوتا ہے۔ جس سے سارے عالم میں اجالا ہو جاتا ہے۔ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ اور اس کی عظمت سے سارا عالم سربسجود ہو جاتا ہے۔ سمندر شیریں ہو جاتا ہے۔ چلتے ہوئے دریا ٹھہر جاتے ہیں۔ جو دعا اس موقع پر مانگی جاتی ہے۔ وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اب جب رمضان شریف میں یا شب برات کے مہینے میں شب قدر منائی جاتی ہے یعنی رات کے وقت عبادت میں مسلمان مشغول ہوتے ہیں۔ تو عموماً اس نور اور چمک کے نظارہ کا ہر شخص آرزو مند ہوتا ہے۔ میں نے خود بعض خواتین کو یہ کہتے سنا ہے۔ کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے شب قدر دیکھی ہے۔ حالانکہ میرے نزدیک یہ خیال بھی سراسر وہم معلوم ہوتا ہے۔ شب قدر ہرگز کوئی ایسی شے نہیں ہو سکتی۔ جس کو آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔ وہ صرف ایک خاص رات کا نام ہے جو اور راتوں سے افضل ہوتی ہے۔ اس لئے عبادت کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔

آسمان پر وہ چوڑی سفید لکیر جو کہکشاں کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی نسبت ناواقف مسلمانوں کا خیال ہے۔ کہ شب معراج میں آنحضرت صلعم جب براق پر سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔ تو اس وقت یہ براق کے پیروں سے آسمان میں پگ ڈنڈی کی طرح راستہ بن گیا تھا۔ اس وقت سے یہ صورت چلی آتی ہے۔ یہ خیال بھی باطل ہے۔ اس لئے۔ کہ اول تو براق کا اس طرح چلنا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آسمان پر پیر ہوں پشت زمین کی طرف ہو۔ اور پھر کہکشاں کا وجود واقعہ معراج سے پیشتر بھی تھا۔

بالکل اسی طرح بعض مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ کہ آسمان پر شام کے وقت جو شفق پھولتی ہے۔ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حادثۂ شہادت کی یادگار ہے۔ اس وقت سے ہر روز شام کو آسمان خون روتا ہے۔ یہ خیال بھی بے اصل معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ شفق ایک قدرتی منظر ہے۔ جو یقیناً ہمیشہ سے اسی طرح ہوتا چلا آتا ہے۔ معلوم نہیں یہ اس قسم کے عقائد کی ابتدا کیونکر ہوتی ہے اور لوگ کیونکر ان کو تسلیم کرنے لگتے ہیں۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ۔ از بریلی

بوتلوں پر لیبل

بوتل میں جب کوئی چیز بھر کر رکھی جائے۔ تو ایک کاغذ کی چٹ پر اس کا نام خوش خط لکھ کر لگا دینا ضروری ہے۔ تاکہ اندھیرے اجالے ہر وقت آسانی سے وہ چیز مل جائے۔ اور زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد اور بوتلوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر ایسا نہ ہو۔ کہ پہچان میں نہ آ سکے۔ اور یا تو پہچان نہ ہونے سے پھینکنی پڑے یا غلط استعمال سے نقصان اٹھانا پڑے۔

اسی کے ساتھ اس بات کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ کہ پُرانا لیبل لگی ہوئی جو بوتل خالی ہو۔ اُس میں دوسری چیز بھرتے وقت یا تو پُرانا لیبل چھڑا دیا جائے۔ ورنہ اسی کے اوپر دوسرا لگا دیا جائے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے گا۔ تو وہی نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ جو لیبل نہ لگانے کی حالت میں ہوتا۔ بلکہ بعض وقت اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچ جاتا ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ میں نے گُڑھل کے پھولوں کا شربت تیار کیا۔ اور حسب معمول سب بوتلوں پر شربت کا لیبل لگا دیا۔ تھوڑے دنوں بعد میں لکھنؤ چلی گئی۔ واپسی پر دیکھا۔ کہ جس الماری میں شربت کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اُدھر بہت سی بوتلیں رکھی ہوئی ہیں۔ مجھ سے کہا گیا۔ کہ اس میں تیزاب کی بوتلیں ہیں۔ جو صابن کے واسطے بنایا تھا۔ بچوں کو چھونے کو منع کر دینا۔ خیر ایک دن میں نے الماری صاف کرنے کو بوتلیں اُتاریں۔ تو پیچھے سے شربت کی بوتلیں بھی نکلیں۔ ان کا خوشنما رنگ دیکھ کر میرے لڑکے نے جس کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی۔ پوچھا کہ اماں اس میں کیا ہے؟ میں نے کہا۔ میاں شربت ہے۔ کہنے لگا۔ ذرا سا مجھے بھی پلا دیجئے۔ میں نے چکھانے کے طور پر صرف دو چمچے گلاس میں انڈیلا۔ وہ مجھے کسی قدر پتلا معلوم ہوا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ برسات گزرنے سے یہ کچھ پتلا سا ہو گیا ہے۔ چونکہ بوتل پر لیبل لگا ہوا تھا۔ اس لئے بے دھڑک بچے کو دیدیا۔ اس کا منہ سے لگانا تھا۔ کہ وہ بے اختیار تڑپنے لگا تب تو میں گھبرا گئی۔ اور باہر اس کے والد کو خبر کرائی وہ دوڑے ہوئے آئے۔ اور کہا تم نے غضب کر دیا۔ بچے کو تیزاب پلا دیا۔ یہ چونے اور سجّی کا تیزاب ہے۔ جو بالکل سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ میں نے ان کو بوتل کا لیبل دکھایا۔ اور یاد دلایا۔ کہ کچھ عرصہ ہوا۔ میں نے شربت بنا کر رکھا تھا۔ اور یہ اسی کی بوتل ہے۔ اس پر کہنے لگے۔ کہ ہاں تم شربت چھوڑ گئی تھیں۔ مگر تمہارے پیچھے میں نے بوتلیں خالی کر کے ان میں تیزاب بھر دیا۔ اور اسی واسطے تم سے کہہ دیا تھا۔ کہ الماری میں تیزاب ہے۔ بچوں کو چھونے نہ دینا۔ میں نے کہا۔ بیشک آپ نے کہا ضرور تھا۔ مگر میں نے خیال کیا۔ کہ جو بوتلیں الماری میں زائد رکھی ہوئی ملی ہیں ان میں تیزاب ہوگا۔ یہ مجھے خیال بھی نہیں ہوا۔ کہ شربت کی بوتلوں میں تیزاب بھر دیا گیا ہے خصوصاً اس وجہ سے۔ کہ ان کے لیبل اسی طرح لگے ہوئے ہیں۔ خیر اسی وقت ڈاکٹر کو بلا کر دکھایا۔ بچے کی حالت بہت خراب تھی۔ زبان اور حلق میں گہرے زخم تھے۔ اور اندر نہ معلوم کہاں تک ہوں گے۔

ڈاکٹر صاحب نے پہلے تو کافی مقدار میں کسٹرائل پلوایا۔ تاکہ تیزاب اس میں حل ہو جائے۔ پھر کئی دن تک گھی پلوایا۔ اور غذا کی جگہ صرف دودھ پلایا گیا تب کہیں اس غریب کی جان بچی۔ یہ اتنا بڑا حادثہ صرف اتنی سی غلطی کی وجہ سے ہوا۔ کہ بوتلوں کے لیبل بدستور رہنے دئے گئے۔ اور دوسری چیز

بھرتے وقت چھڑائے یا بدلے نہیں گئے۔ سب بہنوں کو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ کبھی خدانخواستہ میری طرح نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

خاکسار ظفر جہاں

کم سنی
اور بے وقت کی شادی

ہندوستان کی ان تباہ کن بیہودہ رسموں میں جو یہاں کے باشندوں کی جسمانی اور دماغی قوتوں کے انحطاط کا باعث ہو رہی ہیں۔ ایک کم سنی کی شادی ہے۔ جاہل والدین اپنی اولاد کے ساتھ ساری شفقت اسی میں ختم کر دیتے ہیں۔ کہ ان کے ہوش سنبھالتے ہی ان کی منگنی اور بیاہ کی فکر کر لیں۔ لڑکے کے لئے ایک ننھی سی دلہن۔ اور لڑکی کے لئے ایک چھوٹا سا دولہا تلاش کر لیں۔ مگر وہ عقل کے دشمن یہ نہیں سوچتے کہ یہ شفقت دراصل ان کی اولاد کے لئے۔ بلکہ ان کی آیندہ نسلوں کے لئے زہر قاتل ثابت ہوگی۔

جاہلوں کے علاوہ بعض پڑھے لکھے خاندانوں میں بھی جہاں پرانی رسموں کی زیادہ پابندی کی جاتی ہے۔ کم سنی کی شادیاں اکثر ہوتی ہیں۔ اور ان کے نقصانات سمجھنے کے باوجود بھی لوگ ان کو بند نہیں کر سکتے۔ یہ طبقہ اور زیادہ افسوسناک حالت میں گرفتار ہے۔ جن قوموں میں ناعمری میں شادیوں کا رواج زیادہ ہے۔ ان کی نسلیں روز بروز کمزور ہوتی جارہی ہیں۔ اور اگر اس کی اصلاح نہ ہوئی۔ اور یہ رواج اسی طرح جاری رہا۔ تو ان قوموں کا نام و نشان بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔

کم عمر میاں بیوی جن کو ان کے والدین کی جہالت قبل از وقت ماں باپ بنا دیتی ہے۔ ایسی ناقص ہستیوں کو دنیا میں لانے کے ذمہ دار ہو جاتے ہیں۔ جو جسمانی حیثیت سے بالکل لاغر اور کمزور ہوتی ہے۔ اکثر ایسے بچے زندہ ہی نہیں رہتے۔ اور پیدا ہوتے ہی موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور اگر بدقسمتی سے زندہ بھی رہتے ہیں۔ تو مختلف قسم کے عوارض میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان کا وجود ان کے ماں باپ کی زندگی کا وبال ہو جاتا ہے۔

مجھے ایک ایسے بچے کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جو کم سن والدین کے رشتہ اتحاد کا نتیجہ تھا۔ اس بچے کا نظام عصبی اتنا ناقص تھا۔ کہ اس کے جسم کا کوئی عضو اپنی اصلی حالت پر قایم نہیں رہ سکتا تھا۔ نہ اس کی گردن قایم رہتی تھی۔ نہ اس کو بٹھایا جا سکتا تھا۔ گویا وہ گوشت کا ایک لوتھڑا تھا جس میں روح ڈال دی گئی تھی۔ اس بچے کو دیکھ کر مجھے بہت عبرت ہوئی۔ لیکن تعجب یہ تھا۔ کہ اس کے گھر والے اس کو ایک عجیب الخلقت چیز سمجھتے تھے۔ اور اس کی بے کسی سے محظوظ ہوتے تھے۔

ہندوستان میں ہزارہا جانیں ہر سال اس جہالت کا شکار ہوتی ہیں۔ ہزارہا لڑکیاں اس قسم کی نادانیوں کی وجہ سے مختلف قسم کے نسوانی امراض میں مبتلا ہو

جاتی ہیں۔ اور غیر طبعی موت کی نذر ہو رہی ہیں۔ اگر
اس رسم کا انسداد معقول طور پر کر دیا جائے۔ اور
قانوناً کم سنی کی شادی کو ممنوع قرار دیا جائے۔ تو کتنی
زندگیاں بربادی سے بچ جائیں *

بیدار قومیں جو نوع انسانی کی بقا اور ترقی و بحالی
کی فکر میں رہتی ہیں۔ اس کی طرف بے حد توجہ کر رہی
ہیں۔ اور ایسے قوانین بنا رہی ہیں۔ جن سے کم سنی
کی شادی کا سدباب ہو جائے * خدا کا شکر ہے۔ کہ
مسلمانوں میں بمقابلہ اور قوموں کے کم سنی کی شادی
کا دستور کم ہے۔ اور اس کے مضر اثرات کا احساس
بھی انہیں ہو چلا ہے۔ لیکن پھر بھی پورے طور پر
اس کا استیصال کرنے کی ضرورت ہے * نہ صرف
کم سنی کی شادی سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے
بلکہ عمر کے ساتھ مناسب وقت کا بھی ان میں لحاظ
ہونا چاہئے *

جب تک ان کے بچوں کی جسمانی اور دماغی نشوونما
پورے طور پر تکمیل کو نہ پہنچ جائے۔ اور ضروری تعلیم و
تربیت پا کر ان کے لڑکے اپنی معاش پیدا کرنے
کے قابل نہ ہو جائیں۔ ان کے والدین کے دل میں
ان کی شادی کا خیال بھی نہیں آنا چاہئے * صاحب
معاش ہو جانے کے بعد اگر والدین اولاد کی شادی
کریں گے۔ تو ان کی ذمہ داریوں میں اور اضافہ
نہیں ہوگا۔ بلکہ اور ان سے اعانت و امداد ملے گی *
اس صورت میں اولاد بھی اطمینان اور آزادی سے
زندگی بسر کر سکے گی * یہ خیال ماں باپ کے دل
سے نکلنا چاہئے۔ کہ شادی اولاد کے متعلق ان کے
فرائض میں سب سے مقدم ہے۔ بلکہ اس کو سب
سے آخری فرض سمجھنا چاہئے * (باقی آئندہ)

محمود الحسن صدیقی

شب برات کی آتشبازی

مخدومی مکرمی جناب مولوی صاحب قبلہ۔ آداب
عرض * میں یہ عریضہ خدمت عالی میں بھیجتی ہوں۔ اس
کے ساتھ پانچ روپے بھی ارسال ہیں۔ جو شب برات
کی آتش بازی کے ہیں * میں نے کبھی اخبار میں مضمون
نہیں دیا۔ اس لئے اب بھی عریضہ ہی ارسال خدمت
ہے * مجملاً مطلب میرا یہ ہے۔ کہ آتش بازی کی بدعت
بند کرنے کے متعلق جو آج کل چرچا ہے۔ اس سے تو
اکثر بہنیں واقف ہوں گی۔ لیکن اگر یہ ہو جائے۔ کہ
تہذیبی حلقے میں یعنی کم از کم اس کی خریدار بہنوں ہی
میں آتش بازی ترک ہو جائے۔ تو کیسی خوشی اور
کامیابی کی بات اور ہمارے اخبار کی نیک نامی ہو *
بچے چونکہ عادی ہوں گے۔ اس لئے دقت ضرور کریں گے
مگر انہیں پھسلایا جا سکتا ہے۔ آتش بازی کی برائیاں
بتا کر اس سے جو نقصان قوم کو پہنچتا ہے۔ اس کے
بیان سے۔ اور سب سے اول انعام وغیرہ کا لالچ
دے کر باز رکھا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس پر بھی ضد
بدستور رہے۔ تو تھوڑا سا جبر کیا جا سکتا ہے۔ آخر قوم
کے لئے کچھ ایثار بھی ضروری ہے *

یرا چھوٹا بھائی جس کی عمر پانچ برس کی ہے
بڑی خوشی اور فخر سے آتش بازی کا ترک ہونا ظاہر
کرتا ہے۔ اسی لئے انعام بھی پاتا ہے۔ چنانچہ امسال
بھی اسے دو موزوں کتابیں اور ایک خوب صورت
ڈبا ملے گا۔ سب بچے ایسا اچھا کام کر کے اپنی مرضی
کے مطابق انعام پائیں۔ تو کیسی اچھی بات ہے۔ ہمارے
خاندان بھر میں (جس میں خدا کے فضل سے چھ سات
کنبے شامل ہیں۔) انشاء اللہ آتش بازی بالکل نہ
چلائی جائے گی۔

تہذیب نسواں کے متعلق کچھ بتانے کی تو چنداں
ضرورت نہیں۔ ہاں ان چار صفحات کے اضافے
(بغیر اضافہ چندہ) نے میری طرح کئی بہنوں کے دلوں
میں ایک خاص احساس پیدا کر دیا ہوگا۔ دراصل مدعا
میرا یہ ہے۔ کہ یہ فضول خرچی کسی صورت میں نہ کی
جائے۔ اور اسے بے معاوضہ ایک طرح سے ناجائز
ہی سمجھا جائے۔ تو ٹھیک ہو۔ مگر اس اضافہ کے معاوضہ
میں بہنیں تھوڑا بہت دینا چاہیں۔ تو وہ تہذیب فنڈ
میں دیا جائے۔ چنانچہ یہ روپے بھی جو بھیج رہی ہوں
تہذیب فنڈ میں شامل فرمائیں۔ والسلام۔

خاکسار زہرہ خانم بنت شیخ لایق علی صاحب جج

منیجر۔ عزیزہ زہرہ کی یہ کوششیں نہایت تعریف کے
قابل ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس سال جن جن خاندانوں
میں آتش بازی نہ چلائی جائے۔ ان بدعت شکن
خاندانوں کی ایک فہرست شائع کی جائے۔

سفر حج

(محترمہ نفیس دلہن)

بعد زیارت ہم سب مسجد نبوی کے ایک زنانہ دالان میں جا کر بیٹھے۔ اس کے دروں میں لکڑی کا کٹہرا لگا ہوا ہے۔ اس پر باریک ململ منڈھی ہوئی ہے اور اس کو قفس کہتے ہیں۔ یہاں بہت سی خواتین سے ملاقات ہوئی۔ پھر تو یہ معمول ہو گیا۔ کہ روزانہ بعد ظہر مسجد نبوی میں حاضر ہوتے۔ اور قفس میں بیٹھتے۔ بعد نماز عصر و مغرب روضۂ پاک پر حاضر ہو کر درود سلام پڑھتے جیسا کہ قاعدہ ہے۔ کسی روز عشاء بھی قفس میں ادا کرتے اور صبح کی نماز بھی۔ تیئس روز اس مقدس سرزمین پر نہایت خیر و برکت سے گزرے۔ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے منازل پر مدینہ منورہ سے واپس آتے ہوئے قافلے ملتے رہے۔ کوئی روتا تھا۔ کوئی بے قرار ہو کر اپنے اونٹ سے اُتر کر ہمارے مردانہ کے اصحاب سے کہتا "رسول اللہ سے ہمارا سلام کہنا۔ اور یہ کہنا۔ کہ پھر بلانا"۔ مسجد نبوی میں روزانہ کوئی نہ کوئی رخصتی سلام عرض کرنے آتا تھا۔ اس وقت ہم کو خیال ہوتا تھا۔ کہ ایک روز ہم پر بھی یہی دن آنے والا ہے۔ چنانچہ آ گیا۔ وہ دن دل پر کیسا سخت تھا۔ کہ الامان۔ ۴ بجے شام کو چلنا تھا۔ ایک بجے سے والدہ صاحبہ۔ میں۔ اسماء خاتون نماز ظہر ادا کر کے پائیں مبارک میں جالی کے پاس بیٹھ گئے۔ درود شریف پڑھتے اور روتے رہے۔ پونے چار بجے وداعی

سلام کیا۔ اور بادل ناخواستہ رخصت ہوئے۔ باب رحمت کے سامنے ہمارے اونٹ کھڑے تھے۔ ان پر سوار ہوئے۔ باب عنبریہ پر (بلدیہ) چنگی نے روکا مثل سابق اونٹ شمار ہوئے۔ سامان دیکھا گیا۔ سامان چونکہ زیادہ تھا۔ اس واسطے محصول وغیرہ کا قصہ ہوا۔ امیر مدینہ کو ٹیلی فون کیا۔ کہ ہم کو روک لیا ہے۔ جواب فوراً آیا۔ کہ "حیدرآباد کے شیخ الاسلام ہیں۔ ان کو زحمت نہ دو۔ جانے دو"۔ لہذا مغرب کو وہاں سے روانہ ہوئے۔ منزل بمنزل نویں روز سیدھے جدہ پہنچے۔

قاعدہ یہ ہے۔ کہ حجاج بعد حج اپنا مختصر سامان ساتھ لے کر باقی سب سامان اپنے مُطوّف کے سپرد کر جاتے ہیں۔ وہ اس کو بحفاظت جدہ اپنے نائب کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ جب سب زیارت مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر سیدھے جدہ آتے ہیں۔ تو وہ سامان ویسا ہی سربمہر نائب مُطوّف ان کے حوالے کر دیتا ہے۔ اسی طرح جہاز سے اُترتے وقت وہی نائب مکان اور دو وقت کے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ مکان کا کرایہ دینا ہوتا ہے۔ مگر کھانا وہ اپنی طرف سے کھلاتے ہیں۔ متعدد نائب ہوتے ہیں۔ حاجیوں کو اختیار ہے۔ جس کو مقرر کر لیں۔ پھر وہی نائب اونٹوں کا یا موٹر کا انتظام کر کے مکہ معظمہ روانہ کر دیتا ہے۔ اور وہاں مُطوّف کو تار دیدیتا ہے۔ کہ حجاج فلاں وقت داخل حرم شریف ہوں گے۔ مطوف آ کر سب کو اُتار کر اس مکان میں لے جاتے ہیں۔ جو ان کے واسطے پہلے مقرر ہوتا ہے۔ اور دو وقت کھانا لاتے ہیں۔

ہر مطوف کا ایک نائب جدہ میں اور ایک مدینہ طیبہ میں رہتا ہے۔ جو زائرین مدینہ طیبہ جاتے ہیں۔ باب عنبریہ پر ان کا استقبال کرتے ہیں۔ چونکہ ہر مطوف کا نائب جدا ہوتا ہے۔ اس واسطے آنے والوں سے پہلا سوال یہ کرتے ہیں۔ کہ "تمہارا مطوف کون ہے؟" نام بتانے کے بعد پہچان لیتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے مطوف کے حجاج ہیں۔ اپنے اپنے حجاج کو لے کر مکانوں میں آتارتے ہیں۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ جدہ تینوں مقام پر کل ضروریات کا اہتمام یہی لوگ کرتے ہیں۔ مکہ والا مطوف۔ اور مدینہ والا مزوّر۔ اور جدہ والا وکیل کہلاتا ہے۔

جدہ پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ہنوز جہاز نہیں آیا ہے پرسوں آئے گا۔ تیسرے روز آیا۔ تین روز قیام کر کے شنبہ کو روانہ ہوا۔ سب مسافر جمعہ کے روز ۹ بجے دن کو سوار ہو گئے۔ خیال یہ تھا۔ کہ گیارہ بجے لنگر اُٹھے گا۔ مگر چونکہ جدہ میں مساکین بہ کثرت پڑے ہوئے تھے۔ محافظ حجاج نے گورنمنٹ بمبئی کو تار دیا۔ کہ نو سَو مساکین یہاں پڑے ہیں۔ جواب آیا۔ کہ سرکاری طور پر روانہ کر دو۔ اس کے واسطے جہاز ٹھہرا۔ شنبہ کو ۹ بجے تک سب مساکین اور ان کا زادِ راہ یعنی چاول کی بوریاں اور گھی کے کنستر جو سرکار سے عطا ہوئے تھے۔ سب آ گیا۔ گیارہ بجے دن کو جہاز روانہ ہوا۔ اگرچہ مساکین کو روزانہ تین پاؤ کھچڑی اور ایک چھٹانک گھی ملتا تھا۔ لیکن وہ اسے جمع کرتے۔ اور سکنڈ اور فرسٹ کے مسافرین کو کھانا دشوار کر دیتے تھے

آقالوا اپنے اپنے کیبنوں میں دروازہ بند کر کے کھانا کھا لیتے۔ مگر لوکروں کی مشکل ہوتی تھی۔ جہاں وہ کھانے بیٹھے۔ اور مساکین حلق پر سوار ہوئے۔ دوران سفر میں ساٹھ ستر مسکین مر گئے۔ کسی روز دو کسی روز چار۔ جب وہ مر جاتے تھے۔ تو ہر ایک کی کمر میں آٹھ سَو۔ نو سَو۔ چودہ سَو روپے کے نوٹ نکلتے تھے۔ جو کپتان کے پاس جمع ہوتے تھے۔ تعجب ہوتا تھا۔ کہ اس قدر رقم پاس رکھ کر اور کھچڑی بھی گانٹھ میں باندھ کر بھو کے مرتے تھے۔

تیسرے روز عدن آیا۔ وہاں سے کوئلہ بھرا گیا۔ اور رات کو ۹ بجے روانہ ہوا۔ دو روز بعد مکلا آیا۔ دن بھر قیام کیا۔ صدر الصدور صاحب کی دعوت سلطان مکلا نے کی۔ موٹر کشتیاں آئیں۔ وہ اور عزیزی عبدالحی۔ مولوی مقتدی خاں صاحب جو صدر الصدور صاحب کے عزیز قریب ہیں۔ سلطان مکلا کے مکان پر گئے۔ وہاں سے شہد اور کافی کا تحفہ لائے۔ تھوڑی دیر بعد پانچ مینڈھے سلطان مکلا کی طرف سے ہدیتہً آئے۔ جو خادم یہ ہدیہ لائے تھے۔ وہ ہنوز جہاز پر تھے۔ کہ جہاز چلدیا۔ شور مچا۔ کہ آدمی رہ گئے۔ تب جہاز رکا۔ اور یہ لوگ کشتی میں سوار ہو کر مکلا شہر روانہ ہوئے۔ گیارھویں روز جہاز کراچی پہنچا۔ ۳ بجے لنگر انداز ہوا۔ صبح گودی میں لایا گیا۔ اکثر مساکین اور بعض سکنڈ کلاس کے مسافر کراچی اتر گئے۔ ۱۲ بجے کراچی سے چلے۔ ایک بجے ابر آیا۔ ہوا تیز ہوئی۔ مینھ برسنے لگا۔ دریا پہلے جوش پر تھا مزید براں تیز ہوا اور بارش۔ عجیب پریشانی تھی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد مطلع صاف ہو گیا۔ مگر شملہ سے خبر پہنچی۔ کہ طوفان آنے والا ہے سنبھلو۔ مسافروں میں انتشار پیدا ہو گیا۔ مگر کپتان اور اس کے ساتھی نہایت اطمینان سے اس کے انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ تھرڈ کلاس کے مسافرین اور سامان جو اوپر شامیانہ کے نیچے تھا۔ سب بیچ کے حصے میں پہنچا دیا گیا۔ اور شامیانہ کھول دیا۔

کراچی سے چلتے ہی جہاز کی وہ چال نہیں رہی تھی۔ جو جدہ سے کراچی تک تھی۔ ایک رات اسی طرح گزری۔ صبح جہاز کا رُخ عدن کی طرف کر دیا۔ تاکہ طوفان سے بچ جائے۔ ۲ بجے تک عدن تک طرف جاتا رہا۔ اور کپتان تار برقی سے برابر دریافت کرتا رہا۔ کہ طوفان کدھر ہے۔ بعد ۳ بجے کے معلوم ہوا۔ کہ ایک دوسرا جہاز اس طوفان میں آگیا ہے۔ تب اطمینان ہوا۔ اور بمبئی کی طرف جہاز کو موڑ دیا۔ رات ۹ بجے کے بعد پھر جہاز نے ہلنا شروع کیا۔ اور اس قدر کہ اِدھر کا سامان اُدھر اور اُدھر کا اِدھر لوٹنے لگا۔ آدمی بھی بے ارادہ کروٹیں لینے لگے۔ کپتان تمام شب مشین سے پانی ناپتا رہا۔ کوئلہ کی یہ حالت۔ کہ ۹ میل کا کوئلہ پڑتا تھا۔ اور ۷ میل میں ختم۔ وجہ یہ کہ ہوا مخالف تھی۔ جہاز کو آگے بڑھنے سے روکتی تھی۔ عورتیں بچے سب پریشان تھے۔ کپتان نے سب کی تشفی کی۔ کہ حاجیوں کے جہاز کو نقصان نہیں پہنچا۔ تم مطمئن رہو۔ صبح الحمد للہ سکون رہا۔ ۳ بجے بمبئی کا ساحل آیا۔ چونکہ رات میں جہاز گودی میں نہیں لایا جاتا۔ اس واسطے گودی سے دور کھڑا رہا۔ صبح

۵ بجے گودی میں آیا اور سب مع الخیر خشکی پر اُترے الحمد للہ علی احسانہ ۔ بمبئی پر برادر عزیز مولوی محمد عبید الرحمن خاں پروفیسر جامعہ عثمانیہ اور برخوردار محمد عبید الرحمن خاں سلمہٗ پہنچ گئے تھے ۔ دو روز بمبئی میں قیام و آرام کرکے ایک حصہ علی گڑھ اور دوسرا حیدرآباد روانہ ہوگیا ۔ خوشی خوشی اپنے اپنے مقام پر سب پہنچے ۔ اور سفر بفضلہٖ خیر و خوبی سے ختم ہوگیا ۔

دوران قیام میں اکثر خواتین مجاز سے ملنے کا اتفاق ہوتا رہا ۔ حسن اخلاق کی کیا تعریف کروں ۔ خُلقِ احمدی کا نمونہ ہیں ۔ جب کسی کے گھر کے دروازہ میں قدم رکھیں گی ۔ سلام ۔ پھر دعا ۔ سب کے نام بنام خیریت دریافت کرنا ۔ اور خوش ہوکر دعائیں دینا ۔ یہ دعائیں کس قدر موثر ہوتی ہیں ۔ کہ دل میں چُبھ جاتی ہیں ۔ اگر ہم کسی کے گھر جاتے ۔ تو دور ہی سے اہلاً و سہلاً و مرحبا کا شور ہو جاتا ۔ پھر چاء اور قہوہ کی تواضع ۔ اس پر اصرار ۔ ایک خاتون نے مجھ سے کہا ۔ کہ " کیا تم میرے گھر آؤ گی ؟ میں نے کہا ۔ بالراس و العین یعنی سر آنکھوں سے ۔ جواباً کہا ۔ اللہ یسلمک الراس والعین یعنی اللہ تمہارے سر اور آنکھوں کو سلامت رکھے ۔

پیاس کے وقت پانی مانگنے کا کیا اچھا طریقہ ہے ۔ یوں نہیں کہتیں ۔ کہ تھوڑا سا پانی پلادو ۔ بلکہ اس طرح ۔ اللہ یبارک فیکم اسقینی قلیل ماء یعنی خدا تم کو برکت دے ۔ تھوڑا سا پانی مجھے پلادو ۔ اسی طرح پی کر دعا دیتی ہیں ۔

کھانے پر تواضع کی جائے ۔ تو کیسا اچھا جواب دیتی ہیں ۔ ہنیئاً بالشفاء والعافیۃ بجاہ النبی ۔ یعنی خوشی سے کھاؤ ۔ شفا اور عافیت کے ساتھ نبی صلعم کی برکت سے ۔ بیمار کو انتہائی محبت سے پوچھتی ہیں ۔ اللہ یسلمک الیش وجع ۔ یعنی اللہ تم کو سلامت رکھے ۔ کیا تکلیف ہے ۔ کیفیت سن کر تشفی کرتی ہیں ۔ لاتخافو اللہ یشفیکم ببرکت النبی ۔ یعنی مت گھبراؤ اللہ نبی صلعم کی برکت سے شفا دے گا ۔

حضور سرور عالم صلعم کی ذات اقدس کے ساتھ محبت کا یہ عالم ۔ کہ جب ان کے کان میں نام نامی پہنچے گا ۔ فوراً درود شریف پڑھنے لگیں گی ۔ مدینہ طیبہ کے سفر میں میں نے دیکھا ۔ بدو آپس میں لڑتے ہیں تو ہزار کوئی سمجھائے ۔ مگر وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ایک بات نہیں سنتے ۔ شور مچائے جاتے ہیں ۔ مگر جب کوئی اس ہنگامے میں جاکر باواز بلند یہ کہدے کہ صلّو علی النبی ۔ فوراً سب کے سب درود پڑھنے لگتے ہیں ۔ اور لڑائی ختم ہو جاتی ہے ۔

چار چار برس کے بچوں سے میں نے امتحاناً کہا کہ تم ہمارے ساتھ ہندوستان چلو گے ؟ کہا ۔ لا مدینہ طیّب فیہا النبی ۔ یعنی نہیں ۔ مدینہ اچھا ہے ۔ اس میں نبی صلعم ہیں ۔ میں نے آزمائش کو کہا ۔ کہ کہاں ہیں نبی صلعم ؟ تو ننھے ننھے ہاتھ روضۂ مبارک کی طرف اُٹھا کر بتایا ۔ کہ فی وسط الحرم ۔ یعنی حرم شریف کے اندر ہیں ۔

مدینہ طیبہ میں زیادہ ملنے ملانے کا اتفاق ہوا ۔ میں نے جتنی عورتیں اور بچے دیکھے ۔ سب خوبصورت

گورے گورے بنتا ہے۔ کہ مردوں کے چہرے بھی
نورانی ہوتے ہیں۔ کیوں نہ ہوں؟ وہ سرزمین بقعۂ نور
ہے۔ بلکہ نورٌ علیٰ نور۔ ہر بچہ چالیس روز کا روضہ مبارک
میں غلاف شریف کے اندر ایک منٹ کے واسطے
رکھ دیا جاتا ہے۔ بعدہٗ نکال کر اوّل تو خدام اس کا
منہ چوم لیتے ہیں۔ پھر سب اس سے برکت حاصل کرتے
ہیں۔ یہ داخلہ ہی اہل مدینہ کی نورانیت کا باعث
ہے* (باقی آئندہ)

رسم تعزیت میں اصلاح

تہذیب مورخہ ۱۵ جنوری میں بہن زاہدہ خاتون
صاحبہ کا مضمون بعنوان "ایک سخت بے رحمی" نظر
سے گزرا۔ واقعی اگر نظر غور سے دیکھا جائے۔ تو ہم
کو کیا۔ بلکہ مردوں کو بھی رسم عیادت و تعزیت ادا کرنا
نہیں آتی۔ ہمارے طریق تعزیت میں بہت سی رسوم
ایسی ہیں۔ جو ترک ہونی چاہئیں۔ اور چند ایسی مناسب و
ضروری ہیں۔ جن کا قایم رہنا لازمی ہے*

میں بخوف طوالت بیہودہ قابل ترک رسوم کا
یہاں ذکر کرنا فضول سمجھتی ہوں۔ بلکہ صرف انہیں کا
ذکر کرنا چاہتی ہیں۔ جن کا قایم رکھنا ضروری ہے*
جو بہنیں ان کے علاوہ کسی اَور بات کا اضافہ کرنا چاہیں
وہ اس سے آگاہ فرمائیں*

۱۔ طریقہ مروجہ اس حد تک تو صحیح اور قابل قایم رکھنے
کے ہے۔ کہ جب اس قسم کے حادثے کی اطلاع اپنے
اعزا یا احباب کی ملے۔ تو فوراً گھر کا کوئی بزرگ میت
والے گھر پہنچے۔ اس وقت کی سواری کے دام
جو اپنے پاس سے دئے جاتے ہیں۔ ان کا دینا
موقع کی حالت کے لحاظ سے بہت مناسب ہے*

۲۔ وہاں جا کر بےکار بیٹھنا فضول ہے۔ بلکہ ان
بے چاروں کے کام میں ہاتھ بٹانا بھی ضروری ہے*

۳۔ بعد تجہیز و تکفین دو ایک روز تک اعزا کا اپنے
اپنے یہاں سے کھانا پکوا کر بھیجنا بھی ضروری اور
ہمدردی میں داخل ہے۔ یہ کھانا ایرے غیرے
لوگوں کو مطلق نہ کھانا چاہئے۔ کیونکہ یہ تو ہوتا ہی
ہے میت کے گھر والوں کے لئے۔ کہ وہ بے چاری
ایسے وقت میں کہاں ہنڈیا چولھا سنبھالیں گی*

۴۔ بعد ازاں ان کی نذر و نیاز جو وہ دستور کے
مطابق کرتے ہیں۔ ہونے دیں۔ کیونکہ کسی اپنے
عزیز کی موت پر کچھ نہ کرنا ایسے لوگوں کو بہت بُرا
اور معیوب معلوم ہوتا ہے* مستحق لوگوں کو کھلا کر
میت کو ثواب پہنچائیں۔ تو اس میں کیا برائی ہے
ہاں اس میں بھی برادری کنبے والوں کی دعوت
وغیرہ کا رنگ نہ ہو*

تعزیت کے لئے ہر نئی آنے والی عورت کا
گلے مل کر رونا واقعی غم کو از سر نو تازہ کرتا ہے۔ صبر
استقلال وغیرہ کی ہدایت ہونی چاہئے*

اتنی اصلاح کی ہمارے طبقے میں بے حد
ضرورت ہے۔ اور افسوس ہے۔ کہ اس کی طرف
[illegible]

میں ہم مستورات ہی اگر چاہیں۔ تو بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ مردوں کی امداد اور صلاح مشورہ کی اس قسم کے معاملات میں مطلق ضرورت نہیں۔

اہلیہ سید احمد سبزواری

ٹشیو پیپر اُس چمک دار کاغذ کو کہتے ہیں۔ جو بہت ہی مہین ہوتا ہے۔ بمبئی میں تو اس کے خریدنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ بہتیرے ریشم زرد اور میوہ کی ٹوکریوں کے ہمراہ لپٹے آتے ہیں۔ اکثر رسالوں کے سرورق پر بھی لگے رہتے ہیں۔

ناواقفِ ڈرائنگ بہنوں کے لئے یہ کسی طرح آلات ڈرائنگ سے کم نہیں۔ کسی کتاب یا ریشم پر کی بیل اگر نقل کرنی ہو۔ تو اس کاغذ کو اس کے اُوپر رکھ کر پنسل بطور مشق پھیریں۔ بعد اختتام احتیاطاً دیکھ لیں۔ کہ کہیں کوئی پتی یا پھول رہ تو نہیں گیا۔ ورنہ نقشہ ناتمام رہ جائے گا۔ اسی طریقے سے تہذیب کی بیلیں نقل کر کے پھر بذریعہ کاربانک پیپر ریشم یا کپڑے پر اُتر سکتی ہیں۔ اگر کاغذ پر سے نقشہ صاف نمایاں نہ ہو۔ تو خفیف سی چکنائی (مثلاً نارل کا تیل یا گھی) مل کر تھوڑی دیر خشک ہونے دیں۔ پھر نقشہ بعینہٖ ہی نظر آئے گا۔

کرول ایمبرائڈری۔ زردوزی۔ بسلمہ ستارہ کا کام عموماً مخمل پر پسند کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ سوال کیا جائے گا۔ کہ مخمل پر بغیر ٹرانسفر Briggs Transfer اور چھاپوں کے کس طرح نقشہ کشی ہو؟

پیاری تہذیبی بہنو۔ میں اپنا ذاتی تجربہ بتلاتی ہوں۔ امید ہے۔ یہ آسان طریق بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ طریق مذکورہ بالا سے ٹشیو پیپر کی لکھی ہوئی بیل مخمل پر پن سے اٹکا دیں۔ اور سوئی اور تاگے سے چھوٹے چھوٹے ٹانکے اسی قسم کے لگا لیں۔

ٹانکے لگا لینے کے بعد کاغذ کو قینچی کی نوک سے کھرچ کر

ٹانکوں کے نیچے سے نکال ڈالیں۔ بیل کی پھول
پتیاں بڑے سائز کی ہوں۔ تو جن بہنوں کو سنگر مشین
کی سلائی میں کافی مہارت ہے۔ وہ آسانی سے بہت
جلد نقشہ اُتار لیں گی۔ ہاتھ سے سینا آخر دقت طلب ہے
جالی بلمل یجسور جٹ۔ مہین ریشم وغیرہ پر بیل بنانا
از حد سہل ہے۔ صرف نیچے (پنسل کی لکھی ہوئی کو پہلے
سیاہی سے لکھ کر) بیل رکھ کر لکھ لیں۔
نوٹ۔ اس کام کے لئے جان فیبر پنسلیں تاج محل
John Febers Taj mahal H-B.
اور ٹور Turner H. B. بہت اچھی ہوتی ہیں۔

خاکسار خدیجہ بائی

پیام

حضور نواب بیگم صاحبہ بھوپال

علیاحضرت سرکار عالیہ نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ
سابق فرمانروائے بھوپال کا پیغام تہذیب کی گزشتہ
اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ ہم نے اس کے ابتدائی
حصے کے متعلق اپنے خیالات بھی ظاہر کر دئے ہیں۔
اور حضور ممدوحہ کی توجہ اس ضروری امر کی طرف مبذول
کرائی ہے۔ کہ خواتین کو ایجوکیشنل کانفرنس سے جو اہل
اسلام ہند کی سب سے بڑی علمی جمعیت ہے۔ استفادہ
کا خاطر خواہ موقع دیا جائے۔ حضور ممدوحہ کی اس کوشش
سے ملک کو دُہرا نفع حاصل ہوگا۔ خواتین کو ان عالمانہ
تقریروں کے سُننے کا موقع ملے گا۔ جو ان کے فرزندوں
کی تعلیم و تربیت کے متعلق ماہران تعلیم اس مجمع کے
روبرو کرتے ہیں۔ اور ان کو اس امر کا تفصیلی علم ہوگا۔
کہ مسائل تعلیم میں کیا مشکلات واقع ہو رہی ہیں۔
گورنمنٹ اس باب میں ہمیں کیا کچھ مدد دے رہی
ہے۔ ترقی تعلیم کی شرح رفتار کیا ہے۔ ہماری ترقی
تعلیم کو ہنود کی ترقی تعلیم سے کیا نسبت ہے۔ یہ
سب باتیں خواتین قوم پر ظاہر ہونی نہایت ضروری تھیں۔
دوسرا بڑا فائدہ جو خواتین کی موجودگی سے خود
کانفرنس کو پہنچے گا۔ وہ یہ ہے۔ کہ صنف لطیف کی
موجودگی اس جمعیت کو اپنی تقریروں اور بحث مباحثہ
میں زیادہ سنجیدہ اور زیادہ محتاط بنا دے گی۔ عام
طور پر ہماری صحبتیں خواہ علمی بھی ہوں۔ تب بھی بعض اوقات
ان میں بحثیں کچھ اس ڈھنگ سے چھڑ جاتی ہیں۔ جو ان
کے شایان شان معلوم نہیں ہوتیں۔ لیکن ہماری
بیٹیوں۔ بہنوں۔ اور بیبیوں کی شمولیت اس مجلس
کو یقیناً مودب۔ باوقار اور مفید بنا دے گی۔ اور لوگوں
کو سلیقہ اور تمیز سے اور مناسب محل بات کرنے کا ڈھنگ
آجائے گا۔ خیال کرنا چاہئے۔ کہ قوم کے لئے یہ کس
قدر نفع عظیم کی بات ہے۔ جو حضور ممدوحہ کی تھوڑی
سی توجہ سے قوم کو حاصل ہو سکتی ہے۔
حضور ممدوحہ نے اپنے پیام میں زیادہ زور نصاب
تعلیم پر دیا ہے۔ اور اس میں بھی زیادہ زور جزو مذہب
پر۔ مگر جو کچھ آپ نے فرمایا۔ اس میں اجمال اس قدر
ہے۔ کہ اس سے کچھ رہنمائی نہیں ہوتی۔ علی گڑھ کے
مسلم گرلز اسکول میں دینی تعلیم خاطر خواہ دی جا رہی

ہے ، خاطرخواہ کے یہ معنی نہیں ۔ کہ مذہبی تعلیم اس سے زیادہ نہیں دی جاسکتی ۔ بلکہ یہ مطلب ہے ۔ کہ یونیورسٹی کے امتحانوں کے ساتھ تعلیم دین کا اس سے زیادہ بار لڑکیوں پر ڈالنا ان کی صحت اور دیگر مضامین کی تعلیم پر نقصان دہ اثر ڈالے گا۔ ہاں اگر لڑکیوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا بھی مدنظر ہو ۔ جو تعلیم دین میں پوری اور کامل مہارت رکھتی ہوں ۔ تو اس کا ذکر کسی قدر تفصیل سے ہوتا ۔ تو زیادہ مناسب تھا ۔

رہا نصاب تعلیم غیر دینی ۔ اور یہ خیال ۔ کہ اس میں مذہبی خیالات کی خاطرخواہ آمیزش نہیں ہے ۔ تو یہ صورت حالات اُس وقت مضر ہوتی ۔ جبکہ مذہبی تعلیم کے لئے جُدا نصاب نہ ہوتا ۔ اور جب وہ موجود ہے ۔ تو اتنی سی فروگزاشت سے مجھے کوئی نقصان نظر نہیں آتا ۔

تاہم جس قسم کا نصاب حضور ممدوحہ کے خیال مبارک میں ہے ۔ یا تعلیم دین کا ایک جدا نصاب درجہ تکمیل ایک ایسا کام ہرگز نہیں ہے ۔ جس سے کوئی باکو یا رنج کی وجہ ہو ۔ جہاں مختلف مقامات اور مراکز مذہبی تعلیم سے حضور ممدوحہ کی مراسلتیں ہوئیں ۔ وہاں اگر اس عاجز کو بھی یاد رکھا جاتا ۔ تو خاکسار اس کار خدمت کے ادا کرنے کے لئے تیار پایا جاتا ۔ حضور ممدوحہ جب مسلم لیڈیز ہال کا سنگ بنیاد رکھنے لاہور تشریف لائی تھیں ۔ تو خاکسار کو شرف باریابی بخشا تھا ۔ اور اس موقع پر ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ گفتگو تعلیم نسواں کے متعلق ہوئی تھی ۔ اور بالآخر حضور ممدوحہ نے اس عاجز کو بھوپال آنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا ، خاکسار نے عرض کیا تھا ۔ کہ جس وقت بھی مجھے یاد فرمایا جائے ۔ میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہوں ۔ مگر تشریف لے جانے کے بعد حضور عالیہ کو شاید اس کام کے لئے موقع مناسب نہیں ملا ۔ کیونکہ بہت سے انتظار کے بعد جب خود اس خاکسار کی طرف سے یاد دہانی اور سلسلہ جنبانی ہوئی ۔ تو اُس وقت بھی یہی فرمایا گیا ۔ کہ مہمات امور کی مصروفیتوں سے ابھی تک اطمینان اور یکسوئی حاصل نہیں ہوئی ۔

اندریں صورت پیام کے یہ الفاظ جو جمعیت قومی کے روبرو بیان کئے گئے ۔ کہ "نہ صرف جدید تعلیم کے حامیوں نے یہ مجرمانہ غفلت کی ہے ۔ بلکہ قدیم تعلیم کے حامی بھی اس الزام سے بری نہیں رہ سکتے" کس قدر سخت اور ان لوگوں کے لئے حوصلہ شکن تھے ۔ جو تعلیم نسواں کے کام میں خاموشی اور استقلال سے مصروف ہیں ۔ اور انہوں نے اس مقصد کے لئے اپنے بس کی کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی ہے ۔

خاکسار سید ممتاز علی

چھالوں کی دوا

تہذیب کے گزشتہ پرچوں میں کسی بہن نے اپنے دو سال کے بھائی کے لئے آبلوں کی دوا دریافت

کی ہے۔ میرا جی بہت کڑھتا۔ خدا اس نامراد مرض
سے سب کو بچائے۔ میرے بچوں کو اور چھوٹے بھائی
کو اب سے دُور یہ مرض پڑا تھا۔ اور چھ مہینہ سے
پیشتر صدہا دواؤں سے بھی نہیں گیا تھا۔ اس
مرض کو عورتیں پرچھانواں کہتی ہیں۔ اور اس کی
کئی قسمیں ہیں۔ یہ ہمیشہ کان کے پیچھے گردن کے
نیچے۔ اور سر کے اوپر سے شروع ہوا کرتا ہے۔
میں اس کے دو مجرب علاج لکھتی ہوں:۔

ا۔ سب سے بہتر اس کا یہ علاج ہے۔ چھٹانک
بھر گھی اور ۶ ماشہ کافور لے کر گھی کو اوّل خوب گرم
کیا جائے۔ اور اس کے اُوپر کافور پیس کر ڈالا جائے
بعد ازاں باسی پانی مٹی کے برتن میں قریب دو
تین سیر کے رکھ لیا جائے۔ اور پکتا ہوا گھی اور کافور
اس پانی میں بگھار دیا جائے۔ اور تھوڑی دیر
اس کو ٹھنڈی جگہ رکھ دیں۔ پانی کے اُوپر جو
گھی کی پپڑی بندھ جائے گی۔ اسے اتار کر کسی
کٹوری میں رکھ لی جائے۔ اور باقی پانی کو بھی
احتیاط سے رکھئے۔ اگر گرمی ہو۔ تو بچے کو جہاں
جہاں پھنسیاں نکلتی ہیں۔ دھو دیجئے اور اگر
سردی ہو تو کپڑا تر کر کے زخموں پر پھیر دیجئے۔
اس کے بعد یہ گھی کا مرہم لگائیے۔ بلکہ تمام جسم
ہی پر مل دیجئے۔ اس سے مرجھا کر پھنسیاں
اچھی ہو جائیں گی۔ اور انشاء اللہ آئندہ پھنسیاں
بھی نکلنی بند ہو جائیں گی۔

۲۔ ایک اور مجرب آزمودہ علاج ایک حکیم
صاحب کا بتایا ہوا ہے۔ وہ ذیل میں درج
کرتی ہوں:۔

موم ۲ تولہ۔ روغن گل ۲ تولہ۔ سنگ جراحت
۶ ماشہ۔ سنگ جراحت کو باریک پیس لیا جائے۔
پھر گل روغن میں موم ڈال کر پکائیے۔ جب موم
تیل میں مل جائے۔ تو فوراً نیچے اُتار کر سنگ جراحت
اس میں ڈال دیجئے۔ اور جلد جلد چلاتے رہئے
تاکہ سنگ جراحت خوب حل ہو جائے۔ یہاں تک
کہ وہ ٹھنڈا ہو کر جم جائے۔ اور مثل مرہم کے
ہو جائے۔ پھر اس کو بدستور استعمال کیجئے۔ انشاء اللہ
بہت جلد شفا ہو گی۔

مسز ضیاء الحسن

محفلِ تہذیب

حضرت قبلہ سید ممتاز علی صاحب مدظلہ۔
سلام علیکم۔ میری برادر زادی سعیدہ خانم بنت
شیخ فضل مالک صاحب میونسپل کمشنر سرگودھا
بعارضہ انفلوانزا چند روز سے سخت بیمار ہے۔
ازراہ غلام نوازی دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ
عزیز بچی کو صحت عطا فرمائے۔ نیز تہذیبی بہنوں
کی خدمت میں بھی عرض ہے۔ کہ عزیزہ کی صحت
کے لئے دُعا کر کے ممنون احسان فرمائیں۔

نیازمند بنت ڈاکٹر عبدالکریم مالک خیراتی مطب
بلاک ۱۶ سرگودھا

منیجر۔ بہنیں از راہ عنایت مریضہ کے لئے بعد نماز ضرور دعا کریں۔ میں بھی کروں گا۔ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب نہایت ہمدرد و مخیر بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ جلد ان کی پریشانی دور فرمائے +

بخدمت جناب مولوی صاحب تسلیم۔ بعد السلام علیکم کے واضح ہو۔ کہ جن بہن کے عزیز کو سفید داغ کا مرض ہوگیا ہے۔ اگر وہ بہن مجھ سے ذیل کے پتہ پر بذریعہ ڈاک خط و کتابت کریں تو میں انشاء اللہ ان کو نہایت مجرب دوا مفت ارسال کروں۔ یہ مرض میرے ابا جان کو بھی ایک دفعہ ہوگیا تھا۔ صرف دو عدد شیشیاں استعمال کرنے سے بالکل فائدہ ہوگیا۔ والسلام

پتہ۔ بمقام خاص موکل تحصیل چونیاں ضلع لاہور۔ اقبال بیگم بنت سردار صاحب سردار کرم الٰہی صاحب رئیس موکل۔ براستہ کل موکل

جناب منیجر صاحب زاد عنایتکم۔ السلام علیکم! قریب ۶ ماہ کے میری ہمشیرہ کھانسی و بخار کے مرض میں مبتلا ہیں۔ سردست یونانی علاج ہو رہا ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی کمی مرض میں نہیں پائی گئی۔ بلکہ مرض ترقی پر ہے۔ مہربانی فرماکر اگر کوئی بہن یا بھائی کھانسی کا مجرب نسخہ جانتے ہوں۔ تو تحریر فرمائیں۔ نیز مریضہ کے حق میں دعائے خیر کریں +

۲۔ سُرخ بال سیاہ کرنے کا یہ نسخہ تو مجھے معلوم ہے۔ کہ ایک دن ناغہ کرکے یا بلاناغہ آملہ سے سر دھونے سے بال سیاہ ہو جاتے ہیں

محمد زہیر انصاری۔ غازی پور

جناب منیجر صاحب۔ تسلیم۔ ممتاز احمد صاحب فاروقی کے مفید عام ہمدردانہ مضمون بعنوان زکام و کھانسی کو دیکھ کر ان کی ہمدردی تو شکریہ تہ دل سے ادا کیا جاتا ہے۔ اور ان کے اخلاق سے مطلب براری کی اُمید کرکے دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ مہربانی فرماکر اس سے مطلع فرمائیں۔ کہ Creomulsion کا رنگ و بو کیسا ہے۔ اور رقیق ہے۔ یا سنگین زیادہ شیریں ہے یا کم۔ کیونکہ اس کے دستیاب ہونے میں دقت پیش آتی ہے + ایک خریدار

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم + گزارش ہے کہ براہ مہربانی تہذیب میں درج کردیں۔ فوٹو پر آملہ کے تیل کے گر جانے سے دھبہ پڑ گیا ہے۔ جو بہت بدنما معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا التماس ہے۔ کہ کوئی تہذیبی بہن یا بھائی اپنی آزمودہ ترکیب بتائیں۔ جس سے یہ دھبہ بھی دور ہو جائے۔ اور فوٹو بھی خراب نہ ہو۔ زیادہ ایک ضرورت مند

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

عرب عورتوں کا مطالبہ حقوق

تحریک آزادیٔ نسواں اگرچہ بہت پُرانی نہیں۔ تاہم حیرت انگیز رفتار سے عالمگیر بنتی جا رہی ہے۔ مصر اور ترکی کی خواتین کے مطالبہ حقوق کی خبریں اخباروں میں نکل چکی ہیں۔ اب اطلاع ملی ہے۔ کہ عرب عورتوں نے بھی غفلت کی نیند سے کروٹ لی ہے۔ اور وُہ مردوں سے اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ سب سے پہلے وُہ پردے کے متعلق غیر ضروری قیود کو دُور کرنا چاہتی ہیں۔ اور اس کے بعد حق نامزدگی حاصل کرنے پر مُصر ہیں ؀

عام طور پر خیال ہے۔ کہ جو یہودی مغرب سے فلسطین گئے ہیں۔ اور وہاں مستقل سکونت اختیار کر رہے ہیں۔ انھوں نے وہاں ان مغربی خیالات کی اشاعت کی ہے جس کا ایک نتیجہ تحریک آزادیٔ نسواں بھی ہے ؀

اب تک تو فلسطین کی عورتیں مذہبی رہنماؤں سے اس بات کی اجازت مانگ رہی ہیں۔ کہ ان کو پردے کی قید سے آزاد کیا جائے۔ لیکن وہ تہیہ کئے بیٹھی ہیں کہ اگر انہیں اجازت نہ ملی۔ تو ترک عورتوں کی طرح وُہ خود پردے کو خیر باد کہ دیں گی۔ اور کھُلے منہ باہر نکلنے لگیں گی یا خواتین مصر کی پیروی شروع کر دیں گی جو عام طور پر ایک باریک سا نقاب پہن کر باہر آتی جاتی ہیں۔ یہ نقاب ناک کے نیچے باندھا جاتا ہے ؀

ان ہی دنوں عرب کے ایک اخبار میں عورتوں کی ایک اپیل شائع ہوئی ہے۔ جس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ وہ معاشری اور سیاسی آزادی حاصل کرنے کی بہت آرزومند ہو رہی ہیں ؀ اس اپیل میں لکھا ہے "ہمیں حرم کی ہتک آمیز تنہائی میں سے نکالو۔ اور ہمارے چہروں پر سے قابل نفرت، سیاہ نقاب دُور کر دو۔ آزاد قوم کے آزاد افراد کی طرح ہمیں بھی ترقی کے موقع دو۔ اور ہمیں اجازت عنایت کرو۔ کہ قومی نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر جد و جہد کریں ؀ پھر اپنی احسان مندی کے اظہار میں ہم اپنے جواہرات قربان کر دیں گی۔ اور اپنے زیورات اور بیش قیمت ہیرے خوشی خوشی دے کر عرب کا قومی بنک قائم کریں گی"

جیوری میں عورتیں

کچھ عرصے سے انگلستان کی عدالتوں کی جیوری میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل کی جانے لگی ہیں۔ جو مرد ججوں کے ساتھ مقدمات کی سماعت کرتی اور ان کے متعلق فیصلے میں اپنی رائے دیتی ہیں ؀

پچھلے دنوں ایک اسی قسم کی عدالت میں ایک

مقدمہ پیش ہوا۔ جس کے واقعات اس قسم کے تھے کہ
عورت کے روبرو ان کا بیان کرنا کچھ مناسب نہ معلوم
ہوتا تھا۔ چنانچہ مرد ججوں نے عورت جج سے درخواست
کی۔ کہ وُہ اس مقدمے کو نہ سُنے۔ اور عدالت سے رخصت
ہو جائے تو مناسب ہو:۔

اس پر اخبارات میں خوب مضامین نکلے جن میں
کسی نے تو یہ رائے دی۔ کہ عورت جج کو ہر قسم کے
مقدمات کی سماعت کرنی چاہیئے۔ اور کسی نے اس
خیال کی مخالفت کی۔ اب ایک زنانہ جلسے میں ایک
اس مطلب کا رزولیوشن پاس کیا گیا ہے۔ کہ ہر مقدمے
میں مرد ججوں کے ساتھ عورت جج کی موجودگی لازمی
قرار دی جانی چاہیئے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر علاقے
میں عورتوں کی پولیس بھی مقرر ہونی چاہیئے:۔

ایک خاتون نے اس جلسے میں کہا "عام طور پر
یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ مرد جج عورت جج کو اس لئے عدالت
سے اٹھا دیتے ہیں۔ کہ دنیا میں جو عجیب اور خوفناک
واقعات پیش آرہے ہیں۔ ان سے عورت کے
نازک قلب اور دماغ کو صدمہ نہ پہنچ جائے۔ لیکن
میری رائے میں اس کی ایک اَور وجہ بھی ہے۔ اور
وُہ یہ ہے۔ کہ مرد نہیں چاہتے کہ عورتوں کے روبرو
یہ بیان ہو۔ کہ ان کے ہم صنف دنیا میں کیسی قابل
شرم حرکات کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اگر مردوں کو
یقین ہو جائے۔ کہ جج عورتیں ان کے مقدمات
کی سماعت کریں گی۔ اور ان کے جرائم کا حال سُنیں

ارتکاب کی جرأت پڑے:۔

ایک دوسری خاتون نے کہا۔ ہم یہ چاہتی ہیں
کہ دنیا کی تاریک ترین سڑکیں ایسی بن جائیں۔ کہ
بچے اور عورتیں ان پر سے بے تکلفی سے گزر سکیں
اس لئے ضروری ہے۔ کہ جرائم کی سزا دینے میں
بھی عورتوں کا حصہ ہو۔ اور پولیس میں بھی عورتوں
کا تقرر کیا جائے:۔

تاجر شہزادیاں

اب سے دو سال پیشتر صرف دو خواتین لندن کے
ایوان تجارت کی ممبر تھیں۔ لیکن آج ان کی تعداد
ایک سو دس تک پہنچ چکی ہے۔ ان میں بعض عورتیں
اپنے کاروبار میں دس دس ہزار پونڈ سالانہ کماتی
ہیں۔ اور ایسی عورتیں تو اکثر ہیں۔ جن کی آمدنی دو
ہزار پونڈ سالانہ کے قریب ہے۔ اسی وجہ سے یہ عورتیں
تاجر شہزادیوں کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں:۔

موجودہ زمانے میں عورتیں تقریباً ہر کاروبار اور
تجارت میں مردوں کی رقیب بن گئی ہیں۔ پچھلے چند
سالوں میں یہ خیال عام تھا۔ کہ عورتیں مختلف کاموں
میں مردوں کی نائب یا معاون کے فرائض کامیابی سے
ادا کر سکتی ہیں۔ لیکن اب کچھ عرصے سے یہ رائے بنتی جا
رہی ہے۔ کہ وُہ بڑے سے بڑے عہدے اور اہم سے
اہم ذمہ داری کے فرائض نہایت خوبی و عمدگی سے پورے
کرنے کے قابل ہیں۔

... سلسلہ ... ایک ... بات نہایت عجب اور

نمایاں ہے۔ کہ کتنی عورتیں کسی بہت بڑے کاروبار
میں حصہ لے رہی ہیں۔ وہ سب کی سب کنواری ہیں۔
ایک دو خواتین ایسی بھی ہیں۔ جو شادی شدہ ہیں۔
اور کاروبار بھی چلا رہی ہیں۔ لیکن عام طور پر یہی دیکھا
گیا ہے۔ کہ ان کی شادی نہیں ہوئی۔

اس بات سے بعض انگریزی اخبارات یہ نتیجہ
نکال رہے ہیں۔ کہ جو عورتیں شادی شدہ اور بچوں
کی مائیں ہیں۔ وہ گھروں کے باہر کوئی اہم خدمت
کامیابی سے ادا نہیں کر سکتیں۔ خیر یہ تو بحث طلب
مسئلہ ہے۔ لیکن اس امر میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ
ولایت کی عورتوں نے یہ واضح طور پر ثابت کر دیا
ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ نے ان میں بھی مردوں ہی
کی سی ہمت اور قابلیت ودیعت فرمائی ہے۔

عورتیں اور ایجادات

جب سے انگلستان میں ہڑتال ہوئی تھی۔ اختراع
و ایجاد کا کام سست ہو گیا تھا۔ لیکن اب پھر نئے
سرے سے سرگرمی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ طرح طرح
کی ایجادیں کر کے پیٹنٹ کروا رہے ہیں۔ تاکہ ان
کی محنت سے دوسرے لوگ فائدہ نہ اٹھا سکیں۔
جب کوئی نئی ایجاد پیٹنٹ ہو جاتی ہے۔ تو کارخانے دار
اسے بنانے کا ٹھیکہ لے لیتے ہیں۔ اور کثیر تعداد میں تیار
کر کے فروخت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے
میں یہ امر دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ کہ انگلستان کی
خواتین بھی اختراع و ایجاد میں نہایت قابل قدر
خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

کئی سال ہوئے لارڈ ایسکوتھ اور کئی دوسرے
حضرات نے مل کر موجدوں کی سہولت کے لئے
ایک نہایت فائدہ مند کارخانے کی بنیاد رکھی تھی۔
ایسے موجد جنہیں طرح طرح کی ایجادات کے خیال
تو آتے ہیں۔ لیکن جو تجربہ اور موقع حاصل نہ ہونے
کی وجہ سے انہیں عملی جامہ نہیں پہنا سکتے۔ وہ اس
کارخانے کے ممبر بن جاتے ہیں۔ اور یہاں کاری
گروں کی امداد سے حسب خواہش تجربات کرتے
رہتے ہیں۔

کئی عورتیں بھی اس کارخانے کی ممبر ہیں۔ اور
دن رات ایجاد و اختراع کے فکروں میں محو رہتی
ہیں۔ انہوں نے زیادہ تر ایسی ایجادیں کی ہیں۔ جن
سے خانہ داری کے کاموں میں امداد ملتی اور محنت
اور وقت کی بچت ہوتی ہے۔

بادشاہ سلامت اور بال

ایک انگریزی اخبار نے لکھا ہے۔ کہ جن لڑکیوں
اور عورتوں نے اب تک اپنے گیسو سنبھال کر رکھے
ہیں۔ انہیں شاید یہ سن کر خوشی ہو۔ کہ ہمارے بادشاہ
سلامت بھی لمبے بالوں ہی کو پسند کرتے ہیں۔ ان کو
ترشے ہوئے بالوں سے بے حد نفرت ہے۔ اور
اگر کسی ایسی خاتون کو ان کے روبرو جانا پڑتا ہے
جس کے بال ترشے ہوئے ہوں۔ تو وہ ان کی خوشی
کا خیال رکھ کے اپنے بالوں کو اچھی طرح چھپا لیتی ہے

شاہی خاندان میں صرف دو شہزادیاں ایسی ہیں۔ جنہوں نے بال ترشوا رکھے ہیں۔ اور وہ ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتی ہیں۔ کہ بادشاہ سلامت کی نظر اُن کے بالوں پر نہ پڑنے پائے ؞

گڑیوں کا قبرستان

جاپانی مرد اور عورتیں اپنے بچّوں کی تعلیم و تربیت میں خاص توجہ کرنے کے لئے مشہور ہیں۔ وہاں بچّوں سے کس قدر محبت و اُلفت کی جاتی ہے یہ اسی امر سے ظاہر ہے کہ جاپان میں کئی تہوار محض بچّوں کی تفریح و دلچسپی کے لئے منائے جاتے ہیں ؞

اسی سلسلے میں ایک انگریزی اخبار میں ایک نئی بات نظر سے گزری۔ جو غالباً دلچسپی سے پڑھی جائے گی ؞

جاپانی بچّوں کے ہر مدرسے کے ساتھ جو کھیلنے کا میدان ہوتا ہے۔ اس میں ایک گڑیوں کا قبرستان بھی بنایا جاتا ہے۔ جب کسی بچّے کی گڑیا ٹوٹ جاتی ہے۔ یا پرانی ہو جاتی ہے۔ تو اسے قبرستان میں دفنا دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ دفنانے کی رسم نہایت متانت سے اور مذہبی رنگ میں ادا کی جاتی ہے۔ مدرسے کے اُستاد اور اُستانیاں مدرسے کے دوسرے بچّوں کے ساتھ اس رسم میں شریک ہوتے ہیں۔ اور گڑیا کو دفنانے کے بعد اس کی یاد میں میوہ اور پھول بچّوں میں تقسیم کرتے ہیں ؞

رسم کو خواہ کوئی اچھا کہے یا بُرا۔ لیکن یہ اُس سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ کہ جاپانیوں کو بچّے کی خوشنودی کا کس قدر خیال رہتا ہے۔ اور ان کی دلبستگی کے لئے بزرگ کس طرح ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں ذوق و شوق سے حصّہ لیتے ہیں ؞

خانہ داری کی امریکن ماہر

امریکہ سے ایک خاتون مسز کرسٹین فریڈرک جو امور خانہ داری میں بہت مہارت رکھتی ہیں عنقریب انگلستان پہنچنے والی ہیں۔ اور وہاں ایک زنانہ انجمن کے جلسوں میں وہ خانہ داری پر کئی نہایت فائدہ مند لکچر دینے کا ارادہ رکھتی ہیں ؞

امریکہ میں عام طور پر تمام عورتیں اپنے گھر کا کام اپنے ہی ہاتھ سے کرتی ہیں۔ اور اگر امداد لیتی ہیں۔ تو صرف اتنی۔ کہ بہت سے گھروں کا ایک مشترک ملازم آ گیا۔ اور چند کاموں میں ہاتھ بٹا گیا۔ وہاں صاحب خانہ کے تمام کام خود کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ ملازموں کی بے انتہا قلت ہے۔ اور گھر چلانے کا اس کے سوا اَور کوئی طریقہ نہیں ہے لیکن وہاں کی عورتوں نے خانہ داری کا ایک فن بنا لیا ہے اور امریکن گھروں میں ہر چیز ایسے سلیقے سے رکھی جاتی ہے۔ کہ ہر عورت نہایت کم وقت میں اپنا کام سرانجام دے لیتی ہے۔ جو کھانا دوسرے ملکوں میں پینتالیس منٹ میں تیار ہوتا ہے۔ وہ امریکہ میں بیس منٹ میں تیار ہو جاتا ہے ؞

خبریں اور نوٹ

اخبار ندا الشعیب کو اطلاع ملی ہے۔ کہ اس سال ترکی سے زیادہ حاجیوں کے حجاز جانے کی توقع نہیں ہے + بہت سے لوگ مقامات مقدسہ کے انہدام کی کاروائی کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اور بعض لوگ جن کا مذہبی عقیدہ یہ نہیں۔ وہ بھی اس اضطراب انگیز موقع پر حج کے لئے جانا پسند نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ جس وقت تک حجاز کی حالت درست نہ ہو جائے حج کو جانے سے گھر رہنا بہتر ہے ÷

ٹائمز کے نامہ نگار قسطنطنیہ کا بیان ہے۔ کہ جب ترکی کے خزانہ شاہی کے دروازے عوام کے لئے کھولے جائیں گے۔ تو حقیقی معنوں میں علاؤالدین کی کہانی کے طلسمی غار کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا + اس خزانے میں وہ تمام بے بہا اور نادر اشیا موجود ہیں۔ جو گذشتہ چار صدیوں کے دوران میں جمع کی گئی ہیں۔ نیز ایران و مشرقی ممالک سے حاصل کیا ہؤا مال غنیمت بھی موجود ہے + اس میں چار سلاطین کے تخت بھی ہیں۔ جن میں سے ایک لعل و جواہر سے مزین ہے۔ سلطان کی وردی ہے جو بیش قیمت جواہرات سے مرصع اور حیرت انگیز نقوش اور گلکاریوں کا نمونہ ہے + اس کے علاوہ دوسرے جواہرات و اسلحہ بھی ایسے ہیں۔ جو دیکھنے والے کو محو حیرت کر دیں گے +

حکومت ترکی شاہی حرم کی بھی نمائش کر رہی ہے جسے گذشتہ پانسو سال میں مختلف سلاطین نے بنایا ہے۔ اور جو کمروں کی بھول بھلیاں معلوم ہوتی ہے +

مصر کے ایک مشہور محب وطن مسٹر فہمی کو سرلی ٹسٹیک انگریز گورنر جنرل سوڈان کے قتل کرنے کے الزام میں پھانسی کی سزا ملی، مسٹر فہمی خندہ پیشانی کے ساتھ پھانسی کے تختے پر چڑھے + اسی قتل کے سلسلے میں پچھلے سال آٹھ شخص پھانسی پا چکے ہیں +

کسی شخص نے مرزا حسن خان صدر پارلیمنٹ ایران پر گولی چلائی۔ اور ان کو اور ان کے سکرٹری کو مجروح کر دیا + جمہور نے گولی چلانے والے پر حملہ کر دیا۔ اور وہ گرفتار کر لیا گیا ÷

لندن۔ ۱۲ جنوری۔ ایک ہیرا جس کا نام پائیٹرگسن ہے۔ آج ۲۰۰۰ پونڈ میں فروخت ہو گیا، چند سال قبل سوڈن میں اس کی پچاس ہزار پونڈ قیمت کی گئی تھی + پہلے یہ گولڈن ڈائمنڈ کے نام سے مشہور تھا + یہ ہیرا انگلستان اور ہندوستان کے متعدد آدمیوں کے ہاتھ میں سے گزر چکا ہے + اس ہیرے کا سودا ۱۵ سیکنڈ کے اندر اندر ہو گیا ÷

لورپول میں گلیڈسٹون ڈوک کی پہلی نمائش ہوئی۔ جون، اور جولائی تک یہ بالکل مکمل ہو جائے گا + یہ دنیا بھر میں جہازوں کی سب سے بڑی قیام گاہ ہے + اس میں بڑے سے بڑے جہاز بھی ٹھہریں گے +

لارڈ ریڈنگ سابق وائسرائے ہند نے ایک اخبار جاری کیا ہے۔ جس کے اعزاز میں ان کو پریس کلب میں ضیافت دی گئی ÷

لندن۔ ۲۰ جنوری۔ شمالی انگلستان اور سکاٹ لینڈ

میں آندھی کا سخت طوفان آیا جس سے بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ بازاروں میں کھپریلوں، چمنیوں اور برتنوں کے ٹکڑوں کی بارش ہو رہی تھی جس سے بے شمار لوگوں کو خفیف چوٹیں آئیں۔ پیدل چلنا ناممکن ہو گیا تھا۔ گاڑیاں الٹ رہی تھیں چھتیں صحیح و سالم اڑ گئیں۔ ریلوں کے انجن تھم گئے۔ اور ٹیلیگراف کے تار برباد ہو گئے اموات کی تعداد چودہ معلوم ہوئی ہے۔ مجروح بہت زیادہ ہیں + آندھی کی رفتار سو میل فی گھنٹہ تھی +

لندن میں انفلوئنزا کی وبا زور و شور سے پھیل رہی ہے جس کی وجہ سے کئی مقدمات ملتوی اور مدارس بند کر دیئے گئے ہیں +

قوم پرست حکومت چین نے اعلان کیا ہے۔ کہ جب تک چین کو مکمل خودمختاری حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک چین و برطانیہ میں صلح نہیں ہو سکتی ہے:

جاپان نے انگریزوں کی تجویز پر چین کی موجودہ صورت حالات کے متعلق کوئی فوجی کارروائی کرنے سے انکار کیا ہے + ان کی رائے میں جاپانی رعایا کی جان و مال کی حفاظت کے لئے وہ بحری قوت کافی ہے۔ جو اس وقت جاپان کی طرف سے چین میں تعینات ہے +

آسٹریلیا کی مجلس وزارت نے مسئلہ چین پر بحث کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا۔ کہ اس وقت آسٹریلیا کا چینی معاملات میں دخل دینا غیر ضروری ہے +

وزیر خارجہ امریکہ چین میں امریکن پالیسی کے متعلق اپنا بیان شائع کرنے والے ہیں + بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ فی الحال ریاست ہائے متحدہ امریکہ برطانیہ کی تقلید نہ کرے گی :

لندن کی خبروں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ انگریزی جنگی جہاز چین روانہ ہو رہے ہیں :

ہانکاؤ۔ ۲۴ جنوری۔ آج جو بیان مسٹر یوجین چن نے یہاں دیا۔ اس میں یہ بات ظاہر کر دی۔ کہ وہ دول خارجہ سے اقتصادی مساوات اور باہمی احترام کی بنا پر سلسلہ گفت و شنید جاری کرنے پر آمادہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ چین پر جو بین الاقوامی تسلط قائم ہے۔ اس کی وجہ سے اہل چین اپنے جائز حق آزادی سے محروم ہو گئے ہیں:

نئی دہلی۔ ۲۴ جنوری۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ہندوستان سے جو فوج چین روانہ ہو رہی ہے اس کی روانگی کا یہ مقصد ہے۔ کہ چین میں جو برطانوی رعایا رہتی ہے۔ اس کی جان و مال کی حفاظت کرے تیاریاں تو کئی روز سے ہو رہی تھیں۔ لیکن روانگی کے احکام ابھی موصول ہوئے ہیں :

مجلس عاملہ کانگریس کے جلسے میں چین کے معاملات بھی زیر بحث آئے۔ کمیٹی نے ایک تجویز اس مفہوم کی پاس کی۔ کہ ہندوستان سے کوئی فوج چین روانہ نہ کی جائے +

ملکہ باغ دہلی میں ۲۸ جنوری کو پنڈت موتی لال نہرو کی صدارت میں ایک جلسہ عام ہوا۔ جس میں اہل چین کی قومی امنگوں اور آرزوؤں کے ساتھ اظہار ہمدردی کی قرارداد منظور کی گئی۔ اور باشندگان ہند کی خواہشات کے برعکس اور مجالس وضع قوانین ہند کے مشورہ

کے بغیر ہندوستانی افواج کو چین روانہ کرنے پر ملامت
کی گئی۔ پنڈت جی نے کہا کہ یہ جلسہ برطانیہ کے خلاف
مظاہرہ نہیں بلکہ ہندوستانی افواج کے بھیجے جانے
پر اظہار ناراضگی کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ مسٹر سری نواس
آئینگر صدر کانگرس نے قرارداد کی تحریک پیش کرتے
ہوئے اس امر پر زور دیا۔ کہ ملک میں پلیٹ فارم اور
اخبارات کے ذریعے جس رائے کا اظہار کیا گیا ہے
وہ متفقہ طور پر حکومت کے اس فیصلے کے خلاف ہے۔
مولانا محمد علی نے تجویز کی کہ حکومت کے اس فیصلے
کے خلاف عملی مظاہرہ کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار
کیا جائے۔ کہ جب ریل گاڑیاں چین کی طرف جانے
والی فوجوں کو لے کر پٹڑی پر سے گزریں۔ تو ان
کے سامنے لیٹ جانا چاہیئے ؛

گورنر بنگال نے سر عبدالرحیم کو بنگال کا وزیر منتخب
کیا تھا۔ مگر چونکہ آپ وزارت قائم کرنے کے سلسلے
میں اپنے کسی ہندو ساتھی کو وزیر منتخب کرنے میں
ناکام رہے۔ اس لئے آپ کو مستعفی ہونا پڑا۔ اب مسٹر اے کے
غزنوی اور بی چکرورتی وزرا مقرر ہوئے ہیں ؛

مسٹر اے۔ کے غزنوی کا مسٹر چکرورتی کے ساتھ وزارت
قائم کرنا کلکتہ کے بہت سے مسلمان طالب علموں کو ناگوار
گزر رہا ہے۔ اور وہ مظاہروں کے ذریعے کوشش کر
رہے ہیں۔ کہ مسٹر غزنوی کو مستعفی ہونے پر آمادہ کر دیں ؛

مسٹر مکندی لال نے صوبجات متحدہ کی کونسل میں ایک
ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ جس کی غرض یہ
ہوگی۔ کہ کونسل میں خواتین پر سے انتخاب کے متعلق
جملہ قیود دور کر دی جائیں ؛

شریمتی ماتھو لکشمی بلامقابلہ مدراس کونسل کی
نائب صدر منتخب ہو گئی ہیں ؛

ڈاکٹر مونجے نے کالجوں میں لازمی فوجی تعلیم رائج
کرنے کے متعلق اسمبلی میں ایک رزولیوشن پیش کرنے
کا نوٹس دیا ہے۔

ہز ہائی نس سر آغا خان اور چند دیگر سربرآوردہ
مسلمانوں کی سرپرستی میں سرونٹس آف اسلام سوسائٹی
قائم کی گئی ہے۔ اس انجمن کو سیاسیات سے کوئی واسطہ
نہ ہوگا۔ یہ تمام کوششیں تعلیمی ترقی کے لئے
کرے گی ؛

بمبئی۔ ۲۴ جنوری۔ بمبئی میں مسٹر سکلاتوالہ کو بمبئی میں
اڈریس دیا گیا۔ اور ساتھ چھ ہزار پانچ سو روپے کی تھیلی
پیش کی گئی۔ آپ نے اپنی تقریر میں علاوہ دوسری باتوں
کے مسلمانوں سے کہا۔ کہ ان کو پین اسلامک تحریک میں
حصہ لے کر کانگرس کو مضبوط کرنا چاہیئے ؛

سوامی شردھانند کے قتل کے مقدمے میں ملزم
عبدالرشید نے اب تک خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔
لیکن ۲۴ جنوری کو وہ خود بخود عدالت میں کھڑا ہو گیا۔
اور اس نے بیان کیا۔ کہ میں نے اب تک اس وجہ
سے سوالات کا جواب نہ دیا تھا۔ کہ خوراک تبدیل ہو
جانے کے باعث میری طبیعت ناساز تھی۔ اور میرے
منہ میں کف بھر رہا تھا۔ میں بولنا چاہتا تھا۔ لیکن
نوبت نہ آنے پاتی تھی کہ مجھے کٹہرے سے ہٹا دیا جاتا تھا
یہی بات عدالت سشن میں ہوئی تھی۔ بیمار ہونے کے

علاوہ ہیں ہچکچاتا بھی تھا۔ اور فوراً سوال کئے جانے پر جواب نہ دے سکتا تھا۔ کیونکہ میں عموماً خوف زدہ رہتا تھا۔

ملزم سے عدالت نے قتل کے واقعہ کے متعلق سوال کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں نے سوامی شردھانند کو قتل نہیں کیا ہے۔ اس نے یہ بیان دیا۔ کہ میں ۲۳ دسمبر کو ریلوے اسٹیشن کی طرف سے آرہا تھا جب سوامی شردھانند کے مکان کے پاس سے گزرا۔ تو میں نے لوگوں کو سڑک پر دوڑتے ہوئے دیکھا۔ یہ دیکھ کر میں مکان کی سیڑھیوں کے قریب کھڑا ہوگیا۔ وہاں سے کسی نے مجھے اوپر بلا لیا۔ میں اوپر گیا اور کمرے میں داخل ہؤا۔ جس آدمی نے مجھے پکارا تھا۔ وہ میرے ساتھ تھا۔ وہاں تین یا چار اشخاص نے مجھے پکڑ لیا۔ میرا منہ بند کر دیا۔ اور مجھے گرا دیا۔ انہوں نے میرا سر دیوار کے ساتھ مارا۔ جس سے میرے ہوش حواس بگڑ گئے۔ اس کے بعد میں نہیں کہ سکتا کہ کیا ہؤا۔

لاہور۔ ۲۹ جنوری۔ عبد الرشید کو جس پر سوامی شردھانند کے قتل کے الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ دہلی سے لاہور کے پاگل خانے میں بھیج دیا گیا۔ میاں میر کے ریلوے اسٹیشن پر اسے ریل سے اتار کر سنٹرل جیل اور وہاں سے پاگل خانے لے گئے۔ اس کی حرکات کا چند روز مشاہدہ کرنے کے بعد اس کا طبی معائنہ کیا جائے گا۔

دہلی۔ ۲۹ جنوری۔ چودھری راجہ رام وغیرہ تین ہندوؤں پر سوامی شردھانند کے قتل کے دوسرے دن ایک مسلمان کا خون کرنے کے الزام میں جو مقدمہ چلایا گیا تھا۔ آج سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہؤا لیکن ۸ فروری تک ملتوی کر دیا گیا۔

حیدر آباد سندھ میں پولیس اور سی۔ آئی۔ ڈی کی مسلسل اور سخت کوششوں سے سندھ کے مختلف حصّوں میں کئی ایسے آدمی گرفتار کئے گئے ہیں۔ جو شمالی اور وسطی ہندوستان کے علاقوں سے اور دہلی۔ اجمیر۔ کچھ۔ مارواڑ اور گجرات سے لڑکیوں کو بھگا لاتے۔ اور یہاں ان کو فروخت کر ڈالتے تھے۔ یہ تجارت کئی برس سے جاری ہے۔ اور ہندو اور مسلمان دونوں یہ تجارت کرتے تھے۔ یہاں عورتوں کی آبادی کم ہے۔ اس لئے فروخت ہونے کے بعد ان لڑکیوں سے شادی کر لی جاتی تھی۔

کلکتہ۔ ۱۳ جنوری۔ مسٹر بی چکرورتی کے ساتھ آنریبل مسٹر غزنوی کے وزارت قبول کر لینے پر بنگال میں جو شورش شروع ہوئی ہے۔ وہ خطرناک صورت اختیار کرتی جاتی ہے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کو معلوم ہؤا ہے۔ کہ مسٹر غزنوی کے نام دھمکی کی چٹھیاں آئی ہیں کہ اگر انہوں نے وزارت سے استعفےٰ نہ دیا۔ تو انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ یہ چٹھیاں پولیس کے حوالے کر دی گئی ہیں۔ جو اس معاملے میں تفتیش کر رہی ہے۔

تمام تہذیبی بہنوں کی خدمت میں التماس ہے کہ

میرے ہاں نہایت اعلیٰ قسم کے عطر بغرض فروخت موجود ہیں۔ میں ان کے متعلق یہ گارنٹی کرتی ہوں۔ کہ ان میں ولایتی خوشبو کا ایک قطرہ تک شامل نہیں کیا جاتا۔ تمام عطر اصل پھولوں سے تیار کئے ہوتے ہیں۔ اور اتنے اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ کہ اگر آپ بطور آزمائش کسی قسم کا تھوڑا سا عطر منگوائیں۔ تو بس پھر آپ کبھی کسی دوسرے کارخانہ کا عطر پسند نہ کریں گی۔ میں یہ بھی وعدہ کرتی ہوں۔ کہ آپ جو عطر منگوائیں۔ وہ اگر خدانخواستہ آپ کے پسند نہ ہوں۔ تو آپ بخوشی واپس کر کے اپنے دام لے لیجے۔ ہر ایک عطر کی خوشبو اتنی دیرپا ہے۔ کہ ایک دو قطرے کئی دنوں کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ موتیا۔ کیوڑہ۔ گلاب۔ حنا۔ مشک حنا۔ خس۔ روح خس۔ چنبیلی۔ چمپا۔ جوہی۔ مولسری۔ مجموعہ۔ سہاگ۔ عروس۔ شبناز۔ زعفران۔ نرگس۔ راحت روح۔ شمامتہ العنبر۔ صنوبر۔ بیلہ وغیرہ تمام اقسام کے عطر موجود ہیں۔ دام درجہ خاص الخاص سات روپے۔ درجہ خاص چھ روپے۔ درجہ اول پانچ روپے۔ درجہ دوم چار روپے۔ درجہ سوم تین روپے۔ درجہ چہارم دو روپے۔ درجہ پنجم ڈیڑھ روپیہ۔ درجہ ششم ایک روپیہ فی تولہ +

خاکسار۔ مالکہ زنانہ کاروبار دہلی

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اعلان

نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ۱۱ سے ۲۳ فروری تک پسنجر ٹرینوں کے ذریعے موٹر کاروں کے دہلی تک کے واپسی کے ٹکٹ پورے اور دسویں حصے کرائے پر دئے جائیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ سفر کا فاصلہ سو میل سے زیادہ ہو + واپسی کا سفر شروع کرنے کو یہ ٹکٹ ۲۸ فروری ۱۹۲۷ء تک کام دے سکیں گے +

ڈی۔ ایچ۔ بولتھ
[illegible]

این۔ ڈبلیو ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس
[illegible] ۱۹۲۷ء

ڈپٹی ... آصف ... چھپا ... سید ممتاز علی مالک و مینیجر نے دفتر تہذیب

ہندوستان میں سب سے پہلا ہفتہ وار اخبار

تہذیب النسواں

جو
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک ... پیشگی

نمبر ۷	لاہور ہفتہ ۱۲ فروری سنہ ۱۹۲۷ء	جلد ۳۰

تہذیب نسواں

لاہور ۹ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اعلان

نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ۱۱ سے ۲۳ فروری تک پسنجر ٹرینوں کے ذریعے موٹر کاروں کے دہلی تک کے واپسی ٹکٹ پورے اور دسویں حصے کرایے پر دیئے جائیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ سفر کا فاصلہ سو میل سے زیادہ ہو، واپسی کا سفر شروع کرنے کو یہ ٹکٹ ۲۸ فروری ۱۹۲۷ء تک کام دے سکیں گے +

این۔ ڈبلیو ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس
لاہور۔ مورخہ ۲۷۔ جنوری ۱۹۲۷ء

ڈی۔ ایچ بولتھ
برائے ایجنٹ

ہماری صحت

جہاں تک میں دیکھتی ہوں۔ آج کل کے لڑکے لڑکیاں خواہ وُہ کسی قوم کے ہوں سب کے سب کمزور نازک دُبلے پتلے ہی ہیں۔ اور ایسے ہی مُسلمان لڑکے لڑکیاں بھی۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر نہایت تعجب اور سُن کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ جب کوئی مقرر یا مضمون نگار مسلمان لڑکیوں کی صحت کے بارے میں کچھ کہتے یا لکھتے ہیں تو یہ کہ۔ پردہ کی پابندیوں کی وجہ سے ہماری لڑکیوں کی صحتیں بگڑتی جا رہی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ہماری کمزوری اور آئے دن کی بیماریوں کے اسباب بہت کچھ ہیں۔ صرف پردے کے رواج کو بدنام کرنے سے کیا حاصل؟ کیونکہ ہماری شرع شریف میں اتنے سخت پردے کا حکم ہی نہیں ہے۔ جس سے ہماری صحتیں ہی بگڑ جائیں۔ پھر پردے کا نام بدنام کرنے سے کیا حاصل؟

مینیجر۔ بدنام شریعت کو نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ملک کے رواج کو کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے رواج کو شریعت سمجھ رکھا ہے۔ وُہ اس کی بدنامی سے بھی ڈرتے ہیں۔

ہماری دادیاں اور نانیاں بھی تو پردہ نشین ہیں۔ پھر کیوں وُہ اچھی طاقتور چُست و چالاک ہیں۔ اور موجودہ نئی نسل کے افراد نہیں۔ حالانکہ اُس زمانے کا پردہ موجودہ پردے سے کئی گنا سخت تھا۔ میری نظر میں ہماری اس موجودہ کمزوری اور بیماری کے اسباب ہماری موجودہ طرز معاشرت ہے۔ پہلے آدمی مامائیں نوکر رکھتے کے باوجود خانہ داری کے بہت سارے کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے۔ میری نانی صاحبہ کہتی ہیں۔ کہ ان کی والدہ بڑی مال دار زمیندار تھیں اور ان کی اکیس اولادیں تھیں۔ اتنے بچوں والی خاتون ہو کر بھی ایام پیری تک کنوئیں سے پانی کھینچتی تھیں۔ جس سے کافی ورزش ہو جاتی تھی۔ ایسے ہی میری دادی صاحبہ معظمہ بھی جو نہایت معمر تقریباً اسّی۔ پچاسی سالہ بزرگ ہیں۔ اور ہر روز صبح سویرے فریضۂ سحری کے بعد اپنے مویشی کھیتوں۔ باغیچوں کی نگہداشت کیا کرتی ہیں۔ اسی ورزش اور محنت کی عادی ہونے کی وجہ سے اب تک اس ضعیفی کے عالم میں بھی نہایت چاق و چوبند ہیں۔ ایسے ہی میرے دادا صاحب مرحوم بھی تا دم مرگ تندرست تھے۔ موجودہ نسل کی کمزوری کے بہت سے اسباب ہیں۔ جن میں سے چند ایک لکھتی ہوں۔

۱۔ موجودہ نسل کے لوگ اگر وہ غریب ہوں۔ تو دل کھول کر محنت نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے ان کو پیٹ بھر غذا میسر نہیں آتی۔ اور اگر خوش حال ہوں۔ تو اتنی محنت نہیں کرتے۔ جس سے اُن کو کھانا ہضم ہو۔ اور خوب کُھل کر بھوک لگے۔

۲۔ شہروں کی گنجان آبادیوں کی وجہ سے مکانوں میں جگہ کی تنگی۔ تازہ ہوا۔ روشنی اور دھوپ کا

میسر نہ ہونے سے مکانوں میں صفائی نہیں رہتی۔ جس کی وجہ مکان ڈانسوں۔ مچھروں۔ مکھیوں وغیرہ کا مخزن بنا رہتا ہے۔ اور اس کے رہنے والے مختلف بیماریوں کا شکار ہ:

۳۔ بچپن یعنی روز پیدائش ہی سے پرورش کی خامیاں۔ خاندانی و متعدی امراض +

۴۔ صبح سویرے نہ اُٹھنا۔ چونکہ شہری لوگ رات گئے تک مختلف کاروباری کاموں اور دلچسپی کے کام تھیٹروں۔ تماشوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اس لئے راتوں کو جلد نہیں سوتے۔ اس لئے صبح سویرے بیدار بھی نہیں ہوتے۔ جس کی وجہ سے تمام دن طبیعت بدمزہ رہتی ہے +

۵۔ ہونہار بچوں کو پڑھائی اور اسکول کی حاضری کی وجہ سے وقت پر کھانا اور آرام بھی میسر نہیں ہوتا جس کی وجہ ان کی نشو و نما میں نمایاں فرق ہوتا رہتا ہے +

۶۔ دماغی محنت کی کثرت۔ اور جسمانی محنت کی کمی +

مندرجہ بالا اسباب اور اسی طرح کی دیگر وجوہات سے ہماری موجودہ نسلیں خلقتاً کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے۔ کہ ان اسباب کے انسداد کی تجاویز سوچیں۔ مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے۔ کہ مسلمانوں میں صفائی اور وقت کی پابندی قریب قریب معدوم ہے۔ حالانکہ عمدہ صحت کے لئے صفائی اور وقت کی پابندی لازم و ملزوم ہیں۔ ہمیں چاہئے۔ کہ ان دونوں باتوں کی عادت ڈالیں۔ اور بچوں کو خصوصاً لڑکیوں کو شروع ہی صفائی کی طرف راغب رکھیں +

سب سے پہلے ہمارے گھر پاک صاف ہوا دار روشن رکھے جانے چاہئیں۔ خواہ وُہ کتنے ہی چھوٹے کیوں نہ ہوں + اس کے بعد جسم ولباس اور کھانے پینے کے برتنوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔ کیونکہ ہماری ان رہائشی اور استعمالی چیزوں کا ہماری صحت پر بہت اثر ہوتا ہے + میں نے اکثر گھروں کے برتن اتنے میلے کچیلے چکنے دیکھے ہیں۔ کہ ان کو دیکھنے سے متلی ہونے لگتی ہے۔ اور ایسے ہی مکان اور دیگر اسباب بھی بالکل ناصاف رہتے ہیں + ہم لڑکیوں کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے مکانوں چیزوں کی اور جسم ولباس کی صفائی کا پورا خیال رکھیں۔ کیونکہ صفائی کے بغیر ہر چیز بدنما بھونڈی اور گندی دکھائی دیتی ہے۔ مکان کے احاطے اور موریوں کو ہر روز صاف کرایا جائے۔ کیونکہ ہمارا تمام وقت اپنے گھروں میں ہی گزرتا ہے +

بچوں کو صبح سویرے بیدار ہونے اور فریضۂ سحری بجالانے کا عادی کر دیں۔ ایسے ہی دُوسرے فرائض بھی وقت پر ادا کراتے رہیں۔ اس سے بچے شروع ہی سے وقت کے پابند ہو جائیں گے یہاں تک کہ شیر خوار بچوں کا ہر ایک کام بھی وقت پر کریں۔ ان کو وقت پر غذا دیں۔ وقت

پر نہلائیں۔ وقت پر سُلائیں ؛

ہماری جسمانی کمزوری کا ایک سب سے بڑا سبب یہ بھی ہے۔ کہ ہماری موجودہ تعلیم و تربیت میں ہمارے دماغوں پر زور پڑتا ہے۔ اور کم فرصتی کی وجہ سے طالب علم کافی ورزش نہیں کرنے پاتے۔ اس وجہ سے ہمارے دماغ طاقت ور بن رہے ہیں۔ اور جسم کمزور۔ یہ ایک لازمی نتیجہ ہے ہماری جسمانی کمزوری کا۔ انسان اوائل عمر ہی میں نشو و نما پاتا ہے۔ اور تحصیل علم کا بھی یہی زمانہ ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ علمی ترقی کے ساتھ ساتھ جسمانی ترقی کا بھی پورا خیال رکھیں۔ کیونکہ تندرستی ہی میسر نہ ہو۔ تو علم دولت ہنر سب بیکار ہیں۔ کیونکہ دنیاوی چیزوں کا لُطف بھی ہم تندرستی ہی سے اٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ اپنے گھروں میں اپنے اپنے حسب حیثیت و حسب حال ورزش کی عادت ڈالیں ؛

ورزش کی بہت سی قسموں کا بیان تو تہذیب میں آچکا ہے۔ مگر مجھے (Skipping) رسی اچھال کر کودنا نہایت پسند ہے۔ اور میں اسی کی عادی ہوں۔ صرف پندرہ منٹ کودنے سے کافی ورزش ہو جاتی ہے۔ افسوس مسلمان لڑکیاں ورزش کی بالکل عادی نہیں ہیں۔ حالانکہ صحت کے لئے یہ نہایت ضروری امر ہے ؛

اگر ہم وقت کے پابند بنیں۔ اور حائی جین کے مطابق صفائی اور ورزش کا پورا خیال رکھیں۔ تو ہماری صحتیں بفضل خدا ٹھیک رہیں گی حفظان صحت کے تمام اصول فراموش کر کے صرف پردے کے رواج کو روکنے سے کیا حاصل؟

مینیجر۔ حفظ صحت پر لکھنے والے صرف پردے کے رواج کو روکنا ہرگز کافی نہیں بتاتے ایسا کون بے وقوف ہے۔ کہ سب اصول صحت فراموش کر دے۔ اور صرف پردہ ترک کرانے پر سارا زور دے ؛

ہمارے بنگلہ کے مقابل ایک ہائی اسکول ہے۔ جہاں کی طالبات کو میں ہر روز دیکھتی ہوں کہ میری ہم عمر غیر اقوام کی لڑکیاں جو بے پردہ و آزاد ہیں۔ مجھ سے کئی گنی کمزور دُبلی پتلی ہیں اور میں بفضل خدا پردہ نشین ہو کر بھی ہر طرح تندرست چُست و چالاک ہوں۔ اب بھلا فرمایئے۔ کہ پردہ کی وجہ سے ہماری صحتیں بگڑ رہی ہیں۔ یا قانون قدرت کی خلاف ورزیوں سے

مینیجر۔ رواجی پردہ بھی قانون قدرت کے خلاف ورزی ہے۔ وہ دُبلی لڑکیاں اگر پردے میں ہوتیں۔ تو اس سے بھی بدتر ہوتیں۔ اور تم اگر رواجی پردے میں نہ ہوتیں۔ تو تمہاری صحت اور بھی بہتر ہوتی ؛

ہماری صحتیں بگڑنے کے اور بہت سے اسباب ہیں۔ جن کا نا تجربہ کاری کی وجہ سے میں تفصیلاً ذکر نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ایسا کرنا چھوٹا منہ بڑی بات کی مصداق ہوگا۔

جن بہنوں کے عزیزوں میں کوئی صاحب ڈاکٹر
ہوں۔ وہ ان کی مدد اور مشورے سے اس پر قلم
اٹھائیں:۔

خاکسار فاطمہ بیگم بنت کے محمد حسین صاحب
سوپرنٹنڈنٹ پولیس بنگلور

بین الاقوامی انجمن نسواں

(از محترمہ گیتی آرا بشیر احمد)

ہماری سر برآوردہ یورپین اور امریکن بہنوں
نے جو میدان علم و ترقی میں ہم سے بازی لے
گئی ہیں۔ اور جو تہذیب حاضرہ کی بھاگ دوڑ
میں ہم سے کوسوں آگے نظر آتی ہیں۔ ۱۸۸۸ء
میں ایک انجمن نسواں کی بنیاد ڈالی۔ اور اسے
بین الاقوامی انجمن نسواں کے نام سے موسوم
کیا + یہ انجمن ہر ملک ہر قوم اور ہر مذہب کی
عورتوں کے لئے قائم کی گئی تھی + اس کا مقصد
یہ ہے۔ کہ دنیا بھر کی عورتوں کو اس ایک رشتہ
سے منسلک کر دیا جائے + اس انجمن کا اصول کار
یہ قرار دیا گیا۔ کہ "زندگی میں دوسروں کے ساتھ
وہ برتاؤ کرو۔ جو تم چاہتے ہو۔ کہ دوسرے تمہارے
ساتھ کریں"۔ غرض یہ بین قومی انجمن نسواں دنیا
بھر کی عورتوں کے کار و تنظیم کی وہ انجمن ہے
جس کی بنیاد آج سے سینتیس سال ہوئے رکھی
گئی۔ اور جو ہر مذہب اور ہر قوم کی عورتوں کی
نمایندگی کرتی ہے۔ خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے
میں اپنے اپنے مقصد حیات کو پورا کر رہی ہوں
لیکن جو بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے
مذکورہ بالا سنہری اصول پر کاربند ہوں +

اس انجمن کے ماتحت اس وقت سینتیس ۳۷
انجمنیں کام کر رہی ہیں۔ یعنی سینتیس مختلف
ممالک میں اس کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں + پھر
ان ملکی انجمنوں کی مختلف صوبوں اور شہروں
میں چھوٹی چھوٹی شاخیں ہیں۔ اور یہ صوبجاتی
اور شہری انجمنیں مختلف کاموں کی جماعتوں
پر مشتمل ہیں + بین الاقوامی انجمن نسواں ایک
درخت کا تنا ہے۔ جس کی اس وقت سینتیس
شاخیں ہیں۔ اور ان چھوٹی شاخوں میں پھر
اور ننھی ننھی شاخیں ہیں + اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ
یہ انجمنیں تین کروڑ عورتوں کی نمایندگی سرانجام
دے رہی ہیں + بین قومی انجمن نسواں کے
مقاصد یہ ہیں +

۱۔ دنیا بھر میں زندگی کے ہر شعبے میں کام کرنے
والی عورتوں کے درمیان باہمی اتحاد۔ ہمدردی
اور اعتماد پیدا کیا جائے +

۲۔ مختلف ممالک میں عورتوں کی انجمنون کے
درمیان ذریعۂ خط و کتابت بہم پہنچایا جائے +

۳۔ دنیا کے ہر حصے کی عورتوں کے لئے باہم
ملنے کے موقعے ڈھونڈے جائیں۔ تاکہ وہ مل
جُل کر اپنے اپنے گھر۔ خاندان اور ملک کی

بہبودی کے ذریعے سوچیں۔ اور اس انجمن کے
اصول کار پر دیہاتی۔ شہری اور معاشرتی حلقے میں
عمل درآمد کرنے کی ترکیبیں اختیار کریں +

اس انجمن کا حلقۂ عمل کسی خاص مقصد کے لئے
محدود نہیں۔ بلکہ یہ انجمن اپنے خواہرانہ حلقے میں کام
کرنے والی ہر عورت کو شامل کرتی ہے۔ اور ہر
شعبۂ کار میں مدد دینے کو تیار ہے۔ "دوسروں کے
ساتھ وہ برتاؤ کرو جو تم چاہتے ہو۔ کہ دوسرے
تمہارے ساتھ کریں"۔ اس جادو بھرے اصول کا
سے سب دلوں کا باہم وابستہ کر دیا۔ تاکہ عورتیں
یگانگت و یک جہتی سے بنی نوع انسان کی بہتری
کے جدوجہد کریں +

اس انجمن کی عام پالیسی حسب ذیل اصول
میں ظاہر ہے:۔

یہ انجمن کسی ایک یا خاص مقصد کے لئے قائم
نہیں کی گئی۔ اور ہر اس قسم کے مذہبی و سیاسی
پروگرام سے مبرا ہے۔ جو دو ممالک کے رشتۂ
تعلق پر برا اثر ڈالے +

اس انجمن کو اپنی چھوٹی شاخوں پر اس سے
زیادہ کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ وہ انہیں صلاح
و مشورہ دے۔ اور ان سے اک ہمدردانہ
سلوک رکھے۔ ہر چھوٹی انجمن کو حق حاصل ہے۔ کہ
وہ اپنے دائرۂ نسواں میں جس وضع کار کو بہترین سمجھے
اس پر عمل درآمد کرے۔ مرکزی انجمن کو ان کے
کام میں دخل دینے کا اختیار حاصل نہیں +

ہر چھوٹی انجمن کو نمائندگی کا حق حاصل ہے۔ اور
ہر موقع پر انتخاب کے ذریعے سے اپنا نمائندہ بھیج
سکتی ہے۔ ہر چھوٹی اور بڑی شاخ کو نمائندگی میں
برابری دی گئی ہے +

اس کے علاوہ تمام وہ نسوانی انجمنیں (جن میں
سب نسوانی کلب۔ کیٹیاں اور مختلف نسوانی جماعتیں
شامل ہیں) جو پہلے سے اپنے اپنے شہروں میں کوئی
نہ کوئی مفید کام معین کئے ہوئے نسوانی دنیا کو فائدہ
پہنچا رہی ہیں۔ اس نئی انجمن نسوانی سے وابستہ
کر دی گئی ہیں۔ اور ہر قسم کے رضاکار اور سرکاری
یا غیر سرکاری ملازم عورتوں کو اسی بڑے سلسلے میں
منسلک کر دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ دنیا کی
تمام عورتیں ایک ہی وسیع مشترک حلقے میں
شامل ہو کر اپنے صنف کی بہبودی کا بالخصوص
اور نوع انسان کی بہتری کے لئے بالعموم جد
و جہد کریں +

۱۸۹۹ء میں بین الاقوامی انجمن نسواں کا اجلاس
لندن میں منعقد ہوا۔ اور اس میں ملکوں کے
امن و امان کے لئے "بین الاقوامی مصالحت"
کی تجویز بہ اتفاق رائے منظور ہوئی۔ اور ایک
کمیٹی قائم کی گئی۔ جو اس مصالحت کے کار خیر کو
ہر طرح امداد پہنچائے۔ گذشتہ جنگ عظیم کے
ہولناک واقعات جن سے شہر قصبے۔ اور گھر
برباد و تباہ ہو کر رہ گئے۔ اور دنیا بھر میں اک ماتم
برپا ہو گیا۔ ہزاروں لاکھوں بچے یتیم۔ عورتیں بیوہ۔

اور خاندان برباد ہو گئے۔ وہ نوجوان جن کو ماؤں
نے خون جگر بہا کر پالا۔ بیوگی کی مصیبتیں کاٹیں لیکن
محنت و مشقت کر کے اپنے نونہال کی پرورش اور
تعلیم پر جان و مال قربان کیا۔ تاکہ وہ جوان ہو کر ان
کی ڈھارس اور اس کا سہارا بنے گا۔ آہ وہی نوجوان
توپ کے ایک گولے سے ہزاروں کی تعداد میں
شکار ہوئے۔ اور میدان جنگ میں ٹکڑے ٹکڑے
ہو کر رہ گئے۔ یہ وحشت ناک واقعات اور دنیا
کی یہ تباہی دیکھ کر مردوں نے اس عالمگیر جنگ
کے اختتام پر جنیوا میں لیگ اقوام کی بنیاد ڈالی
لیکن اس سے بتیس سال پہلے عورتوں نے
مختلف قوموں کے حسد و مقابلہ کا بازار گرم دیکھ
کر باہمی حسن سلوک پیدا کرنے کے لئے اس نسوانی
انجمن کو قائم کیا۔ بے شک یہ عورتوں ہی کا کام
تھا۔ کیونکہ نہ ہوتا۔ عام سپاہی اور کسان سے لے کر
مدبران ملک اور بادشاہ تک الغرض ہر نخل حیات جو
خدائے لایزال کے ہاتھوں باغ زندگی میں پھلنے
پھولنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اسی عورت کی گود میں
پرورش پاتا ہے۔ وہ ماں ہی ہے۔ جو اسے یوم
پیدایش سے امن و امان کا دیوتا بنا سکتی ہے
اور ہر طرح کے ملکی و قومی جنگ و جدل کے
خیالات سے پاک کر سکتی ہے۔ اگر ہر ماں اپنی
محبت کی فضا میں راست بازی اور سلامتی کی
ہواؤں کے خوش گوار جھونکوں سے اپنے لخت جگر
کو امن و صلح کی لوریاں سنا کر ممتا کی درد بھری
آواز سے اسے اتحاد اور باہمی الفت و ہمدردی
کے جھولنے میں پرورش کرے۔ تو صفحہ ہستی
سے یہ خون ریزیاں مٹ جائیں۔ چنانچہ انہیں
خیالات کو مدنظر رکھ کر یہ نسوانی انجمن بین الاقوامی
لیگ میں نمائندگی کی دعوے دار ہوئی۔ اور اب
Madam Chaponiere Chaix
جنیوا میں اپنی جنس کی نمایندگی کے اہم اور ذمہ دار
فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ باقی آئندہ

کم سنی

اور بے وقت کی شادی

عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ شادی کی جلدی
لڑکی والے مچاتے ہیں۔ جہاں لڑکی اصطلاحی طور
پر سیانی ہوئی اس کی شادی کا غل مچنے لگا۔ لڑکی کے
والدین اکثر اس عجلت میں لڑکی کے لئے بر کا ناموزوں
اور غلط انتخاب کر لیتے ہیں۔ مگر انہیں اس کی پروا
نہیں ہوتی۔ وہ تو اپنے اس بار سے سبکدوش
ہونا چاہتے ہیں۔ جو اس لڑکی کی موجودگی سے سمجھا
جاتا ہے۔ اگر اتفاق سے انتخاب بھی اچھا ہو گیا
اور لڑکا خوبی قسمت سے ہونہار اور قابل مل گیا۔
تو منگنی کرتے ہی اس کی شادی میں جلدی کر کے
قبل از وقت اس پر خانگی ذمہ داریاں ڈال دی
جاتی ہیں۔ جن سے فکر مند ہو کر وہ اپنے سلسلہ
تعلیم کو چھوڑ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور ترقی

کے تمام ولولوں کو خیر باد کہہ کر عموماً معمولی سی ملازمت پر قناعت کر لیتا ہے۔ لیکن والدین کی جاہلانہ ضد پوری ہو کر رہتی ہے۔

اگر لڑکے کی طرف سے اس میں اُور التوا کیا جائے۔ تو نسبت توڑ دینے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ اور بعض اوقات ایسی نسبتیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔ جن میں فریقین ایک عرصے کی نامزدگی کے باعث ایک دوسرے کے نام اور ذکر سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ ایسے واقعات کس قدر افسوسناک ہیں۔ مگر والدین اتنی عجلت کے سامنے نہ ان کے جذبات کا احساس کرتے ہیں نہ ان کے مفاد کا۔

میرے ایک تعلیم یافتہ دوست کی نسبت محض اس بنیاد پر فسخ کر دی گئی۔ کہ وہ گریجویٹ ہونے کے بعد بھی اپنی تعلیم کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ اور تعلیم سے پہلے شادی کے لئے آمادہ نہ تھے۔ اُدھر لڑکی کی والدہ اُس کی شادی کے لئے بے حد مضطرب تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک بہت ہی معمولی استعداد کے لڑکے سے اُس کی شادی کر دی گئی۔ جس کو قابلیت اور اہلیت کے اعتبار سے اس کے پہلے منسوب سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔

اب وہ لڑکی نہایت عسرت سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور اس کا محروم منسوب ایک کامیاب وکیل ہے۔ اور اپنی رفیقہ حیات کے

ساتھ شادمانی اور اطمینان سے گزار رہا ہے۔ دنیا میں امتیاز اور کشایش و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہر انسان کا مقصد ہوتا ہے۔

اگر والدین اپنی اولاد کے لئے بس ایسی زندگی چاہتے ہیں۔ تو ان کو اپنی اولاد کی منگنی اور بیاہ میں ہرگز فضول عجلت سے کام نہیں لینا چاہئے۔ یا اگر ضرورتاً وہ منگنی کرنے پر مجبور بھی ہوں۔ تو لڑکے کی تعلیم کی تکمیل اور سب سے بہتر یہ کہ اس کے برسر کار ہو جانے کا تو ضرور انتظار کرنا چاہئے۔

اس عرصے میں لڑکی کے والدین اس کو اپنے اوپر بار گراں نہ سمجھیں۔ بلکہ حسب توفیق اس کی تعلیم و تربیت کرتے رہیں۔ منگنی اور شادی کے درمیان کا زمانہ اگر اس کو مفید بنایا جائے۔ تو بہت کار آمد ہو سکتا ہے۔

لڑکیوں کا میکہ ان کے لئے بمنزلہ ایک درس گاہ کے ہے۔ جس قدر زیادہ عرصے تک وُہ اس درس گاہ میں رہیں گی۔ ان کے لئے مفید ہوگا۔ مگر یہ اس صورت میں کہ ان کے والدین بھی صحیح تربیت دینے کے اہل ہوں۔ اور ان کے گھروں میں ایسی اخلاقی فضا موجود ہو۔ جس سے لڑکیاں پاکیزہ خصائل لے کر نکلیں اور اپنے شوہروں کی صحیح رفاقت کر سکیں۔

شرفا کے طبقوں میں جہاں اس زمانے میں بھی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنی زندگی کے

اس ضروری مرحلے کے متعلق اپنے لبوں پر
مہر سکوت لگائے رہتے ہیں۔ اور جہاں ان
کی قسمت کے فیصلے تمام و کمال ان کے والدین
کے اختیار میں ہیں۔ ان باتوں کا لحاظ رکھنا لازمی
ہے۔ میں توقع کرتا ہوں۔ کہ اور نامہ نگاران
تہذیب بھی اس مسئلہ پر اظہار خیال کریں گے

محمود الحسن صدیقی بی اے علیگ

تمدن حجاز

(محترمہ نفیس دلہن)

حجازی تمدن کی بابت میری معلومات نہایت
محدود ہیں۔ مکہ مکرمہ کا قیام کم و بیش چالیس روز
رہا۔ اور مدینہ طیبہ کا ۲۲ دن۔ اس میں بھی دوسری
مصروفیتیں۔ جو کچھ نگاہ کے سامنے آیا دیکھ لیا۔
تلاش قطعاً نہ تھی۔ اس لئے زیادہ وسیع خاکہ پیش
نہیں کیا جا سکتا۔ حجاز کا تمدن ایک مجموعہ تمدنوں
کا معلوم ہوتا ہے۔

کئی سو برس ترکوں کی حکومت رہی۔ موسم حج
تمام ممالک اسلامی کے ساکنین کو اس پاک بقعہ
میں جمع کر دیتا ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں
آفاقی کثرت سے آباد ہیں۔ ان تمام امور کا نتیجہ
لازم یہ ہے۔ کہ یہ مجموعی صورت تمدن پر بھی
موثر ہے۔

حجازی تمدن میں شان ہے۔ وقار ہے۔ ترتیب
ہے۔ صفائی ہے۔ اور اس کو ہر حالت میں محفوظ
رکھتے ہیں۔ بمبئی کی مسافر خانوں میں مختلف ممالک
کے مسافر ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ باقاعدہ
اہل عرب اور ان کے بعد ایرانی سمجھے جاتے ہیں
اور سب سے بدتر ہندوستانی۔ یہی حال جہاز میں
میں ہوتا ہے۔ عرب کا سامان شاندار صاف اور
باقاعدہ رکھا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک چھوٹا سا
قالین بچھا ہوا۔ اس پر نشست۔ ضروریات کی
چیزیں ترتیب سے قالین کی اطراف پر رکھی
ہوئی۔ ہندوستان کا سامان ابتر و پریشان۔ اور
اکثر میلا۔ کوئی اپنی گٹھری پر چڑھا بیٹھا ہے۔ تو
کوئی صندوق پر۔ کھا پکا کر برتن ایک طرف
ڈال دیئے۔ جب دوسرے وقت کھانا پکے گا
تب صاف کریں گے۔ دو صندوق ملا کر اس پر
دراز ہو گئے۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں عموماً مکان کئی کئی
منزل کے ہوتے ہیں۔ ان میں دو باتوں کا اہتمام
بہت زیادہ ہے۔ ہوا اور روشنی۔ اسی واسطے دریچے
اور کھڑکیاں بڑی بڑی اور مسلسل ہوتی ہیں۔
اس لئے کہ کھل بھی جائیں۔ اور بند بھی ہو جائیں
قالین نفیس بچھے ہوتے ہیں۔ برسوں کے
استعمال۔ مگر کسی پر داغ دھبہ کا نام نہیں۔

دیواروں سے ملی ہوئی (دکے) اونچی نشست
گاہیں مسلسل دونوں طرف بلکہ تین طرف ہوتی
ہیں۔ خوش نما کپڑے سے یہ دکے منڈھے

ہوتے ہیں۔ زمین سے اندازاً دو فٹ ان کے اوپر دیوار سے متصل تکیے لگے ہوتے ہیں۔ یہ بھی مسلسل ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں جیسا کہ یہاں ہوتا ہے۔ کہ چاندنی پر صدر میں ایک قالین بچھا دیا۔ اس پر ایک تکیہ رکھ دیا۔ ظاہر ہے۔ کہ اس پر ایک یا دو آدمی بیٹھ سکیں گے باقی بلا تکیہ کے۔ وکوں پر نشست خوش نما ہوتی ہے سب شان کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ قالین خالی رہتے ہیں۔ سلیقہ استعمال ایسا ہے۔ کہ دکے اور تکیے برسوں صاف نظر آتے ہیں۔ اور قالین تو پشتوں تک برتنے کے بعد بھی صاف و پاک رہتے ہیں ہراج (نیلام) میں جو سامان آتا ہے وہ بھی ایسا کہ خریدار بے تکلف اس کو پر تکلف خیال کر کے خریدے اور برتے۔ مرمت یا صفائی کے فکر میں نہ پڑے۔ مکانوں میں سامان آرایش کم نظر آیا۔ کہیں کہیں سنگ مرمر کی میز دیکھی۔

مہمان جب آئے گا۔ تو صاحب خانہ کشادہ روئی اور انبساط خاطر سے خیر مقدم کرے گا۔ مصافحہ کے بعد جوش کے ساتھ خیریت پوچھے گا۔ مردوں میں مرد مہمان کا جُبہ یا عباء اپنے ہاتھ سے اتار کر ایک طرف رکھے گا۔ عورتوں میں عورت یعنی مالک خانہ مہمان کا برقعہ اپنے ہاتھ سے اتار کر رکھے گی پھر دکے پر بٹھاتی ہیں۔ چاء۔ پانی۔ شربت پیش کرتی ہیں یہ دور برابر جاری رہتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا فنجان پیش کرتے رہتے ہیں۔ صاحب خانہ کے حرکات و سکنات شان ضیافت غرض جملہ باتوں سے سلیقہ تمیز عیاں ہوتا ہے۔

چاء نہایت نفیس بنی ہوئی۔ ظروف چاء مصفا ومجلا۔ حالانکہ صبح سے سوتے وقت تک یہ سلسلہ قائم رہتا ہے۔ خود بھی پیتے رہتے ہیں۔ اور کوئی نہ کوئی آتا ہی رہتا ہے۔ کسی وقت آئے۔ چاء ضرور پلائیں گے۔ مدینہ شریف میں ایسے موقعوں پر تولیے ایسے صاف و پاک ہوتے ہیں۔ کہ دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے۔ گھر کی بیویاں ان پر ریشم کا کام بنا کر زیادہ پُر لطف اور قیمتی بنا دیتی ہیں۔ چاء عموماً شیشے کے فنجانوں میں سادہ پی جاتی ہے۔ بغیر دودھ کے۔ اس واسطے اس کا رنگ بھی باصرہ نواز رہتا ہے۔ سیاہ چاء کا سرخ۔ اور سبز کا زرد۔

جہاں مہمان کو بٹھاتے ہیں۔ اس کو گاعہ کہتے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں یہ اہتمام دیکھا۔ کہ ہر صبح کو سامان نکال کر سنگین فرش پانی سے دھوتے ہیں۔ زینے بھی دھو کر کپڑے سے خشک کرتے ہیں۔ ملنے ملانے والوں کے آنے سے پہلے یہ سب کچھ ہو چکتا ہے۔ مکان کے اندر قدم رکھتے ہی پاکیزگی۔ صفائی کی تاثیر سے دل کو فرحت ہوتی ہے۔ مزید برآں صاحب خانہ کا تپاک اور اہتمام مدارات یہ سب امور مل کر ایسا اثر ڈالتے ہیں۔ کہ ان کا فراموش کرنا ممکن نہیں چھوٹی چھوٹی چاء کے فنجان سلیقہ سے پیش کرتے ہیں۔ یکے بعد دیگرے۔ اور خود ادب سے ایک

طرف کھڑے ہوجاتے ہیں۔ صاف شفاف تولیے
شلنے پر پڑے ہوتے۔ ایک فنجان کے بعد دوسرے
پر اصرار کرتے ہیں ختم مدارات پر تولیہ ہاتھ منہ
صاف کرنے کو پیش کرتی ہیں۔ ایک اَور بات
دیکھی۔ کہ چاء کی کشتی میں ایک صاف تشتری
میں رومال بھگو کر نچوڑ کر خوش نما طرز پر رکھ
دیتے ہیں۔ تاکہ چاء پی کر چکنی تر کرکے منہ صاف
کرلیا جائے۔

کھانا سادہ کھاتے ہیں۔ مرچ بہت تھوڑی۔
علٰے ہذالقیاس گھی۔ مگر اجزاء طعام عمدہ ہوتے ہیں
گوشت عموماً عمدہ کھاتے ہیں۔ گوشت کی ذاتی خوبی
مصالحوں کے تکلف سے اس کو بے نیاز کر دیتی ہے
ترکاریاں ہمیشہ استعمال کرتے ہیں۔ بھنڈی۔ شلجم چقندر
کدو وغیرہ۔ نیبو۔ پودینہ۔ سبز دھنیا ضرور استعمال کرتے
ہیں۔ روٹی سے زیادہ چاول کا رواج ہے۔ میوہ ہر
کھانے کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ عموماً خربوزہ۔ تربوزہ

لباس صاف اور باوقار رکھتے ہیں۔ جب باہر
جائیں گے۔ لباس ایسا صاف ہوگا۔ گویا ابھی استری
کیا گیا ہے۔ یہی حال خواتین کا ہے۔ جب کہیں
جاکر گھر واپس آئیں گی۔ اپنے کپڑے بدل کر یا تو خود
فوراً استری کریں گی۔ یا خادمہ کو حکم دیں گی۔ کہ وہ
استری کرکے الماری میں رکھ دے۔

بڑی دلکش چیز حجازی تمدن میں اسلامی شان
ہے۔ حج سے پہلے تو حج نصیب ہونے کی دعا دیتے
ہیں۔ اس واسطے کہ بعض حج کا دن آنے
سے پہلے مرجاتے ہیں۔ بعد حج مقبول ہونے کی
اور زیارت مدینہ نصیب ہونے کی دعائیں۔ مدینہ
پہنچنے پر اہل مدینہ کی زیارت قبول ہونے۔ حضرت
سرورعالمؐ کی خوشنودی حاصل ہونے کی دعائیں
دیتے ہیں۔

مدینہ منورہ جاتے ہوئے راستے میں منزل قریب
آنے پر بدوؤں کے بچے صدالصدور صاحب کے
اونٹ کے سامنے قطار قطار اُلٹے چلتے یعنی اپنا منہ
اونٹ کی طرف کرکے اور کہتے یا حاجی حجکُ مقبولٌ
عِندَ اللہِ وعِندَ الرسُول۔ یعنی اے حاجی تیرا حج خدا
و رسول کے نزدیک مقبول ہو۔ ان کا ہم آواز ہوکر
ترنم سے کہنا نہایت پرلطف ہوتا ہے۔ واپسی
پر بھی بچے کہتے تھے۔ یا حاجی زیارت رسول مقبول
ویُودّیکم بلادَکم بالعافیہ۔ یعنی زیارت مقبول ہو۔
اور تم اپنے اپنے شہروں کو عافیت سے پہنچو۔ سچ
تو یہ ہے۔ کہ یہی دعائیں حاجیوں کو مع الخیر وطن
واپس لاتی ہیں۔

اہل مدینہ کی بات بات سے جوارِ نبی کا ادب
اور عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک چھوٹا سا بچہ کوئی
چھ سال کا۔ صدالصدور صاحب کے پاس آیا۔ جو
ایک بڑے علمی خاندان کا فرد تھا۔ اس کے والد
ہندوستان میں صدالصدور صاحب کے خاندان
میں چند روز سے مقیم ہیں۔ بچے نے سلام اور
دست بوسی کے بعد اثنائے کلام میں روضہ مبارک
کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اَتوسّلُ بِہذا النبی سادیل

اَبُوَیہَ عندنا۔ یعنی میں تم کو اس نبی کا واسطہ دیتا ہوں میرے باپ کو یہاں بھیج دیجئے +

واپسی کے بعد جدہ کے بازار میں نادر اور نفیس انگور بک رہے تھے۔ تاجر صدا لگا رہا تھا۔ صلوٰۃ علی جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ گویا انگور بیچنے کی آواز تھی۔ ایک مسلمان یہ انگور کھا کر دل میں کیسا سرور محسوس کرے گا۔ اسی کے دل سے پوچھنا چاہئے +

دنیا کی نفاست وہاں کے برتنے کے لئے ہے ایران کے قالین۔ روس کی سماوار۔ چین کی چاء۔ زنجبار کا عنبر۔ ہند کا عود۔ علی ہذا القیاس ایک بدو کی جھونپڑی میں جاکر چاء پی لیجئے۔ وہی صفائی ستھرائی نظر آئے گی۔ جو بڑے محل میں ہوگی +

حوالی مدینہ کے خالص ساداتِ حسینی کے کوئی پچاس گھروں میں صدرالصدور صاحب کو جانے اور ملنے کا اتفاق ہوا + ہر ایک گھر اپنی شان میں بالا تھا + شرفاء مدینہ کا یہ اہتمام رہتا ہے۔ کہ تاجر لوگ جو اکثر بدو یا تکروری ہوتے ہیں۔ حجاج کو دھوکہ دے کر زیادہ دام وصول نہ کرلیں۔ اور ناقص چیز نہ دے دیں +

بدوؤں کی جھونپڑیوں کو بھی صاف دیکھا۔ جو دو چار ٹوٹی پھوٹی چیزیں تھیں۔ وہ سب قرینہ سے رکھی پائیں۔ ایک طرف ایک حصہ چاء بنانے کو مخصوص۔ تھوڑی سی جگہ آگ سلگانے کو۔ کل سامان چائے کا ترتیب سے رکھا ہوا +

رابغ پر ایک بدوانی عایشہ کی جھونپڑی میں قیام کیا۔ اس کا وقار اور سلیقہ۔ ہماری آسایش اور ضروریات کا جس طریقہ سے اس نے اہتمام کیا۔ اس سے اس کی شان نمایاں تھی + اس پر سادگی قابل ذکر ہے۔ کہ دو روز اس کے ہاں قیام رہا۔ فی آدمی دو قرش کرایہ تھا ہم سات آدمی تھے۔ جملہ کرایہ دو روز کا ۲۸ قرش ہوئے + ایک مجیدی میں قرش کی ہوتی ہے انعام کا خیال کرکے دو مجیدیاں دے دیں + اس نے واپس کر دیں۔ اور کہا قرش گن کر دو۔ لہذا خردہ منگوایا گیا + ایک ایک آدمی کے دو دو قرش جدا جدا کرکے دیئے تب لئے + قرش جو بچے۔ وہ انعام کے طور پر دیئے گئے۔ ان کو لے کر صدرالصدور صاحب کو جو دعا اس نے دی۔ وہ دل میں سماجانے والی تھی یعنی علےٰ ربی یُبارک فیک یا حبیبی۔ یعنی خدا تجھ کو برکت دے اے میرے حبیب ایاتی ابندہ

بچپن کی تربیت

لیڈی پگیٹ (Lady Paget) صاحبہ کا مندرجہ بالا عنوان پر پائنیر میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں وہ فرماتی ہیں کہ:۔

"اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے ہمیشہ خوش وخرم رہیں۔ تو ہمیں تین باتوں کا دھیان

رکھنا چاہئے۔ اوّل طاقت و تندرستی۔ دوّم دماغی تربیت کہ بچہ بڑا ہو کر کاروباری زندگی بخوبی انجام دے سکے۔ اور پُرامن و قانع زندگی بسر کر سکے۔ سوم اخلاقی و روحانی تعلیم۔ کہ بچہ وسیع الخیال ہو کر دوسروں کے لئے قابل تقلید مثال ہو۔ اور دوسروں کی ہمدردی و مدد کر سکے۔

اچھی صحت کا بڑا انحصار بچپن کی تربیت کھان و لباس کی صفائی و موزونیت پر ہوتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ قابل لحاظ مذہبی اخلاق ہے تمام بچوں کو کام کرنا سکھانا چاہئے۔ بچوں کو کھیلنے کودنے دو۔ مگر بیکار کہیں نہ بیٹھنے دو۔ بیکاری بہت سی برائیوں کی جڑ ہے۔ میں اوّل لڑکوں کو لیتی ہوں جوں ہی وہ ذرا ہوش سنبھالیں۔ اُن سے چھوٹے چھوٹے کام لینا چاہئیں۔ مثلاً باغ میں درخت لگانا اور کیاریاں بنانا۔ روش درست کرنا چھوٹے چھوٹے پیام ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا۔ گھر کی چیزوں کی صفائی و مرمت۔ اگر گھر میں ٹوٹی ہوں۔ تو ان کی دیکھ بھال۔ پھر بزرگوں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ لڑکے کو کس کام میں دلچسپی ہے۔ اور جس کام میں دلچسپی ہو۔ خواہ وہ کیسا ہی ادنی کام بڑھئی۔ مالی۔ راج۔ موچی وغیرہ کا کیوں نہ ہو۔ اسے ابتدائی عمر میں مدرسے جانے سے قبل سیکھنے کا موقع دینا چاہئے۔ کیونکہ جب لڑکے مدرسے جانے لگتے ہیں۔ تو انہیں چند ایک عرصے تک دماغی کام کرنا ہوتا ہے۔ بچپن کی تربیت سے انہیں تمام عمر یاد رہتا ہے کہ جو کام پوری توجہ سے کیا جائے۔ اس میں کامیابی ہوتی ہے۔ اور جب بچپن ہی سے نیکی عادت ڈالی جاتی ہے۔ تو عادت پختہ ہو جاتی ہے۔

میرے دادا نپولین اعظم کے پُرآشوب زمانے میں ایک ممتاز فوجی ملازم تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد میں سے ہر ایک کو جب کہ وہ بالکل بچے ہی تھے۔ کسی نہ کسی کام سیکھنے پر مجبور کیا۔ اور کہا کہ اب خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہر حالت میں اپنے بل بوتے پر اپنی بسر اوقات کر سکتے ہیں۔

یہ ایک ایسی مفید بات ہے۔ جس کے پورے فائدے بغیر وقت پڑے والدین کے ذہن نشین نہیں ہو سکتے۔ بچہ جس قدر زیادہ دستکاری میں ماہر کیا جائے گا۔ مصیبت پڑنے پر اُسی قدر زیادہ مفید رہے گا۔ دستکاری ہی بُرے وقت پر آڑے آتی ہے۔ دماغی و علمی قابلیت افضل ہے۔ لیکن اس کے اظہار کا وقت پُرامن زمانہ ہے۔ علاوہ ازیں صرف کسی ایک فن کا ماہر کامل بھی کافی نہیں ہے۔ ممکن ہے۔ کہ جس چیز کے آپ ماہر ہوں۔ اس وقت اس کی ضرورت نہ ہو۔ ایسی حالت میں ایک فن کا جاننے والا مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔ تمام اچھے کاموں میں اوّل دماغ سے۔ پھر ہاتھ سے واسطہ پڑتا ہے۔ بچوں کے عقل و ذہن کی تیزی کے لئے

اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے۔ کہ انہیں ہر کام سکھایا جائے +

لڑکیوں کو مدرسے میں داخلے سے قبل امور خانہ داری کی تعلیم اور گھر کے کاموں میں دلچسپی لینا سکھانا چاہئے۔ اور خصوصاً کھانا پکانا کپڑے دھونا۔ استری کرنا۔ اور کپڑوں کا کتر بیونت + انہیں یہ محسوس کرنا چاہئے۔ کہ ان کاموں کا بخوبی انجام دینا ان کے لئے باعث فخر و عزت ہے۔ اور سست و کاہل رہنا بے عزتی ہے + یہ خیال کہ میری لڑکیاں مدرسے میں تعلیم پاتی ہیں۔ اور اُستانیوں کا فرض ہے۔ کہ وُہ انہیں سب کام سکھائیں۔ مجھے کچھ سکھانے کی ضرورت نہیں ہے غلط ہے + اس غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اس وقت بہت سی لڑکیاں امور خانہ داری سے ناواقف محض ہیں۔ اور وُہ گھر کے کاموں سے نفرت کرتی ہیں + گھر کا کوئی کام ایسا نہیں ہے۔ جو ذلیل ہو یا بخوبی کرنے کے لائق نہ ہو + چھوٹے سے چھوٹا کام کرنا زیادہ اچھا ہے پُرلطف تر حسن بیکاری سے میں ہمیشہ ہر کام کرنے کی کوشش کرتی ہُوں اور جتنے کام سیکھتی جاتی ہوں۔ اتنا ہی ہر نئے کام کا سیکھنا سہل ہو جاتا ہے + یہ بات شاید عجیب معلوم ہو۔ کہ میں چوراسی برس کی عمر میں نئے کام سیکھنے کی خواہش کرتی ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ کسی بات کا سیکھنا رائگان نہیں جاتا۔ یہ سب دماغ میں جمع رہتا ہے۔ اور روح کو بلند کرتا ہے +

پس میری معزز بہنو! اپنے کاموں میں ہمیشہ خوشی و مستعدی سے منہمک رہو۔ تاکہ بچے جو تمہارے گرد و پیش ہیں۔ وُہ بھی باعزت زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں۔ اور آپ بھی خوش و تندرست رہیں + فی زمانہ نئی تعلیم و تربیت یافتہ بہنیں خانہ داری کے چھوٹے چھوٹے کاموں کو ذلیل و بے وقعت سمجھ کر نوکروں پر ڈال رہی ہیں۔ لیکن بہت جلد وہ زمانہ آرہا ہے۔ کہ ہندوستان میں ہر ایک بہن کو نوکر رکھنے کی وسعت نہ ہوگی + ابھی یہ حال ہے۔ کہ دس اور بارہ روپیہ ماہوار اور کھانے پر اچھی نوکرانیاں ملتی ہیں۔ اور اُن کے بھی دماغ عرش مُعلےٰ پر ہیں۔ تو آگے کا خدا حافظ ہے + ایسی حالت میں نوکروں پر اپنا تمام کام ڈال دینا کہاں تک ٹھیک ہے۔ اور اپنے ہاتھ پاؤں کو زنگ آلود کرنا اور صحت کو بگاڑ لینا عقلمند آدمی کا کام نہیں ہے + انسانی زندگی جب ہی کامیاب ہو سکتی ہے۔ کہ انسان ہر وقت مستعد باخبر اور باعمل ہو۔ بقول شاعر۔

کامراں منزل عقبےٰ پہ وہی پہنچیں گے ۔
جو رہے وادی دنیا میں سبک گام عمل

خاکسار رضویہ خاتون

مادری زبان یا اُردو

تہذیب مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء میں تعلیم نسواں

دہلی (کانفرنس اصلاحات) کے زیر عنوان جو بحث درج
تھی۔ اور جس پر محترمہ سلطانہ بیگم صاحبہ نے دوسری
بہنوں کی رائے دریافت کی ہے۔ اس پر بعد بحث
مباحثہ کے ہمارے ہاں تو یہ رائے قرار پائی۔ کہ
چونکہ بعض صوبوں کی زبانیں اُردو سے بالکل
مختلف ہیں۔ اور وہاں کے باشندوں کے لئے
اردو بالکل اجنبی زبان ہے۔ اس لئے اگر بچوں
کو شروع سے اردو پڑھائی جائے گی۔ تو ان کے
ننھے دماغوں پر دوہرا بار پڑے گا یعنی ایک تو
کتاب کے مضمون کا سمجھنا۔ دوسرے غیر زبان کا
سیکھنا۔ اِس صورت میں تعلیم ان کے لئے وبال
جان بن جائے گی۔ اور ان کی ترقی میں سد راہ ہوگی
اس لئے ضرورت ہے کہ ابتدائی تعلیم مادری زبان میں
حاصل کریں۔ البتہ زبان ثانی اردو ہی ہونی چاہئے۔
اور درجہ پنجم سے مڈل تک ہر مسلمان لڑکی کے لئے
لازمی رکھی جائے مختصر یہ ہے۔ کہ میں محترمہ رضیہ خاتون
صاحبہ کی رائے سے جو انہوں نے تہذیب مورخہ
۱۵ جنوری سنہ ۲۷ء میں بعنوان "اردو زبان" لکھی
ہے۔ لفظ بلفظ متفق ہوں۔ اور صرف ہمشیرہ صاحبہ
موصوفہ کی پُرزور تائید پر اس مضمون کو ختم کرتی
ہوں۔ کیونکہ جو کچھ مجھے کہنا تھا۔ وہ سب وہ کہہ چکی
ہیں۔ اور اُسی کو دُہرانا اخبار کے کالم ضایع کرنا ہے۔

خاکسار ظفر جہان

انجمن تہذیب بریلی

ہماری انجمن تہذیب کا دسواں اجلاس بیگم
عبداللہ جان صاحبہ کے مکان پر ۹ جنوری کو منعقد
ہوا۔ حسب معمول پچاس ساٹھ خواتین شریک جلسہ
تھیں۔ جلسے میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ کہ جن صوبوں
کے مسلمانوں کی مادری زبان اُردو نہیں ہے۔ ان
کو ابتدائی تعلیم اپنی مادری زبان میں پانی چاہئے
یا اُردو میں۔ اس بحث پر ایک تو میں نے اپنا
مضمون پڑھا تھا۔ اور ایک بیگم عبدالرشید صاحبہ
نے سُنایا تھا۔ اور پھر زبانی گفتگو ہوتی رہی۔ اور
بالاتفاق یہ طے ہوا۔ کہ ابتدائی تعلیم تو مادری زبان
ہی میں ہونا مفید ہوگا۔ البتہ صیغہ مڈل میں لڑکیوں
کو بطور زبان ثانی کے اُردو سیکھنے کی ضرور کوشش
کرنا چاہئے۔

اس جلسے میں تبلیغ فنڈ کے لئے حسب ذیل
چندہ جمع ہوا۔ (۱) بیگم عبداللہ جان صاحبہ سکرٹری
انجمن صہ (۲) بیگم عبدالرشید صاحبہ عہ (۳) بیگم
وصی الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر عا (۴) بیگم محمد عبداللہ
صاحب ٹیلر ماسٹر عا (۵) مسز حمید صاحبہ عا (۶) بیگم
مسیح الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانجات عا۔
بیگم سید احمد صاحب عا (۸) بیگم ظہور الدین صاحب
(۹) اُستانی شہزادی بیگم صاحبہ ۴ر (۱۰) اُستانی قیصر جہاں
صاحبہ ۲ر (۱۱) مسز محمد امیر صاحبہ ۴ر (۱۲) عزیزہ
رضیہ سُلطانہ عہ (۱۳) عزیزہ زہرہ بیگم۔ جلیل فاطمہ

شفیق فاطمہ، شایستہ بانو، جعفر جہاں بانو ۵ر (۸ر) خاکسار
خدیجۃ الکبرےٰ ۱۱ر

میزان کل عہ ۱۵ ؍۱۔
اس رقم میں سے گاڑیوں کا کرایہ ۱۲ ؍ اور
فیس منی آرڈر ۲؍ کل ۱۴ ؍ وضع کرکے باقی للعہ
نقد منیجر صاحب تہذیب نسواں کی خدمت میں
بذریعہ منی آرڈر بھیج دیئے گئے۔

منیجر۔ عرصے سے تبلیغ فنڈ کا حساب شایع نہیں ہو سکا۔ عنقریب شایع کیا جائیگا۔

خاکسار خدیجۃ الکبرےٰ سیکرٹری انجمن بریلی

منتخب اشعار

میں بھی چمن ہوں اے خدا مجھ کو بھی تو بہار دے۔
لذت خار غم مٹا۔ کام مرا سنوار دے۔
سب تو چلیں ہیں منہ لگا۔ میری تو لاج ہے تجھے۔
سرزنش خزاں گھٹا۔ لذت صد بہار دے۔

یاد حق آٹھ پہر اے دل ناشاد رہے۔
تاکہ مرنے پہ یہ نام تجھے یاد رہے۔
دل وہی دل ہے کہ جس دل میں تری یاد رہے
ہے وہی گھر جو ترے ذکر سے آباد رہے۔

جوانی کٹ چکی ہے عمر تھوڑی رہ گئی غافل
قضا سر پر ہے یوں غافل نہ رہ یاد الٰہی سے

رسالہ شیخ عبدالقادر

پھولتے پھلتے نہ دیکھا ہم نے نخل آرزو
دن بدن باغ تمنا کو خزاں دیکھا کئے۔

محفل تہذیب

جناب قبلہ مولوی صاحب آداب۔ ابھی تہذیب پہنچا۔ فاطمہ صاحبہ کا خط پڑھ کر دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ یہ ضرور سچا واقعہ ہے۔ لہٰذا میں اسلامی ہمدردی کی وجہ سے یہ حقیر رقم مبلغ صہ روپے ماہوار انشاءاللہ تعالےٰ اپنی زندگی تک اُن کی خدمت میں پیش کرتی رہوں گی۔ نیز اخبار تہذیب نسواں بھی میری طرف سے اُن کے نام جاری فرما دیجئے۔ ایسے مفید اخبار سے وہ صرف ناداری کی وجہ سے کیوں محروم رہیں؟ آپ کا جواب آنے پر انشاءاللہ تعالےٰ روپیہ بھیجا جائیگا۔

خاکسار مسز سردار خاں معرفت ایس خان
اسسٹنٹ ڈی۔ ٹی۔ ایس۔ ایزٹ نگر بریلی

مکرمی جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔
۲۹ جنوری کے تہذیب میں مصری رحمٰن بیگم صاحبہ نے جس مریض کی بابت تحریر فرمایا ہے۔ اس کے لئے چار روپے کی حقیر رقم ارسال خدمت ہے۔ براہ نوازش آپ اُن کے پاس بھیج دیں۔ اور مہربانی فرما کر بہن مصری رحمٰن بیگم کا مکمل پتہ خاکسار

کو لکھیں۔ میں مریض کی بابت بہن صاحب سے کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ میرے چچا صاحب حکیم ہیں۔ اور بہت مجرب دوائیاں تیار کرتے ہیں۔ میں نے مریض کا حال اُن کو سُنایا۔ انہوں نے کہا ہے۔ کہ میں بہت عمدہ اور مجرب دوائیاں مریض کو بھیجوں گا۔ خاکسار مسز عثمان علی صاحب ایم اے لندن پرنسپل ہائی سکول میرپور سندھ

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔ میں نے تہذیب نسواں میں ایک خط بعنوان "خدا کے واسطے کا کام" پڑھا تھا۔ اس نے میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا۔ میں نے دل میں یہ تہیہ کر لیا کہ اگر ہو سکے۔ تو بیچارے مصیبت زدہ بھائی کی ضرور مدد کرنی چاہئے۔ گو کہ میرے اس کام کے مخالف بہت تھے۔ لیکن تاہم میں نے بڑے جد وجہد سے مبلغ سات روپے جمع کئے۔ یہ ناچیز رقم میری طرف سے اس بیچارے آفت رسیدہ بھائی کی خدمت میں پیش کر دیں۔ خدا ان کے حال زار پر رحم فرمائے۔ خاکسار اختر ضلع اٹک از چکوال

مکرمی جناب مینجر صاحب۔ آداب میں نے کسی اشتہار میں دیکھ کر بیل بوٹے کاڑھنے والی مشین منگوائی ہے۔ اس کے چلانے کی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آتی۔ لہذا اگر کوئی تہذیبی بہن قبول فرمائیں۔ تو میں مفت نذر کر دوں گی میری اس ناچیز تحریر کو محفل تہذیب میں جگہ دے کر سرفراز فرمائیں۔ جن بہن صاحبہ کو ضرورت ہو پتہ ذیل سے مشین طلب فرمائیں میں انشاء اللہ فوراً روانہ کر دوں گی۔ عریضہ مسز محمد شفیع

یہ مضامین درج کئے جائیں گے:۔

محفلوں میں بچے	آر کے
ترقی تہذیب	آر کے
قسمیں اور گالیاں	ذکیہ خاتون
کیا آپ اچھی ماں ہیں ؟	زاہدہ خاتون
بھیڑیوں کے پرورش کردہ انسان	خورشید محمد خان
جدید ٹرکی	رضویہ خاتون
بچپن کی تربیت	"
دو سخنے	آصفہ خاتون
بچوں کا منہ ڈھانکنا	ظفر جہان
سادھو کا فریب	محمد اسمٰعیل خان
ذرا سی توجہ درکار ہے	امت الوحی
بہنوں کو خوش خبری	زبیدہ خانم

یہ مضامین درج نہیں ہوں گے:۔

بچوں کی تعلیم۔ موت۔ ایک غلط فہمی کا ازالہ۔ رنج وغم کے فواید۔ یورپ کی زن پرستی پر نذر صاحب کے خیالات۔ آنسوؤں کی مالا۔ پنڈورا کا بکس یعنی اگلے لوگوں کا عقیدہ۔

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

تربیت اولاد پر جدید خیالات

تربیت اولاد کے متعلق مغرب میں جو جدید خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ گھروں اور مدرسوں میں ان کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ اور ان کے محاسن و معائب پر مباحث عام ہیں + ان جدید خیالات کا لب لباب یہ ہے۔ کہ تعلیم و تربیت میں بچے پر کوئی خارجی دباؤ نہیں ڈالنا چاہئے۔ بلکہ یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کے دل میں خود بخود اپنی اصلاح و ترقی کا احساس پیدا ہو۔ چنانچہ ماہرین تعلیم کے مد نظر یہ بات رہتی ہے۔ کہ بچے کا اٹھان ہی ایسے حالات میں ہو۔ کہ بری عادت اس میں نہ پڑنے پائے + اچھی مثال مناسب طور پر اس کے سامنے پیش کرکے اسے خود صحیح راستہ منتخب کرنے کو آزاد چھوڑ دیا جائے۔ اور اسی طرح تدریج اس کے دل و دماغ کی نشو و نما ہوتی رہے + مار پیٹ۔ جبر اور قوت کا تربیت اطفال میں ذرا دخل نہیں ہونا چاہئے + بچے اور اس کے معلم میں خواہ وہ والدین ہوں یا کوئی اور شخص۔ کسی قسم کی کش مکش ہونا نہایت مضر ہے + اس کو چاہئے۔ کہ وہ اپنے معلمی کے فرض کو سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو بچہ بھی سمجھے۔ اور بچے کی فطرت اور اس کے رجحانات کا پوری طرح خیال کرتے ہوئے اس کی مناسب رہنمائی کرے +

ظاہر ہے کہ مار پیٹ اور جبر و تعدی کے پرانے طریق کی نسبت اس نئے طریق پر عمل پیرا ہونا بہت دشوار ہے۔ اور اس کے لئے ضرورت ہے۔ کہ صرف جماعت کمرہ یا ماں کی گود ہی بچے کی درس گاہ نہ ہو۔ بلکہ اس کا دن رات جس جگہ گزرتا ہے۔ اس سب کو ایسا بنایا جائے۔ کہ بچہ اس سے سبق حاصل کر سکے + گھر بھر میں اطاعت۔ ایثار اور دوسرے اعلیٰ اخلاق کا دور دورہ ہو۔ اور بچہ ان حالات میں رہ کر خود بخود ان اوصاف کو اختیار کرتا چلا جائے +

اگر گھر میں اس قسم کا انتظام ہو۔ اور خاندان بھر کے آدمی اپنی آئندہ نسل کی بہبودی و بہتری میں سرگرمی سے کوشاں ہوں۔ تو اس طرح بچے کی عادات نہایت مناسب طور پر نشو و نما پائیں۔ اور اسے اپنے اوپر اس قسم کا قابو حاصل ہو۔ جو قوانین و اصول جبراً اس کے دماغ میں ٹھونسنے سے کسی طرح پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اور پھر بعد میں بھی جب ماں باپ کا قابو اس پر سے اٹھ جائے گا۔ تو اعلےٰ اخلاق خود اختیار کرنے کے باعث

اس کی طبیعت میں اس قدر راسخ ہو چکے ہوں گے۔ کہ بعد میں بھی اس کے بگڑ جانے کا احتمال نہ رہے گا۔

عورتوں کا پہلا اخبار

دو سو سال ہوئے ڈبلن کے ایک پبلشر اور پرنٹر نے ۷ اجنوری ۱۷۲۷ء میں عورتوں کے لئے پہلا ہفتہ وار اخبار شایع کیا۔ اس سے پہلے بھی انگلستان میں دو ایک رسائل شایع ہوتے تھے۔ لیکن ان کے مضامین کچھ اس قسم کے تھے۔ کہ انہیں خصوصیت سے عورتوں کا رسالہ نہ کہا جا سکتا تھا۔ مثلاً ان میں کچھ سوسائٹی کی افواہیں درج ہوتی تھیں۔ کچھ ریاضی کے سوالات۔ بعض ایسی ہی متفرق چیزیں لیکن یہ رسالہ جس کا نام "لیڈیز جرنل" تھا خاص طور پر عورتوں کی دلچسپی اور فائدے کے لئے شائع کیا گیا تھا۔

اس کے بانی اور اڈیٹر مسٹر ڈبلیو سمونٹ ایک نوجوان پبلشر تھے۔ انہوں نے ایک گیتوں کی کتاب شایع کرنے کے لئے بعض لوگوں سے کچھ رقم وصول کر لی تھی۔ لیکن بعد میں بوجوہات اس کتاب کو شایع نہ کر سکے۔ جن لوگوں سے روپیہ لیا تھا۔ انہیں کچھ دینا بھی تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس قسم کا رسالہ جاری کر دینا مناسب سمجھا۔ یہ رسالہ ڈائریوں کے چھوٹے سائز پہ شایع ہوتا تھا۔ اور بآسانی جیب میں رکھ لیا جا سکتا تھا۔ اس میں عورتوں کی تعلیم پر اور ان کی تفریح و دلچسپی کے دوسرے موضوعوں پر مضامین شایع ہوتے تھے۔ اور مراسلات کو بھی جگہ دی جاتی تھی۔

بائیس ہفتے تک یہ دلچسپ ننھا اخبار چلتا رہا۔ پھر اپنے پبلشر کی فوری موت کی وجہ سے بند ہو گیا۔ اگرچہ اس کی اشاعت اچھی خاصی ہو گئی تھی اور عام طور پر لوگوں نے اس میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی۔ لیکن حالات ایسے پیش آگئے کہ کوئی شخص اسے جاری نہ رکھ سکا۔ اس کے چند سال بعد انگلستان کے دوسرے پبلشروں نے اس کام کی طرف توجہ کی۔ اور مسٹر سمونٹ ہی کے انداز پر کئی اخبارات و رسائل عورتوں کے لئے جاری کر دیئے۔ جو وقت کے ساتھ سدھرتے چلے گئے۔ اور اپنی دلچسپیوں میں نت نئی خوبیاں پیدا کرتے رہے۔ لیکن زنانہ اخبار و رسائل کے آغاز کا سہرا نوجوان اور روشن خیال آئرش ہی کے سر ہے۔

مچھروں کے لئے مشین

سب کو معلوم ہے۔ کہ موسمی بخار مچھروں کے کاٹنے سے پھیلتا ہے۔ مچھر کھڑے پانی میں پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ حفظ ماتقدم کی جتنی تدابیر تجویز کی جاتی ہیں۔ ان میں بتایا جاتا ہے۔ کہ یا تو آس پاس کہیں پانی جمع ہی نہ ہونے دیا جائے۔ اور اگر اس کا انتظام پوری طرح نہ ہو سکے۔ تو

پانی کو ایسا بنا دیا جائے۔ کہ اس میں مچھر پیدا نہ ہو سکیں ۔ اس غرض کے لئے عام طور پر یہ تجویز کیا جاتا ہے۔ کہ پانی میں مٹی کا تیل ڈال دیا جائے۔ لیکن بڑے بڑے تالابوں میں مٹی کا تیل اس طرح ڈالنا کہ وہ ہر طرف اچھی طرح پھیل جائے تقریباً ناممکن ہے۔ چنانچہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں فوجی ڈاکٹر نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جس سے تیل پانی میں بخوبی پھیل سکتا ہے ۔ آلہ کیا ہے۔ ایک پیپا ہے۔ جس کے نچلے حصے میں تو ریت بھری ہوتی ہے۔ اور اوپر کے حصے میں تیل ۔ ریت اس لئے بھری جاتی ہے۔ کہ پیپا تہ میں آسانی سے بیٹھ جائے ۔ اس پیپے میں ایسا انتظام رکھا گیا ہے۔ کہ تیل اس میں سے رس کر نکلتا رہتا ہے۔ اور تمام تالاب میں پھیل جاتا ہے ۔

یہ آلہ امریکہ میں تجربات کے بعد بہت پسند کیا گیا ہے۔ عنقریب یہ پیٹنٹ ہو جائے گا۔ پھر اس نمونے پر بڑی تعداد میں آلے بن کر بکنے کے لئے بازار میں آجائیں گے ۔

ایک عورت کی حکومت ختم

امریکہ میں ایک بہت بڑی ریاست ٹکساس ہے جہاں کی پریزیڈنٹ دو سال ہوئے ایک خاتون مسز فرگوسن منتخب ہوئی تھیں ۔ گذشتہ ماہ کے وسط میں ان کی صدارت کی مدت ختم ہو گئی۔ اور ان کی جگہ ایک نئے صدر نے لے لی ہے ۔

مسز فرگوسن سے پیشتر ان کا شوہر ٹکساس کا گورنر رہ چکا تھا۔ لیکن اس پر بعض اس قسم کے الزامات عائد ہوئے۔ کہ اس کا پھر اس منصب جلیلہ کے لئے منتخب ہونا از روئے قانون ناممکن ہو گیا۔ لیکن چونکہ وہ شخص گورنری کے اختیارات اب بھی حاصل کرنے پر تلا بیٹھا تھا۔ اس لئے اس نے ۱۹۲۴ء میں اپنی بیوی کو امیدوار بنا دیا۔ اور سمجھ لیا۔ کہ بیوی کے گورنر بن جانے پر حکومت گویا اپنے ہی ہاتھ میں آجائے گی ۔

مسز فرگوسن کی عمر پچاس سال کے قریب ہے ۔ گورنر بننے سے پہلے ان کی سب سے بڑی تفریح تربیت اولاد اور خانہ داری تھی۔ اور انہیں تمام ریاست میں سب سے بہتر باورچن ہونے پر فخر تھا ۔

ان کے گورنر بن جانے کے بعد حکومت کا انتظام گویا شوہر کے ہاتھ میں تھا ۔ اس کی بعض بے قاعدیوں اور بے ایمانیوں پر ہر طرف سے آوازے کئے جانے لگے ۔ ایک شخص نے جواب گورنر مقرر ہوا ہے۔ بعض معاملات کو روشنی میں لانا شروع کر دیا۔ اور اس کی کوششوں سے میاں بیوی دونوں کے دونوں بدنام ہو گئے ۔

مسز فرگوسن بے انتہا نرم دل ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے عہد حکومت میں قریب قریب تین ہزار قیدیوں کو قید سے رہا

کیا ہے ؛

اکثر اخبارات ان کے عہد حکومت پر اعتراض کر رہے ہیں۔لیکن بعض یہ بھی لکھ رہے ہیں۔ کہ یاد رکھنا چاہئے ۔وہ عورت تھی۔ان کے منصب کا اقتضا ان کی فطرت پر غالب نہ آ سکتا تھا۔اور انہوں نے جو کچھ بھی کیا۔وہ کسی عورت کی نظر میں گناہ قرار نہیں دیا جاسکتا ہے ؛

مصطفےٰ کمال پاشا کی نئی شادی

ترکی اخبار جمہور سے یہ معلوم ہوا ہے۔کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا دوسری شادی کا ارادہ کر رہے ہیں + انہوں نے اپنی پہلی بیوی لطیفہ خانم کو اس وجہ سے طلاق دے دی تھی۔کہ وہ سیاسی امور میں دخل دیا کرتی تھیں۔اور یہ امر پاشا کو گوارا نہ تھا۔اب نئی دُلہن نے یہ اقرار کیا ہے۔کہ وہ سیاسیات سے کچھ واسطہ نہ رکھیں گی ؛

مجوزہ بیوی کا نام ناہید خاتون ہے۔اور یہ لطیفہ خانم کی ہم وطن اور ہم سبق ہیں لطیفہ خانم کے حسن میں تو تورانی خط و خال کی جھلک تھی۔ ناہید خاتون کا ناک نقشہ قفقازی عورتوں کا سا ہے۔اور انہیں بے حد حسین وجمیل بیان کیا جاتا ہے ؛

ناہید خاتون کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔کہ وہ سمرنا کے ایک نہایت متمول سوداگر کی بیٹی ہیں۔ اعلےٰ تعلیم پا چکی ہیں۔اور ان کے متعلق سب سے نمایاں بات یہ ہے۔کہ وہ دوسری تعلیم یافتہ خواتین کی طرح مغرب پر فریفتہ نہیں بلکہ انہیں مشرقی طور طریقوں اور ایشیائیت سے بے حد اُنس ہے ؛

ابھی تک اخبارات میں اس خبر کے متعلق کوئی مستند بیان شایع نہیں ہوا۔لیکن سُنا ہے کہ ناہید خاتون نے اپنی سہیلیوں پر اس رشتہ کا افشائے راز کر دیا ہے ؛

مادام حیدری

تحریک آزادی نسواں اب تک ایران پر بہت تھوڑا اثر ڈال سکی ہے۔اور وہاں کی عورتیں تعلیم و ترقی کے منازل نسبتاً کم طے کرنے پائی ہیں۔لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔کہ ایران قابل و عالم عورتوں سے بالکل خالی ہے۔نئے خیالات اور ترقی جدید کی رَو کا اثر وہاں بھی ہو رہا ہے۔چنانچہ ابھی پچھلے دنوں معلوم ہوا تھا۔کہ مادام حیدری محکمہ امور عامہ کے وزیر کی سکرٹری مقرر ہوئی ہیں۔اور اب حال میں یہ اطلاع ملی ہے۔کہ وہ ایک سرکاری کمیشن کی ممبر بھی منتخب کی گئی ہیں۔یہ خاتون اعلےٰ درجے کی تعلیم یافتہ ہیں۔اور کئی ممالک کا سفر بھی کر چکی ہیں ؛

خبریں اور نوٹ

ترکی حکومت نے ۵۰ ہزار پونڈ مسجد ایا صوفیہ کی مرمت کے لئے منظور کئے تھے۔ اور امریکہ کے دولت مندوں کی ایک جماعت نے اس کام میں ترکوں کو مالی اور صنعتی امداد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر ترکوں نے اس وعدے کو اپنی قومی توہین سمجھا۔ اور اس کے یہ معنی نکالے۔ کہ گویا ترک اپنی مذہبی عمارتوں کی تعمیر و مرمت کی بھی توفیق نہیں رکھتے۔ اس لئے غالباً یہ خیال مسترد کر دیا جائے۔ لیکن بعض لوگ امداد قبول کر لینے پر بھی آمادہ ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ دوسرے ملکوں کے سرمائے اور ماہرین فنون کی خدمات قبول کر لینے میں کوئی توہین نہیں۔ بلکہ اسلامی فتح و سطوت کی اس قدیم یادگار کی مرمت کے لئے دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے بھی امداد قبول کرنی چاہئے ؛

ترکی میں ناچ گھر بند ہو رہے ہیں۔ اور سینما اور تھیٹروں پر بھی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ طالب علموں کو ان مقامات میں جانے کی اجازت ہرگز نہیں دی جاتی۔ کم عمروں کے لئے نئی مناسب فلمیں تیار ہو رہی ہیں ؛

یورپی سیاسیات کی اندرونی کارروائیوں کا صحیح حال معلوم کرنے کے لئے ترکی حکومت نے اپنی تمام سفیروں کو انگورہ طلب کیا تھا۔ جن میں سے کچھ آچکے اور کچھ آرہے ہیں۔ وزیر خارجہ رُشدی بے نے مجلس ملیہ کے امور خارجہ کی مجلس کے سامنے اس ہفتے یورپ کی عام سیاسی حالت پر ایک بیان پیش کیا ؛

مجلس ملیہ انگورہ کے سامنے ایک قرارداد پیش ہوئی ہے۔ جس کی رو سے ایک تو بچوں کو نشہ آور چیزوں اور تمباکو نوشی سے روکا گیا ہے دوسرے لڑکوں کے ہاتھوں ان مشروبات اور تمباکو کی فروخت بند کی گئی ہے۔ تیسرے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی بچہ شراب پئے ہوئے یا تمباکو نوشی کرتے ہوئے گرفتار ہوگا۔ تو اس کو گرفتار کر کے سرپرستوں کے پاس لے جائیں گے اور اس کے پاس سے جو مشروبات یا تمباکو برآمد ہوگا وہ بھی ان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ چوتھے جو شخص بچوں کے ہاتھ تمباکو یا شراب فروخت کرے گا۔ وہ ۵ پونڈ ترکی سے ۵۰ پونڈ تک کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ اور دوبارہ ایسا کرنے پر اُسے دو ماہ قید کی سزا ملے گی۔ مشروبات میں داخل وہ تمام چیزیں ہیں جن میں الکحل پڑتی ہے۔ اور بچے سے مراد ۱۸ سال تک کے لڑکے ہیں ؛

ترکی میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ابتدائی تعلیم مفت اور لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ گزشتہ سال قسطنطنیہ میں ڈھائی سو ابتدائی مدارس تھے۔ لیکن اس سال ان کی تعداد سوا تین سو تک پہنچ چکی ہے۔ اور ان میں دو لاکھ سے اوپر

لڑکے اور بیس ہزار سے اوپر لڑکیاں تعلیم پا رہی ہیں۔ اور انہیں تعلیم دینے کے لئے ۱۴۸۱ اُستاد ملازم ہیں ۔

استنبول۔ ۴ جنوری۔ مسلم ایڈووکیٹ کے ہندوستانی نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ نے یہ اطلاع روانہ کی ہے۔ کہ بعض مقامی اخبارات نے دوسرے اخباروں سے یہ خبر نقل کی ہے۔ کہ غازی انور پاشا ابھی تک زندہ ہیں۔ اور رضا شاہ پہلوی کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ خبر دینے والوں سے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ہم غازی انور پاشا سے ان کی شہادت کی خبر شایع ہونے کے بعد کم از کم دو دفعہ ملاقات کر چکے ہوں گے ۔

طہران میں غیر ممالک کے ساتھ لاسلکی نام و پیام کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے ۔

طہران۔ ۲۰ جنوری۔ مجلس وزارت مستعفی ہوگئی کیونکہ انڈیپنڈنٹ پارٹی بھی مخالف حکومت جماعت سے متحد ہو گئی تھی۔ اور انہوں نے حکومت کو اس بات کا نوٹس دیا۔ کہ وہ جواب دے۔ کہ ابھی تک روس و ایران کے درمیان معاہدہ جات اور دیگر مسائل کا تصفیہ کیوں نہیں ہوا ۔

اعلحضرت شاہ افغانستان کے صاحبزادے اور صاحبزادی صاحبہ اعلحضرت کے خسر کی معیت میں برنڈزی پہنچ گئے ہیں۔ وہ پیرس جا رہے ہیں جہاں شہزادہ مذکور تعلیم حاصل کریں گے ۔

روس کی فوجیں چینیوں کی امداد کے لیے بڑھ بڑھ رہی ہیں۔ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ حکومت سوویٹ (روس) کی پچاس ہزار فوج مانچوریا کی سرحد پر جمع ہے۔ حکومت کانٹن (چین) اور حکومت ماسکو (روس) کے درمیان خفیہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔

بالشویکوں نے اعلان کیا ہے۔ کہ ہمارا مفاد چین میں صرف اس قدر ہے کہ ہمیں احرار چین کے مقاصد سے دلی ہمدردی ہے ۔

ہانکو چین کی ہندوستانی پولس اور وہاں کے پہرے دار چینی قوم پرستوں سے مل گئے ہیں ۔

بحری ڈاکوؤں نے ہانگ کانگ کے قریب ایک برطانی اسٹیمر پر حملہ کیا۔ اور غیر ملکیوں کو گرفتار کرکے اپنے ہمراہ لے گئے ۔

برطانی وزیر خارجہ سر آسٹن چمبرلین نے ایک تقریر کے دوران میں چین کے بعض مطالبات تسلیم کر لینے پر آمادگی ظاہر کی ۔

رگبی۔ ۲ فروری۔ مسٹر یوجین چن نے برطانوی تجاویز کے اس مسودے پر جس میں ہنکاؤ کی برطانی مراعات کے مستقبل کی تصریح کی گئی تھی۔ دستخط کرنا اس بنا پر ملتوی کر دیا ہے۔ کہ برطانوی فوجیں شنگھائی کے ساحل پر اُتر رہی ہیں۔ اس خبر کے موصول ہونے پر کوئی اضطراب ظاہر نہیں ہوا۔ اور سب لوگ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے برطانیہ کی اس حکومت عملی پر جو چین کے متعلق اختیار کی گئی ہے۔ کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ۔

چینی برطانیہ سے شاکی ہیں۔ کہ امریکہ اور جاپان کے مفاد شنگھائی میں انگریزوں سے بہت زیادہ ہیں۔ پھر یہ کیا بات ہے۔ کہ صرف برطانیہ اپنی فوجیں وہاں جمع کر رہا ہے۔ برطانیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ جاپان تو ایک دن میں اپنی فوجیں وہاں پہنچا سکتا ہے۔ لیکن برطانیہ کو اس کے لئے پانچ ہفتے درکار ہوتے ہیں۔

چینی شرائط نامنظور کر دینے میں برطانوی مدبرین روس کا ہاتھ بتاتے ہیں۔

امریکہ نے چین اور برطانیہ کی گفت و شنید بند ہو جانے پر اظہار افسوس کیا ہے۔

فرانس۔ اٹلی اور ہسپانیہ کی حکومتوں نے چین کے متعلق برطانی رویہ کی تائید کی ہے۔

برطانوی افواج۔ جہاز اور ہوائی جہاز باقاعدہ چین میں پہنچ رہے ہیں۔

لیگ اقوام کے ممبروں کا خیال ہے۔ کہ روس اور امریکہ کے اتحاد عمل کے بغیر لیگ معاملات چین میں دخل نہیں دے سکتی۔ لیکن اگر روس نہ بھی شامل ہو۔ اور صرف امریکہ ہی رضامند ہو تو لیگ اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔

ہالینڈ کی پولیس نے ایک ہزار پستول اور تیس ہزار گولیاں ایک ڈچ جہاز میں پکڑی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ سامان صرف چینیوں کے لئے جا رہا تھا۔

جرمنی میں جو نئی وزارت مرتب ہوئی ہے۔ اس میں کم و بیش ہر پارٹی کے آدمی شامل ہیں۔

برلن۔ ۲۱ جنوری۔ آج رات سے جرمنی میں اتحادیوں کی فوجی کمیشن کا سرکاری طور پر خاتمہ ہو گیا۔ صرف چند افسر امور غور طلب کے تصفیہ کے لئے رہ جائیں گے۔ سات برس کے عرصے میں اس کمیشن نے ۵۰ ہزار توپوں۔ ایک لاکھ مشین گنوں۔ ۱۴ ہزار ہوائی جہازوں ۲۷ ہزار انجنوں اور کروڑوں پھٹنے والے گولوں اور چھوٹے اسلحہ کے توڑ دیئے جانے کا حکم دیا تھا۔

برلن۔ ۲ جنوری۔ مقام ڈورن سے جہاں قیصر آج کل رہتے ہیں۔ حکم آیا ہے۔ کہ برلن میں جو قیصر کا قصر شہنشاہی ہے۔ اس میں وسیع پیمانے پر نئی نئی باتیں پیدا کی جائیں۔ تاکہ وہ اس قابل ہو جائے۔ کہ جب کبھی قیصر بیگم برلن تشریف لے جائیں۔ تو اس میں قیام فرما سکیں۔ ایک اخبار لکھتا ہے۔ کہ یہ قیصر کی واپسی برلن کی ابتدائی تیاریاں ہیں۔ جس کے لئے بہت جلد پروپاگینڈا شروع ہونے والا ہے۔

حکومت مصر کے محکمہ تعلیم نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ اس سال ساٹھ طلبا کو غیر ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجیں گے۔ اور اس غرض کے لئے اس نے ایک کروڑ ۹۹ پونڈ مصری منظور کئے ہیں۔

دہلی۔ ۲۱ جنوری۔ مسٹر شعیب قریشی نے کانگرس

کمیٹی مجلس عام میں ذیل کی تجویز پیش کرنے کی اطلاع دی ہے۔ کہ چینیوں کے ساتھ جنگ میں عملی ہمدردی کے اظہار کے لئے انڈین نیشنل کانگرس کی طرف سے ایک وفد چین بھیجا جائے ؛

نئی دہلی لیجسلیٹو اسمبلی میں مولوی محمد یعقوب صاحب وکیل (مراد آباد) ڈپٹی پریزیڈنٹ کے عہدے کے لئے منتخب ہوئے ؛

... موصل ہو بر طانوی ہوائی فوج کے وزیر انگلستان روانہ ہو گئے ؛

کوئینس کالج بنارس کے ایک بنگالی طالب علم کو فوٹو گرافی کا بہت شوق تھا ؛ یہ لڑکا پچھلے سال ایف اے کے امتحان میں ناکام رہ چکا تھا۔ اس پر اس کے بڑے بھائی نے اسے حکم دیا۔ کہ امتحان کے زمانے تک اپنا یہ شوق چھوڑ دے۔ اور طالب علم مذکور کا فوٹو کمرہ بھی چھپا دیا ؛ اس صدمے میں طالب علم نے دو روز تک کھانا نہ کھایا۔ اور اس کے بعد خود کشی کر لی ؛

مجسٹریٹ لاہور نے اخبار ملاپ اور پرتاپ کو فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے والے مضامین لکھنے کے سلسلے میں تنبیہ کی ہے ؛

مدراس کونسل میں کانگرس کے ایک ممبر یہ تجویز پیش کریں گے کہ وزیروں کی تنخواہ ایک روپیہ ماہوار کر دی جائے ؛

لاہور میونسپلٹی نے لاوارث نعشوں جلانے یا دفنانے کی بجائے پانچ روپیہ فی نعش لے کر میڈیکل کالج کے ہاتھ فروخت کر دینے کی تجویز منظور کر لی ہے ؛

شریمتی جوگیش چندر رنگھ ساکن کالی کچھ کی نوجوان لڑکی نے جو چھوٹی عمر ہی میں بیوہ ہو گئی تھی۔ کلکتہ یونیورسٹی سے ایم اے کا امتحان پاس کیا ہے ؛ اس نے بیوہ ہونے کے بعد ہی پڑھائی شروع کر دی تھی ؛

لاہور۔ یکم فروری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ چند مسلمان عبدالرشید سے جن پر سوامی شردھانند کے قتل کے الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ پاگل خانے میں ملاقات کرنے کی غرض سے گئے تھے لیکن پاگل خانے کے افسروں نے ان کو ملنے کی اجازت نہ دی ؛

دہلی۔ پیر شیخ کریم اللہ کا مزار جو جامع مسجد کے سامنے تھا۔ آج صبح مسمار ہوا پایا گیا۔ ملبے کا ایک ڈھیر ایک طرف پڑا ہوا تھا ؛ مسلمان بہت بڑی تعداد میں آج موقع پر جمع ہو گئے۔ مگر اب تک ملزم کا پتہ نہیں ملا ؛

لاہور۔ ۲ فروری۔ اس سال حکومت پنجاب طبی یا کسی دوسرے تعلیمی نصاب کی تکمیل کے لئے کسی ہندوستانی گریجویٹ خاتون کو تین سو پونڈ کا وظیفہ عطا کرے گی۔ اور یہ وظیفہ تین سال کے لئے ہوگا ؛

ہزاروں قسم کے تیل

بازار میں بک رہے ہیں۔ جو ظاہری شان اور خوبصورتی میں بے نظیر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تیل وایٹ آئیل اور ولایتی خوشبوؤں سے تیار کئے جاتے ہیں۔ جو بجائے فایدہ کے دماغ اور بالوں و قوت بصارت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے تیلوں کے استعمال سے بال قبل از وقت سفید ہو جاتے ہیں۔ اور یہ تیل بالوں کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے بجائے کمزور کر دیتے ہیں۔

پس ان تیلوں سے بچنا ہی دماغ کو نقصان سے بچانا ہے

اگر واقعی آپ کو ایسے تیل کی تلاش ہو جس سے دماغ کو فائدہ پہنچے۔ بالوں کی سیاہی قائم رہے جڑیں مضبوط ہو جائیں۔ تو **شباب آملہ ہیر آئیل** یا

دلکشا چنبیلی ہیر آئیل

استعمال کیجیے۔ یہ دونوں تیل بالوں کو بڑھانے۔ بالوں کی سیاہی کو قائم رکھنے۔ اور ان کی جڑوں کو مضبوط کرنے میں بے نظیر ہیں۔ یہ تیل دماغ کی حفاظت کرتے ہیں۔ گرے ہوے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا کرتے ہیں۔ یہ تیل خشکی اور گرمی کو دور کرکے دماغ کو طراوت اور ٹھنڈک پہنچاتے ہیں۔ دماغی کام کرنے والوں کے لئے یہ تیل خاص طور سے مفید ہیں۔ بالوں کی تمام خرابیوں کو دور کرنے کے لئے نفع بخش ثابت ہوے ہیں۔ یہ تیل عورت اور مرد دونوں کے لئے مفید اور قابل قدر ہیں۔ یہ تیل ولایتی خوشبو اور وائٹ آئیل وغیرہ سے بالکل پاک ہیں۔ دام علاوہ محصولڈاک درج ذیل ہیں:-

شباب آملہ ہیر آئیل۔ فی شیشی کلاں قسم خاص عہر۔ قسم اول عہ ر۔ قسم دوم × ۔ قسم سوم ×
شباب آملہ ہیر آئیل۔ فی شیشی خورد " " ۱۲ ر۔ " " ۱۰ ر۔ " " × ۔ " " ×
دلکشا چنبیلی ہیر آئیل۔ فی شیشی کلاں " " عہ۸ر۔ " " عہ۸ر۔ " " عہر۔ " " عہر
دلکشا چنبیلی ہیر آئیل۔ فی شیشی خورد " " عہر۔ " " عہ۲ر۔ " " ۱۴ ر۔ " " ۱۰ ر

دلکشا عطر

یہ عطر مختلف پھولوں سے تیار کیا ہوا ہے۔ ولایتی خوشبو یا وائٹ آئیل وغیرہ کا اس میں ایک قطرہ تک شامل نہیں کیا جاتا۔ ہندوستان کے زمانہ قدیم کے عطروں میں جو یہ خوبی ہوتی تھی۔ کہ کپڑا دھلنے پر بھی خوشبو کپڑے سے نہ جاتی تھی۔ وہ خوبی آپ اس عطر میں موجود پائیں گے۔ ایک دفعہ کی آزمائشی خریداری آپ کو دیگر تمام عطر بھلا دے گی۔ قیمت فی شیشی کلاں تین روپے۔ درمیانہ شیشی عہر۔ خورد ۱۲ ر

منیجر بام صحت دواخانہ۔ کوچہ چیلاں۔ دہلی

خلاف تحریر ہو تو واپس

ہندوستان کی حقیقی ترقی کے خواہشمند

ملکی صنعت کی قدر کریں!

پیتل کی خوبصورت پالش شدہ پائیدار مشینوں میں سیویں
نفیس و لذیذ و عالی سیویاں تیار کرنے والی نو ایجاد
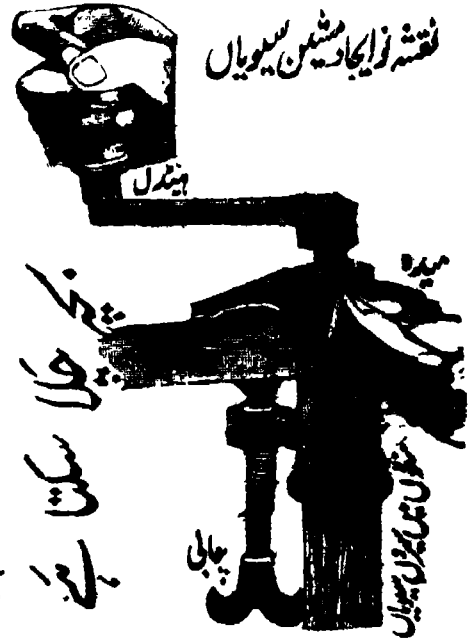
ایجنٹوں کو معقول کمیشن

پرزے مختصر و مضبوط۔ وزن کم، حجم معمولی

ہمارے اس نو ایجاد کے سب سے پہلے کارخانہ قائم شدہ ۱۹۱۴ء کی تیار کردہ

ڈاٹ نکالنا نہیں پڑتا — حوالہ اخبار ضرور دیں۔ پتہ صاف و خوشخط

قیمت مشین پیتل معہ چھلنی (سوراخ ۱ و ۲) دو عدد
مبلغ آٹھ روپیہ۔ علاوہ محصول ڈاک وغیرہ

مینیجر کارخانہ مشین سیویاں قادیان (پنجاب)

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۸	لاہور ہفتہ ۱۹ فروری ۱۹۲۷ء	جلد ۲۹

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

دینیہ مدرسہ حمیدیہ بھوپال

کل ہوٹل میں ایک نہایت شان دار جلسہ منعقد ہوا جس میں شہر کی ہزار ڈیڑھ ہزار خواتین شریک تھیں۔ علیا حضرت سرکار عالیہ اور ہز ہائینس نواب شاہ بانو بیگم اور نواب گوہر تاج بیگم۔ جناب قیصر دلھن۔ جناب شہر یار دلھن بھی تشریف لائی تھیں خواتین کا مجمع اور یہ نظارہ ہر خاتون کے لئے قابل دید تھا۔ اس میں ایک ایسے مدرسے کا افتتاح ہوا۔ جو خیر و برکت کا سرچشمہ ہوگا۔ اس مدرسے میں عورتوں کو مذہب کی تعلیم دی جائے گی۔ کیونکہ آج کل ہندوستان بھر میں کسی جگہ یہ انتظام نہیں ہے۔ اس مدرسے کا نام ہمارے ہر دل عزیز فرماں روا کے مبارک نام پر "مدرسہ اسلامیہ حمیدیہ" رکھا گیا۔

اول سرکار عالیہ نے ایک تقریر میں ایسے مدرسے کی ضرورت ظاہر کی۔ اور عورتوں کی مذہبی تعلیم پر زور دیا۔ پھر ہز ہائینس شاہ بانو بیگم صاحبہ نے ایک تقریر فرمائی۔ اور مدرسے کا افتتاح کیا۔ اس کے بعد جناب آبرو بیگم صاحبہ نے ایک تقریر کی جس میں انہوں نے یہ بات دکھائی۔ کہ عورتوں نے اسلام کی کیا کیا خدمتیں کی ہیں۔ پانچ گھنٹے تک یہ دلچسپ جلسہ رہا۔

راقمہ انور جہاں۔ امیر گنج۔ بھوپال

تعلیم نسواں و دَورِ جدید

میں نے ۲۲ جنوری کے تہذیب میں عنوان مندرجہ بالا پر جناب عبد الرشید صاحب ملک کا ایک مضمون پڑھا۔ ملک صاحب موصوف نہایت اچھا مضمون لکھتے لکھتے بعض موقعوں پر سیدھا رستہ چھوڑ کر بھٹک گئے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ ایک پیراک تیرتے تیرتے غوطے کھا کھا کر پھر سطح پر نمودار ہو رہا ہے۔ اس میں جناب ملک صاحب کا قصور نہیں ہے بلکہ آج کل بے خبری اور جہالت میں ڈوبے ہوئے جمہور کے گہرے تاریک خیالات کا اثر ہر شخص پر پڑ رہا ہے۔ اور جب کوئی شخص روشنی کی طرف قدم بڑھانا چاہتا ہے۔ تو اس کے پاؤں ڈگمگانے لگتے ہیں۔ یہ ایک عام تجربے کی بات ہے۔ کہ سخت تاریکی میں سے یکایک روشنی میں نکل کر آنے سے اپنے سامنے کی چیزیں فوراً ہی صاف نظر نہیں آتیں۔ آنکھیں روشنی سے آشنا ہوتے ہوتے ہی ہوتی ہیں۔

ملک صاحب نے اور جو کچھ لکھا۔ اس کے بارے میں میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ بعض باتوں کا جواب خود مولوی سید ممتاز علی صاحب نے نہایت خوب صورتی کے ساتھ دے دیا ہے۔ اس سے زائد میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ البتہ اتنی بات ضرور عرض کروں گا۔ کہ پردے کے معاملے میں ہندوستان کے مسلمان جس غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی مثال دنیا کے کسی اسلامی ملک میں نہیں ملتی۔ نہ قدیم

زمانے کے مسلمان اس غلطی میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ اور نہ زمانۂ حال کے مسلمانوں میں وہ بات پائی جاتی ہے۔ جو ہندوستان کے مسلمانوں میں دیکھنے میں آرہی ہے۔ مراقش سے لے کر چین تک۔ اور جنوبی افریقہ سے لے کر سائبیریا تک جس کا دل چاہے نگاہ دوڑا کر دیکھ لے۔ کہ دنیا کے کسی خطے میں مسلمان عورتوں کو چہار دیواری میں بند نہیں رکھتے۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان (سوائے چند کے) اس پر مُصر ہیں۔ کہ ہم ایک غیر مشروع پردہ پر اپنی جانیں لڑا دیں گے اور جو لوگ شرعی پردہ کا نام بھی لیں گے۔ ان کو طعن تشنیع کا نشانہ بنائیں گے۔ اور ان کو یورپ کی تقلید اور فیشن کا شیدا بنا بنا کر تکلیف پہنچائیں گے۔ بلکہ ان کو بدنام کریں گے لیکن آخر اصلیت کسی نہ کسی وقت اپنا اثر پیدا کرے گی۔ اور ہمارے آسودہ حال مسلمانوں کی مستورات کو بھی موجودہ پردہ کی سختیوں سے نجات ملے گی۔ اور شرعی پردہ کے ساتھ باہر جانے اور اپنے کام کاج کی انجام دہی کی اجازت مل جائے گی۔

مجھے اس بات کی نہایت مسرت ہے۔ کہ جناب مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی نے گزشتہ ندوۃ العلماء کے جلسہ سالانہ میں۔ جو کانپور میں منعقد ہوا تھا۔ مسلمانوں کو مذکورہ بالا غلطی سے نہایت زور کے ساتھ متنبہ کیا ہے۔ کہ ان کو اپنی مستورات کو چہار دیواری میں بند رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جس سے ان کی صحت بالکل [illegible] ہو جاتی ہے۔ بلکہ مثل دیگر اسلامی ممالک کے اب ہماری مستورات کو بھی نقاب اور برقعہ کے پردے کے ساتھ گھروں سے باہر جانے کی اجازت ملنی چاہئے۔ نقاب کا پردہ شرعی پردہ ہے۔ اس میں یورپ کی تقلید نہیں ہے۔ بلکہ عرب کی تقلید ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ چند سال میں موجودہ غیر شرعی رسمی پردہ سے ہماری مستورات کو نجات ملے گی اور شرعی پردہ رواج پا جائے گا جس کی نہایت سخت ضرورت ہے۔

جناب ملک صاحب نے چند واقعات علیا حضرت ہر ہائنس جناب بیگم صاحبہ بھوپال کی علی گڑھ میں تشریف آوری کے متعلق لکھے ہیں جن میں ایک واقعہ تو اس قدر غلط ہے۔ کہ جناب ملک صاحب کو بلا تحقیق کے اخبار میں ہرگز شائع کرنا نہیں چاہئے تھا۔ مدرسہ نسواں علیگڑھ میں ایک لڑکی بھی ایسی نہیں ہے۔ جو اونچا پاجامہ پہنتی ہو۔ اور نہ سرکار عالیہ نے کسی لڑکی کو اونچا پاجامہ پہننے کی وجہ سے ٹوکا۔ لباس کی تبدیلی ہر زمانے میں ہوتی رہتی ہے۔ اگر قرون اولی کے مسلمانوں کی مردوں اور عورتوں کے لباس سے آج کل کے مردوں اور عورتوں کے لباس کا مقابلہ کیا جائے۔ تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہوگا لیکن تعجب ہے۔ کہ کوئی اپنا لباس تبدیل کرے اس پر طعنہ زنی کرنا قبل از مرگ واویلا کا مصداق ہے۔ علاوہ بریں [illegible] دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ پرنسپل صاحبہ [illegible] بیگم صاحبہ کے بارے میں

...کثیر تعداد ننھے بچوں کی جو ہر سال فائع ہو ...تی ہے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ کیونکہ ...نوزائیدہ بچہ نہایت نازک ہوتا ہے۔ اور اس کو طاقت اور نشوونما حاصل کرنے کے لئے کافی مقدار میں تازہ ہوا کی ضرورت ہے۔ جو لحاف کے اندر کسی طرح نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ جو گندی اور زہریلی ہوا سانس میں برآمد ہوتی ہے۔ وہی دوبارہ چلی جاتی ہے۔ اور جن لوگوں کو مُنہ ڈھانکنے کی عادت نہیں ہوتی۔ انہیں فوراً اس کا احساس ہوتا ہے۔ میری اپنی یہ حالت ہے۔ کہ اگر سوتے میں کبھی اتفاقیہ مُنہ پر لحاف آپڑتا ہے۔ تو فوراً دم گھٹنے لگتا ہے۔ اور آنکھ کھل جاتی ہے۔ یہاں تک۔ کہ گرمی کے موسم میں مچھروں وغیرہ سے بچنے کے لئے باریک کپڑا بھی چہرے پر نہیں ڈال سکتی۔ ہاں پردہ دار مسہری میں سونے میں مضائقہ نہیں۔ یہی حالت میرے بچوں کی ہے۔ مجھے ان لوگوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ جو پیروں کی طرح سر کے نیچے بھی لحاف دبا لیتے ہیں۔ اور مزے سے پڑے سوتے ہیں۔ تاہم بڑے آدمی اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں۔ مُنہ کھول سکتے ہیں۔ لیکن چھوٹے بچے بے چارے بالکل بے دست وپا ہوتے ہیں۔ اور خود کچھ نہیں کر سکتے۔

میں نے اپنے عزیزوں اور واقف کاروں میں کئی واقعے ایسے سُنے ہیں۔ کہ بالکل تندرست

...فر... ...غلط ہے ...صاحب کی بیگم صاحبہ مدرسہ نسواں میں کسی جلسے میں شریک نہیں ہوئی تھیں۔ اور مجھ کو یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ بیگم صاحبہ موصوفہ کے بال نہ میموں کی طرح سے کٹے ہوئے ہیں۔ اور نہ مردوں کی طرح چھلے ہیں۔ میں ملک صاحب کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کابل اور پشاور کی بیبیاں اکثر اپنے سامنے کے بال ترشوا دیتی ہیں۔ اور ان بالوں کو پٹیوں یا مشین سے بنا لیتی ہیں۔ یہ یورپ کی تقلید نہیں ہے۔ بلکہ کابل یا پشاور کی طرف عرصے سے یہ دستور چلا آتا ہے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ کسی موقعہ پر سرکار عالیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔ ممکن ہے۔ کہ وہاں پر ان سے بالوں کے ترشوانے کے متعلق کچھ بات چیت ہوئی ہو۔

خاکسار عبداللہ

بچوّں کا مُنہ ڈھانکنا

آج کل سردی کے موسم میں مائیں عموماً چھوٹے بچوں کو مُنہ ڈھانک کر سُلاتی ہیں۔ اور جو بچے اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔ وہ بڑے آرام سے سوتے رہتے ہیں۔ اور معمولی کھٹکے سے نہیں چونکتے لیکن

زمانے کے مسلمان اس غلطی میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ اور نہ زمانۂ حال کے مسلمانوں میں وہ بات پائی جاتی ہے۔ جو ہندوستان کے مسلمانوں میں دیکھنے میں آرہی ہے۔ مراقش سے لے کر چاپان تک۔ اور جنوبی افریقہ سے لے کر سائبیریا تک جس کا دل چاہے نگاہ دوڑا کر دیکھ لے۔ کہ دنیا کے کسی خطے میں مسلمان عورتوں کو چہار دیواری میں بند نہیں رکھتے۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان (سوائے چند کے) اس پر مُصر ہیں۔ کہ ہم ایک غیر مشروع پردہ پر اپنی جانیں لڑا دیں گے اور جو لوگ شرعی پردہ کا نام بھی لیں گے۔ ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں گے۔ اور ان کو یورپ کی تقلید اور فیشن کا شیدا بنا بنا کر تکلیف پہنچائیں گے۔ بلکہ ان کو بدنام کریں گے لیکن آخر اصلیت کسی نہ کسی وقت اپنا اثر پیدا کرے گی۔ اور ہمارے آسودہ حال مسلمانوں کی مستورات کو بھی موجودہ پردہ کی سختیوں سے نجات ملے گی۔ اور شرعی پردہ کے ساتھ باہر جانے اور اپنے کام کاج کی انجام دہی کی اجازت مل جائے گی۔

مجھے اس بات کی نہایت مسرت ہے۔ کہ جناب مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی نے گزشتہ ندوۃ العلماء کے جلسہ سالانہ میں۔ جو کانپور میں منعقد ہوا تھا مسلمانوں کو مذکورہ بالا غلطی سے نہایت زور کے ساتھ متنبہ کیا ہے۔ کہ ان کو اپنی مستورات کو چہار دیواری میں بند رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جس سے ان کی صحت بالکل برباد ہو جاتی ہے۔ بلکہ مثل دیگر اسلامی ممالک کے اب ہماری مستورات کو بھی نقاب اور برقعہ کے پردے کے ساتھ گھروں سے باہر جانے کی اجازت ملنی چاہئے۔ نقاب کا پردہ شرعی پردہ ہے۔ اس میں یورپ کی تقلید نہیں ہے۔ بلکہ عرب کی تقلید ہے۔

مجھے امید ہے۔ کہ چند سال میں موجودہ غیر فطرتی رسمی پردہ سے ہماری مستورات کو نجات ملے گی۔ اور شرعی پردہ رواج پا جائے گا۔ جس کی نہایت سخت ضرورت ہے۔

جناب ملک صاحب نے چند واقعات علیا حضرت ہر ہائنس جناب بیگم صاحبہ بھوپال کی علی گڑھ میں تشریف آوری کے متعلق لکھے ہیں۔ جن میں ایک واقعہ تو اس قدر غلط ہے۔ کہ جناب ملک صاحب کو بلا تحقیق کے اخبار میں ہرگز شائع کرنا نہیں چاہئے تھا۔ مدرسۃ نسواں علیگڑھ میں ایک لڑکی بھی ایسی نہیں ہے۔ جو اونچا پاجامہ پہنتی ہو۔ اور نہ سرکار عالیہ نے کسی لڑکی کو اونچا پاجامہ پہننے کی وجہ سے ٹوکا۔ لباس کی تبدیلی ہر زمانے میں ہوتی رہتی ہے۔ اگر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی مردوں اور عورتوں کے لباس سے آج کل کے مردوں اور عورتوں کے لباس کا مقابلہ کیا جائے۔ تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہوگا لیکن قبل اس کے۔ کہ کوئی اپنا لباس تبدیل کرے اس پر طعنہ زنی کرنا قبل از مرگ واویلا کا مصداق ہے۔ علاوہ بریں دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ پروفیسر صاحب کی بیگم صاحبہ کے بارے میں

ملک صاحب نے جو لکھا ہے۔ کہ ان کے بال یورپین لیڈیوں کی طرح کٹے ہوئے تھے۔ اور شکل پٹوں کے ہیں۔ اور ان کو سرکار عالیہ نے تنبیہ فرمائی۔ یہ واقعہ غلط ہے۔ کیونکہ پروفیسر صاحب کی بیگم صاحبہ مدرسہ نسواں میں کسی جلسے میں شریک نہیں ہوئی تھیں۔ اور مجھ کو یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ بیگم صاحبہ موصوفہ کے بال نہ میموں کی طرح سے کٹے ہوئے ہیں۔ اور نہ مردوں کی طرح پٹے ہیں۔ میں ملک صاحب کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کابل اور پشاور کی بیبیاں اکثر اپنے سامنے کے بال ترشوا دیتی ہیں۔ اور ان بالوں کو پٹیوں یا مشین سے بنالیتی ہیں۔ یہ یورپ کی تقلید نہیں ہے۔ بلکہ کابل یا پشاور کی طرف عرصے سے یہ دستور چلا آتا ہے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ کسی موقعہ پر سرکار عالیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔ ممکن ہے۔ کہ وہاں پر ان سے بالوں کے ترشوانے کے متعلق کچھ بات چیت ہوئی ہو۔

خاکسار عبداللہ

بچوں کا منہ ڈھانکنا

آج کل سردی کے موسم میں مائیں عموماً چھوٹے بچوں کو منہ ڈھانک کر سلاتی ہیں۔ اور جو بچے اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔ وہ بڑے آرام سے سوتے رہتے ہیں۔ اور معمولی کھٹکے سے نہیں چونکتے لیکن

میں کثیر تعداد ننھے بچوں کی جو ہر سال ضائع ہو جاتی ہے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ کیونکہ نوزائیدہ بچہ نہایت نازک ہوتا ہے۔ اور اس کو طاقت اور نشوونما حاصل کرنے کے لئے کافی مقدار میں تازہ ہوا کی ضرورت ہے۔ جو لحاف کے اندر کسی طرح نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ جو گندی اور زہریلی ہوا سانس میں برآمد ہوتی ہے۔ وہی دوبارہ چلی جاتی ہے۔ اور جن لوگوں کو منہ ڈھانکنے کی عادت نہیں ہوتی۔ انہیں فوراً اس کا احساس ہوتا ہے۔ میری اپنی یہ حالت ہے۔ کہ اگر سوتے میں کبھی اتفاقیہ منہ پر لحاف آپڑتا ہے۔ تو فوراً دم گھٹنے لگتا ہے۔ اور آنکھ کھل جاتی ہے۔ یہاں تک۔ کہ گرمی کے موسم میں مچھروں وغیرہ سے بچنے کے لئے باریک کپڑا بھی چہرے پر نہیں ڈال سکتی ہاں پردہ دار مسہری میں سونے میں مضائقہ نہیں یہی حالت میرے بچوں کی ہے۔ مجھے ان لوگوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ جو پیروں کی طرح سر کے نیچے بھی لحاف دبا لیتے ہیں۔ اور مزے سے پڑے سوتے ہیں۔ تاہم بڑے آدمی اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں۔ منہ کھول سکتے ہیں۔ لیکن چھوٹے بچے بے چارے بالکل بے دست و پا ہوتے ہیں اور خود کچھ نہیں کر سکتے۔

میں نے اپنے عزیزوں اور واقف کاروں میں کئی واقعے ایسے سنے ہیں۔ کہ بالکل تندرست

اطمینان سے اپنے کام میں مصروف ہوگئیں۔ جب بہت
دیر ہوگئی۔ تو آکر دیکھا۔ کہ آج کیا بات ہے۔ بچہ ابھی تک
سو رہا ہے۔ لحاف کھولا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ بے چارہ اس
نیند سو رہا ہے۔ جس سے جگانا انسانی طاقت سے باہر
ہے۔ بظاہر ایسی موتوں کی کوئی وجہ سوائے دم گھٹنے
کے نہیں ہے۔ خصوصاً پیدائشی کمزور بچے تو بہت زیادہ
اسی بے احتیاطی کی نذر ہوتے ہیں۔ تین سال ہوئے
میری ایک عزیزہ کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اور اس
کی پیدائش سے ۲۴ گھنٹے پیشتر کسی وجہ سے اس
کی والدہ کو غشی طاری ہوگئی تھی۔ اور تھوڑی تھوڑی
دیر بعد سخت تشنج کے دورے ہوتے تھے۔ یہاں تک
کہ ہم لوگ زچہ اور بچہ دونوں سے مایوس ہو چکے تھے۔
لیڈی ڈاکٹر صاحبہ کے اطمینان دلانے پر زچہ کی طرف
سے تو خیر کچھ امید تھی بھی لیکن بچے کی طرف سے ان کو خود
بھی مایوسی تھی۔ لیکن خدا کی مہربانی سے لڑکی زندہ پیدا
ہوئی۔ مگر اتنی کمزور تھی۔ کہ سانس بھی نہیں لے سکتی تھی۔
ڈاکٹر صاحبہ نے اسے متواتر ٹھنڈے گرم پانی کے ٹب
میں غوطے دئے۔ اور الٹا لٹکا کر بڑی دیر تک ہلایا۔ پیٹھ
پر بڑے زور زور سے تھپڑ مارے۔ پھر میز پر بٹھا کر منہ
میں پھونکتی اور ہاتھوں کو اونچا نیچا کرتی رہیں۔ تب
کہیں آدھے گھنٹے بعد اس نے آواز نکالی۔ جو گویا اس
کی زندگی کی علامت تھی۔ اطمینان ہونے پر مس صاحبہ
نے بچی کو کپڑے پہنا کر ہمارے حوالے کیا۔ اور ہدایت
کی۔ کہ اس کو جتنا بھی گرم رکھ سکیں رکھئے۔ یہاں تک،
انسانی گود کی گرمی پہنچائیے۔ اور دونوں کروٹوں میں
ربڑ کی تھیلیاں جن میں گرم پانی بھرا ہوا تھا۔ لگا دیں
اور تمام رات اس کے قریب انگیٹھی روشن رکھنے
کی ہدایت کی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ باوجود اسکو
ہر طرح گرم رکھنے کی کوشش کے اس کا چہرہ برابر
کھلا رکھئے۔ تاکہ تازہ ہوا سانس میں جا سکے۔ غرض ان
کی تمام ہدایتوں پر حرف بحرف عمل کیا گیا۔ اور خدا
کی عنایت سے بچی کی جان بچ گئی۔

ہم لوگ شفاخانے سے گھر واپس بھی نہیں آئے
تھے۔ کہ بالکل اسی طرح کا ایک کیس وہاں اور
آیا۔ کیونکہ اس زمانے میں زچاؤں میں غشی اور
تشنج کا مرض وبا کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اور کثرت
سے ایسی مریضہ آرہی تھیں۔ قدرت الٰہی سے وہ
بچی بھی ایسی ہی پیدا ہوئی جیسی کہ میری عزیزہ کی
تھی۔ لیکن تندرست وہ اس سے زیادہ تھی۔ اور
معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس پر ماں کی علالت کا صرف
عارضی اثر ہے۔ ویسے پہلے سے وہ کافی طاقت اور
نشو و نما حاصل کر چکی تھی۔ جس سے امید تھی۔ کہ اس
عارضی تکلیف کا اثر دور ہونے پر وہ بالکل ٹھیک
ہو جائے گی۔ اور بظاہر اس کی جان کا کوئی خطرہ نہ تھا۔
مس صاحبہ نے اس بچی کو اس کے عزیزوں
کے سپرد کرتے وقت وہی ہدایتیں کیں۔ جو ہمیں
کی تھیں۔ مگر افسوس وہ بے چارے بہت سیدھے
سادے گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اور گرم رکھنے

تک رضائی میں لپیٹ دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے
مس صاحبہ کے پیٹھ موڑتے ہی لڑکی کا سر منہ سب
لپیٹ دیا۔ اور صبح کو جب مس صاحبہ نے جا کر دیکھا۔
تو وہ غریب بچی ختم ہو چکی تھی۔ مس صاحبہ کو اس کی موت
کا بہت رنج ہوا۔ اور بار بار وہ کہتی تھیں۔ کہ ایسی تندرست
بچی محض ٹھیک تیمارداری نہ ہونے کی وجہ سے نہ
بچ سکی۔ پھر ہمارے کمرے میں آئیں۔ تو کہا۔ درحقیقت
مجھے آپ کی بچی کی طرف سے بہت ناامیدی تھی۔ اور
رات کو مجھے پورا یقین تھا۔ کہ صبح میں اسے زندہ نہ
پاؤں گی۔ مگر آپ لوگوں نے اس کی تیمارداری بہت
اچھی کی۔ اور میری ہدایتوں پر پورا پورا عمل کیا۔ خدا نے
اس کی جان بچا لی۔ لیکن آج والی لڑکی کی زندگی
کی مجھے ننانوے فی صدی امید تھی۔ مگر افسوس۔ کہ وہ
اپنے تیمارداروں کی ناسمجھی کی وجہ سے بے موت مر گئی
اور ایک اسی پر کیا منحصر ہے۔ ماؤں کی جہالت اور
ناواقفیت کی وجہ سے نہ معلوم کتنی جانیں آئے دن
ضائع ہوتی رہتی ہیں۔

واضح ہو۔ کہ بچے کو ہمیشہ گلے سے لحاف اڑھانا
چاہئے۔ اور سر اور کانوں کو سردی سے بچانے کے لئے
گرم یا روئی دار کنٹوپ پہنا دینا کافی ہے۔ چہرہ سخت
سے سخت سردی کے موسم میں بھی کھلا رہنا چاہئے۔
اس سے مطلق کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ بلکہ سراسر فائدہ
ہے۔ اور جو لوگ بچپن سے چہرہ کھلا رکھنے کے عادی
ہیں۔ وہ بہت سی ان بیماریوں سے بچے رہتے ہیں
جو سانس میں تازہ ہوا نہ پہنچنے سے بچوں اور
بڑوں سب کو لاحق ہوتی رہتی ہیں۔

خاکسار ظفر جہاں

محفلوں میں بچے

بہن ظفر جہاں نے بچوں کو محفلوں میں شریک کرنے
کی دو خاص وجوہ لکھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آج کل مردوں
کو اعتراض و شکایت کا موقع ملتا ہے۔ اور وہ اس وجہ
سے عاجز و پریشان ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ شریک
محفل ہونے کے لئے ان میں آداب مجلس کی قابلیت
پیدا ہو گی۔ لیکن میں بہن صاحبہ سے اس بارہ میں
بالکل خلاف ہوں۔ بہن صاحبہ نے لکھنے کو تو ان کے
مہذب بنانے کی بہت سی ترکیبیں لکھ دیں۔ لیکن
غور یہ کرنا چاہئے۔ کہ ایسے شائستہ بچے سو میں کتنے
ہو سکتے ہیں۔ یا کتنی مائیں ان کو ایسا بنا سکتی ہیں؟
میں پھر یہی کہوں گی۔ کہ اتنی اہلیت رکھنے والی
فی صدی دو چار ہی عورتیں ہوں گی۔ پھر جب عام
طور پر مائیں انہیں مہذب نہیں بنا سکتیں۔ تو ان
کی شائستہ و ناشائستہ حرکات میں بھی تمیز کس طرح
کر سکتی ہیں؟

علاوہ بریں بچوں کو اس قدر سنجیدہ اور متین بنانا
بھی میرے خیال میں ٹھیک نہیں۔ نامناسب حرکات
سے انہیں ضرور باز رکھنا چاہئے۔ لیکن بڑوں کی
طرح متین و خاموش بنا کر دوڑ دھوپ اور شور غل
سے روکنا ان کی ذہانت کو ٹھوس اور ان کی

چستی و چالاکی کو نیست اور ان کی فطری نشو و نما میں
میں رکاوٹ ڈالنا ہے + دوسرے بچے خواہ کتنے
ہی مہذب ہوں۔ ان کے سبب سے میزبان کو
کچھ نہ کچھ تکلیف ہونا لازمی ہے۔ اور مہمان بیویاں
کو بھی بعض زحمتیں اپنے گھر سے زیادہ پیش آنے
کا احتمال + ایک مرتبہ ایک مہارانی صاحبہ کے
یہاں گارڈن پارٹی میں میں بھی شریک تھی + ریاست
کے ایک اعلیٰ عہدہ دار کی بیوی اپنے کئی بچوں کے
ساتھ تشریف لائیں + بچے بھی پاس بیٹھے تھے سب
چاء میں مصروف ہوئے + اتفاق سے چھوٹا بچہ ایک
قریب حوض کے پاس رنگین مچھلیوں کا تماشہ دیکھنے
لگا + چھوٹا سا قد ایک مرتبہ ہم اچھلا۔ تو حوض کے اندر
غڑپ + وہ تو خیریت ہوئی۔ کہ ایک بیوی نے اسے
گرتے دیکھ لیا۔ ورنہ بے چارہ خواہ مخواہ ہلاک ہوتا +
سب نے مل کے نکالا + تمام کپڑے وغیرہ تر ہو گئے
تھے۔ بے چاری کو اسی وقت واپس ہونا پڑا + دوسری
مرتبہ مہارانی صاحبہ نے پھر پارٹی دی۔ تو بچوں کو
ساتھ لانے کی ممانعت کر دی + میرا مطلب اس
مثال سے یہ ہے۔ کہ اکثر میزبانوں کو پریشانی
اور مہمانوں کو پشیمانی اٹھانا پڑتی ہے +

پھر فرض کیجئے۔ بچے پابند وقت ہیں۔ اور ماں
کچھ خور و نوش کا سامان بھی اپنے ساتھ رکھتی ہے۔
لیکن خشک چیزیں یا پھل وغیرہ سے کھانے کا مقصد
تو نہیں نکل سکتا۔ اس کے لئے ضرورت یہ پڑے
گی۔ کہ بچوں کا کچھ کھانا بھی ساتھ رکھیں + اب ایک
تو یہ کہ قبل از وقت اس کا انتظام کریں۔ دوسرے
یہ کہ ایک باقاعدہ اسباب کا بار اٹھائیں۔ اور
اس میں بھی بعض بالکل چھوٹے بچوں کے لئے یہ
اہتمام ممکن نہیں + آج کل نہیں معلوم کتنے بچے باقاعدہ
ڈبے کا دودھ پیتے ہیں + اب ڈبے کے دودھ
بنانے میں جو زحمتیں ہیں۔ اس پر غور کرنا چاہئے +
دو چار برتن۔ بوتل چمچ اور گرم پانی وغیرہ کا انتظام
پورا ایک کھٹراگ ہو گیا + کسی کے گھر جا کر بغیر اس
کی مدد کے یہ سب باتیں ممکن نہیں +

پھر غیر مانوس شکلیں دیکھ کر اکثر بچے باوجود روز ایسے
موقعوں کے پیش آنے کے بھی روتے اور پریشان
ہوتے ہیں + کھلا پلا کے ان کے سونے کا بندوبست
کرنا بھی ایک فکر ہے + نیز اس کا ڈر لگا رہتا ہے۔
کہ کوئی جگا نہ دے۔ شور و غل سے آنکھ نہ کھل جائے
غرض گئیں تو میل ملاقات کو۔ اور سارا وقت بچوں
کے رکھ رکھاؤ میں صرف ہو گیا + ان تمام وجوہ کو دیکھتے
ہوئے میرے خیال میں چھوٹے بچوں کو کبھی اپنے
ساتھ نہ لے جانا چاہئے +

رہا یہ کہ انہیں تمیز و سلیقہ کس طرح آئے۔ اس
کے لئے سب سے بہتر صورت یہ ہے۔ کہ اپنے
یہاں جو کوئی مہمان آئے۔ بچوں کو کچھ دیر کے لئے
ان سے ملائیں۔ اور سلام دعا۔ مزاج پرسی اور
مہذب گفتگو کے طریقے سکھائیں +

اب مردوں کی شکایت اور ماؤں کے ہاتھوں
تکلیف اٹھانا دو باتیں رہ گئیں۔ یہ دونوں باتیں

میں ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کیا بہن صاحبہ زیادہ تر
ایسے گھر بتا سکتی ہیں۔ جہاں مرد بچوں کی خاطر کچھ
تکلیف اُٹھاتے ہوں۔ شاذ و نادر کا ذکر نہیں۔ اصل
میں مردوں کو بیویوں کے میل ملاقات کا دائرہ محدود
کرنے کا یہ بھی ایک بہانہ مل گیا ہے۔ اور تو کچھ نہیں
کہا جا سکتا۔

ماماؤں سے تکلیف پانا بھی صرف ایک خیال
ہے۔ یا شاید ان بہنوں کو اس کا اتفاق ہوتا ہو۔
جو روز نوکر بدلنے کی عادی ہوں۔ ورنہ اگر کوئی
باقاعدہ کھلائی بچے پر مقرر ہو۔ تو سوا کسی سنگدل
کے اور کوئی بچے کو خطرناک تکلیف نہیں دیتا۔ اور
نہ کسی قسم کی لاپروائی برتتی ہیں۔ ان کو تو اپنے
بچوں ایسی محبت ہو جاتی ہے۔ اور نادانستہ کبھی کسی
غلطی کا سرزد ہو جانا تو فطرت انسانی ہے۔ ان تمام
باتوں کے دور کرنے اور مشکلات سے چھوٹنے کی
اصل اور بہترین ترکیب یہ ہے۔ کہ بہنوں کو عموماً
اور بچوں کی ماؤں کو خصوصاً دو ایک گھنٹے کے
سوا کسی جگہ دن بھر کے لئے جانا ہی نہ چاہئے۔
لیکن بچوں کو ساتھ لے کے تو شریک ہونا کسی صورت
سے مناسب نہیں۔

آر کے

آپس میں شادی

محترمہ رضویہ خاتون نے عنوان بالا پر ایک
عمدہ مضمون لکھ کر بھیجا ہے۔ جس میں چند غیر ضروری
امور کے بیان کے بعد جن کو میں نے حذف کر دیا
ہے۔ وہ یوں تحریر کرتی ہیں:۔

ہمیں ہندوستان کی صورت حال کو پیش نظر
رکھ کر اس مسئلے کی چھان بین کرنا چاہئے۔ جہالت
اور صدیوں کے رسم و رواج کی بنا پر عموماً شرفا میں
ایک قسم کی خودی پیدا ہو گئی ہے۔ کہ اپنے حسب
نسب کی برابر کسی دوسرے کے حسب و نسب کو
قرار نہیں دیتے۔ جن دوسرے خاندانوں کو اپنی
برابر نہیں سمجھتے ہیں۔ اگر ان میں بھی کوئی رشتہ
ہو جائے۔ تو لڑکی کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگتے ہیں۔
مستورات کہتی ہیں۔ کہ اگر نسب میں کوئی خرابی
نہیں ہوتی۔ تو باہر ہی کیوں نکلتیں؟ ہندوستانی
ساس نندیں بہو کی حرکات و سکنات رفتار و
گفتار الغرض ہر فعل کو نکتہ چینی کی نظر سے دیکھتی
ہیں۔ اگر لڑکی اپنے خاندان کی ہو۔ تو کچھ تو دوسرے
رشتوں کی بنا پر اور کچھ خود بھی اسی قسم کے عادات
اطوار ہونے اور ان سے پہلے آگاہ ہونے کی وجہ
سے نکتہ چینی میں کمی ہو جاتی ہے۔ لیکن بہو باہر
کی ہو۔ تو اوّل اسے اپنی برابر ہی نہیں سمجھتی ہیں۔
دوئم اس کے ہر فعل پر جو ان کے افعال سے
مختلف ہو۔ خواہ اچھا ہی کیوں نہ ہو۔ جا بے جا
نکتہ چینی ہوتی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے ایسی
حالت میں زندگی وبال جان ہو جاتی ہے۔ اگرچہ
تعلیم نسواں نے اس بے جا تعصب میں کمی

کی ہے۔ لیکن یہ خود بہت کم ہے۔ اور اس کی رفتارِ ترقی نہایت مدہم ہے جس کی وجہ سے اس کا اثر نہ اس وقت عام ہے۔ اور نہ زمانۂ قریب میں عام ہو سکتا ہے۔

باہر کی لڑکی کو ہمہ صفت سمجھ کر لاتی ہیں۔ اور جب انسانی کمزوریاں جو بہ تقاضائے فطرت ان سے ظاہر ہوتی ہیں۔ تو شور مچاتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ غیر عورتوں کی جو عادات بچے میں پیدا ہو جائیں گی۔ وہ اس کو اہلِ خاندان سے میل جول میں تکلیف کا باعث ہوں گی۔ بلکہ ہر دو فریق کو ترکِ عادت کی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔ کیونکہ ہر خاندان کا طرزِ معاشرت جدا گانہ ہے۔ اس لئے شوہر و زوجہ ایک خاندان بلکہ ایک گھر میں رہ کر تعلیم و تربیت پائیں گے۔ تو اختلافِ مزاج کا مسئلہ بھی بآسانی طے ہو سکتا ہے۔ اور محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کی منشا بھی ایک حد تک پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ ہمارے خاندان میں تمام بیاہ شادیاں اپنے نہایت قریب عزیزوں میں ہوتی ہیں۔ اور بفضلہٖ کبھی نااتفاقی کی نوبت نہیں آتی۔ بلکہ فریقین نہایت آرام و اطمینان کی زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں آپس میں ہی شادی کرنا مناسب ہے۔ اس سے ایک مستقل جتھا بنا رہتا ہے۔ البتہ اس تعصب کے دور کرنے کی ضرورت ضرور ہے۔ کیونکہ بعض اوقات خاندان یا اس حلقہ میں جہاں شادی بیاہ مختلف خاندان کئے ہوئے ہیں۔ لڑکے یا لڑکی کے لئے مناسب جوڑ نہ ہونے کے سبب یا کسی مصلحت سے باہر شادی کرنا ناگزیر ہوتا ہے شادی کرنے میں ایک یہ فائدہ بھی ہے۔ کہ دو تین کنبوں قبیلوں سے رشتہ اتحاد بڑھانے کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔

خاکسار رضویہ خاتون

ذراسی توجہ چاہئے

تہذیب نسواں مورخہ ۱۵ جنوری میں اپنا مضمون ایک آنہ فنڈ اور قبلہ بھائی صاحب محترم کا نوٹ دیکھا۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" تین ہزار خریدار بہنوں میں سے دو ہزار اور دو ہزار بھی نہ سہی صرف ایک ہزار خریدار بہنیں بھی اگر ایک آنہ فنڈ میں شریک ہو گئیں۔ تو بہت کچھ ہو جائے گا۔ البتہ بہنوں کی ذراسی توجہ درکار ہے۔ بھائی صاحب اللہ کا نام لے کر فنڈ قائم کر دیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ انشاء اللہ اس فنڈ سے کم از کم چالیس پچاس روپیہ ماہوار کی آمدنی ضرور ہوتی رہے گی۔

رہا یہ سوال۔ کہ شہری اسکولوں کی امداد شہر ہی والوں کو دینا چاہئے۔ بالکل درست ہے۔ مگر افسوس مراد آباد میں مطلق تعلیم نسواں کا احساس نہیں۔ مراد آباد کے قیام میں میرا ملنا معزز خاندان کی مستورات سے ہوتا رہا۔ جن میں اکثر لکھی پڑھی

تھیں۔ میں نے اسکول کا ذکر کیا۔ اور اس طرف
توجہ دلانا چاہی۔ مگر سب نے کانوں پر ہاتھ رکھے۔
اور لڑکیوں کو اسکول میں بھیج کر تعلیم دلانے کی
سخت مخالفت کی۔ یہ واقعات دیکھ کر مرادآبادی
بہنوں سے بالکل مایوسی ہوگئی۔ اور سمجھ لیا۔ کہ اگر
اسکول صرف مرادآبادی بہنوں اور بھائیوں کی توجہ
کا خواستگار رہا۔ تو ترقی تو کیا۔ ایک دن نیست و
نابود ہو جائے گا۔ لہذا میں نے ارادہ کر لیا۔ کہ
اسکول کی بقا کے لئے جو کارروائی مجھ سے ممکن
ہو گی۔ میں ضرور کروں گی۔ میرا دل گوارا نہیں
کرتا۔ کہ پیاری بہن وحیدہ بیگم مرحومہ کا قایم کردہ
اسکول ہماری بے توجہی کا نشانہ بن جائے۔ آہ
اگر آج مرحومہ زندہ ہوتیں۔ تو کیوں یہ اسکول اس کس
مپرسی کی حالت میں نظر آتا۔ جس کی کوشش سے بنجر زمین
میں سبزی اُگ آئی تھی۔ کیا وہاں آج پودے نہ لہلہانے
لگتے۔ اور اب خوش ذائقہ پھل آنے کی توقعات
نہ ہوتیں۔ اور کیوں مجھ جیسی ناقابل کو بہنوں کے
آگے دست سوال دراز کرنا پڑتا؟

میرا ذاتی مقصد تو صرف یہ ہے۔ کہ مسلمان
لڑکیوں کو تعلیم کے ذرائع ایسے آسان طریقے سے
میسر ہو جائیں۔ کہ والدین کو خود بخود لڑکیوں کی
تعلیم کی رغبت پیدا ہو۔ اپنے ضلع یا غیر ضلع کا
سوال درمیان میں نہیں لانا چاہئے۔ کوشش یہ ہونی
چاہئے۔ کہ جہاں لڑکیوں کے لئے زنانہ اسکول غیر
مطلق نہ ہوں۔ اور تعلیم نسواں کے باب میں بالکل
خاموشی چھائی ہوئی ہو۔ اس جگہ اپنی کوشش اور اپنے
روپے سے زنانہ مدارس کھولے جائیں۔ اور غریب
لڑکیوں کی آیندہ زندگی کارآمد بنائی جائے۔ اگر
مرادآباد میں وحیدہ بیگم مرحومہ یہ اسکول نہ قایم کرگئی تھیں
تو اس وقت تک مرادآباد میں کوئی زنانہ اسکول
نہ ہوتا۔ اور جو دو چار لڑکیاں اس اسکول کی بدولت
لکھ پڑھ چکی ہیں۔ وہ آج بالکل جاہل ہوتیں۔ یہ تو
خودغرضی ہے۔ کہ غیر ضلع کی تشنہ لب بچیوں کی پیاس
کا صرف اس وجہ سے خیال نہ کیا جائے۔ کہ ان
کی پیاس کا بجھانا ہمارا فرض نہیں ہے۔

میری پیاری بہنو! اگر تم تعلیم نسواں کی سچی حامی
ہو۔ تو ایک آنہ فنڈ میں شریک ہو جاؤ۔ جہاں اپنے
عزیزوں اور سہیلیوں کو ایک ایک آنے کے لفافے
لکھتی ہو۔ وہاں ایک آنہ کا ٹکٹ لڑکیوں کے اسکول
کے نام کا بھی سہی۔ غریب لڑکیاں جن کا دل امید و
بیم کی حالت میں ڈوب رہا ہے۔ آپ کی بے لوث
امداد سے کس قدر بشاش ہوگا۔ اور احسان مندی
کے جذبات سے متاثر ہو کر تمہارے حق میں اُس
شکستہ دل سے سچی دعائیں نکلیں گی۔

راقمہ امت الوحی از بجنور

والدہ قیصر علی صاحبہ کو جواب

میرے اس مضمون سے تہذیبی بہنیں کہیں یہ
خیال نہ کریں۔ کہ ہم نے اسم [illegible]

یہ مضمون لکھا ہے۔ مجھ کو ہرگز ہرگز نہ اپنی بڑائی کرنی منظور ہے۔ نہ کسی تہذیبی بہن سے جنگ۔ بلکہ تہذیب مورخہ ۸ جنوری میں جو دوسرا آرٹیکل محترمہ حاجیہ حامدہ بیگم صاحبہ کے دشمنوں پر لکھا ہے۔ اس کی اچانک زد سے متاثر ہو کر مجھ کو بھی بہن صاحبہ کے اطمینان قلب کے واسطے یہ چند سطریں لکھنی مناسب معلوم ہوئیں۔

دونئو کے بُندے میں نے ہی بنوائے تھے۔ اور ڈیڑھ ہزار کی چوڑیوں کی فرمائش بھی میری ہی تھی۔ جس سے محترمہ موصوفہ نے عدیم الفرصتی کے سبب انکار کر دیا تھا۔ اور مجھے سخت دشواری سے دوسری جگہ بنوانی پڑیں۔ حیرت کا مقام ہے۔ کہ آپ کے بہنوئی مرد کی صورت ہو کر خود دکان پر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کڑے بنوائیں۔ اور سُنار ایک دو ماشہ نہیں چار تولہ سونا چُرا کر چاندی ملا دے۔ اور ان کو خبر نہ ہو شاید اس نے بُرکی ڈال دی ہوگی۔ مگر حیرت ہے۔ کہ ایک ناتجربہ کار آدمی کے دھوکا کھانے سے آپ نے تمام دنیا کو دھوکا باز خیال کر لیا۔ محترمہ حامدہ بیگم صاحبہ بے شک ہم تہذیبی بہنوں کی مختار خاص نہیں ہیں۔ مگر بہن صاحبہ کو ان کاموں کے واسطے عدالتی مختار نامے کی ضرورت بھی نہیں۔ جب کسی پر اعتماد و بھروسہ ہوتا ہے۔ تب ہی یہ بڑے بڑے کام انسان کرا سکتا ہے۔ اگر محترمہ موصوفہ نے ہمدرد بہن صاحبہ کو ان کاموں کے واسطے لکھ دیا [illegible] بلا کسی تامل بے اعتمادی سمجھ کر لکھا۔ تو اس پر ہم خدا معلوم کون قباحت ہوئی۔ جس کے پہلو میں درد مند دل ہے۔ وہ اپنے کاموں پر دوسرے کے کاموں کو سبقت دیتا ہے۔ خواہ وہ پیسے سے ہو۔ یا محنت مشقت سے ہو۔ کیا آپ تہذیبی بہنوں کو یہ سبق دیتی ہیں۔ کہ اگر ان سے کسی ہمدردی کی التجا کی جائے۔ تو وہ بجائے امداد کے ٹکا سا جواب دیدیا کہ "لو کیا ہم تمہارے نوکر ہیں۔ یا ہم نے ٹھیکہ لیا ہے۔ کہو اس سے جو تمہارا مختار ہو" واہ واہ اچھی تہذیب ہوئی۔

میں اپنی تمام تہذیبی بہن بھائیوں کو یقین دلاتی ہوں۔ کہ محترمہ حاجیہ حامدہ بیگم صاحبہ نہ اشتہاری ہیں۔ نہ لالچی۔ ان پر بے ایمانی کا شبہ کرنا بھی بے جا ہے۔ چاند پر خاک ڈالنے کی کوشش بیکار ہوتی ہے۔

چونکہ میں حیدرآباد میں رہتی ہوں۔ اور وطن دہلی ہے۔ اس واسطے مجھ کو اکثر دہلی کی چیزوں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ ایک مرتبہ نہیں سیکڑوں مرتبہ میں نے محترمہ حامدہ بیگم صاحبہ کو اپنے کاموں کے واسطے تکلیف دی ہے۔ اور ہمیشہ انھوں نے میری خاطر گاؤں سے دہلی آ آ کر میری فرمائشیں پوری کر کے شکریہ حاصل کیا ہے۔

بہن خدا کے واسطے اخبار تہذیب کو جو بہبودی نسواں کے لئے ہے۔ اور اس کے دلچسپ سبق آموز مضامین سے بہنوں کو تہذیب اور اخلاق کا سبق ملتا ہے۔ ناحق کی بدگمانیوں اور

کج بحثی سے بدمزہ مت کیجئے۔ کہ بجائے دلچسپ ہونے کے وہ کڑوا ہو جائے۔ اور تہذیب و اخلاق کے بدلے بدتہذیبی اور لڑنے جھگڑنے کا سبق ملے۔

خاکسار قیصری بیگم۔ از حیدر آباد (دکن)

منیجر۔ اس مضمون پر بحث آیندہ آئندہ کچھ نہ لکھیں۔

ایک عجیب واقعہ

بھونگر سے یہ خبر آئی ہے۔ کہ وہاں ایک مسلمان شخص کے ہاں تقریباً تین سال سے یہ ہو رہا ہے۔ کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے چلّے کے اندر ہی وہ غائب ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کا پتہ نہیں چلتا۔ کہ کہاں گیا۔ چنانچہ اس سے پہلے اس کے دو بچے یکے بعد دیگرے اسی طرح غائب ہو چکے ہیں۔ اب پھر حال میں اس کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا۔ وہ بھی اسی طرح چلّے کے اندر غایب ہو گیا۔ حالانکہ اس مرتبہ بچے کی حفاظت کا خاص طور پر انتظام واہتمام کیا گیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ بچے کی ولادت کی تاریخ سے پولیس کے چار جوان اس مکان کے دروازہ پر جس میں بچہ پیدا ہوا تھا۔ دن رات پہرہ دیتے تھے۔ ان بچوں کے غائب ہونے کا واقعہ اس گھر کے آدمی یوں بتاتے ہیں۔ کہ پہلے دو بچوں کے موقعہ پر دونوں مرتبہ ان بچوں کی ماں کے خواب میں کوئی بزرگ آئے۔ انہوں نے کہا۔ کہ تیرے دو بچے تو ہم لیں گے۔ وہ ہمارے ہیں۔ اور پھر جو بچے ہوں گے۔ وہ تیرے ہوں گے۔ چنانچہ اپنے اپنے وقت پر ان دو بچوں کے غائب ہونے کے بعد حال میں جب تیسرا بچہ پیدا ہوا۔ تو اس کے چلّے کے اندر ایک روز بچے کی ماں کو عالم غنودگی یا خواب میں ایک عورت نظر آئی۔ اس نے اس بچے کو اس کی ماں کے پہلو سے زبردستی اٹھالیا اور اٹھا کر ٹانگیں چیر کر اس بچے کے دو ٹکڑے کر دئے۔ ایک ٹکڑا تو وہیں کھا گئی۔ اور دوسرے ٹکڑے کو لئے ہوئے نظروں سے غائب ہو گئی۔ بچے کی ماں نے یہ حالت دیکھ کر چیخ ماری۔ ہائے میرا بچہ۔

چیخ مارنے کے بعد جب اس نے خود اور اس کے گھر کے دوسرے آدمیوں نے دیکھا۔ تو بچہ سچ مچ غائب تھا۔ ہر چند تلاش کیا گیا۔ اس بچے کا کہیں پتہ نہ چلا۔ کہتے ہیں۔ کہ بھونگر میں اس کے جابجا چرچے ہو رہے ہیں۔ اور اس واقعہ کو جو سنتا ہے۔ وہ محو حیرت ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ واقعہ بہت ہی عجیب وغریب ہے۔ اور عقل اسے صحیح باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ لیکن "واقعہ سچا ہے"۔ حیدرآبادی بہنوں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ اس واقعہ کی نسبت اگر ان کو کچھ علم ہوا ہو۔ تو براہ مہربانی بذریعہ تہذیب ضرور اس سے مطلع فرمائیں۔ کبھی قصے کہانیوں میں سنا تھا۔ کہ دیو یا پری بچے کو اٹھا کر لے گئی۔ مگر اب یہ باتیں حقیقت میں سچ ثابت ہو رہی ہیں۔

امت الوحی از الخلیل بجنور

اس پر ہمارے خیالات

یہ قصہ جو "سچا واقعہ" بتایا گیا ہے۔ بالکل جھوٹ معلوم ہوتا ہے + ہمارے ملک میں عجائب پسندی کا اس قدر زور ہے۔ کہ ایسا ہر عجیب وغریب واقعہ بڑے شوق سے سنا جاتا۔ اور نہایت آسانی سے ہضم کر لیا جاتا ہے + اس باب میں ملک کے اخباروں کی تحریروں اور بازاروں کی افواہوں میں کچھ فرق نہیں + کسی معزز اخبار کو ایسا بیہودہ واقعہ بیان نہیں کرنا چاہئے تھا۔ جب تک اس کی پوری تحقیقات نہ کر لی جاتی + جب یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پولیس کے چار جوانوں کا پہرہ تھا۔ تو روزنامچہ پولیس کی نقل حاصل کرنا کیا مشکل تھا؟ جب تک اس واقعہ کی تصدیق میں افسر پولیس کی تحریر نہ چھاپی جائے۔ اس واقعہ کو بالکل بیہودہ۔ غلط اور جھوٹ جاننا چاہئے + ایسی تحریروں سے فائدہ کچھ نہیں۔ اور یہ نقصان ہے۔ کہ شیر خوار بچوں کی ماؤں کے دلوں میں ناحق کا خوف پیدا ہوگا + مگر وہ اطمینان رکھیں۔ کہ یہ سب کچھ انشاءاللہ غلط نکلے گا۔ اور بہو نگر کی تہذیبی بہنیں ضرور ادھر توجہ فرمائیں گی +

خاکسار سید ممتاز علی

بچے کیوں ترقی نہیں کرتے؟

عموماً ہمارے ملک میں لڑکے اور لڑکیوں کی لیاقت صرف کورس کی کتابوں تک محدود رہتی ہے۔ اگر ان سے علاوہ کورس کے معمولی سا سوال بھی کیا جائے۔ تو وہ جواب نہیں دے سکتے۔ اس کی زیادہ تر یہ وجہ ہے۔ کہ ان کو اکثر کورس کی کتابوں کے علاوہ دوسری کتابیں پڑھنے کو نہیں ملتی ہیں + اگرچہ کالجوں اور بعض اسکولوں میں لائبریریاں ہیں۔ اور ان اسکولوں کے پڑھنے والے بچوں کو ان سے کچھ فائدہ بھی ہوا ہے لیکن اب بھی سیکڑوں اسکول اور مدرسے ایسے ہیں جن میں لائبریریاں نہیں ہیں +

دوسرے ممالک میں بچوں کی ترقی کرنے کے ہر طرح کے سامان ہیں۔ اور وہ علاوہ اسکول کی تعلیم کے ذاتی مطالعہ سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ گورنمنٹ کی طرف سے ہر طرح کے سامان پہنچائے جاتے ہیں۔ والدین بچوں کی تعلیم و تربیت میں خود بہت دلچسپی لیتے ہیں + ان کو کورس کے علاوہ اور بھی بہت سی عمدہ عمدہ کتابیں منگا کر دیتے ہیں۔ جن سے بچوں کی لیاقت بڑھتی ہے۔ اور وہ اپنے مرغوب طبع مضامین میں نام پیدا کرتے ہیں +

دوسرے ممالک میں بچوں کے ترقی کرنے کا سب سے بڑا سبب یہی ہے۔ کہ وہاں ہندوستان کی طرح جہالت افلاس اور لاپروائی نہیں + ہندوستان میں چونکہ ان

کا زور ہے۔ اس لئے والدین یا تو جہالت کے سبب روپیہ صرف کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ یا افلاس ان کو اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ دوسری مناسب حال کتابوں سے بچوں کی قابلیت بڑھانے پر روپیہ صرف کریں۔ اور یا وہ بچوں کی تعلیم و ترقی سے بے پروائی اور غفلت برتتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بچے کی لیاقت کورس کی کتابوں تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ اگر کورسوں کے علاوہ بچوں کا شوق اور ان کی طبیعت کا رجحان دیکھ کر ایسا انتظام کر دیا جائے۔ کہ وہ اپنے مرغوب طبع مضامین کا زیادہ مطالعہ کر سکیں تو بہت سے بچے کسی خاص فن میں کمال حاصل کر لیں۔ شلاً کسی بچے کو ڈرائنگ یا پینٹنگ کا شوق ہوتا ہے۔ کسی کو مشینری سے دلچسپی ہے۔ اگر اسی مضمون کی کتابیں ان کو منگا کر دی جائیں۔ جس کو وہ علاوہ اسکول کے اپنے فراغت کے وقت میں پڑھیں۔ تو کافی علم حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح بہت سے بچے جو اپنا تمام وقت کھیل کود میں ضائع کر دیتے ہیں۔ اپنے شوق کے مطابق چیز ملنے پر اسی کو کھیل سمجھیں۔ اور وقت بے کار کھونے کی بجائے ایک مفید کام کے سیکھنے میں صرف کریں۔

لیکن بڑی مشکل تو یہ ہے۔ کہ ہمارے ہاں جن لوگوں کو روپیہ صرف کرنے کی توفیق ہے۔ ان میں سے بھی نوّے فی صدی ایسے ہیں۔ جو صرف اسکول کی تعلیم کو کافی سمجھتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ کچھ صرف کرنا بیکار بلکہ گناہ سمجھتے ہیں۔

یورپ اور دوسرے ممالک میں روز روز قابل آدمی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جو اپنی لیاقت سے نئی نئی ایجادیں کر کے اور دوسرے کارناموں سے اپنے ملک و قوم کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں قابل آدمیوں کی پیداوار اس قدر کم ہے۔ کہ ہونے کے برابر کہی جا سکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ قدرت اپنی فیاضی سے جن بچوں کو اچھے دماغ و ذہن عطا کرتی ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت کا اچھا انتظام نہیں ہوتا۔ بہت سے بچے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ اگر ان کی تعلیم و تربیت اچھی طرح کی جاتی۔ تو اپنی خداداد قابلیت سے بہت کچھ ترقی کر کے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے اور اپنے ملک و قوم کے لئے فخر کا باعث ہوتے۔ لیکن تو بچوں کے عمدہ دماغ اور اچھے ذہن محض والدین کی لاپروائی سے برباد ہو جاتے ہیں۔ اور خدا معلوم اسی طرح کتنے جوہر برباد ہو چکے ہیں۔ اور ابھی ہو رہے ہیں۔

راقمہ مسز صابر

بھیڑیوں میں پلے ہوئے انسان

۱۸ دسمبر ۱۹۲۶ء کے تہذیب میں بھیڑیئے کی دو لڑکیوں کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس کو پڑھ کر نہایت تعجب ہوا۔ مگر حال میں ایک اخبار میں اسی قسم کا ایک اور واقعہ نظر سے گزرا۔ جس کو پڑھنے سے اور زیادہ حیرت ہوتی ہے

اس واقعہ کو اُس اخبار سے لے کر ناظرات کی دلچسپی کے لئے ارسال کرتا ہوں ؛

جے جے ہسپتال بمبئی کے ڈاکٹر جے جے نوری کا بیان ہے۔ کہ جب میں سکندرہ (متصل آگرہ) میں اکبر بادشاہ کی بیوی مریم کی قبر دیکھنے کو گیا۔ تو وہاں کے عیسائی یتیم خانے میں پوری عمر کا ایک انسان مجھے دکھایا گیا۔ جو بھیڑئیے کا لڑکا" کہلاتا تھا۔ اور بات چیت بالکل نہ کر سکتا تھا ؛

ضلع بلند شہر کے ایک جنگل میں ایک دن چند مسافر گزر رہے تھے۔ تو ان کو ایک لڑکا نظر آیا۔ جو حیوانوں کی مانند ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلتا تھا ، وہ مسافروں کو دیکھ کر ایک غار میں گھس گیا ، مسافروں نے اس کی رپورٹ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے کی۔ اور اس نے غار کے دہانے پر دھواں کرایا۔ غار کے اندر سے ایک بھیڑنی نکلی۔ اور وہ جنگل میں بھاگ گئی ، اس کے بعد وہ لڑکا نکلا جسے لوگوں نے پکڑ لیا۔ وہ کچے گوشت کے سوا اَور کوئی چیز نہ کھاتا تھا۔ اسے کپڑوں سے سخت نفرت تھی۔ اور اگر پہنا دئے جاتے تھے۔ تو پھاڑ ڈالتا تھا ، لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد وہ سبزی اور معمولی انسانی خوراک کھانے اور کپڑے پہننے کا عادی ہو گیا ؛

جب میں نے اسے دیکھا۔ تو ایک شخص کے اشاروں پر حیوانوں کی مانند ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلنے لگا ، اس کے بعد اس نے مجھے اشارے کئے۔ جن کا مطلب مجھے ایک شخص نے یہ بتایا۔ کہ وہ سگرٹ پینے کا بہت شوقین ہے۔ اور اس کے لئے کچھ دام مانگتا ہے ؛

اس یتیم خانہ کے پادری کا بیان ہے۔ کہ اس شخص کے علاوہ یتیم خانہ میں دو اَور لڑکے اور ایک لڑکی لائی گئی تھی۔ ان کو بھی بھیڑیوں کے غاروں سے نکالا گیا تھا۔ اور ان کی عادت بھی حیوانوں جیسی ہی تھی ، میں نے اس شخص کو ۱۸۸۵ء میں دیکھا تھا ؛

مسٹر یوہارٹ کا بیان ہے۔ کہ لکھنؤ کے پاگل خانہ میں بھی ایک ایسا بوڑھا مرد تھا۔ جو حیوانوں کی مانند چلتا تھا۔ اسے بھی ایک بھیڑیئے کے غار سے نکالا گیا تھا ؛

قدیم زمانہ کی کتابوں میں ایسے بہت سے انسانوں کے حالات درج ہیں۔ جن کو بھیڑیوں یا پرندوں نے پرورش کیا تھا۔ چنانچہ تاریخ روم میں دو بھائی رومیلس اور ریمس کا ذکر ہے۔ جن کو بھیڑنی نے اپنے دودھ سے پرورش کیا تھا ، ان میں سے رومیلس کے نام پر شہر روم آباد ہے۔ جو رومن سلطنت کا پایہ تخت تھا۔ اور اب اٹلی کا پایہ تخت ہے ؛

فردوسی نے اپنے شاہنامے میں لکھا ہے۔ کہ رستم مشہور و معروف پہلوان کے باپ کو سیمرغ نے پرورش کیا تھا۔ جو ایک نہایت خوفناک قسم کا پرندہ ہے ؛

یونانی مصنفوں نے لکھا ہے۔ کہ ایرانی شہزادہ اکیمنوس کو عقاب نے پرورش کیا تھا۔ اور قونیہ کے ایک حسین لڑکے زانیچیوس کو بھی اسی پرندے نے پرورش کیا تھا ، یہ تو خیر داستانوں کی باتیں ہیں۔

لیکن اس زمانے میں اسی قسم کے واقعات بہت تعجب خیز ہیں۔

خورشید محمد خاں لشکر

محفل تہذیب

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ آداب۔ منی آرڈر مبلغ ۳۰ روپے کا بابت انعام پہنچا۔ میں اس روپے سے ایک بروچ بنواؤں گی۔ تاکہ میرے پاس اس انعام کی مستقل یادگار رہے۔

مبلغ دس روپے ارسال ہیں۔ ۵ روپے تہذیب کا چندہ ہے۔ اس سے ایک سال کے واسطے فاطمہ بائی صاحبہ معلّمہ کے نام تہذیب جاری کر دیجئے۔ ان کا مفصل پتہ گزشتہ ہفتے کے تہذیب میں تھا۔ اور وہ پرچہ ایک بہن کے دیکھنے کو گیا ہوا ہے۔ اس لئے عرض ہے۔ کہ پتہ دفتر سے معلوم کر کے ان کے نام جلد تہذیب جاری کر دیجئے۔ پانچ روپے کی ناچیز رقم وحیدہ اسکول مراد آباد کے لئے ہے۔ وہ اسکول کے چندے میں شامل کر لیجئے۔ ایک آنہ ماہوار بھیجنا طول عمل ہے۔ اس لئے میری رائے میں یہ مناسب ہے۔ کہ جس سے جو کچھ ممکن ہو۔ اسی وقت بھیجدیا کرے۔ واقعی مقامی اور بااثر آدمیوں کو اس کے مقاصد سے ہمدردی ہونی چاہئے۔ خصوصاً محترمہ وحیدہ بیگم مرحومہ کے محترم شوہر محمد یعقوب صاحب کو علاوہ ممبری کی خدمات کے قومی تحریکوں میں بھی خوب حصہ لیتے ہیں۔ کیا ایک مڈل اسکول کے انتظام کا بوجھ وہ نہیں اُٹھا سکتے؟ اور جبکہ در اصل یہ ان کا فرض بھی ہے۔ کہ اپنی لائق فائق مرحومہ بیوی کی یادگار سمجھ کر اسے ترقی دیں۔ مجھے امید ہے۔ اگر محترم موصوف اس طرف متوجہ ہوں۔ تو یہ اسکول ہائی اسکول بن سکتا ہے۔ خاکسار رضویہ خاتون

منیجر۔ فاطمہ بائی صاحبہ کے نام ایک اَور بہن جاری کر چکی ہیں۔

جناب من۔ نیاز۔ اعلیٰ حضرت نظام شہریار دکن نے فاطمۃ الکبریٰ بنت منشی محمد الدین صاحب خوشنویس دہلی کو بطریق قدر دانی تیس روپے کا منصب عطا فرمایا ہے۔ فاطمۃ الکبریٰ دور حاضرہ میں عربی رسم الخط کی ایک مشاق خوشنویس ہیں۔ اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سے متعدد نقرئی و طلائی تمغہ جات حاصل کر چکی ہیں۔ بیگم صاحبہ بھوپال نے مرصع پہونچیاں عطا کی تھیں۔

محمد رفیق اڈیٹر عزیز ہند جھانسی

منیجر۔ ہم محترمہ فاطمہ کو اس اعزاز کی مبارکباد دیتے ہیں۔ بہت مدت ہوئی۔ ہم نے محترمہ موصوفہ کی خوشنویسی کا نمونہ تہذیب میں چھاپا تھا۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی یہ نوازش شاہانہ اہل کمال کی قدر دانی کی ایک مثال ہے۔

جناب منیجر صاحب تہذیب نسواں زاد لطفہٗ۔ السلام علیکم + آپ کے اس ماہ کے پرچے میں ہمارے حضور جناب نواب صاحب بہادر والی ریاست ہذا نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ آپ کے اخبار کی خریداروں میں سے کوئی خاتون ا۔ ب۔ ش صاحبہ کو خارش کی شکایت ہے۔ اور اس کا نسخہ مطلوب ہے۔ چنانچہ حسب الحکم یہ نیاز نامہ ارسال خدمت کر کے مکلف ہوں۔ کہ ہمارے حضور ہز ہائنس نواب صاحب بہادر کے پاس مرض مذکور کا ایک نسخہ نہایت مجرب ہے۔ مگر وہ اس قدر معمولی ادویہ سے تیار کیا جاتا ہے۔ کہ اگر نسخہ حاضر کیا جائے تو بوجہ سادگی اس پر اعتماد نہ ہونے سے مفید نہ ہوسکے۔ ازراہ کرم آپ خاتون موصوفہ کی خدمت میں اطلاع فرمائیں۔ کہ وہ تیار دوا لینا پسند فرماتی ہوں۔ تو حضور دوا تیار شدہ بلاقیمت روانہ فرما دینے کو بخوشی تیار ہیں + پس اگر خاتون موصوفہ اس آفس کو اپنا عندیہ پتہ ارقام فرما کر مشکور فرمائیں۔ تو حضور میں سے دوا لے کر فوراً روانہ خدمت کر دی جائے گی + المکلف

پرائیویٹ سکرٹری مانگرول

جناب مولوی صاحب قبلہ آداب + مجھے عرصے سے عمدہ دردناک مناجات کی ضرورت ہے۔ مگر افسوس اب تک دستیاب نہیں ہوئی + اب میں تہذیبی بہنوں اور بھائیوں سے ملتجی ہوں۔ کہ جن بہن کے پاس نہایت نفیس اور موثر دردناک مناجات ہو۔ وہ براہ کرم اس کی ایک نقل میرے پاس براہ راست بھیج دیں۔ میں آپ کی اور ان کی صد درجہ ممنون احسان ہوں گی + مناجات اس پتے پر آنی چاہئے +

ہمشیرہ یوسف علی قدوائی بذریعہ حاجی عاشق علی صاحب۔ اشراف محلہ۔ سندیلہ۔ ہردوئی

میں ایک عرصہ دراز سے علیل اور ناگفتہ بہ پریشانیوں میں مبتلا تھی۔ بعض بہنوں کے خطوط کے جواب تک بھی آشفتہ خاطری کے باعث نہ دے سکی۔ اب بحمد اللہ میں اچھی ہوں۔ اور ایک حد تک پریشانیاں بھی دور ہو چکی ہیں + بہنیں مجھ سے آیندہ حسب ذیل پتے پر خط و کتابت کریں۔ کیونکہ اب میں مستقل طور پر تجارہ آگئی ہوں۔ اور رسالہ مسیحائے زماں سے تعلق ہو گیا ہے + میرا پتہ یہ ہے۔

زہرہ اختر بیگم الوری۔ رنگ محل تجارہ (الور) راجپوتانہ

محترمہ اڈیٹر صاحبہ۔ تسلیم۔ مجھے دہلی کی منقش جو کپڑے پر کرتے ہیں۔ مطلوب ہے + مجھے معلوم نہیں۔ کہ کس جگہ ملتی ہے۔ اور قیمت فی تولہ کیا ہے + براہ کرم کوئی بہن یا بھائی مجھے ایسی دکان کا پتہ دیں۔ جہاں آسانی سے منقیش دستیاب ہو سکے + میں ان کی بے حد مشکور ہوں گی + ایک

حاجت مند

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

کینٹن کی عورتیں

جنگ آزادی نے تمام دنیا کی نظریں چین پر لگا دی ہیں۔ اور جدید چین کے متعلق جو خبر بھی ملتی ہے۔ نہایت شوق و دلچسپی سے پڑھی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں وہاں کے مختلف طبقوں کی عورتوں کے مختصر حالات جو تازہ ترین اطلاعات سے معلوم ہوئے ہیں۔ درج کرنا شاید بے موقع نہ ہو۔

چین کی عورتوں کے متعلق عام مشہور ہے۔ کہ وہ بہت حسین وجمیل اور آرائش وزیبائش کی شوقین ہیں۔ ان کی آواز شیریں ہے۔ اور انہیں کھانا پکانے کے کام میں بڑی مہارت حاصل ہے۔ خدا جانے یہ تعریفیں صحیح ہیں۔ یا غلط۔ اُمرا و شرفا میں اس سختی سے پردے کی پابندی کی جاتی ہے۔ کہ کسی پردیسی کو ان کے ان اوصاف کے پرکھنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ شادی سے پیشتر لڑکی چار دیواری میں بند رہتی ہے۔ اور اس کا بیشتر وقت خانہ داری کے فرائض اور دوسرے ضروری اور مفید فنون کی تحصیل میں صرف ہوتا ہے۔ عام طور پر چودہ سال کی عمر کو پہنچ کر لڑکی کی شادی کر دی جاتی ہے۔ یا کہیں رشتہ قرار پا جاتا ہے۔ اس مرحلے کے طے ہونے پر اسے نسبتاً آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ گھر سے باہر نکلنا شروع کر دیتی ہے لیکن اب بھی اسے کھلے باہر نہیں نکلنے دیا جاتا۔ اور وہ ایک کرسی نما ڈولی میں جس پر پردے پڑے رہتے ہیں۔ اور جسے چار مزدور اُٹھاتے ہیں۔ باہر آتی جاتی ہے۔ راستوں میں مزدور ایسی ڈولیاں اُٹھائے جلدی جلدی پھرتے نظر آتے ہیں۔ اور کبھی کبھار ڈولی میں بیٹھنے والی بھی بڑی احتیاط سے پردے میں سے جھانکتی ہوئی دکھائی دے جاتی ہے۔ بیگم کی ڈولی کے پیچھے ایک دوسری کھلی ڈولی میں جسے صرف دو مزدور اُٹھائے ہوتے ہیں۔ ایک محافظ ملازمہ ساتھ رہتی ہے۔

کبھی کبھار بعض دکانوں میں عورتیں ریشم کی خریداری کرتی نظر آجاتی ہیں۔ عام طور پر زرد رنگ کے منقش ریشم کا کرتا اور اونچا لہنگا پہنے ہوتی ہیں۔ کوٹ پہن رکھا ہو۔ تو اس کے بٹن پہلو پر اور گلے کے قریب لگاتی ہیں۔ بالوں کی پٹیاں جاتی ہیں۔ اور پیچھے جوڑا سا بنا لیتی ہیں۔ جسے پھولوں اور کلیوں سے زینت دیتی ہیں۔ دکانوں پر جب کپڑا دیکھ کر باہم سرگوشیاں کرتی۔ ایک دوسرے کو چھیڑتی اور ادھر اُدھر حرکت کرتی ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ جیسے تتریاں

بے قرار ہو رہی ہیں ÷

اونچے طبقے کی عورتوں کے حالات تو ان کے پردے اور علیحدہ رہنے کی وجہ سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکتے۔ نچلے طبقے کی عورتیں البتہ عام طور پر بازاروں میں گھومتی نظر آتی ہیں۔ ان میں گانے والی لڑکیوں کی ایک جماعت سڑکوں پر اکثر بے تکلفی سے پھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ دوپہر کے وقت اس قسم کی تین تین اور چار چار لڑکیاں برابر باہوں میں باہیں ڈالے بازاروں میں نکلتی ہیں۔ نہایت بھڑک دار اور بہت ہی شوخ ریشم پہنتی ہیں۔ بغیر ایڑی کے رنگین سلیپر۔ آسمانی رنگ کا تنگ پاجامہ اور نیلا کوٹ ان کا پہناوا ہے۔ چہرے کو گلابی رنگ لیتی ہیں۔ بال یا تو نہایت احتیاط سے ترشے ہوئے ہوتے ہیں۔ یا دونوں کانوں پر ان کے گچھے سے بنالئے جاتے ہیں ÷

ان میں سے اکثر لڑکیاں غریب غربا کی بیٹیاں ہیں۔ جنہیں بچپن ہی میں ان کے والدین نے پانچ پانچ چھ چھ سو روپے کو بیچ ڈالا تھا۔ خریدار انہیں کنیزیں بنا کر ان سے گھر کا کام بھی لیتے ہیں۔ اور انہیں ہنر اور سلیقہ بھی سکھاتے ہیں۔ بڑی ہونے پر ہوٹلوں کے مالکوں سے معاملہ کر کے یہ ان کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ جب امراء ہوٹلوں میں آتے ہیں۔ تو ان کی خدمت بجا لانے کو یہ ان کی کرسیوں کے پیچھے کھڑی رہتی ہیں۔ ان کے سگرٹ سلگا دیتی ہیں۔ اور گیت گا گا کر ان کو خوش کرتی اور انعام پاتی ہیں۔ اخلاقی اعتبار سے ان لڑکیوں کے طور طریقے قابل اعتراض نہیں ہوتے۔ وہ اپنے مالکوں کی غلام ہیں۔ بعض اوقات کوئی امیر کئی ہزار روپے دے کر انہیں ان کے مالکوں سے خرید بھی لیتا ہے ÷

ان لڑکیوں کے سوا نچلے طبقے کی دوسری عورتیں چین کے بازاروں میں شوخ رنگ کپڑے پہنے نظر نہیں آتیں۔ کام کاج کرنے والی عورتیں سیاہ اور چمکدار موٹے کپڑے کے سیدھے پاجامے پہنتی ہیں۔ اوپر ڈبل بریسٹ کوٹ ہوتا ہے۔ جو گھٹنوں سے چار چار انچ اونچا رکھا جاتا ہے۔ کوٹ میں دونوں پہلوؤں پر چاک ہوتے ہیں۔ جو کمر تک پہنچتے ہیں۔ بال گوندھتی ہیں ÷

جنوبی چین میں متوسط طبقے کی جو لڑکیاں۔ نسبتاً غریب خاندانوں سے ہیں۔ وہ اس وقت سوسائٹی کی نہایت سرگرم اور انقلاب پسند ممبر سمجھی جاتی ہیں۔ ان کی صحت اچھی ہے۔ اور وہ خوب مضبوط اور تنومند ہیں۔ یہ لڑکیاں اکثر صنعتی کارخانوں میں ملازم ہیں۔ اور دن بدن اپنے بھائیوں کی جگہیں غصب کرتی جا رہی ہیں۔ دوسرے ملکوں کی طرح یہاں بھی عورتوں کی آزادی کی اور مردوں سے مقابلے کی کوشش کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جا رہا۔ اور مرد ان کی مخالفت پر تُلے ہوئے ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ کارخانہ داروں کی رائے ہے۔ کہ یہ لڑکیاں اپنے بھائیوں کی نسبت زیادہ محنت اور استقلال سے کام کرتی ہیں۔ اور ان سے کام لینا بھی نسبتاً آسان ہوتا ہے۔

ایک ہندوستانی بھیکم سردار کرشن کمار نے گذشتہ فروری میں مقام تکان (آسام) کی کوئلہ کی کان کی آتش زدگی کے موقع پر ۶ ہندوستانیوں اور تین یورپینوں کی جانیں بچانے میں بڑی شجاعت کا ثبوت دیا۔ اس صلے میں انہیں بادشاہ سلامت کی طرف سے ایک تمغہ ملا ہے۔

کلکتہ کا تار۔ ایک مدراسی عورت نے خاوند سے جھگڑا ہونے کی بنا پر اپنے بچے کو آگ لگا دی۔ بچہ ہسپتال میں ہے۔ اور اس کی حالت نازک ہے۔ عورت کو پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔

مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک مسجد تعمیر کرنے کے لئے پانچ لاکھ روپیہ دینا منظور فرمایا ہے۔

کراچی میں سکہ ڈھالنے کی ایک مشین پکڑی گئی ہے۔ جو کسی نے میسرز خدا بخش اینڈ سنز کے نام پر یورپ سے منگائی ہے۔ پولیس نے کپتان آر پی فیرل۔ ایم آر می ڈکنسن۔ اکبر علی کارکن میسرز محمد علی برادرس کو گرفتار کیا ہے۔

کونسل آف اسٹیٹ میں اس امر پر بحث کی گئی۔ کہ آیا حکومت شراب کی بالکل ممانعت کردے یا اعتدال کی حکمت عملی اختیار کرے۔ کئی ممبروں نے بالکل بند کر دینے کی رائے دی۔ مسٹر برائن نے ترمیم پیش کی۔ کہ حکومت کو اعتدال و میانہ روی سے کام لینا چاہئے۔ بالکل بند کر دینے سے بعض لوگوں کے گھر کے حالات پر اثر پڑتا ہے۔ دوسرے اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ امریکہ کی طرح یہاں بھی شراب کی ناجائز کشید اور درآمد ہونے لگے گی۔ یہ ترمیم ۱۴ رایوں کے مقابلے میں ۲۱ رایوں سے منظور ہو گئی۔

کونسل آف اسٹیٹ کے اجلاس میں یہ قرارداد مسترد ہو گئی۔ کہ تیسرے درجے کے ریلوے مسافروں کے کرایہ میں ۳۳ فی صدی کمی کر دی جائے۔ اس موقع پر سرکاری ممبر نے بتایا۔ کہ پچھلے سال بہت نقصان رہا ہے۔ اگر یہ قرارداد بھی منظور ہو گئی۔ تو نقصان گیارہ کروڑ روپے تک پہنچ جائے گا۔

اسمبلی کے وہ ارکان جو ہوائی جہاز رانی کے مطالبہ زر کے لئے رائے دینے والے ہیں۔ انہیں ۲۲ فروری کو ہوائی جہاز میں بٹھا کر سیر کرائی جائے گی۔ تا کہ وہ سمجھ لیں۔ کہ ہوائی جہاز رانی ان مسافروں کے لئے کیا معنی رکھتی ہے۔ جو وقت بچانے کے خواہاں ہیں۔ اس کام کے لئے ہوائی جہاز وکٹوریا استعمال کیا جائے گا۔ اور ہر پرواز پندرہ سے بیس منٹ تک جاری رہے گی۔

اخبار فارورڈ (کلکتہ) کے اڈیٹر پر ایک باغیانہ مضمون کے خلاف مقدمہ چل رہا تھا۔ جس میں لکھا گیا تھا۔ کہ حکومت قیام امن و آئین کے فرائض ادا نہیں کرتی۔ اور خود علیحدہ رہ کر مسلمانوں کو ہندوؤں پر ظلم کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ مجسٹریٹ نے اس مقدمے کا فیصلہ سنا دیا۔ اور اڈیٹر ست رنجن بخشی کو تین ماہ قید با مشقت

سو روپے جرمانے کی سزا دی۔ عدم ادائے جرمانے کی صورت میں ایک مہینے کی قید بڑھا دی جائے گی۔ پرنٹر بوس بہاری دھر کو ڈھائی سو روپے جرمانہ یا دو ماہ قید کی سزا دی گئی ٭

دہلی میں سوامی شردھانند کے قتل کے بعد جو فساد ہوا تھا۔ اس میں ایک مسلمان مفتی محبوب علی مارا گیا تھا۔ اور چند مسلمانوں کے چوٹیں لگی تھیں۔ اس الزام میں چار ہندوؤں بلجیت۔ راجارام۔ ٹوٹیسر سنگھ پر مقدمہ چل رہا ہے۔ عدالت نے ان چاروں ملزموں پر کھاری باؤلی میں بلوہ کرنے کی فرد جرم لگا دی۔ اور آخر الذکر تین ملزموں پر دفعہ ۳۰۴ تعزیرات ہند محبوب علی کو قتل کرنے کی فرد جرم لگائی ہے ٭

سوامی شردھانند کے قتل کا ملزم عبدالرشید مینٹل ہاسپٹل لاہور میں دو ہفتے رہ کر دہلی پہنچا دیا گیا۔ اس کا مقدمہ جب سشن جج کی عدالت میں پیش ہوگا۔ تو ہاسپٹل مذکور کا ایک ماہر ڈاکٹر اس کی دماغی حالت کے متعلق شہادت دے گا ٭

سکرٹری جمعیت العلماء بنگال کی ایک اطلاع سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوامی شردھانند کی موت سے بنگال میں شدھی کی تحریک بڑے زوروں سے شروع ہوگئی ہے۔ اور وہاں جاہل مسلمان روپے کے عوض میں اپنا مذہب بیچ رہے ہیں۔ مقام کٹرہ میں سانٹھ۔ کالی گھاٹ میں بیس اور کاکنارا میں دس مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔ سکرٹری صاحب نے حامی مسلمان بھائیوں کو کفر سے بچانے کے لئے علماء کرام کو توجہ دلائی ہے ٭

باریسال میں ہندو مسلمانوں کے مخالفانہ احساسات بہت تیز ہو رہے ہیں۔ اس لئے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کا نفاذ کر دیا گیا۔ کہ چار اشخاص سے زیادہ کا مجمع نہ ہو۔ اور کوئی شخص لاٹھی یا اسلحہ کے طور پر استعمال ہونے والی چیزیں لے کر گھر سے باہر نہ نکلے ٭

۱۴ فروری کی شام کو احمد آباد کی خواتین کا ایک عام جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدر مسز ... لال تھیں۔ ایک قرارداد میں ڈاکٹر ہری سنگھ گوڑ کے اس مسودۂ قانون کی حمایت کی گئی۔ جس میں لڑکیوں کا سن شادی ۱۴ سال مقرر کرنے کی ... گئی ہے۔ نیز سر ہری سنگھ اور دیگر ارکان ... سے درخواست کی گئی۔ کہ وہ سن شادی مقرر ہونے پر قناعت نہ کریں۔ بلکہ کوشش ... لڑکیوں کی شادی کی عمر ۱۶ سال مقرر ...

مسٹر نکولس سشن جج لاہور نے راجپال ... "رنگیلا رسول" کی سزا میں ایک سال ... کر دی ہے۔ راجپال کو عدالت ما... ڈیڑھ سال اور ایک ہزار روپے ... ملی تھی ٭

لاہور کے عجائب گھر میں پنجاب ... سوسائٹی کے زیر اہتمام ۱۴ فروری ... تک نمائش کا انتظام کیا گیا ہے۔ ... ٹکٹ ہے ٭

جنوبی چین کی یہ لڑکیاں طرح طرح کے کاموں میں مصروف ہیں۔ مگر جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتی ہیں اسے بطرز احسن انجام دیتی ہیں۔ ان میں سے بعض نرسیں ہیں بعض ڈاکٹر اور دنداں ساز۔ کئی دکانیں چلاتی ہیں۔ اور کئی بطور مردوں کے نائب کے کام کرتی ہیں۔ وہ اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں بڑے ذوق شوق سے سائنس۔ کیمسٹری۔ تاریخ اور اقتصادیات کا مطالعہ کر رہی ہیں۔ ہمیشہ خوش اور صاف ستھری نظر آتی ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ وہ ہر کام بڑی مستعدی سے سرانجام دیتی ہیں اور ان کو وقت کی قدر و قیمت کا احساس ہو گیا ہے۔

عورتوں کے ملکی معاملات اور مردانہ کاموں میں حصہ لینے پر اکثر لوگ ہنس پڑتے ہیں۔ اور انہیں بے نتیجہ کارروائیاں سمجھتے ہیں۔ لیکن چین میں صورت حالات ایک نئے مستقبل کی طرف وضاحت سے اشارہ کر رہی ہے۔ چین کے مردوں کی یہ حالت ہے۔ کہ دن بھر جمائیاں لیتے ہیں۔ اور رات بھر جوا کھیلتے ہیں۔ اور لہو لعب میں مشغول رہتے ہیں لیکن لڑکیاں اس قسم کی مہلک عادات سے بڑی احتیاط سے بچائی جاتی ہیں۔ اگر مرد یوں ہی دن بدن قعر مذلت میں گرتے چلے گئے۔ اور عورتیں ملکی معاملات میں اسی سرگرمی سے حصہ لیتی رہیں۔ تو وہ دن دور نہیں۔ کہ چین میں عورتوں کی حالت دنیا کے مردوں جیسی اور مردوں کی حالت دنیا کی عورتوں جیسی ہو جائے۔

صلح پسند عورتیں

امریکہ میں خواتین ووٹروں کی لیگ نے اقوام کی صلح کرانے کے اہم کام کی طرف خاص توجہ شروع کی ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں مسز چیپ مین کیٹ کی صدارت میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں نوسو خواتین اسی لاکھ عورتوں کی نمائندگی کرنے کو شامل ہوئی تھیں۔ صدر نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ جنگ کا اصل باعث ایک دوسرے کا ڈر ہے۔ اقوام کو نہ صرف اپنے مٹ جانے کا ڈر ہے۔ بلکہ وہ باہمی تفرقوں کو مٹانے میں اپنے پرانے دستور کو چھوڑتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔ وہ ایسے موقعوں پر ہمیشہ سے جنگ کرتی آئی ہیں۔ لہذا اب بھی جنگ کا سلسلہ جاری رکھنے کی خواہش مند ہیں۔ اس کا علاج ایک ہی ہے۔ کہ وہ سب اپنے بین الاقوامی قضئے کسی ثالث کے سامنے پیش کر دیں۔ اور وہ ان کی صلح کرا دے۔ مگر اس قسم کی کارروائی شروع کرنے سے پیشتر سب اقوام ثالث کی تجاویز پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کریں۔ موجودہ جھگڑوں کا فیصلہ کسی ثالث کے سوا اَور کسی طرح ہونا ممکن نہیں ہے۔

دن بھر لڑکیوں کی حکومت

ریاست ہائے متحدہ (امریکہ) کے شہر لونکا میں جو لڑکے اور لڑکیاں اعلیٰ جماعتوں میں

تعلیم پا رہے ہیں۔ ان کو علاوہ دوسرے ضروری مضامین کے حکومت کا کام کرنے کے عملی سبق بھی دئے جاتے ہیں۔ کئی سال ہوئے وہاں یہ قرار پایا تھا۔ کہ ایک دن کے لئے تمام شہر کا انتظام بچوں کے سپرد کر دیا جائے۔ اور وہ تمام ضروری کاموں کو خود سرانجام دینے کا تجربہ حاصل کیا کریں ٭

اس تجویز پر عمل بھی ہو گیا تھا۔ اور چند سال گزرے لڑکوں کو ایک دن حکومت کرنے کا موقع دے دیا گیا تھا۔ اس سال لڑکیوں کی باری آئی۔ انہوں نے جمعہ کا دن اپنے لئے پسند کیا۔ اور اس روز تمام سرکاری عہدوں کو سنبھال لیا اور مفوضہ فرائض کو بڑی خوبی سے سرانجام دینے لگیں۔ کوئی میونسپلٹی کی صدر بنی۔ کوئی نائب صدر۔ کوئی پولیس افسر۔ غرض اس طرح سب نے اہم عہدے سنبھال لئے ٭

انہوں نے اپنی حکومت کے دن حکم دیدیا۔ کہ شہر کے تمام مدارس میں چھٹی کر دی جائے۔ ہائی اسکول کی پرنسپل نے طالب علموں کو چھٹی دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر اس کے وارنٹ نکل گئے۔ اور سرکاری حکم کی تعمیل نہ کرنے پر اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان لڑکیوں نے تمام کام نہایت قابلیت اور ہوشیاری سے سنبھال لئے۔ اور ان کی حکومت کا دن کئی باتوں میں لڑکوں کی حکومت کے دن سے بڑھ گیا ٭

خدمت گاری کا شوق

انگلستان میں جن لڑکیوں کو اپنی روزی کمانے کا خود فکر ہے۔ وہ عام طور پر کئی سال سے دفتروں اور دکانوں میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ لیکن اب پچھلے دسمبر سے گھروں میں خدمت گاری کے کام کرنے کو دوسری ملازمتوں پر ترجیح دی جا رہی ہے۔ اور کئی ایسی لڑکیاں جو دفتر کے کام میں ماہر ہیں۔ ملازمتیں حاصل کرانے کے دفتر میں درخواست کر رہی ہیں۔ کہ ہمارے لئے کسی گھر میں خدمت گاری کی ملازمت کا بندوبست کر دیا جائے ٭

وہ کہتی ہیں۔ دوسری ملازمتوں میں تنخواہ تو زیادہ ملتی ہے۔ مگر لباس وغیرہ درست رکھنے میں۔ اور مکان کا کرایہ اور خوراک وغیرہ پر تنخواہ کا بہت سا حصہ صرف ہو جاتا ہے۔ پھر دفتروں کا کام اس قسم کا ہوتا ہے۔ جس سے بے حد تکان ہوتی اور صحت پر اثر پڑتا ہے۔ گھروں میں خدمت گاری کی ملازمت اچھی جہاں تنخواہ تو کم ملتی ہے۔ مگر کام سیدھا سادا اور دلچسپ ہوتا ہے۔ کھانا اور رہنے کی جگہ مفت ملتی ہے۔ لباس میں تکلف سے کام لینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور شادی کے بعد اپنا گھر سنبھالنے کے لئے مفت میں تجربہ اور امور خانہ داری میں مہارت حاصل ہوتی ہے ٭

خبریں اور نوٹ

قسطنطنیہ کی خبر ہے۔ کہ حکومت ترکی کے سامنے ایک جدید قانون زیر غور ہے جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ تندرست لوگ اپنی آمدنی کا بیس فی صدی حصہ بیماروں اور معذوروں کی بہبود کے لئے بطور ٹیکس ادا کریں۔

انگورا کی مردم شماری کے شائع کردہ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں ۴۳ ہزار عورتیں اور ۳۶ ہزار مرد ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے فرق کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہاں کے بہت سے مرد اپنی عورتوں کو حاضر کرنے اور ان کا نام لکھوانے سے گریز کرتے ہیں۔

چناق کی جنگ میں جو جہاز دردانیال میں غرق ہو گئے تھے۔ ان کو نکالنے کا ٹھیکہ ترکی حکومت نے ایک اطالوی کمپنی کو دیا تھا۔ اب اس کمپنی نے ایک زرہ پوش جہاز "سعودیہ" کو تلاش کر لیا ہے۔ ایک یونانی جہاز بھی ملا ہے۔ دونوں جہاز جلد نکال لئے جائیں گے۔ باقی دوسرے جہازوں کو نکالنے کی بھی کوشش کی جائے گی۔

[illegible]ل ہی میں ایک ترکی جہاز کریمیا کے ساحل [illegible]رقاب ہو گیا۔ اور ساتھ ہی اس کے ۱۶ آدمی ڈوب گئے۔

[illegible]ن کی جدید کابینہ وزارت مرتب ہو گئی۔ ڈاک خانہ اور تار کے محکمے کی وزارت ابھی تک خالی ہے۔

شام کے مصیبت زدوں کی امداد کے لئے چندہ وصول کرنے کی غرض سے بغداد میں خواتین کی ایک انجمن قایم ہوئی ہے۔ جو عراق کی خواتین سے چندہ وصول کرے گی۔

جنوبی چین کی قوم پرستوں کی گورنمنٹ پر شمالی چین کی اعتدال پسند گورنمنٹ کی فوجوں نے چڑھائی شروع کر دی ہے۔ تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ برطانیہ اور جنوبی چین (کینٹونیز) کے قائم مقاموں میں سمجھوتہ ہو رہا تھا۔ کہ یہ خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ تاہم کسی صلح کن معاہدے کے لئے بات چیت جاری ہے۔ اور ہر لمحہ امید کی جا رہی ہے کہ دونوں حکومتوں کے نمایندے کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔

لندن ۱ فروری۔ اٹلی نے اپنا دس ہزار ٹن کا جنگی کروزر "سینٹ جارجیا" مع پندرہ ہزار بحری سپاہ کے چین کی طرف روانہ کر دیا ہے۔

جاپان کے نئے بادشاہ نے اپنے باپ کے جنازے کے موقع پر ۱۵ لاکھ ین (جاپانی سکہ) بطور خیرات دئے۔ بیس ہزار قیدی چھوڑے۔ بہت سے پھانسی کی سزا پانے والے مجرموں کی سزا کو حبس دوام میں تبدیل کیا۔ اور دوسرے قیدیوں کی سزاؤں میں بھی تخفیف کی۔

شاہ افغانستان نے شاہ جاپان کے نام ایک

والد کی وفات پر اظہار ہمدردی۔ اور ان کی تخت نشینی پر مبارک باد کا تار بھیجا تھا۔ جس کے جواب میں شاہ جاپان نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔

پیرس میں ایک جرمن موسیو کلس پر اس الزام میں بغاوت کا مقدمہ چل رہا ہے۔ کہ وہ جنگ ریف کے زمانے میں غازی عبدالکریم کا لفٹنٹ اور مشیر خاص رہا۔ کلس پہلے فرانس کے غیر ملکی لشکر کا افسر تھا۔ جنگ ریف شروع ہونے پر وہ قبائل ریف سے مل گیا۔ اور غازی عبدالکریم کا سکرٹری بن گیا۔ پھر اس نے قبائل کی تنظیم اور توپ خانے کی اصلاح کی۔ ایک وہ ریفی قبیلوں کو توپ چلانے کا طریقہ سکھاتا۔ اور دوسرے اسلحہ اور بارود حاصل کرنے کے لئے فرانسیسی چوکیوں پر ڈاکا ڈالتا تھا۔ بالآخر وہ ایک فرانسیسی جاسوس کی کوشش سے گرفتار ہو گیا۔ کلس سارے ریف میں جرمن سیاح کے نام سے مشہور رہا۔ اور اسے اپنی خدمات کے صلے میں غازی عبدالکریم کی طرف سے تین بیویاں۔ چار مکانات۔ دو گھوڑے اور ایک خچر دیا گیا۔

فورڈ موٹر کمپنی کے خلاف عدالتی کارروائی کے دوران میں کمپنی مذکور کے ایک محاسب نے بیان کیا۔ کہ مسٹر فورڈ کی مجموعی آمدنی کا اندازہ چالیس کروڑ پاؤنڈ کیا گیا ہے۔ اور اس کے آٹھ کروڑ پاونڈ بنک میں جمع ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسٹر فورڈ دنیا کا سب سے بڑا دولت مند آدمی ہے۔ اخبار بین بہنوں کو یاد ہوگا۔ کہ پچھلے دنوں مسٹر فورڈ کی ایک لڑکی کی شادی میں ۹۰ لاکھ پونڈ کا جہیز دیا گیا تھا۔

امریکہ کے محکمۂ انکم ٹیکس کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں اس وقت گیارہ ہزار آدمی کروڑپتی ہیں۔

سنڈے کرانیکل لکھتا ہے۔ کہ فرانس اس وقت بلا وقت پانچ ہزار جنگی ہوائی جہاز میدان جنگ میں لا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس عام ہوائی جہازوں کا ایک کافی ذخیرہ موجود ہے۔ جنہیں تھوڑی محنت سے جنگی جہازوں کی صورت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

امریکہ کے ایک موجد نے نہایت ہولناک زہریلے بخارات کو ایک چھوٹے ڈبے کے اندر بند کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اس کا وزن زیادہ سے زیادہ ایک سیر ہوگا۔ اور ہر سپاہی اس قسم کا ایک ایک ڈبہ اپنے ساتھ لئے پھرے گا۔

یہ سائنس کی روز افزوں ترقی کا نتیجہ ہے۔ کہ اب برطانیہ کے لوگ تیرہ حکومتوں کے ساتھ ٹیلی فون پر بات چیت کر سکتے ہیں۔

پیرس میں عربی کا ایک بہت بڑا اسکول قائم کیا گیا ہے۔ جس میں عربی علم ادب اور دیگر علوم عربی کی تعلیم دی جائے گی۔ اس مدرسے کی غرض یہ ہے کہ شمالی افریقہ اور شام میں جو افسر بھیجے جائیں۔ وہ اسکول میں عربی کی تعلیم حاصل کریں۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اعلان

این ڈبلیو ریلوے کی مندرجہ ذیل چیزیں جو ر۱ٹ آئرن۔ فولاد۔ تانبے اور دوسری دھاتوں کی بنی ہیں۔ اور سکھر اسٹورز ڈیپو میں موجود ہیں۔ ان کی خریداری کے لئے سر بمہر ٹنڈر مطلوب ہیں ؛

۱۔ متفرق چیزیں لوہے کی۔ بائلر کی پلیٹیں۔ بائلر کے بیرل بن کٹے۔ ½ اور اس سے زیادہ کی پلیٹوں کے ٹکڑے۔ راؤنڈ آئرن (گول لوہا) فلیٹس۔ انگلارن اور ٹیز کے ٹکڑے۔ چینل آئرن کے ٹکڑے۔ چادروں کے ٹکڑے۔ نالیاں اور جوڑنے کا سامان گیس ہولڈر۔ انجن کی چمنیوں کے ڈوم اور ٹانکی۔ ۲ کی لمبائی تک کے گرڈر اینڈز۔ ٹنڈر اور چینل کی پلیٹیں۔ پوری لمبائی کے پائپ۔ کٹ بولٹس (کابلے، ریٹیں۔ ڈھبریاں وغیرہ۔ فائر بارز۔ $\frac{3}{8}$" سے ۱" قطر تک کی زنجیریں۔ لوہار کے ڈرا بار ہک اور بھاری لوہے کے ٹکڑے۔ چادریں جن میں سے واشر کٹ چکے ہیں۔ سائڈ چینس۔ ریل کے ٹکڑے۔ ریل کے ٹکڑے مع سی آئی بیس پلیٹوں کے۔ بیرنگ کی پلیٹیں۔ ڈاگ سپائیکز۔ ہک اور آئی بولٹز۔ فینسنگ اسٹنڈرڈ اور اسٹفننگ پوسٹس۔ لمبے گرڈر۔ انجن کے پہیوں کے ڈھانچے۔ ٹرالیوں کے پہیے اور ڈھر پچونے کی کڑاہیاں۔ بیلچے۔ پھاوڑے۔ اسپینر اور چمٹے۔ بریس ریچیٹ ڈرل گرڈر اور برنج ہتھوڑے۔ واٹسنر (بانک) جیکس اور گراریاں۔ پک ایکس اور لوٹر۔ کرد بار۔ اجنول (نہانی) گاج ریل۔ کلپس ریل لفٹنگ۔ ریکس بلاسٹ جھبیاں وغیرہ ؛

اسکریپ فولاد اور لوہا ملا جلا پوری لمبائی کی پلیٹیں اور چھوٹے ٹکڑے۔ اسکریپ پی۔ وے کینز۔ اسکریپ لبغرز۔ اسکریپ کراسنگ سکاسٹ اسٹیل۔ اسکریپ انجن۔ فٹنگز وغیرہ کاسٹ فولاد کی ؛

اسکریپ فولاد جس میں مفصلہ ذیل چیزیں ہیں۔ کرینک ڈھرے۔ ٹائر۔ اسپرنگ کے فلیٹ۔ اسپرنگ کی سپائرل اور وولیوٹ۔ ریل کے ٹکڑے جن کے سائڈ ٹنگ ریلیں بھی ہیں۔ فیر لوز لوکو ٹیوب کے ٹکڑے۔ فلوز۔ ایلیمنٹ۔ اسکریپ فولاد کے سلیپر پوری لمبائی کے اور ٹکڑے بیموں کے ٹکڑے۔ نہر ہم کی فائل (ریتیاں) پوری لمبائی کی اور ٹکڑے۔ اوزار جن میں آگ

وغیرہ ہیں پیپر سینپنیس اور بنیس گولڈ اشبیل۔ نیبر وغیرہ +

اسکریپ پیتل کی تیو میر، پوری ابادی کی اور نکڑے۔ اسکریپ وائٹ میٹل اور پیتل کے بورنگ

اسکریپ ایلومنیم۔ اسکریپ زنک۔ اسکریپ کاسٹ آئرن (دیگ) برنٹ ریفورٹ۔ اسکریپ انجن

کے بیچ۔ اور دُھرے ٹائروں کے ساتھ اور بغیر ٹائروں اور اسکریپ انجن کے پہیے ٹائروں کے +

۲۔ ٹینڈر این ڈبلیو ریلوے (لاہور) کے کنٹرولر آف اسٹورز آفس میں پیپر مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۲۷ء

کو دن کو دو بجے تک پہنچ جانے چاہئیں۔ اس کے اگلے دن اسی دفتر میں دن کے دو بجے کھولے جائیں

گے۔ ٹینڈر دینے والے اس موقع پر چاہیں۔ تو موجود ہو سکتے ہیں۔ کہ اپنے سامنے کھلے دیکھیں +

۳۔ ٹینڈر کی فارم جس میں مندرجہ بالا بکاؤ اشیاء کا بیان اور ان کی مقدار تفصیل سے درج ہے۔ کنٹرولر

آف اسٹورز مغل پورہ لاہور کو عرضی دینے پر پانچ روپے میں دستیاب ہو سکتی ہے +

۴۔ ٹینڈر دینے والوں کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ ایک ہزار روپے کی رقم چیف کیشیر این ڈبلیو ریلوے کے پاس

رکھیں۔ اور مقررہ تاریخ پر ٹینڈر کے ساتھ اس رقم کی رسید بھی پیش کریں +

۵۔ کنٹرولر آف اسٹورز کو پورا حق حاصل ہے کہ کسی ٹینڈر کو یا تمام ٹینڈروں کو بغیر وجہ بتلانے کے رد کر دے +

سی۔ ایف لینگر

مغل پورہ

کنٹرولر آف اسٹورز۔ این ڈبلیو۔ ریلوے

مورخہ ۸ فروری ۱۹۲۷ء

جلد ۲۹ | لاہور ہفتہ ۲۶ فروری سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۹

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ ۲۳ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۵ ہجری

فہرست مضامین

ضرورت شادی

ایک شریف خاندان معزز مسلمان کو جو زمینداری کے علاوہ تجارتی کاروبار بھی کرتے ہیں۔ اپنے لڑکے (جو خود تجارتی کاروبار کرتے اور ممتاز شخصیت رکھتے ہیں۔) کی شادی مطلوب ہے۔ لڑکی سُنی المذہب شریف خاندان تعلیم یافتہ اور قبول صورت ہو۔ باشندۂ صوبۂ متحدہ کو ترجیح دی جائے گی۔
خط وکتابت ذیل کے پتے پر ہونی چاہئیے :۔

ت - ع

معرفت منیجر صاحب تہذیب نسواں - لاہور

خواتین کے لئے مسرت بخش

اکسیر ستارہ (ہاتھ چابی مارکہ)

پینے کی دوا ہے۔ جو مستورات کی مخصوص شکایات کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی ہے۔ جہاں یورپ امریکہ کی ایجاد کردہ دوائیں ناکام رہیں۔ اکسیر نے اپنا پورا اثر دکھا کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ دوا دوسری دواؤں سے افضل داعلیٰ ہے۔ اس دوا کو منگا کر استعمال کرنے پر آپ کو خاطر خواہ تسلی و تشفی ہو جائے گی۔
قیمت فی بوتل دو روپے آٹھ آنے۔
بڑا دواخانہ ۲۵ مغل اسٹریٹ رنگون - برما

عورتوں کی اپنی دکان

بہنوں کی سہولت کے واسطے ان کے کام کی چیزیں بہم پہنچانے کا انتظام نہایت کوشش سے کیا ہے۔ معمولی بٹن سے لے کر قیمتی ساڑھی تک ہر ایک چیز دستیاب ہو سکتی ہے۔ بچوں کے کھلونے پارچات پوشیدنی اور دیگر ضروریات کی خصوصیت ہے۔ مال عمدہ اور ستا نہ ہو۔ تو واپس۔ آزمائش شرط ہے۔
خط وکتابت میں کسی مرد کا دخل نہیں۔
پتہ:۔ **کنیز کار** - پوسٹ نمبر ا - لاہور (پنجاب)

ضرورت شادی

ایک سُنی المذہب ۲۴ سالہ خوب صورت نوجوان کو عقد ثانی کی ضرورت ہے۔ لڑکی خوب صورت خوش اخلاق۔ امور خانہ داری سے واقف۔ سلیقہ مند سینے پرونے اور بقدر ضرورت تعلیم یافتہ ہو۔ اگر بیوہ ہو۔ اور اوپر کی صفات موجود ہوں۔ تو بھی اعتراض نہیں۔ ذات پات کا کوئی لحاظ نہیں۔ حالات صحیح آنے چاہئیں۔ حالات حسب منشا ہونے پر انہی لوگوں میں رہائش بھی ہو سکتی ہے۔ خطوط پوشیدہ رہیں گے۔ پتہ :۔
الف معرفت قادریہ کمپنی دروازہ شیرانوالہ - لاہور

بن ماں کی بچی۔ بھائی بہن - قیمت ہر ایک کی فی جلد ۸ر۔ میں سب اپنی بہنوں سے سفارش کرتی ہوں۔ کہ وہ ان کتابوں کو ضرور بالضرور خرید فرمائیں۔ المشتہر آفتاب جہاں بیگم۔ امداد منزل۔ آگرہ

شب برات کی بے ادبی

اسلام میں شب برات کی صرف اتنی اصلیت ہے۔ کہ حدیث شریف میں ۱۴ شعبان کو روزہ رکھنے اور پندرھویں شب کو عبادت الٰہی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور اس کو بے حد ثواب کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کا عام عقیدہ یہ ہے۔ کہ سال بھر کا رزق اسی شب میں تقسیم ہوتا ہے۔ اور دوران سال میں جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے۔ اس کا اسی شب فیصلہ ہو جاتا ہے۔ برات کے معنے ہیں حصہ۔ چونکہ اس شب میں رزق اور عمر کا حصہ تقسیم ہوتا ہے شاید اس وجہ سے اس کو شب برات کہتے ہوں گے۔ ایسی مقدس رات میں جو عبادت اور دعاؤں کے لئے مخصوص ہو۔ ہندوستان میں آتشبازی کا رواج پانا اس رات کی حد درجہ بے ادبی ہے۔ مسلمان اس آتشبازی کی بدولت نہ صرف عبادت سے محروم رہتے ہیں۔ بلکہ ایک طرف تو مالی نقصان اٹھاتے ہیں۔ اور دوسرے بسا اوقات خطرناک حادثات پیش آتے ہیں۔ اور جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حال ہی کا ذکر ہے۔ کہ بتاریخ ۲۳ جنوری ۱۹۲۷ء یہاں بریلی کے محلے اعظم نگر میں مسمی رحیم بیگ آتش باز کے مکان پر ۱۰ بجے صبح کے وقت آگ لگی۔ اس گھر میں کوئی مرد موجود نہ تھا۔ صرف عورتیں اور خورد سال بچے تھے۔ عورتوں نے گھر کا دروازہ اس خیال سے بند کر لیا۔ کہ مبادا اغیار گھر میں گھس آئیں۔ یہ عورتیں اور بچے آگ سے پناہ پانے کی غرض سے کوٹھڑیوں میں چھپ گئے۔ اتنے میں آگ نے ان سب کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہمسایہ اور اہل محلہ نے بچوں اور عورتوں کی چیخیں سن کر اور مکان کا دروازہ بند پاکر کواڑوں کو توڑ ڈالا۔ اور اندر پہنچے۔ مگر کواڑ توڑنے میں دیر لگی چونکہ مکان میں باروت کثرت سے موجود تھی۔ آگ بہت جلد پھیل گئی۔ اور اس عرصے میں چار پانچ جانیں تلف ہو گئیں۔ اور جو زیر علاج ہوئے۔ وہ بھی جانبر نہ ہو سکے۔ غرض سات آٹھ جانیں ضائع ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حیرت کا مقام ہے۔ کہ ہر سال اس قسم کے حادثات پیش آتے ہیں۔ جان اور مال ضائع ہوتے ہیں۔ مگر آتش بازی کے رواج میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اب تو کروڑوں روپے کی آتش بازی جرمنی وغیرہ غیر ممالک سے آنے لگی ہے۔ شاید پچھلے سال کسی شہر کے مسلمانوں نے آتشبازی ترک کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ تو وہاں کے آتش بازوں نے یہ فریاد کی تھی۔ کہ ہم سب آتشباز مسلمان ہیں۔ اور اگر آتش بازی نہ خریدی گئی۔ تو ہم مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ یہ کیسا عجیب معاملہ ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ایک فعل کر کے اسلام کے نام سے مدد کے طالب ہوتے ہیں۔ اب تو آتش بازوں کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ آتش بازی کا دستور بند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جب تک آتشبازوں کو متواتر مالی نقصان نہ پہنچے گا۔ وہ ہرگز اس پیشے

سے دست بردار ہونے والے نہیں ہیں ؛

میرے خیال میں تو جس طرح قانون سازکونسلوں میں شراب اور مسکرات کے انسداد کے قانون منظور کرانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اسی طرح آتش بازی کا انسداد بھی قانوناً ہونا چاہئے۔ معلوم نہیں ایسے اہم معاملے کی طرف سے مسلمانوں نے اب تک کیوں غفلت برتی۔ عورتیں اس معاملے میں بہت کچھ کرسکتی ہیں۔ آتش بازی کا شوق زیادہ تر بچوں کو ہوتا ہے۔ اور بچوں کو روپیہ پیسہ عموماً ماؤں کے ذریعے ملتا ہے۔ اگر مائیں ذرا دل مضبوط کرلیں۔ تو حالت کی بہت جلد اصلاح ہوسکتی ہے ؛

بہت دن ہوئے تہذیب میں کسی بہن کا مضمون پڑھا تھا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ افغانستان میں شب برات کی تقریب پر حلوہ پکانے اور کھلانے کا دستور تو ہے۔ مگر آتش بازی کا وہاں مطلق دستور نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پتنگ بازی۔ مرغ بازی۔ کبوتر بازی۔ بٹیر بازی کی طرح یہ آتش بازی بھی ہندوستان ہی کے بے فکرے مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ بڑے شکر کا مقام ہے۔ کہ ہمارے گھروں میں بچوں کو آتش بازی کا مطلق شوق نہیں۔ لہٰذا شب برات کے موقع پر آتش بازی خریدنے کا بالکل ہی رواج نہیں۔ کیا ہی اچھا ہو۔ کہ سب مسلمان مرد اور عورتیں اتفاق کر کے یک لخت اس "گھر پھونک تماشا دیکھ" کی نامعقول رسم کو ترک کر دیں ؛

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

جدید ترکی

ڈاکٹر میری ملس بٹرک صاحبہ پی ایچ ڈی ایل ایل ڈی Dr. Mary Mills P. H. D. L. L. D. کا ایک مضمون جدید ترکی کے متعلق اخبار علی گڑھ میل Aligarh Mail میں میری نظر سے گزرا۔ جس میں خواتین ترکی کے حالات خاص طور پر درج کئے گئے ہیں۔ اور ان کی زمانہ حال کی ترقیوں کو جو مغربی اقوام کے طرز پر ہیں۔ بہت سراہا ہے۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمات جو اس سلسلے میں ہوئیں۔ ان کا اعتراف کیا ہے۔ اصل یہ ہے۔ کہ دنیا بھر کی عورتوں میں آج کل ترقی کی لہر دوڑ رہی ہے۔ اور اس کا کچھ اثر ہندوستان کی مسلم خواتین پر بھی ہے۔ مگر مسلمان بہنوں کو ترقی کا ہر قدم خوب سوچ سمجھ کر بڑھانا چاہئے۔ یورپین بہنیں ترقی کی خواہش میں بعض امور میں شاہ راہ سے علیحدہ ہو کر کچھ ایسے مخمصوں میں پھنس گئی ہیں۔ کہ زندگی تلخ ہو گئی ہے۔ اور زن و شو کے تعلقات دل خوش کن اور پائیدار نہیں رہے۔ اگرچہ ہم نہایت گری ہوئی حالت میں ہیں۔ تاہم بہت سی باتوں میں ہم اپنی مغربی بہنوں کے لئے مثال ہو سکتے ہیں۔ ہمیں اپنی خصوصیات کو اندھا دھند کورانہ تقلید میں پائمال نہ کرنا چاہئے ؛ ڈاکٹر نی صاحبہ کی تحریر سے کچھ اقتباس پیش کرتی ہوں۔ شرع کی کسوٹی پر کسئے۔ جو ٹھیک اُترے۔ اس پر عمل کیجئے۔ اور

ناکارہ کو چھوڑ دیجئے۔

سلطنت جمہوریہ ٹرکی نے قومی زندگی کے ہر شعبے میں دور اندیشانہ نتیجہ خیز تغیر و تبدل کیا ہے۔ اور یہ سب کچھ چشم زدن میں ہوا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے۔ کہ سلطنت کو مذہب سے علیحدہ کر دیا ہے۔ پرانے مذہبی قوانین کے اثر کو منسوخ کر کے ان کی بجائے نئے اتحاد کن سرکاری قانون جاری کئے ہیں۔ مذہبی مدارس جن میں اسلامی تعلیم مفت دی جاتی تھی۔ بند کر دئے ہیں۔ اور تعلیمی مدارس کے حلقے کی توسیع کر دی ہے۔

صدر جمہوریت مصطفیٰ کمال پاشا اس اثر کو جو انسان کی ظاہرداری اور لباس کا دوسروں پر پڑتا ہے بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے مرد و عورتوں کے لباس میں مغرب کا تتبع کیا ہے۔ فی زمانہ ٹرکی خواتین بالوں کو انگریزی طرز کا بناتی ہیں مختصر اسکرٹ Short Skirts پہنتی ہیں۔ اور اپنے صنف کی سود و بہبود کی ہر قسم کی تحریکوں میں حصہ لیتی ہیں۔ پہلے زمانے میں ترکی خواتین ایک سفید کپڑا اس طرح اوڑھتی تھیں۔ کہ سر کے بال اور چہرہ بجز آنکھوں کے ڈھکا رہتا تھا۔ اور اس طرح عورتیں ہر جگہ آ جا سکتی تھیں۔ اور کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ کون کس عمر کی ہے۔ پھر اس کی جگہ باریک سیاہ نقاب رائج ہوا۔ جو صرف چہرے پر ہوتا تھا۔ لیکن جنگ عظیم کے زمانے میں مستورات ہر قسم کے کام پر لگائی جانے لگیں۔ اور اس وقت اس حجاب سے دشواریاں پیدا ہوئیں جنہوں نے نقاب اُلٹانے پر مجبور کیا۔ لیکن پولیس ہنوز پرانے قواعد کی پابندی کرتی تھی۔ جس کی رو سے شاہراہ عام پر بے پردہ آنا جرم تھا۔ پولیس نے اس کا اعلان کر دیا جس سے مستورات میں عام کھلبلی مچ گئی۔ کیونکہ اعلیٰ ترین طبقے کی بعض بیگمات قومی امداد کی تحریکوں میں سے کچھ کی بانی تھیں۔ پولیس نے اپنی غلطی کو بہت جلد معلوم کر لیا۔ اور اس اعلان کو منسوخ کر دیا۔ اور اب بے پردگی جرم نہیں رہی۔ قانون حال کی رو سے ترکی عورتیں مغربی ممالک کی عورتوں کی طرح ہیٹ لگاتی ہیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا حقوق نسواں کے زبردست حامی ہیں۔ مفصلات کے اکثر مقامات پر پرانے پردے کی رسم ایک حد تک ابھی تک رائج ہے۔

مصطفیٰ کمال پاشا مرد و عورتوں میں مساوات پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ کوئی تمدنی کام جس میں مرد و عورت برابر کا حصہ نہ لیں ممکن نہیں ہے۔ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے ایک مرتبہ ایک بڑے جلسۂ رقص کا اعلان کیا۔ اور شرط یہ لگائی۔ کہ کوئی مرد جو اپنے ساتھ ایک عورت نہ لائے۔ اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ بلکہ عمائدین شہر کو اس جلسے میں مدعو کیا۔ اور اس شرط کی اطلاع دیدی۔ عمائدین انگورا میں سے بعض اس خیال کے بھی ہیں۔ جو اس قسم کے جلسے

میں اپنی ازواج کو نہیں لے جاتے۔ ایسے اشخاص کو بلالحاظ ان کی شخصیت کے اس جلسے کی شرکت سے محروم رکھا۔ سلطنت ترکی کے پایہ تخت شہر انگورا میں گزشتہ جاڑوں میں یہ ایک نہایت شان دار اور کامیاب جلسہ تھا۔

قوانین جدید کی رو سے ایک سے زیادہ شادی کرنا جرم ہے۔ اور طلاق بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ کٹھن کام ہے۔ ترکی یونیورسٹی میں لڑکے اور لڑکیاں ساتھ تعلیم پاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ یکساں برتاؤ ہوتا ہے۔ یونیورسٹی کے صیغۂ قانون و ڈاکٹری میں مرد و عورت یکساں طور پر داخل ہو سکتے ہیں۔ سلطنت ٹرکی نے حال ہی میں ایک عورت کو جج کے عہدے پر ممتاز فرمایا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں جو ساتھ تعلیم پاتے ہیں چھٹیاں منانے اور تفریح و سیر کرنے کے لئے دوستانہ طریقے سے بلا روک ٹوک ساتھ جاتے آتے ہیں۔

خاکسار رضویہ خاتون

ریل کا سفر

کچھ عرصہ ہوا۔ تہذیب میں ایک بہن نے ریل کے سفر کے متعلق اپنے تجربات لکھے تھے۔ اور بعض ضروری امور کی طرف توجہ دلائی تھی۔ چند ایک باتیں ایسی ہیں۔ جن کی طرف میں اپنی بہنوں کی خاص طور پر توجہ منعطف کرانی چاہتا ہوں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے۔ کہ سفر میں حتی الامکان اسباب کم ساتھ رکھنا چاہئے۔ وہ چیزیں جن کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے۔ ان کو ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً ایک بہن جن کے شوہر کی تبدیلی ایک شہر سے دوسرے شہر ہوئی۔ وہ چلتے وقت اپنی مٹی کی انگیٹھیاں بھی جن میں سردیوں کے موسم میں کوئلے سلگا کر کمرہ گرم کیا جاتا ہے۔ باندھ کر ساتھ لے گئیں۔ اب سوچنے کی بات ہے۔ کہ مٹی کی انگیٹھی ایک ایسی چیز ہے۔ جس کو سفر میں ساتھ لے جانا نہایت ہی بے عقلی کی دلیل ہے۔ اول تو مفت کا بوجھ قلیوں اور اسباب پر مزید کرایہ الگ۔ پھر انگیٹھی تو جہاں جاؤ وہاں آسانی سے بن سکتی ہے۔ یا مل سکتی ہے۔ اس قسم کی کفایت شعاری بھی کس کام کی؟

ایک اور بہن سفر پر جانے لگیں۔ تو ان کی مرغی جو انڈوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بھی مع انڈوں کے ٹوکرے میں رکھ کر ساتھ لے گئیں۔ گاڑی میں تو خیر مرغی کو پانی دانہ خود دیتی رہیں۔ مگر آگے اسٹیشن پر قلیوں نے ٹوکرا اس بیدردی سے اٹھایا کہ مرغی نیچے اور انڈے اوپر۔ کچھ ان میں سے ٹوٹ گئے۔ اور کئی نامکمل چوزے مر گئے۔ لاحول ولا قوت الا باللہ۔ اب بہنیں خود سوچیں۔ کہ ان بہن کا فعل کہاں تک معقول تھا۔

دوسرے اسباب کی بہت سی پوٹلیاں نہیں بنا دینی چاہئیں۔ حتی الامکان چھوٹی موٹی چیزوں کا ایک بڑا بنڈل بنا دینا چاہئے۔ اگر بہت سی پوٹلیاں اور گٹھریاں ہوں۔ تو گاڑی میں رکھتے اور

اُتارتے وقت بہت تکلیف ہوتی ہے۔ خصوصاً جبکہ ڈاک گاڑی ہو۔ اور اسٹیشن پر بہت تھوڑا عرصہ ٹھہرتی ہو۔ عورتیں تو پلیٹ فارم پر الگ جا کھڑی ہوتی ہیں۔ مردوں کو اسباب اُتارنے یا چڑھانے میں بہت دقت اور سر دردی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر گنتی شروع ہوتی ہے۔ کبھی ایک پوٹلی کم نکلتی ہے۔ تو کبھی ایک زیادہ۔ بعض اوقات گاڑی چل پڑتی ہے۔ تو یاد آتا ہے۔ کہ اوہو۔ پان دان تو گاڑی ہی میں رہ گیا۔ کبھی گلاس اور لوٹا رہ جاتا ہے۔ غرضکہ عجیب مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اکثر مرد عورتوں کے ساتھ سفر کرنے سے بہت گھبراتے اور پریشان ہوتے ہیں۔

تیسرے اسباب جہاں تک ہو۔ ایک جگہ رکھنا چاہئے۔ کہ قلی فوراً اُتار سکیں۔ اور اگر ہو سکے۔ تو اپنے ٹرنکوں اور بستروں کے بنڈلوں پر ایک کاغذ کی چٹ گوندسے لگا کر اس پر اپنا نام اور پتہ صاف طور پر لکھ دینا چاہئے۔ اس طرح آپ کو خود اسباب اُتارنے میں آسانی ہوگی۔ اور دوسرے اگر اسباب گاڑی میں رہ جائے۔ تو اگلے اسٹیشن پر تار دینے سے پولیس بآسانی آپ کا اسباب پہچان کر اُتار سکے گی۔

اس سے بھی زیادہ ضروری ایک اَور امر ہے۔ اور وہ یہ کہ عورتوں کو اپنا ٹکٹ اپنے پاس رکھنا چاہئے۔ دستور یہ ہے۔ کہ عورتوں کے ٹکٹ بھی مرد اپنے پاس رکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جب عورتوں کے ڈبے میں لیڈی ٹکٹ کلکٹر ٹکٹ دیکھنے آتی ہے۔ تو جواب ملتا ہے ٹکٹ ہمارے مردوں کے پاس ہیں۔ اس ٹکٹ کلکٹر کو بھی عجب مصیبت ہوتی ہے۔ ان مردوں کو کہاں تلاش کرے؟ دوسرے سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ بالفرض جس مرد کے پاس ٹکٹ ہیں۔ وہ اسٹیشن پر پانی پینے یا کوئی اَور چیز لینے گیا۔ اور گاڑی چل پڑی۔ اور وہ اسٹیشن پر رہ گیا۔ تو بس قیامت آگئی۔ آگے ہماری پردہ نشین عورتیں سفر میں ایسی بے بس اور گم سُم ہو جاتی ہیں۔ کہ ایک شیر خوار بچہ بھی ان سے بہتر ہوتا ہے۔ یہ کم از کم ضرورت کے وقت چیخ چلا کر تمام دنیا سر پر اُٹھا لیتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر عورت کے پاس اپنا ٹکٹ ہو۔ تو کم از کم گھر تو پہنچ سکتی ہے۔ اگر عورت اکیلی نہ ہو۔ اور کوئی اَور ہمراہی ساتھ ہو۔ اور اسباب زیادہ نہ ہو۔ تو بے شک اگلے اسٹیشن پر اُتر کر دوسری گاڑی کا انتظار کر لو۔ کہ وہ مرد آجائے۔ تو پھر سفر جاری کیا جائے۔ لیکن اگر عورت اکیلی ہے۔ اور اسباب زیادہ ہے۔ تو اس کا اگلے اسٹیشن پر اُترنا مناسب نہیں۔ ایک تو اسباب اُتارنے کی دقت۔ دوسرے اکیلی عورت دیکھ کر اکثر بدمعاش آدمی اور بعض اوقات خود اسٹیشن کے بابو اور پولیس کے سپاہی اس کو تنگ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کئی اس قسم کے واقعات میرے

چشم دید ہیں۔ سو بہتر ہے۔ کہ وہ عورت گاڑی
ہی میں رہے۔ کہ وہاں اَور عورتیں تو اس کے
ہمراہ ہیں۔ اور اپنی منزل مقصود پر جا اُترے +
اکثر اوقات اسٹیشن پر کوئی نہ کوئی مرد لینے آیا ہوتا
ہے۔ وہ فوراً اُتروالے گا۔ اور گھر پہنچا دے گا۔ اور
آپ کا ہمراہی مرد بعد میں گاڑی میں آ جائے گا +
اگر کوئی مرد اسٹیشن پر لینے نہ آیا ہو۔ تو اگر ٹکٹ اپنے
پاس ہو۔ اور گھر کا پتہ ٹھیک معلوم ہو۔ تو خود قلیوں
سے اسباب اُٹھوا کر اور ٹانگا کرا کر گھر چلی جائیں +
ایسے موقعوں پر ہوش و حواس کو قابو میں رکھنا چاہئے
ہمت نہیں ہار دینی چاہئے + مگر مصیبت یہ ہے۔
کہ ہماری پردہ نشین عورتوں کو گھر کی چار دیواری
میں بند رکھا جاتا ہے۔ انہیں دنیا کی ہوا تک
نہیں لگتی۔ گھر میں کسی مہمان سے باتیں کرتی شرماتی
ہیں۔ تو بھلا باہر سفر میں کیا کریں گی؟ ورنہ اگر
عورت قدرے تعلیم یافتہ ہو۔ اور تھوڑی بہت
انگریزی جانتی ہو۔ یا بات کرنے کا ہی شعور ہو۔
اور قدرے ہمت سے کام لے۔ تو ایسے آڑے
وقت میں فوراً اگلے اسٹیشن پر اُتر کر ایک تار
اپنے شوہر کو یا ساتھ والے مرد کو پچھلے اسٹیشن
کے اسٹیشن ماسٹر کی معرفت بھیج سکتی ہے۔ کہ
میں اس اسٹیشن پر تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔
یا سیدھی گاڑی پر گھر کو روانہ ہو گئی ہوں۔ تاکہ
مرد کا فکر دور ہو جائے۔ اور ایک تار اپنے جائے
قیام یا منزل مقصود پر اپنے کسی عزیز کو بھیجوا

سکتی ہے۔ کہ یہ معاملہ ہے۔ کوئی مجھے
پر آکر اُتار لے + اگر انگریزی خود نہ بھی جا
تب بھی وہ اسٹیشن ماسٹر کو کہہ کر تار دلوا
بشرطیکہ ہوش و حواس بجا ہوں۔ اور
نہ بھول جائیں + اس کے لئے ضروری
عورت ضرور اپنے پاس چند روپے بھی
کہ ایسے آڑے وقت میں خرچ کی ضرور
ہے۔ اس وقت کام آئیں گے +

ایک اَور بات کی طرف بھی میں توجہ
چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ اگر عورتوں کے
میں کوئی مرد گھس آئے۔ یا تمہارا یا کسی کا
میں سے باہر گر پڑے۔ یا کوئی قیمتی بکس
گاڑی سے باہر جا پڑے۔ تو گاڑی ٹھہرا
لئے ڈبے کے اندر اکثر دروازوں کے او
زنجیر ہوتی ہے + اس زنجیر کو پکڑ کر لٹ
یا زور سے نیچے کو کھینچیں + اس کے ذر
سے اس خاص ڈبے کے پہیوں پر بریک
جاتی ہے۔ جس سے گارڈ کو علم ہو جاتا ہے۔
گاڑی کھڑی کروا دیتا ہے + سکنڈ کلاس
میں نشست کے پنچ کے برابر کھڑکیوں کے
یہ زنجیر مع ہینڈل یا دستے کے لگی ہوتی
اسے کھینچیں + گاڑی میں بیٹھتے وقت اس
کی جگہ معلوم کر لینی چاہئے۔ کہ آڑے وقت ڈ
نہ پڑے +

یہاں امریکہ کی گاڑیوں میں ٹھنڈا پانی پ

لئے گاڑی کے اندر موجود ہوتا ہے۔ اور مفت۔ مگر ہمارے
ہندوستان میں یہ نعمت بھلا کہاں؟ اسٹیشن پر "ہندو پانی"
"مسلمان پانی" کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ اور اکثر
اسٹیشنوں پر یہ بھی نہیں۔ اگر ہوتا ہے۔ تو ہندو پانی۔
مسلمان سقے صاحب کہیں خواب خرگوش میں
پڑے ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں اکثر گاڑیوں
میں سوڈا واٹر کا پانی اور برف کی گاڑی لگی ہوتی
ہے۔ جب اسٹیشن آئے۔ اور سوڈا واٹر پاس
سے گزرے۔ تو بے شک آواز دے کر بلا لو۔ اس
میں کوئی شرم نہیں ہے۔ مردوں کا انتظار نہ کرو
کہ وہ آئیں۔ اور سوڈا واٹر لے کے دیں۔ مردوں
پر امید لگا کر بیٹھی رہیں۔ تو میدان کربلا کا نظارہ
پیش آجائے گا۔ ایسی معمولی باتوں میں اپنے پاؤں
پر خود کھڑا ہونا سیکھو۔ کہ اس میں آپ ہی کا بھلا
ہے۔ والسلام۔

خاکسار ممتاز احمد فاروقی۔ از امریکہ

تہذیب کی پچھلی جلدیں

میں عرصے تک اپنے اخبار تہذیب نسواں کی
سرگزشت سے اچھی طرح واقف نہ تھی۔ کیونکہ
ہمارے ہاں یہ اخبار ۱۹۲۳ء سے آنے لگا۔ اس
لئے میں اس سے پہلے کے حالات سے کس طرح
واقف ہوتی؟ مگر جب سے محترمہ سعادت بانو کچلو
نے (جو کبھی تہذیب میں بنت حفیظ اللہ کے نام سے
ایک قابل مضمون نگار اور شاعرہ تھیں۔) ہمیں اپنی
جلدیں پڑھنے کے لئے عنایت فرمائیں۔ تو کیا
کہوں۔ ان کے پڑھنے سے میرا دل کس قدر متاثر
ہوا۔ میں بیان نہیں کر سکتی۔ کہ جب وہ دقتیں
جو تہذیب کے سرپرستوں یعنی مولوی صاحب قبلہ
اور محترمہ مکرمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ کو (خدا انہیں
جنت نصیب کرے) کسی زمانے میں پیش آئی تھیں
اور ۱۹۰۸ء کی جلدیں ایڈیٹر صاحبہ مرحومہ کے انتقال کا
حال پڑھ کر تو دل کی کیا حالت ہوئی۔ وہ بیان نہیں
ہو سکتی۔ دل سے بے اختیار دعا نکلی۔ کہ خداوند تعالےٰ
ہمارے تہذیب کو تاقیامت سلامت رکھے۔ اس
کے سرپرست مولوی صاحب محترم کا سایہ اس کے
اور ہم سب تہذیبی بہنوں کے سر پر ہمیشہ قایم رہے
اور خدائے تعالیٰ مجھے اس اخبار کی خدمت کرنے
کی توفیق عطا فرمائے۔ محترمہ محمدی بیگم صاحبہ کو
جنہوں نے یہ باغ لگایا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ
اس کی بہار دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ خدائے رحیم
اس بات کا اجر انہیں آخرت میں دے۔ کہ انہوں
نے ہمیں صراط المستقیم پر ڈالا۔ ہم کو جہالت کے تاریک
گڑھے سے نکال کر ہم پر علم اور شائستگی کا دروازہ کھولا۔
اللہ میاں اس نیک خاتون کو جنت الفردوس
میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین!

تہذیب کی پچھلی جلدیں پڑھ کر گویا میری آنکھوں
کے آگے سے ایک پردہ سا ہٹ گیا۔ اور مجھ پر وہ
حقیقت منکشف ہو گئی۔ جس کا میرے دل میں تہذیب

کے متعلق وہم و گمان بھی نہ تھا محترمہ سعادت بانو کا
میں کس طرح شکریہ ادا کروں۔ کہ انہوں نے مجھ پر
یہ مہربانی فرمائی۔ مگر مجھے اس بات کا گلہ ہے کہ
وہ عرصہ دراز سے اپنے پرچے کو بھول گئیں۔ اور کبھی
ان کے مضامین کیا نام بھی تہذیب میں نہیں نشاء
خدا جانے انہوں نے پرچے کو کیوں فراموش کر دیا۔
جب میں نے ان کے مضامین اور نظمیں اخبار میں
دیکھیں۔ جو کسی زمانے میں وہ تہذیب میں لکھا کرتی
تھیں۔ تو میرا دل نہایت مسرور ہوا۔ مگر اس خیال
سے۔ کہ وہ اب اپنے فائدہ مند مضامین سے اپنی
بہنوں کو مستفید نہیں فرماتیں۔ مجھے بہت رنج ہوا۔
چونکہ خاکسار کی ان سے ملاقات ہونی ناممکن ہے
اس لئے میں بذریعہ تہذیب کے ملتجی ہوں۔ کہ وہ فرو
ضرور اپنے مضامین سے اپنی بہنوں کو فائدہ پہنچائیں۔
امید ہے۔ کہ وہ میری ان باتوں سے بُرا نہ مانیں گی۔
میں ان سے معافی کی خواہاں ہوں۔ کہ بغیر ان کی
اجازت کے بہت کچھ لکھا۔ مگر کیا کروں۔ اس اثر
نے جو ان کے مضامین سے میرے دل پر ہوا۔ مجھے
مجبور کیا۔ میں امید کرتی ہوں۔ کہ وہ میری اس
درخواست کو رد نہ کریں گی۔ اور پھر تہذیب کو یاد
کریں گی۔ سچ کہتی ہوں۔ کہ ان کے مضامین اخبار
میں دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوگی۔ چونکہ آج تک
مجھے ان کی قابلیت کا حال معلوم نہ تھا۔ اس لئے
کبھی میرے دل میں یہ خیالات پیدا نہ ہوئے۔ کہ
میں ان کو مضامین لکھنے پر آمادہ کر سکوں۔

مجھے بے حد صدمہ ہوتا ہے۔ جب میں خیال کرتی
ہوں۔ کہ تہذیب کی خدمت کرنے والی ہمارے
شہر میں کوئی بہن نہیں۔ گو اس کی خریدار ہمارے
شہر میں بہت ہیں۔ مگر جب تک ہر ایک شہر میں
دو چار تہذیبی بہنیں تہذیب کی خدمت پر آمادہ
ہوں۔ اور ہر خریدار دل و جان سے اس کی ترقی
کی کوشش نہ کرے۔ تو ہمارا فرض ادا نہیں ہوتا۔ میں
اس کوشش میں ہوں۔ کہ یہ اخبار ہمارے خاندان
کے ہر گھر۔ اور میری میل ملاپ والی سب بہنوں میں
ہاں جاری ہو جائے۔ خدا میری اس کوشش کو بر لائے
محترم مولوی صاحب سے درخواست ہے۔ کہ
میری اس ناچیز تحریر کو ضرور تہذیب میں جگہ دے
کر ممنون فرمائیں۔ گو یہ میں جانتی ہوں۔ کہ لائق
بہنوں کی بہترین تجویزوں کی بہ نسبت خاکسار کی
یہ تجویز کیا حقیقت رکھتی ہے۔ مگر یہ وہ جذبات ہیں
جو تہذیب کی پچھلی جلدیں پڑھ کر میرے دل میں
پیدا ہوئے۔ اور جنہیں میں تحریر کی صورت میں
پیش کرتی ہوں۔

جن تہذیبی بہنوں نے پچھلی جلدیں نہ دیکھی ہوں
وہ ضرور ان کے مطالعہ سے فائدہ اُٹھائیں۔

تہذیب کی خیرخواہ۔ محمودہ بیگم۔ اسحاق منزل آگرہ

بالوں کی حفاظت

انسان کے جسم میں سب سے خوب صورت چیز

آنکھ ہے۔ بلاشبہ آنکھ سب سے خوب صورت اور قیمتی چیز ہے۔ آنکھ کی خوب صورتی اپنے اندر بجلی کی سی قوت رکھتی ہے۔ اور اس کا اثر گہرا اور دیرپا ہوتا ہے۔ آنکھ کے بعد بال سب سے خوب صورت ہیں۔ یہاں تک کہ باقی خط و خال اور رنگت بھی بالوں کی خوبصورتی کے سامنے ہیچ ہے۔

بالوں کی خوب صورتی مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں حُسن لاتی ہے۔ دنیا کے بیشتر حصوں میں مرد بھی اپنے بالوں کو بڑھاتے ہیں۔ اور مشرقی اقوام کے مرد ابھی تک بال رکھتے ہیں۔ یورپ میں ۱۰ اور ۱۸ صدی عیسوی میں مرد لمبے بال رکھتے تھے۔

سر کی جلد کے نیچے لاتعداد غدود ہیں۔ جن کی صحت اور تندرستی پر بالوں کی خوب صورتی اور تندرستی کا دار و مدار ہے۔ بال جلد کے اندر ½ سے ¼ انچ تک گہرے پیوست ہیں۔ جہاں ان کی پرورش خون سے ہوتی ہے۔ اور قوت اعصاب کے ذریعے قائم رہتی ہے۔ اگر اعصابی قوت میں کسی قسم کی کمی واقع ہو جائے۔ تو بالوں کی رنگت اور ان کی پرورش پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ بال ایک انچ سے لے کر ایک گز تک یا زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ بالوں کی عمر ۲ سے ۴ سال کی ہوتی ہے۔ یعنی ۴ سال کی عمر تک وہ بال ضرور ضائع ہو جاتا۔ اور اس کی جگہ دوسرا بال پیدا ہوتا ہے۔ گرم آب و ہوا میں اور دن کے وقت بال زیادہ بڑھتے ہیں۔ رات کو اور موسم سرما میں بال بڑھتے ہیں۔ عام طور پر ایک مہینے میں پون انچ تک بال بڑھ جاتے ہیں۔ مگر عورتوں میں دس سے چودہ انچ تک۔ لمبائی پوری ہو جانے کے بعد پیدائش کی رفتار اس سے نصف رہ جاتی ہے۔ عام طور پر بالوں کی خوب صورتی کا معیار یہ ہے۔ کہ وہ بالکل سیاہ ہوں۔ چمکیلے ہوں لمبے اور بکثرت ہوں۔ لیکن افسوس۔ کہ ہم ہندوستانی عورتوں میں بالوں کو تباہ و برباد کر دینے کی عادات یا رسوم رائج ہیں ان سے حتی الامکان بچنا چاہئے۔ مثلاً (۱) بالوں کو مٹی سے دھونا ملتانی مٹی ہو۔ یا کوئی اور اس سے بال بالکل ستیاناس ہو جاتے ہیں۔ (۲) بالوں کو چکنا کرنے کے لئے گھی یا مکسن لگانا۔ اس سے سر میں بدبو اور تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور مسامات بند ہو جاتے ہیں۔ (۳) بالوں کو صرف اس دن کنگھی کی جاتی ہے۔ جب سر دھویا جائے۔ حالانکہ ہر روز کنگھی کرنا بالوں کے لئے بہت ہی مفید ہے (۴) ناقص بازاری تیل لگانا۔

مندرجہ ذیل طریقوں پر اگر عمل کیا جائے۔ تو بالوں کو بہت ہی فائدہ پہنچتا ہے:۔

۱۔ بالوں کو دھوپ اور کھلی ہوا میں ایک دو گھنٹہ کھلے رکھنا۔

۲۔ ہفتے میں کم از کم دو بار ضرور دھونا۔

۳۔ ہر روز کنگھی کرنا اور اپنی کنگھی دوسرے کو استعمال کے لئے نہ دینا۔

۴۔ بالوں کو اچھے صابن سے دھویا کریں۔ بالخصوص سن لائٹ سوپ Sunlight soap

از حد مفید ہے ٭

۵۔ چھوٹی لڑکیوں کے بال کُھلے رکھیں۔ اس طرح بال بڑھتے ہیں ٭

۶۔ بالوں کو دھو کر خشک کرنا۔ پھر اچھا مفید تیل لگانا۔ خصوصاً ناریل اور سرسوں کا تیل نہایت ہی صحت بخش اور بالوں کو بڑھانے والا ہے۔ جو بہنیں زیادہ چکناہٹ پسند نہیں کرتیں۔ وہ سر دھوتے وقت تیل لگائیں۔ اور اوپر سے پانی بھی ڈالیں ٭

خاکسار گ۔ ن کپور تھلہ

کچے عقیدے

گو اس زمانے میں ترقی تعلیم کی اس قدر چیخ پکار ہو رہی ہے۔ پھر بھی بہت سی بہنیں لغو اور مشرکانہ اوہام میں مبتلا ہیں۔ کوئی بہن نجوم و فال کی باتوں پر اپنا ایمان کھوئے بیٹھی ہیں۔ کوئی شگون و بد شگونی لینے سے خدا کے نزدیک گنہگار ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر مکان کی چھت پر کوئی چیل آ بیٹھی۔ تو بدشگونی کہلاتی اور نحوست کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ اس واقعہ کے بعد وہ منتظر رہتی ہیں۔ کہ دیکھیں اب کیا منحوس خبر سنائی دیتی ہے۔ اگر اتفاقاً اس عرصے میں کسی عزیز کی موت ہو گئی یا بیماری۔ یا اپنے ہی گھر میں کوئی علیل ہو گیا۔ تو بس انہیں یقین پختہ ہو گیا۔ اسی طرح اگر کسی نے قینچی یا زنجیر بجائی۔ تو عموماً یہی کہتی ہیں۔ دیکھنا بہن! تم نے زنجیر بجائی ہے۔ ضرور کسی سے تکرار ہو گی۔ اگر اس درمیان میں لڑائی نہ ہوئی۔ تو خیر۔ ورنہ اگر مدت کے بعد بھی لڑائی ہو۔ تو وہی زنجیر کی آواز سچ کہلائے گی۔ اسی طرح بہت سی اَور مثالیں ہیں ٭

ایک دفعہ میری ایک عزیز ہمارے یہاں آئی ہوئی تھیں۔ وہ ان فضول باتوں پر بہت اعتقاد رکھتی تھیں۔ ایک دن دوپہر کو وہ کچھ سی رہی تھیں۔ اور میں ان کے پاس بیٹھی تھی۔ میری نظر اچانک قینچی پر پڑی۔ میں نے اسے اُٹھا لیا۔ اور بلا ضرورت محض شرارتاً اسے بجانا شروع کیا۔ وہ مجھ کو ہر چند منع کرتی رہیں۔ مگر میں برابر پندرہ منٹ تک قینچی بجاتی رہی۔ اور ان سے کہا۔ کہ دیکھئے! آج گھر میں کس سے لڑائی ہوتی ہے۔ اگر قینچی کی آواز کے متعلق آپ کا خیال سچ نکلا۔ تو میں آپ کی ان باتوں کو ہرگز غلط تصور نہ کروں گی۔ اور اگر آج یہ قینچی کی آواز صحیح نہ نکلی۔ تو آج ہی آپ اپنا اعتقاد ان فضول باتوں پر سے اُٹھا لیجئے۔ اور میری ہم خیال بن جایئے ٭

آخرکار اس دن بلکہ کسی اَور دن بھی آپس میں کچھ لڑائی تکرار نہ ہوئی۔ پھر تو بہن صاحبہ نے اس روز سے ان تمام باتوں کو ماننا چھوڑ دیا۔ اور اپنا عقیدہ درست کر لیا۔ اب وہ خود دوسروں کو ان لغو باتوں سے منع کرتی ہیں ٭

غرض اس قسم کے عقیدے سب محض من گھڑت ہیں۔ خداوند کریم ہر مسلمان بہن کو ان بیہودہ

باتوں سے بچائیے۔ اور ان کے ایمان کو شرک کی باتوں سے محفوظ رکھے۔

عزیزہ خاتون بنت محمد سرور صاحب اوناگیور

انجمن تہذیب نسواں شاہجہانپور

انجمن تہذیب نسواں شاہجہانپور کا جلسہ ۱۷ دسمبر ۱۹۲۶ء کو بیگم محمد علی صاحبہ کی صدارت میں حسب معمول منعقد ہوا۔ چونکہ محترمہ بیگم ایوب حسن صاحبہ نے گزشتہ جلسہ میں نہایت شوق سے اپنے دولت خانہ پر جلسہ کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور بالاتفاق یہ طے ہوا تھا۔ کہ ہمیشہ ایک مقررہ جگہ پر جلسہ ہونا چنداں فائدہ مند صورت پیدا نہیں کرسکتا۔ اس لئے گاہے گاہے مختلف محلوں میں ہوا کرے۔ تاکہ ہر محلے کی خواتین شریک ہوسکیں۔ چنانچہ اس مرتبہ بیگم ایوب حسن صاحبہ کے مکان پر جلسہ کا انعقاد ہوا۔ اسی سلسلے میں انہوں نے اپنی بھانجی کے غسل صحت پر جو خطرناک نمونیا سے صحت یاب ہوئی تھیں۔ میلاد شریف کا انتظام بھی کیا تھا۔

میلاد شریف کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ شریک جلسہ خواتین کی تعداد کافی تھی۔ بیگم ایوب حسن صاحبہ نے لڑکیوں کی تعلیم کی ضرورت پر ایک مفید مضمون پڑھا۔ پھر خاکسار نے مسلمان گھرانوں کی مروجہ فضول رسوم کے خلاف اظہار خیال کیا۔ بچیوں کی دل کش نظموں کے بعد تبلیغ فنڈ کے چندہ کی تحریک ہوئی جس پر مندرجۂ ذیل خواتین نے چندہ دے کر ثواب دارین حاصل کیا۔

بیگم محمد علی صاحبہ ۵ ۔ محترمہ صادقہ بیگم صہ۔ بیگم ایوب حسن صاحبہ ۱۲۔ عزیزہ سعید بانو عہ۔ اہلیہ ماسٹر برکت اللہ خاں مرحوم ۲۔ فاطمہ جان ۲۔ حمیدن ۸۔ کل میزان ۱۳ ۲۔

فیس منی آرڈر ۳ باقی ۱۳ کا منی آرڈر قبلہ منیجر صاحب تہذیب نسواں کے نام ارسال کیا گیا۔

باقی وقت آپس میں تبادلۂ خیالات میں گزرا۔

بعد ازاں محترمہ موصوفہ نے چائے وغیرہ سے سب کی تواضع کی۔

یہ بہت خوشی کی بات ہے۔ کہ بیگم ایوب حسن صاحبہ نے جو نہایت روشن خیال خاتون ہیں میری درخواست پر انجمن کے فرائض کو میرے ساتھ مل کر انجام دینے کا وعدہ کیا۔ مجھے امید ہے۔ کہ دیگر بہنیں بھی کم از کم انجمن کے جلسوں میں دلچسپی لینے کی کوشش کریں گی۔ خصوصاً اس شہر کی تہذیبی بہنوں سے دوبارہ التماس ہے۔ کہ وہ ضرور مجھے اپنے پتے سے اطلاع دیں۔ تاکہ میں ان کو جلسے کی مقررہ تاریخ کی اطلاع دے سکوں۔ مقام افسوس ہوگا اگر تہذیبی بہنوں نے ادھر توجہ نہ کی۔ رحمان بلڈنگ یعنی منو خاں کی کوٹھی کے پتے سے مطلع فرمائیں۔

خاکسار حمیدہ بیگم سکرٹری

انجمن تہذیب نسواں رڑکی

الحمد للہ کہ آپ کی دعاء اور عنایت الٰہی سے رڑکی کی تہذیبی بہنوں نے بھی خواتین کی اصلاح حال کے لئے انجمن تہذیب نسواں قایم کر لی اور اس کا پہلا جلسہ ۷ ماہ حال، بروز دو شنبہ بعد نماز ظہر غریب خانہ واقع طاہر منزل میں منعقد ہوا۔ بیگم نثار احمد صاحب تحصیلدار باتفاق رائے صدر جلسہ قرار پائیں۔ اور خاکسار کو سب بہنوں نے سکرٹری کی خدمت سپرد کی۔

حسینہ خاتون نے تلاوت کلام مجید سے جلسہ کا افتتاح کیا جس کے بعد بیگم محمد یٰسین خاں صاحب نے ترانہ حمد نہایت دل کش آواز سے سنایا۔ پھر بہن حسینہ خاتون صاحبہ نے تعلیم نسواں کی ضرورت پر نہایت موثر الفاظ میں تقریر فرمائی۔ اس کے بعد بہن بیگم محمد یسین خاں نے سہارنپور کے اسلامیہ اسکول کے حالات عملی نمونے کے طور پر پیش کئے۔ پھر عزیزہ نواب جہاں و عزیزہ اصغری بیگم نے حاضرین کو قومی ترانہ سنایا۔ خاکسار نے رڑکی میں اسلامیہ مدرسہ نسواں کی شدید ضرورت بیان کر کے اس کے لئے چندہ کی تحریک۔ جس کو حاضرین جلسہ نے توجہ سے سنا۔ اور نہایت فراخ دلی سے پورا فرمایا۔ آخر میں بیگم محمد یسین خاں صاحب و عزیزہ سکندر جہاں نے دعائیہ نظم پر جلسے کو چار بجے ختم کیا۔ بعد ازیں مہمان خواتین کی خاطر چائے۔ پان عطر سے کی گئی۔ محترمہ بیگم محمد یسین خاں صاحب کی کوشش اور ایثار قابل تعریف ہے۔ بہن موصوفہ تہذیب کی پرانی خریدار ہیں۔ اور سرگرم مددگار ہیں۔ چندہ کا حساب حسب ذیل ہے :-

بیگم صاحبہ مرزا عاشق حسین صاحب ۵ر۔ والدہ صاحبہ مرزا عاشق حسین صاحب ۵ر۔ بیگم محمد یسین خاں صاحب ۵ر۔ خاکسار سکرٹری ۵ر۔ بیگم حافظ مہتاب خاں صاحب ۲ر۔ بیگم منشی اشتیاق احمد صاحب ۲ر۔ بیگم محمد اسمٰعیل خاں صاحب ۱ر۔ بیگم نصیب خاں صاحب ۱ر۔ بیگم محمد یعقوب خاں صاحب ۱ر۔ بیگم سید احمد حسین صاحب ۱ر۔ بیگم نواب داؤد علی صاحب ۲ر۔ سکندر جہاں صاحبہ ۲ر۔ نواب جہاں صاحبہ ۱ر۔ اصغری بیگم ۱ر۔ صغرا بیگم صاحبہ ۱ر۔ اہلیہ رحمن بخش مرحوم ۱ر۔ اہلیہ حسین بخش صاحب ۸ر۔ اہلیہ محمد عظیم صاحب ۸ر۔ نور خانم ۸ر۔ ظہورن ۸ر۔ اللہ دی ۲ر۔ اہلیہ محمد ابراہیم ۲ر۔ گھسی ۲ر۔ مقبولن ۱ر

کل میزان ۱۲ للعہ

خاکسار امتیاز جہاں بیگم سکرٹری انجمن تہذیب نسواں رڑکی

آنسوؤں کی مالا

ایک سپاہی لڑائی کے شروع میں بھرتی ہو کر میدان جنگ گیا تھا۔ کچھ دن فرانس رہا۔ پھر مصر آگیا۔ اور اب کچھ عرصے سے عراق میں آیا ہوا تھا۔ آج اسے بہت تھوڑی نیند آئی تھی۔ اور آدھی رات

سے وہ برابر جاگ رہا تھا۔ اسی طرح کروٹیں بدلتے بدلتے رات گزری۔ اور کبھی اندھیرے میں وہ پلنگ پر اٹھ کر بیٹھ جاتا تھا۔ دن میں گھر سے اس کے پاس چٹھی پہنچی تھی۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ اس کی ماں بیمار ہے۔ تین برس ہوئے جب وہ گھر سے چلا تھا۔ تو اپنے گھر پر ماں بیوی اور ایک لڑکا چھوڑ کر آیا تھا۔

اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے اپنا گھر اور گھر کے آدمی پھر رہے تھے۔ رہ رہ کر اسے وہ گھڑی یاد آتی تھی۔ جب وہ اخیر مرتبہ گھر سے جدا ہوا تھا۔ کانپتے اور تھرّاتے ہوئے ہاتھوں سے اس کی ماں نے اس کے بازو پر منت کا روپیہ باندھا تھا۔ بوڑھی ماں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی تھیں۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں اس کی زبان سے بہ مشکل چند الفاظ نکلے تھے۔ جو اس وقت سپاہی کے کان میں گونج رہے تھے "بیٹا میں تم پر واری۔ تم مجھے مارے جاتے ہو۔ . . . . . اللہ میں پھر بھی اس صورت کو دیکھوں گی"۔ وہ اس وقت اپنا جی بہت کڑا کئے ہوئے تھا لیکن ماں کی اس حالت کو دیکھ کر اس کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔ "اماں گھبراؤ نہیں۔ پہلے تو لڑائی میں پہنچنے تک لڑائی کبھی کی ختم بھی ہو جائے گی۔ کچھ دن ہی جاتے ہیں۔ اور میں لوٹ کر آتا ہوں"۔

اس کی بیوی اس وقت دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھی تھی۔ سپاہی نے گھر سے نکلنے پر دروازے کی طرف جب مڑ کر دیکھا۔ تو اس کی بیوی کے کندھے پہ اس کی ماں ہاتھ دھرے کھڑی تھی۔ بیوی کی آنکھیں لال تھیں۔ اور چہرہ کندن کی طرح چمک رہا تھا جس پر دو آنکھوں سے آنسوؤں کی گنگا اور جمنا بہہ رہی تھی۔ گھر سے کچھ دور تک اس کا لڑکا ساتھ آیا تھا۔ اور بڑی مشکل سے سپاہی اور اس کے ہمراہیوں نے اسے باپ کے پاس سے لوٹایا تھا۔ گھر کی بلی جو سپاہی کے چلتے وقت راستے میں اس کے ساتھ آئی۔ اور بار بار پیروں سے لپٹ کر میاؤں میاؤں" کرتی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ لڑکے کی گود میں واپس گئی تھی۔ اور کچھ دور تک اس کی آواز سپاہی کے کان تک پہنچتی رہی۔ اس وقت اس کے سامنے اپنی بیوی کا چہرہ خاص کر اس کی آنکھیں جن سے آنسوؤں کا مینہ برس رہا تھا۔ پھر رہا تھا۔ جب وہ مصر میں تھا۔ اس وقت اس کی موت کی خبر پہنچی تھی۔ وہ کچھ دن سے بیمار تھی۔ لیکن گھر والوں نے اس کی بیماری کی بہت تھوڑی خبریں اسے دی تھیں۔ اور پچھلی دفعہ جب مرض کی زیادتی کی اسے خبر ملی تھی اور وہ گھر جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔ تو جلد ہی موت کی خبر پہنچ گئی۔ . . . . . یہی وجہ تھی۔ کہ اس نے اس دوران میں گھر جانے کا بہت ہی کم خیال کیا تھا۔

لیکن جس وقت سے ماں کی بیماری کی خبر پہنچی تھی۔ سپاہی بہت بیکل تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کبھی اپنی بیوی کی تصویر پھر جاتی تھی۔ اور کبھی اپنی ماں کی۔ اسی سوچ میں اسے خیال بندھا۔ کہ گھر کے والان میں [illegible]

پلنگ بچھا ہوا ہے۔ اور اس کی ماں تکئے پر سر رکھے
لیٹی ہے۔ اس کے سفید بال بے ترتیب ہو رہے
ہیں۔ اور اس کے چہرہ سے کمزوری اور تکلیف ٹپک
رہی ہے۔ پلنگ کے سرہانے اس کی بیوی گھٹنے
پر سر رکھے بیٹھی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی سپاہی
گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ
پھاڑ کر دیکھا۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی۔ ہُو کا عالم
تھا۔ اور چاروں طرف سے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اور
صرف ہوا کے چلنے سے پتوں کے کھڑکھڑانے کی آواز
آرہی تھی۔ اس نے پلنگ سے اُٹھ کر روشنی کی۔ اور
کوٹ کی جیب سے گھڑی نکال کر دیکھی۔ کل ہی میں
چھٹی لینے کا انتظام کروں گا۔ زندگی کا کیا اعتبار
ہے۔ اگر کہیں میرے پیچھے ہی رخصت ہو گئیں تو
.... اور ہاں لڑکے کا بھی کچھ نہ کچھ انتظام کرتا
آؤں گا۔ اکیلے کیسے رہے گا؟ اب پڑھنے لکھنے کی
عمر ہو گئی۔ اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا ہو گا۔ خراب ہو گا۔

۲

سپاہی دوپہر سے کچھ پہلے اپنے وطن پہنچا۔ جب
وہ اپنے گھر کے پاس آیا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ گلی میں
محلے کے لڑکے کھیل رہے ہیں۔ سامنے ایک لڑکا
ٹوٹی ہوئی تختی بلے کی طرح ہاتھ میں لئے ہوئے تھا
اور اس کی طرف کو ایک دوسرا لڑکا کپڑے کی گیند
پھینک رہا تھا۔ جہاں بلے والا کھڑا تھا۔ اس کے
پیچھے چند اینٹیں نیچے اوپر رکھی ہوئی تھیں۔ جن
[illegible] کھڑا تھا۔ اور کچھ لڑکے
اِدھر اُدھر کھڑے تھے۔ سپاہی نے چند ہی لمحوں
میں اپنے محلے کے سب لڑکوں کو پہچان لیا۔ اگرچہ
ساتھ ہی اس نے یہ محسوس کیا۔ کہ اس تین برس
میں لڑکوں کی حالت اور صورت میں کچھ نہ کچھ فرق
معلوم ہوتا ہے۔ اس نے پہچانا۔ کہ اینٹوں کے پیچھے
جو لڑکا کھڑا تھا۔ وہ اس کا بیٹا تھا۔ یہ لڑکا اس وقت
ننگے سر اور ننگے پیر کھڑا تھا۔ پائنچے آدھی ٹانگوں
تک اُلٹے ہوئے تھے۔ آستینیں کہنیوں سے اوپر
پلٹی ہوئی تھیں۔ گریبان کھلا ہوا تھا۔ اور آفتاب
کی تمازت سے چہرہ لال ہو رہا تھا۔ وہ لڑکا اس وقت
بڑی توجہ سے سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے
چہرے سے تندرستی، شوخی اور لاپروائی ظاہر ہوتی
تھی۔ اس کی عمر اب بارہ برس کی تھی۔ لیکن سپاہی
کے خیال میں اس کے بیٹے نے ان تین برس میں
نشوونما میں غیر معمولی ترقی کی تھی۔

جونہی سپاہی لڑکوں کے قریب پہنچا۔ اور ان کی
نظر اس پر پڑی۔ ان کا کھیل درہم برہم ہونا شروع
ہو گیا۔ سپاہی نے دیکھا۔ کہ اس کا لڑکا اپنی جگہ
سے ہرن کی طرح چھلانگیں مارتا ہوا۔ اور ہاتھوں
کو گھماتا ہوا دروازے کی طرف دوڑا۔ سپاہی کے کان
میں چند ہی لمحے میں اپنے لڑکے کے بیساختہ چلانے
کی آواز کانوں پہنچی "اماں جان ابا آ گئے"۔

(باقی آئندہ)

امت الوحی از پرچم

منتخب اشعار

ارے دَورِ خزاں مجھ کو ابھی کچھ پھول چننے تھے
ابھی سے آگیا برباد کرنے کو چمن میرا
نہیں انساں کوئی ہمسوز میرا بزم ہستی میں
ذرا سا ہے تنگ تر جہانِ انجمن میرا
میں کیوں پھولوں میں جا بیٹھوں۔ مجھے پھولوں سے کیا نسبت
نہ ان میں کوئی گل میرا۔ نہ کوئی یاسمن میرا
سب اہل وفا مجھ سے مکاں پوچھ رہے ہیں
غربت زدہ آوارہ پتہ دوں میں کہاں کا
اعمال اپنے آج جو حاجی بگڑ گئے۔
تاثیر بھی دُعا سے دُعا کی نکل گئی

مرسلہ آمنہ بنت یونس۔ ماموں جان کی بیاض سے از کلکتہ

محفل تہذیب

کرمہ جناب اڈیٹر صاحبہ تسلیم۔ میں نہایت مسرت سے اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میری ہمشیرہ صاحبہ مسز رشید محمد خاں کو خداوند کریم نے سات سال کی ناامیدی کو امید میں بدل کر ۸ جنوری کو بوقت گیارہ بجے دن کے ننھا سا خوب صورت لڑکا عطا فرمایا۔ بچے کا نام لئیق احمد خاں رکھا گیا ہے۔ آپ سب بہن بھائی دعا کریں۔ کہ خداوند کریم میرے بھانجے کو عمر دراز صاحب نصیب کرے۔ میری ہمشیرہ کی گود میں یہ پھول ہمیشہ کھلتا رہے۔ آمین۔ اس خوشی میں مبلغ پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال ہیں۔ اگر مناسب سمجھیں۔ تو دو روپے بیمار مسلمان بھائی کو بھیجدیں۔ تین روپے کسی کار خیر میں صرف کردیجئے۔ راقمہ بنت خاں صاحب احمد حسن خاں انسپکٹر بنک زمیندارہ جان خیلاں

جناب منیجر صاحب قبلہ۔ آداب۔ الحمدللہ اللہ صاحب نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ننھا سا بھائی بیس سال کے بعد عطا فرمایا ہے۔ جناب اور سب تہذیبی بہنیں دعا کریں۔ کہ اللہ اسے عمر طبعی کو پہنچائے۔ اور لائق بنائے۔ اس خوشی میں دو روپے بھیجتی ہوں۔ قبول فرمائیں۔ زیادہ آداب۔ اختر دختر شیخ عبدالقادر صاحب چیچاوطنی

محترمی منیجر صاحب۔ السلام علیکم۔ میری پھوپی صاحبہ نے میری معرفت ایک مشین کشیدہ کاری چندہ وارج کمپنی لاہور سے مبلغ آٹھ روپے میں منگائی۔ جس قدر بے چاری کو اس کا شوق تھا اتنی ہی اسے پاکر مایوسی ہوئی۔ جب سے مشین مذکور آئی ہے۔ بالکل بے کار پڑی ہے۔ ہم نے اسے ہر چند چلایا۔ لیکن ذرا کام نہ بنا۔ ترکیب استعمال اس قدر مختصر تھی۔ کہ اس سے کچھ سمجھ میں نہ آسکا۔ اگر کوئی بہن یہ مشین چلانا جانتی ہوں۔ تو خواہر نوازش سے ہمیں اس کی مفصل ترکیب سے

آگاہ فرمائیں ❖ دختر احمد سعید خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر

جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم ❖ میری والدہ محترمہ بیگم صاحبہ خان صاحب شیخ عبدالحق صاحب مرحوم وکیل ملتان نے ۷ نمبر ۱۹۲۶ء کو اس جہان فانی سے رحلت کی۔ تہذیبی بہنوں سے استدعا ہے۔ کہ وہ والدہ صاحبہ مرحومہ کے حق میں دعا کریں۔ کہ رب کریم ان کو جنت میں جگہ دے ❖ ان کی یادگار کے واسطے مہربانی کر کے دو غریب بہنوں کے نام تہذیب جاری کر دیں۔ مبلغ سات روپے پیش کئے جاتے ہیں۔ والسلام شیخ محمد انعام الحق پسر خاں صاحب شیخ عبدالحق صاحب وکیل مرحوم۔ ملتان

نہایت رنج و افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ میری خوش دامن صاحب کل بروز جمعہ بتاریخ ۱۸ فروری بعارضہ نمونیا و موتی جھرہ ستر روز علیل رہ کر انتقال کیا ❖ آپ اور خواہران تہذیب دعائے مغفرت کریں ❖ اہلیہ سید احمد سبزواری بھوپال

جناب منیجر صاحب قبلہ تسلیم ❖ خداوند کریم کی مہربانی سے میرے فرزند ارجمند نور چشم شیخ منصب علی انصاری کی تیسری سالگرہ ساتویں شعبان کو تھی۔ اس خوشی میں دس روپے تہذیب فنڈ میں روانہ کرتی ہوں۔ قبول فرمائیں۔ اور دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس عزیز کی عمر دراز کرے۔ اور تہذیبی بہنوں سے عرض ہے۔ کہ وہ بھی اس کی درازی عمر کی دعا مانگیں ❖ مسز مظہر علی صادق علی انصاری

مصیبت زدہ بیمار مبتلائے جذام کے لئے ۲۹ جنوری کے تہذیب میں چندہ کا سوال کیا گیا تھا۔ اس کے لئے حسب ذیل رقوم اور دعاء و ہمدردی کے خطوط وصول ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بیمار کو شفا بخشے ❖

اہلیہ بابو تاج محمد خاں صاحب (بلوچستان)	۵ روپے
مس اقبال خاتون اشتیاق علی بیبونی چپارہ	۲ "
اُخت الرضا صاحبہ۔ بھکوال	۱۰ "
بابو محمد حسن صاحب پی ڈبلیو ڈی کراچی	۲ "
بیگم مولوی عبدالرشید خانصاحب چمن	۵ "
فضل کریم خاں صاحب غلزئی۔ راولپنڈی	۲ "
ظفر حق صاحب تحصیل دار برکال دکن	۲ "
مسز فیض اللہ خاں۔ کانپور	۶ "
ہمشیرہ انوار الحق صاحب ہوشیار پور	۳ "
اہلیہ محمد حسن خانصاحب آرمی کنٹریکٹر جالندھر	۲ "
مسز ایم اے صبور گنگا رتحانہ فتحگڑھ	۱۵ "
پوشیدہ نام	۱۵ "
مس عبدالستار۔ کراچی	۴ "
میزان	۸۱ روپے

جن بہن کا چندہ درج فہرست نہ ہو۔ وہ اپنے پورے پتے اور رقم چندہ سے مطلع فرمائیں ❖ منیجر

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

مسٹر اور مسز بالڈون

مسز بالڈون (وزیر اعظم کی بیگم) نے ۲۹ جنوری کو قدامت پرست عورتوں کی کلب کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔ اور اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک مدت سے عورتوں کو حق نمایندگی مل جانے کی حامی ہوں جس زمانے میں میری شادی ہوئی۔ اس وقت بھی میری یہی رائے تھی۔ لیکن مجھے علم تھا۔ کہ میرے شوہر اس معاملے میں میرے ہم خیال نہیں ہیں +

جب میرے شوہر ایوان حکومت میں پہنچ گئے۔ تو وہاں ہر سال بار بار عورتوں کی حق نمایندگی کا سوال پیش ہونے لگا۔ لیکن میں کبھی اپنے شوہر سے یہ نہ پوچھتی تھی۔ کہ آپ نے اس کے مخالف رائے دی۔ یا موافق۔ میں جانتی تھی۔ کہ انہیں اس بات کے اظہار سے بعد مسرت ہوگا۔ کہ ان کی رائے میری رائے کے موافق نہیں ہے +

لیکن میں صبر سے بیٹھی واقعات کا انتظار کرتی رہی + مجھے وہ رات کبھی نہ بھولے گی۔ جب ایک روز میرے شوہر ایوان حکومت سے واپس آئے۔ اور خود ہی کہنے لگے "میں نے آج تمہاری صنف کے حق میں رائے دی۔ آخر کار تم لوگوں کو حق نمایندگی حاصل ہوگیا + اچھا اس حق کو حاصل کرکے عورتیں اب کریں گی کیا؟"

میں نے جواب دیا "ہم سیاسی زندگی کے تمام بہترین اور بلند ترین کاموں میں خدمت کریں گے"

اکسفورڈ کی شمشیر آزما لڑکیاں

اکسفورڈ کی طالب علم لڑکیوں نے یونیورسٹی کے افسروں سے اجازت حاصل کرکے ایک عورتوں کی شمشیر آزمائی کی کلب بنائی ہے۔ اور اس فن کے سکھانے کے لئے فرانس کے دو نامور ماہرین کی خدمات حاصل کی ہیں +

دونوں ماہرین کی رائے ہے۔ کہ مردوں کی نسبت عورتوں کی شمشیر آزمائی زیادہ دلآویز معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کے انداز میں زیادہ نفاست ہے +

شمشیر آزمائی سے انسان میں پھرتی۔ اور خوش اندازی اور حرکات میں ایک لطافت پیدا ہو جاتی ہے + تھیٹروں کے اسٹیج پر ان اوصاف کی بہت قدر ہوتی ہے۔ چنانچہ اکثر شمشیر آزما لڑکیاں اعتراف کرتی ہیں۔ کہ فارغ التحصیل ہو جانے کے بعد ان کا اسٹیج کی ملازمت حاصل کرنے کا ارادہ ہے۔ اور

اسی غرض سے وہ اس فن کی تحصیل میں مصروف ہوئی ہیں۔ اس کلب کی ممبروں میں ایک جاپانی لڑکی بھی ہے۔

ہوٹل میں عورت کا ہاتھ

لندن میں اس کثرت سے اعلیٰ پیمانے پر ہوٹل چل رہے ہیں۔ اور ان میں رہنے والوں کے آرام آسائش کا اتنا سامان مہیا ہے۔ کہ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اب یہاں اَور کسی اعلیٰ ہوٹل کی گنجائش نہیں۔ اور کوئی ایسی کمی نہیں۔ جسے کسی نئے ہوٹل میں پورا کیا جا سکے۔

لیکن پچھلے دنوں وہاں ایک اَور نہایت عظیم الشان ہوٹل بنا ہے۔ اور ایک عورت کے ذہن رسا نے اس میں ایک ایسی خصوصیت پیدا کر دی ہے۔ کہ دنوں میں ہر جگہ چرچا ہو گیا ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں۔ کہ مالک نے ہوٹل کے لئے نہایت اچھا موقع تلاش کیا۔ ایک طرف سرسبز باغ ہے۔ اور دوسری طرف شاہی محل۔ اسے خوبصورت اور شاندار بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ مسافروں کے آرام کا بھی سب سامان مہیا کیا۔ ہر کمرے کے ساتھ ایک غسل خانہ بنایا گیا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے علاوہ کسی ایسی خصوصیت کی ضرورت تھی۔ جو اس ہوٹل کو دوسرے ہوٹلوں سے مختلف اور سب میں نمایاں اور ممتاز ثابت کرے۔

اس موقع پر مسز برلیسول اسمتھ نے ما دستگیری کی۔ اور ہوٹل کو آراستہ کرنے کا کام ذمے لے لیا۔ انہوں نے اس ہوٹل کو اپنے مذاق سے سجایا۔ کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ انہوں نے صرف یہی نہیں کیا۔ کہ بیش قیمت مناسب موقعوں پر سلیقے سے رکھ دیں۔ انہ سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کی۔ کو ایسا بنا دیں۔ کہ مسافروں کو وہ اجنبی نہ معلو بلکہ وہاں گھر کا سا لطف آئے۔

انہوں نے عورت کی نظر سے غور کیا۔ کہ گھ میں ایسی کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں۔ جس سے مکان کو آرام و آسائش حاصل ہوتی ہے۔ ا چیزیں کس طرح رکھی جاتی ہیں۔ کہ صاحب م ان سے بآسانی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اور بہ غور و خوض کے بعد اس خیال کو مدنظر رکھتے ہو انہوں نے تمام ہوٹل کو سجا کر دلھن بنا دیا۔

ہوٹل کھلتے ہی اس جدت کی وجہ سے ہر اس کا شہرہ ہو گیا۔ جب ایسی آرام دہ جگہ موجود تو مسافر دوسرے ہوٹلوں میں کیوں جاتے؟ یہ سب سے نیا ہوٹل لندن میں بے حد مقبول ہو رہا ہے۔

روپے اور محنت نے شاندار مکان تو بنا لیا تھ لیکن اسے گھر بنانے کے لئے عورت ہی کے ہاتھ کی ضرورت تھی۔

عورتوں کی ایجادات

مغرب کی کئی ذہین عورتیں اس کوشش میں مصروف ہیں۔ کہ امور خانہ داری انجام دینے کے لئے ایسی ایجادات کریں۔ کہ کم سے کم وقت اور محنت سے تمام ضروری کام خوبی و خوش اسلوبی سے ختم ہو جایا کریں۔ چنانچہ ان کی اکثر ایجادات جو مغربی معاشرت کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ گھروں میں عام ہو چکی ہیں۔ اور وہاں ان سے فائدہ اُٹھایا جا رہا ہے۔

پچھلے دنوں چند نئی ایجادات کا حال ایک امریکن اخبار میں چھپا ہے۔ جو ہم بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک ایجاد کا نام "ہینڈی" ہے۔ یہ ترکاریاں پکانے میں کام آتی ہے۔ اس کے بنانے میں یہ خوبی رکھی گئی ہے۔ کہ ہر قسم کی دیگچی میں یہ کام دے سکتی ہے۔ اسے استعمال کرنے سے ترکاریاں نہایت خوش ذائقہ پکتی ہیں۔ اور شلغم مولی کی قسم کی ترکاریاں پکاتے وقت جو بودار بھاپ نکلتی ہے۔ وہ باہر نہیں نکلنے پاتی۔

ایک دوسری ایجاد ایک چھوٹی سی کرسی ہے۔ چھوٹے چھوٹے باورچی خانوں میں جہاں اتنی گنجائش نہیں ہوتی۔ کہ عام استعمال کی کرسی رکھ کر کام کیا جائے۔ وہاں یہ ننھی کرسی کام دیتی ہے۔ اس پر بیٹھنے کی جگہ آرام دہ ہے۔ پیچھے پشت ہے۔ اور خوبی یہ کہ جب کام کر کے اُٹھو۔ اس کی پشت خود ہی دوہری ہو جاتی ہے۔ اور کرسی سُکڑ سُکڑا کر ایک کمانی کے ذریعے آپ سے آپ میز کے نیچے چلی جاتی ہے۔

اسی طرح ایک نئی قسم کی جھاڑو بنی ہے۔ ایک بانس کے نیچے ایک تکون برش لگا ہوا ہے۔ جو آسانی اندر کونوں میں بھی پہنچ سکتا ہے۔ اور وہاں سے میل کچیل نکال لیتا ہے۔ اس کے پیچھے کپڑے کے لئے جگہ بنائی گئی ہے۔ یہ کپڑا فرش کو صاف کرتا چلا آتا ہے۔ اور گھومتا رہتا ہے۔ اس سے مکان کے فرش نہایت اچھی طرح صاف ہو جاتے ہیں۔ اور میل کچیل کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ایک عورت نے نئی قسم کے چمچے اور کانٹے ایجاد کئے ہیں۔ بات تو معمولی سی ہے لیکن کرنے کے لئے ذہن رسا کی ضرورت تھی۔ چمچوں اور کانٹوں کو جب گری پلیٹوں کے کنارے پر رکھا جاتا ہے تو وہ اندر کو پھسل جاتے ہیں۔ ان خاتون نے چمچوں اور کانٹوں کے دستے ذرا مُڑے ہوئے بنا دئے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ اندر کو پھسلنے نہیں پاتے۔

سلائی کا کام عام طور پر گھٹنے پر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ ایک خاتون نے اس ضرورت کے لئے ایک ایسا مناسب سہارا بنا دیا ہے۔ جس کی امداد سے نہایت بے تکلفی اور آرام سے سلائی کا کام بے تکان کیا جا سکتا ہے۔

امریکہ میں طلاق

امریکہ میں طلاق کے واقعات کی تعداد دن بد

ترقی کر رہی ہے۔ اور سال بھر میں لاکھوں عورتیں طلاق حاصل کر رہی ہیں ۔

عام طور پر تو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس قسم کے واقعات زیادہ رونما ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ قوم کا اخلاق بگڑ گیا ہے۔ لیکن بعض محققوں کے خیال میں اس کا باعث یہ ہے۔ کہ عورتیں دن بدن خود مختار بنتی جا رہی ہیں۔ پچھلے زمانے میں مرد گھر سے باہر جا کر کماتا تھا۔ اور عورت مرد کی آمدنی کو گھر کے انتظام میں اٹھاتی تھی۔ اس تقسیم کار سے عورت روپے پیسے کے لئے مرد کی محتاج رہتی تھی۔ لیکن اس زمانے میں ایسی عورتوں کی تعداد روز افزوں ہے۔ جو خود گھر سے باہر جا کر کماتی اور محنت و مشقت سے روپیہ پیدا کرتی ہیں۔ چنانچہ وہ اخراجات کے لئے مرد کے بخشے ہوئے روپے کی بھی دست نگر نہیں رہیں اور اس آزادی کی وجہ سے وہ کسی بات میں بھی مرد سے دب کر نہیں رہنا چاہتیں۔ چنانچہ آئے دن ذرا ذرا سی باتوں پر شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ اور میاں بیوی علیحدہ ہو جانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں ۔ طلاق کی جو جھگڑا استیں عدالتوں میں پیش ہوتی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کی صورت حالات میں دو تہائی شکائتیں عورتوں کو مردوں سے پیدا ہوئی ہیں ۔

مس ذکیہ سلیمان کا پیغام

مس ذکیہ سلیمان نے سفر ہند سے فارغ ہو کر اپنے وطن سے ہندوستانیوں کے نام ایک پیغام بھیجا ہے اور اس میں لکھا ہے۔ کہ میں اپنی ہندو اور مسلمان دوستوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ کہ انہوں نے دوران سفر میں نہایت فراخ حوصلگی سے میری مہمان نوازی کی۔ اور مجھے اپنے ہی میں سے ایک سمجھتی رہیں۔ میں نے ہندوستان میں اپنی زندگی کے بہترین اور نہایت خوش گوار دن کاٹے۔ اور ان کی یاد اب تک میرے دل میں باقی ہے ۔

ہندوستان کے جن شہروں میں میں نے تقریریں کیں۔ وہاں کے لوگوں نے نہایت فراخ دلی اور ادب سے میری ان تجویزوں اور میرے ان تجربوں کو سنا۔ جو میں نے معاشری زندگی۔ تعلیم اور بچوں اور عورتوں کے متعلق بیان کئے تھے۔ میں نے یہ واضح کر دیا تھا۔ کہ میں اپنے خیالات ایک نکتہ چیں اور نقاد کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ ایک مداح اور بہی خواہ دوست کی حیثیت سے بیان کر رہی ہوں۔

میرے سفر کے اخراجات پر بہت کافی رقم صرف آئی تھی۔ مگر میں بے حد خوش ہوئی۔ کہ وہ بے جا طور پر صرف نہ ہوئی تھی ۔ میرے ہندوستانی دوستوں نے جس الطاف و اکرام کا اظہار کیا۔ اس کے مقابلے میں وہ اخراجات نظر انداز کر دینے کے قابل ہیں۔ اور اس کے ساتھ میں نے جو تجربہ اور واقفیت حاصل کی۔ وہ بے اندازہ اور نہایت بیش قیمت ہے ۔

خبریں اور نوٹ

شاہان عثمانیہ کے زمانے میں ترکی سلطنت کا نشان سُرخ کپڑے پر چاند تارا۔ اس کے نیچے سلطان کے نام کا طغرا اور پھر سب سے نیچے تلوار کی تصویر ہوتی تھی۔ جمہوریت کے بعد یہ نشان نامناسب سمجھا گیا۔ اور جہاں کہیں یہ نشان بنا ہوا تھا۔ مٹا دیا گیا۔ کیونکہ اس میں کسی نہ کسی سلطان کے نام کا طغرا بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد جمہوری حکومت نے اپنا نیا نشان بنانے کی طرف توجہ کی۔ اور وزارت تعلیم کی ایک کمیٹی نے مختلف مصوروں اور نقشہ کشوں کے لئے انعام مقرر کر کے مقابلہ کا اعلان کیا۔ اب اس کمیٹی نے جو نشان پسند کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ سُرخ کپڑے پر تُرکی ڈھال کا نشان ہے۔ اور ڈھال کے دونوں جانب گیہوں کی بالیں ہلالی دائرہ میں دکھائی گئی ہیں۔ اس کے درمیان میں ترکی کی جنگ آزادی کے تمغے کی تصویر ہے۔ جس پر ف۔ ج (ترکی جمہوریت) لکھا ہوا ہے۔ ڈھال کے بیچ میں ہلال وستارہ ہے۔ اس کے نیچے ایک بھیڑیئے کی تصویر ہے۔ جس کے پاؤں کے پاس ایک بھالا پڑا ہوا ہے۔ قدیم تورانی روایات کے مطابق اسلام لانے سے قبل ایک بھیڑیئے کی رہنمائی نے ترکوں کو برف باری سے بچایا تھا۔ اس لئے بھیڑیا قومی ارادہ کا مظہر قرار دیا۔ اور بھالا ترکوں کا سب سے پرانا ہتھیار مانا جاتا ہے۔ ڈھال کے سب سے اوپر ایک مشعل روشن ہے۔ جو ترکی جمہوریت کے عزم واستقلال اور علوم فنون کی آئینہ دار ہے۔

ترکوں کی قومی مجلس نے ابھی اس نشان کو منظور نہیں کیا ہے۔ ترکی اخبار جمہوریت اس کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ اس نشان سے زندگی کی روح نظر نہیں آتی مشعل ایک مرجھائے ہوئے پھول سے مشابہ ہے۔ حالانکہ اسے بہت زیادہ روشن ہونا چاہئے۔ بھیڑیا بھی بے جان سا معلوم ہوتا ہے۔ ف۔ ج کے حروف بھی بہت بھدے لکھے ہوئے ہیں۔ گیہوں کی بالوں میں بھی وہ تازگی نہیں۔ جو ہونی چاہئے۔

ترکی کے وزیر تعلیم نجاتی بک ۱۶ فروری کی شام کو لندن پہنچے۔ سر آسٹن چیمبرلین کے نمایندے نے وکٹوریا اسٹیشن پر ان کا استقبال کیا۔

ماسکو (روس) میں محکمۂ پرواز کے دو لاکھ آدمیوں کی ایک کانگریس منعقد ہوئی جس میں ہوائی جہاز رانی کی ترقی پر بحث مباحثہ ہوا۔ ترکی کے ہوائی محکمے کی طرف سے ذکائی بک نے نمایندگی کی چینی ہواباز بھی شامل ہوئے۔ اجلاس کے آخر میں انگورا اور ماسکو کے درمیان ہوائی جہازوں کے ذریعے سفر کرنے کے لئے راستہ کھولنے کی تجویز ہوئی۔ ترک انگورا اور ماسکو کے درمیان ہوائی آمدورفت کو بہت مفید وکارآمد خیال کرتے ہیں۔

جمہوریہ امریکہ کے صدر مسٹر کولج نے اتحادیوں کے نام ایک یادداشت بھیجی ہے۔ جس میں بحری طاقت کم کرنے کی تجویز . . . . .

اٹلی اور برطانیہ کی حکومتیں غور کر رہی ہیں۔ حکومت برطانیہ خود مختار نوآبادیوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد یادداشت مذکور کا جواب دے گی ۔

چین کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں خانہ جنگی زوروں پر ہے۔ قوم پرست جرنیل مارشل چین کی فوجیں اعتدال پسند جرنیل سن چوانگ فینگ کی فوجوں کو پسپا کر رہی ہیں۔ اور انہوں نے ہنکاؤ اور کئی دوسرے مقامات پر قبضہ کر لیا ہے ۔

ہانکو ۲۰ فروری۔ انگریزوں اور چینیوں کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہو گئے ۔ اس معاہدہ پر چین کے قوم پرست جرنیل مسٹر چین نے اور انگریزوں کی طرف سے مسٹر اومیلی نے دستخط کئے ۔ یہ معاہدہ برطانیہ اور چین کی جنگ کے خطرے کو دور کر دے گا ۔

رودبار انگلستان میں سخت دھند چھا جانے کی وجہ سے سولہ جہاز آپس میں ٹکرا گئے۔ اور تین چھوٹے جہاز ڈوب گئے ۔

ہل (لندن) کے قریب دو ڈاک گاڑیاں لڑ گئیں ایک گاڑی کے چھ کمرے جن میں زیادہ تر اسکول کے لڑکے تھے تباہ ہو گئے ۔

ایک جہاز سات سو مسافروں کو لے کر جھیل کولمبو سے گزر رہا تھا۔ کہ ڈوب گیا۔ بہت سے مسافر بچا لئے گئے ۔

امریکہ کے ایک مشہور موجد اڈیسن نے حال میں فونوگراف کا ایک ایسا ریکارڈ تیار کیا ہے۔ جو ۴۵

کی سوئیاں بدلنے کی تکلیف رفع ہو جائے ۔

اٹلی کے ایک ہوا باز نے ۱۹ ہزار ۵ سو ۷۶ فٹ اونچا ہوائی جہاز اڑایا۔ اب تک کوئی ہوا باز اتنی بلندی تک ہوائی جہاز نہ لے جا سکا۔ اس سے پہلے بلند پروازی کا سہرا ایک فرانسیسی ہوا باز کے سر تھا جس نے ۱۷ ہزار ۹ سو ۵۲ فٹ اونچا ہوائی جہاز اڑایا تھا ۔

دنیا میں اس وقت آٹھ ملک ایسے ہیں۔ جہاں ریل بالکل نہیں ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ آلبانیا۔ افغانستان۔ عسیر (حجاز)۔ عمان (عرب)۔ یمن۔ بھوٹان۔ نیپال۔ لائبیریا (افریقہ) ۔

مسٹر چارلس الیور اور کپتان مالنس جو ۲۷ نومبر کو لندن سے دنیا کی سیاحت کے لئے موٹر پر روانہ ہوئے تھے فلسطین پہنچ گئے ۔

بمبئی ۱۵ فروری۔ اندور میں سخت فرقہ وارانہ فـ
ہو گیا۔ جس میں پانچ آدمی مارے گئے۔ اور ۹ ازخ
ہوئے ۔ فساد کی دو متضاد وجوہ بیان کی جاتی ہیں
اول یہ۔ کہ آریا ساجیوں کا ایک جلوس مسجد کے سا
باجا بجاتے ہوئے گزرا جس پر حملہ کر دیا گیا۔ دو
مسجد کے سامنے باجا بجانے کی اجازت دینے
ٹھاکر بلونت سنگھ کی رشتہ دار عورتوں پر جو کو
تقریب ادا کرنے کے بعد موٹروں میں واپس
نہیں۔ حملہ کیا گیا۔ ہجوم مسجد سے نکلا۔ اور اینٹ
برسانے لگا۔ موٹر کاریں بہت ہوشیاری سے
لی گئیں۔ لیکن ہجوم نے ٹھاکر جی کے گھر تک

کیا۔ اتنے میں کارخانے کے مزدور کام چھوڑ کر باہر نکل آئے۔ اور لوگوں کی تعداد میں ہزار تک پہنچ گئی۔ ان پر گولیاں چلائی گئیں۔ پولیس اور فوج نے امن قایم کی۔ فوج شہر کا گشت لگا رہی ہے۔

بمبئی ۲۰ فروری۔ شام کو سکھوں کا ایک جلوس چکلا اسٹریٹ میں مسجد کے سامنے سے باجا بجاتے ہوئے گزرا۔ اس پر فساد ہو گیا۔ ہجوم کے اشتعال کی وجہ سے پولیس کو دو دفعہ گولی چلانی پڑی۔ اس فساد میں ۳ آدمی مارے گئے۔ اور ۳۲ زخمی ہوئے۔

مدراس کا تار۔ ایک ہندو نوجوان نے چلتی گاڑی کے سامنے لیٹ کر خودکشی کر لی۔ اس نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے پہلے اپنی ماں کو ایک خط میں لکھا۔ کہ میں زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔ آپ صبر کریں۔ اور میرے بھتیجے اور بھانجی کی خبر رکھیں۔

اصغری بیگم جو اب شانتی دیوی کہلاتی ہے۔ اس کے شوہر عبدالحلیم نے پہلے فوجداری مقدمہ دائر کر کے اپنے بچوں کو واپس لینا چاہا تھا۔ لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس نے دیوانی دعویٰ دایر کیا۔ اب سشن جج دہلی نے ۱۸ فروری کو شانتی دیوی کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کر کے دونوں بچے ان کے باپ کو دلوا دئے۔

کونسل آف اسٹیٹ میں مسٹر رام داس پنٹولو نے تحریک کی۔ کہ قانون حکومت ہند میں ایسی ترمیم کی جائے۔ کہ عدالت ہائے عالیہ میں چیف جسٹسوں کے مستقل عہدوں پر وکلائے ہائی کورٹ نامزد کئے جائیں۔ مسٹر ہیگ نے حکومت کی طرف سے اس قرارداد کو منظور کر لیا۔ اور کہا۔ وزیر ہند اس معاملہ پر ہمدردانہ غور کرنے کو تیار ہیں۔

شملہ ڈسٹرکٹ بورڈ نے جبری تعلیم کا قانون نافذ کر دیا۔ اس قانون کی رو سے ۶ اور ۱۱ سال کے بچوں کو اسکول میں داخل نہ کرنا ان کے والدین یا ولیوں کے لئے جرم ہوگا۔ اور اسکول میں بلا فیس تعلیم ہوگی۔

دہلی کے سینٹ اسٹیفنس کالج میں ایک ہندو مسٹر اسے ڈی پٹ ور و تعان سابق ملازم محکمۂ ہوائی افغانستان نے ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ اس موقع پر خاصا مجمع تھا جس میں اکثر طلباء تھے۔ ہوا باز مذکور نے افغانستان کی ترقی اور مذہبی رواداری کا ذکر کر کے بتایا۔ کہ وہاں ہندوؤں کو اپنے مسلمان بھائیوں کی طرح پورے حقوق حاصل ہیں بہت سے مندر اور گوردوارے ہیں۔ گایوں کا جلوس نکالنا افغانستان میں کوئی نہیں جانتا۔ اور امیر امان اللہ خاں کی خواہش ہے۔ کہ گائیں ذبح نہ کی جائیں۔ تمام چھوٹی مسجدوں کے سامنے باجا بجانے پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ البتہ جامع مسجد کے سامنے نماز کے اوقات میں باجا بند کر دیا جاتا ہے۔ ملک میں تعلیم لازمی ہے۔ اعلیٰ درجوں میں فرانسیسی اور جرمن زبان کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کابل میں ایک کالج ہے۔ جہاں فوجی تربیت ہوتی ہے اور اس کام کے لئے جرمن اور ترک افسر ملازم ہیں

گئے ہیں۔ محکمہ ہوائی روسی نگرانی میں ہے۔ اگرچہ افغانستان کی حکومت ایک قسم کی شاہی حکومت ہے۔ لیکن شاہ افغانستان اپنی رعایا کے مشورے سے کام کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہاں کی حکومت کو ایک قسم کی جمہوری حکومت کہنا بے جا نہ ہوگا۔

حکومت نے قانون ترمیم ضابطہ فوجداری کی رو سے رنگون کی ۱۰ انجمنوں کو غیر آئینی قرار دیا ہے۔

کراچی میں مسٹر شاپور جی سکانوالہ کو ایک ہزار کی تھیلی نذر کی گئی۔

بمبئی کی خواتین نے ایک جلسہ عام منعقد کر کے قوم پرست چینیوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کی قرارداد پاس کی۔

۲۱ فروری کو نئی دہلی کے گھوڑ دوڑ کے میدان میں ہوائی جہازوں کی نمائش ہوئی۔ اس میں تقریباً اسی مختلف قسم کے ہوائی جہاز شامل ہوئے۔

ڈھاکہ میں ایک متمول خاتون نواب زادی اختر بانو کے قانونی مشیر مسٹر ایس سی موزمدار بیرسٹر کو جبکہ وہ گاڑی میں جا رہے تھے۔ گولیوں سے قتل کر دیا گیا۔ قتل کے الزام میں اختر بانو صاحبہ کے تین ملازم پکڑے گئے ہیں۔

لکھنؤ میں ۲۰ فروری کو لیگ اقوام کی ایک مقامی شاخ کا افتتاح ہوگا۔

بیگم صاحبہ ڈاکٹر انصاری (دہلی) حج کے لئے گئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب انہیں بمبئی تک پہنچانے کے لئے ساتھ گئے ہیں۔

کلکتہ میں زبردست افواہ ہے۔ کہ بنگال کے چالیس نظر بند رہا کئے جائیں گے۔ جن میں مسٹر سبھاس چندر بوس اور مسٹر ستندر چندر شامل ہیں۔

۱۸ فروری کی صبح کو ہوائی جہاز کے ذریعے لاہور سے دہلی ڈاک بھیجنے کا تجربہ کیا گیا۔ اس میں الیسوشی ایٹڈ پریس (خبر رساں ایجنسی) کی شاخ لاہور سے صدر دفتر واقع نئی دہلی کو ایک خط بھیجا گیا۔ جو اسی تاریخ کی دوپہر کو صدر دفتر میں پہنچ گیا۔ اس خط پر "رائل ایر فورس" کی مہر لگی ہے۔ اور اس مہر کے ایک سرے پر ہوائی جہاز اور دوسرے سرے پر تاج کی شکل بنی ہوئی ہے۔ اور ان دونوں شکلوں کے درمیان تاریخ اور اسٹیشن کا نام لکھا ہوا ہے۔

بنگال ناگپور ریلوے کے ملازمین اور مزدوروں نے بعض شکایات کی بنا پر ہڑتال کر دی ہے۔ جو بڑھتی جا رہی ہے۔ اور ہزاروں ہڑتالی شریک ہو رہے ہیں۔ مختلف جگہوں پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی ہے۔ تاکہ ہڑتالی بدامنی پیدا نہ کر سکیں۔

سوامی شردھانند کے بیان کردہ قاتل عبدالرشید کا مقدمہ ۱۴ مارچ سے عدالت سشن میں شروع ہوگا۔

پنجاب کونسل کے آیندہ اجلاس میں سردار ... سنگھ رزولیوشن پیش کریں گے۔ کہ صوبہ پنجاب کے دیہاتی حلقوں میں پرائمری تعلیم لازمی کی جائے اور کورس ایسا بنایا جائے۔ جو کسانوں اور مزدوروں کے حسب حال اور صوبے کی مادری زبان میں ہو۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب اڈیشنل سب جج صاحب بہادر درجہ چہارم منٹگمری

سلمانہ عرف صالحون ولد شاہرہ ذات شیخ ساکن چک ۱۲/۶ ر ۹ تحصیل منٹگمری

بنام

مسماۃ [1] نوردن زوجہ مدعی۔ ساون [2] ولد کندہ۔ مسماۃ [3] روشنی زوجہ ساون [4] و نورا و بکھا [5] پسران قاصلو سکنائے چک ۱۱۴ ر ۹ تحصیل منٹگمری

اعادہ حقوق زناشوی

مقدمہ مندرجہ بالا میں مدعلیہا نمبر ۱۔ و ۲۔ و ۳ دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے کرتی ہیں۔ لہذا بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بتقرر ۳ مارچ ۱۹۲۷ء اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کریں۔ ورنہ ان کے برخلاف کارروائی یک طرفہ عمل میں لائی جائے گی ٭

آج بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ ۴۔ فروری ۱۹۲۷ء

دستخط حاکم ‏‏‏‏‏‏‏‏ مہر عدالت

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

جو
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۲۹	لاہور۔ ہفتہ۔ ۵ مارچ سنہ ۱۹۲۷ء	نمبر ۱۰

تہذیب نسواں

لاہور۔ یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

رشتہ کی ضرورت

شریف خاندان کی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان لڑکی کے لئے ایک خاندانی شریف اور برسر روزگار معقول نوجوان کی ضرورت ہے۔ جو اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ روشن دماغ اور حریت نسواں کا دل سے حامی ہو۔ اخلاق حسنہ سے متصف اور نیک عادات رکھتا ہو۔ اور تعلیم یافتہ بیوی کی دل سے قدر کرنے والا ہو۔

"ج" معرفت مینیجر صاحب اخبار تہذیب نسواں۔ لاہور

عورتوں کی اپنی دکان

بہنوں کی سہولت کے واسطے ان کے کام کی چیزیں بہم پہنچانے کا انتظام نہایت کوشش سے کیا ہے۔ معمولی بٹن سے لے کر قیمتی ساڑھی تک ہر ایک چیز دستیاب ہو سکتی ہے۔ بچوں کے کھلونے۔ پارچات پوشیدنی اور دیگر ضروریات کی خصوصیت ہے۔ مال عمدہ اور ستا نہ ہو۔ تو وہ واپس۔ آزمائش شرط ہے۔ خط و کتابت میں کسی مرد کا داخل نہیں۔

پتہ:۔ کنیز کار پوسٹ نمبر ۱۔ لاہور۔ پنجاب

استہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب سید ناصر علی شاہ صاحب بی اے سب جج بہادر۔ وزیر آباد

لوٹامل ولد دیوی دتہ مل قوم اروڑہ سکنہ کوٹ وارث تحصیل وزیر آباد۔ مدعی

بنام

عزیز بی بی زوجہ عبد العزیز علما سکنہ حال ہیڈ پلہ ساڑی دفتر نہر ریاست بہاولپور معرفت منشی عبد العزیز علما ملازم نہر۔

مقدمہ مندرجہ صدر میں مدعی نے درخواست مع بیان حلفی کے دی ہے۔ کہ تم مدعا علیہ مذکور دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتی ہو۔ لہذا تمہارے خلاف بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ تم بہ تقرر ۸ مارچ ۱۹۲۷ء کو حاضر عدالت ہو کر جواب دہی مقدمہ کرو۔ ورنہ تمہارے خلاف تاریخ مقررہ پر کارروائی یک طرفہ عمل میں لائی جائے گی۔

بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ ۲۵ فروری ۱۹۲۷ء

دستخط حاکم ‎ ‎ ‎ مہر عدالت

سُود و زکوٰۃ

میں اپنے مسلم بہن بھائیوں میں سوائے پردہ اور آزادیٔ نسواں کے اَور دینی باتوں کا ذکر بہت کم سُنتی ہوں۔ حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں کی فردگزاشت ہماری زندگیوں کو ہر وقت گناہوں سے آلودہ کیا کرتی ہے۔ ہم انہیں معمولی بات سمجھ کر ٹال جاتے ہیں لیکن اگر قطرہ قطرہ ہوکر دریائے عصیاں بن جائے تو سوا اس کے رحم کے پار اُترنے کی اَور کوئی صورت نہیں۔ میں اس وقت سود و زکاۃ کی بابت کچھ تحریر کرنا چاہتی ہوں۔ یہ دونوں اس قدر باریک مسئلے ہیں۔ کہ بعض اوقات آسانی سے سمجھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ زیادہ تر تو اس کا تعلق ہماری بہنوں سے رہتا ہے۔ کیونکہ ماشاء اللہ چاندی سونے کی خرید و فروخت اور رکھ اُٹھاؤ کی وہی بہت شوقین ہوتی ہیں۔ اور اسی طرح غریبا کے تمام گناہوں سے بچ کر اس ایک فضول شوق کے پیچھے گناہوں کے بار اپنے اوپر لادتی ہیں۔ قرض دے کر اس پر منافع لینا ہی سود نہیں ہے۔ بلکہ چاندی سونے کی خرید و فروخت کی بہت سی حالتوں میں سود کی سی ناجائز صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً اگر روپے سے چاندی اور گنی سے سونا خریدئے۔ تو شرط یہ ہے۔ کہ چاندی چاندی اور سونا سونے سے ہم وزن ہو۔ ورنہ سود ہوجائے گا۔ اس لئے سونے کی خریداری آسان ہوگی۔ لیکن چاندی تو لوگ روزمرہ روپے ہی سے خریدا کرتے ہیں۔ اور کبھی اس مسئلے کی طرف شاید توجہ نہ کرتے ہوں گے۔

بظاہر ان مسئلوں میں ہیں بہت سی پیچیدگیاں معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اسلام ہمیں بے جا قیود اور پابندیوں میں نہیں جکڑتا۔ بلکہ ہم واقعی اگر تمام شرعی اصولوں کے سختی سے پابند ہوجائیں۔ تو ہماری زندگیاں تمام قوموں سے زیادہ صاف ستھری زندگیاں ہوں۔ یہی ہماری ترقی اور بہبودی کا اصل راز ہے۔

میں اوپر لکھ آئی ہوں۔ کہ روپے سے اگر چاندی خریدی جائے۔ تو ہم وزن لینا چاہئے۔ لیکن آجکل چاندی کا نرخ بہت گرا ہوا ہے۔ ڈیڑھ روپیہ بالڑھ یا کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ ہوجاتا ہے۔ اب اگر صرف روپے کی خریدنا منظور ہو۔ تو روپے سے نہ خریدنا چاہئے۔ بلکہ پیسوں یا نکل کی ریزگاریوں سے خریدنا چاہئے۔ کیونکہ تانبے وغیرہ کے لئے ہموزن ہونا شرط نہیں۔ اگر روپے کی لی۔ اور وہ ڈیڑھ روپیہ بھر لی۔ تو سود ہوگیا۔ اسی طرح زیادہ روپوں کی خریداری کے وقت بھی اسی بات کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ کہ چند آنے پیسے ضرور شامل رہیں۔ اس صورت میں یہ سمجھا جائے گا۔ کہ روپے کے بدلے اس کے ہموزن چاندی ہوگئی جتنی زیادہ تھی۔ وہ ان پیسوں کے عوض ہوگئی۔

سونے کی خریداری میں صرف یہ احتیاط کرنی چاہئے۔ کہ گنیوں سے نہ خریدیں۔ اس صورت میں ہموزن ہونے کی دشواری پیش نہ آئے گی۔

سب سے بڑی آسانی نوٹ سے خریدنے میں ہے۔ چاندی کی خریداری میں بھی نوٹ ہی استعمال کرنا چاہئے۔ اور بھی بہت چیزوں کے بدلنے میں سود کا اندیشہ ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ کا مسئلہ ہے۔ ہماری بہنیں زیور تو خوب پہنتی ہیں۔ لیکن زکوٰۃ تو شاید سئو میں دو ایک ہی نکالتی ہوں۔ اور وہ بھی صرف زیور کی۔ لیکن اپنے بھاری لباسوں کی طرف ان کی نظر کبھی نہیں جاتی جس میں سیکڑوں تولہ چاندی کھپ جاتی ہے۔ کیا لچکے گوٹے۔ کارچوب اور کامدانی میں چاندی نہیں ہوتی؟ اگرچہ کل چاندی نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بھی شامل تو ہوتی ہے۔ میری بہنو! اس کے معنی یہ نہیں۔ کہ آپ انہیں استعمال نہ کریں۔ بلکہ ان چیزوں کا حساب بھی زکوٰۃ دیتے وقت نکال لیا کیجئے۔ اگرچہ اس میں شروع شروع میں بہت دشواریاں پیش آئیں گی۔ لیکن ایسی آرائش و زیبائش کس کام کی جس سے عاقبت میں رسوائی ہو؟ مناسب یہ ہے۔ کہ ہر بہن ایک ایک رجسٹر بنالیں۔ اور جس قدر کپڑے میں مسالہ لگایا جائے۔ اسے لکھ لیں۔ سلمہ ستارہ کامدانی میں تو یہ بالکل آسانی سے ممکن ہے۔ لیکن لچکہ اور دیگر بیلوں میں جس میں کلابتون ہوتا ہے۔ پورا پورا حساب لگانا مشکل ہے۔ لیکن اس قدر بھی دشوار نہیں۔ کہ حساب ہو ہی نہ سکے۔

خاکسار آر۔ کے

اس پر ہمارے خیالات

یہ تو بالکل صحیح ہے۔ کہ پردہ اور آزادی کے علاوہ اور بہت سے دینی مسائل ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً بحث میں آتے رہنے چاہئیں۔ مگر جس قسم کے مسائل محترمہ نامہ نگار نے نمونے کے طور پر لکھے ہیں۔ ہم ان کو اتنا ضروری نہیں سمجھتے۔ جتنے اور بہت سے مسائل کو سمجھتے ہیں۔ عام طور سے لوگ شریعت کے احکام صرف دو طرح کے جانتے ہیں۔ ایک تو عبادات کے متعلق۔ اور دوسرے معاملات کے متعلق۔ اور بھی دو حصے ہماری فقہ کی کتابوں کے بھی ہوتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہئے۔ کہ شریعت کا ایک تیسرا حصہ تزکیہ نفس و اصلاح اخلاق بھی ہے۔ جو ضرورت۔ وقعت اور عظمت میں باقی دو حصوں سے کسی طرح کم نہیں۔ بلکہ میری ذاتی رائے میں تو ان سے بڑھ کر ہے۔ اتنی بات ضرور ہے۔ کہ پہلے دو قسم کے احکام ایسے ہیں۔ کہ ان کی فروگزاشت پر آسانی سے مواخذہ ہوسکتا ہے۔ تیسری قسم کی فروگزاشت پر مواخذہ مشکل ہے کیونکہ ان کا تعلق کیفیات قلبی سے ہے۔ اگر کوئی بہن کسی کی نسبت بدظنی رکھتی ہے۔ یا غیبت کرتی ہے۔ یا جھوٹ بولتی ہے۔ یا شکر الٰہی یا شکر انسانی کے موقع پر شکرگزار نہیں ہوتی۔ تو ان افعال پر شریعت ظاہری کی کوئی گرفت نہیں ہے۔ مگر موت کے بعد ان پر سخت گرفت ہونی ہے۔ اور میرے رائے میں اس زمانے میں اہل اسلام کی اصلاح میں

اخلاق کے ان نقائص کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے۔
اوپر والے مضمون میں سود سے بچنے کے لئے
جو حیلہ بتایا گیا ہے وہ خود مسلمان کو حیلہ جو۔ بدنیت
اور مکار بنا سکتا ہے۔ میں نے ایک ایسے شخص
کو جو نمازی۔ دین دار متشرع بزرگ تھے دیکھا انہوں
نے کسی قرض دار کو تین سَو روپیہ قرض دیا۔ یہ روپیہ وہ
ایک لٹھے کے رومال میں لپیٹ کر لائے۔ اور کہا
مہینہ بھر کے لئے تمہیں یہ روپیہ دیتا ہوں۔ تین سَو
روپیہ قرض ہے۔ اور تین روپے اس کپڑے کی قیمت
ہے جس میں روپیہ بندھا ہے۔ مہینے کے بعد تین سَو
تین روپے لے لوں گا! کیا کوئی سچا دین دار ایمان
سے کہہ سکتا ہے۔ کہ اس شخص نے سود نہیں لیا؟ ہمیں
جاننا چاہئے۔ کہ ان دھوکے کی کارروائیوں سے ہم
اللہ تعالیٰ کو فریب نہیں دے سکتے۔ جو دلوں کے
اندر کے بھید جانتا ہے۔ اس طرح کی کارروائی سے
میری رائے میں ڈبل گناہ ہوتا ہے۔ ایک سود لینے
کا۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کو فریب دینے کی کوشش کرنے
کا۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو خلوص ایمان کی توفیق بخشے۔

خاکسار ممتاز علی

دو زندگیاں

یکم جنوری کے تہذیب میں ارشد صاحب نے
اپنے پانچوں بچوں کا تعلیمی سالگرہ کے سلسلے میں
ذکر کیا ہے۔ اس تقریب مسرت پر جو اپنی نوعیت
میں پہلی اور جدید قسم کی تھی۔ ماں ہونے کی حیثیت
سے میں نے جو شادمانی حاصل کی ہوگی۔ ناظرات
تہذیب خود اس کا اندازہ فرما سکتی ہیں۔ آج میں
تہذیبی بہنوں کے سامنے خوشی کے بعد غم کا پہلو
پیش کرتی ہوں۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان خواتین
سے جو اولاد والی ہیں۔ دردمندی اور دل سوزی
کی توقع رکھتی ہوں۔ کہ اس مصیبت میں اگر کوئی
ہمدردی ان کے امکان میں ہو۔ تو دریغ نہ رکھیں
اور جو لیڈیز فن طب یا ڈاکٹری میں دستگاہ خود
رکھتی ہوں۔ یا ان کے مردان علوم کے ماہر ہوں۔
وہ ضرور میری امداد فرمائیں۔ اگر میرے کلیجے کے
زخم اور دل کے داغ کسی طرح بھی اچھے ہو سکے
تو مجھ پر یہ خدا کا بہت بڑا فضل ہوگا۔ کہ کسی محسنہ یا
محسن کے ذریعے سے میں اپنے دو ننھے فرشتوں کی
زبانوں سے "اماں" کے پیارے الفاظ سنوں۔
یا اللہ اپنے حبیب پاک کے طفیل میری اس تمنا
کو پورا کر دے۔

میرے تین لڑکے جن میں سال سال ڈیڑھ
ڈیڑھ سال کی چھوٹائی بڑائی ہے۔ خدا کا شکر ہے
صحت جسمانی اور ذہنی و دماغی قوتوں کے لحاظ سے
نہایت اچھے ہیں۔ ۱۵۔ اگست ۱۹۲۶ء کو اللہ
تعالیٰ نے انہیں ایک بھائی اور عطا فرمایا۔ جو سال
بھر تک بہت اچھی طرح پرورش پاتا رہا۔ یہ بات
مجھے خوب یاد ہے۔ کہ جب وہ دودھ پیتا تھا۔
اور نیند آنے لگتی تھی۔ تو سکون کا طالب ہوتا تھا

اور اگر کوئی کتاب باواز پڑھی جارہی ہوتی تھی۔ تو وہ مچل مچل کر خاموش کرا دیتا تھا جب اس نے بولنے کی کوشش شروع کی۔ تو اکثر کانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر مختلف قسم کی آوازیں بھی نکالتا تھا جس سے اکثر یہ خیال ہوتا تھا۔ کہ بکثرت موذن صاحب کو اذان دیتے دیکھا ہے۔ اس لئے ان کی نقل کرتا ہے۔ مگر ایک دن جب وہ کسی بات پر ضد کر کے رو رہا تھا۔ اس کو ہارمونیم کی آواز سے بہلانے کی کوشش کی گئی۔ اور جب قطعی متوجہ نہ ہوا۔ تو شبہ گزرا۔ کہ سماعت میں تو کچھ نقص نہیں ہے۔ چنانچہ مختلف طریقوں سے اندازہ کیا گیا۔ اور بالآخر یقین ہوگیا۔ کہ مطلق کوئی آواز اس کے کان میں نہیں جاتی۔

چونکہ ہم لوگ ایک ایسے مقام پر ہیں۔ جہاں طبی یا ڈاکٹری امداد کا حاصل کرنا غیر ممکن تھا۔ اس لئے اپنے دل پر پتھر رکھ کر ڈیڑھ برس کے بچے کو نانی کے ساتھ لکھنؤ بھیجا۔ اس صدمے سے میرے دل کی جو حالت ہوئی۔ وہ ناقابل بیان ہے۔ وہاں اس کے مختلف علاج ہوتے رہے۔ ڈاکٹروں نے یہ رائے ظاہر کی۔ کہ بعض غدود پیدا ہوگئے ہیں۔ پینے کی دوائیں دیں۔ کہ وہ تحلیل ہو جائیں گے۔ تو سننے لگے گا۔

مارچ ۱۹۲۵ء میں ایک منا بیٹا اور دنیا میں گیا۔ اس کا خاص طور سے خیال رکھا گیا۔ کہ پیدائشی طور پر سنتا ہے۔ یا نہیں۔ اور اچھی طرح اطمینان کر لیا۔ کہ خوب سنتا ہے۔ ۱۰ مہینے کی عمر میں اپنے والد کے پیچھے ابا ابا کہہ کر دوڑنے لگا۔ لیکن دو ہی مہینے بعد اس نے بھی سننا چھوڑ دیا۔ گھبرا کر میں خود اپریل سنہ گزشتہ میں اسے لے کر لکھنؤ گئی۔ وہاں جب سے میڈیکل کالج تیار ہوا ہے۔ ہر ہر عضو کے امراض کا اکسپرٹ (ماہر فن) وہاں رہنے لگا ہے۔ کالج میں دونوں بچے دکھائے گئے۔ کچھ صحیح تشخیص نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر گکر جو ولایت سے امراض گوش کے ماہر ہو کر آئے ہیں۔ اور میڈیکل کالج میں یہ شعبہ انہیں کے سپرد ہے۔ ان کو دکھلایا گیا۔ ہفتہ ڈیڑھ ہفتے تک وہ کان کو بذریعہ ادویہ صاف کرتے رہے۔ جب تمام میل چھٹ گیا۔ تب بذریعہ آلات دیکھ کر کہا۔ کہ بظاہر پردہ پر کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ ممکن ہے کسی قسم کے سخت بخار نے پردہ کی اندرونی جانب کوئی نقصان پہنچا دیا ہو۔ بہر صورت چھوٹا بچہ ایک کان سے کچھ سن سکتا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ میں کچھ امید نہیں دلا سکتا۔ احتیاطاً مزید کے طور پر ڈاکٹر صاحب نے ایک آلہ بھی منگا دیا۔ جس کو ناک میں لگا کر ہوا دی جاتی ہے۔ ایک موہوم امید تھی۔ کہ شاید کان کے اندرونی پٹھوں پر کچھ اثر پڑے۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اللہ کے بھید اللہ ہی جانتا ہے۔ معلوم نہیں اچھے خاصے سنتے ہوئے بچوں کے کانوں کو کیا ہو گیا۔ اتنی کم سنی میں سماعت گئی ہے۔ کہ غریبوں نے بولنا بھی نہیں سیکھا۔ دونوں قبول صورت اور نہایت ذہین بچے ہیں۔ اپنی عمروں کے لحاظ سے اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کو جو اشارات کرتے ہیں۔ وہ صد درجہ دلچسپ

اور ذہانت بھرے ہوتے ہیں۔ کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ لیکن میرے کلیجے میں وہ تیر نشتر بن بن کر اُترتے ہیں۔ ان کے مستقبل پر غور کرتے کرتے راتوں کو نیند جاتی رہی ہے۔ چونکہ ہنوز مرض کی تشخیص نہیں ہوئی ہے۔ ایک رمق امید کی اب بھی باقی ہے۔ شاید کسی خدا کے بندے کی سمجھ میں آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ اسی کے ہاتھ سے شفا دیدے۔ جو کچھ ہم لوگوں کی اِمکانی وسعت ہے۔ خدمت سے دریغ نہ کریں گے۔ اس وقت تو ایسا معلوم ہو رہا ہے۔ کہ دُنیا کے چمن میں دو ایسی مُنہ بند کلیاں ہیں۔ جو موسم بہار میں بھی شگفتہ نہ ہوں گی۔ وہی باغبان قدرت چاہے۔ تو ان کی خزاں دور ہو۔

میرے بڑے بچے کے نام اخبار پھول آتا ہے۔ اس میں یہ خبر چھپی تھی۔ کہ ایسے بچوں کی تعلیم کے لئے آلات ایجاد ہوئے ہیں۔ کون بتلائے یہ بات کہاں تک سچ ہے۔ اگر جناب منیجر صاحب یا ناظرین تہذیب نسواں میں سے کسی کو کچھ علم ہو۔ تو مطلع کر کے داخل حسنات ہوں۔ اور بھی ہر مشورہ کی میں پتہ ذیل پر منتظر رہوں گی۔

پتہ۔ خاتون ارشد بتوسط تحصیلدار صاحب پیکلون (ریاست بھوپال)

دستکاری

کچھ عرصے سے تہذیب میں دستکاری پر مضامین نکل رہے ہیں۔ جس سے بہت خوشی اس بات پر ہوتی ہے۔ کہ اکثر بہنوں کو اس کا شوق ہو چلا ہے۔ علم و ہنر کا حاصل کرنا ہر غریب و امیر کے لئے یکساں مفید ہے۔ دستکاری کا ہنر امیر کے لئے دل بہلانے کا ذریعہ ہے۔ تو غریب کے لئے طلب معاش کا رہبر۔ بعض بہنوں کو عادت ہوتی ہے۔ کہ اگر کوئی کام دستکاری کا آتا ہو تو وہ چاہتی ہیں۔ کہ سوائے ہمارے کسی کو یہ ہنر معلوم نہ ہو۔ وہ دوسروں کو سکھلانے میں بخل کرتی ہیں۔ ایسا خیال ٹھیک نہیں۔ ایک خاص قسم کا ہنر اگر دوسرے کو نہ سکھلایا جائے۔ تو وہ ہنر ہنرمند کے ساتھ ہی دفن ہو جاتا ہے۔ چاہئے۔ ان کاموں کو دوسروں کو سکھلا کر ترقی دی جائے۔ ہنرمند بہنیں اگر گھروں میں چھوٹے چھوٹے مکتب دستکاری جاری کریں۔ تو بہت جلد دستکاری کو ترقی ہو سکتی ہے۔

مجھے دستکاری کا شوق بچپن ہی سے بہت تھا۔ زمانہ کم عمری میں بھی میں اکثر وقت سلائی کڑھائی میں صرف کرتی۔ میرے اس شوق کو پورا کرنے کے لئے اگر سکھانے کا کوئی انتظام کیا جاتا۔ تو شاید میں کچھ ترقی کرتی۔ تاہم میں نے صرف کتابیں اور دستکاری کے انگریزی رسالے (جو ایرانہ قرتریہ بمبئی سے ملتے ہیں۔) اور دوسروں کی چیزیں دیکھ دیکھ کر اکثر کام سیکھ لئے۔ کنوارپنے کے زمانے میں میرا اکثر وقت دستکاری کی نذر ہوتا تھا۔ اور اسی شوق کی ترقی میں میں نے

گھر پر ہی ایک چھوٹا سا مدرسہ دستکاری کا بنا رکھا تھا۔ جس میں دس پندرہ لڑکیاں کام سیکھتی تھیں اور جس وقت میں دیکھتی۔ کہ میری شاگردوں میں سے کوئی عمدہ کام بنا لیتی ہے۔ تو مجھے بہت خوشی ہوتی تھی +

تقدیر سے میری شادی ایک گاؤں میں ہو گئی اور مجھے اس زمانہ بے فکری کو خیرباد کہنا پڑا۔ رفتہ رفتہ سب شاگردیں بھی روانہ ہوئیں۔ اور میرے اس چھوٹے سے مدرسے کا خاتمہ ننھی سی عمر میں ہو گیا۔ جس کی ترقی کے لئے میری بہت آرزو تھی۔ دیہات اگر خانہ داری اور بچوں کی مصروفیت نے مجھے بالکل ہی نکما بنا دیا + شوق کا تقاضا ہے۔ ترقی کرو۔ مصروفیت کہتی ہے۔ کہ جو آتا ہے۔ وہ بھی بھلا دو تاہم میرا جو وقت فرصت کا ہوتا ہے۔ دستکاری میں صرف کرتی ہوں +

یکم جنوری ۱۹۲۰ء میں مولوی صاحب کا مضمون بعنوان دستکاری درج ہوا تھا + اس میں انہوں نے تحریر فرمایا تھا۔ کہ دستکار بہن جن کو دوسروں کے سکھلانے کا شوق بھی ہو۔ اپنے نام اور ان کاموں کی تفصیل جو وہ جانتی ہوں لکھیں۔ میں اپنا نام بھی پیش کرتی + گو میں اعلیٰ دستکار تو ہوں نہیں تاہم ضرورت کے موافق مجھے کامدانی۔ سلمہ ستارہ ریشم کا کام۔ ربن ورک۔ تارکشی۔ چکن۔ وڑی کروشیا۔ ڈرائنگ۔ ہر قسم کی سلائی وغیرہ آتی ہے + ۱۵ جنوری ۱۹۲۰ء کے تہذیب میں بہن خدیجہ بائی صاحبہ کا مضمون کاربانک پیپر" اور اس سے قبل ٹرانسفر پیپر نظر سے گزرا۔ بہن صاحبہ نے بہت سہل اور صاف طریقہ ڈرائنگ کا سکھایا ہے اسی طرح اگر ہر ہفتے ایک مضمون دستکاری کے متعلق تہذیب میں درج ہوا کرے۔ تو بہت مفید ہو گا + مجھے نقشہ کشی میں کسی قدر مہارت ہے۔ اور میں ضرورت کے وقت خود ہی پنسل سے خاکہ تیار کر لیتی ہوں۔ اور میرے بنائے ہوئے نقشے مدت تک بطور برگس ٹرانسفر پیپر کاربانک پیپر کے ذریعے کام دیتے ہیں +

ہاں بہن صاحبہ نے سیاہ مخمل پر ڈرائنگ کرنے کا طریقہ نہیں لکھا + ربن ورک اور سلمہ کا کام مخمل پر ہی موزوں ہوتا ہے۔ اس لئے مخمل پر ڈرائنگ کرنے کا طریقہ بھی لکھتی ہوں۔ جس طرح میں نے اکثر بنایا ہے + مخمل پر چھاپنے کا مصالحہ سفیدہ اور گوند پانی میں حل کر کے بنا لیتے ہیں۔ اگر لکڑی کے چھاپے موجود ہوں۔ تو اسی مصالحہ سے چھاپ لیا جاتا ہے + اگر چھاپے نہ ہوں۔ ایک لکڑی کی تختی پر گاچنی (ملتانی مٹی) لگا کر سکھا لو۔ اب جس مخمل پر کام بنانا ہے۔ الٹی کر کے بچھا دی جائے۔ مخمل کا سیدھا رخ تختی کے اوپر رہے۔ اور الٹی طرف وہ کاغذ جس پر نقشہ ہو بنا ہے لگا دیا جائے۔ اور نقشے پر دوبارہ پنسل زرا دبا کر پھیرتے جائیں + گاچنی کی سفیدی مخمل کی سیدھی طرف انہی نشانوں کے نیچے لگ جائے گی

ان نشانوں کے اوپر باریک قلم سے سفید چھاپے کا مصالحہ لگا دیا جائے۔ جو سوکھ کر بہت پختہ ہو جائے گا۔ اس طریقے سے ذرا وقت خرچ ہوتا ہے۔ لیکن ایک تو حسب دل خواہ جس قسم کی بیل پھول پسند کریں۔ چھپ جاتی ہے۔ دوسرے ٹرانسفر پیپر کی قیمت جو بہت زیادہ ہوتی ہے بچ جاتی ہے۔

کپڑے پر ڈرائنگ کرنے کے لئے تھوڑی بہت واقفیت اس کام کے لئے ضرور ہونی چاہئے۔ اس کے لئے کسی مدرسے یا اسکول کی ضرورت نہیں خود ہی دیکھ دیکھ کر اور دوسروں کی لکھی ہوئی بیل پھول وغیرہ کی نقل دوسرے کاغذ پر اتارنے سے خاصی مشق ہو جاتی ہے۔ ایک بیل معمولی سی روانہ کرتی ہوں۔ سیکھنے والی بہنیں اس کی نقل دوسرے کاغذ پر اتار کر مشق کریں۔ یہ بیل سلمہ ستارہ کے کام کی ہے۔

خاکسار رضوان۔ سید نگر

ملاقات کے ساتھ دعوت کی رسم

مرد اپنی فرصت کے وقت میں اپنے دوست احباب سے قریب قریب روزمرہ ملتے جلتے رہتے ہیں۔ اور ان ملاقاتوں میں کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا۔ کہ جو دوست کسی کے مکان پر ملنے آئے۔ اسے کھانا کھلانا بھی ضروری ہے۔ پان سگرٹ وغیرہ کی تواضع کا مضائقہ نہیں۔ یا چائے کا وقت ہو۔ تو چائے میں عموماً آنے والے شریک ہوتے ہیں۔ مگر عورتوں میں باہم ملاقات کے ساتھ دعوت کا ایک نہایت غیر معقول رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ مثلاً جو خاتون مجھے ملنے کی غرض سے بلاتی ہیں۔ تو وہ لازمی طور پر میرے گھر بھر کی دعوت کرتی ہیں۔ اور اگر میں کسی کو اپنے گھر بلاؤں۔ تو عام طور پر بلانے کے یہ معنے ہیں۔ کہ میں ان کو اور ان کے بچوں اور نوکروں کو کھانا بھی کھلاؤں۔ اس رسم کا سب سے زیادہ خراب نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ میزبان کی ساری توجہ باورچی خانے کی طرف رہتی ہے۔ اور مہمان کی خاطر داری کی تمام جزویات میں دھیان بٹا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے ملاقات سے جو اصل غرض مقصود تھی۔ وہ فوت ہو جاتی ہے۔ یعنی فارغ دلی سے ایک جگہ بیٹھ کر گفتگو کرنے۔ اور تبادلۂ خیالات کا موقع ہی نہیں ملتا۔

اس رواج پر خصوصاً اہل برادری میں بہت شدت سے عمل ہوتا ہے۔ اور عمل نہ ہونے پر برا مانا جاتا ہے۔ گویا عورتوں کی باہم ملاقات اور دعوت اور مہمانداری

لازم و ملزوم ہیں۔ اور یہ بات برادری کی عورتوں کے
خیال میں بھی نہیں آتی۔ کہ بغیر کھانا کھلائے آپس میں
ملاقات کی اَور کیا صورت ہوسکتی ہے ۔

میں جب کبھی برادری میں سے کسی کے گھر جاتی
ہوں۔ تو کھانا کھا کر اور باورچی خانے کی ضروریات
سے فارغ ہو کر جاتی ہوں۔ اور ہمیشہ پیشتر اپنے
پہنچنے کے وقت سے اطلاع بھیجدیتی ہوں۔ مگر پہنچنے
کے بعد اصرار ہوتا ہے۔ کہ کچھ کھالو۔ ہرچند عذر کرو۔
اور رغبت نہ ہو۔ مگر بغیر کھلائے نہیں مانتیں۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں۔ بچوں کے لئے مٹھائی یا
پھل منگائے جاتے ہیں۔ اور خاطرداری کے طور پر
غیر وقت بھی کچھ نہ کچھ نئی چیز پکوائی جاتی ہے۔ یا بازار
سے منگائی جاتی ہے۔ اب ظاہر ہے۔ کہ ان خواتین
میں سے مجھ سے جو کوئی ملنے آتی ہیں۔ مجھے بھی لاچار
ان کی تقلید کرنی پڑتی ہے۔ اگر میں ان کی اسی طرح
ان کی تقلید نہ کروں۔ تو یقیناً وہ بُرا مانیں۔ اور مجھے
خطاوار سمجھیں۔

بعض تہذیبی بہنوں کو بھی شروع شروع میں
ملاقات کے موقع پر کھانا کھلانے اور کھانے پر اصرار
ہوا کرتا تھا۔ مگر میں نے تو اب یہ باندھ لیا ہے۔ کہ
بارہ بجے یا ایک بجے باورچی خانے کی نگرانی سے
فرصت ہو جاتی ہے۔ اور خاصی چار گھنٹے کی مہلت
مل جاتی ہے۔ بس یہی ملاقات اور آنے جانے
کا وقت مقرر کرلیا ہے۔ میں نے سب بہنوں سے
صاف صاف کہدیا ہے۔ کہ محبت کا دارومدار ہرگز
کھلانے پلانے پر نہیں ہے۔ جو بہن بلاتی ہیں۔ میں
اس چار گھنٹے کی مہلت کے دوران میں ہو آتی
ہوں۔ اور اکثر بچوں کو بھی ساتھ نہیں لے جاتی۔ صرف
ماما ہمراہ ہوتی ہے۔ دو تین گھنٹے بے تکلف اور بے
فکری سے بات چیت کرکے چلی آتی ہوں۔ کھانے
پینے کا کچھ ذکر نہیں۔ اسی طرح جو بہن ملنے کی خواہشمند
ہوتی ہیں۔ میں انہیں کہلا بھیجتی ہوں۔ کہ براہ مہربانی
ایک بجے اور چار بجے کے درمیان تشریف لائیں
یہ فرصت کا وقت ہے۔ اور بے فکری سے ملاقات
ہوگی۔ اگر کوئی بہن کچھ دیر زیادہ ٹھہر گئیں۔ اور چاء
کا وقت آگیا۔ تو ان کو چاء میں البتہ شریک کرلیا۔
ورنہ اس کی بھی ضرورت نہیں۔ اس طریق پر عمل
کرنے سے ملاقات جلد جلد ہوتی رہتی ہے۔ اور طرفین
میں سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔

اسی سلسلے میں یہ بات بھی ضرور خیال رکھنے کی
ہے۔ کہ اگر کسی بہن کو کسی کے گھر بغرض ملاقات جانا
ہے۔ تو خواہ کیسی ہی بے تکلفی ہو۔ لیکن اگر اپنے
پہنچنے کے ارادے اور وقت سے پیشتر اطلاع بھیجدی
جائے۔ تو بہت سہولت کا باعث ہوتا ہے۔ بشرطیکہ
وقت کی پابندی کی عادت ہو۔ پیشتر نہ معلوم ہونے
سے بعض وقت کوئی دوسرا ضروری کام شروع کرلیا
جاتا ہے۔ اور پھر غیر متوقع طور پر کسی بہن کے آجانے
سے اس کو بند کرنا پڑتا ہے۔ لیکن وقت کی پابندی
کا ارادہ نہ ہو۔ تو یہ پیشگی اطلاع اَور بھی زحمت کا باعث
ہوتی ہے۔ چندروز ہوئے۔ مجھے ایک تہذیبی بہن نے

اپنے آنے کی اطلاع دی۔ چونکہ ان سے پہلے پہل ملاقات
ہونے والی تھی۔ میں نے اور دو تین تہذیبی بہنوں کو
بلا بھیجا۔ اور وہ آگئیں۔ مگر جن بہن کا انتظار تھا۔ وہ
نہ آئیں۔ ہم سب شام تک ان کا انتظار کرتے رہے۔
کئی دن بعد ان کا خط دوسرے شہر سے آیا۔ کہ میں دفعتاً
بریلی سے چلی آئی۔ اس لئے آپ سے ملنا نہ ہو سکا۔
اگر کسی وجہ سے ملنے کا ارادہ ملتوی کرنا پڑے۔ تو
ارادہ ملتوی کرنے کی اطلاع بھی بر وقت بھیج دینا
بہت ضروری ہے۔ تاکہ انتظار باقی نہ رہے۔ اور
پھر کسی دوسرے کام کی طرف توجہ کی جا سکے۔"

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از دہلی

دو سخنے

گلابی جاڑا تھا۔ جو باجی جان تشریف لائیں۔
کالج میں تین چار دن کی تعطیلیں تھیں۔ بھائی جان
بھی تشریف لے آئے۔ راتیں کچھ لمبی ہو چلی تھیں
اعتدال کی سردی خوش گوار تھی۔ رات کے کھانے
کے بعد پہلے تو پہیلیاں بجھوانے کا مشغلہ رہا۔ پھر
امیر خسرو کی پہیلیاں۔ انمل۔ مکرنیوں کا تذکرہ رہا
ان کے دو سخنے بہت دل پسند تھے۔ ان پر طبع
آزمائیاں ہونے لگیں۔ بہنیں جانتی ہوں گی۔ کہ
دو سخنے ان کو کہتے ہیں۔ کہ ننھے فقروں کے دو دو
سوالات ہوتے ہیں۔ کہ فلاں بات کیوں نہ کی۔ یا کیوں
کی۔ اور اگرچہ وہ سوالات بالکل مختلف ہوتے ہیں
مگر ان دونوں کا ایسے لفظ میں جواب دیا جاتا ہے۔ جو
دونوں سوالوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ مثلاً امیر
خسرو کے دو سخنے بہت مشہور ہیں۔ فرماتے ہیں:-

گوشت کیوں نہ کھایا؟ ڈوم کیوں نہ گایا؟ — جواب: گلا نہ تھا

یعنی گوشت تو اس لئے نہ کھایا۔ کہ وہ گلا ہوا
نہ تھا۔ اور ڈوم اس لئے نہ گایا۔ کہ وہ خوش گلو
نہ تھا۔ "گلا نہ تھا" نے دونوں سوالوں کا جواب
دیدیا۔ اسی طرح فرماتے ہیں:-

سموسہ کیوں نہ کھایا؟ جوتا کیوں نہ پہنا؟ — جواب: تلا نہ تھا

انار کیوں نہ چکھا؟ وزیر کیوں نہ رکھا؟ — دانہ نہ تھا

گھوڑا اڑا کیوں؟ پان سڑا کیوں؟ — پھیرا نہ تھا

اب ان پر طبع آزمائیاں ہونے لگیں۔ شرط
یہ ٹھہری۔ کہ جوابی لفظ کا آخری حرف الف یا ہ
ہو۔ جیسا کہ اوپر کے جوابات میں ہے۔ گلا۔ پھیرا
تلا۔ دانا و دانہ۔ چنانچہ کئی دو سخنے اسی وقت
بنائے گئے۔ جو محض بہنوں کی تفریح کے لئے
لکھتی ہوں۔ پہیلی اور معمے کی طرح دماغی مشق
کے لئے شاید یہ بھی مفید ہوں گے۔ ان میں
غلطیاں اور کمزوریاں ہوں۔ تو امید ہے بہنیں
معاف کریں گی۔ اخبار میں بھیجنے کا مقصد محض
تفریح ہے۔

انجمن تہذیب نسواں کانپور

بریلی میں خالہ صاحبہ محترمہ مسز عبداللہ جان صاحبہ کی تحریک پر ہم لوگوں نے مل کر ایک انجمن کی بنیاد ڈالی تھی لیکن افسوس چوتھے جلسہ سے زیادہ اس کی بہار دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ اور بوجہ تبادلہ والد صاحب قبلہ ہم لوگوں کو کانپور آنا پڑا۔ خدا ہماری اس پہلی انجمن کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

ہیں تمنا تھی۔ کہ جلد از جلد ہمارے ہی ہاتھ سے دوسری انجمن کی بنیاد کانپور میں پڑے۔ کانپور خاصہ بڑا شہر ہے۔ اور یہاں معززین و تعلیم یافتہ لوگ بکثرت ہیں لیکن افسوس اس موقع پر کسی نے اپنی صاحبزادیوں اور بیگموں کے بھیجنے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ تاہم خدا کا شکر ہے۔ کہ کئی ماہ کی جدوجہد کے بعد ۸ دسمبر ۱۹۲۶ء کو چند بہنوں کی عنایت سے جناب انتظار علی صاحب بی اے (علیگ) کے مکان پر قبل از مغرب خواتین کا ایک مجمع ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل خواتین تشریف لائیں:۔

۱۔ محترمہ بنت عبدالواحد صاحب۔
۲۔ محترمہ گوہر بیگم صاحبہ معلمہ اسکول نسواں۔
۳۔ محترمہ قیوم فاطمہ صاحبہ۔
۴۔ محترمہ ہمشیرہ خان صاحب مولوی عبدالقیوم صاحب
۵۔ محترمہ صدیق فاطمہ صاحبہ۔
۶۔ محترمہ بیگم محمد وحید احمد صاحب۔

	جواب
۱۔ بستر کیوں نہ بچھایا؟ زیور کیوں نہ بنوایا؟	سونا نہ تھا
۲۔ لفافہ کیوں نہ لیا؟ وعدہ کیوں نہ کیا؟	آنا نہ تھا
۳۔ پستول کیوں نہ چھوڑا؟ ٹانگہ کیوں نہ جوڑا؟	گھوڑا نہ تھا
۴۔ بیاہ کیوں نہ رچایا؟ بوٹ کیوں نہ کیا؟	بنانا نہ تھا
۵۔ شکار کیوں نہ لایا؟ پلنگ کیوں نہ بچھایا؟	پایا نہ تھا
۶۔ کپڑا کیوں نہ بدلا؟ ٹانگہ کیوں نہ آیا؟	جوڑا نہ تھا
۷۔ پانی کیوں نہ بھرا؟ زیور کیوں نہ پہنا؟	گھڑا نہ تھا
۸۔ لحاف کیوں نہ اوڑھا؟ طوطا کیوں نہ بولا؟	پالا نہ تھا
۹۔ فقیر کیوں پھر آیا؟ اندھیرا کیوں چھایا؟	دیا نہ تھا
۱۰۔ مشین کیوں نہ آئی؟ بوٹی کیوں نہ کھائی؟	سینا نہ تھا
۱۱۔ مٹھائی کیوں نہ بنائی؟ نصیحت کیوں نہ آئی؟	کھویا نہ تھا

خاکسار آصفہ خاتون از جہلم

۷۔ محترمہ مشتاق فاطمہ صاحبہ (یعنی میری خالہ صاحبہ)
۸۔ ہمشیرہ عزیزہ تہذیب فاطمہ
۹۔ خاکسار

تہذیب فاطمہ کی تحریک اور محترمہ مشتاق فاطمہ کی تائید سے محترمہ بنت عبدالواحد صاحب باتفاق رائے صدر جلسہ قرار پائیں۔

سب سے پہلے خاکسار نے انجمن کے قیام کی غرض و غایت اور اس کے مقاصد کے بارے میں ایک مضمون پڑھ کر سنایا جسمیں منیجر صاحب قبلہ کی تجویز پر ہر شہر میں اس قسم کی ایک زنانہ انجمن کے قیام کی ضرورت بیان کر کے اس کے قایم کرنے کا رزولیوشن پیش کیا۔ تہذیب فاطمہ نے اس کی تائید کی۔ پھر سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اور انجمن کا نام انجمن تہذیب نسواں کانپور قرار پایا۔

اس عرصہ میں چونکہ نماز مغرب کا وقت آگیا تھا۔ اس لیئے سب بہنوں نے یکجا ہو کر ایک دالان میں جو جانمازوں کے انتظام سے بالکل نمونۂ مسجد معلوم ہوتا تھا۔ نماز مغرب ادا کی۔ اور اس فریضہ کی ادائیگی کے بعد پھر جلسہ شروع ہوا۔ قرآن خوانی کے بعد میں نے اور میری بہن تہذیب فاطمہ نے حاضرین محفل کو حمد و نعت سنائی۔ اس کے بعد دو تین ضروری تجاویز پیش ہو کر ضروری تائید کے ساتھ پاس ہوئیں۔

بعد ازاں عزیزہ تہذیب نے ڈاکٹر اقبال کی نظم "صدائے درد" میں سے کچھ حصہ ایک موثر انداز سے پڑھ کر سنایا۔ اور اس کے بعد ہم دونوں بہنوں نے مل کر رابعہ خاتون صاحبہ پنہاں کی پُر جوش نظم "دختران حوا سے خطاب" پڑھ کر سنائی۔

سب کے آخر میں ڈاکٹر اقبال کا ترانہ "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" ہم لوگوں نے ہارمونیم کے ساتھ ادا کیا۔ اور حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد جلسہ ختم کر دیا۔

افسوس ہے۔ کہ کچھ تجاویز اور مضامین باقی رہ گئے۔ کیونکہ بیبیوں کے ناکام انتظار کے باعث جلسہ دیر میں شروع ہوا۔ جس کی وجہ سے وقت بہت زیادہ آچکا تھا۔ اور خواتین کو سردی سے تکلیف ہو رہی تھی۔

اخلاق فاطمہ

انجمن تہذیب نسواں شاہجہانپور

انجمن تہذیب نسواں شاہجہاں پور کا جلسہ بتاریخ ۳۰ جنوری ۱۹۲۶ء کو رحمان بلڈنگ میں انعقاد پذیر ہوا۔ محترمہ بیگم محمد علی صاحبہ نے جلدی کی وجہ سے اس قدر اپنی موٹر کا انتظام کیا تھا۔ اس لئے چار بجے تک سب خواتین تشریف لے آئیں۔ بیگم صاحبہ موصوفہ کی تحریک اور محترمہ التفات النساء صاحبہ کی تائید سے بیگم طفیل احمد صاحب سب جج صدر جلسہ منتخب ہوئیں۔

جلسے میں دو امور پیش ہوئے۔ اول شب برات

کی آتش بازی"۔ دوم "شدھی کی خوفناک تحریک کے
مقابلے میں تبلیغ اسلام کی ضرورت"۔ خاکسار نے شب
برات کی آتشبازی کے نتائج بد اور خلاف شرع پہلوؤں
کو واضح کر کے اس کے قطعی ترک کرنے کی تجویز پیش کی۔
جس کو بہت سی خواتین نے منظور فرما کر وعدہ کیا۔ کہ
ہم اپنے اپنے بچوں کو آتش بازی جیسی خطرناک چیز
سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں گے۔

بیگم ایوب حسن صاحبہ نے اپنا مضمون تبلیغ اسلام
پر پڑھا۔ جس میں شدھی کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے
اسلام کو بچانے کی تدابیر پر روشنی ڈالی تھی۔ نیز اس
امر کو ظاہر کیا۔ کہ آج کل ہم نے صرف دنیاوی امور کی
کامیابی اور ناکامیابی کو اپنا مسلک بنا رکھا ہے۔ اور
یہی وجہ ہے۔ کہ ہم اپنے ذاتی کاموں میں ناکامی سے دوچار
ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا نقص ہم میں یہ ہے۔ کہ مذہبی
احکام کی پابندی سے حد درجہ بے التفاتی برتی جاتی
ہے۔ ہر گھر میں ضروری ہے۔ کہ مذہبی علم و عمل کا عنصر
غالب رہے۔ تاکہ آیندہ نسلیں ان کمزوریوں سے پاک
نظر آئیں۔ جن کی وجہ سے آج کل مسلم قوم بدنام ہو رہی ہے۔
سوامی شردھانند کا قتل ایک فرد واحد کا فعل ہے۔
لیکن خواتین کو یاد رکھنا چاہیے۔ کہ سوامی کا انتقام تمام
مسلم قوم سے شدھی کی صورت میں لیا جا رہا ہے۔ ہمارے
برادران وطن نے اب مصمم عہد کر لیا ہے۔ کہ شدھی کے
جال کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا دیں گے۔
اس مضمون پر حجاب صاحبہ شاعرہ نے ایک عمدہ تقریر
کی۔ اس کے بعد تبلیغ فنڈ کے لئے مندرجہ ذیل چندہ
ہوا:۔

بیگم محمد علی صاحب سے۔ بیگم طفیل احمد صاحبہ صہ
بیگم ایوب حسن صاحبہ ۶۔ بیگم جمیل الدین صاحبہ ۶
بیگم سردار بشیر احمد صاحبہ عا۔ اصغری بیگم صاحبہ طہ۔
مسکین ۴۔ خانسامن ۴۔ حمیدن ۴۔ کل میزان
۱۲؎۔ فیس منی آرڈر ۴۔ باقی ۱۲؎ لاہور ارسال
کئے گئے۔ ازاں بعد ناشتہ وغیرہ سے سب کی تواضع
کر کے سب کو رخصت کیا۔

راقمہ حمیدہ بیگم سکرٹری

آنسوؤں کی مالا

(سلسلے کے لئے دیکھو تہذیب صفحہ ۱۰۷)

سپاہی جس وقت گھر کے آنگن میں پہنچا۔ اس نے
دیکھا۔ کہ ایک عورت میلے کچیلے کپڑے پہنے اور کچھ گھونگٹ
نکالے اس کی ماں کو درد سے کر تکیہ کے سہارے
بٹھا رہی تھی۔ اور لڑکا جلدی سے برابر کی کوٹھڑی
میں گھس رہا تھا۔ سپاہی نے کسی قدر مسکراتے ہوئے
اپنے جی میں کہا۔ "مجھے دیکھ کر شرماتا ہے۔ سوچتا ہے
کہ اس گت کے ساتھ میرے سامنے کیوں کر پڑے"۔
سپاہی تیز تیز قدموں کے ساتھ اپنی ماں کے پلنگ کے
پاس پہنچا۔ اور سلام کر کے ماں سے کہنے لگا۔ "اماں
کیسی ہو۔ کتنی کمزور ہو گئیں۔ صورت پہچانی نہیں جاتی"۔
ماں نے اپنے ہاتھوں کو لڑکے کی طرف جو جھکا ہوا
تھا۔ پیار کے لئے بڑھا کر کہا۔ "بیٹا میں تیرے واری

جاؤں تو اچھا تو رہا؟ . . . . . سارا مُنہ شُت کر سیپی سا ہو گیا۔ رنگ تو بالکل دھوپ اور گوؤں نے جُھلس مارا ہے۔ . . . . . میں اب بالکل اچھی ہوں۔ بس دو چار نسخے اَور پی کر بھلی چنگی ہو جاؤنگی"۔ بڑھیا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت اپنے بیٹے کو دیکھ کر بہو کا غم تازہ ہو گیا۔ گھونگٹ والی عورت اس نازک حالت کو روکنے کے لئے فوراً کہنے لگی "بھیا اس بار کچھ ایسا ہی بخار آیا ہے۔ چار دن میں پلنگ سے اُٹھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ لو آٹھ دن میں تمہارے بھائی لے دو چمچے کھچڑی کھائی ہے۔ تم دیکھو گے۔ تو انہیں پہچان بھی نہ سکو گے"۔

سپاہی نے آواز سے اپنی ہمسائی عورت کو پہچانا۔ جو گھنٹوں ہم عمر ہونے کی وجہ سے سپاہی کی بیوی کے پاس آکر بیٹھا کرتی تھی۔ سپاہی اس کی منشاء کو سمجھ گیا۔ اور ٹالنے کے لئے اس کے شوہر کا حال دریافت کرنے لگا۔ اتنی دیر میں اس کی ماں بھی سنبھل گئی۔ اور اس نے اپنے آنسو پونچھے۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں پوتے کو آواز دی۔ "ننھے ابا کے پاس آؤ۔ کدھر جا چھپے؟ ابھی تو چلاتے ہوئے باہر سے آئے تھے"۔ گھونگٹ والی عورت نے کوٹھری کی طرف مُنہ کر کے لڑکے کو آواز دی۔ لڑکا دروازے سے نکلا۔ اور ہاتھ پھیلاتا ہوا اپنے باپ کی گود میں جا لپٹا۔ سپاہی نے دیکھا۔ کہ وہ اب جوتا ٹوپی پہنے تھا۔ اور کپڑے بھی درست حالت میں ہو گئے تھے۔

۳

بیٹا تیرے جانے کے بعد اس بندی کی آنکھ کا آنسو نہیں تھما۔ کھانا پینا سونا سب بُھلا دیا۔ سب نے ہی سَو سَو طرح سمجھایا۔ اس کے جی پر کچھ ایسا غم چھایا تھا کسی کا اثر نہ ہوا۔ محلے اور باہر کی جو عورتیں آتی تھیں۔ ان سے لڑائی کی خبریں کُرید کُرید کر پوچھتی تھی۔ آج کتنے مارے گئے۔ کل کتنے۔ ان باتوں نے اس کے جی کو ایسا دہلا دیا تھا۔ کہ ہر گھڑی سہمی سہمی رہتی تھی۔ . . . . . . چٹھیاں جو آئی تھیں اسے ان کا بھی پوری طرح یقین نہ آتا تھا۔ وہ انہیں فرضی سمجھتی تھی۔ اسے تیرے زندہ ہونے کا اعتبار جاتا رہا تھا۔ . . . . . . وہ سمجھتی تھی۔ کہ یا تو خدا نہ کرے مارا گیا۔ یا بچ کر نہ لوٹے گا۔ . . . . . . روپیہ تنخواہ کا جو تو گھر کے لئے لکھوا گیا تھا۔ وہ آتا رہتا تھا۔ . . . . لیکن آخر میں اس کا وہم اتنا بڑھ گیا تھا۔ کہ شاید وہ سمجھتی تھی۔ کہ یہ سب دھوکا تھا۔ پہلے شام کو بخار ہو جاتا تھا۔ اور ہلکی ہلکی کھانسی اُٹھتی تھی۔ مدتوں تو کچھ نہ معلوم نہ ہوا۔ کہ وہ بیمار ہے۔ معمولی بات سمجھی گئی وہ خود تو اپنی تکلیف کا کوئی ذکر ہی نہ کرتی تھی۔ جب بلغم کے ساتھ خون آنے لگا۔ کمزوری اور بخار بڑھا تب نِگھ کم بخت کی آنکھیں کُھلیں۔ پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ پھر تو سب طرح کے جتن کر لئے۔ . . . . پلنگ پر ایسی پڑی۔ کہ پھر تختے ہی پر اُتری . . . . . "اماں تم کیا باتیں کر رہی ہو۔ میں بچتی نہیں۔ جو ہونے والا ہے۔ مجھے دکھائی دے رہا ہے"۔

جتنے دن کا سانس ہے آتا ہے۔ پھر ہم کہاں؟" میں ہر چند کہتی "بیٹی تو کیوں گھبراتی ہے۔ ایسی مایوسی کی بات مُنہ سے نکالنا گناہ ہے"۔

وہ کہتی۔ نہیں میں گھبراتی نہیں۔ اماں سچ ماننا مجھے اپنے یہاں سے جانے کا کچھ غم نہیں ہے میرے لئے یہ بھی اچھا ہے۔ اس کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں۔ . . . . . ہاں کبھی کبھی ننھے کا دھیان آجاتا ہے چلتے چلتے کہہ گئے تھے۔ دیکھو میرے پیچھے کیسی خبر رکھتی ہو۔ اِدھر اُدھر مارا مارا نہ پھرے کسی مکتب میں بٹھا دینا۔ . . . . جب سے وہ گئے ہیں۔ اور میں پلنگ پر پڑی ہوں۔ اسے چھٹی ملی ہے۔ دن دن بھر خدا جانے کہاں کھیلتا کودتا پھرتا ہے"۔

یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ میں سمجھاتی تھی۔ کہ یہ کھیلنے کودنے ہی کے دن ہیں۔ پڑھنے کو بہت زمانہ ہے۔ میں نے مولوی صاحب سے تاکید کر دی ہے۔ اب مکتب روز جاتا ہے۔ مگر وہ مایوس ہو کر کہتی۔ اماں وہ تمہاری آنکھ سے بالکل نہیں ڈرتا۔ مجھے بیماری نے معذور کر دیا۔ میرے پیچھے دیکھنا کیسا اُلٹا پھرے گا۔

بیمار کی طبیعت تو نازک ہو ہی جاتی ہے۔ یہ ساری باتیں اس امر کی کمزوری کی وجہ سے تھیں۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے وہ اور گھُلی جاتی تھی۔ ایک دن شام کو وہ بہت ناراض ہوئی۔ اور بہت روئی۔ بچہ بھی ماں کی یہ حالت دیکھ کر اس کے پیروں میں پڑ گیا۔ اور ہاتھ جوڑنے لگا۔ اب میں کبھی گولیاں نہیں کھیلوں گا۔ اور نہ کسی سے لڑوں گا۔ میں نے کسی کو نہیں مارا۔ وہ لڑکا جو دروازے پر چلا رہا تھا۔ جھوٹ بولتا تھا۔ گولیاں ہار گیا تھا۔ اس وجہ سے بلاوجہ کی شکایت کرتا تھا۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر چھاتی سے لگا لیا۔ اور دیر تک روتی رہی۔ پھر کہنے لگی "ننھے تم اچھی طرح سمجھ لو۔ میں اب چار دن کی مہمان ہوں۔ جیتے جی کا یہ سب معاملہ ہے۔ . . . . تمہیں ابھی اس دنیا میں بہت رہنا ہے۔ اور زندگی بسر کرنا ہے۔ تم اب چھوٹے بچے نہیں ہو۔ اچھی طرح سمجھ لو۔ بچپن پھر لوٹ کر نہیں آتا۔ یہ زمانہ ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ہر گھڑی سونے کی ہے۔ اس وقت جو سیکھ لوگے۔ وہ پھر کام آئے گا۔ کھیل کود کو منع نہیں کرتی۔ مگر حد سے زیادہ ہر چیز بُری ہوتی ہے۔ ماں کی بیٹھ گور میں بھی چین سے نہیں لگتی۔ اگر میرے پیچھے بدحال پھروگے۔ تو مجھے وہاں بھی آرام نہ آئے گا۔ بیکل رہوں گی"۔

یہ دیکھ کر میں نے سمجھایا "اپنے آپ کو کیوں ہلکان کرتی ہو۔ بچے کا جی کتنا ہوتا ہے۔ بس اب سمجھا دیا ہے۔ دیکھو ننھے اب ماں کے کہنے کا پورا دھیان رکھو۔ اور کوئی ایسی بات مت کرو۔ جس سے اسے تکلیف ہو"۔

اماں میں قسم کھاتا ہوں۔ اب میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گا" اس کے بعد سے وہ مکتب اور گھر

کے سوا کہیں نہیں جاتا تھا۔ اور ہر وقت اپنی ماں
کی خدمت میں لگا رہتا تھا۔ جس دن صبح کو رخصت
ہو گی پیچھے پھر مجھ سے کہنے لگی۔ اماں میں ننھے
کو تمہارے سپرد کرتی ہوں۔ میں دیکھتی ہوں۔
کئی دن سے وہ میری حالت دیکھ کر مرجھایا رہتا
ہے۔ میرے پیچھے دیکھو اس پر کیا گزرتی ہے میں
ناحق اس پر خفا ہوتی ہوں۔ تمہیں خدا کا واسطہ
دیتی ہوں۔ میرے بچے کا جی میرے پیچھے کسی طرح
میلا نہ ہونے دینا۔ یہ کہہ کر اس کی روتے روتے
ہڑکی بندھ گئی۔ حالت غیر ہوتی چلی گئی۔ سورج
نکلتے نکلتے وہ سدھار گئیں۔ (باقی آئندہ)

امت الوحی از بجنور

رمضان المبارک

فردوس کے باغوں میں جانا ہے تو رکھ روزہ۔
جنت کا اگر میوہ کھانا ہے تو رکھ روزہ۔
خالق نے مسلماں کو روزے کا دیا ہے حکم۔
خالق کو اگر تو نے ماناہے تو رکھ روزہ۔
دنیائے دو روزہ کی تکلیف نہ کچھ راحت
آرام جو عقبےٰ میں پانا ہے۔ تو رکھ روزہ۔
کر ترک نہ روزے کو نادانی سے اے ناداں
دانائی اسی میں ہے۔ دانا ہے تو رکھ روزہ۔
آواز فلک پر سے آتی ہے کہ اے بندے۔
جنت میں اگر تجھ کو آنا ہے تو رکھ روزہ۔
عرشی حزیں تیرا ہے نفس بہت گمراہ۔
رستے پہ اگر اس کو لانا ہے تو رکھ روزہ۔

مرسلہ خالدہ بنت حامدہ بیگم۔ از دہلی

محفل تہذیب

محفل تہذیب مورخہ ۱۵ جنوری میں محترمہ ہمشیرہ
حسن احمد نے مفت منجن دینے کا اشتہار دیا تھا۔
لیکن جب میں نے اس کی طلبی کے لئے خط
لکھا۔ تو اس کے جواب میں اس مضمون کا خط آیا۔
"مکرمہ بہن صاحبہ تسلیم۔ منجن چونکہ قیمتی ادویات
سے تیار ہوتا ہے۔ اس وجہ سے قیمت لینے پر
مجبور ہوں۔ ورنہ بہنوں کے فائدے کی غرض
سے بلاقیمت روانہ خدمت کرتی۔ منجن فی تولہ
چار آنے میں تیار ہوتا ہے۔ ہمشیرہ حسن احمد"
معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض بہنوں نے سادہ لوحوں
کو گاہک بنانے کے لئے اس قسم کے اشتہار دھوکے
کی ٹٹی بنائی ہے۔ کاش وہ حقیقت کو شروع
ہی سے نہ چھپائیں۔ یہ عریضہ دوسری بہنوں کی
اطلاع کے لئے تہذیب میں طبع فرمائیں۔ نیز
ہمشیرہ حسن احمد کو معلوم ہو۔ کہ قیمت پر منجن منگوانا
ہو گا۔ تو ایسے منجن ہندوستانی دواخانہ دہلی سے
کیوں نہ منگوا لوں گی۔ مہربانی کر کے مجھے منجن نہ
بھیجئے۔ ہمشیرہ سید نادر حسین۔ شکارپور

عرصہ ہوا رسالہ مخزن میں ایک نظم انگریزی سے ترجمہ کی ہوئی بعنوان "گزرے زمانے کی یاد" چھپی تھی جس کا پہلا بند یہ تھا۔

اکثر شب تنہائی میں کچھ دیر پہلے نیند سے۔
گزری ہوئی دل چسپیاں پینے ہوئے دن عیش کے
بنتے ہیں شمع زندگی۔ اور ڈالتے ہیں روشنی۔
میرے دل صد چاک پر۔

اگر یہ پوری نظم کسی بہن کے پاس ہو۔ تو وہ براہ مہربانی اس کی ایک نقل حسب ذیل پتے پر روانہ فرما کر مشکور فرمائیں۔

پتہ:۔ آصفہ خاتون بنت ڈاکٹر بشارت احمد اسسٹنٹ سرجن۔ سول ہسپتال جہلم

جناب اڈیٹر صاحبہ۔ تسلیم۔ کسی حاجت مند بہن نے مقیش کی قیمت اور ملنے کا پتہ دریافت فرمایا تھا۔ ان کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ دہلی میں گوٹہ وغیرہ بہت اچھا ملتا ہے۔ میرے یہاں عرصہ دو سال کا ہوا مقیش وغیرہ دہلی سے منگوائی گئی تھی۔ اس وقت مقیش سنہری کا نرخ فی تولہ ۱۲ؔ تھا۔ اور مقیش روپہلی کا نرخ فی تولہ ۸ؔ تھا۔ لیکن اب بہ نسبت پہلے کے یہ سب چیزیں سستی ہو گئی ہیں۔ بہن صاحبہ خط لکھ کر ان سب چیزوں کا نرخ دریافت فرما لیں۔ پتہ یہ ہے:۔ پیارے لعل وبہاری لعل گوٹے والے۔ دہلی

خاکسار صغیر فاطمہ

جناب نیچر صاحب زاد کرمہ۔ السلام علیکم۔ عرصہ دو ماہ سے میرے حقیقی بھائی مرض داد میں مبتلا ہیں۔ بہت علاج کئے۔ لیکن مرض مذکور میں کچھ بھی کمی نہیں۔ اگر کوئی بہن یا بھائی داد کا مجرب آزمودہ نسخہ جانتے ہوں۔ تو از راہ کرم تحریر فرمائیں۔ بے انتہا شکر گزار ہوں گی۔ فاطمہ تقام از میر

میری لڑکی جس کی عمر ڈیڑھ سال کی ہے۔ اس کے کان میں سے چھ ماہ سے برابر پیپ جاتی ہے۔ ڈاکٹری یونانی سب علاج کئے۔ مگر آرام نہیں ہوتا۔ اگر کسی تہذیبی بہن یا بھائی کو اس مرض کی مجرب آزمودہ دوا معلوم ہو۔ تو از راہ کرم بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں۔ والدہ صبغت اللہ از مجندرہ

یہ **مضامین** درج کئے جائیں گے:۔

ہاتھی کا شکار	شکنتلا رانی
پانی کی احتیاط کرو	ش۔ ب
جہاں آرا بیگم	ص

یہ **مضامین** درج نہیں ہوں گے:۔

"بہنو خواب غفلت سے بیدار ہو"۔ رسم تعزیت"۔ ایک فیاض دریا دل مسلمان کی فیاضی"۔ ماموں زاد بھائی کو گھر داماد بنانے کی درخواست۔ شب معراج۔ شب برات کی آتشبازی۔ آہ مرحوم۔ ناکام آرزو۔ تمدن اور پردہ کی ضروریات۔ خواب کیا چیز ہے؟

ولایتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

مصطفےٰ کمال پاشا اور برقعہ

مصطفیٰ کمال پاشا نے پردہ وغیرہ کے متعلق جو تازہ توانین نافذ کئے ہیں۔ ان کی بابت گفتگو کرنے کو ایک مشہور اخبار نویس خاتون ایڈبی بیر ڈنگٹن نے ان سے ملاقات کی۔ کمال پاشا نے دوران ملاقات میں کہا۔ کہ حکومت جمہوریہ کے اعلان کے مطابق اب جو ترکی عورت بھی برقعہ پہنتی ہے۔ اسے سخت سزا دی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب سے ہم نے اپنے ملک میں جدید طریقوں اور ترقی یافتہ خیالات کو رائج کرنا شروع کیا ہے۔ اس وقت سے ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ ترقی کے راستے میں عورتیں مردوں کی مزاحم ہیں۔ اور طرح طرح سے رکاوٹیں پیدا کرنا چاہتی ہیں۔

ہماری آزادی کی جدوجہد میں عورتوں نے نہ صرف کافی سے زیادہ حصہ لیا۔ بلکہ میرا خیال ہے۔ کہ انھوں نے مردوں کی نسبت زیادہ سرگرمی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اب دیہات و قصبات کی عورتیں ہماری سرگرمیوں میں سدراہ ہو رہی ہیں۔ مجھ سے جہاں تک ہوتا ہے۔ میں عورتوں کے معاملے میں نہایت بردباری سے کام لیتا ہوں۔

جس وقت یہ اعلان کیا گیا تھا۔ کہ ترکی ٹوپی کی بجائے انگریزی ٹوپی پہنی جائے۔ تو ترکی کی شمالی مشرقی صوبجات میں ایک جماعت نے اس اعلان کو ناجائز قرار دے کر اس کی مخالفت کی۔ ہم نے قانون کے مخالفین کے سرغنوں میں سے پانچ کو پھانسی پر لٹکا دیا تاکہ یہ امر لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے۔ کہ حکومت نے اب تہیہ کر لیا ہے۔ کہ پرانی باتوں کو چھوڑ کر مغربی تہذیب کی تقلید کرے گی۔ چنانچہ اب ہمارے ملک میں بمشکل سو آدمی ایسے ملیں گے۔ جو ترکی ٹوپی پہنے ہوں گے۔ لیکن عورتوں کے معاملے میں بڑی دشواریاں درپیش ہیں۔ اور ان پر سختی کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

برقعہ کی حامی جماعت کا خیال ہے۔ کہ برقعے کے بغیر عورت کا ننگ و ناموس محفوظ نہیں رہ سکتا گویا عورتوں کی نجات کا راز اسی برقعہ میں پنہاں ہے۔ لیکن میں اس برقعہ کو پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا ہوں۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ اس کی آڑ میں وہ وہ شرارتیں اور قبیح افعال سرزد ہوتے ہیں۔ جن کو اس موقع پر بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ میں برقعوں کے ساتھ ان افعال قبیح کا پردہ بھی چاک کر دینا چاہتا ہوں۔

ہیں یہ بھی دیکھتا ہوں۔ کہ یہ برقعہ صحت کے
لئے بے انتہا خطرناک ہے۔ ترکی میں بہت ہی
تھوڑی ایسی عورتیں ملیں گی۔ جن کے چہرے سرخ
ہیں۔ ان میں سے بیشتر ایسی ہیں۔ جن کے چہرے
پیلے اور مرجھائے ہوئے ہیں۔ صدیوں سے اپنے
چہروں کو ڈھانپ ڈھانپ کر ترکی عورتوں نے
تندرستی اور اپنے چہروں کی اصلی رنگت کو کھو ڈالا ہے۔
میں چہرے کو ڈھانپنا اور ہوا نہ لگنے دینا قانون قدرت
کی خلاف ورزی سمجھتا ہوں۔ میں اخلاقی نظر سے
بھی پردے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اور چاہتا ہوں۔
کہ جس طرح مغربی ممالک میں عورتیں آزادی سے
چلتی پھرتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے ملک میں
بھی انہیں پورے طور پر آزادی حاصل ہو۔

پردے کے خلاف مجھے تیسری شکایت ہے۔
کہ یہ جرایم کو پناہ دیتا ہے۔ اس کی آڑ میں بہت
سے ایسے جرایم سرزد ہوتے ہیں۔ جن کا تمام
سوسائٹی پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ میں نے کئی
بار دیکھا۔ کہ اس پردے کی آڑ میں ترکی کے بڑے
بڑے ڈاکوؤں نے ڈاکے ڈالے ہیں۔ لوگوں
کو لوٹا ہے۔ اور عورتوں کو بھگا لے گئے ہیں۔ برقعہ
ایک ایسا لباس ہے۔ کہ اس کو پہن کر ہر شخص
جس گھر میں چاہے گھس سکتا ہے۔ جمہوریہ ترکی
نے جب سے اپنا نیا قانون برقعہ کے خلاف نافذ
کیا ہے۔ اس وقت سے جرائم پیشہ لوگوں میں چار
ہزار کی کمی ہوگئی ہے۔ یہ سب لوگ برقعہ ہی کی
امداد سے اپنا کام کرتے تھے۔ اور برقعہ اُڑاتے ہی
یہ غائب ہو گئے۔

برقعے کے استعمال پر تین طرح کی سزائیں دی
جاتی ہیں۔ صورت حالات کے مطابق اول جرمانہ
دوسرے قید۔ اور تیسرے جب اس کی آڑ میں
کوئی سنگین جرم پکڑا جائے۔ تو ایسی حالت میں
موت تک کی سزا دی جاتی ہے۔

چینی عورت کی زندگی

چین کی عورتوں کے متعلق مزید معلومات ایک
انگریزی اخبار میں چھپی ہیں۔ جو غالباً دلچسپی سے
پڑھی جائیں گی۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔
کہ چین اور ہندوستان کی عورت سوسائٹی میں
تقریباً یکساں حیثیت رکھتی ہے۔

چینی لڑکی کی زندگی کا پہلا واقعہ ہی نہایت
دردناک ہوتا ہے۔ یعنی جب ماں باپ کو خبر ملتی
ہے۔ کہ ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ تو ان کی
اولاد حاصل کرنے کی تمام خوشی خاک میں مل
جاتی ہے۔ یہ ننھی ناخواندہ مہمان طرح طرح کی مصیبتوں
میں اپنی زندگی کا سفر شروع کرتی ہے۔ اور تنہائی
اور جہالت کے اندھیرے میں پروان چڑھتی
رہتی ہے۔ عام طور پر اسے اپنے بھائیوں تک سے
کھیلنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اور کبھی کبھار
اسے یہ رعایت نصیب ہوتی ہے۔ تو بھائی اس
سے اچھا سلوک نہیں کرتے ہیں۔ گھر میں وہ لونڈیوں

سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ خاندان کے شجرے
میں کبھی اس کا نام شامل نہیں کیا جاتا۔ سمجھا جاتا ہے
کہ چونکہ شادی کے بعد دوسرے گھر میں چلا جاتا ہے۔
اس لئے یہ ہم میں سے نہیں ہے ؛

بعض اوقات عالم طفلی ہی میں ان کی نسبت
قرار پا جاتی ہے لیکن زیادہ رواج پندرہ ایک
سال کی عمر میں منگنی کرنے کا ہے۔ اس تعلق میں
لڑکے لڑکی کی رائے کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ ماں
باپ جہاں مناسب سمجھتے ہیں۔ رشتہ کر دیتے ہیں۔
اور لڑکے لڑکی کو ان کا فیصلہ قبول کرنا پڑتا ہے ؛

کنوارپنے کے آخری دن لڑکیاں رو رو کر گزارتی
ہیں۔ اور ان کی سہیلیاں بھی آ آ کر ان کے بین و بکا
میں شامل ہوتی ہیں۔ غیر معمولی رنج و غم کے اظہار
کی وجہ یہ ہے کہ شادی کے بعد لڑکی کی زندگی
غلاموں سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ ساس بہو سے
نہایت سخت گیری سے کام لیتی ہے۔ اور دلھن کے
مستقبل کا شوہر سے زیادہ ساس سے تعلق ہوتا ہے ؛

بیوی شوہر کا نام لے کر اسے نہیں پکار سکتی۔
دوسروں سے بھی اس کا ذکر کرتی ہے۔ تو گول مول
لفظوں میں اشارتاً اپنے شوہر کا ذکر کرتی ہے۔ اسی
طرح سسرال والے بھی دلھن کا اصلی نام نہیں لیتے
ہیں۔ اسے فلاں کی بیٹی کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔ ما
وہ لڑکے کی ماں بن چکی ہو۔ تو فلاں کی اماں کہہ کر
پکارتے ہیں ؛

بچہ پیدا ہوتے ہی عورت کی زندگی میں ایک عظیم
انقلاب ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے اس کا کام
خدمت کے سوا اور کچھ نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن ماں
بنتے ہی وہ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیتی
ہے۔ اور شوہر اور بیٹوں کے سوا گھر بھر پر حکومت
کرنے لگتی ہے۔ اسی لئے عورتیں نہایت خضوع و
خشوع سے اولاد کے لئے دعائیں مانگتی ہیں ؛

بیوی شوہر کے ساتھ کبھی گھر سے باہر نہیں
نکلتی۔ نہ اپنے شوہر کے ساتھ کھانا کھاتی ہے۔
جب گھر کے مرد کھانے سے فراغت پا چکتے ہیں۔ تو
پھر عورتوں کی باری آتی ہے۔ دکھ بیماری میں
عورتوں کی دوا دارو پر زیادہ توجہ نہیں کی جاتی۔
اور وہ عام طور پر خود ہی لوٹ پیٹ کر اچھی ہو
جاتی ہیں ؛

چین میں لڑکیوں کو مار ڈالنے کا ظالمانہ رواج
بھی جاری ہے۔ اکثر اوقات لڑکی ہوتے ہی ماں باپ
اس خیال سے اس کو مار ڈالتے ہیں۔ کہ یہ قربانی
دینے سے اگلی مرتبہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو
جائے گا۔ اگر دو تین لڑکے ہو چکے ہیں۔ تو پھر
مائیں ایک دو لڑکیوں سے تعرض نہیں کرتیں۔
لیکن اگر لڑکیوں کی تعداد زیادہ بڑھنے لگے۔
تو ان کا گلا گھونٹنا بھی شروع کر دیتی ہیں۔ چینی
افسر اس رسم کو مٹانے میں نہایت سرگرمی سے
مصروف کار ہیں ؛

متوسط چینی اپنے گھروں میں حفظان صحت
کے اصولوں سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں۔

نہ ان میں تختہ فرش ہوتے ہیں۔ اور نہ کھڑکیاں رکھی جاتی ہیں۔ البتہ ان کے لباس سیدھے سادے اور حفظان صحت کے عین مطابق ہوتے ہیں ٭

عام لباس میں صرف دو چیزیں ہیں۔ اوپر کا حصّہ جاکٹ کی وضع کا ہوتا ہے۔ فرق اتنا ہے۔ کہ ذرا لمبا اور ڈھیلا ڈھالا رکھا جاتا ہے۔ اور آستینیں بھی بڑی اور کھلی رکھتے ہیں۔ گردن سے لے کر دائیں بغل تک اور وہاں سے پہلو میں نیچے تک چاک رکھا جاتا ہے۔ جو بٹن کر بند کر لیا جاتا ہے ٭ نچلا حصّہ سیدھا سادا اور کھلا پاجامہ ہے ٭ کینٹن کے علاقے میں اسکرٹ شادی کے موقعوں کے علاوہ بہت کم استعمال میں آتی ہے۔ لیکن بعض صوبوں میں اسکرٹ کا رواج عام ہے ٭

پاؤں باندھنے کے رواج کی جتنی شہرت ہے اتنا چین میں دیکھنے میں نہیں آتا ٭ زراعت پیشہ لوگوں کی عورتوں کے پاؤں درست ہوتے ہیں۔ صرف بعض بعض جماعتوں میں اس کا رواج ہے۔ مگر جہاں بھی اس کا فیشن ہے۔ اس کی وجہ سے عورتوں کو اپنے بچپن اور پھر بڑی عمر میں بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے ٭

تیسری موت

ان ہی دنوں ایک انگریز خاتون مسز شرائیو نے پچپن سال کی عمر میں وفات پائی ہے۔ ان کی وفات کا اخباروں میں اس وجہ سے چرچا ہو رہا ہے۔ کہ یہ دو مرتبہ موت کے منہ میں جا کر سلامت نکل آئی تھیں ٭

اب سے تیس سال پیشتر وہ شہر برسٹل میں رہتی تھیں۔ کہ ایک روز یک لخت ان کی حالت غیر ہونی شروع ہوئی۔ اور ذرا سی دیر میں زندگی کے تمام آثار مٹ گئے ٭ گھر کے لوگوں نے سمجھا۔ کہ سدھار گئیں۔ چنانچہ تجہیز و تکفین کی۔ اور قبرستان کو لے چلے ٭ قسمت کی بات وہاں تابوت اٹھانے والوں میں سے کسی کا پاؤں پھسل گیا۔ اور تابوت سنبھالنے کی کوشش جو کی گئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اندر مُردہ حرکت کر رہا ہے ٭ اسے کھولا تو دیکھا۔ کہ مسز شرائیو زندہ ہیں ٭

اس واقعہ کو دو سال گزرے تھے۔ کہ اچانک اُن خاتون پر پھر موت کی سی حالت طاری ہو گئی۔ اور گھر کے لوگ انہیں رونے بیٹھ گئے ٭ قسمت کی دھنی تھیں دفن کرنے سے پیشتر پھر زندگی کے آثار نمودار ہوئے اور یہ زندہ درگور ہونے سے بچ گئیں ٭

اپنے اس مرض سے گھبرا کر انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو وصیت کر دی تھی۔ کہ آئندہ مجھے دفن کرنے سے پیشتر میرے جسم کی دو رگوں میں فصد کھول لینا۔ اور میری زندگی اور موت کے متعلق اچھی طرح اطمینان کر کے مجھے سپرد خاک کرنا ٭ اب پچھلے دنوں مرض سرطان میں ان کا انتقال ہوا۔ تو اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد انہیں دفن کیا گیا ٭

خبریں اور نوٹ

مصر کے وزیر اعظم عدلی پاشا نے ایوان میں اعلان کیا۔ کہ پارلیمنٹ نے ہر ایک وزیر کی تجویز کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ کہ جس عہدے کے لئے مصر کا آدمی مل سکے۔ اس عہدے سے غیر ملکی آدمی کو برطرف کر دیا جائے۔ اب صرف وہ عہدہ دار باقی رکھے جائیں گے۔ جو ملکی مفاد کے لئے ضروری ہیں۔ نیز حکومت ان قواعد و ضوابط پر بھی غور کر رہی ہے۔ جن کے مطابق آئندہ غیر ملکی عہدہ داروں کا تقرر کیا جائے گا۔

شاہ ایران نے پیرس کی جامع مسجد کے لئے ایک بیش قیمت قالین بھیجی ہے۔ یہ قالین خاص محل شاہی کے لئے تیار کی گئی تھی۔ وزیر خارجہ فرانس نے اس تحفہ کا شکریہ ادا کیا ہے۔

ایران کی مجلس نے یہ بات منظور کر لی۔ کہ محمرہ سے بندر عباس تک ریلوے لائن بنائی جائے۔ یہ ریلوے خلیج فارس کو بحیرۂ خضر سے ملا دے گی۔

چین کے اعتدال پسند جرنیل سن چوان فنگ کی شکست اور قوم پرست جرنیل مسٹر یوجین چن کی فتح یابی پر لیبر یونین (انجمن مزدوران) نے اعلان کر دیا۔ کہ ۱۹ فروری کو عام ہڑتال کر دی جائے اور مطالبہ کیا جائے۔ کہ شنگھائی سے سن چوان فینگ اور برطانیہ کی فوجیں نکل جائیں۔ چنانچہ ڈاک خانہ۔ ٹریموے اور غیر ملکی کارخانوں کے ملازموں اور مزدوروں نے ہڑتال کر دی۔ جن کی تعداد ایک بارہ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔

بین الاقوامی علاقے میں کئی شورش پسند ہڑتالیوں کے سر کاٹ کر سر بازار لٹکائے گئے ہیں۔ تاکہ دوسرے فسادیوں کو عبرت ہو۔

مارشل سن چوان فینگ کے ایک جنگی جہاز کے سپاہی باغی ہو کر قوم پرستوں سے جا ملے۔ اور انہوں نے شنگھائی کے نواحی علاقے میں دو گھنٹے تک گولہ باری کی۔ بعد کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ گولہ باری قوم پرستوں کی طرف سے اس لئے کی گئی۔ کہ چین کی شاہ پرست گورنمنٹ کا سب سے بڑا بارود خانہ اڑا دیا جائے۔ اس گولہ باری سے چین کی شہری آبادی اور بین الاقوامی بستی میں بہت خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔

چین کی قوم پرست عدالت میں گزشتہ اکتوبر سے دو جرنیلوں کے خلاف غداری کے الزام میں مقدمہ چل رہا تھا۔ اب اس کا فیصلہ ہو گیا۔ اور ایک کو پندرہ لاکھ ڈالر جرمانہ کیا گیا۔ اور دوسرے کو سزائے موت دی گئی۔ اس عدالت کا صدر قوم پرستوں کا وزیر عدالت تھا۔ اور ۱۳ ارکان طالب علموں۔ کسانوں اور سیاسی جماعتوں کے نمایندے تھے۔ جن میں جماعت خواتین کی طرف سے ایک عورت بھی بطور نمایندہ شامل تھی۔

پیرس کا تار۔ ایفل ٹاور میں ایک فرانسیسی شخص

نے حیرت انگیز طریقے سے خودکشی کی۔ اس کی
بیوی اسے بلیارڈ کھیلنے سے منع کرتی تھی۔ اور وہ
نہ مانتا تھا۔ آخر ایک روز بہت جھگڑا ہوا۔ اور وہ
اگر رج کی سیڑھیوں پر چڑھ گیا۔ پھر اس نے پولیس
سے کہا۔ کہ میری بیوی کو لاؤ۔ میں اس کے پیروں
پر گرنا چاہتا ہوں۔ پولیس نے اسے نیچے لانے
کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ نہ اترا۔ مجبوراً اس کی
بیوی کو بلایا گیا۔ اور وہ جھاڑیوں کے پیچھے کھڑی
ہو کر اسے دیکھتی رہی۔ پہلے تو ۲ منٹ تک وہ گرجا
پر پیتا رہا۔ اور لوگ اس دہشتناک منظر کو دیکھتے رہے
پھر اس نے پانچ بجے شام کو ایک چھلانگ ماری
اور نیچے گرتے ہی مر گیا۔

حکومت فرانس نے وطن کی حفاظت کا ایک جدید
نظام تیار کیا ہے۔ جس کی رو سے حکومت خطرے
کے موقع پر فرانس کے تمام شہریوں کو بلا لحاظ جنس
بلا سکے گی۔ اور جس شخص کے پاس کوئی سامان
ایسا ہوگا۔ جو وطن کی حفاظت کے لئے کام آ سکے
حکومت اس سامان کو استعمال کرنے کی مجاز ہوگی۔
اس نظام سے فرانس کی عورتیں خطرے کے موقع
پر مردوں کے دوش بدوش وطنی خدمات انجام دینے
پر مجبور ہوں گی۔

لیتھ (انگلستان) کے ایک مالک جہازات مسٹر ٹامس
گگ نے ایڈنبرا یونیورسٹی کو پندرہ ہزار پونڈ دئے
ہیں۔ تاکہ اس رقم سے ۱۲۵ طلباء کے لئے ایک
بورڈنگ ہاؤس بنایا جائے۔ مسٹر گگ اس سے
پہلے بھی یونیورسٹی کو عطیات دے چکے ہیں۔ انہوں
نے پچھلے دنوں دس ہزار پونڈ طلباء کی ان خدمات
کے اعتراف میں دئے تھے۔ جو انہوں نے انگلستان
کی عام ہڑتال کے موقع پر کی تھیں۔

آج کل انگلستان میں انفلوئنزا پھیلا ہوا ہے۔
جس سے پیدائشوں میں ۱۰ ہزار ۴ سو ۱۳ کی کمی۔
اور اموات میں ۲۷ ہزار ۹ سو ۵۹ کی زیادتی
ہو گئی ہے۔

دار العوام میں کمانڈر کنورتھی کے جواب میں
مسٹر برجمین نے کہا۔ کہ اس وقت سلطنت برطانیہ
کے لئے گیارہ۔ جاپان کے لئے چھ۔ اور امریکہ
کے لئے دو کروزر (جنگی جہاز) تیار کئے جا رہے ہیں۔

حکومت کی طرف سے چار کوئلے کے کان کنوں کے
بیٹوں کو وظائف دینے کے لئے ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی
رقم منظور کی گئی ہے۔ یہ رقم ان لڑکوں پر صرف ہوگی
جو ۱۷ سال سے زیادہ عمر کے ہوں۔ اور آکسفورڈ
یا کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم پائیں۔

وکٹوریا یونیورسٹی (لندن) میں سر فرانسس اولڈ فیلڈ
قانون محمدی اور قانون ہنود کے پروفیسر مقرر ہوئے
ہیں۔ آپ پہلے مدراس میں جج اور علم قانون کے
پروفیسر رہ چکے تھے۔

جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کے حقوق کے
متعلق ۱۷ دسمبر ۱۹۲۶ء سے ۱۲ جنوری ۱۹۲۷ء تک
کیپ ٹاؤن میں جو گول میز کانفرنس ہوئی تھی۔ اب
اس کا نتیجہ شائع ہوا ہے۔ اس میں گورنمنٹ ہند

اور گورنمنٹ جنوبی افریقہ کے درمیان جو اصول طے پائے ہیں۔ وہ مختصراً یہ ہیں:-

۱۔ جو ہندوستانی جنوبی افریقہ میں رہنا چاہیں۔ وہ مغربی طرز زندگی اختیار کر کے رہ سکتے ہیں۔

۲۔ جو ہندوستانی وہاں رہنا چاہیں گے۔ انہیں مغربی طرز معاشرت اختیار کرنے میں سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔

۳۔ جو ہندوستانی یہ شرط تسلیم نہ کریں۔ وہ جنوبی افریقہ کی گورنمنٹ کے خرچ پر ہندوستان یا کسی دوسرے ممالک میں جا سکتے ہیں۔

۴۔ تین سال تک انہیں گورنمنٹ بونس دے گی۔ اس عرصے میں اگر وہ واپس جانا چاہیں۔ تو جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تمام اخراجات واپس کر دیں۔

۵۔ جاعتی رقبوں کا قانون سابقہ ترک کر دیا جائےگا۔

۶۔ جنوبی افریقہ میں گورنمنٹ ہند کا ایک ایجنٹ رہے گا۔ جو وہاں کے ہندوستانیوں کی نگہداشت کرے گا۔

پچھلے دنوں کابل میں ایک جرمن لیڈی کا نیلام ہوا۔ اور جرمن سفیر نے اسے خرید لیا۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ ایک افغانی نوجوان عبداللہ خاں نے برلن میں ایک جرمن عورت سے شادی کر لی تھی۔ اور اسے کابل لے آیا تھا۔ یہ شخص خاصا مالدار اور نبیا کو کا تاجر تھا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا۔ تو جرمن عورت نے اس کی ساری جائداد پر قبضہ کرنا چاہا۔ لیکن وہ سب جائداد ملکی قانون کے ... [illegible] کے بھائی کو مل گئی۔ اور یہ عورت مفلس ہو کر غلاموں کی منڈی میں لائی گئی۔ جہاں جرمن سفیر نے اسے خرید کیا۔

ایک فرانسیسی موجد نے ایسی بائسکل بنائی ہے۔ جو خشکی اور تری پر یکساں چل سکتی ہے۔ جب دریا یا سمندر کا سفر کرنا ہو۔ تو پانی پر چلنے والے پرزوں کو بذریعہ پیڈل کے حرکت دی جاتی ہے۔ اور اس سے ایک گھنٹے میں پانچ چھ میل کا بحری سفر طے ہو سکتا ہے۔ اور جب خشکی پر چلنا ہو۔ تو آبی پرزوں کو اوپر اٹھا لیا جاتا ہے۔

سوئٹزرلینڈ کے گھڑی سازوں نے ایک نئی قسم کی گھڑیاں ایجاد کی ہیں۔ جن میں گراموفون کا آلہ اس حکمت سے لگایا گیا ہے۔ کہ ہر گھنٹہ بجنے پر گراموفون بجتا ہے۔ اور ان میں ہر قسم کا گانا بھرا جا سکتا ہے۔

روس میں بمقابلہ یورپ کے دوسرے ممالک کے اندھوں کی تعداد بڑھی ہوئی ہے۔ یہاں ہزار میں سے دو آدمی نابینا ہوتے ہیں۔

۱۷ فروری کی شام کو طبیہ کالج دہلی کا جلسہ تقسیم اسناد زیر صدارت علیا حضرت حضور بیگم صاحبہ بھوپال منعقد ہوا۔ صدر جلسہ حضور بیگم صاحبہ حکیم اجمل خاں صاحب کے ساتھ تشریف لائیں۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے ایڈریس پڑھا۔ اور حضور بیگم صاحبہ نے موزوں و مناسب الفاظ میں اس کا جواب دیا۔

۱۸ فروری کو سرکار عالیہ حضور بیگم صاحبہ بھوپال نے جامعہ ملیہ کا معائنہ فرمایا۔ بیگم صاحبہ کوروائی آپ کے ساتھ تھیں۔ اس موقع پر ملیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال نے نہایت ہمت افزا تقریر فرمائی۔ اور پانچ ہزار روپے کی امداد کا اعلان فرمایا۔ حضور بیگم صاحبہ نے اپنے قریب کے رشتہ داروں میں سے دو بچے بغرض تعلیم جامعہ ملیہ میں بھیجے ہیں۔ اور ایک اور بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

حضور نظام حیدر آباد نے مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم کی بیوہ کو تاحیات ڈیڑھ سو روپے ماہوار کا وظیفہ عطا فرمایا ہے۔

مہاراجہ سونپور نے ڈیڑھ سال سے لے کر چھ سال کی عمر تک کے بچے کی صحت ٹھیک رکھنے اور یہ بتانے کے لئے۔ کہ اس عرصے میں کونسی چیزیں اس کی صحت خراب کر دیتی ہیں۔ اور ان کا علاج کیا ہے۔ ایک جواب مضمون لکھنے پر طلائی تمغہ دینے کا اعلان کیا ہے۔ جواب مضمون سکرٹری لیڈی چیمسفورڈ لیگ شملہ کے پاس ۱۲۔ اپریل سے پہلے پہنچ جانا چاہئے۔

بنگال کونسل میں نظر بندان بنگال کی رہائی کی تحریک پیش ہوئی۔ جس پر خوب مباحثہ رہا۔ وزیر داخلہ آنریبل موبرلے نے اس تحریک کی مخالفت میں بہت طول طویل تقریر کی۔ جس میں بتایا۔ کہ حکومت ان اشخاص کو اس وقت تک

کہ انقلاب پسندوں اور انارکسٹوں کی دہشت ناک سرگرمیاں ان کی رہائی سے ترقی نہیں پکڑیں گی۔ نیز چند گرفتار شدہ باغیانہ تحریروں کے اقتباس بھی پڑھ کر سنائے۔ لیکن سیاسی قیدیوں کی رہائی کی قرارداد ۶۴ رایوں کے مقابلے میں ۷۱ آرا سے منظور ہو گئی۔

کلکتہ میں سیاسی قیدیوں کی نظر بندی کے خلاف ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ادویہ اور کتب کے سوا ہر قسم کے برطانی مال کو بائیکاٹ کرنے کی قرارداد منظور کی گئی۔ مقرروں نے لوگوں کو یقین دلایا۔ کہ اگر اس قرارداد پر عمل کیا گیا۔ تو حکومت قیدیوں کو رہا کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔

۲۵ فروری کو حضور وائسرائے نے سول ہسپتال میں موٹر چھوڑ کر دہلی کے وسطی حصے کا معائنہ کیا۔ اور باشندگان سے حفظان صحت اور عام حالات کے متعلق بات چیت کی۔

حضور وائسرائے ۱۱ مارچ کو دہلی سے بھوپال تشریف لے جائیں گے۔ اور ۱۷ مارچ تک واپس آ جائیں گے۔

حکومت پنجاب امسال طبی یا کسی دوسری تعلیمی و حرفتی نصاب کی تکمیل کے لئے کسی ہندوستانی گریجویٹ خاتون کو تین سو پونڈ کا سالانہ وظیفہ عطا کرے گی۔ اور یہ وظیفہ تین سال کے لئے ہو گا۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اعلان

این ڈبلیو ریلوے کی مندرجہ ذیل چیزیں جو راٹ آئرن۔ فولاد۔ تانبے اور دوسری دھاتوں کی بنی ہیں۔ اور سکھر اسٹورز ڈیپو میں موجود ہیں۔ ان کی خریداری کے لئے سربمہر ٹنڈر مطلوب ہیں ؎

ا۔ متفرق چیزیں لوہے کی۔ بائسلر کی پلیٹیں۔ بائلر کے بیرل بن کٹے۔ ½ اور اس سے زیادہ کی پلیٹوں کے ٹکڑے۔ راونڈ آئرن (گول لوہا) فلیٹس۔ انگلارن اور ٹیز کے ٹکڑے۔ چینل آئرن کے ٹکڑے۔ چادرون کے ٹکڑے۔ نالیاں اور جوڑنے کا سامان گیس ہولڈر۔ انجن کی چمنیوں کے ڈوم اور ٹانکی۔ ۲ کی لمبائی تک کے گرڈر اینڈ ڈ ٹنڈر اور چینل کی پلیٹیں۔ پوری لمبائی کے پائپ۔ کٹ بولٹنز (کابلے) ڑیں ڈھبریاں وغیرہ۔ فائر بارز۔ ⅜" سے ۱" قطر تک کی زنجیریں۔ لوہار کے ڈرابار ہک اور بھاری لوہے کے ٹکڑے۔ چادریں جن میں سے واشرکٹ چکے ہیں۔ سائڈ چینس۔ ریل کے ٹکڑے۔ ریل کے ٹکڑے مع سی آئی بیس پلیٹوں کے۔ بیرنگ کی پلیٹیں۔ ڈاگ سپائکز ہک اور آئی بولٹز۔ فینسنگ اسٹنڈرڈ اور اسٹفننگ پوسٹس۔ ہلکے گرڈر۔ انجن کے پہیوں کے ڈھانچے۔ ٹرالیوں کے پہیے اور دُھرے۔ چونے کی کڑاہیاں۔ بیلچے۔ پھاوڑے۔ اسپینر اور چھٹے۔ برلیس۔ ریچٹ۔ گرگرے اور رینچ ہتھوڑے۔ دائنسز (بانک) جیکس اور گراریاں۔ پک ایکس اور لوٹر۔ کروبار۔ اینول (نہائی) گاج ریل۔ کلپس ریل لفٹنگ۔ ریکس بلاسٹ۔ چھینیاں وغیرہ ؎

اسکریپ فولاد اور لوہا ملا جلا۔ پوری لمبائی کی پلیٹیں اور چھوٹے ٹکڑے۔ اسکریپ پی۔ وے کینز اسکریپ لبغز۔ اسکریپ کرانسنگ یکاسٹ اسٹیل۔ اسکریپ انجن فٹنگز وغیرہ کاسٹ فولاد کی ؎

اسکریپ فولاد جس میں مفصلہ ذیل چیزیں۔ کرینک دھرے ٹائر۔ اسپرنگ کے فلیٹ۔ اسپرنگ کی سپائرل اور وولیوٹ۔ ریل کے ٹکڑے۔ جن کے ساتھ ٹنگ ریلیں بھی ہیں فیئر لولز۔ لوکو ٹیوب کے ٹکڑے۔ فلوز۔ ایلیمنٹ۔ اسکریپ فولاد کے سلیپر پوری لمبائی کے اور ٹکڑے۔ بیموں کے ٹکڑے۔ ہر قسم کے فائل (ریتیاں) پوری لمبائی کی اور ٹکڑے۔ اوزار جن میں اگر۔ آریاں۔ پلیں بلیڈ (رندے) جنرلز کارپنٹر ٹیپس۔ ریمرز۔ ڈرلز (برمے)۔ کٹرز۔ ڈائز ٹیوب اکسپینڈرز وغیرہ ہیں ہنچ سپنیس اور بسٹن کولڈ اسٹیل۔ جمپر وغیرہ ؎

اسکریپ پیتل کی ٹیو میں پوری لمبائی کی اور ٹکڑے۔ اسکریپ وائٹ میٹل اور پیتل کے بورنگ۔ اسکریپ

ایلومینیم - اسکریپ زنک - اسکریپ کاسٹ ائرن (دیگ) برنٹ ریٹورٹ - اسکریپ انجن کے پتیے اور ٹائروں کے ساتھ اور بغیر ٹائروں کے اور اسکریپ انجن کے پتیے مع ٹائروں کے ۔

۲- ٹنڈر این ڈبلیو ریلوے (لاہور) کے کنٹرولر آف اسٹورز آفس میں بیر مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۲۶ء کو د کے دو بجے تک پہنچ جانے چاہئیں - اس کے اگلے دن اسی دفتر میں دن کے دو بجے کھولے جائیں گے ٹنڈر دینے والے اس موقع پر جا ہیں - تو موجود ہو سکتے ہیں - کہ اپنے سامنے کھلیں دیکھیں ۔

۳- ٹنڈر کے فارم جس میں مندرجہ بالا بکاؤ اشیاء کا بیان اور ان کی مقدار تفصیل سے درج ہے - کنٹر اف اسٹورز مغل پورہ لاہور کو عرضی دینے پر پانچ روپے میں دستیاب ہو سکتی ہے ۔

۴- ٹنڈر دینے والوں کے لئے ضروری ہوگا - کہ ایک ہزار کی رقم چیف کیشیر این ڈبلیو ریلوے کے پاس رکھیں - اور مقررہ تاریخ پر ٹنڈر کے ساتھ اس رقم کی رسید بھی پیش کریں ۔

۵- کنٹرولر آف اسٹورز کو پورا حق حاصل ہے - کہ کسی ٹنڈر کو یا تمام ٹنڈروں کو بغیر وجہ بتلانے کے رد کر دے

مغل پورہ — سی - ایف لینگر

مورخہ ۸ فروری ۱۹۲۶ء — کنٹرولر آف اسٹورز - این ڈبلیو - ریلوے

ہر ... آصف ... ۱۱ بیگم ... پرنٹنگ پریس لاہور ... باہتمام لالہ گوما ... ودا ... مرتضیٰ ... اور سید ممتاز علی مالک نے

جو
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۲۹	لاہور۔ ہفتہ۔ ۱۲ مارچ ۱۹۲۷ء	نمبر ۱۱

تہذیب نسواں

لاہور۔ ۷ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

ضرورت شادی

ایک گریجویٹ آفیسر پنجابی مسلم نوجوان گریجویٹ کو بے لحاظ ذات پات کے ایک نوعمر تعلیم یافتہ صورت وسیرت کی دیوی کی بغرض شادی ضرورت ہے۔ مفصل حالات کے لئے خط وکتابت ذیل کے پتے پر ہو سکتی ہے۔ جو مابین خفیہ رکھی جائے گی:۔

گُڈلک

معرفت منیجر صاحب تہذیب نسواں۔ لاہور

ازرنگون۔ مکتوب بنام خواتین ہند

مکرمات من تسلیم۔ میں اکسیرستارہ ایک مخلص خادمہ ہوں۔ میری خدمات کا اعتراف ملک کی کثیر خواتین نے کیا ہے۔ تمام ایسی شکایات جن سے زندگی تلخ رہتی ہے۔ میرے عمل سے دور ہو جاتی ہیں۔ میری خدمت کی اجرت بھی بہت معمولی ہے۔ ڈاکٹر اور حکیم میری سفارش کرتے ہیں۔ اگر مجھ سے آپ کی شکایت دور کرنے میں کوتاہی ہو۔ تو حلفاً تحریر فرماکر منیجر صاحب سے دام واپس لے لیں۔ اس سے زیادہ زبان حال سے اور کیا عرض کر سکتی ہوں۔ میری قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ میں ایک شیشی کے اندر پردہ نشین ہوں۔ مجھے بہترین **عورتوں کی دوا مانا جاتا** ہے۔ میرے ملنے کا پتہ یہ ہے:۔

بڑا دواخانہ ۲۸ مغل اسٹریٹ رنگون برما

عورتوں اپنی دکان

بہنوں کی سہولت کے واسطے ان کے کام کی چیزیں بہم پہنچانے کا انتظام نہایت کوشش سے کیا ہے۔ معمولی بٹن سے لے کر قیمتی ساڑھی تک ہر ایک چیز دستیاب ہو سکتی ہے۔ بچوں کے کھلونے۔ پارچات پوشیدنی اور دیگر ضروریات کی خصوصیت ہے۔ مال عمدہ اور سستا نہ ہو۔ تو واپس آزمائش شرط ہے۔

خط وکتابت میں کسی مرد کا دخل نہیں۔

پتہ:۔

کنیز کار

پوسٹ بکس نمبر ا۔ لاہور

ضرورت شادی

ایک نوجوان مسلمان جس کی آمدنی آٹھ سو روپے ماہوار ہے۔ اور جو زائد از ڈیڑھ لاکھ کی جائداد کا مالک ہے۔ اس کو شادی کی ضرورت ہے۔ لڑکی اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ اور خوب صورت ہو۔ خط وکتابت ذیل کے پتے پر ہونی چاہئے۔

"ڈی"

معرفت منیجر صاحب تہذیب نسواں

لاہور

ہماری معاشرت
اور کم سنی کی شادی

۲۹ جنوری کے پرچے میں محترم ع۔ش صاحب
کا مضمون ہماری معاشرت نظر سے گزرا جس میں
انہوں نے میری اس تجویز پر اعتراض کیا ہے کہ
شادی کرنے کے بعد لڑکے کو مع اس کی بی بی
کے علیحدہ کر دیا جائے۔ بھائی صاحب نے ایک
وجہ میری تجویز کے خلاف ہونے کی یہ تبلائی ہے
کہ اس میں کفایت شعاری کا پہلو ملحوظ نہیں ہے۔
اور اس کا برتنا محض اس صورت میں ممکن ہے
کہ میاں کمانے والا ہو یا والدین اس قدر فارغ
البال ہوں۔ کہ بیٹے اور بہو کو کافی جائداد یا سرمایہ
دے کر علیحدہ زندگی بسر کرنے کے قابل بنا دیں۔
لیکن آخر میں اگر وہ خود تمام خانگی تنازعوں کا سبب
افلاس کو قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا علاج یہ تجویز
کرتے ہیں۔ کہ اپنی موجودہ اور آیندہ آمدنی کا اندازہ
کئے بغیر شادی نہ کرنی چاہئے۔ بالکل یہی بات میں
نے کہی تھی یعنی شادی کرکے بہو بیٹے کو علیحدہ کر دینے
کا مطلب یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ ان کو گھر سے نکال
دیا جائے۔ بلکہ اگر پہلے سے ارادہ کر لیا جائے۔ تو
ضرور ہے۔ کہ شادی کرنے سے پیشتر اس بات کا
انتظار کرنا ہوگا۔ کہ لڑکا اس قابل ہو جائے۔ کہ اپنا
اور اپنی بیوی بچوں کا بار خود اٹھا سکے۔ اور یہ بھی
عقل کی بات ہی۔ کہ جس شخص پر گھر اور گھرداری
کا بوجھ لادا جانے والا ہو۔ وہ جب تک اس بار
کو اٹھانے کے قابل نہ ہو جائے۔ والدین کو اپنی
خوشی کے لئے ہرگز نہیں لادنا چاہئے۔ مگر اس کو کیا کیا
جائے۔ کہ جہاں ہماری قوم کی اور سیکڑوں بدنصیبیاں
ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے۔ کہ اولاد کی پرورش
تعلیم و تربیت کسی کو اتنا ضروری نہیں سمجھتے۔ لیکن بقول
بھائی محمود الحسن صاحب صدیقی اولاد کی شادی کو اپنے
فرائض میں سب سے مقدم فرض خیال کرتے ہیں۔
اور جب تک اس فرض سے سبکدوش نہ ہو جائیں۔
انہیں چین نہیں آتا۔ بچہ پندرہ سولہ برس کا ہوا نہیں۔
کہ ماں باپ کے لئے سہرے کا ارمان وبال جان بن
گیا۔ اور جس طرح بنا اپنی یہ تمنا پوری کر لی۔ خواہ اس
وقت کی ذرا سی خوشی کے پیچھے آیندہ کتنی تباہیوں
کا سامنا ہو۔ اور سہرے کی ہر لڑی ان کے نور چشم اور
خود ان کے لئے ایک مصیبت لاانتہا ہی کیوں نہ ثابت
ہو۔ خیال کرنے کی بات ہے۔ کہ جو شخص کبھی اپنا بار
خود ہی اٹھانے کے قابل نہیں۔ بلکہ والدین کا محتاج
ہے۔ اس کے ذمہ اہل و عیال کا بار ڈال دینا کتنی
بڑی غلطی ہے۔ کیا معلوم وہ آگے جا کر بھی اس بوجھ کو
اٹھانے قابل ہو یا نہ ہو۔

کیا یہ بات کسی سے مخفی ہے۔ کہ سیکڑوں لڑکے والدین
کا ہزار ہا روپیہ اپنی تعلیم و تربیت پر خرچ کرانے کے
باوجود محض نالائق اور نکمے ثابت ہوتے ہیں۔ اگر ان
کے والدین عقل رکھتے ہیں۔ اور کم سنی میں سہرے
کا ارمان پورا نہیں کر چکتے۔ تب تو خیر صرف ایک ہستی

کی بربادی کا غم اُٹھانا پڑتا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس کے خلاف ہوا یعنی والدین بیٹے کے بیاہ کی خوشی دیکھ چکے ہیں۔ تب تو اس ایک خوشی کے عوض میں پوری نسل کی تباہی کا غم اُٹھانا پڑتا ہے۔ رونا تو یہ ہے کہ ایسی دس بیس مثالیں نہیں ہیں۔ بلکہ ساری کی ساری قوم اسی مرض میں مبتلا ہے۔ اور روز بروز اس کی بدولت افلاس و جہالت۔ بد اخلاقی اور امراض خبیثہ میں مبتلا ہو رہی ہے۔ مگر افسوس ایک کو دیکھ کر دوسرے کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ بھائی محمود الحسن صاحب نے اس مضمون پر جو کچھ لکھا ہے سچ تو یہ ہے۔ کہ ان کا ایک ایک لفظ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

بھائی ع۔ش صاحب نے آخر میں دوسری تدبیر یہ جو بتلائی ہے۔ کہ لڑکیوں کو تعلیم و تربیت دی جائے۔ اور ایثار کی عادت سکھائی جائے۔ بے شک قابل قدر ہے۔ مگر افسوس خانہ جنگیوں کا علاج اس سے بھی نہیں ہو سکتا۔ تعلیم یافتہ اور ایثار کی عادی لڑکیوں کی مثالیں تو خیر ابھی کم ملیں گی۔ مگر ایسی مثالوں کی تو کمی نہیں۔ کہ ماں باپ نے اپنی لاڈلی لڑکی کو جدا نہ کرنے کے خیال سے ایسا داماد تلاش کیا۔ جو سُسرال ہی آ رہا۔ اور ساس خسر نے اپنی لڑکی کی خاطر سے اس کی خاطر تواضع اور نازبرداری میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لیکن جتنا بھی اس کے ساتھ کیا۔ وہ اَور زیادہ کا خواہش مند ہوتا گیا۔ آخر کار سسرال والوں کو اپنے ناز بے جا سے ایسا عاجز کر دیا۔ کہ "دنیا میں داماد سب سے زیادہ نمک حرام ہے"۔ کی زندہ مثال بن گیا۔ اور ساس خسر جتنے بیٹے بہو سے پریشان نہ ہوئے تھے۔ اتنے داماد اور اس کے ساتھ اپنی بیٹی سے بھی تنگ آ گئے۔ حالانکہ مرد عموماً عورتوں سے زیادہ تعلیم یافتہ اور ایثار کے خوگر ہوتے ہیں۔ لیکن اس امتحان میں داماد بہوؤں سے بازی نہیں لے جا سکے۔

تعلیم عام ہونے کے بعد بظاہر تو اس خرابی کا انسداد ہونے کی بجائے اَور زیادہ الجھنیں پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ فی الحال تو جو جس حال میں ہے اسی پر قانع ہے۔ لیکن ساس کا پلہ بھاری ہے۔ تو بہو اپنی حالت پر صابر ہے۔ اور سوچتی ہے۔ کہ بزرگی کے ساتھ حکومت بھی ساس ہی کے لئے شایاں ہے میں جس حالت میں ہوں بوجہ رتبے میں کم ہونے کے بھی زیبا ہے۔ اگر دل میں شکوہ شکایات کا دفتر ہے۔ تو زبان پر صرف دو چار آئیں گی۔ وہ بھی ڈرتے ڈرتے۔ اور جہاں بہو کا پلہ بھاری ہے۔ وہاں ساس اپنی معزولیت کو دیکھتے ہوئے خاموش ہیں۔ اگر کبھی کبھی کسی کی طرف سے حرف شکایت زبان پر آ جاتا ہے۔ تو فوراً ایک معرکہ ہو جاتا ہے۔ لیکن تعلیم کے بعد جس کا لازمی نتیجہ اپنے اپنے حقوق کی واقفیت اور طلب کا پیدا ہو جانا ہے۔ بہ صورت حالات قائم نہیں رہ سکتی۔ کوئی شخص کتنا ہی صابر اور ایثار کا خوگر کیوں نہ ہو۔ اپنے حقوق کی پامالی پر ہرگز خاموش نہیں رہ سکتا بشرطیکہ اسے اس کا احساس ہو۔

اور بالفرض اگر اپنے حقوق کے لئے ایک دفعہ
صبر بھی کرلیا جائے۔ تو اپنے بچوں کے لئے تو کوئی
عورت کبھی خاموش نہیں رہ سکتی + آج بھی جو خال خال
شائستہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کی نظر آتی ہیں۔ ان میں
بھی اطمینان کے قابل صورت نہیں ہے۔ آئندہ کیا
امید رکھی جائے۔ خاص کر اس صورت میں۔ کہ مغربی
قوموں کی ہوا آجکل دلوں میں گھر کرتی جارہی ہے
اور ان کے یہاں باوجود اس کے۔ کہ بچہ بچہ تعلیم یافتہ
ہے۔ کوئی ساس بہو یا باپ بیٹا ساتھ نہیں رہتا۔
اب اسے خواہ ان کی عقلمندی سمجھئے یا محبت کی
کمی۔ بہرحال تعلیم عام ہونے کے بعد یہی طریقہ زیادہ
پسندیدہ ہوگا۔ اور آخر اس میں بُرائی کون سی ہے۔
کہ جب تک لڑکا اس قابل نہ ہو جائے۔ کہ گھرداری
کا بوجھ اُٹھا سکے۔ والدین اس کی شادی نہ کریں؟
جب وہ ہر طرح فارغ البال اور آزاد ہو جائے۔
اور گھرداری سنبھالنے کی قابلیت بھی رکھتا ہو۔ تو شوق
سے اس کا بیاہ رچا کر اپنے ارمان پورے کریں۔ اور
ہنسی خوشی بیٹے اور بہو کو علیحدہ گھر میں بسا دیں۔ اس
صورت میں ان کی زندگی بھی خوشی سے بسر ہوگی۔ اور
اپنی اولاد کو خوش و خرم دیکھ کر والدین بھی شاد ہوں گے۔
اور اگر کسی قسم کا جھگڑا ہونے سے پیشتر ہی بہو کو علیحدہ
کردیا جائے گا۔ تو اس کا دل بھی سسرال والوں سے
ویسا ہی صاف اور ملا ہوا رہے گا۔ جیسا سسرال میں
پہلی مرتبہ قدم رکھتے وقت ہر لڑکی کا دل پاک صاف
اور بے لوث ہوتا ہے۔ میں تو والدین کی محبت کے
معنے یہی سمجھتی ہوں۔ کہ وہ ہر طرح اپنی اولاد کی
خوشی و راحت کے خواہاں ہوں۔ نہ یہ کہ صرف ان
کو اپنے گھر رکھنے کی خوشی ہو۔ خواہ اس سے گھر
دوزخ ہی کیوں نہ بن جائے۔ اور جوں جوں عمر
گزرتا جائے۔ اتنے ہی زیادہ دونوں کے دل
ایک دوسرے سے دور ہوتے جائیں۔ آگے
اپنی اپنی سمجھ ہے +

خاکسار ظفر جہاں

شب قدر اور شفق

تہذیب نسواں مورخہ ۵ فروری میں میں نے
" الو کے عقیدے " کے زیر عنوان شب قدر
اور شفق کا بھی ذکر کیا تھا + میرے اس مضمون
کے حوالے سے جونپور کے اخبار رجادو مورخہ ۱۵
فروری میں ایک مضمون چھپا ہے۔ جس میں مجھے
مزید تحقیق سے کام لینے کی نصیحت کی گئی ہے"
میری ہدایت کے لئے حضرت شیخ عبدالحق صاحب
محدث دہلوی کی سفر السعادۃ کی سطور ذیل نقل
کی گئی ہیں:-
" اس رات میں انوار الٰہیہ ظاہر ہوتے ہیں۔
اور وقت ظہور تمام عالم کائنات سربسجود نظر آتا ہے
سمندر کا پانی شیریں ہو جاتا ہے۔ چلتے ہوئے
دریا ٹھہر جاتے ہیں۔ اس وقت میں جو دعا مانگی
جاتی ہے۔ ضرور قبول ہوتی ہے۔ مگر ان علاوں

کو دیکھنے کے لئے آنکھیں درکار ہیں"۔

مضمون نگار صاحب نے شفق کے متعلق بھی
حضرت شیخ موصوفؒ اور ابن جوزی کا قول نقل کیا ہے
کہ یہ خون حسینؓ کی یادگار ہے قبل واقعہ شہادت
اس کا وجود نہ تھا۔ اکثر مورخین اس کے قائل ہیں"۔
سفرالسعادۃ کی جو عبارت اوپر نقل کی گئی ہے۔
اس کے آخری فقرے سے مطلب کھل جاتا ہے اور
ایک حد تک میرے قول کی تائید ہوتی ہے۔ میں
نے لکھا تھا۔ کہ شب قدر ایسی چیز نہیں ہو سکتی جس
کو آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔ یعنی وہ کوئی محسوس
شے نہیں ہے۔ جو چشم سر سے نظر آئے۔ سو حضرت
محدث دہلوی بھی یہی فرماتے ہیں۔ کہ ان انوار
الہیہ اور ان جلووں کو دیکھنے کے لئے آنکھیں چاہئیں
یعنی چشم باطن سے اولیاء اللہ کا مشاہدہ مراد
ہو سکتا ہے جو زیر بحث نہیں ۔

رہا شفق کا معاملہ۔ میری مراد تو اس شفق سے
تھی جس کا قرآن مجید میں ذکر موجود ہے۔ فلا اقسم
بالشفق یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شفق
کی قسم کھائی ہے۔ اور قرآن مجید حادثہ کربلا سے
بہت پیشتر پورا نازل ہو چکا تھا۔ حضرت محدث
دہلویؒ اور ابن جوزی کا اشارہ جس شفق سے ہے
اور جو حادثہ کربلا کے بعد سے نمودار ہوتی ہے۔
اور جس کا قبل واقعہ شہادت وجود نہ تھا۔ اس کا
حال مجھے مطلق معلوم نہیں ہے۔ جس طرح شدت
تشنگی میں ٹھنڈا پانی پیتے ہوئے اکثر حضرت امام
علیہ السلام کی تشنگی دفعتاً یاد آکر دل میں چوٹ لگتی
ہے۔ اسی طرح شفق کا کربلا کے خونی میدان کو
یاد دلانا تو سمجھ میں آجاتا ہے۔ مگر اس سے زیادہ
اس پرانی شفق کا جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا
ہے۔ حادثہ کربلا سے اور کوئی تعلق بظاہر سمجھ
میں نہیں آتا۔ بہر صورت مجھے اپنے کسی عقیدے
پر نہ اصرار ہے۔ نہ کسی دوسرے کے عقیدے
کی مخالفت مقصود ہے۔ دل میں ایک خیال آیا
تھا۔ وہ ظاہر کر دیا۔ یہ کوئی دینی یا مذہبی مسائل
نہیں ہیں۔ ہر ملکے دہر رسمے ۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

مُنّی

بچوں میں فطرت کا رنگ

میرے ماموں کی ایک بچی ہے۔ جو مشکل سے
چار برس کی ہوگی۔ گھر میں سب پیار سے اسے
مُنّی کہتے ہیں۔ یہ بچی کچھ فطرتاً باتونی ہے۔ اور باتیں
اس قدر پیاری کرتی ہے۔ کہ آپ گھنٹوں اس
کی باتیں سُنتے جائیے۔ آپ کا دل نہیں گھبرائے گا۔
اس کی گفتگو کے موضوع بہت مختلف ہوتے
ہیں۔ وہ گفتگو کرتی رہتی ہے۔ اور اس کا دماغ
نئے خیال کی تلاش میں رہتا ہے۔ خیال آتے
ہی وہ اپنی گفتگو کا موضوع بدل دے گی۔ آپ
کو اس کے خیال کی بیکایک تبدیلی گراں نہ معلوم

ہو گی۔ بلکہ آپ اس سے اَور محظوظ ہوں گے۔ وہ آپ سے بہت سے مختلف سوالات کرے گی۔ اور آپ کے جوابات اس کی معلومات میں بہت کچھ اضافہ کریں گے۔ لیکن جوابات میں آپ کو خود بھی غور سے کام لینا پڑے گا۔ وہ معمولی جوابات سے مطمئن نہیں ہو گی۔

یہ مادہ بچوں میں قدرتی طور پر ہوتا ہے۔ اور اسی سے ان کی دماغی نشوونما ہوتی ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ عموماً والدین بچوں کے اس جذبۂ تحقیق کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو سمجھتے بھی نہیں۔ بچوں کے سوالات سے اُکتا کر ان کو ڈانٹ کر خاموش کر دیتے ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ یہ غلط تنبیہ ان کی معصوم فطرت کے ساتھ ظلم ہے۔

مُنّی مجھ سے بہت مانوس ہے۔ محض اس لئے۔ کہ میں اس کی باتیں بڑی دلچسپی اور توجہ سے سُنتا ہوں۔ میں اُس وقت بالکل خالی الذہن ہوتا ہوں۔ اور اسی کی طرح معصوم صفت۔ میرے دماغ کے سنجیدہ افکار اس وقت مجھے نہیں ستاتے۔ میں اپنی خیالی سطح سے نیچے اُتر آتا ہوں۔ اور اس وقت ایک بچہ بن جاتا ہوں۔ بچوں کی صحبت سے اگر آپ محظوظ ہونا چاہیں۔ تو بچے بن جائیے۔ اپنے غیر ضروری وقار اور خودداری کو بالائے طاق رکھئے۔ اپنے دماغ کو خیالات سے خالی کر دیجئے۔ اور پھر ان کی معصومیت سے لطف اُٹھائیے۔ بچوں کی معصومیت اور دلاویزی کا باعث یہی ہے۔ کہ وہ فطرت سے زیادہ بعید نہیں ہوتے۔ جتنی ان کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔ انسان کی مصنوعی زندگی کا رنگ ان پر چڑھتا جاتا ہے۔ اور وہ فطرت سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ مُنّی کی یہ فطری سادگی کب تک قایم رہے گی۔ غالباً ایک سال بعد جب میں مُنّی کو دیکھوں گا۔ تو اس کو بدلا ہوا پاؤں گا۔ ممکن ہے۔ کہ وہ مجھ سے شرمانے لگے۔ شرم کا احساس مصنوعی زندگی کی ابتدا ہے۔ مُنّی بھی جلد اس مصنوعی زندگی میں گرفتار ہو جائے گی۔ لیکن میں اس کی زندگی کے اس دَور کو کبھی فراموش نہیں کروں گا۔

مُنّی کو چھوٹے چھوٹے قصے بہت پسند ہیں۔ کئی کہانیاں اسے یاد ہیں۔ لیکن چڑیا اور چڑے کا قصہ وہ سب سے پہلے خاص شوق سے سناتی ہے۔ باوجود اس کے۔ کہ میں صدہا بار اس قصے کو سُن چکا ہوں۔ لیکن پھر بھی مجھے مُنّی کے مُنہ سے اس قصے کو سُننے میں تامل نہیں ہوتا۔

چڑیا اور چڑے کی کہانی بچوں کو کیوں اس قدر پسند ہے۔ اس لئے۔ کہ وہ ان پرندوں کی زندگی کے نہایت سادہ واقعات ہیں۔ اس میں خیال آرائیاں نہیں۔ وہ ایک ایسی مختصر قدرتی سرگزشت ہے۔ جس کو بچوں کا ذہن فوراً قبول کر لیتا ہے۔ آپ مُنّی کو دلچسپ لیکن کسی قدر

پیچیدہ کہانی سناتے ہیں۔ وہ سُن لے گی لیکن بہت
جلد بھول جائے گی۔ اس کا حافظہ انسانی خیال
بندی کے فضول طومار کو یاد رکھنے کے لئے آمادہ
نہ ہوگا۔

مُنی اکثر عورت و مرد کی زندگی کے اختلافات اور
فرق وضع اور لباس کو حیرت کے ساتھ دیکھتی
ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ میں چوڑیاں
کیوں نہیں پہنتا۔ اور اس کی بہنوں کے ہاتھوں
میں کیوں ایسی بہت سی فضول چیزیں ہیں۔ وہ
غریب اس فرق کی وجہ نہیں بیان کر سکتی۔ وہ
صرف یہ جانتی ہے۔ کہ چوڑیاں عورتوں کے لئے
ضروری ہیں۔ محض اس لئے۔ کہ وہ تمام عورتیں جو
اس کی پیش نظر ہیں چوڑیاں پہنتی ہیں۔ وہ اپنی
چھوٹی چھوٹی جھانوریاں مجھے دکھا رہی تھی۔ اور خوش
تھی۔ میرے اس کہنے پر "مُنی! ہم بھی جھانوریاں
پہنیں گے"۔ وہ بے اختیار ہنس پڑی۔ اور انتہائی
معصومیت کے ساتھ کہا۔ "لو جی! کہیں مرد بھی
جھانوریاں پہنتے ہیں"۔

اس کو اپنے عورت ہونے کا احساس شروع
ہو گیا۔ مجھے اس خیال سے رنج ہوا۔ یہ معاشرت
کی فضول رسمی پابندیوں کا نتیجہ ہے۔ کہ ایک معصوم
بچی کو عورت ہونے کا احساس اس قدر جلد ہو
جاتا ہے۔

مُنی کو چھوٹی چھوٹی نظموں یا گیتوں سے بھی شوق
ہے۔ افسر میرٹھی کی نظم "مالن کا گیت" جس کو میں
بھی پسند کرتا ہوں۔ اس نے ساری یاد کر لی
اور اس کو ہلکی آواز میں بڑے لطف سے گاتی
"ہلکی ہلکی ننھی ننھی پیاری پیاری کلیاں"

مُنی نے اپنے بٹوے میں کئی پیسے جمع کر
ہیں۔ ان کا مصرف وہ جانتی ہے۔ لیکن ان
قدر و قیمت سے واقفیت نہیں۔ اگر وہ گم ہو
تو غالباً اُسے اتنا بھی رنج نہ ہوگا۔ جتنا چند رنگ
کانچ کے ٹکڑوں کا۔ یہ چیزیں جو اس کے چھو
بھائیوں نے اسے لا کر دی ہیں۔ اس کی عز
ترین چیزیں ہیں۔ پیسوں کے متعلق وہ صرف
ہے۔ کہ چند پیسے چلے جاتے ہیں۔ اور کچھ چیزیں
ہیں۔ کاش ہر انسان روپے پیسے کو صرف اتن
اہمیت دے۔ اور اسے زندگی کا ماحصل نہ
لگے۔

مُنی کی تعلیم شروع ہو گئی ہے۔ وہ مصنوعی
اصطلاحی تعلیم جو انسان کو فطرت کی بلندیوں
گرا کر اصطلاحات کی اُلجھنوں میں پھنساتی ہے
جو اس کی تمام جودتوں کو فنا کر دیتی ہے۔ جو ا
تخیل کو محدود کر دیتی ہے۔ جو صرف حافظے کی
کو بڑھاتی ہے۔ بہرحال جیسی بھی کچھ ہو۔ اب مُن
وہ تعلیم دی جائے گی۔ مُنی حرف شناس ہو گئ
اس نے قاعدہ بغدادی کی چند تختیاں ختم کر
وہ ذہین بچی ہے۔ لیکن پڑھنے کی شوقین نہیں
ذہین بچے بد شوق ہوتے ہیں۔ وہ تعلیم کو ایک
سمجھتے ہیں۔ محض اس لئے۔ کہ تعلیم ان کے

غلط اصول پر پیش کی جاتی ہے۔ ان کی فطرت
اس سے بغاوت کرتی ہے۔ اگر ان کو تعلیم صحیح اور
فطری اصول پر دی جائے۔ تو کبھی بد شوق نہ ثابت
ہوں۔

عمر کا یہ دور جس سے منی گزر رہی ہے تعلیم کا
بہترین زمانہ ہے۔ بچے کی نرم و نازک فطرت اس
زمانے میں اثرات کو قبول کرتی ہے۔ اچھی سے
اچھی عادتیں اور پاکیزہ سے پاکیزہ خصلتیں اس میں
پیدا کی جاسکتی ہیں۔ اور یہ تمام ماں باپ کی ہوشمندی
پر منحصر ہے۔ کہ وہ اس معصوم روح کو جو قدرت نے
پرورش کے لئے ان کے سپرد کی ہے۔ ایک کامیاب
اور باعزت انسان بنائیں۔ یا ایک گمراہ اور ناقص
وجود۔

محمود الحسن صدیقی بی اے (علیگ)

علاج معالجہ

جب مرض۔ دکھ درد یا چوٹ پھینٹ میں ذرا بھی
پیچیدگی پیدا ہو جائے۔ اور تکلیف زیادہ ہو۔ تو
فوراً ہوشیار و لائق طبیب کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔
اور جب علاج کرایا جائے۔ تو طبیب کو باخبر رکھنے
اور اس کی ہدایتوں کو پورے طور سے سمجھنے اور اس
پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ بجائے نفع کے
نقصان کا اندیشہ ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر
حکیم گھر کے مردوں کی عدم موجودگی میں آئے۔
بیبیاں پردہ میں ہو گئیں۔ جاہل و گندہ ناتراش ماماؤں
نے مریض کا حال بیان کیا۔ اور جو کچھ ہدایتیں مریض
کے متعلق معالج نے کہیں۔ وہ تیمارداروں کو بتائیں۔
غور فرمائیے۔ کہ ایسی جاہلوں کے ذریعے سے کیسے
مکمل حالات حکیم ڈاکٹر کو معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور کیسی
ہدایتیں تیمارداروں تک پہنچتی ہوں گی۔ اور ایسے علاج
کا کیا نتیجہ ہوتا ہوگا۔ میری رائے میں ضرورت کے وقت
بیبیوں کو خود طبیب سے مکمل حالات ایسے مریضوں
اور بچوں کے جو اپنا حال خود نہ بتا سکتے ہیں۔ کہہ دینا
چاہئے۔ اور کوئی بہن بے جا رسم و رواج کے سبب
بولنا پسند نہ کریں۔ تو حال لکھ کر دیدینا چاہئے۔ اور
معالج کی ہدایتوں کو خود غور سے سن کر یاد رکھنا چاہئے۔
ایک قصہ آنکھوں کا دیکھا بیان کرتی ہوں۔ میری
ایک عزیزہ سہیلی زچگی کے بعد بخار میں مبتلا ہوئیں۔
مرض نے طول پکڑا۔ ڈاکٹروں کا علاج تھا۔ اور
ساتھ سول سرجن کا مشورہ تھا۔ حالت قابل اطمینان
نہ تھی۔ ایک روز دوپہر کے وقت گھبراہٹ ہوئی۔
گھر پر کوئی عزیز مرد موجود نہ تھا۔ ملازم کے ذریعے
ڈاکٹرنی صاحبہ اور ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا۔ مگر
ڈاکٹرنی کہیں کسی دوسرے مریض کے دیکھنے کو
گئی ہوئی تھیں۔ تنہا ڈاکٹر صاحب تشریف لائے۔
پردہ ہوا۔ اور کم سمجھ جاہل نوکر عورت کے ذریعے
حالات کہلانے کی کوشش کی۔ اور اسی ذریعے سے
ہدایات حاصل کیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ہیڈنگ
سے نکال کر ۹ گولیاں دیں۔ کہ تین روز تک ایک

گولی صبح۔ ایک دوپہر اور ایک شام کو کھلائی جائے
اور شام کو مریضہ کی حالت سے اطلاع دی جائے*
ڈاکٹر صاحب فیس لے کر رخصت ہوئے ۔ مریضہ
کو تین گولیاں حسب ہدایت اسی وقت دی گئیں*
اس کے گھنٹہ بھر بعد گھبراہٹ حد سے بڑھ گئی مریضہ
نے کپڑے پھاڑ ڈالے ہوش و حواس جاتے رہے
اور آخر کو بے ہوش ہو کر مُردہ سی ہو گئیں ۔ اتنے میں
میاں بھی زیادہ علالت کی اطلاع پا کر دورے سے
واپس آئے۔ اور اسی اثناء میں ڈاکٹرنی صاحبہ جن کو
بلاوا پہلے ہی جا چکا تھا۔ از خود تشریف لائیں ۔ حالات
دیکھے۔ اور سُنے۔ گولیوں کا معائنہ کیا ۔ ٹیلی فون کے
ذریعے ڈاکٹر صاحب سے گولیوں کے متعلق دریافت
حال کیا جا رہا تھا۔ کہ میں بھی مریضہ کی مزاج پرسی
کو جا پہنچی۔ تو یہ رنگ دیکھ کر حیران رہ گئی ۔ مس صاحبہ
فرما رہی تھیں۔ کہ ملازمہ نے سخت غلطی کی۔ اور یہ کہ
مریضہ کی حالت خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے
اور اگر تین گولیاں اَور دیدی جاتیں۔ تو مریضہ کا
جانبر ہونا ناممکن تھا۔ خدا خدا کر کے مہینوں میں مریضہ
کو صحت ہوئی*

اس کے علاوہ مریض کے رکھ رکھاؤ۔ معمولی
دواؤں احتیاطوں اور غذاؤں وغیرہ سے تیمارداروں
کو خود بھی واقفیت ہونی چاہیے۔ کہ معالج کی بتائی
باتیں آسانی سے سمجھ میں آ جائیں۔ حکیم ڈاکٹروں کو
اتنی فرصت کہاں ہوتی ہے۔ کہ وہ ہر مریض کے
لئے ہر مرتبہ تیمارداری کے اصول۔ غذا۔ پانی۔ لباس
وغیرہ کی مکمل ہدایتیں کریں۔ اس لئے جاننا چاہئے
کہ کسی بیماری میں عموماً کیا غذا مناسب ہوتی۔
اور کس مرض میں کس چیز کا پرہیز ہونا چاہئے۔
کس حد تک دینی چاہئے۔ ٹھنڈا پانی۔ سوڈا
کس وقت مناسب ہوتا ہے*

خاکسار رضویہ خاتون

تھوڑی اَور تشریح

محترمہ رضویہ خاتون نے اوپر کی تحریر میں
خرابیاں بیان کی ہیں۔ جو جاہل ماؤں کی
کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مگر میں لکھے پڑھے
لوگوں کا کچھ حال سناتا ہوں ۔ دوسرا سال
میرٹھ میں میری چھوٹی ہمشیرہ کا انتقال ہو
سے ان دنوں میں دیوبند تھا۔ میرے پا
پہنچا جس کا یہ مضمون تھا۔" جناب ماموں
میں کل علی گڑھ سے آیا ہوں۔ اماں جی کی طب
اچھی نہیں۔ آپ کو بہت یاد کرتی ہیں۔ ا
تکلیف نہ ہو۔ تو آ جائیے۔ آپ کے ملنے سے
بہت خوشی ہوگی"*

مجھے کوئی زیادہ مصروفیت نہ تھی۔ ا
صبح ہی روانہ ہو گیا۔ اور دوپہر کے وقت
پہنچ گیا۔ جا کر معلوم ہوا۔ کہ ہمشیرہ کو دو
نمونیا ہو رہا ہے۔ اور ۱۰۴ بخار ہے۔ میں
مگر گھبرانے سے کیا ہو سکتا تھا؟ اتنے میں

بھی آ گئے۔ میں نے شکایت کی۔ کہ دوا کے علاوہ آپ نے اَور کوئی تدبیر نہیں کی۔ اینٹی فلوجسٹین کی پلٹس سینے پر لگانی یقیناً نافع ہوتی۔ بعض دواؤں کے بخارات سانس میں جانے بھی مفید ہو سکتے ہیں۔ آپ نے اِدھر توجہ نہیں کی۔

وہ بولے جناب یہاں معالج کی ہدایات پر بالکل عمل نہیں ہوتا۔ اور علاوہ ازیں ہر روز معالج بدلا جاتا ہے۔ مرض کو آج پانچواں دن ہے۔ اور تین معالج بدلے جا چکے ہیں۔

خیر ڈاکٹر صاحب دوا میں کچھ تبدیلی کر کے چلے گئے۔ اور میں تھوڑی دیر میں گھر میں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ مریضہ کو فالسے کھلائے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا دیوانو یہ کیا ستم کر رہے ہو۔ نمونیا میں فالسے! خیر میں نے روکا۔ اور تھوڑی دیر مریضہ کے پاس بیٹھ کر باہر چلا گیا۔ پھر آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کھیرا کھلایا جا رہا ہے۔ اسی طرح تیسری مرتبہ دیکھا۔ کہ مریضہ نے پیٹ کھول رکھا ہے۔ اور پنکھا ہو رہا ہے۔ چھت کے پنکھے کے علاوہ ایک لڑکی ہاتھ سے خس کی پنکھی پانی سے بھگو کر جھل رہی ہے۔ میں یہ حالات دیکھ کر ناامید ہو گیا۔ اور وہ ناامیدی صحیح نکلی۔ میرے پہنچنے کے چھ گھنٹے بعد مریضہ کا انتقال ہو گیا۔

یہ ایسے تعلیم یافتہ گھر کا ذکر ہے۔ جس میں مریضہ کے دو بیٹے گریجوایٹ موجود تھے۔ اور ایک بیٹا ڈاکٹر انصاری کے وفد میں مدت تک ترکوں کی تیمارداری کر چکا تھا!!

خاکسار سید ممتاز علی

ایمبرائڈری مشین

ایمبرائڈری مشین کے تعریفی اشتہار پڑھ کر بہت سی بہنوں نے مشین منگوائی۔ لیکن لاعلمی کے باعث شوق خریداری کا خون ہو گیا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ اشتہار کی توصیف و تعریف بے بنیاد نہیں۔ واقعی یہ ننھی سی چیز اپنی بساط سے زیادہ کارآمد ہے۔ جو بہنیں اس کے صحیح استعمال سے بخوبی واقف ہیں۔ ضرور مجھ سے متفق ہوں گی۔ کہ آسائشی اشیاء ایسی خوب صورت کاڑھی جاتی ہیں۔ کہ کمرۂ ملاقات گویا ایک ننھا سا سدا بہار باغیچہ بن جاتا ہے۔ بلکہ

باد سموم کا خوف نہ خزاں کا اندیشہ ٭
پردے ۔ ٹیبل کلاتھ ۔ کشن ۔ فوٹو فریم سلیپر
وغیرہ کے لئے یہ کاری گری نہایت موزوں ہے
اگر احتیاط سے زیر استعمال رہیں ۔ تو سالہا سال
تک یہ چیزیں خراب نہیں ہوتیں ٭ بچوں کے
کلوک اور فراک پر بھی خصوصاً گرم لباس پر
ایک ایک چھوٹا سا پھول خوشنما معلوم ہوگا۔
اور پرندے تو عموماً بہت خوب صورت کاڑھے
جاتے ہیں ٭

مشین کے ساتھ اشیاء مفصلۂ ذیل کا خریدنا
بھی لازمی اور ضروری ہے ۔ ورنہ مشین کی خریداری
فضول ہے ٭

۱۔ نوک دار قینچی ۔ اس شکل کی (۲)
فریم (چوکھٹا) (۳) مخمل ۔ (۴) نقشہ چھپا ہوا کپڑا۔
(۵) اُون (وول زیفائر) بنا ہوا۔
Zephyrs wool

عام طور پر بازار میں جو وُول ملتا ہے ۔ وہ
بے کار ہے ۔ اس کے استعمال سے صفائی نہیں
آتی ٭ نقشہ ایسا منتخب کریں ۔ جس کی پھول پتیاں
بڑی بڑی ہوں ۔ مثلاً سورج مکھی ۔ ڈیلیا ۔ آسٹر ۔
اسٹرابری ۔ پوست ۔ گلاب وغیرہ پھول بہت
موزوں ہیں ٭

یہ مشین کی تصویر ہے ۔ اس میں الف اسپرنگ
ہے ۔ جس کے نیچے اوپر چڑھانے اتارنے سے
اُون کا ٹانکا چھوٹا یا لمبا بنتا ہے ۔ یہ اسپرنگ اگر
پہلے کانٹے پر ہو ۔ تو اُون کا ٹانکا بخیہ
کی مانند سطح ریشم سے لگا رہے گا ۔
اور اگر آخری کانٹے نمبر ۶ پر ہو ۔ تو
سطح ریشم سے چوتھائی انچ بلند ہوگا ٭
اُون کا دھاگا پہلے ب کے سوراخ
میں گزار دو ۔ پھر ج سوئی کے ناکے میں
جو بالکل سنگر مشین کی ہم شکل ہے ۔ د
سوئی لگانے کا پیچ ہے ٭ اگر مخمل میں
سوئی کا ٹانکا نہ لگے ۔
تو سمجھ لو ۔ سوئی ٹھیک نہ تھی ٭ سوئی
کے وسط میں ایک گہرا انشگاف ہوتا
ہے ۔ جس میں اُون پیوستہ ہو کر
مخمل میں ٹانکا لگتا ہے ۔ لہذا انشگاف ب (جس طرف
اُون پرو دیا جاتا ہے ۔) کی جانب ہو ٭

سوئی تین عدد ہوتی ہیں ۔ نمبر اول موٹے
کپڑے مثلاً وگ وغیرہ کے لئے ۔ نمبر دوم مخمل ۔
سائن وغیرہ کے لئے ۔ سوم نفیس مہین ریشم کے
لئے ہے ٭

فریم (چوکھٹا) بہت ہلکا سا مناسب ہے ۔ کیونکہ
پھول کی ہر ایک پتی بناتے وقت کئی بار اُلٹ
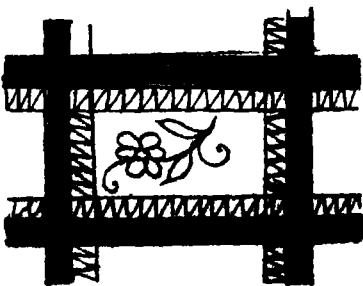
کر دیکھنا پڑتا ہے۔ لہذا اس قسم کے چوکھٹے بہت آرام دہ اور مفید ہیں + یہ ڈیڑھ انچ چوڑی چار لکڑی کی پٹیاں ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ دو انچ چوڑا مضبوط کپڑا کیلوں سے جڑا ہوتا ہے مخمل کے چاروں جانب چاروں پٹیوں کا کپڑا سی لیں۔ اور کھینچ کر سکرو (پیچ) لگالیں ( )

مخمل کی الٹی جانب نقشہ والا کپڑا پن سے لگائیں اور مشین کو بائیں ہاتھ کی مٹھی میں تھام کر دائیں ہاتھ سے تی کے پاس جو گول سر مشین کا ہے۔ آہستہ آہستہ کھینچ کر دباتے جائیں +

ان چند ہدایتوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے:۔

(۱) مخمل خوب تنا ہوا ہو۔ (۲) مشین بالکل سیدھی پکڑی جائے۔ ورنہ پیچھے کی جانب جھکی ہو۔ تو ٹانکا ٹیڑھا ٹیڑھا آئے گا + سامنے جھکی ہو۔ تو وہ نہیں چلے گی + مشین کو ہاتھ سے حرکت دینے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ تی والے سرے کو دباتے وقت وہ خود بخود چلے گی +

پھول بناتے وقت اول ڈالیوں سے ابتدا کرنی چاہئے۔ زلیفائر ڈول کا رنگ سیاہی مائل گہرا سبز ہو الف اسپرنگ ملا پر رکھ کر سیدھا ڈالی کے اختتام تک چلاتے جائیں + پھر مشین اپنی جانب لوٹ لیں۔ متعدد بار پھرانے سے ڈالی ٹانکوں سے بھر جائے گی۔ یہاں تک۔ کہ درمیان کا کپڑا بالکل چھپ جائے گا چوکھٹا الٹے کر دیکھو۔ کہ ٹانکے سب جگہ یکساں ہموار ہیں یا نہیں + جس جگہ کم نظر آئیں۔ اس طرف چند ٹانکے لگا دو + اب مخمل پر اس طرح ڈالی بن جائے گی۔

بن تراشی ہوئی۔ اب

قینچی سے ناہموار ٹانکے

تراش ڈالو + تراشی ہوئی

بعض بہنیں بن تراشا ہوا رہنے دیتی ہیں جس سے خوب صورتی اور صفائی معدوم ہو جاتی ہے +

پھولوں پتیوں کے لئے اسپرنگ نمبر ۲ پر ہو جن کلیوں اور پھولوں کے درمیان پتیاں کچھ الٹی ہوتی ہیں۔ مثلاً۔ گلاب۔ پوست۔ کارنیشن۔ سویٹ پی (مٹر) گل داؤدی وغیرہ کے لئے اسپرنگ درمیانی پتوں کے ابھار کے اظہار کے لئے دو سے تین پا تک بھی لے جانا چاہئے۔ اسپرنگ ۵-۶ صرف جانور پرندوں کے بنانے کے لئے چڑھایا جائے پھول کی ہر ایک پتی جدا جدا بنا کر تراشنا چاہئے۔ پھول کے مکمل ہو جانے کے بعد تراشنا ناممکن اور دشوار ہو جائے گا۔ سو اس کے بیرونی اور درمیانی پتیاں مل کر ایک ہو جائیں گی۔ ہر ایک پھول اور پتی میں تین رنگ کی آمیزش ہونی چاہئے مثلاً سورج مکھی کے پھول کے لئے زرد رنگ ہلکا اس سے گہرا اس سے زیادہ سرخی مائل گہرا۔ اسی مطابق پتی کا رنگ۔ ہلکا سبز۔ گہرا سبز سیاہی مائل۔ پھول کے وسط میں کالا رنگ +

خاکسار خدیجہ بائی۔ از بمبئی

پانی کی احتیاط

لوگ بڑی قیمتی چیزوں کی درستی اور صفائی کی طرف توجہ کرنا زیادہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اور معمولی روزمرہ کی چیزوں کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ چنانچہ عموماً گھروں میں لوگ پانی کی زیادہ احتیاط نہیں کرتے۔ بلکہ یہ کہنا ٹھیک ہوگا۔ کہ بالکل احتیاط نہیں کی جاتی۔ مہینے ہو جاتے ہیں۔ گھڑے بدلے ہی نہیں جاتے۔ وہ کبھی خالی نہیں ہوتے۔ پانی پر پانی بھرا جاتا ہے۔ گھڑے کسی نے ڈھک دئے تو ڈھک دئے۔ کھلے پڑے ہیں۔ تو کھلے ہی پڑے ہیں۔ کسی کو یہ ضروری معلوم نہیں ہوتا۔ کہ گھڑے کھلے دیکھ کر ڈھک بھی دیں۔ مٹکے جن میں استعمالی پانی رہتا ہے۔ وہ کھلے پڑے ہیں۔ بچے باہر سے کھیلتے ہوئے آئے۔ انہوں نے اس میں جھٹ مٹی کے سنے ہوئے ہاتھ ڈال دئے۔

پانی کھلا رہنے میں کئی اندیشے ہیں۔ مثلاً پانی میں چھپکلی پڑ جائے۔ چوہا گر جائے۔ اگر گھر میں بلی پلی ہوئی ہے۔ اس کا بال گر جائے۔ اگر کچھ بھی نہیں گرے۔ تو اس میں ہر قسم کے جراثیم بہت آسانی سے داخل ہو سکتے ہیں۔ جن سے طرح طرح کے امراض پیدا ہونے کا خوف ہے۔ پیاری بہنو! آپ ڈاکٹر حکیموں کو فیس دیتی ہیں۔ اس سے آدھی قیمت کے گھڑے منگا کر کم از کم ہر مہینے بدلا کریں۔ ہر گھڑے کے منہ پر صاف کپڑا بندھا رکھیں۔ اور ہر ہفتہ صافی بدلا کریں۔ اور کپڑے پر برتن ڈھکا رکھیں۔ گھڑے کے منہ پر صاف کپڑا بندھا رکھنے سے دو فائدے ہیں۔ اول تو گھڑے کے اندر کوئی چیز نہیں گرتی۔ دوسرے یہ کہ جب آپ پینے کے واسطے گھڑے میں سے پانی بھریں گی۔ تو اگر پانی میں کوئی کیڑا وغیرہ ہوگا۔ تو وہ کپڑے کے سبب گلاس میں نہیں آنے پائے گا۔ کپڑے سے چھن کر صاف پانی نکل آئے گا۔ کل گھڑوں کا پانی روزانہ بدلوا دیا جائے۔

وبائی امراض کے زمانے میں سب گھڑوں میں جن میں استعمال کرنے یا پینے کا پانی ہو۔ سب میں تھوڑا تھوڑا پرمینگنٹ آف پٹاس ڈال دیا جائے۔ اور جو چیز بازار سے آئے۔ مثلاً گوشت ترکاری وغیرہ وغیرہ ان سب چیزوں کو بھی استعمال سے پہلے پرمینگنٹ کے پانی سے دھو لیا جائے۔ اور اگر بیماری نہیں بھی پھیلی ہو۔ تب بھی ہر چیز کو پرمینگنٹ کے پانی سے دھو لیں۔ تو بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ پرمینگنٹ ہر انگریزی دوا خانے سے مل سکتا ہے۔ ہیضہ کے مریض کو ڈاکٹر پرمینگنٹ کا پانی پینے کے واسطے اور پرمینگنٹ کی گولیاں کھانے کے واسطے بتاتے ہیں۔ اب بہنیں سوچیں۔ کہ پرمینگنٹ کتنے فائدے کی چیز ہوتی ہے۔

بعض آدمی کہتے ہیں۔ کہ اس میں بُو آتی ہے۔ اوّل تو اتنا ڈالا ہی نہ جائے۔ کہ اس میں بو آنے لگے۔ فرض کر لیا جائے۔ کہ بو آتی ہے۔ تو تھوڑی

دیر کے لئے بو برداشت کرنا آسان ہے۔ لیکن بیماری کی تکلیف اُٹھانا مشکل ہے۔ استعمال کا پانی اگر ٹنکی میں رکھا جائے۔ تو بہت اچھا ہے۔ اس میں کسی چیز کے گرنے کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے۔ دوسرے اس میں بار بار ہاتھ نہیں ڈالا جاتا۔ تو پانی خراب نہیں ہوتا ہے۔ ایک پانی کی احتیاط سے بہتیں کئی بیماریوں سے بچ سکتی ہیں۔

راقمہ ش۔ ب بیگم دختر رشید محمد خاں اکسائز انسپکٹر متھرا

فیجر۔ ہر مہینے گھڑے بدلنا مشکل ہے۔ لیکن اگر ہر ہفتے خالی کر کے اندر سے خوب طرح صاف کر دیے جائیں۔ تو یہ بھی کافی ہے۔

انجمن تہذیب نسواں بریلی

۱۳ فروری کو اتوار کے دن انجمن تہذیب نسواں کا گیارھواں جلسہ میرے غریب خانے پر منعقد ہوا۔ بہنوں کا کافی مجمع ہوگیا تھا۔ انجمن میں یہ پہلے طے ہو چکا تھا۔ کہ بریلی کے سرکاری زنانہ اسکول میں لڑکیوں کی مذہبی تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے۔ بس نے سرکاری زنانہ اسکول کی ہیڈ معلمہ کو ایک ن مدعو کیا۔ اور ان کے مشورہ سے اس حلقے ، انسپکٹرس صاحبہ سے طے کر لیا۔ کہ اوقات لیم کے اندر وہ لڑکیوں کی مذہبی تعلیم کا وقت زر کر دیں گی۔ لہٰذا اس جلسے میں طے ہوا۔ کہ انجمن کی طرف سے کوشش کی جائے۔ کہ وہ پندرہ روپے ماہوار کی امداد ہماری انجمن کو دے۔ تاکہ اس رقم سے قرآن مجید اور دینیات کے رسالے پڑھانے والی ایک معلمہ کا تقرر عمل میں آسکے۔ اس معلمہ کا یہ بھی فرض ہوگا۔ کہ وقت آنے پر سب لڑکیوں کو تقاضا کر کے نماز پڑھوایا کرے۔ اور جن چھوٹی لڑکیوں کو نماز اب تک نہ آتی ہو۔ ان کو نماز بھی سکھلائے۔

اس جلسے میں دو رزولیوشن آذر باتفاق آرا منظور ہوئے۔

۱۔ اول یہ کہ زنانہ رسائل کے ذریعے سے تمام صوبے بھر کی مسلمان خواتین سے درخواست کی جائے۔ کہ جن جن کے عزیز و اقارب مرد مختلف شہروں میں میونسپل بورڈوں کے ممبر یا عہدہ دار ہوں۔ ان کے ذریعے سے کوشش کر کے رعایا کی جان و مال کی حفاظت کی نیت سے میونسپل بورڈوں کی طرف سے شہر میں آتش بازی چھوڑنے کی ممانعت کے تاکیدی احکام جاری کرائے جائیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ مسلمان مالکان اخبار سے بذریعہ زنانہ رسائل کے استدعا کی جائے۔ کہ آئندہ سے وہ آتش بازی کی فروخت کے اشتہارات اپنے اخباروں میں نہ چھاپا کریں۔ (اس صوبے کے ایک نامور اخبار میں متواتر ایسے اشتہارات نکل رہے ہیں)

طے ہوا۔ کہ ا... [illegible]

نسواں اور دیگر زنانہ رسائل میں بھیجدی جائے۔
اس جلسے میں کئی خواتین اور لڑکیوں نے شب برأت
کے موقع پر آتش بازی چھوڑنے کے خلاف اچھے
اچھے مضامین پڑھے ❊

حسب ذیل چندہ تبلیغ فنڈ کے لئے نقد جمع ہوا۔
(۱) بیگم عبداللہ جان صاحبہ سکرٹری انجمن ۵عہ
بمد زکوٰۃ اور صہ ماہوار چندہ ۔ کل سے (۲) بیگم
مسیح اللہ صاحبہ عہ (۳) بیگم صبیح الدین صاحبہ عہ
(۴) بیگم صوفی محمد لیسین صاحبہ عہ (۵) عزیزہ رضیہ
سلطانہ عہ (۶) عزیزہ زہرا بیگم ۔ شائستہ و خجستہ بانو
عہ (۷) خاکسار خدیجۃ الکبریٰ عہ میزان کل
اس میں سے ۶ کرایہ تانگا ۔ اور ۸ فیس منی آرڈر
وضع کرکے آج بذریعہ منی آرڈر منیجر صاحب
تہذیب نسواں کی خدمت میں بھیجدئے گئے ❊

نوٹ ۔ تہذیب نسواں مورخہ ۱۲ فروری میں
صفحہ ۱۳۰ پر جو تبلیغ فنڈ کے چندے کی فہرست
شائع ہوئی ہے ۔ اس میں نمبر ۳ پر بجائے بیگم وصی
الدین صاحبہ کے عہ کا چندہ بیگم مسیح اللہ صاحبہ کی
طرف سے سمجھنا چاہئے ❊

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ مشیر مال از بریلی

ایک عجیب شہاب ثاقب

ہمارے پاس متعدد خطوط اس اطلاع کے
... ۲۷ء کو قریب نماز مغرب
کے آسمان پر جانب مغرب ایک (شہاب ثاقب)
ستارہ ٹوٹا ۔ اور ٹوٹ کر اوپر کو بلند ہوا ۔ اور
بخط عربی لفظ محمد بن گیا ۔ اور تقریباً نصف
اسی طرح قایم رہا ۔ سب لوگوں نے محمد نام
نورانی خوب صاف لکھا ہوا دیکھا ۔ بہت سے
گرافروں نے اس کا عکس لیا ❊ یہ آسمانی
دیکھکر شہر جبل پور کے مسلمانوں نے ۲۱ فروری
اتوار چار بجے شام کو ایک جلوس نکالا ۔ تقر
ہزار آدمیوں کا مجمع تھا ۔ جو درود و صلواۃ اور
اشعار پڑھتا ہوا بازار میں جاتا تھا ۔ اللہ اکبر
نعرے بھی لگائے جاتے تھے ۔ لوگوں کا ہا
میں سبز جھنڈیاں اور عود بتیاں تھیں ❊ یہ
عیدگاہ پہنچا ۔ وہاں شیرینی پر فاتحہ دلوائی
سب نے دو رکعت نماز ادا کی ❊

اس واقعہ کو مسز سراج احمد صاحب
نے بہت تفصیل اور خوب صورتی سے لکھ
کے لئے بھیجا ہے ❊ ایک اور بہن نے بہت
نظم بھیجی ہے ۔ جو اس واقعہ آسمانی پر محمد لعل
پنشنر جبل پور نے لکھی ہے ❊ ہم دونو بہنوں
توجہ کے شکر گزار ہیں ۔ لیکن اخبار میں اس
زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں ❊

خاکسار سید ممتاز علی

منتخب اشعار

کربلا کی سرزمیں پھر ہو رہی ہے لالہ فام۔
خون مسلم کے ہیں پیاسے ذرہ ہائے ریگ شام
یا الہیٰ تشنہ کاموں کو شراب زندگی کا جام دے
کفر زار دہر کو اب مژدۂ اسلام دے
اسے کیا غم ہے جس بیڑے کا یارب ناخدا تو ہو۔
اسے کیا خضر کی حاجت ہے جس کا رہنما تو ہو

مرسلہ از طاہر منزل

محفل تہذیب

میرے پاس بہت سے پرانے ٹکٹ بیکار جمع ہیں۔ اگر کوئی کمپنی اس قسم کے ٹکٹ لیتی ہے تو اس کا نام اور پتہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ حاجت مند

کرمی منیجر صاحب تسلیم۔ کوئی تہذیبی بہن پڑوال کا نسخہ جانتی ہوں۔ تو از راہ عنایت بذریعہ تہذیب پتہ دیں۔ مشکور ہوں گی۔ خریدار تہذیب

منیجر۔ پڑوال کا مرض کسی دوا سے نہیں جاتا۔ صرف اپریشن سے جاتا ہے۔ مگر اپریشن نہایت ہی آسان ہے۔

---

۱۵ جنوری ۱۹۲۷ء کے تہذیب میں بھائی ممتاز احمد صاحب کا مضمون "زکام و کھانسی" دیکھا۔ اس میں انہوں نے ایک اپنا آزمودہ اور مجرب نسخہ کھانسی کے لئے استعمال کرنے کو لکھا ہے۔ میرے شوہر کو تقریباً آٹھ ماہ سے سخت کھانسی ہے۔ دنیا بھر کے علاج کر لئے ہیں۔ مگر ہنوز کوئی فائدہ نہیں۔ اس دوا کا نام ممتاز احمد صاحب نے کریمولشن (Creomulsion) لکھا ہے۔

ہم نے یہاں برار کے تمام انگریزی دواخانوں میں تلاش کرائی۔ بمبئی سے بھی منگوا کر ہار گئے۔ لیکن نہ بمبئی میں یہ دوا ملی۔ نہ یہاں کہیں۔ مہربانی فرما کر اگر آپ بھائی ممتاز احمد صاحب سے اس دوا کا پتہ دریافت فرما کر مجھے یہاں امراؤتی کے پتے سے مطلع فرمائیں۔ تو کمال احسان ہوگا۔
بقدر اری بیگم بر بنگلہ قاضی محمد قیام الدین صاحب مالٹیکری روڈ۔ امراؤتی۔ برار

منیجر۔ یہ دوا امریکہ کے فارما کوپیا کی ہے۔ یہاں شاید نہ ملے۔ یہاں اس کی بجائے Creosote Syrup استعمال کرتے ہیں۔ وہ انگریزی دکانوں سے مل جائیگی۔

جناب منیجر صاحب۔ تسلیم۔ بچوں کی پرورش تعلیم تربیت کے بارے میں جس قدر کتابیں اُردو زبان میں نکلی ہیں۔ اگر ان کی فہرست کسی صاحب کو معلوم ہو۔ تو براہ مہربانی ضرور لکھیں۔ اور نیز اس سے بھی۔ کہ اس میں زیادہ تر کونسی

کتابیں مفید ہیں - اور وہ کس قیمت پر کہاں سے مل سکتی ہیں - ضرور اطلاع بخشیں * مس اے جے
نیلیجر خط پنسل کا لکھا ہوا تھا - جو بمشکل سے پڑھا گیا *

مکرمی جناب نیجر صاحب تسلیم * مجھے اس نظم کی جس کا پہلا شعر یہ ہے - سخت ضرورت ہے

محمدؐ کی اللہ والی کملیا -
جہاں جی میں آیا بچھائی کملیا

اگر کسی تہذیبی بہن یا بھائی کو پوری غزل معلوم ہو - تو بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں - بہت ممنون ہوں گی * زاہدہ خاتون

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم * مبلغ ۱۳ روپے مصیبت زدہ بھائی کے لئے وصول ہوئے - جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

قمر جہاں بیگم صاحبہ ۵ - مسز ڈاکٹر بٹ ۶ مسز منظر علی ۵ - زاہدہ خاتون صاحبہ ۵ *

یہ رقم میں نے مریض کو پہنچا دی ہے *

مسز عثمان علی کو معلوم ہو - کہ مریض بہن صاحبہ کے چچا صاحب سے علاج کرانے پر بخوشی رضامند ہیں * بہن صاحبہ جو کچھ اس کی بابت دریافت کرنا چاہیں - ذیل کے پتے پر خط و کتابت کریں -

خاکسار مصری رحمٰن بیگم
C/o Md. Nazimuddin
Engr Suraraopet

مولوی صاحب قبلہ - تسلیم * بیل بوٹے کی مشین مس تاج محمد لاہور کے نام بھیجدی گ[ئی]
اس لئے اس باب میں خط و کتابت کا اب موقع نہیں رہا - والسلام * مسز محمد شفیع

ایک بہن دریافت کرتی ہیں - کہ حید[رآباد]
دکن کا حلوا سوہن کس طرح بنتا ہے - اور ا[س]
کی ترکیب معمولی حلوائے سوہن سے کس [با]ت
میں مختلف ہے *

مکرم معظم جناب مولوی صاحب - السلا[م علیکم]
جناب کو تکلیف دیتی ہوں - کہ دو باتوں
تہذیب کے ذریعے مطلع فرماکر مشکور فرمائیں - [ایک]
تو یہ کہ میں نے نذر مانی تھی - کہ سردیوں میں ا[یک بکرا]
دیا کروں گی - اگر بکرے کے عوض روپے کسی [یتیم]
یا کسی غریب کو دیدوں - تو کوئی ہرج تو نہیں؟
نیجر - کوئی ہرج نہیں *

دوسرے اگر مردے کے ثواب کے واسطے
تو کیا پہلے مردوں کا نام دل میں لے لوں؟
یا کہوں - تو کچھ ہرج ہوگا؟ ایک خریدار
نیجر - تلاوت قرآن مجید کا ثواب اصل میں [اس]
شخص کو ہوتا ہے - جو تلاوت کرتا ہے - لیکن [اگر]
چاہے - کہ میرا ثواب فلاں مرحوم کی روح کو [پہنچے]
تو اس بات کی نیت کرنے سے ہو سکتا ہے
یہ پہلے کہا جائے - خواہ بعد کو *

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

صحت پرور گھر

پچھلے دنوں مسز کلیئر گوسلٹ نے جو مدرسون کے کالج میں اکتیس سال سے حفظان صحت پر لکچر دے رہی ہیں۔ شہری خواتین کی انجمن میں "صحت پرور گھر کے راز" پر ایک نہایت فائدہ مند تقریر کی۔

آپ نے دوران تقریر میں فرمایا۔ کہ عورت کے فرائض میں سے اہم امور تربیت اطفال۔ خانہ داری اور گھر کا بنانا ہیں۔ جس کے معنے ہیں گھر میں خوشی۔ قناعت اور صحت کا دور دورہ رکھنا۔ گھر وہ جگہ ہے۔ جہاں عورت کے سوا کوئی راج نہیں کر سکتا۔ اس گھر میں عورت کو طرح طرح کے فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔ اور یہی جگہ اس کی قابلیتوں کی کسوٹی ہوتی ہے۔ شادی شدہ عورتوں کو کبھی یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ انہیں گھر چلانے کے متعلق تمام باتیں معلوم ہیں۔ بلکہ انہیں ہمیشہ طالب علموں کی طرح مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس موضوع پر جو تقریر ہو۔ یا جو نئی کتاب نکلے۔ وہ اس کا مطالعہ کریں۔ عورتیں گھر کے متفرق کاموں میں عام طور پر نہایت بے پروائی اور بد سلیقگی سے مصروف رہتی ہیں۔ اور ان کی نظروں میں ایک اعلیٰ گھر کا تصور نہیں رہتا۔ اعلیٰ گھر ایک ایسی چیز ہے۔ جس کو حاصل کرنے کا ہر شخص حق رکھتا ہے۔ اور اس کے حصول میں نہایت سرگرمی سے کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

اکثر لوگ جو شادی کرتے ہیں۔ تو انہیں امید ہوتی ہے۔ کہ ان کا اپنا گھر بن جائے گا۔ اور پھر نہایت اطمینان اور فارغ البالی میں وقت صرف ہوگا۔ لیکن بہت جلد انہیں معلوم ہوتا۔ کہ شادی کے معنے ہیں فراغت و اطمینان کو سلام۔ اور مصیبت و پریشانی اور تلخ زندگی کی آمد کا پیغام۔

آگے چل کر مقررہ خاتون نے کہا۔ کہ اکثر گھروں میں صحت نہایت خطرے کی حالت میں رہتی ہے۔ انہوں نے خاص طور پر اس بات پر زور دیا۔ کہ جن گھروں کی کھڑکیاں ہمیشہ بند رہتی ہیں۔ ان میں سے بیماریاں باہر نہیں نکلنے پاتی ہیں۔ غذا کے متعلق کہا۔ کہ کھلی ہواؤں اور اگر ممکن ہو۔ تو باغ میں کھانی چاہئے۔ اور باورچی خانوں میں ہر چیز ڈھک کر رکھنی چاہئے۔ کمروں کا ٹمپریچر ۵۸ یا ۶۰ ڈگری سے کسی حالت میں زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ آگ کے قریب بیٹھنا بے حد مضر ہے۔ قدرت نے ہم کو خنک۔ تازہ اور متحرک ہوائیں رہنے

کو۔ کام کاج کرنے کو اور ایسی غذا کھانے کو بتایا تھا۔ جو جسم میں حرارت پیدا کرے۔ زکام زیادہ تر دو باعث سے ہوتا ہے۔ کمرے زیادہ گرم ہو جاتے ہیں۔ یا ایک شخص دوسرے شخص کو زکام لگا دیتا ہے۔

کھانا کھاتے وقت خیالات میں غرق رہنا۔ یا کسی قسم کا مباحثہ کرنا قبض کی جڑ ہے۔ اور ان حالات میں غذا بہت کم فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ آخر میں بیان کیا۔ کہ ایک اعلیٰ اور کامیاب گھر وہ ہے جس میں صحت۔ خوشی اور قناعت بستی ہے۔ خوشنما اور شوخ رنگ کی تصاویر گھر کی زندگی پر ایک خاص خوشگوار اثر ڈالتی ہیں۔ عورتوں کو پرانے طور طریقوں کی تقلید محض اس خیال سے نہ کرنی چاہئے۔ کہ بزرگوں کے زمانے سے یوں ہی ہوتا آیا ہے۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ گھر میں قوم کا مستقبل پرورش پا رہا ہے۔ مگر اس وقت تک گھر کہلانے کا مستحق نہیں جب تک اس کے رہنے والوں میں باہمی محبت نہیں ہے۔

روسی لڑکیاں

روس کی تمام آبادی دو قسم کے لوگوں میں منقسم ہو سکتی ہے۔ ایک تو وہاں مالدار زمینداروں کی کثرت ہے۔ اور دوسرے غریب کسانوں کی۔ متوسط حیثیت کے لوگ اس قدر کم ہیں۔ کہ کسی شمار و قطار ہی میں نہیں۔ مالداروں اور غریبوں میں ہمیشہ سے کشمکش ہوتی آئی ہے۔ اور یہی کشمکش گزشتہ انقلاب روس کا بڑا باعث تھی۔

روسی امرا کی لڑکیاں دس بارہ سال کی عمر تک اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہیں۔ اور ان کے ہمراہ جگہ جگہ کی سیر کرتی ہیں۔ کبھی اپنی جائداد کے مختلف حصوں کا دورہ کرتی رہتی ہیں۔ اور کبھی دیہات سے نکل کر سیر کے لئے صوبے کے دارالخلافے میں آجاتی ہیں۔ اُمراء عام طور پر پیرس یا یورپ کے کسی دوسرے تکلف پسند مقام کی سیر کو بھی جاتے ہیں۔ اور اپنی لڑکیوں کو اپنے ہمراہ لے جایا کرتے ہیں۔

لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے زیادہ تر فرانسیسی گورنرس رکھنے کا دستور ہے۔ ان کی صحبت میں وہ بچپن ہی سے فرانسیسی میں بے تکلف گفتگو کرنا سیکھ جاتی ہیں۔ اُمراء میں فرانسیسی زبان بہت ہی مقبول و محبوب ہے۔ اور جس طرح ہمارے ہندوستان میں انگریزی زبان کا علم معیار تہذیب بن گیا ہے۔ اسی طرح وہاں فرانسیسی جاننا مہذب ہونے کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ روسی زبان صرف ملازموں اور کاشتکاروں سے گفتگو کرنے کے موقع پر استعمال کی جاتی ہے۔

مرحوم زارینہ کو انگریزی زبان سے بہت دلچسپی تھی۔ چنانچہ امراء نے بھی ذوق و شوق سے انگریزی سیکھنا اور انگریز گورنس رکھ کر اپنے بچوں کو یہ زبان سکھانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن اب پھر چند سالوں سے انگریزی زبان متروک ہو چلی ہے۔ موجودہ روسی

امرا کی بیٹیاں فرانسیسی بے تکلفی سے بول سکتی ہیں۔ انگریزی کی بہت معمولی قابلیت رکھتی ہیں۔ اور جرمن سے تقریباً ناواقف رہتی ہیں*

جب لڑکی بارہ تیرہ سال کی عمر کی ہو جاتی ہے تو اسے کسی اعلیٰ مدرسہ نسواں میں بھیج دیا جاتا ہے* ہر بڑے شہر میں سوسائٹی کی کسی نہایت معزز رکن کی نگرانی میں اس قسم کے مدارس قایم ہیں* ان مدارس میں لڑکیاں چھ سات سال تک تعلیم حاصل کرتی ہیں* مدرسے میں دستکاری۔ ڈرائنگ پینٹنگ۔ موسیقی۔ تاریخ اور ادب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور نہایت توجہ اور سخت گیری سے لڑکیوں کی تربیت کی جاتی ہے* یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر وہ پھر اپنے گھر آجاتی ہیں*

جنگ عظیم کے بعد سے نوجوان کنواری لڑکیوں کو تاش کے کھیل برج سے بہت دلچسپی ہو گئی ہے* سردیوں میں کوئی ہی شام ایسی گزرتی ہوگی۔ کہ لڑکیاں برج نہ کھیلتی ہوں* یہ کھیل وہ عام طور پر جوئے کی طرح بڑی بڑی بازیاں بد کر کھیلتی ہیں*

لڑکی کے فارغ التحصیل ہو جانے کے بعد ماں باپ کو اس کے بڑ کی فکر ہو جاتی ہے۔ اور وہ کسی معقول نوجوان کو منتخب کر کے اپنی لڑکیوں سے تعارف کرا دیتے ہیں* کوئی روپلے پیسے والا مل گیا۔ تو سبحان اللہ۔ ورنہ جیسا نوجوان بھی ملے۔ قبول کر لیتے ہیں* ہندوستانی والدین کی طرح انہیں اس قدر اس بات کی فکر نہیں ہوتی۔ کہ لڑکی کی ازدواجی زندگی اچھی طرح گزرے۔ جتنا اس بات کا شوق ہوتا ہے۔ کہ کسی طرح لڑکی اپنے ٹھکانے لگ جائے* جوان کنواری لڑکی کا ماں باپ کے گھر بیٹھے رہنا بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے منگنی کے موقع پر بڑی خوشی منائی جاتی ہے* شادی بھی نہایت تکلف اور شان و شوکت سے کی جاتی ہے*

روسی لڑکیاں شادی کے بعد نہایت اچھی بیویاں اور مائیں بنتی ہیں*

امور خانہ داری کی تعلیم

پچھلے دنوں مس ریبرڈ نے جو عورتوں کے ایک مشہور کالج کی مہتمم ہیں۔ ایک فاضلانہ لکچر میں بتایا کہ لڑکیاں اپنے زمانۂ تعلیم میں کیوں امور خانہ داری کے موضوع پر توجہ نہیں کرتیں* ان کا اس میں فارغ التحصیل ہونا کسی قدر ضروری اور اہم ہے اور اس کے بعد ان کے لئے معقول آمدنی پیدا کرنے کے لئے کیسے اچھے مواقع موجود ہیں*

انہوں نے بتایا۔ کہ لڑکیاں غالباً چار وجوں سے امور خانہ داری میں تعلیم حاصل کرنے میں دلچسپی نہیں لیتیں۔ ایک تو اس لئے۔ کہ یہ کام لڑکوں کو نہیں سکھایا جاتا۔ چنانچہ وہ اسے ادنیٰ سمجھتی ہیں* دوسرے اس لئے کہ اس میں ماہر ہونے سے عام طور پر کوئی لڑکی زیادہ تعلیم یافتہ نہیں سمجھی جاتی* تیسرے اس لئے۔ کہ چونکہ عورت کے لئے حکم ہے۔ کہ "تیری جگہ گھر میں ہے" ان

کے دل میں اس کی خلاف ورزی کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ چوتھے اس لئے۔ کہ ماہرین خانہ داری کو ملازمتوں میں تنخواہیں کم ملتی ہیں۔ اور عام خیال یہ ہے۔ کہ ان کی تنخواہیں کبھی بڑھیں گی بھی نہیں ٭

مس رینرڈ نے کہا۔ "ضرورت صرف اس بات کی ہے۔ کہ ہم لڑکیوں کو کالجوں میں اس طرح کی تربیت دیں۔ کہ وہ بعد کی زندگی میں امورخانہ داری میں اعلیٰ مہارت ہونے کی وجہ سے معتد بہ فائدہ حاصل کرسکیں۔ اگرانہیں گھروں میں اچھی ملازمتیں نہ مل سکیں۔ تو وہ بڑے بڑے ہوٹلوں اور قہوہ خانوں کا انتظام سنبھال لیں۔ اور انہیں اپنے سلیقے سے نہایت عمدگی سے چلائیں۔ عام طور پر ہوٹلوں کو پھوہڑ خانساماں چلاتے ہیں۔ اور انہیں خانہ داری کے راز ذرا معلوم نہیں ہوتے۔ ہمارے ملک میں ہوٹل چلانا محض ایک تجارت ہے۔ فن نہیں بننے پایا۔ سوئٹزرلینڈ میں یہ کام فن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ ہماری لڑکیاں اس کام میں دلچسپی لیں۔ خود بھی فائدہ حاصل کریں۔ اور دنیا کو بھی فائدہ پہنچائیں ٭

مادام کیوری

اٹھائیس سال کا عرصہ ہوا۔ کہ مادام کیوری نے ایک نہایت ہی نایاب اور مفید دھات کو پہلی مرتبہ معلوم کرکے علمی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ اس دھات کا نام ریڈیم ہے۔ اور تمام دنیا میں یہ اس قدر تھوڑی مقدار میں موجود ہے۔ کہ اس کی قیمت لاکھوں پونڈ قرار دی جاتی ہے۔ ایک مرتبہ امریکن عورتوں نے بیس ہزار پونڈ چندہ جمع کیا تھا۔ کہ ریڈیم کی ایک ننھی سی شیشی خرید کر مادام کیوری کی نذر کریں۔ اس چندے سے جو شیشی خریدی گئی۔ وہ چھنگلی سے بھی چھوٹی تھی۔ اور اس میں صرف ایک رتی ریڈیم موجود تھی ٭

تمام یورپ میں صرف تین ایسی کانیں ہیں۔ جن میں سے یہ دھات برآمد ہوتی ہے۔ اور تمام سال کی مسلسل محنت سے تین رتی سے زیادہ ریڈیم نہیں نکل سکتی ہے۔ یہ تینوں کانیں زیکوسلوکیا میں ہیں۔ مگر وہاں کی حکومت اپنے ایک عہدنامے کی شرائط کے مطابق اسے دوسرے ممالک کو دے ڈالنے پر مجبور ہے ٭

ریڈیم کا تذکرہ نہایت دلچسپ اور بہت تفصیل کا محتاج ہے۔ یہاں اس کا ذکر صرف اس وجہ سے آگیا۔ کہ سرطان اور بعض دوسرے امراض میں ریڈیم سے علاج کیا جاتا ہے۔ ان دنوں شاہ رومانیہ علیل ہیں۔ اور شاہی طبیب نے ان کے علاج کے لئے بھی بیش قیمت دھات تجویز کرکے بلجیم سے منگائی ہے ٭

٭ ٭ ٭

خبریں اور نوٹ

قسطنطنیہ کا تار - ایران و ترکی کے مابین کئی مہینے سے ایک تجارتی عہد نامے کے لئے گفت و شنید جاری تھی۔ اب وہ عہد نامہ مکمل ہو گیا +

چین کی خانہ جنگی زوروں پر ہے۔ شاہ پرستوں اور قوم پرستوں کی فوجیں مقابل میں جمع ہو رہی ہیں۔ شہر ہینکچو میں قوم پرست فوجوں کی آمد کی خبر سن کر شمالی چین کی فوجوں نے شہر خالی کرنے سے پہلے بازار لوٹ لئے۔ اور یہاں کے مسلح باشندوں نے فوج کے سپاہیوں کا قتل عام کیا +

شمالی چین کی شاہی فوجوں میں بغاوت کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ فوجیں شنگھائی سے ہٹا دی گئیں۔ اور جرنیل بھی بدل دیا گیا +

شنگھائی میں اس وقت ۱۲ ہزار غیر ملکی فوج موجود ہے۔ اس لئے بین الاقوامی علاقے کی حفاظت کے متعلق اطمینان ہو گیا ہے +

لنڈن ۲ مارچ۔ قدامت پسند پارٹی کی مخالفت کے باوجود حکومت اس مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔ کہ ۲۱ سال کی عورتوں کو ووٹ دینے کا حق دیدیا جائے اغلب ہے۔ کہ ۲۵ سال کی عورتوں کو حق رائے دہندگی حاصل ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہو گیا۔ تو تقریباً تمام حلقہ ہائے انتخاب میں عورتوں کو اکثریت حاصل ہو جائے گی +

میسرائن (جنوبی ویلز) کی کوئلہ کی کان پھٹ گئی اور ۵ آدمی چٹان کے نیچے دب کر رہ گئے۔ اس کان میں ایک ہزار سات سو آدمی کام کرتے تھے ۱۳۵ آدمیوں پر حادثہ کا اثر پڑا۔ لیکن بعد میں پانچ کے سوا سب نکال لئے گئے +

۲ مارچ کو مسٹر بالڈون (وزیر اعظم) مع اپنی بیوی کے جائے حادثہ کا معائنہ کرنے کے لئے گئے۔ تو کان کنوں نے ان کے خلاف مظاہرہ کیا + پھر وہ جب کمپنی کے دفتر میں حادثے کے حالات معلوم کرنے کے بعد واپس جانے کے لئے باہر نکلے۔ اور موٹر کے انتظار میں کچھ دیر کھڑے رہے۔ تو اس عرصے میں کان کنوں کی طرف سے ان کے خلاف نفرت و حقارت کی صدائیں بلند ہوتی رہیں + دونوں میاں بیوی کو اس سے بہت رنج ہوا + مسٹر بالڈون کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور وفور رنج سے مسز بالڈون کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے + اس کے بعد دونوں میاں بیوی بعض مصیبت زدہ کان کنوں کے گھر میں گئے۔ اور اور اظہار ہمدردی کیا +

مسٹر بالڈون اور ان کی بیوی ایک ایسے کان کن کے گھر میں گئے۔ جس کے دو بیٹے حادثہ مذکور میں ہلاک ہوئے تھے۔ اور اس سے کہا۔ کہ "ہم آپ کے پاس وزیر اعظم کی حیثیت سے نہیں آئے۔ بلکہ محض ایک انسان کی حیثیت سے آئے ہیں۔ جسے اپنے مصیبت زدہ بھائی سے ہمدردی ہو" +

اٹلی کے ضلع لسکنی میں لوہے کی کان نکلی ہے۔ اس پر بڑی خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ کیونکہ اس کان

کی وجہ سے اٹلی غیر ملکی لوہے کی خرید سے بے نیاز
ہو جائے گا۔ یورپ کی کانوں سے خالص لوہا ۵۰
فی صدی نکلتا ہے۔ اس کان سے ۸۰ فی صدی برآمد ہوگا۔

انتظام ہو رہا ہے۔ کہ یورپ کے گرد ڈھائی ہزار
میل کا سفر ہوائی جہاز کے ذریعے سات دن میں کیا
جا سکے۔ تاکہ تفریح کرنے والے پیرس۔ برلن۔ وارسا
وائنا۔ لیپزک اور ایمسٹرڈم کو دیکھ سکیں۔ اور موٹر کی
بار برداری کو ملا کر کل کرایہ ۳۵ پونڈ ہو۔

پولینڈ میں ایک زمین دوز قصبہ آباد ہے۔ جس
میں ایک ہزار مرد عورتیں اور بچے رہتے ہیں۔ ان
میں سے اکثر نے پیدا ہونے کے وقت سے اب تک
سورج کی روشنی نہیں دیکھی۔ چونکہ یہ قصبہ نمک کی
کانوں کے اندر ہے۔ اس لئے اس کا نام نمک شہر ہے۔

جاپانی مدرسوں میں نوعمر طالب علموں کو ابتدا ہی
سے حب وطن کا سبق سکھایا جاتا ہے۔ انہیں ان
تمام لڑائیوں کے حالات ذہن نشین کرائے جاتے
ہیں۔ جن میں ان کی قوم کے بہادروں اور جاپانی
فوجوں نے حصہ لیا ہے۔

بحر ہند کے جزیرہ تاہو میں ایک گرجا ہے۔ جو سالم
مونگے کا بنا ہوا ہے۔

اٹلی کو ہر سال ممالک غیر کے سیاحوں کی بدولت
ایک ارب اسی کروڑ روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔

فرانس کے ایک دوا ساز نے دعوےٰ کیا ہے۔ کہ
سیب کا رس تپ محرقہ کے لئے تریاق کا حکم رکھتا
ہے۔ اس رس کی ترشی بخار کے جراثیم کو ہلاک
کر دیتی ہے۔

مہارانی کپور تھلہ نے جو آج کل نیو یارک
میں مقیم ہیں۔ اپنے شوہر مہاراجہ کپور تھلہ
علیحدگی حاصل کر لی ہے۔

سوامی شردھانند کے قتل کا مقدمہ مسٹر
سشن جج کی عدالت میں شروع ہوا۔ ۳ اور ۴ مارچ
عبدالرشید کی طرف سے صفائی کی شہادتیں
ہوئیں۔ گواہان صفائی نے اپنے بیان
ظاہر کیا۔ کہ ملزم دماغی حیثیت سے اس ق
کہ اس پر مقدمہ چلایا جائے۔

۵ مارچ کو پھر مقدمہ پیش ہوا۔ اور دو ایک
کی شہادتوں کے بعد دماغی امراض کے ماہر
کپتان بیج ایم سی۔ آئی ایم ایس (لاہور) کی
ہوئی۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ ۲۹ جنوری سے
فروری تک ملزم میری نگرانی میں رہا۔ میں
اپنی رائے اس گفتگو پر قائم کی ہے۔ جو میں م
ساتھ کیا کرتا تھا۔ اس دوران میں میں نے
جنون کو پیش نظر رکھا۔ میری رائے یہ ہے۔ کہ
مخبوط الحواس نہیں۔ اس نے مجھے بتایا تھا۔ کہ
چرس پیا کرتا تھا۔ لیکن چرس سے جنون کی کوئی علا
ظاہر نہیں ہوئی۔ ممکن ہے۔ اتنے عرصے چرس
سے یہ علامت دور ہو چکی ہو۔ ملزم کے وکیل مسٹر
کی جرح پر ڈاکٹر مذکور نے کہا۔ کہ میری رائے
صرف مذہبی جوش کسی شخص کو پاگل نہیں بنا سکتا
مسٹر سورج نرائن وکیل سرکار کی جرح پر ڈاکٹر

نے کہا۔ کہ جہاں تک ملزم کا تعلق ہے۔ میں مقدمے کے عام حالات جاننے بغیر یہ رائے قایم نہیں کر سکتا کہ ۲۳ دسمبر کو ملزم کا دماغ صحیح تھا۔ یا نہیں ۔ اگر ملزم ارتکاب قتل کے وقت کسی مرض کا شکار ہو گا۔ تو وہ چرس کے نشے کا مرض ہو سکتا ہے ۔

۷ مارچ کو عبدالرشید کا مقدمہ پھر پیش ہوا۔ وکلا کی بحث ہوئی۔ مسٹر سلیم نے ملزم کی طرف سے اس کے فاترالعقل ہونے کے دلائل پیش کئے۔ اور کہا ڈاکٹر بیج ماہر امراض دماغ (لاہور) قطعی طور پر اس رائے کا اظہار نہیں کر سکے۔ کہ آیا ملزم ۲۳ دسمبر کو فاترالعقل تھا۔ یا صحیح الدماغ ۔ نیز صفائی کی شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ملزم جنون کے دوران میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ وکیل سرکار نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ ایک شخص کو ڈیڑھ میل کا رستہ طے کرنے میں کئی ہندو اور کئی مسلمان ملتے ہیں۔ مگر وہ کسی سے تعرض نہیں کرتا۔ اور سوامی شردھانند کے گھر میں داخل ہوتا۔ دھرم سنگھ سے باتیں کرتا۔ پانی پیتا اور پھر گولی چلا دیتا ہے۔ اور پھر پانچ منٹ پاگل رہ کر صحیح الدماغ ہو جاتا ہے۔ اس لئے بد دماغ ہونے کا عذر قبول نہ کیا جائے۔ اور ملزم کو سزا دی جائے ۔

اس کے بعد عدالت نے چار اسیسروں کو مشورے کے لئے دس منٹ دئے۔ جن میں سے مسٹر سنگھ اور سنگلیر نے کہا۔ کہ مجرم ارتکاب جرم کے وقت صحیح حواس رکھتا تھا۔ مسٹر نیاز محمد نے ملزم کو مجرم قرار دیتے ہوئے کہا۔ کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ ۲۳ دسمبر کو صحیح الدماغ تھا۔ خواجہ عبدالمجید نے کہا۔ کہ استغاثہ کی داستان غلط ہے۔ معقول نہیں۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ رشید نے سوامی کو قتل کیا۔ تو ملزم جرم کی ماہیت سمجھنے کا اہل نہ تھا ۔

عدالت سشن ۱۴ مارچ کو حکم سنائے گی ۔

۲ مارچ کو پونابیلیا (باریسال) میں شوراتری کے میلے کے موقع پر مسلمانوں نے فساد برپا کرنے کی کوشش کی۔ اور مجسٹریٹ کی مداخلت پر اس پر نیزے سے حملہ کیا گیا۔ جو اس نازک حالت میں فائر کا حکم دینے پر مجبور ہوا ۔ مسلمانوں پر گولیاں چلائی گئیں۔ جن سے تقریباً پندرہ مسلمان ہلاک اور بہت سے زخمی ہوئے ۔ یہ فساد اس بات پر ہوا۔ کہ پونابیلیا کے گاؤں میں شو کا ایک مندر ہے۔ جہاں شوراتری کی تقریب پر میلہ لگتا اور ہزارہا یاتری جمع ہوتے ہیں ۔ یہ لوگ بھجن گاتے اور باجا بجاتے ہوئے گزرتے ہیں۔ امسال اس سڑک پر جو مندر کی طرف جاتی ہے۔ ایک مسجد تعمیر کر لی گئی ہے ۔ جب ہندوؤں کا ایک جلوس مسجد کے قریب سے گزرا۔ تو مسلمانوں نے اعتراض کیا۔ مجسٹریٹ نے مسلمانوں کو سمجھایا۔ پہلے تو وہ چپ ہو گئے۔ لیکن بعد میں کسی مولوی کے اکسانے پر انہوں نے مجسٹریٹ پر نیزے سے حملہ کر دیا۔ اور اسے مجبوراً گولی چلانے کا حکم دینا پڑا ۔ بعد کا تار۔ پونابیلیا کے فساد کے سلسلے میں تین لاشیں اور لائی گئی ہیں۔ اب ہلاک شدہ لوگوں

کی تعداد سترہ ہوگئی ہے ۔ مولوی صاحب جنہوں نے مسلمانوں کو اُبھارا تھا۔ گرفتار کرلئے گئے ہیں اور بیلیا میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہوگیا ہے ۔

بہادر گنج ضلع غازی پور میں مسجد کے سامنے باجا بجانے کے مسئلے پر فرقہ وارانہ فساد ہوگیا۔ ایک آدمی مرا اور کئی زخمی ہوئے ۔

بیلا (ناگپور) کے ایک شخص بابو راؤ پر باپ کے قتل کر دینے کا مقدمہ چل رہا ہے۔ جس نے باپ کے ملامت کرنے پر غصہ میں آکر کلھاڑی ماری اور باپ مرگیا ۔ عدالت میں ملزم کا چچا شہادت دے رہا تھا۔ کہ ملزم بے ہوش ہوگیا ۔

سشن جج الہ آباد نے دادر کونڈو کے مقدمۂ فساد کا فیصلہ سنا دیا جس میں ۲۶ مسلمانوں پر ہندوؤں کا جلوس نکلنے کے موقع پر بلوہ اور قتل کے ارتکاب کا الزام تھا۔ جج نے ملزموں کو صرف بلوہ کا مجرم قرار دیا۔ اور دو کو دو دو سال قید۔ چار کو ایک ایک سال قید اور گیارہ کو چھ چھ ہفتے قید بامشقت کی سزا دی ۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ آگرہ نے پنڈت کالی چرن شرما مصنف وچتر جیون کے مقدمے کا فیصلہ کر دیا جو ڈسٹرکٹ جیل کے اندر ملزم کو سُنایا گیا ۔ اس فیصلے کی رو سے ملزم کو ایک سال قید بامشقت اور ایک ہزار روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید مزید کی سزا دی گئی ۔

چٹاگام کا ۲۰ فروری کا تار ہے۔ کہ پردیپو کے مقام پر دو گاڑیوں میں ٹکر ہوگئی - ایک اسپش[illegible] آسام کے رسالے کے لئے گھوڑے لا رہی تھ[illegible] اور دوسری طرف ایک اَور گاڑی آرہی تھی اور فائرمین زخمی ہوئے - ایک خلاصی اور سا[illegible] کے بھی چوٹیں لگیں - اور گھوڑے زخمی ہو[illegible]

مہاراجہ میسور نے مہاتما گاندھی کو دعوت [illegible] ہے - کہ وہ جنوبی ہند کے دورے میں شہر میس[illegible] بھی آئیں - اور ریاست کے مہمان رہیں ۔

اسمبلی میں بحث مباحثہ کے بعد دس لاک[illegible] کی مزید رقم منظور کرلی گئی ۔ اس سے تجار[illegible] اغراض کے لئے ہوائی جہاز چلانے کی تعلی[illegible] جائے گی - اور سیکھنے والوں کو وظائف د[illegible] جائیں گے ۔

گورنر صاحب رنگون نے رنگون یونیورسٹی [illegible] لئے چندے کی اپیل کی ہے - اور خود اس [illegible] میں پانسو روپیہ دیا ہے ۔

مسٹر ڈبلیو این آرنا ئڈو سکرٹری بنگال [illegible] لیبر یونین نے تین روز تک برت (روزہ) کا تہیہ کیا ہے - تاکہ اس طرح ان گمراہ آد[illegible] کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے - جو ہڑتال [illegible] ابتک شامل نہیں ہوئے - اور ہڑتال ختم کر[illegible] میں حکومت کی امداد کر رہے ہیں ۔

بنگال ناگپور ریلوے کی ہڑتال جاری [illegible] کہیں کہیں لوگ واپس آرہے ہیں ۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس خانصاحب شیخ محمد حسن صاحب بی اے سینئر سب جج بہادر لودھیانہ

مسرز کے جہانگیر اینڈ کو واقعہ بمبئی بذریعہ کے خسرو جہانگیر جی بمبئی۔ مدعی

بنام مسماۃ حلیمہ۔ سعادت محمودہ دختر عبدالغفور خاں اقوام راجپوت۔ سکنہ لودھیانہ

دعوٰے استقرار حق

بمقدمہ مندرجہ صدر مدعا علیہم پر تعمیل سمن معمولی طور سے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ ۱۲-اپریل ۱۹۲۶ء کو اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کریں۔ ورنہ کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی۔

آج بتاریخ ۲۲ ماہ فروری ۱۹۲۶ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم　　　　مہر عدالت

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب النسواں

جو

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک ۵ روپے پیشگی

نمبر ۱۴	لاہور ہفتہ ۹ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء	جلد ۲۹

تہذیب نسواں

لاہور - ۵ا رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

آئین حکومت ہند

اچھے اچھے تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی معلوم نہیں کہ ہندوستان پر برطانیہ کس طرح حکومت کر رہا ہے - صوبوں کی گورنمنٹ - ملک کی گورنمنٹ اور امپریل گورنمنٹ کا آپس میں کیا تعلق ہے - جدید اصلاحات کیا چیز ہیں - کونسلوں کو کیا اختیارات حاصل ہیں - کوئی قانون کس طرح پاس ہوتا ہے وغیرہ اس طرح کی تمام ضروری اور اہم باتیں نہایت پُرلطف انداز میں اور بتفصیل اس کتاب میں درج کی گئی ہیں - اس کا مطالعہ ہر مرد و عورت کے لئے ضروری ہے۔

ملنے کا پتہ :- دفتر تہذیب نسواں - لاہور

رشتہ کی ضرورت

شریف خاندان کی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان لڑکی کے لئے ایک خاندانی شریف اور برسرروزگار معقول نوجوان کی ضرورت ہے۔ جو اعلیٰ تعلیم یافتہ روشن دماغ اور حریت نسواں کا دل سے حامی ہو۔ اخلاق حسنہ سے متصف اور نیک عادات رکھتا ہو۔ اور تعلیم یافتہ بیوی کی دل سے قدر کرنے والا ہو +

"ر ج" معرفت منیجر صاحب اخبار تہذیب نسواں۔ لاہور

از رنگون۔ مکتوب بنام خواتین ہند

مکرمات من تسلیم۔ میں "اکسیر ستارہ" ایک مخلص خادمہ ہوں۔ میری خدمات کا اعتراف ملک کی کثیر خواتین نے کیا ہے۔ تمام ایسی شکایات جن سے زندگی تلخ رہتی ہے میرے عمل سے دور ہو جاتی ہیں۔ میری خدمت کی اجرت بھی بہت معمولی ہے۔ ڈاکٹر اور حکیم میری سفارش کرتے ہیں۔ اگر مجھ سے آپ کی شکایت دور کرنے میں کوتاہی ہو۔ تو حلفاً تحریر فرما کر منیجر صاحب سے دام واپس منگالیں۔ اس سے زیادہ زبان حال سے اور کیا عرض کر سکتی ہوں۔ میری قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ میں ایک شیشی کے اندر پردہ نشین ہوں۔ مجھے بہترین عورتوں کی دوا مانا جاتا ہے۔ میرے ملنے کا پتہ یہ ہے:۔ بڑا دوا خانہ ۲۵ مغل اسٹریٹ رنگون برما

عورتوں کی اپنی دکان

بہنوں کی سہولت کے واسطے ان کے کام کی چیزیں بہم پہنچانے کا انتظام نہایت کوشش سے کیا ہے۔ معمولی بٹن سے لے کر قیمتی ساڑھی تک ہر ایک چیز دستیاب ہو سکتی ہے۔ بچوں کے کھلونے پارچات پوشیدنی اور دیگر ضروریات کی خصوصیت ہے۔ مال عمدہ اور سستا نہ ہو۔ تو واپس۔ آزمائش شرط ہے +

خط و کتابت میں کسی مرد کا دخل نہیں +

پتہ:۔ **کنیز کار**

پوسٹ بکس نمبر ۱۔ لاہور

ضرورت شادی

ایک سنی المذہب ۲۴ سالہ خوب صورت نوجوان کو عقد ثانی کی ضرورت ہے۔ لڑکی خوبصورت خوش اخلاق۔ امور خانہ داری سے واقف۔ سلیقہ مند تندرست اور بقدر ضرورت تعلیم یافتہ ہو۔ اگر بیوہ ہو۔ اور اوپر کی صفات موجود ہوں۔ تو بھی اعتراض نہیں۔ ذات پات کا کوئی لحاظ نہیں + حالات صحیح آنے چاہئیں۔ حالات حسب منشاء ہونے پر انہی لوگوں میں رہائش بھی ہو سکتی ہے + خطوط پوشیدہ رہیں گے +

پتہ "الف" قادریہ کمپنی۔ دروازہ شیرانوالہ۔ لاہور

تصویر کا دوسرا رُخ

ہندوؤں میں مُنو ایک مشہور مقنن (قانون بنانے والا) گزرا ہے۔ جس کے بنائے ہوئے قوانین پر آج تک ہندوؤں کا عمل درآمد ہے۔ ان قوانین میں جو مسائل عورتوں کے متعلق ہیں۔ ہندی کے ایک مضمون نگار نے ان کی کایا پلٹ کر دی ہے۔ اور مضمون کی مناسبت سے اپنا نام "مُنوجی کی بیوی" رکھا ہے۔ مضمون نگار نے تو غالباً سراسر ظرافت کے پیرائے میں یہ مضمون چھاپا ہے۔ مگر فریق ثانی کے سامنے عورتوں کی موجودہ حالت کا خاکہ اس سے بہتر اسلوب میں پیش کرنا مشکل ہے۔ یہ مضمون ہندی سے اُردو ہو کر لاہور کے رسالہ نیرنگ خیال میں چھپا ہے۔ مضمون بہت طویل ہے۔ مگر ہم مختصر طور پر اس کا نمونہ تہذیبی بہنوں کی تفریح کے لئے نقل کرتی ہوں۔

(۱) پڑھنے لکھنے سے مردوں کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مردوں کو تعلیم نہ دینی چاہئے۔ (۲) اگر مرد پڑھنے لکھنے کی بہت خواہش کریں۔ تو انہیں صرف وہی کتابیں پڑھنے کے لئے دی جائیں۔ جن میں صرف ایک بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے کی خوبیاں دکھائی گئی ہوں۔ (۳) ایسی کتابیں بھی مردوں کو دیکھنے کے لئے دی جائیں۔ جن میں ان قدیم مردوں کے حالات ہوں۔ جو اپنی بیوی کو دیوی سمجھ کر تاحیات ان کی خدمت گزاری میں مصروف رہے ہوں۔ بہت سے مرد ایسے بھی ہو گزرے ہیں۔ جو اپنی بیویوں کے مرجانے پر ان کی لاش کے ساتھ جل کر مر گئے ہیں۔ ایسے شخصوں کی سوانح عمریاں مردوں کے لئے مفید ہوں گی۔ (۴) مردوں کو پڑھنے لکھنے کے لئے اسکول اور کالجوں میں ہرگز نہ بھیجنا چاہئے۔ اس سے مردوں کے اخلاق خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ عورتوں کو چاہئے۔ کہ فرصت کے وقت گھر کے اندر ہی خود اپنے مردوں کو بقدر ضرورت پڑھا لیا کریں۔ (۵) مرد لکھ پڑھ کر اپنے قدرتی فرائض کو فراموش کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ مردوں کی تخلیق صرف عورتوں کی فرمانبرداری کے لئے ہوئی ہے۔ اور عورتوں کی خدمت مردوں کا فرض اولین ہے۔

(۶) لڑکوں کو چاہئے۔ کہ ان کی مائیں جس عورت کو ان کا ہاتھ پکڑا دیں۔ بلا چون وچرا اس کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ خواہ وہ عورت کریہ منظر۔ چڑیل۔ چڑچڑی۔ مریض اور بوڑھی ہی کیوں نہ ہو جیسے میز کرسی۔ سونا چاندی۔ گائے بیل عورتوں کا مال ہے۔ اسی طرح مرد عورتوں کا جاندار مال ہیں۔ اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہ کرنا چاہئے۔ (۷) شوہر کے مرجانے پر بیوہ عورت غیر شادی شدہ مردوں سے شادی کر سکتی ہے۔ لیکن بیوی کے مرجانے پر جو مرد دوسری شادی کرے گا۔ وہ ہمیشہ جہنم میں جلے گا۔ ایسے مرد کو گھر۔ ذات اور ملک سے نکال دینا چاہئے۔ جس مرد کی بیوی مرچکی ہو۔ اس کو ہمیشہ ایک وقت سوکھی روٹی کھانا چاہئے۔ اور ایسے مردوں

کو ہمیشہ مہینے کے دونوں حصوں میں آٹھویں گیارھویں
اور تیرھویں کو روزہ رکھنا چاہئے۔ اور ان روزوں
میں پانی تک نہ پینا چاہئے +
(۹) ماؤں کو چاہئے۔ کہ زیادہ سے زیادہ بارہ برس
کے اندر اپنے لڑکوں کی شادی کردیں + بارہ برس کے
اور غیر شادی شدہ پسر کی صورت دیکھنے سے ماں باپ
کو سخت گناہ ہوتا ہے + (۱۰) شادی کے وقت مردوں
کو بیوی کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوکر عہد کرنا
چاہئے۔ کہ خواہ تمہارا سلوک ہمارے ساتھ کیسا ہی
برا ہو۔ ہم تمہیں ہر صورت میں دیوی ہی سمجھا کریں گے +
(۱۱) بچپن میں لڑکوں کی حفاظت مائیں کریں۔ جوان ہونے
پر اُن کی اولاد دیکھے بھالے + غرض مرد اپنی عمر کے
کسی حصے میں بھی آزاد رہنے کے لائق نہیں ہے +
(۱۲) مردوں کے لئے کوئی تیرتھ گاہ نہیں ہے۔ ان کے
لئے ان کی بیوی ہی تیرتھ ہے + مردوں کو کسی اور
مذہبی کاموں سے واسطہ نہ رکھنا چاہئے۔ صرف اپنی
بیوی کو دیوی سمجھ کر اس کی خدمت میں مصروف رہنا
چاہئے + (۱۳) مردوں میں چونکہ ذرا بھی عقل نہیں ہوتی
اس لئے ان کو آزاد چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور ان
کے گھر سے باہر نکلنے سے ان کی نیک چلنی باقی نہیں
رہتی + (۱۴) پڑھنے لکھنے کے لئے صرف عورتیں
بنائی گئی ہیں۔ مردوں کو قدرت نے صرف امور
خانہ داری کے لئے پیدا کیا ہے + کھانا پکانا۔ باورچی خانے
کو صاف رکھنا۔ بچوں کو کھلانا اور بہلانا۔ مردوں کے
فطری اعمال ہیں۔ ان کو ان کاموں سے غفلت
نہ برتنی چاہئے +
(۱۵) ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈوں کا انتظام
یوں ہی خراب ہے۔ اگر وہاں کچھ مرد ممبر بن کو پہنچ
گئے۔ تو اُور بھی خرابی پیدا ہوگی۔ تمام عورتیں ٹکٹکی
باندھ کر ان کو دیکھا کریں گی۔ اور رزولیوشن پڑے
پڑے سڑا کریں گے + (۱۶) مردوں کو پردے کے
باہر ہرگز نہ نکلنا چاہئے۔ اگر ضرورتاً نکلیں۔ تو اپنا
سارا جسم برقعہ میں چھپایا کریں + اس برقع میں
صرف آنکھوں کے مقابل ذرا سی جالی لگادی جائے
تاکہ مردوں کو سامنے کا راستہ سوجھتا رہے +

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

بین الاقوامی انجمن نسواں

(از محترمہ گیتی آرا بشیر احمد)

(سلسلے کے لئے دیکھو تہذیب صفحہ ۱۲۲)

اسی سلسلے میں مرکزی انجمن نے مختلف اجلاس
بھی منعقد کئے۔ جن کے ذریعے سے مختلف ممالک
کی عورتوں سے اپیل کی گئی۔ کہ صفحہ ہستی سے ملکی و
قومی جنگ وجدل کو مٹانے کے لئے ہر طرح سے
جدوجہد کریں +

ہر سال جب گرمیوں میں بین الاقوامی لیگ
کے اجلاس شہر جنیوا میں منعقد ہوتے ہیں۔ تو وہاں
اس لیگ کے مختلف شعبہ کار میں مغربی دنیا کی
مستورات کے کارہائے نمایاں اور ان کی شب و

روز کی جانفشانیوں کو موجودہ دنیا کی اصلاح و ترقی میں کر رہی ہیں۔ دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان دنوں جنیوا میں ایسی متعدد خواتین دن رات منہمک مصروف نظر آتی ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگیوں کو بین الاقوامی لیگ کے نصب العین کو توسیع دینے اور باہم مختلف الاقوام کے افراد میں اختلاط پیدا کرنے کے لئے وقف کر دیا ہے۔

چند روز گزرے شیخ عبدالقادر صاحب نے جو گزشتہ سال لیگ میں ہندوستان کی نمایندگی کے اہم فرائض سرانجام دینے کے لئے جنیوا بھیجے گئے تھے۔ اسلامیہ کالج کے ہال میں ایک دلچسپ اور مفید لکچر دیا۔ جس کا عنوان تھا "مغربی دنیا میں کام کرنے والی عورتیں"۔ اس لکچر کو سن کر اکثر ہندوستانی مرد ششدر و حیران رہ گئے ہوں گے۔ کہ جو کام ہندوستان کے مرد سرانجام دینے کے نا اہل ہیں۔ وہ مغرب میں عورتوں نے کر دکھائے ہیں۔ ملکی۔ معاشرتی۔ تجارتی اور اخلاقی ترقی کی جدوجہد میں مختلف سربرآوردہ یورپین اور امریکن خواتین کے کارہائے نمایاں کے دلچسپ حالات بیان کرنے کے بعد شیخ صاحب نے مسلمانوں سے کیا خوب سوال کیا۔ کہ اے میرے بھائیو! آپ نے اپنی مستورات کی ترقی کے لئے کیا پروگرام بنایا ہے۔ اور تہذیب حاضرہ میں ہمعصر قوموں کے ساتھ ساتھ چلنے کے لئے کیا قدم بڑھایا ہے؟ حیف صد حیف۔ کہ اسلام جس نے پہلے پہل دنیا میں عورت کو زندگی کے ہر شعبہ میں اس کے حقوق عطا کئے۔ جس نے اس صنف نازک کو حقارت و ذلالت کے قعر عمیق سے نکال کر اسے ایک باعزت و فخر ہستی قرار دیا۔ اسی مذہب اسلام کے پیرو اب بمقابلہ دوسری قوموں کے اپنے اس صنف نازک کی فلاح و ترقی کا خیال پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ ادھر مغربی دنیا میں عورتوں نے اپنے دائرہ عمل کو اس قدر وسعت دی ہے کہ مشکل سے مشکل مدبرانہ۔ ملکی۔ معاشرتی۔ تجارتی۔ تعلیمی سیاسی اور مذہبی معاملات میں وہ اپنی جانفشانیاں ملک و ملت کے آگے پیش کر رہی ہیں۔ اور اپنے دائرہ زندگی کو آزاد و وسیع تر کرنے میں شب و روز ہمہ تن کوشاں ہیں۔ ادھر ہم ہیں کہ ہمیں اپنی جنس کی ناآگہی و کس مپرسی اور آیندہ نسلوں کے مستقبل کو تاریک دیکھ کر کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی درد دل میں نہیں اٹھتا کہ یہ حالت یہ غفلت کیا کیا گل کھلائے گی؟

آؤ بہنو! ہم تاریخ کے ورق الٹ کر اپنے شاندار ماضی کی عظمت و شوکت کو دیکھیں۔ کہ کیا ہماری مستورات نے ایسی ایسی یادگاریں۔ اور نقش قدم نہیں چھوڑے۔ جن پر چلنے سے ایک قلیل عرصے میں ہماری حالت میں ایک حیرت انگیز تغیر پیدا ہو سکتا ہے؟ جس طرح ۱۸۸۸ء سے بین الاقوامی انجمن نسواں کے زیر سایہ ہماری یورپین اور امریکن بہنوں نے ہر طرح کے مفید کاموں میں صلاح و مشورہ پا کر اپنی زندگیوں کو

کار آمد بنا لیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اب مردوں کے ساتھ ساتھ اپنے ممالک اور بین الاقوامی لیگ میں اہم سے اہم ملکی و سیاسی عقدے حل کر رہی ہیں جنہیں دیکھ کر ایک ہندوستانی نووارد ششدرو متحیر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی اپنے آپ کو ہر کام کے لئے تیار کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے دلوں میں اپنی جنس کی ترقی کا صحیح احساس پیدا ہو جائے۔

بین الاقوامی انجمن نسواں کی شاخیں ہندوستان میں بمبئی۔ بنگال۔ بہار اور دہلی کے صوبجات میں قائم ہو چکی ہیں۔ یعنی ہندوستان بھی اس رشتہ میں منسلک ہو چکا ہے۔ اے کاش اب یہ ملک بھی اپنی عظمت گزشتہ کو برقرار رکھ کر دنیا کے آگے ایک شاندار مستقبل پیش کرے۔ اور ہم عصر قوموں میں حقارت کی بجائے وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

رُوحوں سے بات چیت

ٹیبل ٹریٹنگ (Table treating)

یعنی روح سے بذریعہ میز کے بات چیت کرنے کا تذکرہ میں نے اکثر سنا تھا۔ مگر دیکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ ہمارے بھائی صاحب کے چند دوستوں نے روحوں سے میز کے ذریعے باتیں کیں۔ اور اس کا تذکرہ بھی بھائی صاحب نے ہم لوگوں سے کیا تھا۔ مگر ہم کو یقین نہ ہوا۔ آخر بھائی صاحب کو اس بات پر رضامند کیا۔ کہ وہ روحوں سے بات چیت کر کے ہم لوگوں کو دکھائیں۔ اس میں میں بھی شریک ہوئی۔ مگر کوئی بات ہماری ناقص سمجھ میں نہ آئی۔ کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ روحوں سے بات چیت کرنے کا طریقہ یہ تھا:۔

ایک گول میز جس میں صرف تین پائے تھے بیچ میں رکھ کر ہم لوگ تین آدمی (ہمارے دو بھائی اور ایک میں) کرسیوں پر اس کے گرد بیٹھ گئے۔ اور اپنے اپنے ہاتھوں کو ہلکے ہلکے میز پر رکھ دیا۔ جس مرے ہوئے شخص کی روح کو بلانا منظور تھا۔ اسی کا تصور دل میں باندھا۔ کوئی ضرور نہیں۔ کہ ایک ہی روح کا خیال سب لوگ کریں۔ ہر شخص علیحدہ علیحدہ روحوں کا خیال کر سکتا ہے۔ خیالات کو دوسری طرف نہ جانا چاہئے۔ غرض اسی طرح کرنے سے دو منٹ کے اندر میز میں ہم لوگوں نے کچھ تھرتھراہٹ محسوس کی۔ اس پر بھائی صاحب نے زور سے کہا۔ اگر ہماری بلائی ہوئی روحیں آگئی ہیں۔ تو مہربانی کر کے اس میز کو زور سے ہلا دیں۔ کہ ہم سمجھ جائیں۔ کہ وہ آگئیں۔ چنانچہ میز خوب زور سے دو پایوں پر ٹیڑھی ہو گئی۔ اس طرح کہ اس کا تیسرا پایہ زمین سے تقریباً چھ انچ اٹھ گیا۔

اس کے بعد انہوں نے کہا۔ جتنی روحیں آئی ہیں۔ میز کا پایہ اتنی ہی مرتبہ اٹھے۔ چنانچہ میز کا ایک پایہ صاف تین مرتبہ اٹھا۔ اور زمین پر تین مرتبہ کھٹ کھٹ کی آوازیں ہوئیں۔ پھر سوالات کئے گئے۔ اور جوابات ٹھیک ٹھیک انہیں پایوں کے اشارے سے ملتے

رہے۔ جانچ کے طریقے پر بہت سے سوالات کئے
گئے۔ اور جوابات ٹھیک ملے۔ بھائی صاحب کو
یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ ان کے سوا دوسروں نے
کن کی روحوں کو بلایا ہے۔ اور جب انہوں نے
میری بلائی ہوئی روح سے یہ دریافت کیا۔ کہ آپ
کے نام میں کتنے حروف ہیں؟ جتنے حروف ہوں۔
اتنے ہی دفعہ مہربانی فرماکر میز کے پائے کو کھٹکھٹائیے
چنانچہ پایہ دس مرتبہ اُٹھ اُٹھ کر زمین پر کھٹ کھٹ
گرا۔ میں نے اپنی والدہ مرحومہ کی روح کو بلایا تھا
مرحومہ کا اسم مبارک "حیات النساء" تھا۔ اسی طرح
ہمارے چھوٹے بھائی صاحب نے اپنے کسی مرحوم
دوست کی روح کو بلایا تھا۔ ان کے نام کے حروف
بھی ٹھیک ٹھیک بتلائے گئے۔ بڑے بھائی صاحب
کو یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ میں نے کس کی روح کو بلایا
تھا۔ یا چھوٹے بھائی صاحب کے دوست کا کیا
نام تھا۔

دریافت سے معلوم ہوا۔ کہ میز کو ہمیشہ گول اور
تین پایوں کا ہی ہونا چاہئے۔ ہر کوئی اس طرح
بات چیت کر سکتا ہے۔ کوئی منتر و نتر بھی پڑھنا نہیں
ہوتا۔ صرف دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر جس مردہ کی روح
کو بلانا منظور ہو۔ اس کا خیال کریں۔ شرط یہ ہے
کہ اس شخص کی صورت۔ اس کی زندگی میں روح
بلانے والے نے دیکھی ہو۔ اور سوالات اس طرح
پر کئے جائیں۔ کہ ان کے جوابات میز کے پائے کے
اشاروں سے مل سکیں۔ ہونے والی یا آئندہ کی
باتوں کا جواب نہیں ملتا۔ جو بات کریں۔ یا روح کو
بلائیں۔ ان کو ظاہر رہنا چاہئے۔ ایک آدمی اکیلا
بھی کر سکتا ہے۔ مگر کہتے ہیں۔ کہ تین سے کم مل کر
کرنا اچھا نہیں۔ جس طرح شروع میں دریافت
کر لیتے ہیں۔ کہ روحیں آئیں یا نہیں۔ اسی طرح آخر
میں یہ بھی کہہ دینا چاہئے۔ کہ اب وہ جائیں۔ اور جاتے
ہوئے میز کو زور سے ہلا دیں۔ کہ پتہ چل جائے۔ کہ
وہ جا چکیں۔

پہلے تو مجھے مذاق کا شبہ ہوتا تھا۔ مگر جب بھائی
صاحب نے خود کئی قصے سنائے۔ جہاں انہیں خود
بھی مذاق کا احتمال تھا۔ مگر پھر یقین کرنا پڑا۔ تو میری
عقل بھی کارگر نہ ہوئی۔ انہوں نے دو ایک بار پھر
بغرض آزمائش اپنے معتبر دوستوں کے ساتھ یہی
عمل کیا۔ برابر میز سے جواب ملتا رہا۔ معلوم نہیں
کیا بلا ہے۔

سُنتی ہوں۔ ولایت میں بڑی بڑی سوسائٹیاں
ہیں۔ جو روحوں سے بات چیت کرنے کے طریقوں
پر غور و خوض کر رہی ہیں۔ اور انہوں نے تو یہاں
تک کیا ہے۔ کہ روحوں کی تصویریں کھینچ لی ہیں
اور مُنہ در مُنہ باتیں بھی کی ہیں۔ ہماری غرض اس
مضمون سے یہ ہے۔ کہ اگر کسی تہذیبی بہن نے میز
کا یہ عمل کیا ہو۔ تو از راہ کرم اپنی رائے دے کر
ممنون فرمائیں۔ آخر یہ بلا کیا ہے؟ بہنیں خود بھی
کر سکتی ہیں۔ اگر کسی بہن کی سمجھ میں ترکیب مندرجہ
بالا نہ آئی ہو۔ تو وہ بہن مجھ سے لکھ کر زیادہ تفصیل

سے دریافت کر سکتی ہیں۔

خاکسار زاہدہ خاتون۔ ٹیپول

درجۂ شوہری کا لحاظ

شرع محمدی نے زن و شو کے فرائض و حقوق کی مکمل تشریح کردی ہے۔ مگر بقول "مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب" عملی پہلو کچھ اَور کہتا ہے۔ زبان سے خواہ کوئی کچھ بھی کہے۔ لیکن ہمیشہ سے دنیا کے ہر حصے میں مرد اپنے آپ کو خود مختار آزاد۔ حاکم۔ مدبر نفع رساں۔ پیشوں کا مالک اور روزی پیدا کرنے والا تصور کرتا۔ اور عورتوں کو مفتوح۔ زیردست اپنی مطیع و فرمانبردار اور امور خانہ داری کا انتظام کرنے والی جانتا رہا ہے۔ اور دنیا نے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلی ہو۔ اور اسلام نے عورتوں کے حقوق کی کیسی ہی تشریح کیوں نہ کردی ہو۔ مرد کی خو جو فطرت ثانی بن گئی ہے۔ نہیں بدلی۔ اس لئے ہر عورت کو جو اپنی ازدواجی زندگی ہنسی خوشی بسر کرنا چاہتی ہے اس حقیقت واقعی کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اور جو بہنیں اسے سمجھ کر حکمت عملی سے کام لیں گی۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ خوش اور کامیاب رہیں گی۔ اور جو اس کی خلاف ورزی کریں گی۔ انہیں ضرور مشکلات کا سامنا ہوگا۔ زمانہ اور تعلیم نسواں خود اس کی اصلاح کردیں گے۔ لیکن اس کے لئے وقت درکار ہے۔ عموماً مرد عورتوں کے فہم و ادراک۔ حسن تدبیر و لیاقت کو تسلیم کرنے لگے ہیں۔ اور ان کے علم و ہنر سے خوش ہوتے ہیں۔ لیکن جب کوئی عورت اپنے شوہر سے حقوق نسواں یا اَور کسی مسئلے پر بحث کرکے اسے قائل و معقول اور مغلوب کرتی ہے۔ اور خاص کر کسی عزیز مرد کی موجودگی میں۔ تو بجائے اس کے۔ کہ مرد خوش ہو۔ اور اس کی سچائی کو تسلیم کرکے انصاف اور مساوات کا برتاؤ کرے۔ وہ اَور چڑ جاتا ہے۔ اور خواہ وہ اس وقت کچھ نہ کہے۔ لیکن اس کا اثر دل میں ضرور لیتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ حقوق نسواں کی مزید حق تلفی کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ میری نظر میں ایسی کئی مثالیں ہیں جہاں مرد اور عورت دونوں تعلیم یافتہ و مہذب تھے۔ ان کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ مگر عورت کی بے باکی اور صاف گوئی نے جس میں دل آزاری کا ذرا شائبہ نہ تھا۔ خرابی پیدا کردی۔

یہ غلطی اکثر ناتجربہ کار اعلیٰ تعلیم یافتہ نوعمر لڑکیوں سے سرزد ہوتی ہے۔ جو سادگی اور صفائی سے سچی بات جو منہ میں آتی ہے۔ بے دھڑک کہہ جاتی ہیں۔ بے شک سچ کہنے کا حق سب کو حاصل ہے۔ اور کوئی اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ لیکن پھر بھی موقع محل دیکھ کر بات کرنی چاہئے۔ شوہر کے مرتبہ کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے۔ اگر شوہر کی موجودگی میں کسی اَور عزیز مرد سے اس قسم کی گفتگو ہو۔ اور وہ شرمندہ و عاجز ہو جائے۔ تو انہیں دلائل سے شوہر خوش ہوتا ہے۔ اور اس کی خوشی سے حقوق و آزادی جو

مساوات میں اضافہ ہوتا ہے۔ یعنی اس سے
وہ مطلب کے قریب پہنچ جاتی ہیں۔ اور اُس سے
دور ہو جاتی ہیں ؀

اسی طرح خواہ عورت کیسی ہی لائق وفائق و
عالم ہو۔ اور مرد کیسا ہی کم پڑھا لکھا۔ اُسے اپنی
حرکات وسکنات سے یہ بات اشارۃً یا کنایۃً
بھی نہیں ظاہر ہونے دینا چاہئے۔ کہ وہ اسے
کم تعلیم یافتہ یا کسی خاص موضوع پر گفتگو کے نااہل
سمجھتی ہے۔ بلکہ ہر قسم کے مسائل پر اس سے گفتگو
کرنی چاہئے۔ اور جو کچھ وہ کہے۔ اسے غور و توجہ
سے سُننا چاہئے۔ خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ اگر غلط
ہے۔ تو حکمت عملی سے اس طرح اصلاح کرنی چاہئے
کہ اسے یہ نہ معلوم ہو۔ کہ عورت اس کا مذاق اڑا رہی
ہے۔ اگرچہ ایسی مثالیں۔ کہ زوجہ شوہر سے زیادہ
تعلیم یافتہ ہو۔ ہمارے ملک میں بہت کم ہیں۔
مگر معدوم نہیں ہیں ؀

بعض اوقات ایسی باتوں سے ذرا ذرا سے
خانگی امور میں بدمزگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مرد
مُنہ بگاڑ کر اور طرح دے کر باہر چلا جاتا ہے ؀
ایسی حالت میں واپسی پر زوجہ کو مرد کی زیادہ
مدارات اور اس کے کاموں کی طرف زیادہ توجہ
کرنی چاہئے۔ ایسا کرنے سے جلد صفائی ہو جاتی
ہے۔ اور اگر عورت الگ مُنہ پھلا کر پڑی رہے
تو بات کا بتنگڑ ہو جاتا ہے۔ یہ بات ہمیشہ ذہن
نشین رکھنی چاہئے۔ کہ عورت و مرد کا معمولی اختلاف
بھی کسی کو نہ معلوم ہو۔ کہ اس میں بڑی سُبکی ہوتی
ہے۔ ایثار و فرمانبرداری بہت اچھی صفت ہے۔
اور اس سے خدا اور رسول بھی خوش ہوتے ہیں ؀
اس سے معاشرتی زندگی میں کامیابی حاصل
ہوتی ہے۔ اور حصول حقوق نسواں اور تعلیم
نسواں پھیلانے میں بھی مدد ملتی ہے ؀

خاکسار رضویہ خاتون

نیچر۔ قابل اور تعلیم یافتہ بیوی کے لئے اپنے
شوہر کے ساتھ اس قسم کا طرز عمل اختیار کرنا
کچھ مشکل نہیں۔ نوجوان گریجوایٹ لڑکے اپنی
ماؤں کے ساتھ ہمیشہ یہی طرز عمل اختیار کرتے ہیں
اور ان کی کمی تعلیم کی وجہ سے ان کے ادب و
احترام میں ذرا کمی نہیں آنے دیتے ؀

منگیتر سے خط و کتابت

نذر سجاد حیدر صاحبہ کا کئی مہینے ہوئے ایک
مضمون نظر سے گزرا تھا جس میں محترمہ نے اس
قبیح رسم کی بابت کچھ فرمایا تھا۔ کہ رشتہ داری میں
جو لڑکے یا لڑکی منگے ہوتے ہیں۔ انہیں آپس میں
ملنے سے روکا اور چھپایا جاتا ہے۔ یہ صدا نقار خانے
میں طوطی کی آواز تھی۔ جس کے بابت پھر کچھ سُننے
میں نہ آیا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ دو ذات جنہیں
قانون مذہب و رواج ملنے کی اجازت دے
رہا ہے۔ ایک دوسرے سے آخر اس قدر بے بہرہ

کیوں رکھی جاتی ہیں۔ کہ ایک دوسرے کے اطوار
خیالات وغیرہ کا بھی اندازہ نہیں کرسکتا۔ شادی
کے قبل ایک دوسرے کے عادات واطوار وغیرہ
سے پورے طور سے واقف ہونا نہایت ضروری
امر ہے۔ میری رائے میں یہ چاہئے۔ کہ رشتہ داری
میں اگر کوئی شادی منظور ہو۔ تو چاہے کتنی دور
کی عزیز داری ہو۔ دونوں (لڑکی۔ لڑکا) کو پوری
آزادی دی جائے۔ کہ وہ کم از کم خطوط کے ذریعے
سے تبادلہ خیالات کریں۔ یہ طریقہ میرے خیال
میں تمام کمی کو پورا کردے گا۔ منہ در منہ بات کرنے
میں کچھ شرم وحیا ایسی دامن گیر ہوگی۔ کہ لڑکی اپنے
خیالات کا پورا لحاظ نہ کرسکے گی۔ مگر ایک گوشہ
تنہائی میں جبکہ کوئی سامنے نہ ہوگا۔ لڑکی بغیر رکاوٹ
کے اپنے تمام خیالات تحریر میں مجتمع کرسکتی ہے اور
ان کا بخوبی اظہار ہوسکتا ہے۔

ایک شخص اپنے دوست کی شکایت اس کے
منہ پر اتنی نہیں کرسکتا ہے جتنی خط میں۔ اسی طرح
اظہار محبت آمنے سامنے اتنا نہیں ہوسکتا ہے
جتنا تحریر میں۔ فی الحال یہ طریقہ رشتہ داری میں
رائج کیا جائے۔ پھر جب زمانہ بدلے۔ تو میں نہیں
سمجھتا۔ کہ اس کا غیر خاندان اور اجنبی لڑکی لڑکے
میں رائج ہونا کون سی قباحت رکھتا ہے۔

طرز معاشرت اور قانون ملک کے لحاظ سے
تو مجھے اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ آخر سیکڑوں
میل کی جدائی میں جب کہ نہ لڑکے نے لڑکی کو
دیکھا ہو۔ اور نہ لڑکی نے لڑکے۔ خط لکھنا کو
کام کرنا ہے۔ مذہبی نقطہ نظر سے بھی مجھے کوئی
نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ جہاں تک میں خیال
ہوں۔ اسلام ہرگز منع نہیں کرتا۔ کہ کسی غیر
کی تحریر پر کسی غیر مرد کی نظر نہ پڑے۔

تہذیبی بہنوں اور مولوی صاحب سے یہ
درخواست ہے۔ کہ وہ اس تجویز کی نسبت اپنی
رائے تحریر فرمائیں۔

بے نام

منیجر۔ اس موضوع پر محترمہ ظفر جہاں۔ رضویہ
اور خدیجۃ الکبریٰ اپنی اپنی رائے تحریر کریں۔

کروشیا کی حفاظت

۲۹ جنوری کے تہذیب میں عنوان بالا پر
ایک مضمون کسی تہذیبی بہن نے تحریر کیا تھا جس
میں اپنے تجربے کی بنا پر کروشیا کا نہایت ہی
خطرناک چیز ہونا بیان کیا تھا۔ واقعی یہ ایک
نہایت ہی کارآمد چیز ہونے کے ساتھ اگر اس کی
احتیاط میں غفلت کی جائے۔ تو خطرناک بھی ہے
بالخصوص اپنے بچوں کے ہاتھوں میں ہرگز ہرگز
نہیں دینا چاہئے۔ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ جس گھر
میں کروشیا کا کام بکثرت کیا جاتا ہے۔ وہاں چھوٹے
بچے کروشیا کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر کاغذوں یا
دیگر اشیاء میں چبھو کر نقل کرنے کی کوشش کیا کرتے

ہیں۔ اور ایسی حالت میں بعض دفعہ وہ چُبھ جاتا ہے۔ جس سے سخت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ٹیڑھی نوک دار چیز ہے ۔ اگر کسی عضو میں چُبھ جائے۔ تو سخت مشکل سے نکلتی ہے۔ اور نکالنے کے لئے اگر اسے پکڑ کر کھینچا جائے۔ تو ساتھ ہی گوشت کھینچ لاتی ہے ۔ چونکہ میں بھی اس کے ہاتھوں تکلیف اُٹھا چکی ہوں۔ اس لئے اپنا تجربہ تحریر کرتی ہوں۔

ایک دفعہ میں نے لیس بُنتے ہوئے غلطی سے کروشیا اور دیگر سامان اس جگہ رکھ دیا۔ جہاں میرے دونوں چھوٹے بھائی کھیل کود میں مصروف تھے اور آپ کسی کام میں لگ گئی۔ اور اٹھانا بھول گئی کروشیا میرے چھوٹے بھائی کے ہاتھ میں آگیا۔ اور وہ اس سے کھیلنے لگ گیا۔ اور کھیلنے میں میری طرف آنکلا ۔ میں نے گھبرا کر کہا۔ یہ مجھے دیدو تمہارے کھیلنے کی چیز نہیں ۔ تب اس نے دور سے جو ذرا فاصلے پر کھڑا تھا۔ کروشیا میری طرف پھینکا ۔ پاس ہی میری چھوٹی بہن بیٹھی ہوئی تھی۔ کروشیا سیدھی میری بہن کے کندھے میں لٹک گیا ۔ میں نے سمجھا قمیص پھنس گئی ہے۔ جب نکالنے کے لئے کھینچا۔ تو وہ بے چاری بلبلا اُٹھی ۔ تب معلوم ہوا۔ کہ قمیص میں چھید کر جلد کے اندر جا پہنچا ہے ۔ اب کیا تھا۔ تمام گھر میں لرزہ پڑ گیا ۔ کوئی کہتا تھا۔ کہ کسی رگ میں چُبھا ہوا ہے۔ اگر کھینچا گیا۔ تو ڈر ہے۔ کسی رگ میں سوراخ ہو کر خون نہ جاری ہو جائے۔ سخت مجبوری کا سامنا تھا ۔ نہایت احتیاط سے میں نے آہستہ آہستہ کروشیا کو پکڑ کر گھمایا ۔ خداوند کریم کا شکر ہے۔ کہ وہ نرم جھلی میں پھنسا ہوا تھا۔ چند بار اسی طرح کرنے سے بمشکل تمام نکلا۔ ورنہ اگر کہیں گہرا چُبھا ہوا ہوتا۔ تو جان کے لالے پڑ جاتے ۔

اسکولوں میں اکثر ایسے واقعات بد احتیاطی سے پیش آتے رہتے ہیں۔ کیونکہ وہاں سب دستکاریوں سے کروشیا کا کام بکثرت سکھایا جاتا ہے ۔ ابھی حال میں ایسی کروشئے ایجاد ہوئے ہیں۔ جن کے استعمال سے ہم لوگ ان خطروں سے محفوظ رہ سکتے ہیں ۔ اس قسم کا کروشیا کو بعد استعمال کے بند کر دیا جاتا ہے ۔ شاید بعض بہنیں اس سے ناواقف ہوں گی۔ لہذا میں ان کی شناخت کے لئے کروشیا کا نقشہ ذیل میں پیش کرتی ہوں تاکہ خریدتے وقت آسانی سے شناخت ہو سکے۔
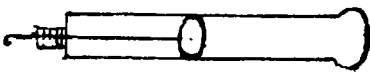
اسے درمیان میں سے پکڑ کر پیچھے کی جانب کھینچا جائے۔ تو یہ بند ہو جاتا ہے۔ اور آگے کی طرف کھینچئے تو کھل جاتا ہے ۔ یہ سب شہروں میں ہر ایک دُکان سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ قیمت بھی ارزاں یعنی فی کروشیا دس آنے ہے ۔ تہذیبی بہنوں کو ہمیشہ یہی کروشیا استعمال کرنا چاہئے ۔

راقمہ گ۔ ن کپور تھلہ

آنسوؤں کی مالا

(سلسلے کے لئے دیکھو تہذیب صفحہ ۱۹۱)

سپاہی نے آستین سے آنسو پونچھے۔ اور گھبراہٹ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا۔ کہ چند ہی گھڑی دن رہ گیا تھا۔ منڈیروں پر شام کی مانند دھوپ دکھلائی دیتی تھی۔ اور سامنے ہی کچھ دور مونڈھے پر اس کا لڑکا جھکا ہوا بیٹھا تھا۔ قلم اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور کاپی اس کے گھٹنوں پر رکھی تھی۔ لڑکے کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو کاپی پر گر رہے تھے۔ اُف سپاہی اور اس کی ماں کو دہیان نہ تھا۔ کہ یہ ساری داستان چُپ بیٹھا ہوا سُن رہا تھا۔

(۴)

سپاہی کو علی گڑھ آئے چھ سات دن ہو چکے تھے۔ وہ اپنے لڑکے کو مدرسے میں بھرتی کرانے لایا تھا۔ اس کی چھٹی میں اب بہت تھوڑے دن رہ گئے تھے۔ اس کی ماں کی تندرستی بہت کچھ بحال ہو چکی تھی۔ لیکن اس نے سوچا تھا۔ کہ بوڑھے پکے پان ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کا کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ اسے یکایک خیال ہوا۔ کہ وہ لڑکے کو علی گڑھ کے مدرسے میں بھرتی کرآئے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ فوراً روانہ ہو گیا۔ اسکول کے کھلنے میں ابھی چند دن باقی تھے۔ لیکن اس نے لڑکے کی چھ مہینے کی فیس اور ضروری اخراجات داخل کر دئے۔ روانگی میں اس نے اس قدر جلدی کی کہ گھر سے وہ لڑکے کے لئے کپڑوں اور ضروری چیزوں کا کوئی انتظام ساتھ کر کے نہ لایا۔ اور ان سب کی فراہمی علی گڑھ ہی کے لئے ملتوی کر دی۔ یہاں آکر اس نے ہر قسم کا سامان افراط سے خریدا۔ کپڑوں کے دو ٹرنک بھر دئے۔ کمرے کی کرسیاں۔ میزیں۔ چینی اور تانبے کے برتن۔ جوتے موزے۔ لکھنے پڑھنے کا سامان۔ کمرے کے لئے لیمپ۔ ایک ٹائم پیس۔ چند تصویریں۔ فرش پردے غرض سب چیزیں جو علی گڑھ کی طالب علمی زندگی کے لئے ضروری ہو سکتی ہیں۔ بہم پہنچا دیں۔

کل کی گاڑی سے اس کا روانہ ہونے کا ارادہ تھا۔ شام کا وقت تھا۔ وہ اور اس کا لڑکا کمرے کے برآمدے میں کرسیوں پر بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے۔ سپاہی کہہ رہا تھا۔ تمہارا یہاں ایسا جی لگے گا۔ کہ گھر کبھی یاد نہ آئے گا۔ مگر دیکھو۔ جس کام کے لئے آئے ہو۔ اسے نہ بھول جانا۔ جو کچھ میں نے کمایا ہے۔ تمہارے پڑھانے میں لگانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور جب تم پاس ہو جاؤ گے۔ تو تمہارے لئے میں ایک ہاتھ کی گھڑی انعام میں بھیجوں گا۔ میں نے تمہارے ماسٹروں سے مل کر کہدیا ہے۔ وہ سب تمہارا بہت خیال رکھیں گے۔ انہیں تم میری جگہ سمجھنا۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ میں تمہیں بہت جلد جلد خط لکھتا رہوں گا۔ اور دیکھو اپنی اماں کو اور مجھے ہر اتوار کو خط لکھ دیا کرنا۔ اس معمول کو مت چھوڑنا۔ تم اماں سے پکا وعدہ کر آئے ہو۔ اور ہاں اماں نے چلتے ہوئے تمہارے کان میں کیا کہا تھا

جس پر تم خوب ہنسے تھے ؟

لڑکا بولا۔" اماں نے کہا تھا۔ ننھے علی گڑھ سے جب تُو لوٹ کر آئے۔ تو میرے سامنے کوٹ پتلون اور ٹوپ لگا کر مت آئیو۔

سپاہی یہ سن کر ہنسنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ بات تو ٹھیک کہی تھی۔

کھانا کھا کر رات کو نو دس بجے باپ اور بیٹا چارپائیوں پر لیٹ کر سو رہے۔ یکایک سپاہی کی آنکھ لڑکے کے پکارنے سے کھلی۔ اس نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ لڑکے نے کہا۔ ابا کچھ دیر سے میری آنکھ کھلی۔ تو میرے پیٹ میں درد تھا۔ پاخانے گیا۔ تو دست آیا۔ اور اب بڑے زور سے قے ہوئی۔ سر چکرا رہا ہے۔ اور مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ سپاہی آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا اس نے کہا۔ دن میں کچھ مٹھائی کھائی۔ پھر کھانا وقت کھایا۔ بازار میں دیر ہو گئی تھی۔ کچھ حرج نہیں۔ جی ہلکا ہو گیا۔ صبح دوا پی لینا۔

یہ باتیں کر ہی رہا تھا۔ کہ لڑکے کو ایک دوسری قے آئی۔ سپاہی کا ماتھا ٹھنکا۔ اور سراسیمہ وار بورڈنگ کے ماسٹر کو بلا کر لایا۔ دست اور قے کا تانتا بندھ گیا۔ کچھ دیر میں کالج کے ڈاکٹر اور حکیم بھی آ گئے۔ معلوم ہوا۔ کہ اس زمانے میں بیماری کا شہر میں بھی آغاز تھا۔ لڑکے کو ہیضہ ہوا۔ سپاہی کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ لڑکے کی بےکلی اور پیاس کی تکلیف آنکھوں سے دیکھی نہ جا سکتی تھی۔ اس وقت اس کے دل میں مایوسی اور امید کی وہ عظیم الشان جنگ ہو رہی تھی۔ جو دنیا میں ہمیشہ جاری رہے گی۔ حالت ردی ہو چلی تھی۔ سپاہی نہیں جانتا تھا۔ کہ اس وقت اس کی کیا کیفیت تھی۔ دنیا میں کوئی قلم یا زبان ہے۔ جو اس ہیجان و تلاطم کو بیان کر سکے۔ جو ایسے وقت انسان کے قلب اور دماغ میں ہوتا ہے؟ دن کے گیارہ بجے یکایک مریض کی حالت کچھ سنبھلی۔ اور سپاہی کی تاریک دنیا میں امید کی کرنیں چمکیں۔ لڑکے نے باپ سے کہا۔ اب میری طبیعت اچھی ہے۔ صرف کمزوری ہے۔ اور سونے کو جی چاہتا ہے۔ ڈاکٹر نے سپاہی سے امید افزا گفتگو کی۔ اور کہا۔ کہ خطرہ گزر گیا ہے۔ سپاہی کے چہرہ پر خوشی اور مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ اور اس نے ایک زور کا لمبا سانس لیا۔ اور کہا۔ "خدایا تیرا شکر ہے"!

(۵)

دن کے دو بجے لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ اُف فریب ہستی وہ مریض کا سنبھالا تھا۔ اور بجھنے والی شمع کا آخیر شعلہ۔ جس وقت سپاہی امید کی آخری جھلک پا کر ہنس رہا تھا۔ تو قضا و قدر اس پر ہنس رہے تھے۔ . . . . . اب جنازہ تیار تھا۔ اور کمرہ اسی طرح عُریاں۔ جیسا سپاہی اور اس کے لڑکے نے پہلے دن آ کر پایا تھا۔ سپاہی اپنے ہاتھوں سے ایک ایک چیز خیرات کر چکا تھا۔ کپڑے برتن۔ کرسیاں۔ تصویریں۔ لیمپ غرض کوئی چیز باقی نہ تھی۔ ہاں اس کا لڑکا سامنے لیٹا ہوا

تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ بے شک وہ بول اُٹھے گا۔ لوگ اس کو اُٹھا کر لے چلے۔ . . . . اس جگہ لے کر آئے جو اس کے آرام کے لئے تیار ہو چکی تھی۔ . . . . راستے بھر سپاہی کی آنکھوں سے کسی نے آنسو بہتے نہیں دیکھے۔ وہ نہایت خاموش سب کے ساتھ آیا تھا۔ لوگ اسے سمجھاتے آ رہے تھے۔ مگر وہ کسی سے کچھ نہیں کہتا تھا۔

جس وقت چاند زمین میں چھپا دیا گیا جس وقت لوگ کھڑے ہو کر مغفرت کی دعا مانگ رہے تھے۔ یکایک سب کی توجہ ایک دل ہلا دینے والی آواز کی طرف لگ گئی۔ سپاہی بول رہا تھا۔ اس کے آنسوؤں کا سوت پھوٹ نکلا تھا۔ جو کبھی نہ تھمے گا "ہاں ہمیشہ کے لئے اطمینان ہو گیا۔ . . . . اب مجھے ہر وقت معلوم رہے گا۔ کہ میرا لڑکا میرے پیچھے آوارہ و پریشان نہیں پھر رہا ہے۔ وہ اپنی ماں کی گود میں ہے جسے وہ سب سے پیارا تھا۔ لڑائی کے میدان میں میں نے ہزار ہا نوجوان خاک و خون میں ملتے دیکھے۔ . . . . ابھی اس کی عمر نہ تھی۔ . . . . ہاں میرے ہاتھوں پر خون کے دھبے تھے۔ . . . . قدرت نے مجھ سے بڑی قربانی مانگی۔ میں پھر میدان جنگ میں جاؤں گا۔ ضرور جاؤں گا۔ لیکن یقین ہے کہ پورے اطمینان کے بعد . . . . اپنی ماں کو رخصت کر کے۔ تاکہ وہ مجھے گود میں لینے کو تیار رہے۔ پھر گولی کے لئے اپنا سینہ پیش کروں گا"۔

لوگ دوڑے۔ سپاہی گر پڑا تھا۔ ہاں وہ غش کھا کر اپنے لڑکے کی قبر کے سرہانے گرا تھا۔ اسی چارپائی پر اُٹھا کر لے گئے۔ جس پر اس کے لڑکے کو لائے تھے۔

امۃ الوحی۔ بجنور۔ از رسالہ پرچم

رمضان

فدیہ۔ سحری کا وقت

ان دنوں کئی بیبیوں نے مجھ سے دو مسئلے دریافت کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی بی بی کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہو۔ یا جو دودھ پلاتی ہوں۔ ان کے باب میں روزے کا کیا حکم ہے۔ آیا وہ روزہ رکھیں یا نہ رکھیں۔ اور نہ رکھیں۔ تو کیا وہ بعد میں قضا روزے رکھیں؟

دوسرا سوال یہ پوچھا ہے۔ کہ سحری کھانے کا وقت کب تک رہتا ہے۔

چونکہ یہ دونو مسئلے ایسے ہیں۔ جن کے دریافت کی شاید بعض دوسری بہنوں کو بھی ضرورت ہو۔ اس لئے میں نے ان بیبیوں کے خطوط کا جواب بذریعہ اخبار دینا مناسب جانا۔ چنانچہ دونوں سوال کا جواب حسب ذیل ہے:۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی بیبیوں کے لئے شریعت کا یہ حکم ہے۔ کہ اگر ان کو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کے باب میں خرابی صحت کا خوف ہو۔ تو وہ روزہ نہ رکھیں۔ بلکہ اس کے عوض وہ ایک مسکین کو ہر روز کھانا کھلا دیا کریں۔

مگر یہ مسئلہ جس طرح میں نے بیان کیا ہے۔ ایسا نہیں۔ کہ سب علماء دین کا اس پر اتفاق ہو۔ بلکہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ بیبیاں اپنے تئیں مثل بیمار کے سمجھیں۔ اور جو حکم بیمار کے لئے ہے۔ وہی ان کے لئے ہے۔ یعنی یہ کہ وہ روزہ نہ رکھیں۔ اور جب روزہ نہ رکھنے کا سبب رفع ہو جائے۔ تو قضا روزے رکھیں۔ ایک دوسرے گروہ علماء کا یہ مذہب ہے۔ کہ ایسی عورتیں چونکہ واقعی بیمار نہیں ہیں۔ اس لئے بیمار کی طرح ان کو قضا کرنا کافی نہیں۔ بلکہ وہ ہر روز فدیہ بھی دیا کریں۔ اور جب روزہ نہ رکھنے کا سبب جاتا رہے۔ تب قضا روزے بھی رکھیں۔

علماء کے تیسرے گروہ کی یہ رائے ہے۔ جن کے امام عبداللہ ابن عباسؓ ہیں۔ کہ ایسی عورتیں ان بڈھے لوگوں کی مانند ہیں۔ جن کو روزہ معاف ہے۔ اور اس کے عوض روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ عورتیں روزہ نہ رکھیں۔ صرف فدیہ دیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنی اُمّ ولد کو ایسی ہی حالت میں روزہ رکھنے سے منع کیا تھا۔ اور یہ کہا۔ کہ ایک مسکین کو صبح و شام کھانا کھلا دیا کرو۔ اور جب حضرت ابن عمرؓ کی بیٹی کے بال بچہ ہونے والا تھا۔ اور انہوں نے اپنے والد سے سوال کیا۔ کہ میں روزہ رمضان رکھوں یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ روزہ نہ رکھو۔ اس کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرو۔

یہ ہی اجازت ان بڈھے مردوں اور عورتوں کے لئے ہے۔ جو بوجہ ضعف روزہ نہ رکھ سکتے ہوں۔ چنانچہ حضرت انسؓ جب بہت بڈھے ہو گئے تھے۔ تو روزہ نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلانے کی بجائے اکٹھے تیس مسکینوں کو ایک دن بلا کر کھانا کھلا دیا تھا۔

سحری کا وقت کب تک رہتا ہے۔ اس کا معلوم کرنا آج کل تو مشکل نہیں۔ کہ افطار و سحری کے اوقات کے نقشے عموماً ہر جگہ ملتے ہیں۔

جناب رسول خدا کے زمانے میں نہ گھڑیاں تھیں۔ نہ یہ نقشے تھے۔ نہ وہ معلومات حاصل تھیں جن کی بنا پر یہ نقشے بنائے جاتے ہیں۔ آپ نے تو یہ سیدھا سادا حکم دیا تھا۔ کہ صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے سحری کھا سکتے ہو۔ جو احادیث اس بارہ میں آئی ہیں۔ ان سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ جناب پیغمبر صاحب بہت سویرے سحری کھانا پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ شام کے وقت روزے کی افطاری میں جلدی کرنا۔ اور صبح کو سحری کھانے میں دیر کرنا پسند فرماتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ سحری کھانا اس وقت تک جائز سمجھا جاتا تھا۔ جب تک رات کا اندھیرا باقی رہتا تھا۔ رات کی تاریکی دور ہو کر صاف روشنی نمودار ہو جاتی تھی۔ تو سحری کا وقت ختم ہو جاتا تھا۔ زید ابن ثابت سے روایت ہے۔ کہ ہم نے

رسول اللہ صلعم کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر اس کے بعد فجر کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ زید سے پوچھا گیا۔ کہ سحری اور نماز کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے کہا۔ اتنی دیر جتنی دیر میں پچاس آیتیں پڑھی جائیں۔ یعنی جتنی دیر میں سات دفعہ سورۂ الحمد پڑھی جائے۔

پس نماز فجر سے پندرہ بیس منٹ پہلے تک سحری کھانے کا وقت ہے۔

خاکسار سید ممتاز علی

رمضان المبارک

خدا کا فضل بن کر ابر رحمت نے کیا سایہ۔
دعاؤں کا شجر پھر اک برس کے بعد پھل لایا
مقدر نے بھلائی کی۔ نہایت لطف فرمایا۔
کہ زندوں کے لئے دنیا میں پھر ماہ صیام آیا
نصیبے کی طرح بیدار دن۔ بیدار راتیں ہیں۔
سعادت یار دن ہیں۔ اور پُر انوار راتیں ہیں۔
خدا کا شکر ہے۔ آیا مہینہ خیر و برکت کا۔
مسلمانوں پہ دروازہ کھلا ایوانِ نعمت کا۔
ہوا شاداب پھر یکبار گی گلشن شریعت کا
بہار آئی۔ کہ تختہ کھل گیا گلزار جنت کا۔
یہ روزوں کا مہینہ سال بھر رستہ دکھاتا ہے۔
جب آتا ہے۔ تو پھر ہر ایک نعمت ساتھ لاتا ہے
یہ پچھلی رات کا اُٹھنا نرالی شان رکھتا ہے
ہزاروں نعمتیں ہر طرح کے سامان رکھتا ہے۔
یہ وقت اور یہ سماں اللہ کا عرفان رکھتا ہے
جو ایسے وقت جاگ اُٹھے بڑا ایمان رکھتا ہے
مبارک ہیں جو بہنیں دین کی شوکت بڑھاتی ہیں
سحر سے بیشتر اُٹھ کر پکاتی اور کھلاتی ہیں۔
اِدھر مشرق سے ظاہر ہو چلے آثار بیداری
زبانوں پر اُدھر تقدیس کے نغمے ہوئے جاری
مساجد میں نماز باجماعت کی ہے تیاری
گھروں پر حمد خالق سے ہے نور معرفت طاری
ہوا صحن مکاں معمور قرآں کی تلاوت سے۔
ہر اک چہرہ ہوا پُر نور ایماں کی حرارت سے۔
مسلماں بیبیوں کا جوش ہمت اداء کیا کہنا
ریاضت حسن تھی۔ اس پر عبادت بن گئی گہنا
یہ روزے یعنی دن بھر اشتہا و تشنگی سہنا۔
بدستور اپنے اپنے کام دھندوں میں لگے رہنا
کمال ضبط دکھلانا سحر سے تا بہ افطاری
یہی وہ ہستیاں ہیں۔ جن سے زندہ ہے نکوکاری
ہوئی گہری اُدھر مغرب میں رنگت سرخ چادر کی
اِدھر مسجد سے گونج اُٹھی صدا اللہ اکبر کی۔
کوئی دیکھے تو اس عالم میں رونق آکے گھر گھر کی
خدا کے فضل سے موجود ہے نعمت جہاں بھر کی
مسلمانوں کی بستی ایک دُنیائے مسرت ہے۔
کسی نے سچ کہا ہے واقعی افطار جنت ہے۔

ابوالاثر حفیظ جالندھری

محفل تہذیب

جناب مینیجر صاحب قبلہ۔ تسلیم + مجھے ز۔ خ۔ ش صاحبہ مرحومہ کی چند نظمیں مطلوب ہیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔ امید ہے۔ کہ کوئی تہذیبی بہن بذریعہ اخبار یا براہ راست روانہ کر کے مشکور و ممنون فرمائیں گی۔ "موصل کا تیل" "آئینہ ملت" "عید قرباں" کیا اچھا ہوتا۔ کہ آپ محترمہ کی تمام متفرق نظمیں ایک مجموعہ کی صورت میں چھاپ کر ان کے فیض سے تہذیبی بہنوں کو مستفید کرتے۔ کہ پڑھنے والوں اور پڑھنے والیوں کے دل میں مرحومہ کی یاد تازہ رہتی۔ اور وہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتیں + خاکسار مریم

مینیجر۔ جو چیز مجھے دی ہی نہ جائے۔ اسے میں کس طرح چھاپوں؟ مرحومہ کی کُل نظموں کے دینے کا مجھ سے وعدہ ضرور کیا گیا تھا۔ مگر بعد میں اس وعدہ کا ایفا شاید ضروری نہیں سمجھا گیا +

محترم جناب مولوی صاحب۔ تسلیم + میری بچی نورچشمی شوکت النساء سلمہا۔ بتاریخ ۸ رجب مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء پیدا ہوئی تھی۔ اس کی سالگرہ کی خوشی میں مبلغ نو روپے کی حقیر رقم ارسال خدمت ہے۔ جس میں سے مبلغ پانچ روپے تہذیب فنڈ اور باقی رقم کسی اور کار خیر میں داخل کر کے ممنون فرمائیں + آپ سے اور کل تہذیبی بہنوں سے التجا ہے۔ کہ عزیزہ موصوفہ کی درازی عمر کے لئے دعا کریں +

اہلیہ سید محمد مجتبیٰ مصنف مظفر پور

جناب اڈیٹر صاحبہ محترمہ۔ السلام علیکم + ۲۲ جنوری کے تہذیب میں محترمہ آرجے صاحبہ کا نسخہ مریض کے متعلق نظر سے گزرا۔ میں بہن صاحبہ کی مہربانی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں + لکھنے والی مہربان بہن از راہ ہمدردی اتنی اور تسلی فرمائیں۔ کہ کیا ایسے گرم و صفراوی مزاج والے مریض کے واسطے بیسن کی روٹی کھانا مفید ہو گا؟

نیز قبلہ مولوی صاحب اور تہذیبی بہنوں سے التجا ہے۔ کہ از راہ کرم مریض کی صحت یابی کے لئے بعد از نماز دعا کریں۔ کہ شافی مطلق جلد از جلد صحت کلی عطا فرمائے۔ آمین! چار روپے کی حقیر رقم ارسال ہے۔ دو روپے تہذیب فنڈ میں۔ اور دو تہذیب مورخہ ۲۹ جنوری کے مریض مبتلائے جذام کو پہنچا دیجئے + والسلام

راقمہ ز۔ ب غلزئی منزل۔ ٹالیاں شاہاں راولپنڈی

جناب مینیجر صاحب۔ تسلیم + میں نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میری خالہ جان نور جہاں بیگم بنت خاں صاحب محمد خاں ہیڈ ماسٹر مرحوم کی شادی خیر و خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچ۔۔۔

ایک روپے کی حقیر رقم بھیجتی ہوں - آپ تہذیبی فنڈ میں داخل کردیں + والسلام + جمیلہ خاتون ستار منزل رائے پور

قبلہ و کعبہ جناب مولوی صاحب مدظلہٗ - آداب بہت رنج و افسوس کے ساتھ عرض پرداز ہوں کہ میرے پیارے دادا صاحب فدا علی خاں نے ۵ مارچ کو تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں مرض اسہال سے بمقام ریاست رامپور انتقال کیا۔ مرحوم ایک فرشتہ صفت بزرگ تھے - ان کے بعد ہمارے خاندان میں اب کوئی بڑا بوڑھا نہیں رہا + غمگین بانو بنت تہور علی خاں - لاہور

مجھے نعتیہ کتاب موج کوثر کی ضرورت ہے - اگر کسی بہن کو اس کے ملنے کا پتہ اور قیمت معلوم ہو - تو ازراہ عنایت مطلع فرمائیں - بے حد مشکور ہوں گی + نیز کسی بہن کے پاس یہ نظم ہو - جس کا ایک شعر یہ ہے :-

سُن اے باد صبا تو جانبِ طیبہ اگر گزرے
تو جا کر تھامنا بابِ حریم خاص کے پردے

تو تہذیب نسواں میں یا مجھے بھیج کر شکر گزاری کا موقع دیں + میرا پتہ یہ ہے :-

حیدرآباد دکن - امید منزل - عابدہ خاتون

جناب اڈیٹر صاحبہ - السلام علیکم + مجھے لکڑی کے ان چھاپوں کی ضرورت ہے - جو بھوپال میں اکثر بنئیں چھبیس کی ململ کے باریک دوپٹوں پر ہلکا نیم رنگ کرکے یا سفید ہی دوپٹوں پر چھاپتی ہیں۔ یہ چھاپا چھوٹا سا ہوتا ہے - جس سے نہایت چھوٹی چھوٹی پھول پتیاں چھپتی ہیں + پیاری بہنوں سے التماس ہے - کہ براہ کرم کسی ایسی دکان کا پتہ بتلائیں - جہاں سے یہ چھاپے دستیاب ہوتے ہوں - اور براہ راست منگوائے جا سکیں شکرگزار ہوں گی + ایک ضرورت مند

ایسا دہی جمانے کی ترکیب مطلوب ہے - جس میں جمنے کے بعد پانی قطعاً نہ چھوٹے +

کسی بہن کے پاس ۲۰ نومبر ۱۹۲۶ء کا تہذیب زائد ہو - تو وہ ازراہ کرم پتہ ذیل پر روانہ فرما کر مشکور فرمائیں + ذکیہ خاتون - عزیز منزل مالیرکوٹلہ

یہ مضامین درج کئے جائیں گے :-

ناک — زبیدہ خانم

سود و زکوٰۃ پر کچھ اُذر — آر کے

یہ مضامین درج نہ ہوں گے :-

میرا دلی شوق - حفظ صحت کے متعلق چند ضروری ہدایات تعلیم نسواں اشعار - گڑ کی بات - دستکاری کے متعلق چند تجاویز - مدرسہ نسوانیہ برکات سلطانیہ اجمیر - خانہ داری بے کار بہت ہیں - کتابت آسانی - سُنہری اُون +

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

امریکہ میں خانہ داری

پچیس سال ہونے آئے۔ امریکہ میں ایک بہت بڑا صنعتی انقلاب شروع ہوا تھا۔ جس نے تمام ملک کی معاشرت پر بڑا اثر ڈالا تھا۔ صنعتی ترقی کے ساتھ جب ملک کو معقول مالی فائدہ حاصل ہونے لگا۔ تو بڑے بڑے کارخانے کھل گئے۔ اور کارخانے کے مالکوں نے مزدوروں کو بھی زیادہ اُجرتیں دینی شروع کر دیں۔ معقول مزدوری کے خیال سے آبادی کے کثیر حصے نے کارخانوں میں ملازمت کر لی۔ لڑکیاں اور عورتیں تک گھروں سے نکل کر کارخانوں میں چلی گئیں۔ تمول کی افراط اور بے کاری کی قلت ہو گئی۔ جیبیں زرپوں سے پُر تھیں۔ لیکن خدمت گار عنقا ہو چکے تھے۔ ادھر کارخانوں کی ملازمت کے باعث خود عورتوں کو اپنے خانہ داری کے فرائض ادا کرنے کے لئے پہلے کی طرح زیادہ وقت میسر نہ تھا۔ چنانچہ ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ کسی طرح خانہ داری کے فرائض بہت کم وقت میں بطریق احسن سرانجام ہو جایا کریں۔ اس صورت حالات میں امریکن عورتوں نے امور خانہ داری میں جو ترقی کی۔ اور جس طرح اسے ایک جدید فن بنا دیا۔ اس کا مفصل حال مسز کرسٹین فریڈرک نے کنگز کالج لندن میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا۔

انہوں نے کہا۔ امریکن عورت نے خانہ داری میں سائنس سے امداد حاصل کرنی شروع کی۔ اور پانچ طریقوں سے اس بار گراں کو ہلکا بنانا شروع کر دیا۔

سب سے پہلے انہوں نے بجلی سے فائدہ اُٹھایا۔ امریکہ میں وہ دن گزر گئے۔ جب سگھڑ بیویاں صبح سویرے اُٹھ کر پانچ چھ لیمپوں کی چمنیاں صاف کرتیں۔ اور ان کی بتیاں تراشا کرتی تھیں۔ وہ دن بھی جا چکے۔ جب انگیٹھیوں میں سے راکھ نکالی جایا کرتی تھی۔ اور کیتلیوں میں پانی گرم ہوتا تھا۔ اور ہر غسل خانے میں گرم پانی پہنچایا جاتا تھا۔ اب ان تمام ضرورتوں کو بجلی پورا کرتی ہے۔ ہر ایسے گھر میں جہاں مصروفیت زیادہ رہتی ہے۔ بجلی لگی ہے۔ جس سے روشنی ہوتی ہے۔ کمرے گرم کئے جاتے ہیں۔ اور پانی گرم کیا جاتا ہے۔ خود میرے گھر میں بجلی کا انتظام ہے۔ اور اس سے کام لینے میں ہر روز چوبیس گھنٹے میں میرے پینتالیس منٹ صرف ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ تمام کام جن کے سرانجام دینے میں بیویوں کا

ساٹھ فی صدی وقت صرف ہوتا تھا۔ اب بڑی آسانی سے بہت جلد ختم ہو جاتا ہے ٭

دوسرا کام جس میں بہت زیادہ وقت صرف ہوتا۔ اور جس سے صحت کو طرح طرح کے نقصان پہنچا کرتے تھے۔ گھر کی صفائی تھا۔ مکان کے فرش کو اور قالینوں کو جب صاف کیا جاتا تھا۔ تو گرد و غبار کا ایک بادل اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ جس میں طرح طرح کے زندہ جراثیم اڑتے۔ گھر کے لوگوں کے سانس میں جاتے اور انہیں بیمار ڈال دیتے تھے ٭ اس کام کے لئے ایسے آلے ایجاد کئے گئے ہیں۔ جن کے استعمال سے کم محنت اور کم وقت صرف ہوتا ہے۔ اور نتائج خاطر خواہ نکلتے ہیں ٭ ایک آلے کا نام "ویکوم کلینر" ہے۔ اس آلہ کے ایک حصے میں خلا ہوتا ہے ٭ جس گرد آلود چیز پر آلہ استعمال کیا جائے۔ یہ اس کی ساری گرد کو کھینچ کر اس خلا میں جمع کر دیتا ہے ٭ یہ آلہ ہے تو مفید۔ مگر اس کی قیمت زیادہ ہے۔ اور ہر عورت اسے نہیں خرید سکتی۔ لیکن اسی مقصد کے لئے اب ایک سستی چیز عام ہو گئی ہے۔ یہ ایک خاص طرح کی جھاڑنیں ہیں۔ ان میں بعض ایسی ادویات رچائی جاتی ہیں۔ جو گرد کو اڑنے نہیں دیتیں۔ بلکہ جذب کر لیتی ہیں ٭

اسی طرح برتن صاف کرنے کے لئے ایسے چھ نچے ایجاد ہو گئے ہیں۔ جن میں برتن دھل دھلا کر خود صاف ہو جاتے ہیں ٭ ایسے خاندان کے لئے جس میں دو تین لوگ ہوں۔ مناسب چھ نچہ پچیس چھبیس روپے میں مل جاتا ہے ٭ کپڑے دھونے کے لئے مختلف مشینیں بن گئی ہیں جتنے کپڑے دھونے کے لئے پہلے چار گھنٹے کی محنت صرف ہوتی تھی۔ اب ڈیڑھ گھنٹے میں خوب اچھی طرح دھل دھلا کر اجلے نکل آتے ہیں ٭

تیسرے امریکن عورتوں نے غذا کا معقول علم حاصل کر کے کھانا پکانے کی محنت کو بہت کم کر لیا ہے ٭ کھانا تیار کرنے میں سب سے اہم بات یہ ہے۔ کہ پکانے والی کو واضح طور پر معلوم ہو۔ کہ کس غذا میں کتنی غذائیت ہے ٭ مردوں میں مدت سے یہ خیال عام ہو چکا ہے۔ کہ جب تک دستر خوان پر چار پانچ قسم کے کھانے نہ آئیں اور انہیں خوب ڈٹ کر نہ کھایا جائے جسم کی نشو و نما نہیں ہو سکتی ٭ یہ خیال غلط ہے جسمانی نشو و نما کا انحصار طرح طرح کے کھانوں اور ان کی مقدار پر نہیں۔ بلکہ اس امر پر ہے۔ کہ کھانوں میں غذائیت کتنی ہے ٭ اکثر اوقات درجن بھر کھانے اتنا فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ جتنا ایک تھوڑی سی سیدھی سادی غذا پہنچاتی ہے۔ چنانچہ گھنٹوں تک سر چولھے میں دینے سے فائدہ نہیں ہو سکتا ٭ مناسب یہ ہے۔ کہ غذا کے متعلق صحیح علم حاصل کر کے۔ اور پھر ان کے ذائقے اور ایک دوسرے سے ان کی مطابقت کا خیال رکھ کر ان کی خریداری کی جائے ٭ چنانچہ ہر امریکن یونیورسٹی میں "خانگی اقتصادیات" کے نام

سے لڑکیوں کو اس علم کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں ÷

چوتھے امریکن عورتوں نے نئے وضع کے ایسے باورچی خانے بنوائے۔ جن میں تمام ضروری چیزیں ایسے سلیقے سے رکھی جاسکتی ہیں۔ کہ ان کو استعمال کرنے میں بہت کم وقت صرف ہوتا ہے ÷

ہمارے باورچی خانے پہلے اس وضع کے بنائے جاتے تھے۔ کہ ایک دیوار کے ساتھ تو چولھے ہوتے تھے۔ دوسری دیوار کے ساتھ میز رکھی جاتی تھی۔ جس پر بیوی آٹا گوندھنے کا اور دوسرا کام کرتی تھی۔ اور تیسری دیوار کے ساتھ چہ بچہ ہوتا تھا۔ جس میں برتن دھوئے جاتے تھے ÷ اس ترتیب میں بڑا نقص یہ تھا کہ بہت سا وقت ایک میز سے دوسری میز تک جانے میں صرف ہو جاتا تھا۔ کام کم ہوتا تھا۔ اور الجھن زیادہ۔ اس کے علاوہ کھانا کھانے کا کمرہ باورچی خانے سے اتنی دور ہوتا تھا کہ کھانا لے جانے اور جھوٹے برتن لانے میں بھی بہت وقت اکارت جاتا تھا ÷ اب جدید باورچی خانوں میں یہ انتظام رکھا گیا ہے۔ کہ ایک طرف تو میز پر چولھے بنا دئے جاتے ہیں۔ اور اسی پر اتنی جگہ رکھی جاتی ہے۔ کہ بیوی پکانے ریندھنے کا کام بھی یہیں کر سکے ÷ دوسری طرف چہ بچہ رکھا جاتا ہے۔ اور بیچ میں کھانا کھانے کے کمرے میں جانے کا راستہ ہوتا ہے ÷ اس صورت میں چیزیں اٹھانے اور رکھنے کے لئے صرف مڑ جانے کی ضرورت ہوتی ہے ÷ گھر کے لوگ جس کمرے میں روزمرہ کھانا کھاتے ہیں۔ وہ باورچی خانے کے ساتھ ہی بنایا جاتا ہے۔ البتہ ضیافتوں کے موقع پر جس کمرے میں کھانا کھلاتے ہیں۔ وہ ذرا فاصلے پر ہوتا ہے ÷

پانچویں تمام مکانوں کی تعمیر میں اس امر کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ کہ وہ حفظان صحت کے اعتبار سے مناسب اور ایسے ہوں۔ جن کے انتظام اور صفائی میں زیادہ وقت صرف نہ ہو ÷ دیواروں اور فرش پر ایسے مصالحے استعمال کئے جاتے ہیں۔ کہ ان کی صفائی بہت آسانی سے ہو جاتی ہے ÷

مسز فریڈرک نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے۔ کہ عورت صحیح نقطۂ نظر اور مناسب رویہ سے امور خانہ داری میں مصروف ہو۔ اسے ایک مستقل فن بنا لے۔ اور فخر و ناز سے اپنے فرائض سرانجام دے ÷ مرد خانہ داری کے تمام کاموں سے بیگانہ ہو گئے ہیں۔ ان کی مصروفیتیں ان کو کسی طرح عورت کا ہاتھ بٹانے کی مہلت نہیں دیتیں۔ چنانچہ عورت کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ان کاموں میں زیادہ قابلیت بہم پہنچائے۔ اور سائنس کی امداد سے کم سے کم وقت اور محنت صرف کر کے تمام کام سرانجام دے سکے ÷ اسی طرح وہ اپنے گھر کو رہنے کے قابل اور اپنی ذات کو خاندان اور دنیا کے لئے زیادہ مفید و کارآمد بنا سکتی ہے ÷

÷

ط ا ء

ملکہ معظمہ ایک کارخانے میں

۱۸ فروری کو علیا حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کے ایک مشہور کارخانے میں جو دُھلائی اور رنگریزی کا کام کرتا ہے - معائنہ کی غرض سے تشریف لے گئیں - اور وہاں کی سیر سے بہت لطف اندوز ہوئیں - کارخانے کے اس حصے کی جہاں قالین دھوئے اور رنگے جاتے ہیں - انہوں نے بڑے شوق سے سیر کی - اور ایک جگہ اپنے محل کے قالینوں کو پہچان کر بڑی خوش ہوئیں + یہ قالین انہوں نے خود دھلوانے اور نئے سرے سے رنگوانے کو اس کارخانے میں بھیجے تھے +

ملکہ معظمہ کو قالینوں میں نیلا رنگ زیادہ مرغوب ہے - چنانچہ وہ اکثر محل کے سرخ قالین اس کارخانے میں بھیجتی رہتی ہیں - کہ انہیں صاف کر کے نیلا رنگ دیدیا جائے +

ملکہ معظمہ نے پہلی مرتبہ دھلائی اور رنگریزی کا کارخانہ دیکھا تھا - چنانچہ جن تراکیب سے وہاں کام لیا جاتا ہے - ان کے متعلق طرح طرح کے سوالات کرتی اور ان کے طریق کار کو سمجھتی رہیں + قالینوں میں سے گرد و غبار نکالنے کے لئے طرح طرح کی پیچیدہ مشینوں سے کام لیا جاتا ہے - ملکہ معظمہ نے بڑے شوق سے ان مشینوں کو کام کرتے دیکھا - پھر ان بڑے حوضوں کا معائنہ کیا جن میں رنگ پڑا رہتا ہے - اور جن میں قالین رنگے جاتے ہیں +

ایک لڑکی لیس دار پردوں کی مرمت کر رہی تھی - اس سے آپ نے دریافت کیا کہ "تم لوگوں کا کام بہت محنت طلب ہے"؟ اور اس کے بعد تھوڑی دیر تک اس لڑکی سے گفتگو کرتی رہیں اور لڑکی ملکہ کو سمجھاتی رہی - کہ وہ سوئی سے کس طرح کام کرتی ہے +

اسی کارخانے میں پرانی ٹوپیوں اور پرانے دستانوں کی مرمت کر کے انہیں نیا بنا دیا جاتا ہے - ملکہ معظمہ نے اس شعبے کے کاموں کو بھی بڑی توجہ سے دیکھا - اور جو جو کام ہو رہے تھے - ان کو بڑے شوق سے سمجھتی رہیں +

دولت کی افراط

امریکہ سب سے زیادہ دولت مند ملک ہے - اور اس کے شہروں میں سب سے زیادہ دولت مند شہر نیویارک ہے + یہاں ایک خاص محلہ ایونیو ہے - جس میں امریکن کروڑپتی رہتے ہیں - ان کے ساٹھ ساٹھ منزلہ محلات اور عظیم الشان دکانیں ہیں + اس محلے کی عورتیں تقریباً چالیس ہزار پونڈ روزانہ اپنے لباس پر صرف کرتی ہیں - اور سال بھر کے خرچ کا اندازہ ایک کروڑ چالیس لاکھ پونڈ کیا گیا ہے + یہاں کی ہر شوقین لڑکی پانچ ہزار پونڈ سالانہ اپنی ذات پر صرف کرتی ہے - ڈھائی ہزار پونڈ کی رقم صرف پھولوں پر صرف ہوتی ہے + تماشا گاہوں اور ناچ گھروں کا خرچ دس لاکھ پونڈ سالانہ کے قریب ہے +

خبریں اور نوٹ

قسطنطنیہ ۸ مارچ۔ ترکی کے وزیر تعلیم نے حکم صادر کیا ہے۔ کہ تمام ایسے مدرسین یا اُستانیاں جو لاولد ہوں۔ کسی نوزائیدہ بچے کو جس کی سرپرستی اور حفاظت ضروری ہو۔ متبنّے بنالیں۔ جن مدرسین کے وسائل نہ ہوں۔ ان کو انجمن حمایت اطفال مدد دے گی۔ اور جن مدرسین نے کسی بچے کو متبنّے نہ بنایا ہو۔ وہ اس انجمن کو لکھیں۔ انجمن مذکور ان کے لئے بچہ مہیا کرے گی۔

چین اور برطانیہ میں برطانی بستی کیوکیانگ کے متعلق جو عہدنامہ ہوا ہے۔ اس پر ملک معظم کی حکومت نے دستخط کر دئے۔ لندن اس عہدنامے کی شرطوں کا اعلان کر دیا گیا۔ ان کی رو سے انگریزوں نے غیر مشروط طور پر کیوکیانگ کی برطانی بستی کا انتظام حکومت کینٹن (چین کی قوم پرست گورنمنٹ) کے حوالے کر دیا۔ اور میونسپلٹی کے متعلق برطانی قوانین منسوخ کر دئے گئے۔ ۱۵ مارچ سے حکومت کینٹن تمام انتظام اپنے ہاتھ میں لے گی۔ اور کیوکیانگ کی حیثیت ایک ایسی بندرگاہ کی سی رہ جائے گی۔ جہاں برطانیہ کو معمولی سے حقوق حاصل ہوں۔

خبر ہے۔ کہ حکومت کینٹن نے ۴۰ ہزار ڈالر کا ایک، چیک فسادات کیوکیانگ کے برطانی نقصانات کے عوض میں دیا ہے۔

اخبار آبزرور لکھتا ہے۔ کہ معاہدۂ کیوکیانگ کی منظوری کے باوجود نیکستی۔ کیوکیانگ۔ ہنکاؤ اور دوسرے مقامات میں برطانیہ کی مخالفت کا بازار ویسا ہی گرم ہے۔ جیسے پہلے تھا۔ کیوکیانگ کے برطانی باشندے ابھی جہازوں ہی میں رہائش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ بھی ہو رہی ہے۔ نہ مظاہروں اور ہڑتالیوں پر کوئی قیود عائد کی گئیں۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ معاہدہ مذکور بے سود ہے۔ اگر اس سے کچھ فائدہ ہوا ہے۔ تو صرف اتنا۔ کہ ذرا سیاسی کشیدگی کم ہوگئی ہے۔

۸ مارچ کو پیرس میں فرانس کا جدید قانون "تحفظ قومی" کثرت رائے سے منظور ہوگیا۔ اس کی رو سے وہاں کا ہر باشندہ بلا امتیاز مرد و عورت ایام جنگ میں لڑائی یا اس کے متعلق دوسرے کاموں کے لئے مجبور کیا جائے گا۔ اس قانون کی رو سے حکومت کو اختیار حاصل ہوگیا ہے۔ کہ وہ وزیر اعظم کی نگرانی میں ملک کے تمام باشندوں اور ان تمام ذرائع کو استعمال کرے۔ جو قوم و وطن کی حفاظت کے لئے مفید ہوں۔ اور چالیس برس تک کی عمر کا ہر آدمی میدان جنگ میں خدمات انجام دے۔

فرانس کے اس قانون پر بعض اخبارات نے مذاق اُڑایا ہے۔ اور کارٹون شائع کئے ہیں۔ جن میں ماماؤں اور نرسوں کی ایک فوج شیر خوار بچوں کے گہوارے اُٹھاتے ہوئے رنگروٹوں

کی حفاظت میں میدان جنگ کی طرف جارہی ہیں۔ اور عورتیں اپنے جنگی کاموں میں خندقوں کے اندر دکھائی گئی ہیں ؛

ایک اخبار لکھتا ہے۔ کہ مجھے ایک ایسی تجویز سوجھی ہے۔ جس سے جنگ کا قطعی سدباب ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ شہنشاہ۔ والیان ریاست جمہوریتوں کے صدر۔ پارلیمنٹ کے ارکان۔ ماہرین مالیات مدبرین اور اخبار نویس ایک پلٹن کی صورت میں لڑائی کی صف اوّل میں ہوں ؛

فرانسیسی قانون "تحفظ قومی" کی وجہ سے حکومت جرمنی کی حامی جماعتیں یہ کوشش کر رہی ہیں۔ کہ معاہدہ ورسیلز اور دوسرے عہدناموں میں ایسی گنجائش نکالی جائے۔ جس سے جنگی اسلحہ پیدا کئے جائیں۔ اور جرمنی کی قوت بڑھائی جائے ؛

دارالعوام انگلستان میں برطانی فوج کی تعداد ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار منظور ہوئی۔ جس میں ہندوستان بھی شامل ہے۔ اسی لحاظ سے فوج کی تنخواہ بھی منظور کی گئی ؛

لندن میں بے روزگاروں کے لئے ایک مدرسہ کھولا جائے گا۔ جس میں انگریزی۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ ریاضی اور دستکاری سکھانے کا انتظام ہوگا۔ اس مدرسے میں تیس سال تک کی عمر کے کنوارے اور ۲۵ سال تک کی عمر کے شادی شدہ لوگ داخل کئے جائیں گے۔ ان کو صرف دو گھنٹے روزانہ حاضر ہونا پڑے گا۔ صرف ان لوگوں کو جو بلاناغہ پابندی کے ساتھ حاضر ہوا کریں گے۔ امداد دی جائے گی ؛

جنوبی ویلز کے حادثہ میں ہلاک ہونے والے کان کنوں کے بیس تابوت تھے۔ جن میں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ پانچ بینڈ اور ایک لاکھ آٹھ ہزار آدمی جنازے کے ساتھ تھے ؛

کان کے حادثے کے مصیبت زدوں کی امداد کے لئے سرمایہ جمع کیا جارہا ہے۔ اب تک ۲۲ ہزار پونڈ جمع ہو چکے ہیں ؛

مغربی جاپان میں خوفناک زلزلہ آیا۔ جس سے ہزاروں مکانات گر گئے۔ اور سڑکوں میں شگاف پڑ گئے۔ تقریباً پانچ ہزار انسان ہلاک اور زخمی ہوئے ؛

برلنگٹن میں ڈیڑھ مہینے تک بلجیم اور فینی لینڈ کی مصنوعات کی نمائش ہوئی۔ جہاں بلجیم اور برطانیہ کے صناعوں نے پچھلی پانچ صدیوں کی نادر مصنوعات پیش کیں۔ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ تماشائی نمائش گاہ میں آئے ؛

برطانی ہوائی سروس کے دو افسر لفٹننٹ کار اور لفٹننٹ گلمین آیندہ ماہ مئی میں کرانویل اور لنکن شائر سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوں گے۔ اور دونوں میں سے ہر ایک ۴۸ گھنٹے میں کراچی یا کلکتہ پہنچیں گے۔ جو مقام روانگی سے بالترتیب چار ہزار اور پانچ ہزار میل ہیں ؛

لویریا کے ایک شخص فرینکن برگ کا حال ہی

میں انتقال ہوا ہے - اس کی ایک سو بیس نمبر منگنیاں ہوئیں لیکن ایک مرتبہ بھی شادی نہیں ہوئی +

ملکہ اٹلی کے پاس ایک رومال ہے - جو بہت خوب صورت قیمتی اور تین سو سال کا پُرانا ہے + لیکن اتنا پُرانا ہونے کے باوجود بالکل عمدہ حالت میں ہے + فن زر دوزی کی قدیم یادگار ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت کا اندازہ پچھتر ہزار روپیہ کیا گیا ہے - مگر امریکہ کے دو کروڑ پتیوں نے اس سے دگنی قیمت کو لینا چاہا لیکن نہیں دیا گیا +

ہسپانیہ کے دہقانوں کا عقیدہ ہے - کہ جس پانی میں شادی کی انگوٹھی کو غوطہ دیا جائے - وہ ضعف بصر کے لئے مفید ہے +

۴ مارچ کو دہلی کے سشن جج مسٹر جانسن نے سوامی شردھانند کے قتل کے مقدمے کا فیصلہ سُنا دیا - اور عبدالرشید کو شردھانند کے قتل کا مجرم قرار دے کر اس کے لئے سزائے موت تجویز کی + جج صاحب نے اپنے فیصلے کے دوران میں لکھا ہے - کہ استغاثہ کے چشم دید گواہ دھرم سنگھ کی شہادت بے لاگ ہے - اور استغاثہ کے دوسرے گواہوں کے بیان سے مطابقت رکھتی ہے + ملزم کے وکیل نے استغاثے کی داستان کو جھٹلانے کے لئے کچھ نہیں کہا - صرف ایسے خیال کا اظہار کیا - جیسے پولیس کے انتظار میں ایک خاص قسم کا سین جان بوجھ کر تیار کیا گیا تھا - ملزم کے وکیل کی یہ دلیل ناقابل قبول ہے - اور ملزم کے خلاف زبردست شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے - کہ ملزم کے سوا کسی اور شخص نے مقتول کو قتل نہیں کیا + چار اسیسروں میں سے تین کی رائے ہے - کہ مجرم نے جرم کا ارتکاب کیا - چوتھے کا خیال ہے - کہ ثابت نہیں ہوا + اسیسروں کی اکثریت سے مجھے اتفاق ہے - کہ عبدالرشید نے مقتول پر ضرور گولی چلائی - اور فوراً اسے مار ڈالا +

عبدالرشید کے پاگل ہونے کے متعلق صفائی کی شہادتیں آپس میں مطابقت نہیں رکھتیں - اور کچھ تھوڑا بہت تطابق نظر آتا ہے - تو اس سے کسی معقول شخص کو قائل نہیں کیا جا سکتا + لاہور کے دماغی امراض کے ڈاکٹر کی شہادت قطعی ہے - کہ ملزم مجنون نہیں + دو اسیسروں نے ارتکاب جرم کے وقت ملزم کو صحیح الدماغ ظاہر کیا ہے - تیسرے نے اظہار رائے سے انکار کر دیا ہے + چوتھا یہ تسلیم کرتا ہے - کہ اگر اس نے جرم کا ارتکاب کیا ہوگا - تو وہ اس وقت صحیح الدماغ ہوگا + میں اسیسروں کی اکثریت کے ساتھ متفق ہوں - اور یہ سمجھ کر کہ اس نے جرم کا ارتکاب کیا - اور وہ جرم کے وقت پاگل نہ تھا - جرم زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند کا مجرم قرار دیتا ہوں + چونکہ کسی قسم کے استثناء مداکرنے

والے حالات نہیں۔ اس لئے قتل عمد کا ارتکاب کیا گیا۔ اور نہایت بے رحمی سے ایسے شخص پر کیا گیا جسے ملزم نے تلاش کیا۔ اور بستر علالت پر لیٹے ہوئے نہایت بے چارگی کی حالت میں پایا۔ میں حکم دیتا ہوں۔ کہ عبدالرشید کو گردن کے بل پھانسی کے تختے پر اس وقت تک لٹکایا جائے۔ کہ وہ مر جائے ۔ یہ فیصلہ عدالت العالیہ کی تصدیق کا محتاج ہے ۔

اس فیصلے کے خلاف ملزم عبدالرشید کی طرف سے ہائی کورٹ لاہور میں اپیل کی جائے گی ۔

مسٹر رام نرائن سب جج دہلی کی عدالت سے ۵ اور ۶ مارچ کی درمیانی رات کو مختلف مقدموں کی چار سو مسلیں چوری ہوگئیں ۔ اب تک کوئی چور نہیں پکڑا گیا ۔

۸ مارچ کو رنگون کے ایک بیرسٹر ایس ایس مکرجی انسین جاتے ہوئے ادکن اسٹیشن کے قریب ایک مقامی ٹرین کے نیچے آکر مر گئے ۔

اسمبلی کے بنگالی مسلمان ارکان نے ضلع باریسال میں مسلمانوں پر گولی چلانے کے متعلق سر الگزینڈر مڈیمان وزیر داخلہ سے ملاقات کی۔ اور معاملہ حکومت کے غور کے لئے پیش کیا ۔ وزیر داخلہ نے خوش خلقی سے یقین دلایا۔ کہ ان کی عرضداشت نہایت احتیاط سے غور کیا جائے گا ۔

سشن جج الہ آباد نے ایک ہندوستانی عیسائی عورت پر جائداد حاصل کرنے کے لئے جعلی وصیت نامہ بنانے اور جھوٹی شہادتیں بہم پہنچانے کا جرم عائد کرکے دو سال قید بامشقت کی سزا دی تھی ۔ اب ملزمہ نے عدالت عالیہ میں اپیل کیا ہے۔ سر علی امام بیرو کار ہوں گے ۔

ڈسٹرکٹ جج آگرہ نے کالی چرن مصنف وچتر جیون کی اپیل مسترد کردی۔ اور عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رکھا ۔

اسمبلی کے سابق صدر سر فریڈرک وائٹ ولایت میں ہندوستانی عورتوں کی تعلیم کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں ۔

۱۴ مارچ کو حضور وائسرائے اور لیڈی ارون مع اسٹاف بھوپال پہنچے ۔ ہز ہائنس نواب صاحب بھوپال۔ ایجنٹ گورنر جنرل۔ پولیٹکل ایجنٹ اور سرداران ریاست نے آپ کا خیر مقدم کیا ۔

سکرٹری انجمن تبلیغ احمدیہ آگرے سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ موضع ساندھن کے ۴۸۵ مرتدین دوبارہ مشرف باسلام ہوئے ۔

۱۳ مارچ کو ایک یورپین خاتون مسز براؤن اور ان کی نوجوان لڑکی نے مولوی عبداللہ صاحب سکرٹری انجمن تبلیغ اسلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ۔ خاتون موصوفہ کی عمر ۳۰ سال۔ اور ان کی بیٹی کی عمر ۱۴ سال ہے ۔

حکومت پنجاب نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ یکم مئی ۱۹۲۶ء سے ہوشیار پور میں انٹرمیڈیٹ درجے کا ایک گورنمنٹ کالج کھولا جائے ۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اعلان

این ڈبلیو ریلوے کی مندرجہ ذیل چیزیں جو راٹ آئرن - فولاد - تانبے اور دوسری دھاتوں کی بنی ہیں - اور سکھر اسٹورز ڈپو میں موجود ہیں - ان کی خریداری کے لئے سربمہر ٹنڈر مطلوب ہیں:

۱- متفرق چیزیں لوہے کی - بائیلر کی پلیٹیں - بائیلر کے بیرل بن کٹے - ½ اور اس سے زیادہ کی پلیٹوں کے ٹکڑے - راونڈ آئرن (گول لوہا) فلیٹس - انگل آئرن اور ٹیز کے ٹکڑے - چینل آئرن کے ٹکڑے - چادروں کے ٹکڑے - نالیاں اور جوڑنے کا سامان - گیس ہولڈر - انجن کی چمنیوں کے ڈوم اور ٹانکی - ۲۰ کی لمبائی تک کے گرڈر اینڈز - ٹنڈر اور بمپل کی پلیٹیں - پوری لمبائی کے پائپ - کسٹ بولٹنز (کابلے) رپٹیں - ڈھبریاں وغیرہ - فائر بارز ⅜" سے ۱ قطر تک کی زنجیریں - لوہار کے ذرا یا رہک اور بھاری لوہے کے ٹکڑے - چادریں جن میں سے واشر کٹ چکے ہیں - سائڈ چینس - ریل کے ٹکڑے - ریل کے ٹکڑے مع سی آئی بیس پلیٹوں کے - بیرنگ کی پلیٹیں - ڈاک سپائیکز - ہک اور آئی بولٹنز - نیٹنگ اسٹنڈرڈ اور اسٹفننگ پوسٹس - لمبے گرڈر - انجن کے پہیوں کے ڈھانچے - ٹرالیوں کے پہیے اور دھرے - چونے کی کڑاہیاں - بیلچے - پھاوڑے - اسپینر اور تمٹے - برلیں - زنجیٹ - گرگرے اور رنچ ہتھوڑے - داتنسر (بانک) جیکس اور گراریاں - پک ایکس اور لوہے کے روبار - اینول (نہائی) گاج ریل - کلپس ریل فٹنگ - رکیں بلاسٹ چھینیاں وغیرہ ۞

اسکریپ فولاد اور لوہا ملا جلا - پوری لمبائی کی پلیٹیں اور چھوٹے ٹکڑے - اسکریپ پی - وے کنیر - اسکریپ بفرز - اسکریپ کراسنگ - کاسٹ اسٹیل - اسکریپ انجن فٹنگز وغیرہ کاسٹ فولاد کی ۞

اسکریپ فولاد جس میں مفصلہ ذیل چیزیں - کوچک دھرے - ٹائر اسپرنگ کے فلیٹ - اسپرنگ کی سپائرل اور دولیوٹ - ریل کے ٹکڑے - جن کے ساتھ ٹنگ رطلیں لگی ہیں - فیرلولز - لوکو ٹیوب کے ٹکڑے - فلوز ایلمنٹ اسکریپ فولاد کے سلیپر - پوری لمبائی کے اور ٹکڑے - بیموں کے ٹکڑے - ہر قسم کے فائل (ریتیاں) پوری لمبائی کی اور ٹکڑے - اوزار جن میں آگر - آریاں - پلین بلیڈ (رندے) چنرلز کارپنٹر - ٹیپس - ریلیز - ڈرلز (برمے) - کٹرز - ڈائز ٹیوب - ایکسپینڈرز وغیرہ ہیں - نیز سپنس اور مشین کولڈ اسٹیل - جمپر وغیرہ ۞

اسکریپ پیتل کی ٹیوبیں پوری لمبائی کی اور ٹکڑے - اسکریپ وائٹ میٹل اور پیتل کے بورنگ - اسکریپ ایلومینیم - اسکریپ زنک - اسکریپ کاسٹ آئرن (دیگ) برنٹ رجو رٹ - اسکریپ انجن کے پہیے - اور دھرے ٹائروں کے ساتھ اور بغیر ٹائروں کے اور اسکریپ انجن کے پہیئے مع ٹائر دار ا کے ۔

۲- ٹنڈر این ڈبلیو ریلوے (لاہور) کے کنٹرولر آف اسٹورز آفس میں بیر مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۲۷ء کو دن کے دو بجے تک پہنچ جانے چاہئیں - اس کے اگلے دن اسی دفتر میں دن کے دو بجے کھولے جائیں گے - ٹنڈر دینے والے اس موقع پر چاہیں - تو موجود ہو سکتے ہیں - کہ اپنے سامنے کھلیں دیکھیں ۔

۳- ٹنڈر کے فارم جس میں مندرجہ بالا بکاؤ اشیاء کا بیان اور ان کی مقدار تفصیل سے درج ہے - کنٹرولر آف اسٹورز مغل پورہ لاہور کو عرضی دینے پر پانچ روپے میں دستیاب ہو سکتی ہے ۔

۴- ٹنڈر دینے والوں کے لئے ضروری ہوگا - کہ ایک ہزار کی رقم چیف کیشیر این ڈبلیو ریلوے کے پاس رکھیں اور مقررہ تاریخ پر ٹنڈر کے ساتھ اس رقم کی رسید بھی پیش کریں ۔

۵- کنٹرولر آف اسٹورز کو پورا حق حاصل ہے - کہ کسی ٹنڈر یا تمام ٹنڈروں کو بغیر وجہ بتائے رد کر دے ۔

مغل پورہ — سی ایف لینگر

مورخہ ۸ فروری ۱۹۲۷ء — کنٹرولر آف اسٹورز این ڈبلیو ریلوے

نعمت خانہ - ہندوستانی کھانوں کی کتاب - جس میں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک سب کھانوں کی نہایت صحیح اور آسان ترکیبیں لکھی ہیں - قیمت عہ ۔ دفتر تہذیب سے منگائیے ۔

ایڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم - مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا اور سید ممتاز علی مالک نے چھپوا کر دفتر

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک ۵ر پیشگی

نمبر ۱۳	لاہور ہفتہ ۲۶ مارچ ۱۹۲۷ء	جلد ۲۹

تہذیب نسواں

لاہور۔ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

تہذیبی بہنوں کی خدمتمیں نہایت ضروری

اطلاع

۱۲ مارچ ۱۹۲۷ء کے تہذیب میں بہن خدیجہ باقی صاحبہ نے جس ایمبرائڈری مشین کی ترکیب وغیرہ تحریر فرمائی ہے - اس کے متعلق عرض ہے - کہ جن بہن کو وہ مشین درکار ہو - وہ ہمارے ہاں سے منگوا سکتی ہیں - قیمت فی مشین پانچ روپے ہے + مکمل سٹ جس میں مشین - فریم - زک دار قینچی مخمل نقشہ چھپا ہوا کپڑا - اون - ریشمی گچھیاں وغیرہ ہیں - دام بارہ روپے ہ

اگر تین مشینیں اکٹھی منگوائی جائیں گی - تو ایک مشین مفت دی جائے گی + تین مکمل سٹ اکٹھے منگوانے پر ایک مکمل سٹ مفت دیا جائے گا ہ

پتہ :- منیجر مدینہ ہاؤس - دہلی

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس نمبر ۵۰ ایم - ایل - پی - او
۹۶

بموجب سیکشن ۵۵ - ۵۶ ریلوے ایکٹ ۱۸۹۰ء کے نوٹس دیا جاتا ہے - کہ لاہور کے گم شدہ چیزوں کے دفتر (Lost Property Office) میں جو کہ ڈفرن پل ریلوے سگنل شاپ کے نزدیک ہے - بروز اتوار بتاریخ ۳ - اپریل ۱۹۲۷ء اور اس کے بعد ہر روز صبح دس بجے فالتو گم شدہ چیزیں جن کا کوئی مالک نہیں - نیلام ہونگی +

دفتر ہیڈ کوارٹرز دستخط ڈی - ایچ - نوتھ
لاہور مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۲۷ء (فار) ایجنٹ

ضرورت شادی

ایک سنی المذہب ۲۴ سالہ خوب صورت نوجوان کو عقد ثانی کی ضرورت ہے - لڑکی خوب صورت خوش اخلاق - امور خانہ داری سے واقف سلیقہ مند - تندرست اور بقدر ضرورت تعلیم یافتہ ہو - اگر بیوہ ہو - اور اوپر کی صفات موجود ہوں - تو بھی اعتراض نہیں - ذات پات کا کوئی لحاظ نہیں ہ حالات صحیح آنے چاہئیں - حالات حسب منشاء ہونے پر انہی لوگوں میں رہائش بھی ہو سکتی ہے + خطوط پوشیدہ رہیں گے ہ

پتہ "الف"
معرفت قادریہ کمپنی - دروازہ شیرانوالا - لاہور

دفتر ... نے ... ملک ... دہلی ... مطبع ... چھپا اور سید ... پریس ...

انجمن پدران غربی لندن

خدانے مرد وعورت کا جوڑا بنایا ہے + ان کی مثال ایک گاڑی کے دو پہیوں کی سی ہے۔ جب تک یہ دونوں درست اور ٹھیک ہیں۔ گاڑی چلی جاتی ہے۔ اور جہاں ایک بھی خراب ہوا۔ اور گاڑی رُکی + لیکن قدیم دنیا کے ہر حصے میں کچھ ایسا رواج ہو گیا تھا۔ کہ عورتوں کو عضو معطل دبلے کا خیال کرکے صرف خانہ داری و پرورش اولاد ان کے سپرد ہوئی۔ اور حصول معاش و علوم و فنون کا اکتساب اور زیادہ دل و دماغ روشن کرنے والے کام مردوں نے اپنے ذمے لئے۔ اور زمانہائے دراز اسی طرح گزر جانے سے اس کا لازمی نتیجہ جو ہونا تھا وہ ہوا یعنی یہ کہ عورت ہر طرح کمزور۔ بے بس اور مرد نسبتاً مضبوط۔ قوی و عاقل ہو کر عورتوں پر حکمراں و حاوی ہو گئے۔ لیکن نظر غور سے دیکھا جائے تو نقصان دونوں کا ہوا + جس طرح عورتیں مرد کی محتاج ہو گئیں۔ اسی طرح مرد بھی عورت کی مدد کے بغیر گزران کر سکنے کے ناقابل بن گئے + اس تفریق و تقسیم سے دونوں گھاٹے میں رہے + ضرورت پڑنے پر بھی عورت اتنی وجہ معاش جس سے اس کی اور اس کے بچوں کی بخوبی گزر ہو سکے۔ حاصل کرنے کے قابل نہیں رہی۔ اور کیسی بھی مصیبت کی حالت ہو۔ اس میں مرد کھانے پکانے۔ سینے پرونے اور بچوں کی پرورش اور امور خانہ کی دیکھ بھال میں مدد دینے کے قابل نہیں رہے ہیں +

میں ولایت کے ایک کلب کے کچھ حالات ناظرات تہذیب کی تفریح و معلومات کے لئے لکھتی ہوں۔ میرا مطلب اس سے صرف اس قدر ہے۔ کہ مرد و عورت دونوں کارآمد ہوں۔ اور حقیقی معنوں میں ایک دوسرے کے معین و مددگار ثابت ہوں + مگر نہایت افسوس اس بات کا ہے۔ کہ ہمارے ملک نے ابھی مستورات کا ذی حس اور جان دار ہونا بھی تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ گذشتہ مہینے کے تہذیب میں اس قسم کے بعض مضامین نکلے ہیں جن میں لائق بہن بھائیوں نے اس امر سے صاف انکار کیا ہے۔ کہ موجودہ رواجی پردہ ہم بلا نصیبوں کے لئے ہرگز بے جا اور نقصان رساں نہیں ہے + تعلیم نسواں کے مسئلے کو لیجئے۔ جب کبھی یہ مسئلہ چھڑا اور ہمارے مضمون نگار صاحبان اور اکثر صاحبات آپے سے باہر ہو گئے۔ اور لگے اب سے سیکڑوں برس آگے کی فرعونیت کو کام میں لانے ان حالات میں اخبارات سے نیک خیالات اور روشن خیالی پھیلنے کی بجائے لوگ خواہ مخواہ کسی ہنو میں مبتلا ہو جاتے ہیں + مخالفین کی بن آتی ہے وہ اپنے خیالات پر زیادہ مستعدی سے عامل ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح جان توڑ کوشش کرنے والوں کی محنت اور ریاضت جو وہ تعلیم نسواں یا حقوق نسواں کے باب میں کرتے ہیں۔ رائگاں جاتی ہے۔ اور

طرح طرح کی بے بنیاد اور بے تکی مُضر باتوں کی اشاعت مفت میں ہو جاتی ہے + لہذا میں ڈرتی ہوں - کہ کوئی بہن یا بھائی بیری اس تحریر سے یہ نہ سمجھ لیں کہ میں مردوں سے بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری کا کام اور عورتوں سے اس کے برخلاف کسب معاش وغیرہ کا کام لینا تجویز کرتی ہوں + میری منشا کو سمجھ لینے کے بعد بھی کسی کو اختلاف ہو - تو مجبوری ہے + اصولاً اختلاف کرنے کا حق سب کو حاصل ہے - اور در اصل تبادلہ خیالات کے بعد ہی صحیح رائے قایم ہو سکتی ہے + اگر غلطی ہو - تو اس کو تسلیم کر لیا جائے - ورنہ خاموشی بہتر ہے - البتہ بے تکی نکتہ چینی کے پڑھنے میں وقت بھی ضائع ہوتا ہے - اور عام لوگوں میں اس کے متعلق ہیجان بھی پیدا ہوتا ہے - چہ جائے - کہ اس کا جواب الجواب لکھا جائے +

فی زمانا پرورش و تربیت اطفال خصوصیت سے صرف عورتوں کا فرض سمجھی جاتی ہے - مرد اس معاملے میں اپنی ذمہ داری ذرا بھی محسوس نہیں کرتے وہ ضروریات زندگی کا مہیا کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں - حالانکہ پرورش اولاد دونوں کا برابر فرض ہے - بلکہ شرع محمدی نے مرد پر زیادہ ذمہ داری عاید کی ہے + غریب بلکہ اوسط طبقے تک کثیر العیال کنبے میں عورت کی جان مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے + فرائض خانہ داری کے ساتھ ساتھ بچوں کی دیکھ بھال اور رکھ رکھاؤ کچھ ہنسی کھیل نہیں ہے +

مرد زنان خانے میں آئے - اور بچوں کی چیں پیں سے گھبرا کر مردانے کی راہ لی - اور بعض نازک مزاج حضرات تو بچوں کے رونے اور اپنی نیند بگڑنے کے خیال سے مردانہ مکان میں ہی استراحت فرماتے ہیں + غریب عورت کو بچوں کا دھیان اور مردوں کی آرام و آسائش کا لحاظ رکھنا ہر حال میں ہے + خود دُکھ سُکھ برداشت کرتی ہے - اور نہیں چاہتی - کہ بچوں کو تکلیف یا مردوں کو بے آرامی ہو + خیر تندرستی میں تو سب کچھ کر لیتی ہے - مگر بیمار یا کسی اور ضرورت سے مجبوری کی صورت میں علیحدگی ہوتی ہے - تو بچے ہلکان ہو جاتے ہیں - اور مردوں کا ناک میں دم آجاتا ہے +

ہندوستان میں یہ تکلیف عام ہے - اور بہت زیادہ ہے - مگر اس کا کچھ نہ کچھ اثر ممالک مغربی پر بھی ہے - لیکن وہاں زندہ قوم رہتی ہے - جو ہر مرض کا علاج کرنے کے لئے مستعد ہو جاتی ہے + لندن میں چند منصف مزاج مردوں کو عورتوں کی اس حالت زار کا احساس ہوا - تو انہوں نے اپنی ذمہ داری کو فراموش نہیں کیا - بلکہ ایک انجمن کی بنیاد ڈالی - جس کا نام Lancaster Road Fathers' Council, west London لینکاسٹر روڈ فادرس کونسل مغربی لندن ہے + مسٹر Wheeler ویلر اور ڈاکٹر جیمس James اس کے صدر ہیں + انجمن کا مقصد

ماؤں کو پرورش و تربیت اولاد کی ذمہ داری کا احساس کراتا ہے۔ بچوں کے رکھ رکھاؤ اور انتظام خانہ داری۔ صفائی مکان وغیرہ کے گر مردوں کو سکھائے جاتے ہیں۔ فرصت کے وقت میں مردوں کے قیام تفریح و آرام و آسائش کے ساتھ یکجا ہونے اور ان باتوں پر عملی تجربہ حاصل کرنے کے وسائل مہیا کئے جاتے ہیں۔ ابتدا میں اس خیال کا مضحکہ اڑایا گیا۔ لیکن جو لوگ کسی کام کا عزم بالجزم کر لیتے ہیں وہ کبھی ناکام نہیں ہوا کرتے۔ اس وقت سَو سے زیادہ اس کے ممبران کی تعداد ہو گئی ہے۔ اور روز افزوں ترقی پر ہے۔ یہ ایک بالکل نیا خیال ہے تاہم تھوڑے ہی عرصے میں اس نے بہت سے ایسے آدمی بنا دئے۔ جو اپنی بیویوں کی عدم موجودگی میں بچوں کی بخوبی نگہداشت کر سکتے ہیں۔ انہیں نہلا دھلا سکتے ہیں۔ لڑکیوں کے بال بنا تے ہیں۔ کپڑوں کو کھولتے بند کرتے ہیں۔ اور مکان کی صفائی کرا سکتے ہیں۔ اور بچوں کی مائیں بلا تکلف بغیر کسی جھنجھٹ کے رشتہ داروں وغیرہ میں جا سکتی ہیں۔

یہ خیال مضحکہ اڑانے کا نہیں۔ بلکہ مرد و عورت دونوں کو زیادہ کار آمد بنانے اور بچوں کو پورا پورا آرام دینے کے لئے ہے۔

خاکسار رضویہ خاتون

موم بالجزم قیمت ۱؎ دفتر تہذیب سے منگائیے۔

کیا آپ اچھی ماں ہیں؟

عموماً ہندوستان میں لوگوں کا خیال ہے۔ کہ عورتوں کو تعلیم کی ضرورت نہیں۔ اور اگر ہے بھی تو صرف اسی قدر تعلیم کی جس سے عورتیں اچھی مائیں بن سکیں۔ چونکہ اس مضمون سے مجھے تعلیم نسواں کے مسئلے پر بحث کرنا منظور نہیں۔ اس لئے اتنا ہی لکھ دینا اس بارے میں کافی سمجھتی ہوں۔ کہ یہ عام خیال کہ عورتوں کو تعلیم کی ضرورت نہیں۔ محض غلط ہے۔ خیر عورتوں کو خواہ علم کی ضرورت ہو۔ یا نہ ہو۔ لیکن ان کو اچھی ماں بننے کی ضرورت تو ضرور ہے۔ ایک انگریزی رسالے نے ایک بڑی اچھی ترکیب شائع کی ہے۔ جس سے عورتیں جان سکتی ہیں۔ کہ آیا وہ اچھی مائیں ہیں یا نہیں۔ یہ ترکیب ایک امتحان کی صورت میں ہے۔ یہ امتحان ایسا ہے۔ کہ ایک ماں اس کے سوالات کے جواب دے کر اپنا امتحان خود لے سکتی ہے اور نمبر دے سکتی ہے۔ سوالات چار حصوں میں منقسم ہیں۔ اور ہر ایک حصے میں پچیس نمبر ہیں۔ کل نمبر ایک سو ہیں۔

پہلا حصہ بچوں کے جسم کے وزن کے لئے مخصوص ہے۔ اور اس کے متعلق مندرجہ ذیل تین سوالات رکھے ہیں:۔

(۱) کیا مجھے معلوم ہے۔ کہ میرا بچہ وزن میں

بہت کم ہے؟ ۵ نمبر
(۲) اگر بچہ وزن میں کم ہے۔ تو اس کے جسم اور وزن کا معائنہ ڈاکٹروں سے کرایا گیا یا نہیں؟ ۱۰ نمبر
(۳) اگر ڈاکٹری معائنہ سے معلوم ہوا۔ کہ بچے میں جسمانی نقص ہے۔ تو پھر میں نے اس کا کوئی معقول علاج کیا یا نہیں؟ ۱۰ نمبر
ان سوالوں کے جواب اگر نفی میں ہوں۔ تو نمبر ایک بھی نہ دیا جائے ؛
دوسرا حصہ بچوں کی اخلاقی تعلیم کے متعلق ہے۔ اور اس حصے میں مندرجہ ذیل چار سوالات ہیں:-
(۱) بچے کو فرمانبردار اور اطاعت کی تعلیم دی گئی ہے۔ یا نہیں؟ ۱۰ نمبر
(۲) اگر دوسرے لوگ میرے لڑکے کو مناسب اور ضروری سلیقہ سکھاتے ہیں۔ تو کیا میں ان کے درمیان بے جا دخل دیتی ہوں؟ ۵ نمبر
(۳) کیا میں اپنے بچے کو اس کے اخلاقی فرض بتاتی ہوں یا نہیں؟ ۵ نمبر
(۴) کیا ہماری نفسانی خواہش ہمارے فیصلے پر غالب آجاتی ہے؟ ۵ نمبر
ان سوالوں میں سے اگر پہلے اور تیسرے کے جواب "نہیں" اور دوسرے اور چوتھے کے "ہاں" ہوں۔ تو ایک بھی نمبر نہ ملے گا ؛
تیسرا حصہ بچوں کی روزمرہ کی حرکتوں کا ہے۔ اور اس کے متعلق پانچ سوالات ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں :-
(۱) کیا مجھے معلوم ہے۔ کہ میرے بچے کی کمزوری اور سستی کی کیا وجہ ہے؟ ۵ نمبر
(۲) کیا میرے بچے کی غذا اچھی اور وقت مقررہ پر ہوتی ہے؟ ۵ نمبر
(۳) کیا مجھے معلوم ہے۔ کہ میرے بچے کے عادات و اطوار کیسے ہیں؟ ۵ نمبر
(۴) کیا میں نے اپنے بچے کے روزمرہ کے معمولی غلطیوں کو ٹھیک کر دیا ہے؟ ۵ نمبر
(۵) کیا میں اس بات کی کوشش کرتی ہوں۔ کہ ہمارے بچے کا وزن اس کی اونچائی کے مقابلے میں ٹھیک ہو؟ ۵ نمبر
ان سوالات کے جواب اگر "نہیں" ملیں۔ تو کوئی نمبر نہ دیا جائے ؛
چوتھا حصہ بچوں کی تعلیم کے متعلق ہے۔ اس میں ماں خود سے اس بات کا اندازہ کر کے کہ وہ اپنے بچے کو کس قسم کی تعلیم دیتی ہے۔ اور اچھی طرح سے جانچ کر۔ کہ آیا وہ تعلیم اچھی ہے یا نہیں۔ نمبر لے سکتی ہے۔ مگر نمبر دینے میں پورے انصاف اور سچائی کا خیال رہے۔ اس حصے میں ۲۵ نمبر ہیں ؛
مندرجہ بالا سوالوں کا جواب مائیں سوچ کر اور صحیح صحیح دیں۔ اور پھر منصفی کے ساتھ نمبر دیں۔ جس درجے کا نمبر لے سکیں گی۔ اسی درجے کی

وہ ماں ہوں گی۔ سب سے اچھی ماں وہ ہے۔ جو سَو میں سے سَو نمبر حاصل کر سکے ؛

زاہدہ خاتون۔ سیول (بھاگلپور)

فلاح اطفال کی تحریک

گزشتہ نصف صدی سے حکومت برطانیہ کے زیر سایہ ہندوستان کی عنان حکومت انگلستان کے مختلف سربرآوردہ سیاسی مدبروں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ جو بحیثیت ایک وائسرائے کے اس ملک میں عرصہ پانچ سال کے لئے بھیجے جاتے رہے ہیں۔ ان وائسراؤں کے پنج سالہ قیام میں ہر وائسرانی نے جو اس ملک میں اپنے شوہر کے ہمراہ اس ممتاز عہدہ کی ذمہ داری کی شریک ہوکر اپنے ملک کی عزت وعظمت کو برقرار رکھنے کا احساس دل میں لئے ہوئے سرزمین ہند پر قدم رکھتی ہے۔ کسی نہ کسی بڑے کار خیر کی بنیا ڈالی ہے۔ اور اس کام کو پوری تندہی اور جانفشانی سے نباہنے۔ اسے کامیاب کرنے اور تکمیل تک پہنچانے کی جدوجہد کو جاری رکھا ہے۔ چنانچہ لیڈی ڈفرن۔ لیڈی ایچی سن۔ لیڈی ہارڈنگ لیڈی چیمسفورڈ اور لیڈی ریڈنگ کے نام نامی پر کوئی نہ کوئی خیراتی فنڈ۔ ہسپتال۔ کالج یا کوئی خاص شعبہ موسوم ہے۔ جس کی بانی خواتین متذکرہ بالا سے کوئی ایک خاتون ہے ؛

لیڈی چیمز فورڈ صاحبہ نے اپنے عرصۂ قیام کے دوسرے سال میں ایک لیگ کی بنیاد ڈالی جو لیڈی چیمز فورڈ ایگ فلاح اطفال کے نام زد کی گئی۔ اس انجمن کے کام کے لئے سرمایہ بہم پہنچانے کی غرض سے خاتون ممدوحہ نے سب مہاراجوں۔ نوابوں اور ملک کے عہدہ داروں اور امیر لوگوں سے چندہ کے لئے اپیل کی۔ اور چونکہ ایک وائسرانی نے دست سوال دراز کیا تھا۔ اور خود اس کام کا بیڑا اٹھایا تھا۔ ایک قلیل مدت میں ایک معقول رقم فراہم ہوگئی ؛

اس لیگ کے متعلق وائسریگل لاج میں کئی اجلاس منعقد کئے گئے۔ اور ایک مرکزی کمیٹی قایم ہوئی۔ جس میں سربرآوردہ ممبران مملکت شامل کئے گئے۔ اور لیڈی چیمز فورڈ صاحبہ سرپرست اور صدر بنائی گئیں ؛

اوّل اوّل دہلی میں بڑے زور وشور سے کام شروع ہوا۔ اور لیڈی چیمز فورڈ صاحبہ نے محنت وجانفشانی سے ایک مدت تک اس تحریک کو کامیاب کرنے میں اپنا قیمتی وقت صرف کیا۔ چنانچہ ہر صوبے میں اس لیگ کی شاخیں قایم ہوئیں۔ اور ہر شہر میں کام جاری کردیا گیا۔ پہلا کام یہ تھا۔ کہ ہر شہر میں مرکز فلاح اطفال کھول دئے جائیں۔ اور دو ایک

"ماہر محاسب صحت" Health visitor اس مرکز اور شہر میں ماؤں اور بچوں کی بہبودی کے لئے کام کرنے کو مقرر ہوں ۔ دوسرا یہ کہ ہر سال ہر شہر میں ایک نمائش فلاح اطفال منعقد ہوا کرے۔ اور انہیں دنوں ایک ہفتہ یا دس دن حفظ صحت کے اصولوں کی اشاعت کے لئے وقف کر دئے جائیں۔ جن میں طرح طرح کے لکچر۔ اشتہار اور نمائشوں کے ذریعے سے ناواقف ماؤں کو بچے کی پرورش کے نازک واہم فرائض سے آگاہ کیا جائے۔

تیسرا کام یہ تھا۔ کہ ہر بڑے شہر میں اسکول کھولے جائیں۔ جہاں ہندوستانی لڑکیوں کو ایک "محاسب صحت" کی عہدہ براری کے فرائض سرانجام دینے کے لئے خاص تعلیم دے کر تیار کیا جائے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ ان فلاح اطفال کے ان مرکزوں میں کیا کیا کام جاری ہوئے۔ اور یہ محاسب صحت ہر شہر کو کس طریقے سے مدد دیتی ہے۔

۱۔ مرکز فلاح اطفال میں ہر ماں کو بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے اور اس کے بعد ہر طرح کا صلاح و مشورہ دیا جاتا ہے۔

۲۔ روز پیدائش سے ہر غریب بچے کی صحت کی ذمہ داری یہ محاسب صحت خود لے لیتی ہے۔ اور یہ بچہ اس مرکز کی سرپرستی میں پرورش پاتا ہے۔ اور ماں اصول حفظ صحت کے مطابق اسے پرورش کرنا سیکھتی ہے۔

۳۔ پیدائش کے وقت اور بیماری میں "یہ محاسبہ" خود جاکر وہاں ہر طرح سے مدد کرتی ہے۔

۴۔ ہر مرکز اطفال میں "ہر محاسبہ" کو ہدایت ہے کہ وہ دائیوں کی جماعت کھولے۔ جس میں شہر کی سب دائیوں کو جدید اصول صحت کے مطابق تعلیم دے۔ تاکہ وہ لاتعداد مائیں اور بچے جو جاہل دائیوں کی ناآگہی کی بدولت موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یا ہمیشہ کے لئے مریض یا اپنا کوئی عضو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس ظلم اور دکھ سے نجات پائیں۔

لیڈی چیمز فورڈ صاحبہ نے جس نیک کام کی بنیاد ڈالی۔ اور آٹھ نو سال سے ہمارے ملک میں اس لیگ کے زیر سایہ ہر صوبہ اور ہر شہر میں جو کام ہو رہا ہے۔ اس کی بدولت ہمارے ملک کی ہزاروں جانیں ضائع ہو جانے اور سیکڑوں بچے اور مائیں ہر دم مریض رہنے سے بچ گئے ہیں۔ آٹھ سال ہوئے۔ جب دہلی میں پہلی نمائش فلاح اطفال کی افتتاحی رسم لیڈی چیمز فورڈ صاحبہ نے ادا کی۔ تو اپنی افتتاحیہ تقریر میں ایک موثر اور دل چسپ پیرائے میں بیان کیا۔ کہ انگلستان میں سالہا سال ہوئے کیونکر یہ کام شروع ہوا۔ اور ایک قلیل عرصے میں ملک کی صحت میں کیسی حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ اور نئی نسلیں صحت و توانائی کا صحیح مرقع پیش کرنے لگیں۔ ان حالات کو سن کر سب حاضرین کے دلوں پر ایک خاص اثر ہوا۔

پیاری بہنو! آپ میں سے کتنی بہنیں اس بات سے واقف ہیں۔ کہ آپ کے شہر میں اس وقت کتنے فلاح اطفال کے مرکز قایم ہیں؟ وہ کہاں واقع ہیں؟ اور اس شہر کی محاسبہ صحت کا کیا نام ہے؟ یہ کام جو ایک غیر ملک کی ایک معزز خاتون نے شروع کیا۔ اب ہر طرح سے آپ کی دلچسپی اور ہمدردی کا محتاج ہے۔ یہ مرکز فلاح اطفال اور یہ خواتین جو بطور محاسبہ صحت سارے شہر کی عورتوں اور بچوں کی صحت کی ذمہ داری کا بار اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان غریب اور دکھی ماؤں اور بچوں کی زبان حال سے آپ کی خدمت میں فریاد کرتے اور دست سوال دراز کرتے ہیں۔ یہ نیک تحریک کبھی پوری کامیاب نہ ہوگی۔ جب تک آپ اس اہم کام میں اپنے شہر کی محاسبہ صحت کا ہاتھ نہ بٹائیں گی۔ دن بھر اپنے قیمتی وقت کو ضائع نہ کیجئے۔ ادھر ادھر کی باتوں۔ نکتہ چینیوں۔ عیب جوئیوں۔ فضول تقریبوں اور رسوم کو چھوڑیئے۔ اور اپنے صوبے اور شہر کی فلاح و بہبودی کے خیال کو دل میں جگہ دیجئے۔

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا۔

ہمارے ہمسایہ ممالک میں حیرت انگیز ترقیاں ہوگئیں۔ اک قلیل عرصے میں ان ملکوں کی کایا پلٹ گئی۔ چند سالوں میں انہوں نے اپنی حالت کو بدل ڈالا۔ ہر منٹ اور ہر گھنٹے کو قیمتی جان کر انہوں نے اپنے شب و روز اپنے ہموطنوں کی حالت بہتر کرنے کے لئے وقف کر دئے۔ آؤ ہم بھی اس خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اور جو اصلاح ترقیاں ہماری محنت ہمدردی اور دلچسپی کی محتاج ہیں۔ انہیں یہ سب کچھ دے کر اپنی حالت کو سنوار لیں۔ باقی آیندہ

راقمہ گیتی آرا بشیر احمد

بے ماں کے بچے

۷ مارچ کے روزانہ اخبار بریلی میں ایک سرخی نظر آئی "ماں کے نام خط قبر میں" مضمون پڑھا تو یہ تھا "ترکستان کے ڈاک خانہ میں اس پتے کا ایک خط دیکھا گیا "پیاری اماں! "قبر میں" "مقام قبرستان بھیسور" خط کھولنے پر نیچے لکھے ہوئے مضمون کا ایک کاغذ پایا گیا۔ پیاری اماں! جب سے آپ یہاں سے روانہ ہو کر قبر میں رہنے لگیں۔ ہمیں چین نصیب نہیں ہوا۔ ادھر تمہارا جنازہ گھر سے نکلا۔ ادھر ہماری خوشی جاتی رہی۔ امی جان اب ہمیں کوئی پیار نہیں کرتا۔ ابا دوسری اماں لائے ہیں۔ وہ کہتے تھے۔ کہ یہ تمہاری اماں ہیں۔ تو اماں کیا سچ مچ وہ ہماری ماں ہیں؟ نہیں۔ ابا نے جھوٹ کہا۔ تم تو ہر گھڑی ہمیں گلے سے لگاتی تھیں۔ پیار کرتی تھیں۔ میرے ننھے میرے پیارے کہنی

تھیں۔ لیکن جب ہم ان کے پاس جاتے ہیں۔ تو
یہ ہمیں مردود۔ اُلّو کہہ کر جھڑک دیتی ہیں۔ اور مارتی
ہیں۔ اب ہم ان کے پاس نہ رہیں گے۔ اللہ میاں
سے ہمارا سلام کہنا۔ اور کہنا۔ کہ ہمیں اپنے پاس
بلالیں۔ ہم وہاں شرارت بھی نہ کریں گے۔ تم جو
کھاتی ہو۔ وہی کھائیں گے۔ مٹھائی بھی نہ مانگیں گے۔
خط کا جواب جلدی لکھنا . . . . لیکن خط چپکے سے
روانہ کرنا۔ ورنہ یہ دوسری اماں دیکھ لیں گی۔ تو پھر
ہم کو تمہارے پاس نہ آنے دیں گی۔ اور گالیاں
دے کر ماریں گی"۔

تمہارے دونوں بیٹے

خالد اور نجیب

پوسٹ ماسٹر کی آنکھوں میں اس خط کو پڑھ کر
آنسو آ گئے۔ شام کو وہ اسی پتے پر کچھ مٹھائی لے کر
روانہ ہوا۔ راستے میں دو چھوٹے چھوٹے جنازے جا رہے
تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہ دونوں جنازے
انہیں دو بچوں (خالد اور نجیب) کے ہیں۔ انا للہ
وانا الیہ راجعون۔ اللہ نے بچوں کی دعا سن لی۔
اور ان کی آرزو بہت جلد پوری کر دی۔ اور ان کی
ماں سے ان کو ملادیا۔

اگر بالفرض یہ قصہ فرضی بھی ہو۔ تاہم حقیقت
سے دور نہیں۔ اور اس قسم کی صدہا زندہ مثالیں
روزانہ مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں۔ اس میں کچھ
شک نہیں۔ کہ سوتیلی ماں کا نام بھی بدنام ہوتا ہے
اور اس کے لئے ہر طرح مشکل ہے۔ لیکن سیکڑوں
خدا کی بندیوں نے تو انصاف اور خوف خدا بالکل
دل سے نکال دیا ہے۔ بعض بیویوں کو دیکھا ہے
کہ خدا کا دیا زر و پیسہ افراط سے موجود ہے۔ خود نہایت
فیشن ایبل طریقے سے رہتی ہیں۔ اور اپنے سر سے
پیر تک اس طرح انگریزی وضع میں غرق ہیں۔ کہ
کوئی پہچان نہیں سکتا۔ کہ یہ مسلمان بچے ہیں۔ یا عیسائی
مگر پہلی اولاد کو دیکھئے۔ تو ایک لے پالک سے زیادہ
حیثیت نہیں معلوم ہوتی۔ اور جب تک وہ بیوی
خود نہ بتلائیں۔ کہ یہ میری سوتیلی اولاد ہے۔ کوئی
شخص خود نہیں پہچان سکتا۔ حیرت تو یہ ہے۔ کہ
ان بیویوں کو کبھی بھول کر یہ خیال نہیں آتا۔ کہ
آخر یہ بھی اسی باپ کی اولاد ہے۔ جس کے روپے
سے میں اور میرے بچے اتنی آسائش کے ساتھ
زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ بدنصیب بھی اپنے باپ
کی دولت میں برابر کے حق دار ہیں۔ لیکن ایک ماں
کے نہ ہونے سے ان غریبوں کا کوئی حق باقی نہیں

سوچنے کی بات ہے۔ کہ سدا کوئی دنیا میں نہیں
رہے گا۔ آج اگر ہمارا دم نہ ہو۔ تو کل کو ہمارے
کی سوتیلی ماں آکر ان کی بھی وہی گت بنائے
جو ہم نے اپنی سوتیلی اولاد کی بنا رکھی ہے۔ کیونکہ
باپ تو آخر وہی ہے۔ لیکن ہماری اولاد کو جو عزت
حاصل ہے۔ وہ محض ہمارے دم سے ہے۔ ہمارے
بعد وہ بھی اسی طرح باپ کی دولت اور شفقت

سے ناحق اور محروم ہو جائے گی جیسی کہ اس کی پہلی اولاد ہے۔ آج کل کے زمانے میں تو یہ بھی آسانی ہے۔ کہ لڑکے لڑکیوں کے لئے اسکول موجود ہیں۔ اگر بے ماں کے بچوں کو اسکول میں بھیج دیا جائے۔ اور باپ اپنی حیثیت کے لایق ان کا خرچ مقرر کر دیں۔ جب بھی ان غریبوں کی پرورش اس سے بدرجہا بہتر طریقے سے ہو سکتی ہے جیسی کہ سوتیلی ماں کے ہاتھوں ہوگی۔ مگر افسوس۔ کہ اکثر بہنیں یہ بھی گوارا نہیں کرتیں۔ کہ وہ معصوم علم کی دولت حاصل کر لیں۔ خصوصاً لڑکیوں کے لئے۔ کہیں تو بد شوقی کا عذر ہے۔ کہیں اسکول میں بھیجنا معیوب بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ جس طریقے سے وہ بہنیں خود رہتی ہیں اس میں ہرگز اسکول کی تعلیم معیوب نہیں سمجھی جا سکتی۔ اور یقیناً جب ان کی اپنی اولاد پڑھنے لکھنے کے قابل ہوگی۔ تو اس وقت ہرگز یہ عذر نہ ہوگا۔ بلکہ بہت ممکن ہے۔ کہ جو بیویاں اس وقت سوتیلی لڑکیوں کو مسلم پردہ دار اسکولوں میں بھیجنا معیوب بتاتی ہیں۔ وہ اپنے لڑکیوں کے وقت پر انگریزی بے پردہ اسکولوں میں بھیجنے پر تیار ہو جائیں۔ کون نہیں جانتا۔ کہ جن بچوں کی ماں نہیں ہوتی۔ ان کے دل حد درجہ تک مردہ ہو جاتے ہیں۔ بچپن کی کوئی خوشی اور اُمنگ ان میں باقی نہیں رہتی۔ ہر شخص کو ایسے بچوں کی معصوم اور مرجھائی ہوئی صورت دیکھ کر ترس آتا ہے۔ اور ایسے بچوں سے ایک خاص ہمدردی ہوتی ہے۔ مگر نہیں معلوم سوتیلی ماں بن کر بہنوں کے دل سے محبت اور ہمدردی کا یہ جذبہ جو خاص کر عورت کا جوہر ہے۔ کیوں زائل ہو جاتا ہے۔ جس وقت وہ اپنے بچوں کو کلیجہ سے لگا کر ان کا منہ چومتی ہیں اور ننھے سوتیلے بچے حسرت بھری نگاہوں سے پاس کھڑے منہ تکتے ہیں۔ کیوں نہیں ان کی بے کسی پر ان کا دل پگھلتا؟ کیوں نہیں ان کو یہ خیال آتا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ ایک دن میرے ننھے معصوم بھی میرے بعد اسی طرح حسرت سے محبت کی تلاش میں ایک ایک کا منہ تکتے پھریں۔ جس طرح آج ان کی پہلی بیوی کی اولاد میرا منہ دیکھ رہی ہے؟

پیاری بہنو! یہ ضرور ہے۔ کہ تمہیں اپنی اولاد کے برابر مامتا سوتیلی اولاد کی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر خدا کے خوف ہی سے تم اپنی اولاد کو کلیجہ سے لگاتے وقت ان بدنصیبوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر دو گی۔ تو ان کے زخمی دلوں پر مرہم لگ جائے گا۔ اور تمہارا کچھ نقصان نہ ہوگا۔ بلکہ ٹوٹے ہوئے دل کو سہارا دے کر تم دنیا میں خوشی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر دو گی۔ جس وقت اپنے بچے کے لئے کوئی چیز خرید دیا بناؤ۔ تو ان کا خیال پہلے آنا چاہئے۔ کیونکہ اپنے باپ کے پیسے میں وہ بھی برابر کے حق دار ہیں۔ اگرچہ غریب تمہارے رعب سے کہہ نہیں سکتے۔ مگر ان کے دل تمہارے بچوں کی طرح اچھے کپڑے پہننے کو

اور مٹھائیاں خریدنے کو نہ چاہتے ہوں گے؟ چاہتے ضرور ہوں گے۔ مگر غریبوں کے منہ پر لیسیری کی مُہر لگی ہوئی ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ ماں کی موت نے ہم کو اس قابل نہیں رکھا۔ کہ کسی طرح کے شوق یا خوشی میں حصّہ لے سکیں + افسوس معصوموں کی حالت کس قدر افسوسناک ہے۔ امید ہے۔ کہ کوئی بہن میری اس تحریر سے ناراض نہ ہوں گی۔ بلکہ ٹھنڈے دل سے غور فرما کر اگر خدانخواستہ وہ اپنی سوتیلی اولاد کے ساتھ کسی طرح کی حق تلفی دانستہ یا نادانستہ کرتی ہوں گی۔ تو آیندہ کو احتیاط اور اس کی تلافی کر کے ثواب دارین حاصل کرینگی۔

خاکسار ظفر جہاں

سود اور زکوٰۃ پر کچھ اَور

سود و زکوٰۃ کے مضمون پر جو خیالات مولوی صاحب قبلہ نے ظاہر کئے۔ انہیں دیکھ کر مجھے کمال مسرت ہوئی جس مضمون میں شک و شبہ کی گنجائش ہو اور وہ اصول خیر کے منافی معلوم ہوتا ہو۔ اس کی تردید ضروری ہے + میں یہ چند سطور اس لئے پیش کر رہی ہوں۔ کہ جناب مولوی صاحب خود اور دیگر ناظرین یہ نہ سمجھیں۔ کہ سود و زکوٰۃ کے مضمون سے کوئی غرض کی اشاعت ہوئی + مجھے بذات خود مولوی صاحب کی رائے سے پورا اتفاق ہے + واقعی خلوص قلب اور صداقت ایمان کے بغیر پوری اصول اسلامی کی پابندی ہرگز نہیں ہو سکتی + یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ اصلاح نفس کے لئے ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے بچنا ضروری ہے۔ جن کا مواخذہ اگرچہ دنیاوی قانون نہ کر سکے۔ لیکن ہمارے مذہب نے ان کی ممانعت بھی نہایت سختی سے کی ہے۔ اور ان کی گرفت بھی ویسی ہی ہوگی۔ جیسے دیگر ایسے ہی احکام کی خلاف ورزی کی + لیکن یہ تو کسی طرح نہیں کہا جا سکتا۔ کہ سود و زکوٰۃ یا اَور ایسے ہی ضروری مسئلے قابل لحاظ نہیں۔ جس وقت اس کے متعلق حدیثیں وغیرہ میں پڑھتی ہوں۔ میرا دل کانپ جاتا ہے۔ کہ کس طرح بلا سمجھے بوجھے دنیوی حرص و شوق میں ہم لوگ اس قدر آسانی سے آلودہ عصیاں ہو رہے ہیں۔ انہیں احساسات نے مجھے اس مسئلے پر قلم اُٹھانے پر آمادہ کیا + سود کے متعلق جو بچاؤ کی صورت میں نے لکھی۔ اس کی بابت میں کہنا چاہتی ہوں۔ کہ یہ ترکیب میری طبع زاد نہیں۔ معاذاللہ ایسے باریک مسائل میں بھلا میں کیسے دخل دے سکتی تھی۔ نہیں بلکہ میں نے مذہبی کتابوں میں اس مسئلہ کو دیکھا جس میں سیکڑوں طریقوں سے یہ بتایا ہے۔ کہ سود سے اس طرح بچیں۔ اس کے ذمہ دار عالم صاحب ہو سکتے ہیں۔ عام مسلمان اُنہی مسائل پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ جنہیں علماء صاف کر دیں +

جناب محترمی نے جو ایک متشرع بزرگ کی مثال دی ہے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو شرع کی ظاہری پابندی کرتے ہیں۔ مگر درپردہ سیکڑوں گناہوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ نہ ہر عالم بھی باعمل ہوا کرتا ہے۔ اور ایسا عالم اگر غلط طور پر احکام مذہبی کی اشاعت کرے۔ تو عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کا بھی وہی گنہگار ہوگا۔ لیکن اس مسئلے کے متعلق یہ نہیں معلوم کہ اس کو عام علماء نے جائز کر دیا ہے۔ یا صرف چند نے + یوں تو ظاہر ہے۔ کہ ہر وقت ہم لوگ گنہگار ہیں۔ اگرچہ اسی سے بچنے کی کوشش کریں بھی۔ چہ جائے کہ جو کچھ کر سکتے ہیں۔ وہ بھی نہیں کرتے + ہماری ہندوستانی معاشرت میں زیور کا کس قدر رواج ہے۔ اور قریب قریب سب ہی صاحب نصاب ہیں۔ لیکن ان مسائل کی طرف سے اس قدر غفلت ہے۔ کہ زکوٰۃ کا خیال کسی کو بھی نہیں پڑھے لکھے لوگ بھی توجہ نہیں کرتے۔ پھر ظاہر ہے عوام کا کیا ذکر؟ عورتوں کو تو صرف چاندی سونے کی خریداری ہی کا اتفاق ہوتا ہے۔ لیکن مرد تو اس سے بالکل نہیں بچتے +

دیگر احکام بھی ہیں کم درجے پر ہرگز نہیں سمجھتی + اصلاح اخلاق اور درستی نفس کے لئے سب قسم کے مضامین کی اشاعت ضروری ہے + ہماری پستی اور مذہبی غفلت کی کوئی حد نہیں۔ گناہوں کا ایک بار گراں ہے۔ جو ہم لادتے چلے جاتے ہیں۔ عبرت ناک انجام دیکھتے ہیں۔ مگر سبق نہیں حاصل کرتے + ملازمت پیشہ لوگوں میں رشوت ستانی کا بازار گرم ہے۔ اس حرام پیسے سے سب کچھ ہوتا ہے + حدیث شریف میں اس کی کس قدر تعذیب آئی ہے۔ دغا۔ مکر و فریب۔ جھوٹ یہ تو ہر وقت کے عام مشاغل ہیں۔ غرض کہ چاروں طرف سے گناہوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ خدا ہم سب کو نیکی کی ہدایت دے۔ اور صراط مستقیم پر چلائے +

خاکسار آر۔ کے

مزید تشریح

میں نے سود سے بچنے کی ترکیبوں پر جو کچھ لکھا۔ اس میں کہیں یہ نہیں لکھا۔ کہ یہ ترکیب کس کی طبع زاد ہے۔ بلکہ جو کچھ لکھا تھا۔ اس سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود تھا۔ کہ یہ ترکیب سود کے گناہ سے بچنے لئے کارگر نہیں + یہ سب ترکیبیں دنیا دار علماء کی ایجاد کردہ ہیں جو الفاظ کے ہیر پھیر سے معاذاللہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ مگر وہ خدا کو کیا دھوکہ دیں گے۔ خود ہی دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں + شاید کوئی بڑے سے بڑا گناہ بھی ایسا نہ ہوگا

جس کے جواز کی صورت ان بزرگوں نے لوگوں
کو نہ بتائی ہو۔ یہاں تک کہ فقہ کی دینی کتابوں
میں ایک باب ایسا ہوتا ہے۔ جس کا عنوان
ہے "باب الحیل" یعنے حیلوں کا باب! اس
میں ایسی ترکیبیں بتائی ہیں۔ کہ جس کام کے
کرنے کو آدمی کا دل چاہے۔ وہ کام بھی کر لیا
جائے۔ اور کرنے والا بے گناہ کا بے گناہ بھی بنا رہے!!

مجھے یاد ہے۔ کسی زمانے میں میرے والد مرحوم
اٹک میں ڈویژنل افسر تھے۔ میں گیارہ بارہ برس
کا بچہ تھا۔ ان کی عدالت میں ایک زمین کا مقدمہ
آیا۔ جس میں ایک مشہور بڈھے عالم دین بطور گواہ
پیش ہوئے۔ والد مرحوم موقع دیکھنے گئے۔ اور اراضی
متنازعہ پر ان عالم صاحب کا حلفیہ بیان لکھا گیا۔
انہوں نے کہا۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر اور قبلہ رو
ہو کر ایمان کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ جس خاک پر میں کھڑا
ہوں۔ یہ میری ملکیت ہے۔

بات یہ نکلی۔ کہ وہ زمین ان عالم دین کی ملکیت نہ
تھی۔ بلکہ وہ کسی دوسرے شخص کی زمین فریب سے لینا
چاہتے تھے۔ اور جھوٹ سے بچنے کی ترکیب یہ نکالی
کہ جو زمین ان کی اپنی ملکیت تھی۔ اس کی مٹی کی
ایک مٹھی اپنے جوتوں میں بھر لی۔ اور قسم یوں کھائی
کہ جس خاک پر میں کھڑا ہوں۔ وہ میری ملکیت ہے!

مجھے بچپن کی ایک اور بات یاد ہے۔ کہ مکتب
کے ایک لڑکے نے دوسرے کی کوئی چیز لے لی۔ اور
اپنی بتائی جھگڑا استاد کے روبرو گیا۔ انہیں جب
فیصلہ کرنا مشکل معلوم ہوا۔ تو بے چاروں نے قسم دے
کر فیصلہ کرنا چاہا۔ میں حیران رہ گیا۔ جب کہ چوری کرنے
والے لڑکے نے اللہ کی قسم بھی اٹھا لی۔ لیکن جب
سب لڑکوں نے اسے بار بار جھوٹی قسم کھانے پر سرزنش
کرنا شروع کیا۔ تو اس نے کہا۔ ہم نے یہ تھوڑا ہی
کہا تھا۔ کہ قسم اللہ کی۔ بلکہ ہم نے تو یوں کہا تھا۔ قسم
ملاح کی!!

جس طرح اس بے وقوف بچے نے الفاظ کے
ادل بدل سے اپنے تئیں استاد کی سزا سے بچا لیا۔
اسی طرح ہمارے علماء دین غلطی سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں
کہ الفاظ کے ادل بدل سے ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب
سے بچ جائیں گے۔ حالانکہ اس احکم الحاکمین کے
آگے۔ جو سینوں کے اندر کے بھید جاننے والا ہے۔
یہ فقہ کے حیلے ہرگز کام نہ آئیں گے۔

خاکسار سید ممتاز علی

رمضان شریف

(از نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل)

للہ الحمد عبادت کا مہینہ آیا۔
بام کاشانہ فردوس کا زینہ آیا
ہم سے افتادۂ گرداب معاصی کے لئے
بحر سے پار اترنے کا سفینہ آیا

امت احمد مرسل پہ لٹانے کے لئے۔
عفو و بخشش کا لئے ساتھ خزینہ آیا۔
مہر کرنے کے لئے مغفرت عاصی پر۔
خاتم لطف الٰہی کا نگینہ آیا۔
خلد سے تشنہ لبوں کے لئے وقت افطار
آب کوثر سے بھرا ساغر و مینا آیا۔
لے اڑی حور جناں عطر سمجھ کر اس کو۔
کسی صائم کی جبیں پر جو پسینا آیا۔
اس طرح مفت کا سودا بھی کہیں ملتا ہے
چند روزوں کے عوض خلد بریں ملتا ہے

مرسلہ عابدہ خاتون

ماہِ صیام

الٰہی شکر ترا پھر مہِ صیام آیا۔
مہِ صیام نہیں عید کا پیام آیا۔
ہزار ماہ سے بہتر ہے ایک رات اسکی
اسی مہینے میں اللہ کا کلام آیا۔
گھڑی وہ کیسی مبارک تھی کل جہاں کے لئے
جبرائیل عرش سے اترا کہ جب پیام آیا۔
میں اس پہ بھیجوں درود و سلام کس منہ سے
کہ جس کے نام خود اللہ کا سلام آیا۔
ہے زندگی تو اسی کی جو مر مٹا دیں پر
وہی ہے کام کا۔ اسلام کے جو کام آیا۔
نبی سے ملتے ہی اسلام کی سپر تھا وہی
جو بن کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا۔

مرسلہ جمیلہ بیگم از آرہ

سب سے اچھا میاں

میری بہنو! اپنے شوہر کا کروں میں کیا بیاں
رکھتے ہیں مجھ سے محبت اور الفت بیکراں
ناز و نادر کوئی غلطی بھی کریں۔ پروا نہیں۔
ان سے اچھا تو نہ ہوگا۔ کوئی بیوی کا میاں
صرف اک اس بات سے رہتی ہے بے چینی مجھے۔
آمد ان کی ہے بہت کم انکے گھر کے خرچ سے
ہاتھ بھی مجھ پر اٹھا لیتے ہیں وہ اکثر مگر۔
ان سے اچھا تو نہ ہوگا۔ کوئی بیوی کا میاں
مانتی ہوں میں کہ ان کو میخوری کی ہے لت
رہتے ہیں مدہوش اکثر اور گم رہتی ہے مت
ہے جوئے کی چاٹ بھی لیکن کہوں گی میں یہی
ان سے اچھا تو نہ ہوگا۔ کوئی بیوی کا میاں
عورتوں سے گفتگو کرنا انہیں مرغوب ہے
سارے مردوں کا زمانے میں یہی اسلوب ہے
ان کی اس عاشق مزاجی پہ بھی کہتی ہوں یہی۔
ان سے اچھا تو نہ ہوگا۔ کوئی بیوی کا میاں
کرتی ہوں تسلیم۔ ہیں وہ بے خبر انجام سے
بیچتے ہیں گھر کی چیزیں رہتے ہیں آرام سے

ہیں ماں نیک و بد سے بے خبر بالکل مگر۔
ان سے اچھا تو نہ ہوگا۔ کوئی بیوی کا میاں
نشہ میں ہوں جب۔ تو گر جاتے ہیں وہ فلاح میاں
دائیں بائیں چینی اور شیشے کے برتن پھینک دیں
جوتی کھینچیں۔ گالیاں دیں۔ ہے مگر حاصل کلام
ان سے اچھا تو نہ ہوگا۔ کوئی بیوی کا میاں
آپنے شوہر کے خصائل کچھ بھی ہوں۔ ہے میرا فرض
سر پہ رہ جائے نہ خدمت اور ناداری کا قرض
ہے مجھے لایق یہی۔ دایم رہے ورد زباں
ان سے اچھا تو نہ ہوگا۔ کوئی بیوی کا میاں

پیرزادہ منظور حسن صدیقی۔ ضلع دار نہر

منتخب اشعار

آخری شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا؟
قبر میں پہنچا کے تنہا چھوڑ جانے کے لئے
چار تن آئے تو کیا اک اژدہام آیا تو کیا؟

زندگی میں قدر اسے شوکت نہیں کرتا کوئی
دیکھنا اک چیز ہوں گے ہم بھی مرجانے کے بعد

درد کی شدت سے گھبرانے کو کہتے ہیں مرض
اور شفا ہے لذتِ آزار بڑھ جانے کا نام

خود دوا ہو جائے گا تو ہر مرض کے واسطے
دل میں پیدا اپنے درد لا دوا ہونے تو دے

مرسلہ ممتاز النساء بیگم۔ دختر ڈاکٹر خلیل الرحمن
رائے پور۔ سی پی

محفل تہذیب

۱۴ مارچ کے تہذیب میں شہاب ثاقب کا کے نظارہ کا حال پڑھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ اس نظارے کے فوٹو بھی لئے گئے تھے۔ بہت سی تہذیبی بہنیں فوٹو دیکھنے کی شائق ہیں۔ مسز سراج احمد صاحبہ از راہ مہربانی مطلع فرمائیں۔ کہ وہ فوٹو قیمتاً مل سکتے ہیں یا نہیں۔ اور مل سکتے ہیں۔ تو کس قیمت کو؟ میرے خیال میں فوٹو لینے کی خبر صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ مغرب کے وقت جب کہ سورج کی کافی روشنی نہیں ہوتی۔ فوٹو کس طرح لیا جا سکتا ہے؟

جناب منیجر صاحب قبلہ۔ تسلیم۔ قرآن شریف کیا چالیس دن سے زیادہ کے عرصے میں ختم کرنا مکروہ ہے؟ میں نے جب سے یہ سنا ہے۔ خلجان میں پڑ گئی ہوں۔ کیونکہ کمزوری اور نیز دیگر وجوہات کے باعث میں تو ایسا نہیں کر سکتی۔ امید ہے کہ آپ اس کے جواب سے بذریعہ تہذیب مطلع

فرمائیں گے ؛

عرصہ ہوا۔ کسی بہن نے پیشانی کے رونگٹے دور کرنے کی تدبیر دریافت کی تھی۔ ان کی آگاہی کے لئے تہذیب نسواں کی پرانی جلدوں میں سے ترکیب نقل کرکے بھیجتی ہوں۔ اگر فائدہ ہو۔ تو بہن صاحبہ مجھے بھی اطلاع بخشیں ؛

نمک کو خوب باریک پیس کر اور کپڑ چھن کرکے ایک مہین کپڑے میں باندھ لیا جائے۔ اب اس پوٹلی کو پیشانی پر پھیریں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ نیچے یعنی بھوؤں کی جانب سے اوپر کی طرف لے جائیں ؛ ز۔ ن حیدرآباد

نیبجر۔ قرآن مجید کو چالیس دن سے زیادہ عرصے میں ختم کرنا مکروہ نہیں ہے۔ آپ ناحق خلجان میں نہ پڑیئے ؛

جنوری گزشتہ میں ہم نے تہذیبی بہنوں سے درخواست کی تھی۔ کہ جو بہنیں دستکاری کا شوق اور اس میں کافی مہارت رکھتی ہوں۔ اور بذریعہ تہذیب دوسری بہنوں کو یہ ہنر سکھانے کی خواہشمند بھی ہوں۔ وہ اپنے نام اور پتے سے۔ اور جو جو کام وہ جانتی ہوں۔ اس سے براہ کرم ہمیں اطلاع دیں۔ ہماری اس درخواست پر پانچ نیک دل بہنوں نے اس مفید کام کے لئے اپنے نام پیش کئے ہیں:-

۱۔ فاطمہ بیگم صاحبہ۔ بنگلور

۲۔ بلقیس بیگم صاحبہ پشاور مصنفہ کروشیا

۳۔ مسعودہ بیگم صاحبہ۔ شیخوپورہ

۴۔ رضیہ بیگم صاحبہ۔ "

۵۔ خدیجہ بائی صاحبہ۔ بمبئی

ان بہنوں کو جن جن دستکاریوں میں مہارت ہے۔ وہ بھی انہوں نے لکھ بھیجی ہیں۔ ہم ان کی اس مہربانی کے نہایت شکرگزار ہیں۔ یہ بہنیں جلد اپنے اپنے مضمون دستکاری پر تہذیب میں بھیجنے شروع کریں گی ؛ نیبجر

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ السلام علیکم ؛

کئی تہذیبی بہنوں کو کسی عمدہ امریکن زنانہ رسالے کا پتہ مطلوب تھا۔ اس لئے میرے بھائی جان ممتاز احمد فاروقی نے وہاں سے ایک امریکن ماہوار زنانہ رسالے کا پتہ لکھا ہے۔ جو یہ ہے:-

The Ladies Home Journal
C/o The Curtis Publishing Co
Independence Square
Philadelphia - Pa
(U.S. America)

یہ رسالہ دو سو صفحات سے زائد ہوتا ہے۔ اور باتصویر ہے۔ چندہ سالانہ مع محصول ڈاک سات روپے ہے۔ جو بہنیں چندہ بھیجیں۔ وہ ڈاک خانے

کے منی آرڈر (جو خاص قسم کا ہوتا ہے۔) کے ذریعے یا بنک کے ڈرافٹ کے ذریعے روپیہ بھیجیں۔ اور چندہ پیشگی بھیجا جائے۔ غیر ممالک کو وی پی نہیں بھیجا جاتا۔ مگر اس کے پڑھنے اور سمجھنے کے لئے کم از کم انٹرنس تک کی انگریزی کا علم ہونا ضروری ہے۔

نظم "گزرے زمانے کی یاد" مجھے پہنچ گئی ہے۔ اب اور کوئی بہن بھیجنے کی تکلیف نہ فرمائیں۔ اور جن بہنوں اور بھائیوں نے نظم بھیجی ہے۔ وہ تہہ دل سے شکریہ قبول فرمائیں۔ خاکسار آصفہ بنت بشارت احمد جہلم

---

۵ مارچ کے تہذیب میں ایک محترمہ خاتون نے اپنی لڑکی کے کان سے پیپ جاری رہنے کی دوا دریافت فرمائی ہے۔ ان سے ہماری عرض ہے۔ کہ ہماری والدہ صاحبہ مدظلہا اس کی بہترین اور بار بار کی مجرب و آزمودہ دوا جانتی ہیں۔ ذیل کے پتے پر ان سے خط و کتابت کرکے دریافت فرمالیں:۔

اہلیہ سید نصیر الدین احمد صاحب اسسٹنٹ انجنیئر محلہ سرائے۔ بھاگلپور

راقمہ سیدہ میمونہ

جناب مولوی صاحب قبلہ دام ظلکم۔ آداب

میں جناب سے چند باتیں دریافت کرنا چاہتی ہوں۔

۱۔ ساڑھی باندھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔ یا نہیں؟ (درست ہے۔ بشرطیکہ ساری میں سے جسم نظر نہ آتا ہو۔ ساری باریک ہو۔ تو نیچے پیٹی کوٹ بطور تہ پوشی کے پہننا چاہئے۔ منیجر)

۲۔ صحیح نام عذرا ہے۔ یا عُذرا؟ (زبر سے درست ہے۔ منیجر)

۳۔ ٹھیک نام رقیہ ہے۔ یا رقیّہ؟ (رقیّہ صحیح ہے۔ تشدید سے۔ منیجر)

نیز کسی بہن کو کتاب آہ جرہ (ترکی ناول کے ترجمے) کا پتہ معلوم ہو۔ تو براہ مہربانی مطلع فرمائیں۔

عابدہ خاتون

جناب منیجر صاحب قبلہ تسلیم۔ مبلغ پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کئے گئے ہیں۔ براہ الطاف بزرگانہ یہ ناچیز رقم ہمشیرہ مصری رحمان بیگم صاحبہ کو بھیج دیجئے۔ تاکہ وہ اپنے بیمار پڑوسی کی مدد کر سکیں۔

سیدہ خیرالنساء۔ کرانیہ

یہ مضامین درج نہیں کئے جائیں گے

اقوال زریں۔ آسمانی شہادت۔ ایک ہندی مسلمان کا غازی مصطفیٰ کمال کے نام۔ پردہ اور تعدد ازدواج۔ پردہ از علامہ ہندی۔ مضمون ہماری صحت پر ایک نظر۔ روپیہ کیا چیز ہے؟ آج کل کی جہالت اور ستم رسیدہ پر مضحکہ۔

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

موٹر پر دنیا کے گرد

مس وایولٹ کورڈے نے ان ہی دنوں موٹر پر سوار ہو کر دنیا کے گرد چودہ ہزار میل کا سفر شروع کیا ہے۔ ان کی روانگی کے وقت ایک اخبار کے نمایندے نے ان سے دریافت کیا۔ کہ اس طول طویل سفر سے آخر آپ کا مقصد کیا ہے جواب ملا "کچھ نہیں محض تفریح!"

مس وایولٹ کورڈے نہایت مشہور موٹر چلانے والی خاتون ہیں۔ عمر چوبیس سال کے قریب ہوگی۔ نہایت تندرست و خوش باش ہیں۔ موٹر دوڑانے میں ان کے کارنامے بہت شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اور انہوں نے یہ کارنامے محض تفریح کے لئے سرانجام دئے ہیں۔

موجودہ سفر میں جس کے دوران میں انہیں پانچ براعظموں سے گزرنا ہوگا۔ تین اور لوگ ان کے ساتھ ہوں گے۔ ایک ان کی سہیلی ہیں۔ ایک موٹر کا مستری ہے۔ اور رائل آٹو موبائیل کلب کی طرف سے ایک سفر کا نگراں ہے۔ جو تمام حالات تفصیل سے قلم بند کر کے رپورٹ تیار کرے گا۔

یورپ کے شمال سے جنوب تک کا سفر کرنے کے بعد یہ لوگ جہاز میں سوار ہو کر بمبئی پہنچیں گے۔ اور ہندوستان اور لنکا میں کئی ہزار میل کا سفر موٹر میں کریں گے۔ اس کے بعد پھر جہاز میں سوار ہو کر آسٹریلیا جائیں گے۔ اور وہاں موٹر پر پھر کر ہونولولو ہوتے ہوئے امریکہ میں پہنچیں گے۔ امریکہ میں کوہ راکی کی سیر کرنے کے بعد پھر پرانی دنیا میں آجائیں گے۔ شمالی افریقہ کے میدانوں کو موٹر میں طے کریں گے۔ اور پھر بلقان اور وسط یورپ میں سے ہوتے ہوئے وطن واپس پہنچ جائیں گے۔

اس سفر کے لئے موٹر کو خاص طور پر تیار کیا گیا ہے۔ سامان سفر کو بہت غور و خوض کے بعد نہایت مختصر کر دیا گیا ہے۔ اور موٹر ہی میں ایسا انتظام رکھا گیا ہے۔ کہ بیابانوں میں رات بسر کرنے کے لئے نہ خیموں کی ضرورت پڑے۔ اور نہ بستروں کی۔ موٹر کار کے اندر مس کورڈے اور ان کی سہیلی کے لئے سونے کا بندوبست ہو سکے گا۔ اور باہر دونوں پہلوؤں پر دو بنچ اس طرح کھل سکیں گے۔ کہ دونوں مرد ساتھی ان پر رات بسر کر سکیں۔ بستر بید سے سادے اور آرام دہ ہوں گے۔ مچھر

سے بچانے کے لئے ان کے ساتھ مسہریوں کا انتظام بھی ہوگا۔

مس کورڈے نے روانگی کے وقت کہا۔ آپ سمجھتے ہوں گے۔ کہ فیشن کی دنیا سے دور ریگستانوں اور بیابانوں کے سفر میں لباس کا مسئلہ کچھ ایسا غور طلب نہ ہوگا۔ لیکن مجھ سے پوچھئے۔ تو سب سے زیادہ اسی نے مجھے پریشان کیا ہے۔ یوں ہم نے دل کڑا کر کے اپنی تمام ضروریات کی چیزیں بے دریغ ترک کر ڈالیں۔ اور فی مسافر ۲۰ پونڈ سے زیادہ وزن روانہ رکھا۔ لیکن سرد گرم ممالک کے سفر کے لئے مناسب لباس رکھنے تو نہایت ضروری تھے۔ جو لباس ہندوستان میں کام دے سکتا ہے۔ وہ آسٹریلیا کے ریگستانوں کے لئے مناسب نہیں۔ اور جو آسٹریلیا کے لئے موزوں ہے۔ اس سے ہمالیہ اور راکی کی برف پوش چوٹیوں کے نواح میں گزر نہیں ہوسکتا۔ اب ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ ہم ملک کی ضرورت کے مطابق چیزیں وہیں خریدیں۔ اور ضرورت پوری ہونے کے بعد وہیں چھوڑ دیں۔ موسم کی فوری تبدیلیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تین تہوں کے کوٹ بنوائے ہیں۔ ان کوٹوں کی تینوں تہیں الگ ہوسکتی ہیں۔ اوپر کی تہہ واٹر پروف کی ہے اور اندر کی تہیں اون اور دوسرے مناسب کپڑے کی ہیں۔

پوچھا گیا۔ کہ آپ نے راستے میں اپنی حفاظت کے لئے پستول بھی لے لئے ہیں؟ مس کورڈے نے ہنس کر کہا۔ "ان کی کیا ضرورت تھی۔ راستے میں چوروں ڈاکوؤں یا وحشیوں نے ہمیں ستانا چاہا تو آسانی سے اپنا ارمان پورا نہ کر سکیں گے۔ ایک دفعہ میں اپنا پاؤں موٹر تیز کرنے کی کل پر رکھ دوں پھر وہ میری گرد بھی نہیں پا سکتے"۔

یہ دیکھتے ہوئے۔ کہ مس کورڈے نے ایک مرتبہ پانچ ہزار میل کا سفر ساڑھے ستر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے طے کیا تھا۔ ان کی یہ بات تعلی نہیں کہی جا سکتی۔

آج کل کی جاپانی عورتیں

جاپان میں پچھلے چند سالوں میں عورتوں کی جو حالت تھی۔ اور جو کچھ آج ہے۔ اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پچھلے چند سالوں تک ان کی حالت وہی تھی۔ جو صدیوں سے چلی آتی تھی۔ دوسرے مشرقی ممالک کی طرح جاپان میں بھی مرد ہی سب کچھ تھے عورتیں کچھ بھی نہ تھیں۔ ان کا وقت آرائش و زیبائش بیکار باتوں۔ سینے پرونے اور تھوڑے بہت گانے بجانے میں صرف ہوجاتا تھا۔ اور زندگی بے مقصد اور غیر اہم سمجھی جاتی تھی۔

لیکن سنہ ۲ء میں عورتوں کے لئے امپیریل یونیورسٹی کھل گئی۔ اور اس کے بعد دوسری یونیورسٹیاں

بھی کھلنے لگیں۔ تعلیم شروع ہونے کی دیر تھی۔ کہ اس پھولوں کی سرزمین میں نسوانی تحریکیں پھولنی پھلنی شروع ہو گئیں، انجمن نسواں قایم ہو گئی۔ اور اس نے نہایت سرگرمی سے کام شروع کر دیا۔ نرسوں کے لئے ایک ٹریننگ کالج کھول دیا۔ اور اعلیٰ خاندان کی بہت سی لڑکیوں کو معاشری اصلاحوں کے کام میں مصروف کر دیا ﴿

سب سے زیادہ نمایاں بات یہ ہوئی۔ کہ جاپانی عورت نے دنیا کا سفر شروع کر دیا۔ اور یورپ کے اکثر بڑے بڑے ہوٹلوں میں نظر آنے لگی۔ اس کا نقطۂ نظر وسیع ہو گیا۔ اور طرح طرح کی اُمنگیں اور حوصلے اس کے سینے میں بے قرار رہنے لگے ﴿

پہلے زمانے میں باپ اور شوہر لڑکی اور بیوی کا فرماں روا تھا۔ آج وہ ان کا رہنما اور مشیر ہے۔ اور ایک سمجھ دار اور روشن خیال عورت کو کسی بات پر مجبور نہیں کرتا۔ اسے صرف اپنی رائے دیتا ہے ﴿

اگرچہ جاپان کے کئی حصے ابھی تک ایسے ہیں جہاں پُرانی جہالت اور قدیم رسوم ابھی تک ایسی موجود ہیں۔ اور ترقی نے آنکھ تک نہیں کھولی۔ لیکن جاپان کے بڑے بڑے شہروں کی عورتوں میں بیداری پیدا ہو چکی ہے۔ اور وہ بڑی سرعت سے ترقی کر رہی ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں۔ کہ ان کی حیات افروز پیغام جاپان کے کونے کونے میں پہنچ جائے گا۔ اور تمام ملک کی عورتیں روشن خیال اور آزاد ہو جائیں گی ﴿

ایک اسکول کی سالگرہ

پچھلے دنوں فلم میں ڈھائی سَو عورتوں نے میز پر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اور سوائے خدمت گار کے تمام عمارت میں اَور کوئی مرد نہ تھا، یہ ضیافت فلم میں ایک ابتدائی مدرسے کی اکیسویں سالگرہ کی خوشی میں منائی گئی تھی، یہ مدرسہ ان چار مدرسوں میں سے ایک ہے۔ جو سب سے پہلے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے انگلستان میں کھولے گئے تھے۔ اور جو نئے اصولوں اور طریقوں پر چلائے گئے تھے ﴿

ضیافت کے موقع پر مدرسے کی تمام نئی اور پُرانی اُستانیاں۔ پُرانی طالب علم لڑکیاں اور دوسری مہمان عورتیں شریک تھیں، مدرسے کی پُرانی اُستانیوں میں سے اکثر بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر پہنچ چکی ہیں۔ اور اپنے کارناموں کے باعث شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ لیکن اپنے پُرانے مدرسے کی خوشی میں وہ سب بڑے اشتیاق سے اپنی مصروفیات کو چھوڑ کر آن موجود ہوئیں ﴿

آغاز سے اس مدرسے کی روحِ رواں مس ملکر ایم اے ہیں، انہوں نے ضیافت میں پُرانے دلچسپ تذکرے چھیڑے۔ اور کئی باتیں سب کو یاد دلائیں، اپنی تقریر میں ایک بات انہوں

نے یہ کہی۔ کہ جب شروع شروع میں ہمارا اسکول کھلا۔ اور لڑکیوں کو کھیل کود میں حصہ لینے کو کہا گیا تو تمام اُستانیاں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئیں۔ کہ اکثر لڑکیاں اچھی طرح دوڑ نہیں سکتی تھیں۔ اور چند ہی قدم چل کر گر پڑتی تھیں۔ گھروں میں بیٹھے بیٹھے ان کی ٹانگوں میں اتنی توانائی نہ رہی تھی کہ دوڑ کی محنت برداشت کر سکتیں۔ آخر کار میں نے حکم دیدیا۔ کہ جو لڑکی دوڑتے میں گر پڑے گی اس پر جرمانہ کیا جائے گا۔ اس پر لڑکیوں نے سنبھل کر اور توجہ اور کوشش سے دوڑنا شروع کیا۔ اور پھر تھوڑے ہی دنوں میں لڑکوں کی طرح دوڑنے لگیں۔

عورتوں کی تمباکو نوشی

واشنگٹن سینی ٹوریم کے ڈاکٹر ڈینیل ایچ کریس نے جو عصبی امراض کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں عورتوں کی تمباکو نوشی پر اظہار خیال کیا۔ اور کہا۔ کہ ہماری خواتین کو دن بدن تمباکو کے استعمال کا شوق زیادہ ہو رہا ہے۔ لیکن انہیں یہ علم نہیں۔ کہ تمباکو مردوں کو اس قدر نقصان نہیں پہنچاتا جس قدر عورتوں کے لئے مضرت رساں ہے۔ اور ان کے اس شوق کے معنے اپنی اور آیندہ نسلوں کی تباہی اور بربادی ہے۔

میں اپنے تجربے سے کہتا ہوں۔ کہ جن بچوں کی ماؤں کو تمباکو نوشی کی عادت ہے۔ ان کے اعصاب بے انتہا کمزور ہیں۔ اور وہ آئے دن امراض کا شکار بنے رہتے ہیں۔ اگر تمباکو نوش والدین کی اولاد نے بھی یہ شوق نہ چھوڑا۔ اور دو تین پشت اس کا استعمال یوں ہی رہا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بچوں کے دماغ اس قدر کمزور ہو جائیں گے۔ کہ ملک کے پاگل خانے ان سے بھرنے پڑیں گے۔

عورتوں نے جس طرح بال ترشوانے اور اونچی اسکرٹ پہننے کا فیشن اختیار کر لیا ہے۔ اسی طرح بلاوجہ سگرٹ پینا بھی شروع کر دیا ہے۔ لیکن میں انہیں واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ تمباکو کو خواہ وہ کسی صورت میں استعمال کریں۔ اس سے علاوہ اعصاب کو نقصان پہنچنے کے انہیں امراض قلب بھی گھیرے رکھیں گے۔ ان کی آوازوں کا رس جاتا رہے گا۔ جلد کا رنگ پھیکا پڑ جائے گا۔ اور جب وہ پچاس برس کی عمر کے قریب پہنچیں گی۔ تو تمام جسم پر جھریاں پڑ جائیں گی۔ چہرے کی رونق و لطافت جاتی رہے گی۔ اور ان کا تمام حسن مُرجھا کر رہ جائیگا۔

سیب کھانے کی شرط

دو انگریز لڑکیوں نے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ سیب کھانے کی شرط لگائی۔ چنانچہ ایک نے ایک منٹ میں ۱۷ اور دوسری نے ۱۸ سیب کھائے

خبریں اور نوٹ

قسطنطنیہ ۲۱ مارچ - روس و ترکی کے درمیان ایک تجارتی عہدنامے پر دستخط ہو گئے - اس عہدنامے کی روسے ترکی نے وعدہ کر لیا ہے - کہ وہ ہر سال اپنے ہاں کی ۵۲ چیزیں جن کی قیمت ستر لاکھ پونڈ ہو گی - روس میں بھیجا کرے گا - اور جو چیزیں روس سے ترکی میں آئیں گی - ان پر کوئی پابندی عائد نہ ہو گی ٭

سلطان ابن سعود نے مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے وقت ہزار گنی اور ہزار بوریاں چاول کی فقرا اور مساکین میں تقسیم کیں ٭

افغانستان میں آزادی استقلال کا جشن منایا گیا - خوب رنگ رلیاں رہیں - اور قومیت وحب الوطنی کے مظاہرے ہوئے ٭

امریکہ میں رہنے والے شامیوں نے شامی سردار امیر شکیب ارسلان کی خدمت میں ایک سونے کا قلم جس پر بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے ہیں - بطور نذرانہ بھیجا ہے ٭

لیڈیز کارلٹن کلب (قدامت پسند فرقہ نسواں کی انجمن) میں ایک دعوت ہوئی - اس موقع پر لارڈ برکن ہیڈ وزیر ہند نے اپنی تقریر میں اہل ہند کو مشورہ دیا - کہ وہ باہمی اختلافات کو مٹائیں اور حکومت کے ساتھ مل کر کام کریں - اگر وہ نیک طینتی اور خیر سگالی کا ثبوت دیں گے - تو وہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں ٭

چین کی قوم پرست فوجیں شنگھائی کی بین الاقوامی بستی سے گزرنے کی کوشش کر رہی ہیں - اور برطانی فوجیں انہیں روکنا چاہتی ہیں ٭

چین کے شاہ پرستوں کا ایک امیر البحر جس کے بیڑے میں تین بڑے جنگی جہاز اور نو چھوٹے جہاز ہیں - قوم پرستوں سے مل گیا ہے - اور اس نے اپنے جہازوں پر پیکن کا جھنڈا اُتار کر قوم پرست علم لگا دیا ہے ٭

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے - کہ قوم پرستوں کی طرف سے قتل و غارت میں ترقی ہو رہی ہے - مقام نانکن تسخیر ہونے والا ہے - اور اگر یہ فتح ہو گیا - تو اس کے یہ معنے ہوں گے - کہ شنگھائی بھی افواج کینٹن کے قبضے میں آگیا - کیونکہ نانکن کی تسخیر سے پیکن جانے والی ریلوے لائن بھی قوم پرستوں کے ہاتھ میں آجائے گی ٭

ہنکاؤ جس پر حال ہی میں قوم پرستوں کو اقتدار حاصل ہوا ہے - وہاں کے مردوں نے ایک عظیم الشان مظاہرہ کیا - اور جمعیت نسواں پر لعنت کے نعرے بلند کئے - ایک دوسرے مقام پر مردوں نے مظاہرہ کر کے کہا - کہ قوم پرستوں نے جب سے علاقہ مذکور پر قبضہ کیا ہے - عورتوں کی آزادی کے راگ الاپ کر ہماری عورتوں کو آوارہ

بنا دیا ہے ؛

عدن کا فوجی اور سیاسی انتظام عارضی طور پر
۱۹۱۷ء سے حکومت برطانیہ کے ہاتھ میں تھا۔
مگر اب اسے مستقل کر دیا گیا ہے ؛

دارالعوام میں ایک سوال کے جواب میں ارل
ونٹرٹن نے کہا۔ کہ کراچی میں بحری تربیت گاہ قائم
کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ چھ مہینے کے اندر اندر
کام شروع کر دیا جائے گا ؛

نیو یارک (امریکہ) میں سابق وزیر اعظم روس
موسیو کرنسکی اپنے ۵ ہزار معتقدین کے مجمع میں روسی
انقلاب کی دسویں سال گرہ کے موقع پر تقریر کرنے
کے لئے اُٹھے۔ تو ایک شاہ پرست عورت بظاہر
پھول پیش کرنے کے لئے آگے بڑھی۔ لیکن پاس
پہنچ کر ان کے مُنہ پر بہت زور سے تھپڑ مارا ؛
لوگ جھنجھلا کر اس عورت کی طرف بڑھے۔ لیکن
موسیو مذکور کو مطلق غصہ نہ آیا۔ اور انہوں نے
لوگوں کو اس عورت پر حملہ کرنے سے روک دیا ؛

ایک فرانسیسی عورت جولین نصرانی اس الزام
میں گرفتار کی گئی ہے۔ کہ اس نے پچھلے چار سال
میں تقریباً ایک ہزار گمنام خطوط لکھے۔ جن میں کسانوں
اور دہقانوں کو ڈراوے اور دھمکیاں دی گئیں اور
اس طریقے سے روپیہ حاصل کرنا چاہا ؛ ان خطوط
کا بہت بُرا اثر ہوا۔ کئی گھر تباہ ہو گئے۔ دوست جدا
ہو گئے۔ بہت سے کسان اپنی کھیتی باڑی چھوڑ کر فرا
ہو گئے۔ اور شادیاں رُک گئیں ؛ ایک کسان
دھمکی دی گئی۔ کہ ایک ہزار فرانک فلاں درخت
کے نیچے رکھ دو۔ ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے
اس نے نہ رکھے۔ تو اسے نقصان پہنچایا گیا ؛ ا
دوسرے آدمی کو تنبیہ کی۔ کہ تم گاؤں چھوڑ کر چ
جاؤ۔ وہ نہیں بھاگا۔ تو اس کے بچوں کو زہر آ
مٹھائیاں کھلا دی گئیں۔ اور مویشیوں کو بھی
دیا گیا ؛ یہ عورت بیوہ ہے۔ اور اس کی عمر چالیس
سال ہے۔ جب سے یہ پکڑی گئی ہے۔ گمنام خ
کا سلسلہ بند ہو گیا ہے ؛

مسٹر ٹام شاہ ممبر دارالعوام کی بیٹی ہندوستان
ایک جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں۔ راستے میں
انہیں چیچک نکل آئی۔ اور ۱۲ مارچ کو جبل الطا
کے قرنطینہ میں داخل کی گئیں ؛

ایک بحری ہوائی جہاز خرطوم سے جاتے ہو
ٹوٹ گیا ؛

مسٹر الینی من ممبر پارلیمنٹ نے برطانیہ میں کفایت
شعاری کی ترقی پر اپنی تقریر میں کہا۔ کہ اس وقت
برطانیہ میں ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ چھوٹے سرمایہ دا
ہیں۔ جو زیادہ تر مزدور خاندانوں سے تعلق رکھتے

جزیرہ نائے ہندچینی کے فرانسیسی گورنر موسیو
کے رویہ کے رویے کے خلاف پارلیمنٹ میں سوا
اٹھایا جائے گا ؛ اس کے متعلق دیسی نمائندوں
بیان ہے۔ کہ اس کے ظالمانہ افعال اور قوان

سے سارا ملک چیخ اُٹھا ہے۔ اس کو قتل و غارت میں خاص دلچسپی ہے۔ اور یہ دلیسیوں پر دہشت بٹھانے اور ان کی عورتوں کو پریشان کرنے کا عادی ہے ۔

حال ہی میں "نارتھ کلف ہاؤس" کے نام سے لندن میں ایک چھاپہ خانہ قایم ہوا ہے۔ جس میں انگلستان کا مشہور اخبار ڈیلی ڈسپیچ چھپا کرے گا۔ اس چھاپہ خانے کی تمام مشینوں کو چلانے کے لئے ایک ایک سَو گھوڑوں کی طاقت کی اٹھارہ موٹریں لگائی گئی ہیں۔ جو بیس یا چوبیس صفحے کے اخبار کی ڈیڑھ دو لاکھ کاپیاں صرف ایک گھنٹے میں چھاپ لیا کریں گی۔ صفحات کی ترتیب۔ گنتی۔ اور کٹائی کا کام بھی مشینوں کے ذریعے ہوا کرے گا۔ اور اخبار نچلی منزل سے اوپر کی منزل تک مشینیں ہی پہنچا دیا کریں گی۔ یہ چھاپہ خانہ دنیا بھر میں اپنی قسم کا پہلا اور حیرت انگیز ہے ۔

یورپ کے ایک ڈاکٹر وارونوف نے بھیڑوں پر عمل جراحی کے تجربے کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے۔ کہ اس طریقہ علاج سے انسانوں کی عمر ۱۲۵ سال سے ۱۴۰ سال تک بڑھ سکتی ہے۔ اور اس طرح انسانوں پر صرف آخری تین مہینوں میں بڑھاپا آیا کرے گا۔ اور پھر موت ناگہانی اور کسی تکلیف کے بغیر آجایا کرے گی ۔

جنوبی ویلز کے حادثہ کان کنی کے مصیبت زدوں کا سرمایہ اب ۳۲ ہزار تک پہنچ گیا ہے ۔

ایک نیا ہوائی جہاز تیار ہوا ہے۔ جو قاہرہ سے کراچی تک سفر کیا کرے گا۔ اس کا نام لارڈ پلومر نے شہر یروشلم رکھا ہے۔ انہی دنوں لارڈ پلومر اور ان کی بیوی نے اس میں بیٹھ کر یروشلم کی سیر کی ۔

ریاست بھوپال میں حضور وائسرائے نے ضیافت کے موقع پر اپنی تقریر میں مسند نشینی کے متعلق فرمایا۔ کہ لڑکوں کو لڑکیوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اور لڑکوں میں سب سے بڑا لڑکا۔ اور لڑکیوں میں سب سے بڑی لڑکی تاج و تخت کی حقدار ہے۔ ممکن ہے۔ کہ بھوپال دوبارہ کسی عورت کی حکمرانی میں آئے۔ اور وہ موجودہ نواب صاحب کی بڑی لڑکی ہو۔ حضور وائسرائے نے ریاستوں کی حیثیت کے باب میں فرمایا۔ بہتر ہوگا۔ کہ برطانیہ ہند اور ریاستیں ایک دوسرے سے کچھ سبق سیکھیں۔ اور مل کر ایسے ذرائع سوچیں۔ جن پر دونوں باعزت طریق سے عمل کر کے ہندوستان کی خدمت میں مصروف رہیں ۔

نواب صاحب بھوپال بادشاہ سلامت کی فوج میں لفٹنٹ کرنل کے اعزازی عہدے پر فائز ہوئے ہیں۔ اس پر وائسرائے بہادر نے انہیں مبارکباد دی ۔

ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم بنگال نے ایڈن کالج کا بجٹ

اسکول کے جلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر تعلیم نسواں
کے متعلق ایک طویل تقریر کی جس کے دوران میں
کہا۔ کہ لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ ایسا ہے۔ جسے مرد در
محکمہ کی چند عورتیں حل نہیں کرسکتیں۔ اسے تو صرف
ہندوستانی قوم خصوصاً ہندوستان کی عورتیں ہی
حل کرسکتی ہیں ؛

ہمیں لڑکیوں کی تعلیم میں کبھی یہ بات فراموش
نہ کرنی چاہئے۔ کہ اسکول میں جو تعلیم لڑکیوں کو
دی جائے۔ وہ زیادہ تر حالات میں ایسی ہو جس
کے ذریعے لڑکیاں گھروں میں بیوی اور ماں کی
حیثیت سے اپنا درجہ حاصل کرلیں ؛

ہندوستانی لڑکیوں کی تعلیم کے متعلق میرا نقطۂ نظر
یہ ہے۔ کہ ایک بڑا باغ ہو۔ جس میں پانچ چھ گھر ہوں
اور موجودہ زمانے کے ہندوستانی گھروں کے مانند ہوں
ان میں لڑکیاں رکھی جائیں۔ ہر مکان میں بیٹھنے
کے لئے ایک یا دو کمرے ہوں۔ جہاں ان کو تعلیم
دی جائے۔ ان گھروں کے ساتھ سادہ قسم کی لیبوریٹریاں
ہوں۔ پردہ معمولی ہو۔ ان میں کھانا پکانا۔ گھروں کی
آرائش۔ تیمارداری۔ مہمانوں کی خاطرداری۔ حساب
کتاب۔ باغ کی دیکھ بھال۔ صفائی کا انتظام یہ
سب کام لڑکیوں ہی سے کرائے جائیں۔ علاوہ
ازیں موسیقی۔ مصوری۔ سوزن کاری اور حفظ
صحت کی معمولی تعلیم بھی دی جائے۔ تعلیم دیسی
زبان میں ہونی چاہئے۔ لیکن انگریزی بھی سکھلائی
جائے۔ ان تمام باتوں کی تعلیم ۹ سے ۱۶ سال
تک کی لڑکیوں کو دی جائے۔ ان باتوں سے
لڑکیوں میں عام تہذیب۔ قابلیت اور گھروں کے
انتظام کی صفت پیدا ہو جائے گی ؛

کلکتہ میں ایک میم مس ڈوارڈل نے ایک مقد
میں شہادت دیتے ہوئے مدعی محمد شفیع کو کالا آ
کہدیا۔ اس پر مدعی نے مس مذکور پر ہتک عزت
کا دعویٰ دائر کردیا ہے۔ اور میم صاحبہ سو روپے
کے مچلکے پر رہا کی گئی ہیں ؛

کھدرک انکال اسٹیشن کے قریب مدراس میل
ایک اور ٹرین سے لڑگئی۔ جس سے دو تیسرے
درجے کے ڈبے اور ایک سامان کا ڈبہ تباہ ہوگ
اور انجنوں کو بہت نقصان پہنچا۔ ۱۴ آدمی مر
اور ۷۰ زخمی ہوئے۔ بہت سے آدمیوں کے معم
زخم آئے ؛

خبر ہے۔ کہ برطانی سپاہی جو ہندوستانی فوجوا
ساتھ چین بھیجے گئے ہیں۔ ان کے اہل وعیال انگ
بھیج دئے جائیں گے ؛

پنجاب کونسل میں چودھری فضل حق کی یہ تج
منظور ہوگئی۔ کہ تلوار کو قانون اسلحہ سے مستثنیٰ کر
جائے۔ اگر گورنمنٹ نے کونسل کی اس تجویز کو
لیا۔ تو پھر تلوار کے لئے لائسنس کی ضرورت نہ

اخبار زمیندار کے سارے عملے نے جس میں
کاتب۔ کلرک اور دفتری سب شامل ہیں ہڑتال

اطلاع نامہ درخواست حصول حکم منسوخی ڈگری یکطرفہ ۔۔۔ ڈسمسی نالش

بہ اجلاس جناب سید ریاض الحسن صاحب اول اڈیشنل منصف جونپور

ٹھاکر گجراج سنگھ ساکن سکری کلاں پرگنہ اونگئی ضلع جونپور مدعی

بنام ۱۱ مساۃ مصطفائی بیگم عمر ۵۰ برس زوجہ سید اصغر حسین صاحب سب جج کھیری لکھیم پور ساکن حال شہر کھیری لکھیم پور

ہرگاہ مدعا علیہ مذکور الصدر نے اس عدالت میں درخواست حصول حکم منسوخی ڈگری یکطرفہ مورخہ ۲۳ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء جو مقدمہ مذکور الصدر میں صادر ہو چکی ہے پیش کی ہے۔ لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اس عدالت میں بتاریخ ۲ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء اصالتاً یا بذریعہ وکیل عدالت ہذا۔ یا بذریعہ مختار مجاز حسب ضابطہ اور واقف حال مقدمہ کے حاضر ہو کر وجہ (اگر کوئی ہو) ظاہر کرو۔ کہ نامبردہ کی درخواست کیوں نہ منظور کی جائے + میرے دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۔ ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۷ء جاری کیا گیا +

دستخط　　　　مہر عدالت

بے نظیر تحفہ

بہار گیسو تیل معمولی خوشبودار تیل نہیں ہے، بلکہ ادویہ سے تیار کردہ تیل ہے۔ اس قسم کا ولائتی تیل دو تین روپے میں نہیں ملتا۔ اس میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں؛

(۱) عمدہ بھینی بھینی خوشبو۔ (۲) بالوں کو بڑھاتا ہے۔ (۳) لمبا کرتا ہے۔ (۴) ٹوٹنے سے اور گرنے سے بچاتا ہے۔ (۵) ملائم کرتا ہے۔ (۶) سفید ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ بلکہ بعض حالتوں میں سفید کو سیاہ کرتا ہے۔ (۷) نظر اور دماغ کو طاقت دیتا ہے۔ قیمت ۱۰ر چھ شیشی ہے۔ علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ؛ چھ شیشی کے خریدار کو گارنٹی دی جائے گی۔ کہ اگر تیل حقیقت میں مفید ثابت نہ ہو۔ تو قیمت واپس بلا چون وچرا کر دی جائے؛ اس تیل میں مٹی کے تیل کا ایک قطرہ ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام؛

اعلیٰ قسم کے عطر بھی ہمارے ہاں مل سکتے ہیں۔ چنبیلی۔ گلدستہ فرانس۔ گلدستہ شیراز۔ گلدستہ شوالک دو تولہ کی شیشی اعلیٰ درجے کے بکس میں للعہ/ اور عہ/۔ اگر ظاہری شکل کو دیکھ کر ہی آپ اس کی ارزانی کے قائل نہ ہو جائیں۔ تو بغیر کھلے عطر کے واپس کر کے قیمت واپس کر دی جائے گی؛

المشتہر منیجر دل کشا پرفیومری کمپنی
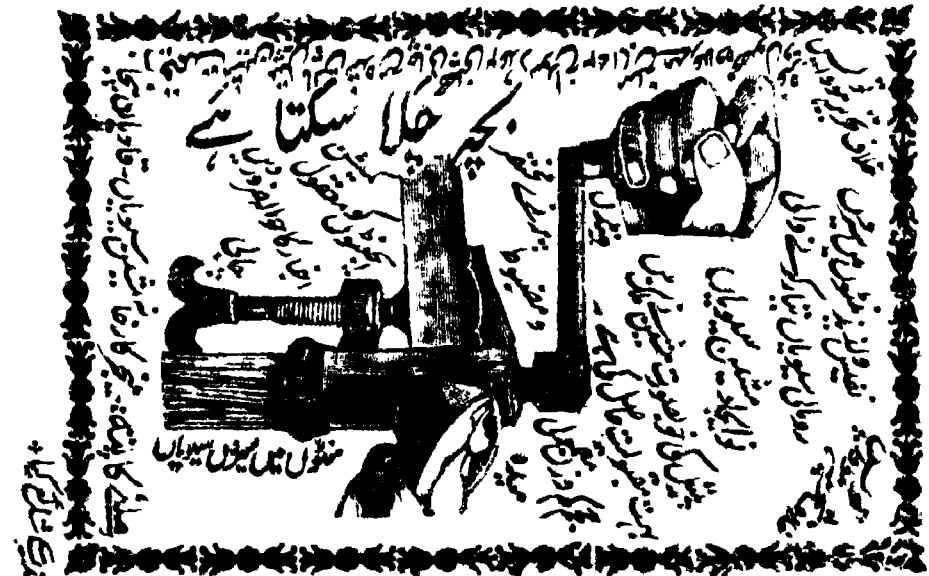
قادیان۔ ضلع گورداسپور

اڈیٹر محترمہ آصف جہان بیگم - مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا اور سید ممتاز علی مالک و مہتمم

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا گیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۱۴	لاہور ہفتہ ۲ - اپریل ۱۹۲۷ء	جلد ۲۹

تہذیب نسواں

لاہور - ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

ضرورت شادی

ایک شریف خاندان معزز مسلمان کو جو زمینداری کے علاوہ تجارتی کاروبار بھی کرتے ہیں۔ اپنے لڑکے (جو خود تجارتی کاروبار کرتے اور ممتاز شخصیت رکھتے ہیں۔) کی شادی مطلوب ہے۔ لڑکی سُنی المذہب۔ شریف خاندان تعلیم یافتہ اور قبول صورت ہو۔ باشندۂ صوبہ متحدہ کو ترجیح دی جائے گی۔

خط و کتابت ذیل کے پتے پر ہونی چاہئے:۔

ت ۔ ع

معرفت منیجر صاحب تہذیب نسواں ۔ لاہور

عورتوں کی اپنی دکان

بہنوں کی سہولت کے واسطے ان کے کام کی چیزیں بہم پہنچانے کا انتظام نہایت کوشش سے کیا ہے۔ معمولی ٹیپ سے لے کر قیمتی ساڑھی تک ہر ایک چیز دستیاب ہو سکتی ہے۔ بچوں کے کھلونے پارچات پوشیدنی اور دیگر ضروریات کی خصوصیت ہے۔ مال عمدہ اور سستا نہ ہو۔ تو واپس۔ آزمائش شرط ہے۔

خط و کتابت میں کسی مرد کا ہاتھ نہیں۔

پتہ:۔ کنیز کار

پوسٹ بکس نمبر ۱۔ لاہور

بعدالت جناب شیخ اعجاز احمد صاحب بی اے ایل ایل بی۔ پی سی ایس۔ اڈیشنل سب جج بہادر درجہ چہارم موگہ ضلع فیروزپور

غلام محمد ولد شیرا قوم بھرائی شیخ سکنہ موضع ریڑہ تحصیل موگہ مدعی۔ بنام

مساۃ شہزادی دختر فتا۔ فتا ولد پوڑا۔ مساۃ داتی زوجہ فتا۔ شیرا ولد فتا ذات بھرائی سکنہ سادھ بھائی تحصیل موگہ مدعا علیہم۔ دعویٰ اعادہ زناشوئی ۔ ۔ ۔ ۔ نسبت مساۃ شہزادی مدعا علیہا ملا

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعی کی درخواست اور بیان حلفی سے پایا جاتا ہے۔ کہ مساۃ شہزادی مدعا علیہا دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتی ہے۔ اور اس کی تعمیل معمولی طریقے پر نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ مساۃ شہزادی مدعا علیہا بتاریخ ۲۲۔ اپریل ۱۹۲۶ء حاضر عدالت ہذا ہو کر مقدمہ کی پیروی اور جوابدہی کریں۔ بصورت غیر حاضری اس کے برخلاف کارروائی یک طرفہ ہوگی۔

آج بتاریخ ۱۲ مارچ ۱۹۲۶ء بثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم۔ مہر عدالت

وہم کا قلب پر خوفناک اثر

وہم بالکل بے بنیاد کچے عقیدے کو کہتے ہیں۔ یہ ایک دماغی مرض ہے جس میں کم و بیش ہم سب مبتلا ہیں۔ مگر کوشش سے یہ مرض بہت کچھ کم ہو سکتا ہے۔ اس کا بالکل دور ہو جانا بھی ممکن ہے۔ تہذیبی بہنوں کے ایک مختصر مجمع میں فرصت کے وقت دل بہلاؤ باتیں ہو رہی تھیں۔ ایک بہن بول اٹھیں کہ میری ہتھیلی کھجلا رہی ہے۔ کچھ ہاتھ آئے گا۔ اور مذاقاً مجھ سے پوچھنے لگیں۔ کہ "برہمنوں کی طرح کھانے کے بعد کیا کچھ نقد دینے کا بھی دستور ہے"؟

یہی سلسلۂ کلام بڑھتا چلا گیا۔ دو تین بہنوں نے اس کی تائید کی۔ کہ ہتھیلی کھجلانے سے ضرور کچھ نقدی ملتی ہے۔ جوتا اتارتے ہوئے اگر جوتے پر جوتا چڑھ جائے۔ تو سفر درپیش ہوتا ہے۔ دہنی آنکھ پھڑکنے سے ضرور کسی سے لڑائی ہوتی ہے۔ اس قسم کی بہت سی مثالوں کا ذکر ہوا۔ ایک بہن بڑی ہوشیار تھیں کہنے لگیں۔ کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ جتنے قانون قاعدے مقرر ہیں۔ سب تجربے کی بنا پر بنے ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ سے جب بار بار ایک واقعہ کے بعد دوسرا واقعہ ظہور میں آتا ہے۔ تو پہلے واقعہ کو سبب کہنے لگتے ہیں۔ اور دوسرے کو نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ سیاہ بادل آئے۔ پانی برس گیا۔ گرمی پڑی موم پگھل گیا۔ سردی پڑی پانی جم گیا۔ اسی طرح جوتے پر جوتا چڑھا۔ سفر آ گیا۔ ہتھیلی کھجلائی نقدی مل گئی۔ یہ کیا بات ہے۔ کہ ایک بات کو تو علم کہا جائے۔ اور اسی قسم کی دوسری بات کو جہل اور بے وقوفی قرار دیا جائے؟

یہ بات دل کو لگتی ہوئی تھی۔ مگر ہم سب جانتے تھے۔ کہ یہ غلط دلیل ہے۔ چنانچہ پھر سب کو یہ ماننا پڑا۔ کہ عالموں نے جو قاعدے مقرر کئے ہیں۔ وہ ہمیشہ صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ اور کبھی اس قاعدے کے خلاف نہیں ہوتا۔ مگر وہمی قاعدے ہمیشہ صحیح ثابت نہیں ہوتے۔ اتفاق سے کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے اس لئے لوگوں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ قاعدہ بالکل سچا اور صحیح ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ جب سردی زیادہ پڑے گی پانی ضرور جم جائے گا۔ اور گرمی سے موم ضرور پگھل جاتا ہے۔ مگر یہ لازم نہیں۔ کہ جوتے پر جوتا چڑھ جانے سے ہمیشہ سفر پیش آئے۔ یا ہتھیلی کھجلانے سے روپیہ ضرور ہاتھ لگے۔ جب ایسا نہیں ہوتا۔ تب لوگ اس کا خیال نہیں کرتے لیکن جب ہو جاتا ہے۔ تو وہم پختہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک۔ کہ اس قسم کے کچے عقیدے مذہبی عقاید کی طرح دل میں جگہ پکڑ لیتے ہیں۔

بعض وہم تو بالکل بے ضرر ہیں۔ مثلاً جوتے پر جوتا چڑھنے سے سفر پیش آنا۔ توے کی سیاہی جلتی ہوئی نظر آنے کو کسی مہمان کی آمد کی اطلاع سمجھنا۔ یا ہچکی آنے سے یہ سمجھنا۔ کہ ہمیں کسی نے یاد کیا بلکہ بعض وہموں سے تو دل خوش ہو جاتا ہے۔ مثلاً ہتھیلی

کھلانے سے مفت میں نقدی ملنے کی خوشی ہو جاتی ہے۔ مگر بعض وہم بہت خطرناک ہیں۔ ان سے کاموں میں ہرج واقعہ ہوتا ہے۔ اور دل خوف زدہ رہتا ہے۔ بعض وقت تو جان کا خطرہ رہتا ہے۔ ہمارے خاندان میں ایک بزرگ تھے۔ جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے۔ ان کو ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق یہ وہم تھا۔ کہ فلاں فلاں دن فلاں سمت ہرگز سفر نہ کرنا چاہئے۔ ایسی سمت کو دساسول کہتے ہیں۔ اور اس کے خلاف کرنے سے ان کا خیال تھا کہ ضرر پہنچتا ہے۔ ان بزرگ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ یہ بزرگ اپنی والدہ سے صرف تین کوس پر تھے اطلاع پہنچ گئی۔ مگر دو دن دساسول کا سامنا تھا یعنی ان دونوں دنوں میں گھر کے سمت سفر منع تھا چنانچہ وہ نہیں آئے۔ اور ماں کے جنازے میں شریک نہ ہو سکے۔ کتنا ہرج ہوا۔ اور کیسے قلق کی بات ہے؟ (باقی آئندہ)

راقمہ خدیجۃ الکبریٰ۔ بریلی

ایک ضروری مشورہ

بھائی ممتاز احمد صاحب فاروقی سے

بھائی صاحب موصوف کو اپنے ابنائے وطن خاص کر طبقۂ نسواں سے جو ہمدردی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ کی طرح معلوم نہیں کتنے طلباء امریکہ اور دوسرے ممالک میں بغرض حصول تعلیم گئے ہوں گے۔ مگر اتنی دور بیٹھ کر ہر وقت اپنے وطن کو یاد رکھنا۔ اور اپنے مفید تجربات سے وقتاً فوقتاً اپنی بہنوں کو آگاہ کرتے رہنا صرف آپ ہی کا کام ہے۔ سچ یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ کہ آپ کی اس ہمدردی کا شکر بہ ادا کر سکیں۔ آپ کی اس ہمدردی اور خلوص کے بھروسے پر میں آج آپ سے ایک ضروری مشورہ چاہتی ہوں۔ جناب کو ہندوستان کی حالت سے واقفیت رکھتے ہوئے یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا۔ کہ یہاں کے آج کل نوخیز لڑکوں کو روزگار حاصل کرنے میں کتنی دقتیں ہیں۔ ہزاروں طلباء جو یہاں کی یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں۔ ان کو برسوں روزگار کی تلاش میں سرگرداں رہنا پڑتا ہے۔ اگر تجارت کرنا چاہیں۔ تو اس کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے مسلمانوں کے پاس اول تو سرمایہ ہے ہی نہیں اور اگر دو چار خوش نصیب سرمایہ رکھتے بھی ہیں۔ تو ان کو تجارت کا سلیقہ نہیں۔ اگر کچھ کاروبار کرتے ہیں۔ تو بجائے نفع کے گرہ کی پونجی بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ ایسی حالت میں لامحالہ ہر شخص ملازمت کا طالب نظر آتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ ملازمت میں سالانہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ کہاں تک کھپ سکتے ہیں؟

جو لوگ ممالک غیر میں پہنچ کر تعلیم حاصل کر آئے

ہیں - ان کی حالت کسی قدر بہتر ہے ۔ لیکن کیمبرج
اور اکسفورڈ یونیورسٹیز کے مصارف اس قدر زیادہ
ہیں - کہ ہر شخص کے سلئے ان کا بار اُٹھانا آسان نہیں۔
سُنا ہے - کہ امریکہ کی یونیورسٹیز کے مصارف مقابلتاً
ان سے بہت کم ہیں - اور طلباء کو ہر طرح کی آسانیاں
ہیں ۔ اگر بھائی صاحب موصوف اپنے تجربات اس
کے متعلق بھی کبھی کبھی شائع فرماتے رہیں - تو بعید از
ہمدردی نہ ہوگا ۔ اور ممکن ہے - کہ تہذیبی بہنوں کے
بھائیوں اور دیگر دوسرے رشتہ داروں کے حق میں
نہایت مفید ثابت ہو ۔ مجھے بھائی صاحب کی حب الوطنی
کے بھروسے پر قوی امید ہے - کہ ضرور میری اس ناچیز
تحریک پر توجہ فرمائیں گے - اور جو مضمون اس پر لکھیں
گے - ان میں امور مفصلہ ذیل کی پوری صراحت فرمائیں گے

۱- امریکہ میں کون کون یونیورسٹیاں ہیں - اور ان
کے مصارف کم سے کم ایک طالب علم کو اپنی تعلیم کو
تکمیل تک پہنچانے کے لئے کتنے برداشت کرنے
پڑتے ہیں ؟

۲- گورنمنٹ کی طرف سے کوئی اسکالرشپ کسی
طالب علم کو مل سکتا ہے ؟ اور اگر مل سکتا ہے -
تو کس کس صورت میں مل سکتا ہے ؟

۳- محکمہ جات جنگل - انجنیری - ڈاکٹری وغیرہ کی بھی
تکمیل کے انسٹی ٹیوشن ہیں - اور ان میں بھی گورنمنٹ
سے کچھ امداد مل سکتی ہے ؟

جملہ اس قسم کی معلومات جس سے کسی قسم کی سہولت
طالب علموں کو کسی شعبہ میں جانے کے لئے حاصل
ہو سکے - خاص کر اس وقت میں اس قسم کی معلومات
بہت مفید ثابت ہوگی - جبکہ عنقریب امتحانات
ہو کر جون جولائی ۱۹۲۶ء تک نتیجہ معلوم ہو جائیں گے

خاکسار ظفر جہاں

فلاح اطفال کی تحریک

(سلسلے کے لئے دیکھو تہذیب صفحہ ۲۴۳)

اس وقت لاہور جیسے بڑے شہر میں صرف دو
فلاح اطفال کے مرکز قایم ہیں - ایک مزنگ میں
اور دوسرا قلعہ گوجر سنگھ میں ۔ مزنگ کے مرکز
فلاح اطفال کو میونسپلٹی نے قایم کیا - وہی اس
کے اخراجات کا بار اُٹھا رہی ہے - اور آج کل
محاسب صحت Mrs. Rickets
4 Mrs Gnamonie
یہاں مقرر ہیں ۔ قلعہ گوجر سنگھ کا مرکز لاہور کی
چند عورتوں کی انجمن یعنی لیگ آف ہیلپ کے
زیر سایہ قایم ہوا تھا - اور دو انگریز خواتین
Miss. Raynor 4 Miss. Simon
نے جو پنجاب ہیلتھ اسکول میں محاسب صحت
کی جماعتوں کو تعلیم دینے کے لئے انگلستان سے
بلوائی گئی تھیں - اس مرکز کو جاری رکھنے کا بیڑا
اُٹھایا تھا - چنانچہ اک مدت تک لیگ آف

ہیلپ اپنے فنڈ میں سے ۲۵ روپے ماہوار کی امداد دیتی رہی- اور باقی خرچ کے لئے لیگ آف ہیلپ کے چند مہربان ممبروں نے ایک یا دو روپے ماہوار دے کر اس رقم کو پورا کیا + شروع سے کل خرچ چالیس روپے ماہوار رہا ہے- اور چونکہ پنجاب ہیلتھ اسکول سے مس Rayman رینر یا کوئی اور طالب علم جو اپنا نصاب تقریباً مکمل کرنے کو ہو- ہر روز دو تین گھنٹے نکال کر یہ کام سرانجام دیتی رہی ہیں- اس لئے محاسبہ کی تنخواہ کی رقم نہیں دینی پڑتی مارچ ۱۹۲۴ء سے لیگ آف ہیلپ نے جس کے پاس کافی سرمایہ نہ تھا- کیونکہ یہ لیگ مدت سے زنانہ ہسپتال کی مدد کا کام اپنے ذمے لے چکی تھی- یہ ۲۵ روپے ماہوار کی امداد بند کر دی + اس وقت یہ سوال اٹھا- کہ کیا اس مفید کام کو بند کر دیا جائے + اس پر مسز برزو چا- مسز رفیع- مسز سراج الدین اور مس رینر نے جو لیگ آف ہیلپ کی طرف سے بطور ایک علیحدہ کمیٹی کے اس مرکز کی سرپرستی کر رہی تھیں- مل کر یہ فیصلہ کیا- کہ ہم اس کام کا بیڑا اٹھائیں گی- اور چالیس روپے ماہوار کی رقم کو کسی نہ کسی طرح سے فراہم کر کے اس نیک کام کو جاری رکھیں گی + مسز برزو چا سکرٹری- خاکسار خزانچی اور مسز رفیع مسز سراج الدین اور مس رینر ممبران کمیٹی مقرر کی گئیں + اب تقریباً تین سال سے یہ مرکز فلاح اطفال ان پانچ خواتین کی ذاتی کوششوں سے چل رہا ہے +

صد آفرین ہے مسز برزو چا پر- کہ وہ ہر سال اپنی پارسی قوم اور حفظ صحت کے محکمے میں اپنے شوہر کے دوستوں سے بہ ترغیب یا بہ اصرار تقریباً چار سو روپیہ جمع کرتی رہی ہیں + لاہور کے ان پارسی لوگوں نے جن کا حلقہ زیادہ تر سکرٹری صاحبہ حلقۂ معاشرت تک محدود ہے- جس قدر مدد دی ہے- تعریف کے قابل ہے- اور ہم دل و جان سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں- باوجودیکہ قلعہ گوجر سنگھ میں پارسی لوگوں کو کوئی مدد نہیں ملتی- تاہم ہماری ان پارسی بہن بھائیوں نے رواداری اور فراخ دلی کا ثبوت دے کر اپنے غریب ہم وطنوں کی مدد کو اپنا فرض جانا ہے +

پیاری بہنو! قلعہ گوجر سنگھ کی آبادی زیادہ تر مسلمانوں پر حاوی ہے- اور اکثر بچے اور مائیں جو اس مرکز کے مرہون احسان ہیں- مسلمان ہوتے ہیں + کیا ہمارا فرض نہیں- کہ ہم مسلمان خواتین اپنی قوم کے ان غریب بچوں اور عورتوں کی امداد کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیں- اور اپنا روپیہ- وقت اور دلی ہمدردی ان کی خدمت میں پیش کریں + ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے- کہ ہفتے میں ایک یا دو دفعہ اپنے شہر کے فلاح اطفال کے مرکزوں کو اس وقت جا کر دیکھیں- جب غریب مائیں اپنے بچوں کو لے کر وہاں آتی ہیں + آپ اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتیں

کہ ہمارے وہاں جانے اور دلچسپی کا اظہار کرنے
سے وہ غریب کس قدر مسرور و شاد ہوتی ہیں۔اور
محاسبہ کو ہمارے جانے سے کس قدر مدد ملتی ہے؟
ہر عورت کا فرض ہے۔کہ خانہ داری اور بچوں کی
نگہداشت کے فرائض سرانجام دے کر اپنے دن
بھر کے بسر اوقات کا پروگرام یوں بنائیے۔کہ دن
میں ایک یا دو گھنٹے اپنی قوم و ملک کی اصلاح و ترقی
کی جدوجہد میں گزار سکے۔اور اس وقت کو قیمتی جان
کر بہترین طریقے میں صرف کرے؛

میری عزیز بہنو ہم میں سے ہر ایک کا یہ بھی فرض
ہے۔کہ فضول تقریبوں اور رسوم کو ترک کر کے اس
رقم میں سے کچھ نہ کچھ مالی امداد اپنے شہر کے ان فلاح
اطفال کے مرکزوں کو پہنچائیے؛ قلعہ گوجر سنگھ کی غریب
مائیں اور بے کس بچے مالی امداد کے لئے اپنا ہاتھ
بڑھاتے ہیں؛ وہ حاجت مند ہیں۔انہیں مایوس
ناکام واپس نہ بھیجیے؛ آٹھ آنے یا ایک روپیہ ماہوار
مقرر کر دیجئے۔تاکہ یہ چالیس روپے کی حقیر رقم آسانی
سے جمع ہو جائے؛ کمیٹی کی مالی حالت خراب ہوتی
چلی جا رہی ہے۔سکرٹری صاحبہ کو اب پارسی لوگوں
سے یہ جواب ملنے لگا ہے۔کہ کیا مسلمان اور ہندو
عورتوں کو اپنی مفلس قوم کی کس مپرسی کا احساس
نہیں۔کہ صرف ہماری قوم کے چندے سے یہ مرکز
قایم ہے؛

پیاری بہنو۔ہم اس بات کا کیا جواب دیں؟

اب آپ اس نیک کام کو بند ہو جانے سے بچا لیجئے
اور اس میں ہر طرح سے دلچسپی کا اظہار کیجئے؛ نیز
تھوڑی سی ہی مالی امداد بہم پہنچائیے۔اپنے حلقۂ
معاشرت میں چندہ جمع کرنے کی کوشش کیجئے؛ خزانچی
اپنا نوکر بھیج کر آپ سے روپیہ منگوانے کے لئے
تیار ہے؛ دو سطریں لکھ کر راقمہ کو اطلاع کر دیجئے؛
سال میں ایک بار پانچ یا دس روپے اپنی زکوٰۃ
کے فنڈ میں سے دے کر ہمیں ممنون احسان کیجئے۔
آپ کو باضابطہ رسید پہنچے گی۔اور آپ کا نام سالانہ
رپورٹ میں درج ہوگا؛ ہمارے پاس ۱۹۲۴ء
اور ۱۹۲۵ء کے کام کی رپورٹ چھپ کر تیار ہے۔
اور ۱۹۲۶ء کی رپورٹ اس وقت چھپ رہی
ہے۔منگوا کر دیکھئے۔کہ ایک سال میں غریب لوگوں
کو مختلف طریقوں سے کس قدر فائدہ پہنچا؛ مثال
کے طور پر آپ کو بتاتی ہوں۔کہ ۱۹۲۵ء میں آٹھ
ہزار اٹھائیس غریب مائیں اور بچے کسی نہ کسی امداد
علاج یا مشورے کے لئے فلاح اطفال کے مرکز
میں پیش ہوئے۔ان بچوں کی تعداد جو اس مرکز
کی سرپرستی میں پلے دو ہزار آٹھ سو رہی؛
نیز اس مرکز کی طرف سے ان بچوں کو جن
کی مائیں دودھ پلانے سے قاصر تھیں۔مفت دودھ
ملتا رہا؛ گزشتہ ایک سال سے دودھ کے لئے
ہم پندرہ روپے ماہوار دے رہے ہیں۔کیونکہ
بعض چندہ دینے والے خاص اس مقصد کے

لئے معقول چندہ دیتے رہے ہیں۔ نیز سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں سوتی کپڑا خرید کر دیا جاتا ہے۔ جس سے مائیں سینے پرونے کی جماعتوں میں جو ہفتے میں ایک دو دفعہ منعقد ہوتی ہیں۔ اپنے ننگے بچوں کا جسم ڈھانکنے کے لئے کرتے سیتی ہیں بعض وقت کمیٹی کی ممبروں میں سے کوئی پرانے یا استعمال میں نہ آنے والے کپڑے یا ٹکڑے بھیج دیتی ہیں۔ ان کو کاٹ چھانٹ کر کے ان میں سے کرتے بنائے جاتے ہیں۔ کوئی بہن اگر ایسے کپڑے یا روزانہ کچھ دودھ پہنچا سکیں۔ تو بہت سود مند ہو گا۔ نیز سردیوں میں کوئلہ بھی درکار ہوتا ہے۔

حال ہی میں مس ریز Raymon صاحبہ نے مجھے بچوں کے حالات لکھ کر بھیجے ہیں۔ جو گزشتہ چند سال میں اس مرکز کی بدولت موت کا شکار ہو جانے سے بچ گئے۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر کرنا یہاں خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔

کمال الدین ولد فضل الدین۔ یہ بچہ اس حالت کو پہنچ گیا تھا۔ کہ سوائے ایک ہڈیوں کے ڈھانچے کے کچھ نظر نہ پڑتا تھا۔ اس کی ماں عرصے تک بیمار رہ کر دودھ پلانے کے قابل نہ رہی تھی۔ مرکز فلاح اطفال نے اس بچے کو اپنے ذمہ لیا۔ روزانہ دودھ۔ مچھلی کا تیل۔ تازہ پھل کا عرق کچھے گوشت کا عرق پلا کر اس بچے کی حالت کیا سے کیا ہو گئی۔ اس وقت اس کا وزن ساڑھے اٹھارہ پونڈ ہے۔ اور یہ بچہ ہنستا کھیلتا چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔

فتاب دین ولد معراج دین شلمی۔ یہ بچہ بہت ہی کمزور پیدا ہوا۔ پیدائش پر وزن پونے چار پونڈ تھا۔ دو مہینے کے بعد صرف سوا چار پونڈ تھا۔ ماں اور بچے کی نگہداشت کو اس مرکز نے ذمہ لیا۔ ماں کا دودھ بڑھایا گیا۔ بچے کو مالش کرنے۔ تازہ پھل کا عرق دینے اور ہر طرح کے صلاح و مشورہ سے بچہ روز بروز ترقی کرنے لگا۔ اب اس کا وزن ساڑھے دس پونڈ ہے۔

معراج ولد شہاب دین۔ یہ بچہ دس مہینے تک اچھا رہا۔ لیکن جب ماں کا دودھ کم ہونے لگا۔ تو بچہ دبلا ہوتا گیا۔ ادھر دانت نکل رہے تھے۔ مرکز نے بچے کو ہاتھ میں لیا۔ کچھ دودھ دینا شروع کیا۔ دانتوں کے نکلنے کے دوران میں ہر طرح سے نگہداشت کی۔ اب یہ بچہ چودہ مہینے کا ہے۔ اور وزن ساڑھے سترہ پونڈ ہے۔

ہری کا بچہ۔ ماں کی غربت قابل رحم تھی۔ غذا نہ ملے۔ تو دودھ کیسے پلائے؟ اس مرکز نے حتی الوسع ہر طرح سے امداد بہم پہنچائی۔

ہمارا دودھ اور کپڑے کا فنڈ علیحدہ ہے۔ کوئی بہن خاص اس فنڈ کے لئے دینا چاہیں۔ تو علیحدہ بھیج سکتی ہیں۔

میری عزیز بہنو! اس مفید کام میں ضرور مدد دیجئے ۔

گیتی آرا بشیر احمد

ہماری معاشرت کا ایک ناقص رُخ

تہذیب کی ممتاز نامہ نگار ظفر جہاں بیگم صاحبہ کا مضمون ہماری معاشرت اور کم سنی کی شادی میری نظر سے بھی گزرا ۔ بہن موصوفہ نے کم سنی کی شادی کے نقائص ظاہر کرتے ہوئے میرے خیالات سے اتفاق کیا ہے۔ اور چند ضروری باتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے ۔ جو اس وقت میرے ذہن میں نہ تھیں ۔ اب بہن موصوفہ کا مضمون پڑھ کر میرے خیالات بھی ان ضروریات کی طرف منتقل ہوتے ۔ جن کو میں اس مضمون میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں ۔ افسوس میں نے ع ۔ ش صاحب کا مضمون نہیں پڑھا ۔ بہن ظفر جہاں بیگم نے اس کا حوالہ اپنے مضمون میں دیا ہے ۔ جو کچھ میں ان کے مضمون کے متعلق اس مضمون سے اخذ کر سکا ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ غالباً ع ۔ ش صاحب اس خیال کے خلاف ہیں ۔ کہ لڑکوں کی شادی کے بعد ان کے گھر الگ کر دئے جائیں ۔ اور اس بنیاد پر خلاف ہیں ۔ کہ یہ طریقہ خاندان کے مصارف کو اور زیادہ کر دے گا ۔

شادی کے بعد بہو بیٹے کو الگ رکھا جائے ۔ یا نہ رکھا جائے ۔ اپنی قسم کا عجیب و غریب سوال ہے ۔ ہمارے ملک کی موجودہ ناقص معاشرت اس قسم کے فضول سوالات پیدا کر رہی ہے ۔ اور اس کا سبب وہی کم سن لڑکوں اور نااہل و ناقابل لوگوں کی شادیاں ہیں ۔ جو ماں باپ اپنے جاہلانہ جوش محبت میں کر دیتے ہیں ۔ اور جس کا خمیازہ ان کو تا زندگی مالی اور جانی مصیبتوں کی صورت میں دیکھنا پڑتا ہے ۔ ورنہ اگر لڑکا قابل اور ہوشمند ہے ۔ اور اپنے اہل و عیال کا بار اُٹھانے کے لائق ہے ۔ تو وہ اس سوال کا حل خود ہی مناسب طور پر کر لے گا ۔ اور ماں باپ کو یہ طے کرنے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے گی ۔ کہ اس کے اہل و عیال کو الگ رکھیں ۔ یا سب ایک گھر میں مل کر رہیں ۔

برخلاف اس کے اگر لڑکا نالائق ہے نااہل ہے ۔ دنیا میں اپنا راستہ پیدا کرنا نہیں جانتا ۔ تو نہ تو وہ اپنے اہل و عیال کا کفیل ہو سکے گا ۔ نہ والدین کو اس کے ساتھ شامل رہنے سے کوئی امداد ملے گی ۔ اس بدنصیب کے متعلق تو یہ سوال ہی اُٹھانا فضول ہے ۔ وہ تو لامحالہ ماں باپ کی امداد کا محتاج ہو کر رہے گا ۔

جو لڑکے قابل و لایق ہو کر صاحب معاش ہو جائیں ۔ اور اس کے بعد شادی کریں ۔ ان

کی متاہلانہ زندگی کے متعلق تو ہر سمجھدار انسان کی یہی رائے ہونی چاہئے۔کہ وہ اپنی خانگی زندگی کا ایک آئین اور نظام جداگانہ طور پر مرتب کرلے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔کہ وہ اپنے والدین کے حقوق کو نظرانداز کردیں۔اور ان سے بے تعلق ہوجائیں۔ برخلاف اس کے اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق ان پر والدین کی خدمت اور اعانت تو ہر وقت فرض رہے گی۔لیکن یہ خدمت اور اعانت علیحدہ رہ کر بھی ہوسکتی ہے۔ اس علیحدگی کی زندگی میں خواہ پرانے خیال کے لوگ کتنی ہی نفسانیت کیوں نہ سمجھیں۔لیکن پھر بھی بہت سی خوبیاں ہیں۔ کنبہ کی یک جائی زندگی جن کو یک جہتی اور قبیلہ پروری کہا جاتا ہے۔بہت سی خرابیوں کی ذمہ دار ہے۔

بچوں کی تربیت اس زندگی میں مناسب اصول کے ساتھ کبھی نہیں ہوسکتی۔ ایک تعلیم یافتہ ماں جو تربیت و تعلیم کے اصول سے خوب واقف ہے۔اپنے بچوں کی تربیت ایسی فضا میں رہ کر حسب خواہش نہیں کرسکتی۔جس میں مختلف خیال اور مذاق کے لوگ جمع ہوں۔ اس کو ایسی خاموش فضا کی ضرورت ہے۔جہاں کی مالک و مختار صرف وہی ہو۔اور جس طرح چاہے بچوں کی نرم اور اثر پذیر فطرت سے کام لے۔

یہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے۔اور میرے خیال میں اس مضمون کے پڑھنے والے ہر بھائی اور بہن کو اس کا تجربہ ہوگا۔کہ جن گھروں میں کئی خاندان ایک ساتھ سکونت پذیر ہوں۔ان گھر کے بچوں کی اخلاقی اور تعلیمی حالت کبھی بہتر نہیں ہوسکتی۔

دوسری خرابی ہے۔کہ ہر وقت ساتھ رہنے سے نوجوان اولاد کو اپنے والدین کی جا و بے جا اطاعت کرنی پڑتی ہے۔جس سے ان کی قوت فیصلہ اور اخلاقی جرات کم ہوجاتی ہے۔ وہ ایک غلامانہ زندگی بسر کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں۔ اور ہمت و ارادہ کے ساتھ دنیا کے کسی مرحلے میں کام نہیں کرسکتے۔ وہ ہر قدم پر دوسروں کی رائے اور مشوروں کے محتاج رہیں گے۔حالانکہ دنیا میں ترقی کرنے کے لئے آزادی رائے اور ذاتی اعتماد کی سخت ضرورت ہے۔

انسان کچھ فطرتاً اپنی ذات کے لئے تو آزادی پسند ہے۔اور دوسروں کو اپنا غلام دیکھنا چاہتا ہے۔ یہی ناعاقبت اندیشی کا جذبہ والدین میں بھی ہوتا ہے۔ وہ بھی اپنی اولاد کو اپنے سامنے انتہائی طور پر عاجز اور منکسر دیکھنا چاہتے ہیں۔لیکن یہ غیر ضروری عجز ان کی اولاد کے حق میں مضر ہوتا ہے۔

میں نہیں سمجھتا۔کہ ع۔ش صاحب کس طرح کنبہ داری کی وسیع زندگی کو کفایت کی زندگی کہہ سکتے ہیں۔ایسی زندگی جس کا کوئی آئین اور

اصول مرتب نہ ہو۔ کس طرح کفایت شعاری کے ساتھ بسر ہو سکتی ہے۔ کفایت شعاری کا سب سے ابتدائی اصول یہ ہے۔ کہ آمد و خرچ کا تعین ہو۔ اور ایک اندازہ مقرر کیا جائے۔ آمد و خرچ کا تعین اور مصارف کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جب تک انتظام خانہ داری ایک شخص کی رائے اور انتظام پر نہ چھوڑا جائے۔ اور گھر میں ایک ہی خیال کے لوگ موجود نہ ہوں۔ وسیع کنبہ داری کے سلسلے میں کبھی ایک خیال کے آدمی اکٹھے نہیں ہو سکتے اور ایک شخص کے ہاتھ میں انتظام رہنا بھی مشکل ہے۔ ساس کا خیال کچھ اور ہے۔ بہو کچھ اور چاہتی ہے۔ اگر کئی بہوئیں ہیں۔ تو سب کے خیالات مختلف ہیں۔ اگر گھر کا نظم و نسق ساس کے ہاتھ میں ہے۔ تو بہوئیں چین بجبیں رہتی ہیں۔ اگر کسی منتظم بہو کی سپرد کیا گیا۔ تو اس کے انتظام سے ساس مطمئن نہیں رہتی۔ یا دوسری بہوئیں اس کی حاسد ہو جاتی ہیں۔ ان کے شوہروں کے خیالات میں بھی اختلاف ہوگا۔ غرض اس قسم کے گھرانوں میں عموماً وہ بدنظمی دیکھی جاتی ہے۔ جس کا خیال بھی عافیت سوز ہے۔

(باقی آیندہ)

محمود الحسن صدیقی بی اے

جہاں آرا بیگم

تواریخ کے اوراق مغل بادشاہوں کی بہتیری بیگمات کے واقعات سے پُر ہیں۔ نور جہاں چاند بی بی۔ رضیہ وغیرہ کی سوانح عمریاں اگر دنیائے عالم میں زینت دہ اوراق ہوں گی۔ تو جہاں آرا بیگم کا نام نامی بھی انہی معزز شہزادیوں کے زمرے میں ایک خاص اہمیت رکھے گا۔ جو اپنی خداداد حسن۔ زینت۔ رحم دلی کے اعتبار سے یکتائے وقت تھیں۔ یہ شہزادی خاندان مغلیہ کے جلیل القدر اور عالی رتبہ بادشاہ شاہ جہاں کی چہیتی لڑکی تھی۔ شاہ جہاں وفور محبت میں اس کو بڑی بیگم کہتا تھا۔

۲۱ صفر ۱۰۲۳ ہجری مطابق ۲۳ مارچ ۱۶۱۴ء بروز چہار شنبہ ممتاز زمانی ارجمند بانو کے بطن سے پیدا ہوئی۔ یوں تو باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ فطرتاً محبت ہوتی ہے۔ اور اولاد کی راحت اس کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور تکلیف اس کے لئے روح فرسا صدمہ ہوتا ہے۔ مگر شاہ جہاں جہاں آرا کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتا تھا۔ اور ہر وقت اپنی پیاری جہاں آرا کی سلامتی اور درازیٔ عمر کا دل سے دعا گو رہتا تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جس وقت شاہ جہاں سریر آرائے اورنگ ہوا۔ ایک لاکھ اشرفیاں اور چار لاکھ روپے اپنی دختر نیک اختر

کو عطا فرمائے۔ اور صرف اسی رقم پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ ایک گراں رقم اپنی عزیز ترین لڑکی کے خرچ کے لئے سالانہ مقرر کردی۔

اس پر اقتدار اس درجے کا تھا۔ کہ جب تک انواع و اقسام کے کھانے جہاں آرا کے سامنے نہ چکھتے۔ بادشاہ عالی جاہ ان لذیذ اور نفیس کھانوں کو ہرگز دسترخوان پر نہ منگواتے۔ یوں تو مغل بادشاہوں میں ہر بیگمات حسن و صورت اور حسن سیرت کی جیتی جاگتی تصویریں ہوتی تھیں۔ مگر جہاں آرا ان چند خاص دلربا صورتوں میں ایک تھی۔ جو علاوہ اپنی بے نظیر صورت کے نہایت عقلمند طبائع اور سلیقہ مند تھیں جس طرح سے نور جہاں بیگم جہانگیر کو امور سلطنت میں کافی مدد دیتی تھی۔ اسی طرح جہاں آرا کو بھی امور سلطنت میں کافی دخل تھا۔ اس کے مشورے نہایت صائب ہوتے تھے۔ مشکل معاملات میں اس کی رائے تریاق کا کام دے جاتی۔ بدیں وجہ اس کا شہرہ دن بدن بڑھتا گیا۔

قضا را بادشاہ بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گیا۔ اور بیس بائیس یوم کی طویل علالت کے بعد صحتیاب ہوا۔ اس کی صحت یابی پر ایک عظیم الشان دربار منعقد ہوا۔ اور خوب جشن کیا گیا۔ امراء۔ درباری وزراء نے کثیر تعداد میں روپے بادشاہ پر نثار کئے۔ چنانچہ اسی مبارک موقع پر جہاں آرا نے بھی تین چار لاکھ روپے کی مالیت کا ایک زریں مطلا تخت نذر میں دیا۔

سنہ ۱۶۴۴ء میں ایک نہایت روح فرسا واقعہ ظہور میں آیا۔ جہاں آرا کے جشن سال گرہ کا دن تھا۔ کہ اتفاق سے اس کے دامن میں آگ لگ گئی۔ اور یہ حادثہ اُس دیوان خانے میں ہوا۔ جس کے متصل ہی امراء اور درباریوں کی نشست تھی۔ بیگم نے اس لحاظ سے اُف بھی نہ کی۔ کہ مبادا تمام نامحرموں کا سامنا ہو جائے۔ اور یوں اس کی توہین ہو۔ کچھ کنیزیں اس کی امداد کو دوڑیں گر وہ خود نذر آتش ہو گئیں۔ بیگم بے حد زخمی ہوئی۔ جسم کا زیادہ حصہ موذی آگ نے جھلسا دیا۔ شاہ جہاں کو اپنی منظور نظر بیٹی کی اس تکلیف نے غایت درجے کا صدمہ پہنچایا۔ دعاؤں کے ذریعے سے وہ معبود کے دربار معدلت میں رحم کا خواہاں ہوا۔ خیرات جس قدر ممکن تھی کرتا رہا۔ عرصے تک اطبا کا علاج ہوتا رہا۔ مگر کسی دوا سے آرام نہ ہوا۔ بادشاہ کا ایک غلام عارف نامی تھا۔ اس کے ایک مرہم سے جہاں آرا صحت یاب ہو گئی۔ بڑا شاندار جشن ہوا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ سونے میں وزن کی گئی۔ اور سونا فقراء مساکین کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ عارف کو گھوڑا اور خلعت انعام میں ملا۔ اور بہت سا قابل ستائش انعام دیا گیا۔

جہاں آرا جب بادشاہ کے سامنے سلام کرنے گئیں۔ تو بادشاہ نے ایک سمرن ایک سو تیس

موتی کے دانوں کی اس کے ہاتھ میں باندھی۔ دوسرے روز ایک گوشوارہ مرحمت فرمایا۔ اور کروڑوں روپے انعام اکرام میں تقسیم ہوئے ۔

قلعہ آگرہ کے قریب جہاں آرا بیگم نے سنگ سرخ کی ایک وسیع اور بہت شاندار مسجد تعمیر کرائی۔ (جو اب منہدم ہوگئی ہے۔) اس کی لاگت کا تخمینہ ۶ لاکھ روپے کئے جاتے ہیں۔ جہاں آرا ایک نہایت قابل تعریف تعلیم یافتہ شہزادی تھی۔ کتب بینی کا خاص شوق تھا۔ فارسی زبان میں ایک رسالہ بھی تصنیف کیا تھا۔ جو بزرگان چشت کے سلسلہ میں تھا۔ شاید اب اس کا ترجمہ بھی ہوگیا ہے ۔

جہاں آرا نے اورنگ زیب کے عہد حکومت میں بتاریخ ۳ رمضان المبارک ۱۰۹۲ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۶۸۱ء ۷۰ سال کی عمر میں اس دنیا سے رحلت کی۔ اور حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ کے صحن میں مدفون ہوئیں۔ لوح مزار پر یہ بیت اور کتبہ خط نسخ میں مرقوم ہے۔

هوالقیوم

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزارِ مرا۔
کہ قبر پوشِ غریباں ہمیں گیاہ بس است ۔

الفقیرۃ الفانیہ جہاں آرا مرید خواجگان چشت
بنت شاہ جہاں بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ
۱۰۹۲ ہجری ۔

خاکسار (ص) خاتون والدہ محمود الحسن رحمانی

انجمن تہذیب نسواں کانپور

انجمن مذکور کا چوتھا جلسہ زیر صدارت بیگم صاحبہ مولانا حسرت موہانی صاحب ۱۳ مارچ ۱۹۲۷ء بوقت نو بجے دن حسب معمول جناب اشتیاق علی صاحب عباسی اکسائز انسپکٹر کے مکان پر انعقاد پذیر ہوا۔ یہ جلسہ شاندار ہوا۔ اور رمضان شریف کی وجہ سے خالص مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور بمقابلہ پہلے تین جلسوں کے خواتین زیادہ تعداد میں موجود تھیں۔ اول ممبران وغیرہ کی بابت باتفاق رائے کچھ ضروری امور طے ہوئے۔ اس کے بعد نماز و زکوٰۃ اور رمضان شریف کی فضیلت پر مضامین پڑھے گئے۔ عزیزہ تہذیب فاطمہ نے ایک مضمون تبلیغ پر تیار کر کے سُنایا۔ جو بہت پُر اثر ثابت ہوا۔ اور جس کے نتیجے میں تبلیغ کے لئے چندہ بھی حسب ذیل جمع کیا گیا:۔

اخلاق فاطمہ صاحبہ عہ/ تہذیب فاطمہ صاحبہ عہ/
قیوم فاطمہ صاحبہ عہ/ فاطمہ صغرا صاحبہ عہ/
ام کلثوم صاحبہ بوزکوٰۃ ہار بیگم سید فضل الرحمن صاحب عہ/
عترت فاطمہ صاحبہ عہ/ وحیدہ بیگم صاحبہ عہ/
یٰسین فاطمہ صاحبہ عہ/ صدیق فاطمہ صاحبہ عہ/
فاطمہ بیگم صاحبہ عہ/ کفایت فاطمہ صاحبہ عہ/
بیگم وحید احمد صاحب عہ/ معصوم فاطمہ صاحبہ ار
اشتیاق فاطمہ صاحبہ ۸ر خورشید امین حکیم صاحب ۸ر

گوہر بیگم صاحبہ ہر سلہ صاحبہ ۱۲
ایک غریب عورت محمدی خاکسار
میزان کل بعد منہائی فیس منی آرڈر
خاکسار مشتاق فاطمہ آنریری سکرٹری
انجمن تہذیب نسواں۔ کانپور

ناک

دنیا میں جہاں دیکھو ناک ہی ناک ہے۔ ناک ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو کنویں جھکوا دیتی ہے۔ لیکن یہ کیا۔ کہ اصلی ناک کو چھوڑ کر نقلی ناک اس قدر لمبی اور بھونڈی خود ساختہ بنائی جاتی ہے۔ کہ الامان الحفیظ۔ افسوس اصلی ناک کا کچھ بھی خیال نہیں رکھا جاتا۔ اور نقلی ناک کو بڑھانے کے لئے کتنی کوششیں کی جاتی ہیں۔ اللہ پاک کے احکام سے سرکشی و روگردانی کی جاتی ہے۔ پیارے رسول صلعم کی تعلیم کو ہنسی مذاق میں اُڑایا جاتا ہے۔ اور اپنی سردار بی بی فاطمہؓ کے طریق کو فراموش کر کے اپنے نئے اصول ایجاد کئے جاتے ہیں۔ جو کام وہ اپنے دست مبارک سے کرتی تھیں۔ ان کو اپنے لئے ناک کٹائی کا باعث خیال کیا جاتا ہے۔ حیف ہماری ایسی غفلت شعار زندگی پر۔ ہم کو اپنے افعال سے خبردار ہو کر کانپ جانا چاہئے۔ اپنے معبود حقیقی کے سامنے نکٹے ہو کر جانا بہت خطرناک بات ہے۔ اس میں اس قدر زیان ہے۔ کہ کسی طرح بنائے نہیں بنے گی۔ اور یہاں کی تکلیفیں الگ رہیں جو ہر مرحلے پر پیش آتی ہیں۔

ہر تقریب میں ناک کٹائی کا ڈر رہتا ہے۔ غریب لوگ ناک کٹائی کا خیال رکھ کر قرضدار تک ہو جاتے ہیں۔ اور امیروں کا کچھ کہنا ہی نہیں۔ سب دولت ناک پر خرچ کر بیٹھتے ہیں یہی باتیں اور خیالات ہمارے لئے تباہی کا باعث ہیں۔ خاص کر مسلمانوں کے واسطے۔

سر سے پاؤں تک ہم اللہ ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ ناک بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔ پھر ناک کو اس قدر اہمیت کیوں دی جاتی ہے؟ کہ سب جسم غرق ہوتا ہے۔ تو ہوا کرے۔ مگر ناک کو ضرور بچا لیں؟ نیک اور ضروری کام روک لئے جاتے ہیں۔ کوئی بھوکا مرتا ہے۔ کوئی ناداری کی وجہ سے تحصیل علم میں ادھورا رہ جاتا ہے۔ کوئی عیالداری کے بارگراں سے دبا جا رہا ہے۔ سب کچھ ان کی بلا سے مگر ناک کی بلندی میں کوئی کسر اُٹھی نہ رہے۔ اللہ کے بندے ناک والے کئی پیوند خاک ہوں۔ تو ہوں۔ مگر خاص ایک ناک ضرور برقرار رہے۔ دیکھیں ایسی ناکیں کے دن چلیں گی۔

راقمہ زبیدہ خانم

رانی کرونا رت قیمت۔ از دفتر تہذیب سے منگاؤ

ضرورت وظیفہ

جناب مولوی صاحب - تسلیم ۔ میری مفصلہ ذیل ضرورتوں میں اگر تہذیبی بہنیں توجہ کریں۔ تو بہت مہربانی ہوگی ؟

۱- کوئی وظیفہ یا نماز بتلانی ہے - جس کے پڑھنے سے میرے قرضدار قرض کا روپیہ واپس خود بخود مجھے لادیں ۔ میں نے بہت سا روپیہ ہمدردی سے رشتہ داروں اور دوستوں کو مدد کرنے کے خیال سے دیا تھا - اب مجھے خود بے حد ضرورت ہے - اور ہاتھ بہت ہی تنگ ہے ۔ قرض داروں سے قرض دیا ہوا روپیہ واپس مانگتی ہوں - تو قرض دار واپس پیسہ نہیں دیتے ۔ غضب یہ ہے - کہ اپنا روپیہ طلب کرتی ہوں - تو بے رخی اور دشمنی سے پیش آتے ہیں ۔ عجیب مصیبت میں گرفتار ہوں ۔ اگر کوئی دردمندی سے ایسا عمل بتائیں - کہ میرا پیسہ مجھے واپس مل جائے - تو ضرور ثواب ہوگا - اور بتانے والے کی میں تا زیست احسان مند رہوں گی ۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں - اور اتنا پیسہ میرے پاس اس وقت موجود نہیں - کہ قرض میں معاف کردوں ۔

۲- اخروٹ کا عرق نکالنے کی ترکیب مطلوب ہے - جو سفید بالوں کو کالا کرنے کے لئے درکار ہے ۔

۳- میں نے سنا ہے - کہ برگ حنا کے ساتھ کسی دوسری چیز کے پتے ملا کر پیس کر سر میں لگانے سے سفید بال کالے ہوجاتے ہیں ۔ اگر کسی بہن کو ان پتوں کا نام یاد ہو - تو بتائیں ۔

۵- مجھے گھر کی دیسی ترکیبوں سے پکا کالا اور سبز رنگ بنانے کی ترکیبیں مطلوب ہیں ۔

ایک تہذیبی بہن از بمبئی

سموسہ لذیذ

۱- میدہ	½ پونڈ	۵- شکر	ایک چمچہ چائے
۲- بیضہ	۲ عدد	۶- نمک	۱ ،، ،،
۳- گھی	½ پیالی	۷- بیکنگ پوڈر	۱½ ،،
۴- دودھ	¼ ،،	۸- قیمہ	½ سیر

۱- خشک میدہ میں شکر نمک بیکنگ پوڈر ملائیں ۔

۲- بیضہ مع سفیدی و زردی میدہ کیساتھ ملیں ۔

۳- گھی کا چوتھائی حصہ رکھ کر باقی گھی بھی آمیز کردیں ۔

۴- آمیز شدہ میدے کو خوب دودھ سے دونوں ہاتھوں سے ملنا چاہیئے - ورنہ سموسہ خستہ نہ ہوں گے ۔ گوندھنے میں بقدر ضرورت پانی کی چھینٹیں بھی دیں - حتیٰ کہ میدے پر چکنائی نمایاں ہو - پھر ایک تر کپڑا یا برتن ڈھک کر چند گھنٹے رکھ دیں ۔

پیڑے چھوٹے چھوٹے بنا کر تختہ پر بیلن سے روٹی کے مانند بڑھالیں ۔ جب چار روٹیاں تیار ہوجائیں - تو گھی گرم کرکے اس سے ہر روٹی کو

مچپٹریں۔ پھر اس پر خشک میدہ چھڑک کر دوسری روٹی اس پر رکھیں۔ پھر تیسری۔ پھر چوتھی۔ اب چاروں کو ایک ساتھ قدرے خشک میدہ چھڑک کر بڑھاتے جائیں۔ جب موٹائی ایک انچ کا آٹھواں حصہ ہو جائے۔ تو تین تین انچ چوکھونٹے ٹکڑے کاٹ کر اور قیمہ (جو پہلے سے پکا کر تیار رکھا ہوا ہو) بھر کر ▭ △ چوکونے اور تکونے سموسے بنالیں۔ اور پانی لگا کر کنارے ملا دیں۔ اسی طرح باقی ماندہ میدے کے بھی سموسے بنا لو۔ اب کڑھائی میں گھی گرم کر کے دھیمی دھیمی آنچ پر تل کر جب سنہری رنگ کے ہو جائیں۔ نوش کیجئے۔ قیمہ میں ہری مرچ باریک کتری ہوئی۔ اور لیموں کا رس اگر سموسے میں بھرنے سے پہلے ملا دیں۔ تو زیادہ لذیذ ہوں گے۔

خاکسار خدیجہ بائی

نعت

تہذیب مورخہ ۱۲ مارچ میں ہمشیرہ زاہدہ خاتون صاحبہ نے یہ نعت طلب فرمائی ہے۔ وہ تحریر کرتی ہوں:-

محمد کی اللہ والی کملیا۔ بھاں جی میں آیا بھالی کملیا
اُجالا زمانہ میں پھیلا گئی ہے۔ پیارے محمد کی کالی کملیا
کھلا چاند نی چاند بدلی سے نکلا۔ رُخِ پاک سے جب ہٹالی کملیا
لگے پڑھنے والشمس حور و ملک۔ جو حضرت کی دیکھی نرالی کملیا
گناہگار بھی اس کے دامن میں ہونگے۔ نہ جائیگی جنت میں خالی کملیا
نظر صاف آتا تھا جسمِ مبارک۔ کہ تھی نورِ وحدت کی جالی کملیا
گری بے خودی میں جو حضرت کے سر سے۔ فرشتوں نے فوراً اٹھالی کملیا
گھٹے کیوں نہ آگر دو شالوں کی قیمت۔ کہ حضرت نے کاندھے پہ ڈالی کملیا

نور فاطمہ طبیہ کالج دہلی

یہی نظم مفصلہ ذیل بہنوں نے بھی بھیجی ہے:-

مس اشتیاق علی سیدنی چھپارہ - م - ن ہوشیارپور
زبیدہ خاتون نہٹور - م - ب بلارم - عابدہ خاتون

اشعار منتخب

کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا۔
اور اسیرِ حلقۂ دام ہوا کیوں کر ہوا؟
جائے حسرت ہے بُرا سارے زمانہ کا ہوں میں
مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا؟
دیکھنے والے یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں تجھے
پھر یہ وعدہ حشر کا صبر آزما کیونکر ہوا؟
حسن کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب
وہ جو تھا پردوں میں پنہاں خود نما کیونکر ہوا؟
پرسشِ اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری
ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ کیا ہوا کیونکر ہوا؟

مرسلہ ز - ن

لحد کی ایک تو تاریکی پھر اس پر شام تنہائی۔

سرِ مدفن نہ ہوتی شمع ہوتی کاش مدفن میں

ڈوبنے والے تو ہیں بحرِ فنا میں خاموش۔
اہل ساحل نے عبث شور مچا رکھا ہے "

بعد مُردن اُڑتے پھرتے ہیں چمن میں بال و پر
عشقِ گل میں دیکھ اے ناسخ ہوائے عندلیب

جہاں سے مجھے لائی تھی میری عمر۔
وہیں سیر دکھلا کے پہنچا گئی ٭

مرے اللہ مرے اللہ نہ کہہ صرف اللہ اللہ کہہ
یہ ہٹ دھرمی ہے اے زاہد خدا سب کا برابر ہے

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر۔
آئے تھے دنیا میں اس دن کے لئے "

مرسلہ بنت محمد اکبر خاں صاحب

محفل تہذیب

ہمیں محترمہ افسر جہاں بیگم کے خط سے یہ معلوم ہو کر بے انتہا قلق ہوا۔ کہ نجمہ امتیاز جہاں بیگم نے جو ایک سال سے مرض دق میں مبتلا تھیں ۱۱ مارچ بروز جمعہ صبح سات بجے عارضہ نمونیا سے بمقام کسریا ضلع الہ آباد اس دُنیائے فانی سے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٭ مرحومہ نے دو خورد سال بچیاں اپنی نشانی چھوڑی ہیں ٭ مرحومہ نہایت ذہین۔ قابل اور ہونہار لڑکی تھی ٭ وہ بہت چھوٹی سی تھیں۔ کہ مجھ سے خط و کتابت شروع کی۔ میں انہیں مثل اپنی بچی کے عزیز رکھتا تھا۔ مجھے ان کے انتقال کا بے حد رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے ٭

عزیزہ مرحومہ کی سہیلیوں کا وسیع حلقہ ہے۔ ان سب کو اس خبر سے بے انتہا صدمہ ہوگا ٭ سب تہذیبی بہنوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید کا ایک ایک پارہ تلاوت فرمائیں۔ اور نماز پنجگانہ کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کریں ٭

خاکسار ممتاز علی

جناب اڈیٹر صاحبہ۔ تسلیم ٭ ۹ مارچ کے تہذیب میں بہن عابدہ خاتون نے کتاب موجِ کوثر کا پتہ دریافت کیا ہے۔ اس کے ملنے کا پتہ یہ ہے۔ مینیجر ابو العلائی اسٹیم پریس آگرہ ٭ قیمت ۶؍ ہے ٭

مسز عبدالوہاب

عزیزہ زہرہ خانم بنت شیخ لالق علی صاحب

(سب جج) لاہور لکھتی ہیں۔ کہ ان کے خاندان میں آتش بازی بالکل نہیں چلائی گئی * نیز انہوں نے اپنی خالہ صاحبہ یعنی شیخ نذر محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس کی طرف سے تین روپے۔ اور اپنے بھتیجے وارث اکبر کی طرف سے ایک روپیہ کل چار روپے بھیجے ہیں۔ تہذیب فنڈ کے لئے * آتش بازی روکنے میں ان کی یہ کوششیں قابل تعریف ہیں * منیجر

مخدومہ جناب اڈیٹر صاحبہ تسلیم * ۱۱ مارچ کو ہمارے خالہ زاد بھائی جناب نیر لئیق احمد صاحب ولایت سے کامیاب ہو کر بخیریت تمام آگئے۔ اس خوشی میں صہ کی رقم خیرات فنڈ میں روانہ کرتی ہوں * سلطان بیگم ہمیرسبہ خوزد جاگیر

جناب منیجر صاحب قبلہ تسلیم * میں نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میرے بھائی مرزا اکبر حسین نے امسال پی ایس کالج نینی تال سے سینیر کیمرج کا امتحان آنر کے ساتھ پاس کیا * اس خوشی میں دو روپے تہذیب فنڈ کے لئے ارسال ہیں۔ قبول فرما کر مشکور فرمائیں * سکندر جہاں۔ رڑکی *

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم * میں آپ سے ایک ضروری بات دریافت کرنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے۔ کہ اگر کسی سبب سے روزہ ٹوٹ جائے تو کیا وقت افطار سے پہلے کچھ کھا لینا جائز ہے بعض لوگ اگر کسی سبب سے روزہ ٹوٹ گیا ہو۔ تو فوراً کچھ کھا کر یا پانی پی کر روزے کو باقی نہیں رکھتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں کرتے۔ افطار کے وقت ہی کھاتے پیتے ہیں یعنی روزہ کھول کر ہی کھاتے ہیں * چونکہ میں روزے کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں رکھتی ہوں۔ براہ مہربانی مجھے اطلاع دیجئے۔ کہ کونسا طریقہ مناسب ہے * راقمہ سائلہ

جواب۔ اسلامی ضابطہ یہی ہے۔ کہ گو روزہ ٹوٹ گیا ہو۔ تاہم افطار کے وقت تک کچھ نہ کھائیں *

جناب منیجر صاحب تسلیم * میں نے سنا ہے کہ اکاس بیل ہر روز سر میں ڈالنے سے بال بہت بڑھتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں معلوم کہ اس کو کس طرح ڈالیں۔ پیس کر یا بھگو کر؟ براہ مہربانی کوئی بہن مطلع فرمائیں۔ میں بہت مشکور ہوں گی۔ میرے سر کے بال گرتے گرتے بہت کم رہ گئے ہیں * راقمہ ایک ضرورت مند

---

* * *

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

جدید ٹرکی کی عورتیں

خالدہ ادیب خانم ٹرکی کی ان نامور خواتین میں سے ہیں۔ جن کی قابلیت ان کے وطن میں اور وطن سے باہر یکساں شہرت رکھتی ہے۔ ان دنوں آپ سیاحت کی غرض سے انگلستان تشریف لے گئی ہیں۔ اور وہاں کے اخبارات کے نمایندے بڑے شوق سے آپ سے ملاقاتیں کر رہے ہیں۔ اور آپ کے خیالات کو اخبارات میں اشاعت دے رہے ہیں۔ ان ہی دنوں آپ نے ایک مضمون میں جدید ٹرکی کی ان چند خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔ جو اپنے مشاغل کی وجہ سے وہاں نمایاں نظر آتی ہیں۔

حامیٔ نسواں خاتون۔ انہیں جب دیکھئے ان کی بغل میں چمڑے کا بڑا سا بیگ نظر آتا ہے۔ دُبلی پتلی ہیں اور لباس سیدھا سادا اور متین رنگ کا پہنتی ہیں۔ عمر بہت زیادہ نہیں۔ لیکن چہرے پر جُھریاں اس قدر پڑی ہیں۔ کہ مجھے دیکھ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اتنی کم عمر میں اتنی بہت سی جُھریاں کیسے پڑ گئیں۔

ان کے بیگ میں کچھ نہ ہوں گے۔ تو کم از کم دس زمانہ انجمنوں کے نظام نہایت پر تکلف الفاظ میں لکھے ہوئے رکھے ہوں گے۔ ان میں سے بعض تو ایسی انجمنوں کے نظام ہوتے ہیں۔ جو یہ قائم کر چکی ہیں۔ اور بعض ان انجمنوں کے جنہیں وہ آیندہ قائم کرنے کی فکر میں رہتی ہیں۔ ذرا گفتگو شروع کر دیجئے۔ بس پھوٹ بہیں گی۔ "عورتیں اپنے حقوق ضرور حاصل کریں گی"۔ اور پھر اپنے پروگرام کے تمام پیچیدہ امور کو نہایت تفصیل و وضاحت سے بیان کرنے لگیں گی۔

یوں تو وہ اپنی انجمن کے مقاصد کو بنی نوع انسان کی ہمدردی اور معاشری اصلاحات کے پردے میں چھپائے رکھتی ہیں۔ لیکن ان کی تہ میں یہ حقیقت نظر آتی رہتی ہے۔ کہ وہ حق نمایندگی حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔ میری رائے میں انہیں یہ حق حاصل کرنے کے لئے قید و بند کی مصائب برداشت نہ کرنی پڑیں گی۔ ان کی مغربی بہنیں اس سلسلے میں بہت کچھ کام کر چکی ہیں۔ اور یوں انہوں نے ترکی خواتین کا راستہ صاف کر دیا ہے۔

ڈاکٹر۔ استنبول کے نور عثمانی محلے میں ان کا دفتر

ہے۔ میں جھٹپٹے کے وقت ان سے ملنے گئی۔ سیٹرسیلون میں اندھیرا تھا۔ پر میں جانتی تھی۔ کہ وہ اوپراپنا سفید لباس پہنے آگ کے قریب بیٹھی ہوں گی۔ ان کی عمرابھی تیس برس کی بھی نہیں۔ لیکن سیاہ گھنے بالوں میں کہیں کہیں سفید بال جھلکتے نظر آتے ہیں۔ ان کا چہرہ ایک دل کش تبسم سے ہمیشہ روشن رہتا ہے۔ اور غالباً اس تبسم کی شکنوں ہی نے منہ کے دونوں طرف جھریوں کی صورت اختیار کر لی ہے۔ ان فراغت کے اوقات میں وہ نہایت خوش طبعی سے اپنے روزانہ مشاغل کی گفتگو کیا کرتی ہیں۔

میں نے ایک مرتبہ پوچھا تھا" فرمائیے آپ کی ڈاکٹری کیسے چل رہی ہے؟

کہا" خوب چل رہی ہے۔ پہلے صرف اناطولیہ کی عورتوں کو ان کے قدامت پسند شوہر اس وجہ سے میرے پاس علاج کے لئے لاتے تھے۔ کہ وہ مرد ڈاکٹروں سے ان کا علاج کروانا پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن اب تو ان مردوں کو مجھ پر اتنا اعتقاد ہو گیا ہے۔ کہ خود بھی مجھ ہی سے علاج کروانا چاہتے ہیں"۔

میں نے دریافت کیا۔ کہ" اب آپ مردوں کا علاج بھی کرتی ہیں"؟

جواب دیا" نہ۔ اپنی بہنوں ہی کا علاج کرنا اچھا"۔

نہایت معقول خیال تھا۔

اخبار نویس خاتون۔ آخری مرتبہ جب میری ان سے ملاقات ہوئی۔ تو اس وقت وہ چار ہفتہ وار اخبار چلا رہی تھیں۔ جن میں سے ایک خوب فروخت ہوتا تھا۔ اس میں استنبول کی اونچے اور نیچے درجے کی سوسائٹی کی ذہنیت پر مضامین شائع ہو رہے تھے۔ مجھے ان مضامین کا انداز بیان کچھ پسند نہ تھا۔ چنانچہ میں نے دریافت کیا۔ کہ" آپ اس انداز سے اس غرض سے کام لیتی ہیں۔ کہ یوں اخبار فروخت خوب ہوتا ہے"؟

بولیں" نہیں۔ یہ انداز بیان جدید اور ضروری ہے۔ اور لوگ اسے پسند بھی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ روپے کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ میں بچوں کے لئے ایک ہفتہ وار اخبار جاری کرنا چاہتی ہوں۔ میں اخبار کو جاری کر کے روپیہ کمانا نہیں چاہتی۔ بلکہ ایسا اخبار میری زندگی کا نصب العین ہے"۔

قانون دان خاتون۔ یہ خاتون اُن تین عورتوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے ٹرکی کے قانون کے مدرسے سے سند حاصل کی ہے۔ ان میں ترک عورتوں کی تمام خصوصیات موجود ہیں۔ ٹھیٹھ ترکی چہرہ ہے۔ اور ترکی کے رنگ ڈھنگ ان میں خاص طور پر نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ لمبا سیاہ گون اور موٹے چمڑے کے بوٹ پہنتی

ہیں۔ اور ان کی چال ڈھال اور گفتگو میں سینما کی ایکٹرسوں کا وہ رنگ ذرا موجود نہیں ہے۔ جو استنبول کی دوسری نوجوان لڑکیوں پر چھا چکا ہے + طلاق اور وراثت کے مقدموں میں حیرت انگیز قابلیت اور فصاحت سے تقریریں کرتی ہیں۔ اور مردوں کو اپنی دلائل سے عاجز کر دیتی ہیں +

مدت ہوئی جب یہ خاتون تعلیم پا رہی تھیں تو میری ان سے ملاقات ہوئی تھی + کہتی تھیں۔ میں چاہتی ہوں۔ کہ مردوں کو معلوم ہو جائے عورتیں کسی بات میں ان سے کمتر نہیں۔ اور قانون دانی میں بھی ان کی ہمسر بن سکتی ہیں + میں ایک روز مرد ججوں کے پہلو بہ پہلو قانون کی ماہر بن کر بیٹھوں گی۔ اور انصاف کرنے میں حصہ لوں گی" +

میں نے پوچھا تھا۔ "کیونکر؟"

کہنے لگیں "قانون کی دنیا میں جتنے مرد کوئی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں ان کا غائر نظر سے مطالعہ کرتی رہی ہوں + میں پرانے خیال کے لوگوں کو تو یوں سمجھاتی ہوں۔ کہ پرانے زمانے میں مسلمان بیبیاں منصفی کے کام میں حصہ لیتی رہی ہیں۔ اور نئے خیالات کے لوگوں کو مغربی عورتوں کی آزادی کی مثال دیتی ہوں" +

میرے چہرے پر شبہ کے آثار دیکھ کر انہوں نے اپنا بکس کھولا۔ اور اپنی دلائل کو تصانیف کی شہادت سے ثابت کرنا چاہا۔ مگر میرے لئے یہ تکلیف کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی + آج یہ خاتون عدالتوں میں شہرت حاصل کر چکی ہے۔ اور ترکی کی نہایت قابل قانون دان ہے +

ترکی میں ان عورتوں کے علاوہ دوسرے نمونے کی عورتیں بھی عام طور پر نظر آتی ہیں + ایسی لڑکیاں بھی ہیں۔ جو ناچتی ہیں اور گاتی ہیں۔ اور اپنے ہونٹوں پر اتنا شوخ رنگ روغن لگاتی ہیں۔ جسے قدامت پسند ترکوں کا خون دل تصور کیا جا سکتا ہے + قدامت پسند ترک پرانے زمانے کی یاد میں آنسو بہا رہے ہیں + میں نے ایک بزرگ کو کہتے سنا تھا "ہمیں مغرب کے اعلیٰ خیالات اور بلند نقطۂ نظر کی ضرورت تھی ان کے بیہودہ ناچ اور گانے یہاں کیوں آ گئے؟"

ایک جوان شخص نے سر ہلا کر ان کو جواب دیا۔ "مغربی تہذیب رفتہ رفتہ اور احتیاط سے نہیں آیا کرتی۔ جب آتی ہے۔ تو اپنے ناچ اور اپنی برائیاں ساتھ لاتی ہے" +

عورتوں کا حق نمایندگی

انگلستان میں عورتوں نے مردوں کے برابر حق نمایندگی حاصل کرنے کی جو تحریک شروع کر رکھی ہے۔ وہ اب بار آور ہوتی نظر آ رہی ہے + اطلاع ملی ہے۔ کہ وزارت نے بہت غور و خوض اور بحث مباحثوں کے بعد فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ

ایک نیا قانون پیش کیا جائے۔ جس کی رو سے ۲۱ برس تک کی عورتوں کو حق نمایندگی حاصل ہو جائے۔

اب تک مردوں کو تو ۲۵ برس کی عمر میں اور عورتوں کو تیس برس کی عمر میں حق نمایندگی حاصل ہوتا تھا۔ اور کہا جاتا تھا۔ کہ عورت جب تک ۳۰ سال کی نہ ہو جائے۔ اس میں اتنی قابلیت پیدا نہیں ہوتی۔ کہ سیاسی معاملات کو سمجھ سکے اور ان پر رائے زنی کر سکے۔ چنانچہ پختہ عمر ہونے سے پہلے حق نمایندگی سی اہم طاقت ان کے ہاتھوں میں دینا قرین مصلحت نہیں ہے۔

لیکن عورتوں نے کہا۔ کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ ۳۰ برس کی عمر کو پہنچنے سے پہلے اپنے لباس۔ آرائش اور سیر و تفریح کے سوا اور کسی بات کا خیال نہیں ہوتا۔ اور ہم سیاسی معاملات میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہوتیں۔ تو ساتھ ہی یہ سوال بھی توجہ طلب ہے۔ کہ کیا مرد اس عمر سے پہلے اس قسم کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے؟ وہ بھی تو اس عمر کو پہنچنے سے پہلے کھیل تماشے اور سیر و تفریح میں مشغول رہتا ہے۔ اور سیاسی معاملات پر غور و خوض کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ پھر انہیں اگر یہ رعایت دی گئی ہے۔ کہ وہ خیالات کی پختگی سے پیشتر ہی انتخابات میں حصہ لے سکیں۔ تو عورتیں اس سے کیوں محروم رہیں؟

بعض لوگوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا۔ کہ ۲۱ برس کی عمر میں مرد اور عورت محض بچے ہوتے ہیں۔ چنانچہ دونوں میں سے کسی کو بھی اس عمر میں حق نمایندگی حاصل نہ ہونا چاہئے۔ یہ خیال معقول تھا۔ لیکن چونکہ مردوں کو یہ حق مل چکا ہے۔ اور اب انہیں اس حق سے محروم کرنا آسان نہ تھا۔ اس لئے اسے مسترد کر دیا گیا۔

ان حالات میں انصاف کا تقاضا یہی تھا۔ کہ عورتوں کو بھی مراعات حاصل ہوں۔ ادھر وزیر اعظم ایک موقع پر عورتوں سے اس قسم کا وعدہ بھی کر چکے تھے۔ چنانچہ نیا قانون بنانے کا ارادہ کر لیا گیا ہے۔ اور غالباً بہت جلد اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔ کیونکہ آیندہ انتخابات قریب آ رہے ہیں۔ اور عورتیں چاہتی ہیں۔ کہ وہ اس موقع پر اپنے حق سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ابھی ان عورتوں کے نام درج رجسٹر ہونے ہیں جنہیں نئے قانون کی وجہ سے حق نامزدگی حاصل ہو گا۔

ایک سکنڈ میں پانچ ہزار تصاویر

حال ہی میں ایک عجیب و غریب سینما کیمرہ ایجاد ہوا ہے جس سے ایک سکنڈ میں ۵ ہزار تصویریں لی جا سکتی ہیں۔ اس کیمرے کے ذریعے گولوں کے پھٹنے۔ کلدار توپوں کے چلنے اور زرہ بکتر وغیرہ کی مکمل تصاویر لی جا سکیں گی۔

خبریں اور نوٹ

مصری اخبار الاہرام لکھتا ہے۔ کہ پچھلے چند ہفتوں سے برطانیہ اور سلطان ابن سعود کے درمیان گفتگو ہوتی رہی ہے۔ جو صیغہ راز میں ہے۔ تاہم اس باب میں اتنا معلوم ہو سکا ہے۔ کہ گفتگو کا مقصد یہ تھا۔ کہ ابن سعود برطانیہ سے اس شرط پر کچھ مالی اعانت قبول کر لیں۔ کہ ابن سعود کے زیر اثر ممالک انگریزوں کی نظر میں ان ممالک کی طرح ہو جائیں۔ جو برطانیہ کے زیر حمایت ہیں۔

قوم پرست چینیوں نے مقام نانکن پر قبضہ کر لیا ہے۔ قبضہ کے بعد انگریزوں اور امریکنوں نے اپنی جانیں بچانے کے لئے ایک پہاڑی پر پناہ لی۔ جہاں چینی فوج نے گولے برسائے۔ اس پر برطانی اور امریکن جنگی جہازوں نے بھی گولوں سے جواب دیا۔ اور اپنی فوجی ٹکڑیاں ساحل پر اتار کر غیر ملکیوں کو ان کی حفاظت میں لے لیا۔

خبر ہے۔ کہ بدیشیوں کے خلاف بہت کچھ شورش پھیلی ہوئی ہے۔ اور دریائے ینگسی تک حالت بدتر ہو رہی ہے۔ اس لئے امریکن اور برطانی عورتیں اور بچے مخدوش مقامات کو خالی کر رہے ہیں۔ اور دریا کے کنارے جمع ہو کر ان تباہ کن جہازوں میں پناہ لے رہے ہیں۔ جو اسی ضرورت کے لئے کھڑے ہیں۔ بدسے بدتر حالت پیدا ہو جانے کی صورت میں یہ جہاز معصوم بچوں اور عورتوں کو لے کر چل دیں گے۔

یہ بھی خبر ہے۔ کہ تمام جاپانی مکانات چینیوں نے لوٹ لئے۔ اور جاپانی قونصل ہلاک ہوا ہے نیز بہت سے امریکن اور انگریز گم ہیں۔ جن میں چوالیس عورتیں اور اڑتیس بچے بھی ہیں۔ ہندوستانی فوج کے ایک افسر کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

روسی سفیر متعینہ چین کی بیوی میڈم بروڈن کو شاہ پرست چینیوں نے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ روسی سفیر نے اس پر اظہار ناراضی کیا ہے۔

بلقان میں جنگ کے خطرے کا احساس کیا جا رہا ہے۔ خبر ہے۔ کہ اٹلی نے برطانیہ کو مطلع کیا ہے کہ یوگوسلاویا سرحد البانیا پر فوجیں جمع کر رہا ہے۔ اور اپنے اسلحہ خانوں میں سامان جنگ تیزی سے بنوا رہا ہے۔ جس سے اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ وہ البانیا پر فوج کشی کرے گا۔

روسی گورنمنٹ سابق زار روس کی جائداد اور محلات کو نیلام کر رہی ہے۔ جن کی قیمت کا اندازہ پندرہ لاکھ پونڈ کیا جاتا ہے۔ روسی گورنمنٹ یہ روپیہ بیکاروں کی امداد میں صرف کرے گی۔

ماسکو میں ایک روسی شہزادے کو بولشویک حکومت

کے حکم سے گولی ماردی گئی۔ یہ شہزادہ روس میں اپنی جائداد حاصل کرنا چاہتا تھا۔

لندن میں برطانیہ کے دیا سلائی بنانے والے کارخانے اپریل میں دیا سلائی کی سو سالہ یادگار منانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ ۱۸۲۷ء کے اسی مہینے میں اسٹاکٹن اون ٹیز کے ایک سائنس دان جان واکر نے پہلی دیا سلائی جلائی تھی۔

سابق ولی عہد جرمنی نے امریکہ کی ایک فلم کمپنی سے فیصلہ کیا ہے۔ کہ وہ ایک تماشے میں جس کا نام شہزادہ دیرجن ہے۔ بطور ایکٹر کے پارٹ کریں گے۔ اور اس کام کی دس ہزار پونڈ اجرت لیں گے۔

حال ہی میں لندن میں ایک ۷۰ سالہ خاتون مسز الزبتھ کروکس (جو مسٹر ول کروکس ممبر پارلیمنٹ کی بیوہ ہیں۔) کی شادی مسٹر ڈبلیو ایڈلین کے ساتھ ہوئی۔ شادی کے بعد جب دولھا دلھن رجسٹرار کے دفتر سے نکلے۔ تو ایک اخبار والے نے ان کا فوٹو لینا چاہا۔ اور جب وہ فوٹو اتارنے لگا۔ تو اس بوڑھی دلھن نے اپنا منہ چھپا لیا۔ اب اخبار والوں نے اس فوٹو کو شائع کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ نہ معلوم دلھن صاحبہ نے منہ کیوں چھپایا۔ شاید انہیں اس بڑھاپے میں سہاگ رچانے پر شرم آئی۔ اگر یہ بات تھی۔ تو پھر اس جھنجھٹ ہی میں کیوں پڑیں؟

ایک مزدور ممبر پارلیمنٹ نے وزیر خزانہ سے سوال کیا۔ کہ کیا وہ پچیس سال سے اوپر کے تمام کنواروں پر ٹیکس لگانا چاہتے ہیں۔ جن کی تعداد بیس لاکھ ہے؟ مسٹر چرچل نے کہا۔ کہ ابھی اس باب میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

ایک مصنف نیون نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "ایک بڑی غلطی" ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ تجارتی اور فوجی نقطۂ نگاہ سے ہوائی طاقت فضول چیز ہے۔ تجارتی لحاظ سے ہوائی طاقت اس لئے نقصان دہ ہے۔ کہ اس میں لاگت بے انتہا آجاتی ہے۔ اور فوجی لحاظ سے بھی کچھ مفید نہیں مصنف مذکور لکھتا ہے۔ کہ رائل ایر فورس کے ہوائی جہاز قاہرہ سے کیپ ٹاؤن تک اور کیپ ٹاؤن سے لندن تک گئے۔ چار ہوائی جہازوں پر جن کی مجموعی طاقت ۸۰ اسو گھوڑوں کی تھی۔ صرف ۱۲ آدمی ۱۴ دن میں ۱۴ ہزار میل طے کر سکے۔ حالانکہ اسی طاقت کے دو بحری جہاز اس سے آدھے وقت میں ۲ ہزار ۶ سو ٹن سامان اتنے ہی فاصلے تک لے جا سکتے تھے۔

۲۳ مارچ کی شام کو کھلے ہال میں باشندگان مدراس کا ایک اہم جلسہ ہوا۔ جس میں لڑکیوں کی بچپن کی شادی کو روکنے کے لئے فوری تدابیر اختیار کرنے پر زور دیا گیا۔ اور اس باب میں گوڑ کے مسودۂ قانون کی حمایت کی گئی۔ ڈاکٹر

لکشمی رکن مدراس کونسل نے شادی کی عمر بڑھانے کی قرارداد پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر قانون مذکور منظور کر لیا گیا۔ تو قوم جسمانی اور دماغی کمزوریوں سے بچ جائے گی + لیڈی سداسیوا آئر نے قرارداد کی تائید کر کے کہا۔ کہ قومی مفاد کو مدنظر رکھ کر اس کے متعلق رائے عامہ کے حصول کی سخت کوشش کرنی چاہیئے ؛

حکومت میسور نے شریمتی پاروتاماں (مسز چندراسیکارا آئر) کو بنگلور ڈسٹرکٹ بورڈ کی ممبری کے لئے نامزد کیا ہے + ہندوستان میں یہ پہلی خاتون ہیں۔ جو مقامی بورڈ کی ممبر بنائی گئی ہیں ؛

کرنسی بل یعنی روپے کی قیمت ۱۶ اپنس اور ۱۸ پنس کرنے کے متعلق اسمبلی میں خوب مباحثہ رہا۔ مسٹر جناح اور ان کے ہم خیال ۱۸ اپنس روپے کی قیمت کے خلاف رہے۔ اور انہوں نے دلائل سے ثابت کیا۔ کہ اس سے صرف انگریزوں کو فائدہ پہنچے گا۔ ہندوستان کو سراسر نقصان ہوگا + سرکاری ممبروں اور ان کے ہم خیال ممبران نے ۱۶ اپنس شرح تبادلہ پر زور دیا۔ اور بتایا۔ کہ اس طریقے سے ہندوستان کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا + بالآخر مین ووٹوں کی زیادتی سے روپے کا نرخ تبادلہ ۱۸ اپنس منظور ہوگیا ؛

کونسل آف اسٹیٹ کے اجلاس ۲۴ مارچ میں اسمبلی کی منظور شدہ قرارداد کی تصدیق کی گئی اور روپے کی شرح تبادلہ ۱۸ اپنس مقرر ہوگئی + ۱۰ ممبر اس شرح کے مخالف رہے۔ اور ۳۱ ممبروں نے ۱۸ اپنس شرح تبادلہ کی موافقت کی ؛

گورنمنٹ بہار و اڑیسہ نے ۳۴۵ پونڈ کے سالانہ وظائف ان تین طلبار کو دینے منظور کئے ہیں جو ولایت جا کر تعلیم حاصل کریں گے + ان طلبار میں دو ہندو اور ایک مسلمان قمرالدولہ نامی ہے ؛

پچھلے دنوں الہ آباد کے ایک انگریز انجنیر کی گولی سے اس کا ہندوستانی بہرا ہلاک ہوگیا تھا + انگریز پر مقدمہ چلا۔ اور عدالت سے صرف سو روپے جرمانے کی اسے سزا ملی۔ کیونکہ ملزم کا عذر تھا۔ کہ اس کے ہاتھ سے اتفاقیہ گولی چل گئی تھی + اب بہرے کی بیوہ نے انجنیر مذکور پر تین ہزار روپے بہرجانے کا دعویٰ دائر کیا ہے ؛

کراچی میونسپلٹی نے ابتدائی تعلیم لازمی کر کے تمام شہر کے لئے آٹھ لاکھ روپیہ منظور کیا ہے ؛

دہلی کے سیشن جج کی عدالت سے جو مسلیں چوری ہوگئی تھیں۔ وہ زنانہ ہسپتال کے قریب پڑی ہوئی مل گئیں ؛

مہاراجہ صاحب کپورتھلہ سے مہارانی صاحبہ کی علیحدگی کی خبر غلط ہے۔ اس کی تردید ہوگئی ؛

بنگال کے ہونے والے گورنر سر سٹینلے جیکسن اپنی بیوی سمیت ہندوستان آگئے ؛

مسٹر سکلات والا نے سوامی شردھانند کے بیٹے پروفیسر اندرا کو تار دیا ہے۔ کہ آپ اپنے والد کے قاتل کو پھانسی دئے جانے کے خلاف اپیل کریں۔ اور لکھا ہے۔ کہ میں نے جہاز پر سے بھی آپ سے یہی درخواست کی تھی۔ اور اب دوبارہ ملتجی ہوں۔

پروفیسر اندرا نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ ملزم عدالت عالیہ میں مرافعہ دائر کر رہا ہے۔ عدالت عالیہ کے فیصلے سے پہلے رحم کی درخواست قبل از وقت ہے۔ اگر صورت حال یہی رہی۔ تو میں فیصلے کے بعد درخواست پیش کروں گا۔

سوامی شردھانند کے قاتل عبدالرشید کی طرف سے چودھری ظفراللہ خاں بیرسٹر نے ملزم کو پھانسی کی سزا دے جانے کے خلاف پنجاب ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی ہے۔

گورنر بنگال کی تحریک پر کلکتہ کی میونسپلٹی کے صدر نے ایک فنڈ کھولا ہے۔ جس میں خود گورنر بنگال نے ایک ہزار روپیہ چندہ دیا ہے۔ اس فنڈ سے ان لڑکیوں کی حفاظت اور مدد کی جائے گی۔ جو بد اخلاق عورتوں کے ہاتھوں میں پڑکر مصیبتیں جھیلتی ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت کلکتہ میں ایسی مظلوم لڑکیوں کی تعداد دو ہزار کے قریب ہے۔

کلکتہ سے پانچ میل کے فاصلے پر دمدم کے مقام میں ایک انگریز عورت مس بلڈ ڈنٹو تنہا رہتی تھی۔ ان ہی دنوں ایک رات کو اس کے مکان میں چور گھس آیا۔ اور ایک سو روپے کے نوٹ ڈاک خانہ کی سیونگ بک اور چند دوسری چیزیں لے کر بھاگ ہی رہا تھا۔ کہ مس صاحبہ نے اسے پکڑ لیا۔ تقریباً دو گھنٹے کی کشمکش کے بعد جس میں مس مذکور کے بال نچ گئے۔ اور کپڑے پھٹ گئے۔ اس لیے بڑی بہادری سے چور کو بھگا دیا۔

ریاست ٹراونکور کی کونسل نے اعلان کیا ہے کہ اچھوت ذات کے لڑکوں کو امتحان میں داخل کیا جائے گا۔ اور ان کو پانچ سال تک امتحان کی فیس داخلہ سے مستثنیٰ رکھا جائے گا۔

رائل ایر فورس کے دو ہوا باز جو کوہاٹ چھاؤنی میں مقیم ہیں۔ رخصت پر اپنے گھر جاتے ہوئے ہوائی جہاز کے ذریعے اپنا سفر طے کریں گے۔ اور کراچی۔ بندر عباس۔ بغداد اور قسطنطنیہ ہوتے ہوئے جائیں گے۔

شریمتی سروجنی نائیڈو اور مسٹر سری نواس آئنگر لاہور تشریف لائے۔ اور ۲۶ مارچ کو ان دونوں محبان وطن نے ایک پبلک جلسے میں آپس کی نا اتفاقی دور کرنے اور فرقہ وارانہ منافرت کو مٹانے پر تقریریں کیں۔ مسز سروجنی نائیڈو نے کہا۔ کہ میں سیاسی باتوں سے بیزار ہو گئی۔ اور اب ایک عورت کی حیثیت سے پیغام دیتی ہوں۔ وہ کہتی ہیں۔ ہم غلامی میں اولاد پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ بتاؤ آپ کیا جواب دیں گے؟

ایڈیٹر مسز آصف جہان بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتا

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک پیشگی

نمبر ۱۵	لاہور - ہفتہ - ۹ - اپریل ۱۹۲۷ء	جلد ۲۹

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ - ۶ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

عورتوں کی اپنی دکان

بہنوں کی سہولت کے واسطے ان کے کام کی چیزیں بہم پہنچانے کا انتظام نہایت کوشش سے کیا ہے۔ معمولی بٹن سے لے کر قیمتی ساڑھی تک ہر ایک چیز دستیاب ہوسکتی ہے۔ بچوں کے کھلونے پارچات پوشیدنی اور دیگر ضروریات کی خصوصیت ہے۔ مال عمدہ اور سستا نہ ہو تو واپس۔ آزمائش شرط ہے ✤

خط وکتابت میں کسی مرد کا ہاتھ نہیں ✤

پتہ :- کنیز کار

پوسٹ بکس نمبر ۱ - لاہور

اکسیر ستارا

کا استعمال

اگر مستورات کے کمر میں درد رہتا ہو۔ پیروں میں بھاری پن ہو ٹیس رہتی ہو جلن ہوتی ہو ہر مہینہ درد سر رہتا ہو۔ بچہ مرا ہوا پیدا ہوتا ہو۔ اسقاط کی شکایت ہو۔ بانجھ پن ہو یا اور بے قاعدگیاں ہوں کمزوری ہوتی جاتی ہو تو اکسیر ستارا کے استعمال سے انشاء اللہ یہ تمام باتیں دور ہوجائیں گی۔ اور طاقت آجائیگی۔ اور اگر دواؤں کے استعمال سے فائدہ نہ ہوا ہو تو اکسیر ستارا کو ایک مرتبہ ضرور آزما کر دیکھیں۔ ترکیب استعمال دوا کے ساتھ ہے۔ قیمت ۳ ملنے کا پتہ:- بڑا دواخانہ نمبر ۱۸ مغل اسٹریٹ رنگون

باجلاس جناب شیخ اعجاز احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پی۔ سی۔ ایس۔ ایڈیشنل سب جج بہادر بمقام موگہ ضلع فیروز پور ✤

لوکہ سنگھ ولد کنڈا سنگھ ذات جٹ سکنہ چوتیہ ٹھوبا تحصیل موگہ مدعی

بنام سانون سنگھ پسر متبنے سورمان سنگھ و مسماۃ چندی بیوہ کھیم سنگھ ذات جٹ سکنہ موڈھانوالی تحصیل موگہ مدعا علیہم ✤

دعوے دلایانے مبلغ مالغہ ۱۹ بمعہ سود بروی بہی

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعی کی درخواست اور بیان حلفی سے پایا جاتا ہے کہ مدعا علیہا مسماۃ چندی عدم پتہ ہے۔ اور اسکی تعمیل معمولی طریقہ پر نہیں ہوسکتی ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا زیر آرڈر نمبرہ رول نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہا مسماۃ چندی مورخہ $\frac{27}{8}$ ۱۸ کو حاضر عدالت ہذا ہوکر پیروی اور جواب دہی مقدمہ کرے۔ بصورت غیر حاضری اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آئیگی ✤

آج بتاریخ $\frac{27}{7}$ ۲۷ بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا ✤ (دستخط و مہر)

ہماری معاشرت
کا ایک ناقص رُخ

(سلسلے کے لئے دیکھو تہذیب صفحہ ۲۶۳)

ایک اور اخلاقی نقصان اس قسم کی زندگی میں
یہ نظر آتا ہے۔ کہ جدید رشتۂ حیات میں وابستہ ہونے
والوں کی زندگیاں ضرور اپنے معلومات میں اُور
گھر کے لوگوں سے مختلف ہوں گی۔ اور اس اختلاف
کا احساس کنبہ کے اور کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو
ہونا ایک بدنما سی بات ہے۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ
ان کے اخلاق پہ اچھا اثر نہ پڑے۔

میں اپنی تمام بہنوں اور بھائیوں کی خدمت میں
باادب عرض کروں گا۔ کہ وہ اس قسم کی زہریلی زندگی
کے حلقے کو کم کرنے میں اپنی انتہائی قوت سے کام
لیں۔ اور کنبوں کو مختصر فیمیلیز (خاندانوں) میں تقسیم
کرنے کی کوشش کریں۔

ساس اور بہو کے اختلافات جو ہندوستانی
معاشرت کا جزو اعظم ہو گئے ہیں۔ جن پر ہزارہا افسانے
تیار ہو سکتے۔ محض اس قسم کی مشترک زندگی کے نتائج
ہیں۔ اکثر لڑکیاں جو ساس کے مقابلے میں بدترین
بہو کہلائی جا سکتی تھیں۔ آزادی کی زندگی میں انتظام
خانہ داری کے لحاظ سے بہترین بیویاں اور بچوں کی
تعلیم و تربیت کے لحاظ سے بہترین مائیں ثابت
ہوئیں۔ کیا یہ انصاف کا تقاضا ہے۔ کہ ایسی لڑکیوں

کو تا زندگی ساس اور بہو کی جنگ زرگری کی نذر
کر دیا جائے؟ میرے خیال میں ساس اور بہو
کی مخالفت بالکل قدرتی ہے۔ میں کبھی کسی بہو کو
اس معاملے میں الزام نہیں دے سکتا۔ زیادتی
ہمیشہ ساس کی طرف سے ہوتی ہے۔ بہو ایک نوعمر
ناتجربہ کار لڑکی ایک بالکل اجنبی گھر میں آتی ہے
اور کچھ دنوں بعد ہی سے ساس کی زیادتیوں کا
تختۂ مشق بننا شروع ہو جاتی ہے۔ ساس اس
کے جذبات و احساسات کی ذرا پروا نہیں کرتی۔
اپنے اور اس کے خیال کے فرق کو نہیں محسوس
کرتی۔ اور اس سے اس طرز عمل کی توقع کرتی ہے
جو بالکل خلاف فطرت ہے۔ میں تو ساس اور بہو
کی مخالفت کو بہو کی ذہانت پر محمول کرتا ہوں میرے
خیال میں جو بہو ساس کی کامل طور پر مطیع اور فرمانبردار
ہے۔ اگر ساس کوئی مافوق البشر ہستی نہیں۔ تو یقیناً
یا تو بے حس ہے یا کُند ذہن۔ یا اس قدر ناسمجھ ہے
کہ وہ آزادی اور خود اختیاری کی زندگی میں جو اخلاقی
فوائد اس کو شوہر کو اور بچوں کو پہنچتے ہیں۔ ان سے
بے خبر ہے۔ اس میں آزادی رائے خودداری اور
قوت فیصلہ کی کمی ہے۔

زندگی کے حالات اور ضروریات اس قدر جلد
جلد بدل رہے ہیں۔ کہ ہر پچاس برس اور پچیس
برس کے انسان کے خیال و مذاق میں ایک عظیم
اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ جدید تعلیم و تمدن کا اثر

قدرتی طور پر نئی نسل کے خیالات پر پڑ رہا ہے +
گھر میں رہنے والی خاموش ہستیاں بھی اس تبدیلی
سے متاثر ہو رہی ہیں + معمولی باتوں پر نظر ڈالئے اور
اصولی اختلاف کو دیکھئے +

ساس جن باتوں کو نمونہ خوبی خیال کرتی ہے۔
بہو اُن سے متنفر ہے + ناک میں ایک لمبی چوڑی نتھ۔
کانوں میں بہت سی بالیاں جن کو پتوں سے اکثر
وزنی کر دیا گیا ہو۔ جن کے بار سے کانوں کی لویا
ناقص گوشت کی طرح لٹکی ہوئی ہوں۔ ہاتھوں پیا
پیروں میں۔ گلے میں۔ بازوؤں میں۔ ماتھے پر
سر پر غرض جسم کے ہر حصے پر زیور کا ایک انبار لگھیا
پرانے خیال کی ساس کے لئے کسی قدر مسرت بخش
ہے۔ وہ اس کو عورتوں کی زینت سمجھتی ہے + ظاہر
ہے۔ کہ جدید مذاق کی بہو ان چیزوں کو وبال جان
اور طوق غلامی سے بدتر سمجھے گی + یہیں سے اختلاف
شروع ہو گیا۔ آور دیکھیئے گہرے اور تیز رنگین کپڑے
جن کا تراش و خراش بھی پرانی وضع کا ہو۔ ساس
کی پسند خاطر + بہو اپنی نفاست مذاق کا اظہار سپید
یا انتہائی ہلکے رنگ سے کرنا چاہتی ہے + ساس ملی
کا سلیم شاہی جوتا عورتوں کے لئے موزوں سمجھتی
ہے۔ بہو پمپ اور انگریزی وضع کے جوتوں کی خواہشمند
ہے + ساس وہی پرانے تنگ موریوں کے بدقطع
پاجاموں پر فدا ہے۔ جن میں پنڈلیاں اپنی ساخت
کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور جو عورتوں کے بدترین اور
نہایت بدنما زیریں لباس میں ہے۔ بہو کے لئے وہ
نفرت خیز + بہو اپنی علالت میں مستند ڈاکٹرنی سے
مشورہ چاہتی ہے۔ ساس ان ہی کثیف و غلیظ
رہنے والی دائیوں پر قانع ہے۔ جو ہزارہا بچوں کی
موت کی ذمہ دار۔ اور ہزارہا زچوں کی زندگیوں کو
تباہ کرنے والی ہیں + غرض اس قسم کی جزوی باتوں
سے اصولی اختلاف بڑھا۔ جو رفتہ رفتہ مخالفت اور
عداوت تک پہنچ گیا۔ اور اگر بہو متحمل اور صابر نہیں
تو گھر میں ایک آفت بپا ہو گئی +

بہو جب تک تنہا ہے۔ کسی قدر غنیمت ہے۔
صاحب اولاد ہو جانے کے بعد آئندہ مشکلوں کا سامنا
ہے + ساس اس کے بچوں کی تربیت میں بھی
حارج ہو گی + بہو موجودہ اصول تربیت پیش نظر
رکھ کر بچوں کی سرزنش بھی کرے گی۔ ساس پوتوں
کے لئے بھی لاڈ و پیار کو مفید سمجھے گی + نتیجہ یہ ہوگا
کہ خود اپنے بچوں کے معاملے میں بہو کو لڑنا پڑے گا
ورنہ بچوں کی تربیت خراب ہو گی +

بہو کا طرز عمل اپنے شوہر کے ساتھ جو ہو گا۔
وہ بھی ساس کی نظروں میں کھٹکیگا + بہو برتاؤ
میں کسی قدر آزاد ہو گی۔ فضول اور نمائشی شرم و حجاب
کی افراط کو ناپسند کرے گی + وہ شوہر کو اپنا رفیق حیات
سمجھ کر اس کی التفات اور محبت کی متوقع ہو گی +
ساس اپنے شوہر کو خدائے مجازی سے بھی برتر
خیال کرتی ہے۔ جن کے ہر حکم پر اس کو سر اطاعت

جھکا دینا چاہئے - جو غیر ضروری وقار اور بربادی کا مجسمہ ہو - ایک مہیب انسان ہو - جو نرمی و محبت کے نام سے بھی ناواقف ہو - جس کو گھر میں قدم رکھتے ہی اپنے اقتدار اور حکومت کا اظہار کرنا ضروری ہو - اس قسم کے واقعات بہت عام ہیں - ہر گھرانے میں جہاں پُرانے خیال کے لوگ موجود ہیں ایسے واقعات ملتے ہیں -

ساس اور بہو کے اختلافات کا ستر باب میں بنت ظفر جہاں بیگم کے اس قول سے متفق ہوں - تعلیم سے بھی مشکل ہے - کیونکہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو اپنے حقوق کا آزر یا وہ احساس ہوگا - اور وہ ان کی زیادہ سختی کے ساتھ طلب گار ہوں گی -

ان فسادات کا ستر باب تو بس اسی طرح ہو سکتا ہے - کہ لڑکوں کی شادیاں ان کے صاحب معاش ہو جانے کے بعد ان کی وسعت اور حیثیت کو دیکھتے ہوئے کی جائیں - اور شادی کے بعد ان کی متاہلانہ زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو - وہ اپنی رفیقہ حیات کی مدد سے ایک خاموش با اصول خانگی زندگی کی بنیاد ڈالیں - جس میں ان کے لئے بھی سکون اور عافیت میسر ہو - اور آگے چل کر ان کے بچوں کی تربیت و تعلیم بھی مناسب اصولوں کے ساتھ ہو سکے - اب ملک کو انسانوں کے وحشی گلّوں کی ضرورت نہیں - بلکہ منتخب اور کارآمد افراد کی ضرورت ہے - جو ملک کی تہذیب و تمدن میں مفید اضافے کر سکیں -

محمود الحسن صدیقی بی اے - علی گڑھ

وہم کا قلب پر خوفناک اثر

سلسلے کے لئے دیکھو تہذیب صفحہ ۲۵۸)

یہ عام عقیدہ ہے - کہ اگر کسی گھر میں اُلّو بولے - یا جس مکان پر چیل بیٹھے - تو یہ نحوست کی علامت ہے - اور وہ گھر اُجڑ جاتا ہے - اگر اتفاق سے چیل بیٹھ جائے - یا اُلّو بولنے لگے - تو مکان والوں میں سخت پریشانی پیدا ہو جاتی ہے - حالانکہ یہ بالکل لغو خیال ہے - چیل اور اُلّو عموماً بلند مکانوں یا بڑے درخت پر بیٹھا کرتے ہیں - بجنور میں ہمارے مکان کا چوبارہ بہت بلند تھا - اور شاہجہانپور کے مکان کے پائیں باغ میں بہت اونچے اونچے درخت تھے - دونوں مقامات میں بہت دفعہ چیل آکر بیٹھی - اور اکثر راتوں میں اُلّو بھی آکر بیٹھا - اور بولا کرتا تھا - مگر کبھی دل میں بُرا خیال نہیں گزرا - اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے دونوں جگہ کا طویل قیام بہت راحت اور خوشی کے ساتھ بسر ہوا - بلکہ بچوں کو شوق ہوا تھا - کہ ہم نے کبھی اُلّو کی آواز نہیں سُنی - جب رات کو بولے - تو ہمیں بھی جگا دینا - ہم سنیں گے - چیل اکثر بنگلوں اور کوٹھیوں کی چھتوں کی چوٹی پر ہمیشہ بیٹھتی ہے - ہم نے تو کبھی کوئی نقصان ہوتے

نہیں دیکھا۔ سب بنگلے اور کوٹھیاں آباد رہتی ہیں۔

ایک دفعہ میرے ناناصاحب مرحوم مع زنانہ کے بیل گاڑیوں میں سفر کر رہے تھے۔ اس زمانے میں اس طرف ریل نہ تھی۔ ساتھ میں چار چپراسی بطور محافظ کے تھے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ بہت سویرے سفر شروع کرتے۔ اور دوپہر کے وقت ایک جگہ قیام کرتے۔ چپراسیوں میں ایک چپراسی ہندو تھا۔ اتفاق سے ایک صبح سفر کرتے وقت پھونکری بولی۔ ہندو چپراسی نے کہا۔ کہ اس وقت سفر ملتوی کردو۔ ورنہ پھونکری بولی ہے۔ ضرور خون ہوگا۔ آپ نے التواء روانگی پر بہت اصرار کیا۔ اس پر ہمارے ناناصاحب مرحوم نے فرمایا۔ کہ اگر تم کو وہم ہوگیا ہے تو تم قیام کرو۔ اور سورج نکلے چلنا۔ ہم چلتے ہیں مگر چپراسی تنہا کیسے رہتا؟ بادلِ ناخواستہ ہمراہ ہوگیا۔ راستے میں سوء اتفاق سے چوروں سے مٹھ بھیڑ ہوگئی لاٹھی اور تلوار چلی۔ ہندو چپراسی زخمی ہوا۔ اس عرصے میں روشنی ہوگئی۔ اور چور بھاگ گئے۔ ہندو چپراسی بہت بڑبڑایا۔ اور کہا۔ میں نے ہر چند منع کیا۔ نہ مانا اور تکلیف پائی۔ ہمارے ناناصاحب مرحوم بہت متحمل مزاج تھے۔ فرمانے لگے۔ کہ بھائی تم کو وہم تھا۔ تم نے چوٹ کھائی۔ اور کسی کو وہم نہ تھا۔ لہٰذا کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔

ہمارے ایک بزرگ کو وہم تھا۔ کہ جب ان کو خواب میں لڈو نظر پڑیں۔ تو اگلے دن کسی موت کی خبر آئے گی۔ ان کو اس وہم پر پختہ عقیدہ تھا۔ بعض دفعہ ایسا ہوا۔ کہ ان کا عقیدہ صحیح نکلا۔ حقیقت میں قوت واہمہ خلاق ہے یعنی وہم کی بدولت ان ہونی بات ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایسی بہت روایتیں مشہور ہیں۔ کہ تندرست انسان کو بار بار یہ کہنے سے کہ وہ سخت بیمار ہے۔ اور اس کی موت قریب ہے۔ اس کو وہم ہوا۔ اور وہ آدمی سچ مچ مر گیا۔ ایک شخص کی نسبت ایک بادشاہ نے محض ازرہ مذاق جلاد کو حکم دیا۔ کہ تلوار سے اس کی گردن ماردے۔ مسخرہ کو مذاق کی خبر نہ تھی۔ وہ اس حکم کو سچ سمجھ گیا۔ اور جس وقت اس نے تخت پر اُلٹے لیٹ کر لکڑی پر اس غرض سے گردن رکھی۔ کہ تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کیا جائے۔ تو سابقہ ہدایت کے موافق جلاد نے بجائے تلوار کی دھار سے کام لینے کے ایک پانی سے بھیگا ہوا ڈورا اس کو دونوں ہاتھوں سے تان کر مسخرے کی گردن سے چھوایا۔ اس پر بادشاہ اور درباریوں نے قہقہہ لگایا۔ اور مسخرے سے کہا۔ کہ اٹھ آؤ۔ لیکن مسخرہ کا سچ مچ کام تمام ہو چکا تھا۔ اور اس مذاق کی بدولت اس کی جان جاتی رہی۔

لہٰذا وہم بہت ہی بُری بلا ہے۔ خدا اس سے سب کو محفوظ رکھے۔ ہر قسم کے وہموں کو دل سے دور کر دینا چاہئے۔ بھوت۔ پریت۔ چڑیل۔ پریوں کا سایہ۔ ڈائن وغیرہ سب اسی قسم کے ضرر انگیز توہمات ہیں۔ بے بنیاد افواہوں پر بلا تحقیق کئے یقین کرلینا

بھی ایسا ہی ضرر انگیز ہے۔ حال ہی میں بریلی میں یہ افواہ اُڑی۔ کہ ساردا نہر کے پل کی تکمیل کی غرض سے بھینٹ چڑھانے کو پانسو بچوں کا خون درکار ہے۔ اس لئے لوگ بچوں کو پکڑ پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ اس افواہ کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ دو بھلے مانس اپنے بچوں کے لئے کہیں جا رہے تھے۔ لوگوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ان کو مارتے مارتے ادھ موا کر دیا اور ان کی سواری کی موٹر میں آگ لگا دی۔ پولیس موقع پر پہنچ گئی۔ تب ایک آدمی کی جان بچی۔ اور دوسرا جان بحق تسلیم ہوا۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ

بچے کا نہلانا

باوجودیکہ فی نفسہٖ غسل کرنا خوش گوار صحت افزا اور موجب تفریح ہے۔ لیکن اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بچے نہلانے سے گریز کرتے ہیں۔ اور زبردستی نہلایا جائے۔ تو چیخ پکار سے مکان سر پر اُٹھا لیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ مائیں بچے کو غسل کا عادی نہیں بناتیں اور اس کے لئے غسل کو خوشگوار بنانے کی طرف توجہ نہیں کرتیں۔

سردیوں میں بچے کو نہلاتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ کہ سرد ہوا کا جھونکا نہ پڑے۔ پانی اس قدر گرم نہ ہو۔ کہ اس کی حرارت سے ہی بچہ بلبلا اُٹھے۔ ماں کے ہاتھ اتنے سرد نہ ہوں۔ کہ بچے کے ننگے جسم سے چھوئیں۔ تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔

ایک تولیا یا کوئی اور موٹا کپڑا تہ کر کے پانی کے ٹب میں بچے کے نیچے گدی بنا کر رکھ دیا جائے۔ تاکہ بچہ آرام سے بیٹھ سکے۔ اور پھسل کر گر نہ جائے۔ ٹب میں پانی اتنا بھریں۔ کہ اگر بچہ بیٹھے۔ تو اس کے سینے تک رہے۔ بچے کو ٹب میں بٹھانے سے قبل اس کا ایک آدھ کھلونا پانی میں چھوڑ دینا چاہئے۔ ربڑ کی چڑیا۔ لکڑی کا جھنجھنا۔ تیرنے والی بطخیں نہایت اچھے کھلونے ہیں۔ اور کوئی چیز موجود نہ ہو تو سنگترے کے چھلکے یا کاغذ کی ناؤ ہی کافی ہو گی۔ کوشش کی جائے۔ کہ بچے کی آنکھوں میں صابن نہ چلا جائے۔ ورنہ اس کا رو دینا یقینی ہے۔ اور نہاتے وقت بچہ اگر ایک روز رو دیا۔ تو نہانے سے ہمیشہ ڈرے گا۔ جسم پر صابن لگانے کے لئے اسفنج سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ چھٹتے ہی بچے کے سر پر پانی نہیں ڈالنا چاہئے۔ اس بات کا بھی خاص خیال رکھا جائے۔ کہ ماں کے ہاتھ میں انگشتری نہ ہو۔ ورنہ انگشتری ضرور بچے کو تکلیف دے گی۔ اس تکلیف کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو بچپن میں نہاتے ہوئے انگوٹھی کا کاٹنا یاد ہے۔ نہاتے وقت بچے سے ہنس ہنس کر باتیں کرنی چاہئیں۔ ماں ہنسے گی۔ تو بچہ بھی ہنستا رہے

گا۔ اگر ماں نے گھور دیا۔ تو بچے کا معصوم چہرہ بھی
فوراً حیران اور متغیر ہو جائے گا۔ ان کے چہرے
کی خفیف سے خفیف تبدیلی بھی بچہ جان جاتا ہے۔
نہلا کر بچے کو صاف ستھرے تولیے میں لپیٹ
لینا چاہیئے۔ بدن خود بخود خشک ہو جائے گا۔
اور بچے کو آرام ملے گا۔ تولیا لپیٹ کر گود میں لے لیں
اور کوشش کریں۔ کہ سو جائے۔ جاگنے پر ہشاش
بشاش ہوگا۔

پیرزادہ منظور حسن صدیقی

مہانداری اور دعوت

میں عرصے سے سوچ رہی تھی۔ کہ اس نامعقول
دستور پر کچھ لکھوں۔ مگر موقع نہ ملا۔ خوب ہوا۔ کہ ہماری
محترمہ بہن خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ نے لکھ ڈالا۔ واقع
میں یہ دستور جس قدر تکلیف دہ اور مستورات کے
ملنے جلنے میں سدراہ ہے۔ اتنا اور کوئی نہیں۔
ضرورت ہے۔ کہ جتنی جلدی بھی ہو سکے۔ اس کی
اصلاح کی جائے۔ مردوں کے برابر تو ہم مستورات
کو کبھی سہولیت ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ ہم لوگ سواری
کی محتاج ہیں۔ جس میں اکثر دیر ہو جاتی ہے۔ اس
لئے ناشتہ کرانا تو اکثر ضروری ہوتا ہے۔ کبھی ایسا
اتفاق آپڑتا ہے۔ کہ کھانے کا وقت بھی ہو جاتا ہے۔
لیکن ایسی اتفاقی صورتوں میں کسی خاص تکلف کی
ضرورت نہیں۔ اپنے گھر میں جو معمولی کھانا پکا ہو۔ اُس
سے زیادہ سے زیادہ ایک آدھ چیز اَور بڑھا دی جائے
تو کچھ دقت نہیں ہوتی۔ مگر یہ دعوت کی رسم تو اتنی
بُری ہے۔ کہ ملاقات کا سارا لطف کرکرا ہو جاتا ہے۔
میں اپنی ہمسائی کو دیکھتی ہوں۔ کہ ان کے یہاں جب
کوئی بیوی مہمان آتی ہیں۔ تو وہ سارے بچوں۔ نوکروں
یہاں تک۔ کہ ان کے شوہر تک کو گھر سے بُلا کر کھانا
کھلانا اپنا فرض سمجھتی ہیں۔ پھر جب مردانی دعوت
ہوتی ہے۔ تو لگے ہاتھ ان کے شوہر بھی اپنے دو چار
دوستوں کو شریک کر لیتے ہیں۔ پھر کھانا بھی روزمرہ
کے معمولی کھانے کے علاوہ۔ پلاؤ۔ زردہ۔ قورمہ قلیہ
غرض پورا تورے بندی کا ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔
کہ میزبان تو مہمان بیوی کو ڈولی سے اتروا کر باورچی خانے
سنبھالنے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ مہمان کو کچھ وقت
خالی بیٹھ کر گزارنا پڑتا ہے۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر کی ہمسائی
بیویوں سے گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ لیکن گھر والی بیوی
سے گفتگو درکنار زیارت بھی بہت ہی کم نصیب ہوتی
ہے۔ خدا خدا کر کے کھانا تیار ہوا۔ تو زنانہ مردانہ
کھلاتے کھلاتے رات کے نو دس بجتے ہیں۔ اس
وقت مہمان بیوی رخصت ہوئیں۔ اور گھر والی تکان
سے شل ہو کر پڑ رہیں۔ دوسرے دن جاڑ۔ تپ بخار
یا درد معدہ میں مبتلا نظر آئیں گی۔

میں نے تو کہا شاباش ہے۔ آپ کی ہمت کو۔
اگر مجھے ایسی مہانداری کرنی پڑتی۔ تو ایک دفعہ کے

بعد سے عمر بھر کو توبہ کرتی - یہ آپ ہی کی ہمت ہے - کہ ایسے تلخ تجربے بار بار کرتی ہیں + اسے جناب یہ ملنا جُلنا خوشی اور تفریح کے لئے ہوتا ہے - ناکہ مصیبت اٹھانے کے لئے + ایسی ملاقات کو بھی سلام ہے - جس کا خمیازہ تین دن پلنگ پر لیٹ کر بھگتنا پڑے - وہ اللہ کی بندی ہر دفعہ میری ہاں میں ہاں ملا دیتی ہیں - اور آیندہ اتنا بکھیڑا کرنے سے کانوں پر ہاتھ رکھتی ہیں - مگر اب تک کبھی ایسی نوبت نہیں آئی - کہ صرف چاء پر اکتفا کریں + وجہ یہ ہے - کہ وہ خود بھی جب کسی کے ہاں جاتی ہیں - کھانا کھا کر آتی ہیں - تو پھر خود کیسے نہ کھلائیں ؟ اس دستور کو اٹھانے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے - کہ خود عہد کر لیا جائے کہ کہیں نہ کھائیں گے - پھر بآسانی خود بھی اس جھگڑے سے بچ سکتی ہیں +

خاکسار ظفر جہاں

کاربانک پیپر سے دستکاری

جنوری اور مارچ کے تہذیب میں دستکاری اور کاربانک کے مضمون میری نظر سے گزرے - اور ۲۲ مارچ کے تہذیب میں بہن خدیجہ بانی نے ایمبرائڈری شین کا مضمون شائع کرایا ہے + چونکہ یہ تینوں مضمون دستکاری کے ڈرائنگ سے تعلق رکھتے ہیں - لہذا میں ان تینوں مضمونوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک اَور طریقہ دستکاری کا ذیل میں درج کرتی ہوں - اور چاہتی ہوں - کہ ہر ہفتے تہذیب دستکاری کے مضمون سے خالی نہ رہے - اور اس طریقے سے ہمیں نئے نئے کام دستکاری کے آ سکتے ہیں + دستکاری میں ڈرائنگ جاننا ضروری ہے + بہن خدیجہ بانی نے کاربانک کا طریقہ استعمال بتلا دیا ہے - اس کی نسبت مجھے کچھ تحریر کرنا نہیں ہے + اگر کسی بہن کو کاربانک پیپر میسر نہ ہو - تو خود اپنے ہاتھ سے بھی گھر میں بنا سکتی ہیں - چنانچہ جب کبھی مجھے اس کی ضرورت ہوتی ہے - تو ذیل کے طریقے سے خود بنا لیتی ہوں +

جس رنگ کا کاربانک بنانا ہو - وہ رنگ لے کر اس کا باریک سفوف کر لیں + اگر ایک حصہ سفوف ہے - تو آدھ حصہ تلی کا تیل لے کر دونوں کو خوب اچھی طرح پھینٹا جائے - اور شہد کی مانند گاڑھا بنا لینا چاہئے + بعد میں ایک باریک سفید کاغذ لے کر اس کے ایک جانب پھینٹا ہوا تیل اور رنگ لگا کر دھوپ میں سکھانے پر کاربانک پیپر تیار ہو جائے گا + اگر کسی بہن کو اَور بھی اچھے طریقے کا کاربانک پیپر بنانا معلوم ہو - تو ضرور اپنا طریقہ درج تہذیب کرائیں + اسی کاربانک پیپر کی مدد سے ایک اَور طریقہ دستکاری کا بہنوں کی خدمت میں پیش کرتی ہوں - جس سے ٹیبل کلاتھ - پردے - کشن - تکیے کے غلاف اور پہننے کے کپڑے وغیرہ پر اچھے
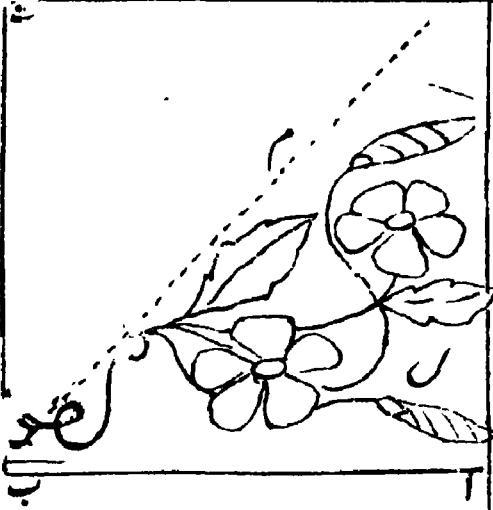
اچھے کام ہو سکتے ہیں۔ فی الحال ٹیبل کلاتھ پر کام کرنے کا طریقہ ذیل ہے:-

جتنا بڑا ٹیبل کلاتھ بنانا ہو۔ اس کپڑے کے چاروں طرف پٹی موڑ لیں۔ نہیں تو کپڑے کے چار چار تاگے کھینچ کر جس طرح۔ کہ رومال کی پٹی میں جالی بنائی جاتی ہے۔ اسی طرح ٹیبل کلاتھ پر بھی بنا لیں۔ جیسا کہ ذیل میں ٹیبل کلاتھ پٹی موڑا ہوا اور دورے کھینچ کر سیا ہوا بتلایا گیا ہے۔

جب چاروں طرف پٹی سل کر تیار ہو جائے۔ تو ایک سفید باریک کاغذ ٹیبل کلاتھ کے کونے پر رکھ کر جتنی جگہ دستکاری کرنی ہو۔ اسی انداز سے کاغذ کتر لیں جیسا کہ کترا ہوا کاغذ آ۔ ب۔ ت ذیل میں بتلایا گیا ہے۔ اس کاغذ کو دو حصوں میں تقسیم کریں جیسا میں نے "ل" اور "م" دو حصوں میں تقسیم کئے ہیں جب کاغذ تیار ہو جائے۔ تو اس پر جس طریقے کا پھول یا بیل بنانے کی ضرورت ہو۔ اسی ڈیزائن
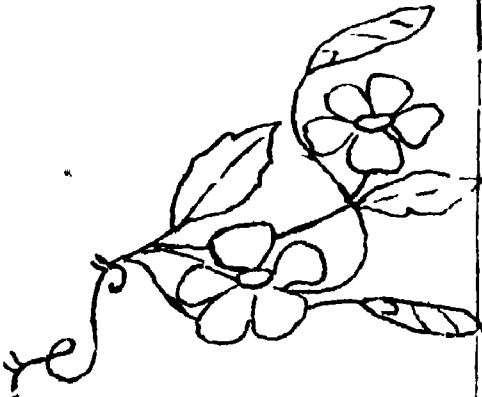
(نقشے) کو اس کترے ہوئے کاغذ پر اُتار لیں۔ جیسا کہ میں نے ایک نقشے کا ایک بازو کترے ہوئے کاغذ کے آدھے حصے پر اُتار لیا ہے۔

ایک حصہ لام پر ڈزائن اُتارنے کے بعد اسی کی ایک نقل حصہ میم میں اُتارتے وقت کاربانک کی طرز سے یعنی پہلے اُترے ہوئے حصہ لام کے نیچے کاربانک کو اُلٹا یعنی کاغذ کی طرف رنگ چڑھا ہوا کاربانک رکھیں۔ اور حصہ لام کے نقشے پر پنسل پھیرنے سے اس کے نیچے بھی یہی نقشہ اُتر آئے گا۔ یعنی ایک ہی حصے کے آگے اور پیچھے ڈیزائن اُتر گیا۔

اب حصّہ م پر کاربانک رکھیں۔ اور حصّہ "ل" کاربانک پر موڑ لیں۔ اور پیچھے اتارے ہوئے ڈیزائن پر پنسل پھیرنے سے گویا حصّہ "م" پر بھی یہی نقشہ اُتر آئے گا۔ جیسا کہ میں نے بھی ڈیزائن کاغذ کے دونوں حصوں پر اتار کر ذیل میں تبلایا ہے*

ڈیزائن میں ڈورا بھرنے کا طریقہ*

اگر پتّہ ہو۔ تو پتّے کے دو حصّے کرلیں۔ اور ایک حصّے کو ایک سرے سے اوپر کی نوک تک ترچھا ایک کے بازو ایک بالکل لگا ہوا ڈورا بھرتے جائیں جیسا کہ میں نے اوپر کے کھینچے ہوئے پتّے کے ٹکڑے دو حصّے کرکے ایک ایک لکیر آڑی گویا ڈورا بھرنے کا طریقہ تبلایا ہے* اسی طرح پھول میں بھی ڈورے بھرے جائیں۔ جیسا کہ اوپر کے پھول میں لکیریں کھینچ کر تبلایا ہے۔ لہذا تمام کاربانک کے کھینچے ہوئے ڈیزائن پر رنگین تاگا یا سفید تاگا بھرنے سے ڈیزائن ٹیبل کلاتھ پر اُتر آئے گا*

اب یہ پورا کاغذ ڈیزائن کے بھرے ہونے سے ٹیبل کلاتھ کے کونوں پر کاربانک رکھ کر ڈیزائن اتار سکتے ہیں۔ اور اسی طرح سے چاروں کونوں پر ڈیزائن (نقشہ) اتار لیا جائے*

جس بہن کے پاس ایمبرائیڈری مشین نہ ہو۔ اس کے لئے ڈیزائن کھینچے ہوئے ٹیبل کلاتھ پر ہاتھ سے کام کرنے کا طریقہ ذیل میں درج ہے* اگر پکے رنگ کا تاگا مل سکے۔ تو بہتر ہے۔ ورنہ سفید تاگے سے بھی کام ٹھیک ہوسکتا ہے*

اسی طریقے پر بیل بوٹوں کا کام کاربانک کی مدد سے دیگر چیزوں پر بھی ہوسکتا ہے*

راقمہ مسز محمد مصطفیٰ ایوت محل

خواتین لاہور کا جلسہ

بتاریخ ۲۷ مارچ ۱۹۲۶ء لاہور کی مسلمان خواتین کا ایک نہایت پُررونق جلسہ بیگم شیخ عبدالقادر کے ہاں منعقد ہوا۔ جو گیارہ بجے شروع ہوکر تین بجے

تک رہا۔ اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے لئے خواتین سے امداد حاصل کی جائے۔ اور انہیں قومی تعلیم اور ترقی کے کاموں میں حصہ لینے کی طرف مائل کیا جائے۔ اس جلسے کی بنیاد قریب چار سال ہوئے بیگم عبدالقادر صاحبہ نے ڈالی۔ اور اس وقت سے ہر سال بہت کامیابی کے ساتھ یہ جلسہ ہوتا رہا ہے۔ اور معقول چندہ انجمن کو خواتین کی طرف سے ملتا رہا ہے۔ یہ اس سلسلے میں چوتھا سالانہ جلسہ تھا۔ اور سالانہ جلسوں کے سوا ایک جلسہ درمیاں میں بھی ہوا تھا۔ اب دلچسپی اتنی بڑھ گئی ہے۔ کہ اس مرتبہ جلسے میں خواتین کی تعداد اڑھائی سو کے قریب تھی۔ اور چندہ بھی بہت اچھا ہوا۔

میاں نظام الدین صاحب مرحوم رئیس باغبانپورہ کی اہلیہ محترمہ باتفاق رائے صدر جلسہ قرار پائیں۔ سب سے پہلے بیگم محبوب عالم صاحب نے قرآن شریف کی تلاوت کی۔ اس کے بعد زنانہ اسلامی مدارس کی لڑکیوں نے نعت خوانی کی۔ پھر بیگم محمد رفیع صاحب نے جو زنانہ اسلامی مدارس کی کمیٹی کی سکرٹری ہیں۔ ایک مناسب موقع تقریر کے ساتھ رپورٹ پیش کی۔ اور بیگم بشیر احمد صاحبہ نے بہت سی مفید اصلاحات کی طرف سب بہنوں کی توجہ دلائی۔

پھر مس محبوب عالم صاحبہ ایم اے نے ایک عمدہ تقریر کی۔ ان کی تقریر کے دوران میں مسز سروجنی نائیڈو صاحبہ جلسے میں تشریف لائیں۔ وہ ان دنوں حسن اتفاق سے لاہور میں آئی ہوئی تھیں۔ بیگم عبدالقادر صاحبہ نے ان کے آنے کی خبر سن کر ان کو لکھا تھا۔ کہ وہ اپنی مسلمان بہنوں کے لئے بھی تھوڑا سا وقت نکالیں۔ اور انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ وہ اس جلسے میں شریک ہوں گی۔ بیگم عبدالقادر صاحبہ صدر زنانہ مدارس کمیٹی نے ایک موزوں تقریر کے ساتھ مسز نائیڈو صاحبہ کی تقریب ملاقات دوسری بہنوں سے کی۔ اور ان سے درخواست کی۔ کہ وہ اپنا لکچر شروع کریں۔ مسز نائیڈو صاحبہ نے اُردو میں نہایت وضاحت کے ساتھ گفتگو کی۔ جن کا بہت گہرا اثر سننے والیوں پر پڑا۔ ایک تو انہیں مذہب اسلام سے اچھی واقفیت ہے۔ دوسرے ان کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ بزرگان اسلام کے کارناموں کا دل سے اعتراف کرتی ہیں۔ انہوں نے مسلمان بہنوں کو علم حاصل کرنے اور قومی ترقی میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ ان کی تقریر سے سب بہنیں بہت محظوظ ہوئیں۔ اور خاتمہ پر بنت محبوب عالم صاحبہ نے سب بہنوں کی طرف سے ان کا دلی شکریہ ادا کیا۔ اور اپنی باقی ماندہ تقریر ختم کی۔ ان کے بعد بیگم ذکیہ ظفر حسین صاحبہ۔ مس غلام محی الدین صاحبہ۔ اور مس خدیجہ فیروز الدین صاحبہ ایم اے نے مفید

دل چسپ تقریریں کیں ٭

چندہ کی فہرست کھلنے پر سب بہنوں نے جوش و شوق کے ساتھ چندہ دیا۔ جس سے مبلغ انیس سو روپے کے قریب چندہ ہو گیا۔ اور اس کے علاوہ معزز صدر جلسہ صاحبہ نے اعلان کیا۔ کہ وہ ایک قطعہ زمین جو دو ہزار روپیہ سے زیادہ مالیت کا ہے انجمن کو عنایت فرمائیں گی ٭ اس اعلان سے سب کو خوشی ہوئی۔ اور اس امداد کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا گیا ٭ بیگم عبد القادر صاحبہ نے علاوہ اس رقم کے جو وہ ہمیشہ پیش کرتی ہیں۔ ایک سو روپیہ اَور اس بنا پر پیش کیا۔ کہ بجائے چاء وغیرہ سے سب بہنوں کی تواضع کرنے کے جیسا کہ پچھلے سالوں میں معمول رہا ہے۔ اور جو اس مرتبہ رمضان شریف کے سبب ممکن نہ تھا۔ یہ رقم لڑکیوں کی تعلیم کے کام آئے ٭ اس خیال کو سب نے بہت پسند کیا ٭

غرض جلسہ بہت خیر و خوبی سے ختم ہوا ۔ اتنی مسلمان عورتوں کا جمع ہونا۔ اور خلوص کے ساتھ مفید قومی تحریکوں کی امداد کرنا۔ ترقی قومی کے حق میں بہت نیک فال ہے۔ اور بہت امید افزا ہے ٭

بیگم غلام محی الدین صاحبہ نے اس جلسے کی کامیابی کے لئے بہت کوشش کی۔ اور گزشتہ جلسوں کی کامیابی کے متعلق بیگم عظیم اللہ صاحبہ کی کوشش قابل شکریہ تھی ٭

اخیر میں مس محبوب عالم صاحبہ نے تحریک کی کہ یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے عید کی تقریب آ رہی ہے۔ کچھ چندہ اس مطلب کے لئے بھی کیا جائے۔ جس پر اکثر بہنوں نے متاثر ہو کر ایک چھوٹی سی رقم اکٹھا کر دی۔ جو عید کے موقع پر یتیم خانے میں بھیجی جائے گی ٭

راقمہ مس فیروز الدین از لاہور

نیرنگ خیال عید نمبر

لاہور کے مشہور ادبی رسالہ نیرنگ خیال نے اس عید کے موقع پر اپنا ایک خاص نمبر نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے۔ جو نہ صرف نیرنگ خیال کے تمام گزشتہ خاص نمبروں میں بے حد ممتاز رہے گا بلکہ ادب اُردو میں جس قدر رسالے اب تک شائع ہوئے ہیں۔ بعض اعتبار سے ان سب پر فوق لے گیا ہے ٭

یہ خاص نمبر تہذیب نسواں سے ذرا بڑے سائز کے ۲۰۸ صفحوں پر چھاپا گیا ہے۔ جس میں سے ۲۳۲ صفحے مضامین کے ہیں ٭ نامور اہل قلم حضرات کے ساتھ اس نمبر میں اُن نوجوان انشاء پردازوں کے مضامین کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ جن سے ادب اُردو کی آیندہ توقعات وابستہ ہیں ٭ ہر ذوق اور ہر خیال کے پڑھنے والوں کے لئے بہترین مضامین بہم پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے ٭ ادبی نوادر۔ تفریح و تفنن کے

مضامین۔شاعرانہ نثر۔ عام فہم علمی مضامین۔ موجودہ دنیائے اسلام کی معلومات۔مختصر افسانے۔ نظمیں اور غزلیں نہ صرف کثرت سے درج ہیں۔ بلکہ ان کا معیار بھی بلند ہے۔ بعض خواتین نے بھی اپنے مضامین سے اس نمبر کی رونق بڑھانے میں حصہ لیا ہے۔

رسالہ میں نہایت موزوں اور دلاویز سرورق کے علاوہ تیس بلاک کی تصویریں ہیں۔ جن میں سے چار تین رنگوں میں ہیں۔ دو دو سنہری و روپہلی کاغذ پر چھاپی گئی ہیں۔ پنجاب کے مایۂ ناز مصور عبدالرحمان صاحب چغتائی کی بعض نہایت ہی بلند پایہ اور دل فریب تصاویر نے رسالے کی زینت میں چار چاند لگا دئے ہیں۔ مغرب کے بعض نامور مصوروں کے کمالات کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا۔ رضا شاہ پہلوی۔ امیر امان اللہ خاں کی بہترین نئی تصاویر اور یورپ و افریقہ کی کئی مساجد کی تصویریں بھی خاص محنت سے جمع کر کے درج کی گئی ہیں۔ اور اکثر تصاویر کے نیچے نہایت موزوں اشعار منتخب کر کے لکھے گئے ہیں۔

ان تمام خوبیوں پر اس ضخیم نمبر کی قیمت ۸/ رجسٹری ہے۔ اور مستقل خریداروں کو مفت دیا جاتا ہے۔ تین روپے سالانہ چندہ میں اس قسم کا خاص نمبر اور اس کے علاوہ اور کئی خاص نمبر خریداروں کو بہم پہنچانا غالباً اردو میں ارزاں فروشی کی نادر مثال ہے۔ ہم حکیم یوسف حسن صاحب مدیر رسالہ کو اس نمبر کی اشاعت پر دل سے مبارک باد دیتے ہیں۔

لڑکیاں تو نہیں۔ البتہ تہذیب نسواں کی خریدار خواتین ضرور اس نمبر کا مطالعہ کریں۔ ملنے کا پتہ:۔
دفتر رسالہ نیرنگ خیال۔ بارود خانہ لاہور

خاکسار سید ممتاز علی

روزنامہ انقلاب

مولوی عبدالمجید خاں سالک بی اے اور مولوی غلام رسول مہر بی اے جو کئی سال سے اخبار زمیندار کے علاوہ ادارت میں اپنے فرائض نہایت کامیابی سے ادا کر رہے تھے۔ بعض وجوہ سے اخبار مذکور سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اور اب انہوں نے ایک نیا روزنامہ انقلاب کے نام سے جاری کیا ہے۔ جس کا فی الحال ایک نمونہ کا پرچہ شائع ہو چکا ہے۔

ان دونوں قابل اور نامور اخبار نویسوں کی ادارت میں جیسا اعلیٰ اخبار نکلنے کی توقع تھی۔ انقلاب کسی طرح اس معیار سے کم نہیں۔ پہلا نمبر اس قدر دلچسپ اور پُر لطف ہے۔ کہ شروع سے آخر تک پڑھے بغیر ہاتھ سے نہیں رکھا جاسکتا۔ علامہ سر اقبال کی ایک غیر مطبوعہ نظم سرورق کو رونق دے رہی ہے۔ ایک نہایت موثر کی داستان غازی انور پاشا کی زندگی کے آخری سال۔ میں اور میرا ہمسفر دلچسپ مضامین ہیں۔ اس کے

علاوہ مفید معلومات بھی بہم پہنچائی گئی ہیں۔ مقالۂ
افتتاحیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ انقلاب زمینداروں کی
ہی پالیسی پر چلے گا۔ افکار و حوادث تفنن و مذاق
کا کالم ہے۔ اس نمبر میں سیاسی امور پر غالباً دانستہ
اظہار خیال نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ نمونے کا پرچہ
اخبار کے سنڈے اڈیشن کے طور پر چھاپا گیا ہے۔
اور مدیر اپنے سنڈے اڈیشن کو سیاست کی الجھنوں
سے حتی الامکان جدا رکھ کر دلچسپ اور مفید
بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ۷-اپریل سے اخبار
باقاعدہ ہر روز شائع ہونا شروع ہوگا۔

آج کل مقبول روزنامہ اخباروں کی اس قدر
قلت ہے۔ کہ یقیناً انقلاب کا اجرا تمام مسلمانوں
کے لئے موجب مسرت ہوگا۔ ہم روزنامہ اخبار پڑھنے
والی تہذیبی بہنوں سے سفارش کرتے ہیں۔ کہ
وہ اس اخبار کا نمونہ ضرور منگا کر دیکھیں۔ اور اس
کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوں۔ کتابت۔ کاغذ
اور طباعت کی عمدگی عام اردو اخبارات میں نمایاں
ہے۔ ملنے کا پتہ۔ دفتر روزنامہ "انقلاب" متصل
اسلامیہ کالج۔ لاہور

خاکسار سید ممتاز علی

چند مجرب نسخے

برص۔ جناب منیجر صاحب۔ تسلیم۔ ۸ جنوری کے
تہذیب میں ایک بہن صاحبہ نے سفید داغ (برص)
کا علاج دریافت کیا ہے۔ ایک نہایت مجرب نسخہ
لکھا جاتا ہے۔

سرکہ انگوری ایک تولہ۔ زعفران اصلی ایک تولہ
جوتری ایک تولہ۔ زعفران کو مع جوتری خوب رگڑ
کر پھر بیچ میں سرکہ انگوری ڈال کر اچھی طرح رگڑ دیں
کہ مثل مرہم کے ہو جائے۔ جہاں جہاں سفید داغ
ہوں۔ لگائیں۔ دن میں کئی بار لگایا کریں۔ جس وقت
یہ دوا ختم ہو جائے۔ تو پھر اسی وزن سے تیار کرلیں
خدا کرے گا۔ اس دوا سے یہ مرض دور ہو جائیگا۔
یہ نسخہ آزمودہ شدہ ہے۔ جب یہ مرض دور ہو جائے۔
تو بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں۔

اے بی ہمشیرہ سردار آغا محمد اجمل خاں۔ بہاولپور

کان۔ بخدمت منیجر صاحب تہذیب نسواں۔ السلام علیکم
جس ڈیڑھ سال کی بچی کے کان سے برابر چھ ماہ سے
پیپ جاتی ہے۔ اور جس کا حال محفل تہذیب ۵ مارچ
میں چھپا ہے۔ اس کا علاج اس طرح کیا جائے۔
کہ ایک سیر نیم گرم پانی میں کھانے کا سوڈا (سوڈا
بائی کارب) ۶ ماشہ ڈال کر پچکاری سے کان کو دھوئیں
پھر صاف کرکے خالص ہائیڈرجن پراکسائیڈ کی
بوندیں ٹپکائیں۔ اور صاف کرکے تھوڑی دیر کے
بعد الکحل ملا کر سالیوشن جو ایک اونس میں ۸
گرین کا ہو۔ دو تین بوند ٹپکائیں۔ روزانہ ایسا کریں

انشاءاللہ ۵ یا ۶ روز میں ہمیشہ کے لئے کان درست ہو جائے گا +

حکیم عیش امروہوی - از رنگون

کان کی دوا - جناب مدیر صاحب - السلام علیکم - کسی اخبار میں بہن فاطمہ نے داد کی دوا اور والدہ صبغت اللہ نے کان کی دوا دریافت کی تھی - تو مجھ کو جو دوا مجرب معلوم ہے - وہ تحریر کرتی ہوں - کان کی دوا کے لئے نیم کے پتے ۲ تولہ - اور شہد ایک تولہ پانی میں جوش کر کے کان کو بھپارہ دیا پھر نیم کے پتے ایک تولہ - یا دیاں ایک تولہ شہد خالص ۴ تولہ - پانی میں جوش دے کر صاف کر کے اس سے نیم گرم پچکاری کریں - اور کان دھونے کے بعد انزروت ۳ ماشہ - شہد خالص ۲ تولہ میں ملا کر اس میں بتی لت کر کے کان میں رکھیں جب تین چار دن میں اس تدبیر سے کان بخوبی صاف ہو جائے - تو رطوبت خشک کرنے کے لئے کپڑے کی باریک بتی بنا کر شہد سے آلودہ کر کے اور پھٹکری یا سہاگا باریک پیس کر بتی پر چھڑک کے کان میں رکھیں - اور صبح و شام بدلتے رہیں +

داد کی دوا - سرکہ خالص ایک تولہ - آب لیموں کاغذی ایک تولہ - روغن گل ایک تولہ ملا کر داد کے مقام پر لگائیں - آزمودہ نسخہ ہے +

رئیس فاطمہ بنت سید احمد حسن - بلند شہر

داد - پچھلے دنوں تہذیب میں ایک ضرورت مند بہن نے داد کا نسخہ طلب کیا تھا - میں ایک آزمودہ نسخہ بھیجتی ہوں + دیسی کھانڈ دو ماشہ - حنا یعنی مہندی دو ماشہ + پہلے دیسی کھانڈ کو چند قطرے پانی میں گھول کر داد پر لگا دیں + ایک گھنٹے بعد مہندی رنگ دار خوب باریک کپڑ چھن کر کے چند قطرے پانی میں گھول لیں + بعد میں صاف روئی کو ترک کر کے جھٹ پٹ مہندی لیپ کر دیں - متواتر ہفتے بھر روز یہی عمل کریں - اس سے داد بالکل دور ہو جاتا ہے +

زبیدہ خانم

داد - جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم ۵ مارچ کے تہذیب میں فاطمہ صاحبہ نے اپنے بھائی کے لئے داد کا علاج دریافت فرمایا ہے - میں ایک بہت مجرب نسخہ لکھتی ہوں - اس سے بہت جلد آرام ہو جائے گا + پکے لیموں کا عرق صبح و شام دونوں وقت لگائیں + انشاء اللہ دو تین دن میں داد بالکل جاتا رہے گا + اگر بہن صاحبہ کو مفید ثابت ہو - تو تہذیب میں اطلاع دیں - تاکہ دوسری بہنوں کو بھی اس کا فائدہ یا نقصان معلوم ہو جائے +

خاکسار مصری رحمان بیگم از کاکناڑہ

مسوڑوں کی سب بیماریوں میں یہ دوا

Calverts Carbolic Tooth Powder یا Colgate's Tooth Paste برش سے استعمال کرنا بہت مفید ہے۔ اور دن میں کئی بار اور کھانا کھانے کے بعد خصوصاً ایک چھٹانک پانی میں چوتھائی چھٹانک Hydrogen Peroxide ڈال کر خوب دیر تک منہ میں رکھ کر کئی کلیاں کر لیا کریں۔ بہت مفید ہے۔ پان سے پرہیز ضروری ہے۔

ہمشیرہ احمد مبین

محفل تہذیب

میں محترم شفیق صاحب جونپوری کی بے انتہا شکر گزار ہوں۔ کہ انہوں نے بلا کسی اطلاع سابق کے عزیز سلیس احمد سلمہٗ کے بہت سے قطعات تاریخ ولادت چھاپ کر میرے پاس بھیجدئے۔ چونکہ وہ قطعات بہت سے ناظرین کی نظر سے گزرے ہوں گے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا۔ کہ میں اس مہربانی کا شکریہ بذریعہ اخبار ادا کروں۔ تاکہ میری ممنونیت کا علم بھی سب کو ہو جائے۔ قطعات ایسی خوبی اور قابلیت سے لکھے گئے ہیں کہ جتنی تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔ چار شعر بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں:-

ہزار شکر کہ پیدا ہوا سلیس احمد۔
خدا کے فضل سے دل کی مراد بر آئی۔
خوشی مناؤں نہ کیوں اے تیرے خیر مقدم کی؟
میرے سلیس سمجھتا ہوں میں تجھے بھائی۔
عطا کرے تجھے وہ مرتبہ خدا تیرا۔
کہ ہو تمام خدائی تری تمنائی۔
جو تیرے سال ولادت کی فکر کی میں نے۔
"لکھو فروغ جہاں" غیب سے ندا آئی۔

خدیجۃ الکبریٰ۔ از بریلی

میری پیاری بہن لبیقہ فاطمہ جس نے عمر کی چودھویں منزل میں قدم رکھا تھا۔ ۲۵ مارچ کو صبح ساڑھے چار بجے جب عموماً سوتی دنیا عالم خواب سے بیدار ہوتی ہے۔ ابدی نیند سو گئی۔ وہی نسیم سحر جو سبزہ خوابیدہ میں جان ڈال دیتی ہے۔ میری لبیقہ کی شمع حیات کو گل کر گئی۔ آہ دنیا کے لئے یہ زمانہ بہار کا ہے۔ جبکہ اس کے ذرہ ذرہ میں تازہ روح پھونک دی جاتی ہے۔ مگر نہ معلوم ہمارے گھر کے باغ میں کیسی خزاں بھری ہوا چلی۔ کہ کھلی ہوئی کلی مرجھا گئی۔ چاند جب مغرب کی طرف پوشیدہ ہونے جا رہا تھا۔ تو میری پیاری لبیقہ عالم سکرات میں تھی۔ اور دنیا کی زنجیروں کو توڑ رہی تھی۔ چاند چھپا۔ اور اس کے ساتھ ہمارے گھر کی شمع بھی بجھ گئی۔ لبیقہ مرحومہ لکھنؤ میں پیدا ہوئی۔ اور یہیں دم

توڑا۔ باپ ماں۔ پانچ بھائی اور ایک بہن کو
روتے چھوڑا۔

مرحومہ کو تہذیب سے حد درجے کی دلچسپی
تھی۔ تہذیبی بہنوں سے التجا ہے۔ کہ مرحومہ
کے لئے دعائے خیر کریں۔ اور سورہ فاتحہ پڑھدیں
تہذیبی فنڈ میں پانچ روپے ارسال ہیں۔ دلشاد
ہاشم پسر آنریبل مسٹر جسٹس سید محمد رضا جج
چیف کورٹ۔ لکھنؤ

تہذیب نسواں یا دوسرے اخبارات میں
مضامین لکھنا ہو۔ تو کس کے پاس بھیجنا چاہئے۔
اور اگر محفل تہذیب میں کوئی خبر یا کوئی چھوٹی
سی تحریر درج کروانا۔ تو کارڈ پر لکھ سکتے ہیں۔
یا نہیں۔ اور مضمون لفافے میں بند کر کے بھیجنے
میں کچھ ہرج تو نہیں؟ خاکسار محمد شہزادی بیگم

جواب۔ جس اخبار میں کوئی مضمون درج کرانا
ہو۔ وہ اس کے اڈیٹر کے نام لکھ کر بھیجدیا جائے۔
مثلاً اڈیٹر صاحبہ تہذیب نسواں۔ لاہور۔ یا
اڈیٹر صاحب عصمت دہلی وغیرہ۔ مضمون یا
خبر وغیرہ بہت مختصر ہو۔ تو کارڈ کافی ہے۔ ورنہ
لفافہ میں۔ بہت بڑا مضمون ہو۔ تو اخبار کی طرح
پیکٹ بنا لیا جائے۔ جس میں مضمون کے دونو
سرے کھلے رہنے چاہئیں۔ پیکٹ پر خط سے
آدھا محصول لگتا ہے۔

جناب منیجر صاحب قبلہ۔ آداب نیاز۔ حمدہ
احمد صاحب فاروقی کی وہ بہن جن کی فاروقی
صاحب سے خط و کتابت ہو۔ میری خاطر برا
کرم تھوڑی سی قلمی تکلیف گوارا فرمائیں۔ اور مجھ
اپنا پتہ تحریر فرمائیں۔ میں ان کی تاحیات مشکور ر
گی۔ بہن صاحبہ بہت جلد پتہ دیں۔ میرا پتہ یہ ہے
شہر میرٹھ۔ محلہ بنی سرائے۔ بخدمت مسز مسعو
الحق قادری۔ معرفت جناب حکیم محمود الحق صاحب
آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر

جناب منیجر صاحب۔ تسلیم۔ اس ہفتے کے تہذ
میں بہن عابدہ خاتون صاحبہ نے ترکی ناول ہا
بیگم کے ترجمے کا پتہ دریافت کیا ہے۔ بہن صاحبہ
کو معلوم ہو۔ کہ ہاجرہ (قیمت عہ) آنریری منیجر
بک ڈپو مدرسۃ العلوم علی گڑھ سے مل سکتی ہے
راقمہ زکیہ

یہ مضامین درج نہیں کئے جائیں گے:۔

پلیگ۔ رمضان المبارک۔ رمضان المبارک اور
روزے۔ مناجاتیں۔ نوائے بیداری۔ تہذیب نسواں۔
رمضان المبارک کی ستائیسویں شب (نظم)۔ ترکوں کی
بے دینی یا دین داری۔ ہنگیر سے خط و کتابت۔ ماہ مبارک
الوداع۔ پردہ و حجاب۔ آسمانی شہادت۔ نعت رسول۔
ٹوتھ برش و مسواک۔ ماہ رمضان ہوگیا۔

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

عورتوں کی حکومت

یورپ کے جو ممالک حیرت انگیز رفتار سے شاہ راہ ترقی پر گامزن ہیں۔ ان میں سے ایک فن لینڈ کا ننھا سا ملک بھی ہے۔ جو روس کے شمالی حصے میں بحیرۂ بالٹک کے کنارے واقع ہے۔

فن لینڈ کے دار الخلافہ ہیلسنگفورس میں جب سیاح پہنچتا ہے۔ اور پہلی مرتبہ اس شہر کو مشتاق نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ تو کئی باتیں اسے خصوصیت سے نمایاں نظر آتی ہیں۔ جو چیز سب سے پہلے طبیعت پر نہایت خوش گوار اثر ڈالتی ہے۔ وہ شہر کی صفائی ستھرائی ہے۔ دکانیں اور گھر اور بازار اور گلی کوچے ہر وقت ایسے صاف ستھرے نظر آتے ہیں۔ کہ معلوم ہوتا ہے جیسے یہاں کی میونسپلٹی اور باشندوں نے میل کچیل کو ایسی جگہ رہنے دینا جہاں سب کی نظر پڑ سکے جرم قرار دے رکھا ہے۔ گھر اور بازار کی صفائی کے ساتھ یہاں کے باشندے اپنے لباس بھی اُجلے اور ستھرے رکھتے ہیں۔

دوسری بات جو نمایاں معلوم ہوتی ہے۔ وہ باشندوں کی مستعدی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی بے کار مشاغل میں وقت ضائع کرتا ہوا۔ یا کاہلی سے قدم اُٹھاتا نظر نہیں آتا۔ ہر شخص اپنے کام کاج میں ایسی چستی اور پھرتی سے مصروف نظر آتا ہے۔ گویا اسے فارغ ہوتے ہی بڑے تنگ وقت میں ریل پکڑنی ہے۔

تیسری نمایاں چیز ہر شعبے اور ہر قسم کے کام کاج میں عورتوں کی غیر معمولی کثرت ہے۔

فن لینڈ میں مدت سے عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔ اور جنگ یورپ کے بعد سے تو ان کی کثرت میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہر قسم کے مشاغل میں بھی وہ مردوں سے پیش پیش نظر آتی ہیں۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ رقبے کو مدنظر رکھتے ہوئے فن لینڈ نے تمام دوسرے ممالک سے زیادہ مشہور خواتین پیدا کی ہیں۔

فن لینڈ کی تاریخ بہت بڑی ہے۔ لیکن اس میں یہ بات نمایاں ہے۔ کہ جنگ آزادی میں اس ملک کی دختروں نے بھی کندھوں پر بندوقیں اُٹھائی ہیں۔ اور بیٹوں کی طرح عزم۔ حوصلہ اور استقلال ظاہر کیا ہے۔

یہاں کی عورتیں نہایت ذہین اور سلیقہ والی ہیں- ہر کام بڑی خوبی اور سگھڑاپے سے انجام دیتی ہیں- اور ہر معاملے ہیں آزادی- بلند نظری اور ہمت و قوت سے کام لیتی ہیں۔ یہاں کی عورتیں تقریباً ہر قسم کے کام کاج میں مصروف ہیں- ڈاکٹر ہیں- قانون داں ہیں- دنداں ساز ہیں- انجنیر ہیں- معمار ہیں- تجارت کا کام کرتی ہیں- نہایت سخت قسم کی محنت و مزدوری کے کام سے بھی نہیں گھبراتیں- ٹرام گاڑیاں چلاتی ہیں- اسباب ڈھوتی ہیں- مستریوں کا کام کرتی ہیں- سڑکوں کی صفائی ستھرائی کے کام میں مصروف رہتی ہیں۔

یہاں کی پارلیمنٹ میں بھی عورت ممبروں کی کثرت ہے- اور ان ہی کی رائے تمام اہم امور کا فیصلہ کرتی ہے- جتنے اہم سرکاری عہدے ہیں ان سب پر عورتیں قابض ہیں- مرد نسبتاً کمتر درجے کے عہدوں پر ہیں- لیکن وہ اپنی حاکم عورتوں کا حکم نہایت ادب اور تہذیب سے مانتے ہیں- اور نہایت مستعدی سے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

کشتیوں کی دوڑ

۱۷ مارچ کو پہلی انگلستان کی طالب علم لڑکیوں میں کشتیوں کی دوڑ کا مقابلہ ہوا- ایک طرف اکسفورڈ یونیورسٹی کی لڑکیاں تھیں- دوسری طرف کیمبرج یونیورسٹی کی لڑکیاں- اکسفورڈ کے قریب ایک ندی آئسس ہے- اس میں دونوں جامعتوں نے اپنی اپنی کشتیاں دوڑائیں۔

اکسفورڈ کی یونیورسٹی بوٹ ہاؤس سے دوڑ شروع ہوئی- پاؤ میل جانا اور واپس آنا تھا- جاتے ہوئے کشتی چلانے کے انداز کی خوبی کا امتحان تھا- اور واپسی میں رفتار کا- دونوں خوبیوں کے برابر نمبر مقرر تھے- جانچنے والے کنارے پر کشتیوں کے ساتھ ساتھ بائسکلوں پر سوار تھے- لیکن کنارے پر تماشائیوں کی اس قدر بھیڑ تھی کہ ان کو چلنا مشکل ہو گیا تھا- اور ایک منصف تو دو دفعہ بائسکل پر سے گر پڑا۔

دونوں جامعتوں نے باری باری اپنی کشتی دوڑائی- پہلے اکسفورڈ کی لڑکیوں نے فاصلہ ۳ منٹ اور ۲۳½ سیکنڈ میں طے کیا- اور پھر کیمبرج کی لڑکیوں نے ۳ منٹ اور ۱۰ سکنڈ میں انداز کی خوبی میں دونوں یونیورسٹیوں کی لڑکیوں نے برابر نمبر حاصل کئے- اس طرح اکسفورڈ کی لڑکیاں اس مقابلے میں کامیاب قرار دی گئیں- جب اکسفورڈ کی لڑکیاں اپنی کشتی کو لے کر واپس آئیں- تو کیمبرج کی لڑکیوں نے جو ان سے پہلے فارغ ہو چکی تھیں- کنارے پر سے ان کو داد دی اور ان کی ہمت بڑھانے کو نعرے بلند کئے۔

اس مقابلے کی تیاریاں بڑی سرگرمی سے ہو رہی تھیں- جن لڑکیوں کو اس میں حصہ لینا تھا

انہیں عرصے سے خاص خاص غذائیں دی جا رہی تھیں۔ پھل خصوصیت سے زیادہ کھلائے جاتے تھے۔ دو وقت کی غذا کے درمیان اور کچھ کھانے پینے کی عادت نہ تھی۔ جن لڑکیوں کو تمباکو نوشی کی اجازت تھی۔ تیاری کے دوران میں ان کو یہ عادت ترک کر دینے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ مقابلہ ختم ہوتے ہی کئی لڑکیوں نے بڑی بے تابی سے تمباکو کی فرمائش کی۔

بچوں کی تنخواہ

عورتوں کی نیشنل لبرل فیڈریشن نے ایک تحقیقاتی کمیٹی اس غرض سے مقرر کی تھی۔ کہ معلوم کرے۔ مزدور پیشہ عورتوں کے بچوں کی اوسط کتنی ہے۔ وہ کن حالات میں پرورش پا رہے ہیں۔ اور اس امر کی اشد ضرورت ہے۔ یا نہیں۔ کہ ان کی شکم پری اور صحت کی غرض کے لئے جدا تنخواہ مقرر کروانے کی کوشش کی جائے۔

اس کمیٹی نے خوب تحقیق کرنے کے بعد اپنی رپورٹ شائع کر دی ہے۔ اور اس میں بتایا ہے۔ کہ جو عورتیں اپنی روزی خود کماتی ہیں۔ ان میں سے ساڑھے اڑتیس فی صدی ایسی ہیں جن کو اپنی اولاد کی پرورش بھی کرنی ہوتی ہے۔ ان میں سے ½۱۳ فی صدی عورتوں کے ہاں ایک بچہ ½۱۰ فی صدی عورتوں کے دو بچے۔ اور باقی کے تین یا تین سے زیادہ بچے ہیں۔

مزدوری پیشہ میں سے پندرہ فی صدی عورتیں ایسی ہیں۔ جن کی آمدنی ان کی بے حد اہم ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بھی کافی نہیں ہے۔ اگر تمام ملک پر نظر ڈالی جائے۔ تو تقریباً پچاس فی صدی بچوں کو اپنی عمر کے ان برسوں میں جن میں ان کا جسم بنتا اور تمام زندگی کامیابی سے بسر کرنے کی بنیاد پڑتی ہے۔ پیٹ بھر غذا بھی میسر نہیں آتی۔

کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے۔ کہ مزدور پیشہ لوگوں کی مزدوریوں میں جو کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس سے قطع نظر کر کے ہر بچے کے لئے ایک خاص رقم حکومت کی طرف سے معین ہو۔ جو ہر ہفتے باقاعدگی سے ماؤں کو ملتی رہنی چاہئے۔

کمیٹی نے اس بات کا اندازہ بھی لگایا ہے۔ کہ اگر ہر بچے کے لئے پندرہ سال کی عمر تک ۵ شلنگ بہم پہنچائے جائیں۔ اور گورنمنٹ ٹیکس کے ذریعے اس مزید خرچ کے لئے روپیہ جمع کرے۔ اور ایک نیا محکمہ اس کی تقسیم کرنے کو کھولے۔ تو اس کے لئے تقریباً پندرہ کروڑ بیالیس لاکھ پچاس ہزار پونڈ کی ضرورت ہوگی۔ چونکہ اتنا سرمایہ حکومت کے لئے جمع کرنا مشکل ہے۔ اور ضرورت اہم ہے۔ اس لئے فی الحال یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ مالک اور مزدور باہم معاہدہ

کر کے خود کچھ روپیہ بچوں کے لئے نکالنا شروع کردیں۔ مزدوروں کی تنخواہ میں سے کچھ حصّہ بچوں کے لئے علیحدہ کر لیا جائے۔ اور کچھ زائد روپے سے مالک مزدوروں کی امداد کریں۔ اور اس طرح جو سرمایہ جمع ہو۔ وہ بچوں کی پرورش پر صرف کیا جائے۔

انگلستان سے متمول ملک میں مزدوری پیشہ لوگوں کے بچے ایسی مصیبتوں میں پرورش پا رہے ہیں۔ تو ظاہر ہے۔ غریب ہندوستانی مزدوروں کے بچے کیسی زدہ حالت میں ہوں گے۔ لیکن یہاں کے خادمان قوم کو آیندہ نسلوں کی بہبودی کا کبھی خیال بھی نہیں آتا۔

لڑکیوں کی جسمانی نشوونما

صدیوں کی بندشوں نے لڑکیوں کو جسمانی اعتبار سے اس قدر کمزور بنا دیا ہے۔ کہ تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ہر جگہ ان کی جسمانی نشوونما کی فکر بھی کی جا رہی ہے۔ انگلستان کی ایک یونیورسٹی نے انہی دنوں ایک خاتون کو اپنے اسٹاف میں داخل کیا ہے۔ جو لڑکیوں کی جسمانی نشوونما میں خاص دلچسپی سے کام لیں گی۔ ان خاتون کا نام مسز کیمبل ہے۔ یہ آئرلینڈ کی رہنے والی ہیں۔ اور جسمانی نشوونما کے متعلق کئی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر چکی ہیں۔ ورزش۔ تیرنے اور فائدہ مند کھیلوں کی بڑی۔ بڑی ہیں۔ اور لڑکیوں کی جسمانی کمزوریوں کو رفع کرنے کے لئے نہایت آسان ترا کیب بھی وضع کر سکتی ہیں۔

جرمنی میں زنانہ نمائش

پچھلے دنوں جرمنی میں زنانہ مصنوعات کی ایک نہایت شاندار نمائش ہوئی۔ جس کا نام "عورتوں کا بیس سال کا کام" تھا۔ اس میں عورتوں کی تصانیف۔ دستکاری کا کام۔ تصویریں ایجادیں اور تمام ایسی چیزیں احتیاط سے فراہم کی گئی تھیں۔ جو پچھلے بیس سال کا کارنامہ کہلانے کی مستحق تھیں۔

اس نمائش کی سیر سے عورتوں پر نہایت اچھا اثر پڑا ہے۔ اور انہوں نے زیادہ شوق اور انہماک سے اپنے اپنے کام میں کوشش شروع کردی ہے۔ تاکہ جب آیندہ اس قسم کی نمائش کا موقع آئے۔ تو ان کے کارنامے بھی فخر سے ملک کے سامنے پیش کئے جا سکیں۔

خانہ داری کی تعلیم

حکومت جرمنی برلن میں ۱۵ اپریل کے بعد سے شادی شدہ عورتوں کے لئے ایک مدرسہ جاری کرنے والی ہے جس میں کھانا پکانا۔ باغبانی۔ صفائی اور بچوں کا رکھ رکھاؤ جیسے مضامین کی تعلیم دی جائیگی

خبریں اور نوٹ

حجاز کی مشہور بندرگاہ رابغ میں لاسلکی (بے تار برقی) کا اسٹیشن قایم کر دیا گیا ہے۔ ڈاک اور تار کے محکمے کا اعلان ہے۔ کہ مناسب اجرت پر لاسلکی کے ذریعے نام و پیام ہو سکے گا۔

عراق میں شام کے مصیبت زدوں کی امداد کے لئے چندہ کرنے کی غرض سے جو شامی وفد گیا تھا اس کے ایک رکن سید محمد شریفی کا بیان ہے۔ کہ عراق علوم جدیدہ سے بہرہ یاب ہونے کی جد و جہد کر رہا ہے۔ اور لوگ اپنے بچوں کو یورپ کے مدرسوں میں بھیج کر تعلیم دلا رہے ہیں تعلیم نسواں کی طرف بھی کافی توجہ کی جا رہی ہے۔

شام کی فرانسیسی عدالت نے برہان الدین سعد کی بہن کو تین ماہ قید اور ۳۰ پونڈ جرمانے کی سزا دی ہے۔ الزام یہ ہے۔ کہ انہوں نے حکم دار حکومت کے ہاتھوں سے اپنے قیدی بھائی کو نکال بھگانے میں مدد دی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ہمشیرہ برہان الدین ایک ضعیف خاتون ہے۔ اور اس میں اتنے بڑے کام کی ہمت نہیں۔ اس کمزور و ناتواں عورت کو سزا دینا نہ صرف عدل و انصاف سے بعید ہے بلکہ صریح ظلم و سفاکی ہے۔

پیرس کی عربی و شامی انجمن نے ڈاکٹر عادل بک ایل ایل ڈی کی یادگار میں جو پچھلے دنوں میدان جنگ میں شہید ہوتے ہیں۔ ان کی تصویر ایک پوسٹ کارڈ پر چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں شائع کی ہے۔ تصویر کی فروخت سے جو آمدنی ہوگی وہ شام کے امدادی فنڈ میں جمع کی جائے گی۔

حکومت ایران نے ایک قانون کی رو سے جبری فوجی خدمت لازمی قرار دی ہے۔ اور پارلیمنٹ نے اس قانون کو منظور کر لیا ہے۔

انگریزوں نے قاہرہ۔ بصرہ اور کراچی کے درمیان ہوائی جہازوں کے ذریعے جو ڈاک بھیجنے کا بندوبست کیا تھا۔ اس کے متعلق حکومت ایران نے ہوائی جہازوں کو اپنے ملک کے اوپر اڑنے کی اجازت نہیں دی۔

ایران کے وزیر خارجہ علی قلی خاں روسی حکومت سے بعض مسائل کے متعلق بات چیت کرنے کے لئے ماسکو گئے ہیں۔

حکومت ایران نے ایرانی رعایا کو حج کے لئے جانے کی بندش کر دی ہے۔ پچھلے دو سالوں کی طرح اس سال بھی حجاز جانے کا پاسپورٹ نہیں دیا جائے گا۔

چین میں بین الاقوامی عورتوں کا دن منایا گیا کیو کیانگ اور ہانک کانگ میں جلسے ہوئے جن میں دس ہزار عورتیں شریک تھیں۔ اس موقع پر حریت پرست عورتوں نے ملکی اور معاشرتی آزادی کے بارے میں مختلف نعرے لگائے۔ مثلاً مردوں اور عورتوں

میں مساوات ہو۔ کثرت ازدواج پر پھٹکار۔ صغر سنی کی شادی پر لعنت۔ نکاح و طلاق میں آزادی ہو۔ دوسری شادی کرنے والی عورت کو ذلیل نہ سمجھو۔ عورتیں انقلاب میں شرکت کریں"۔

پچھلے ہفتے خبر آئی تھی۔ کہ چین کا جاپانی قونصل قتل ہو گیا۔ تازہ خبر ہے۔ کہ وہ قتل نہیں ہوا۔ بلکہ دوسرے فراریوں کے ساتھ بھاگ کر جاپانی جنگی جہاز تک پہنچ گیا۔ اور وہاں اس نے پناہ لی تھی۔ مسلح کمیونسٹ عورتوں نے قومی سپاہیوں کی مدد سے قونصل خانے پر حملہ کیا تھا۔ اور "شہنشاہوں کو ختم کر دو" کے نعرے لگائے تھے۔ حملہ آوروں کی ایک گولی قونصل اور اس کی بی بی کے درمیان سے نکل گئی۔ اور قونصل بال بال بچ گیا۔

شنگھائی (چین) کے ہنگاموں کی وجہ سے بین الاقوامی حصے کو کم از کم بیس ہزار غیر ملکیوں نے خالی کر دیا ہے۔ جن میں اکثر عورتیں اور بچے ہیں۔

چین کے مشہور قوم پرست لیڈر ڈاکٹر سن یات سن کا مقبرہ تاج محل کے نمونہ کا تیار کیا جا رہا ہے۔ اس کی تعمیر کا ٹھیکہ پانچ لاکھ پونڈ کا ہے۔

حکومت البانیا نے جبری خدمت کا ایک قانون پاس کیا ہے جس کی رو سے ہر البانی کا فرض ہو گا کہ وہ سڑکیں اور ریلوے کی تعمیر میں دس روز کے لئے اپنی خدمات پیش کرے۔ البانیہ میں ایک نیا شہر بنایا جائے گا جسے بعد میں دار السلطنت بنا لیا جائے گا۔

دار العوام میں بیان کیا گیا۔ کہ روس میں برطانیہ کا تجارتی مال و متاع جس سے برطانی رعایا کو مشہوٹ حکومت نے کوئی معاوضہ دئے بغیر بے دخل کر دیا ہے اٹھارہ کروڑ پونڈ مالیت کا ہے۔

ایک جاپانی کوئلے کی کان میں آگ لگ گئی۔ ایک سو تیس مزدور مر گئے۔ ساٹھ لاشیں ملی ہیں۔

پارلیمنٹ برطانیہ کی دونوں مجلسوں یعنی دار الامرا اور دار العوام نے ایک قرار داد منظور کی ہے۔ جس کی رو سے معاملات ہند کے متعلق ایک مستقل کمیٹی بنانے کا فیصلہ ہوا ہے۔ اس کے ممبر پارلیمنٹ کے ممبروں میں سے لئے جائیں گے۔

حکومت عراق نے بغداد میں ہندوؤں کو اپنے مردے پھونکنے کے لئے زمین عطا کی ہے۔

لندن میں موٹر کے حادثے سے ایک فرانسیسی لڑکی کے چہرے پر خراش آگئی تھی۔ ہرجانے کا دعوے کرنے پر اس لڑکی کو عدالت سے تین ہزار پونڈ (بیالیس ہزار روپے) کی ڈگری ملی۔ کیونکہ وہ خوب صورت سے بد صورت ہو گئی تھی۔

جمہوریہ جرمنی کے وزیر اعظم ہر براؤن نے سابق قیصر کی بیگم کو اس کے محل میں عارضی قیام کرنے سے منع کر دیا ہے۔

آج کل برطانیہ میں ہر ہفتہ پانچ ہزار موٹر کاریں بن جاتی ہیں۔ ایک کارخانے میں فی ہفتہ ایک

ہزار آٹھ سو موٹر کاریں تیار ہوتی ہیں۔ گزشتہ سال اکانوے لاکھ بیس ہزار پونڈ کی قیمت کی موٹر کاریں اور ان کے پرزے ملک سے باہر بھیجے گئے۔ اور ترپن لاکھ سولہ ہزار پونڈ کی گاڑیاں ملک میں آئیں ۔

مسٹر ہنری فورڈ کی لڑکی بغرض سیاحت ترکی گئی تھی۔ جس ترک اس کی رہبری کی خدمات انجام دیں۔ اس کو مسٹر فورڈ کی بیٹی نے علاوہ تنخواہ کے اسّی ہزار پونڈ بطور انعام دئیے ۔

انگلستان کے ۶۲ فی صدی مرد غیر شادی شدہ ہیں۔ اور باقی شادی شدہ۔ ۴۳ فی صدی شادی شدہ مرد ایسے ہیں۔ جن کے کوئی اولاد نہیں ۔

یورپ میں کاہلوں کی ایک انجمن ہے۔ جس کے ممبروں کو معمولی سی مستعدی دکھانے پر جرمانے کی سزا دی جاتی ہے ۔

پچھلے ہفتے مہاراجہ صاحب محمود آباد کی سرکردگی میں چند مسلمانوں کا ایک وفد حضور وائسرائے کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا۔ کہ مسلمانان ہند کی طرف سے گورنمنٹ برطانیہ کی معرفت اپنے چند مطالبات سلطان ابن سعود کے سامنے پیش کرائے۔ اس وفد کے خلاف ملک کے بعض حصوں میں جلسے ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ ناظم جمعیتہ علمائے ہند نے بھی اعلان کیا ہے۔ کہ وائسرائے کے ہاں وفد مذکور کی درخواست کو مسلمانوں کی متفقہ درخواست نہ سمجھیں۔ مسلم قوم معاملات حجاز میں کسی غیر مسلم قوم کی ادنیٰ سے ادنیٰ مداخلت بھی گوارا نہیں کر سکتی۔ لہذا اس باب میں گورنمنٹ برطانیہ ہرگز ہرگز کوئی دخل نہ دے ۔

۲۸ مارچ کے اجلاس اسمبلی میں نمک کا محصول دس آنے کی بجائے ایک روپیہ چار آنے کرنے کے متعلق کونسل آف اسٹیٹ کی ترمیم پیش ہوئی۔ اس کی موافقت اور مخالفت میں چند تقریریں ہوئیں۔ بالآخر ۴۱ ووٹوں کے مقابلے میں ۵۲ ووٹوں سے نمک کا محصول پھر ایک روپیہ چار آنے کر دیا گیا ۔

اس موقع پر پنڈت موتی لال نہرو نے محصول نمک کی مخالفت میں جو تقریر کی۔ اس کے دوران میں ہوم ممبر کو جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ اسمبلی نے اپنے ایک ممبر کی حاضری کا مطالبہ کیا۔ مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اسمبلی نے چینی معاملے پر مباحثہ کرنا چاہا۔ مگر حکومت کی طرف سے اس کا منہ بند کر دیا گیا۔ اسمبلی نے بنگال کے سیاسی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ مگر صرف ان کی اسیری کی صورت بدل دی گئی۔ اسمبلی نے اگزیکٹیو کونسل اور ریلوے بورڈ پر اظہار ملامت کا ووٹ پاس کیا۔ مگر اس کا کچھ خیال نہیں کیا گیا۔ کرنسی بل کے معاملے میں جن حالتوں میں ہمیں شکست ہوئی۔ وہ بھی سب کو معلوم ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ ہم سے ایک

جابرانہ محصول کے اضافے پر گردن جھکانے کو کہا جاتا ہے۔

کونسل آف اسٹیٹ میں یہ تجویز کہ پوسٹ کارڈ کی قیمت ایک پیسہ کر دی جائے۔ مسترد ہو گئی۔

سرجیکسن نے بنگال کی گورنری کا چارج لے لیا۔ اور لارڈ رونلڈشے کلکتہ سے انگلستان جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔

کلکتہ میں "انجمن اخوت" کے نام سے ایک سوسائٹی قایم کی گئی ہے۔ جس کا مقصد ہندو مسلمانوں کے تفرقوں کو مٹانا ہے۔ اس سوسائٹی میں لارڈ سنہا اور ڈاکٹر ٹیگور بھی شامل ہیں۔

کلکتہ کے ڈیف اینڈ ڈمب اسکول (بہروں اور گونگوں کا مدرسہ) کے تقسیم انعام کے موقع پر راجہ بہادر جنجال (مالدہ) نے عام فنڈ کے لئے ایک لاکھ روپیہ اور تعمیری فنڈ کے لئے پچیس ہزار روپیہ چندہ دیا ہے۔

اندور کے فساد میں جن مسلمانوں پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ ان کی طرف سے ڈاکٹر کچلو پیروی کریں گے۔ سر محمد شفیع اور مسٹر جناح نے بھی ڈاکٹر صاحب کو مدد دینی منظور کی ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں کی امداد کے لئے پچیس ہزار روپیہ جمع ہو چکا ہے۔

کلکتہ میں ایک گورکھا نوجوان کھڑک بہادر سنگھ نے ہیرالال مارواڑی کو قتل کر دیا تھا۔ وہ ایک نیپالی لڑکی راج کماری مایا کو بہکا کر بھگا لے گیا تھا۔ اور اسے فروخت کر ڈالا تھا۔ عدالت نے گورکھا نوجوان کو قتل کے جرم میں آٹھ سال قید سخت کی سزا دی ہے۔

اس سلسلے میں ہندوستانی اور یورپین خواتین کا ایک وفد ہوم ممبر بنگال کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کھڑک بہادر سنگھ کی سزا کم کرنے کی درخواست کی ہوم ممبر نے وعدہ کیا۔ کہ وہ فیصلہ عدالت پر نظر ثانی کرنے کے لئے گورنر سے سفارش کریں گے۔

راج کماری کے مقدمے میں آل انڈیا گورکھا لیگ نے نیپال گورنمنٹ کو تار دیا تھا۔ اس کے جواب میں نیپال گورنمنٹ نے لکھا ہے۔ کہ راج کماری کے معاملے میں گورنمنٹ نے اپنی توجہ مبذول کی ہے۔ اور کارروائی کی جا رہی ہے۔

ناگپور میونسپلٹی نے اپنی حدود کے اندر شراب بیچنے کی ممانعت کر دی ہے۔

حضور ویسرائے ۲۹ مارچ کو کشمیر پہنچے۔ مہاراجہ صاحب نے اسٹیشن پر استقبال کیا۔

مسٹر سری نواس آئینگر صدر کانگریس اور ان کی بیوی کو امرتسر میں اکال تخت کی طرف سے سروپا دیا گیا۔

لاہور میں مسز نائیڈو دسیر کر رہی تھیں۔ کہ اتفاق سے ان کی موٹر نہر میں جا پڑی۔ مسز نائیڈو کی ناک پر خراش آئی۔ اور سارے کپڑے بھیگ گئے۔

اڈیٹر محترمہ آصف جہان بیگم - مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک ...

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک ۵؍ پیشگی

نمبر ۱۶	لاہور ہفتہ ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء	جلد ۲۹

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۱۳ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

اور تنومند ہو یا ضعیف و لاغر۔ اگر آپ اپنی ایک تصویر بھیجدیں۔ تو ممنون ہوں گی۔ کاش اگر بالمشافہ ملاقات ہو جاتی۔ تو بہت اچھا ہوتا۔ کیونکہ اپنے رشتے کے متعلق کسی آخری فیصلے تک پہنچنے میں اور کئی باتیں جاننے کی ضرورت ہے۔ مثلاً آپ کی طبیعت میں ملاپن ہے۔ یا فیشن ایبل جنٹلمین ہو۔ لباس کی وضع قطع کیا ہے۔ اخلاق کی کیا حالت ہے۔ متحمل مزاج ہو۔ یا تندخو۔ خندہ پیشانی ہو۔ یا چڑچڑا مزاج پایا ہے۔ اپنی رائے کی مخالفت کی برداشت ہے۔ کہ نہیں؟

آپ کے والد صاحب کا آپ کی والدہ صاحبہ کے ساتھ اور آپ کے بڑے بھائیوں کا آپ کی بھابیوں کے ساتھ کیسا برتاؤ ہے؟ والدہ اور بھاوجوں کو مردوں کے برتاؤ کی کوئی شکایت تو نہیں۔ آپ کے والد اور بھائی صاحبان جو کچھ کما کر لاتے ہیں۔ وہ اپنے قبضے میں رکھتے ہیں۔ یا اپنی بیویوں کے حوالے کر دیتے ہیں؟ اگر آپ کی والدہ یا آپ کی بہنوں سے کبھی میری لڑائی ہوئی۔ تو آپ میرا ساتھ دیں گے۔ یا ان کا؟ اگر خدا نے یہ مراد پوری کر دی۔ کہ علیحدہ گھر میں قیام نصیب ہو گیا۔ تو گھر میں اختیار کس کا رہے گا۔ آپ کا یا میرا؟ اس خط کا جواب اس پتے سے بھیجنا تاکہ دوسرے کے ہاتھ نہ پڑے۔ مرسلہ۔ . . . خاتون

نوٹ۔ سب سے چھپ کر اور گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر لڑکی نے یہ خط تو لکھ لیا۔ مگر یہ معلوم نہیں۔ کہ منگیتر کا پتہ اسے کیوں کر معلوم ہوا۔ غرض کسی نہ کسی طرح یہ خط ڈاک کے ذریعے سیکڑوں میل پہنچ گیا۔

اور چھٹے دن یہ جواب وصول ہوا:-

میری پیاری . . . . خاتون! آپ کا خط پا کر میرے قلب پر جو واردات گزری۔ میں ڈر کے مارے اس کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ مبادا آپ میری بے باکی پر ناراض ہو جائیں۔ یا یہ خط کسی غیر کے ہاتھ پڑ جائے۔ میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ کہ آپ نے مجھ پر اتنا اعتماد کیا۔ کہ میرے حالات خود براہ راست مجھ سے دریافت کئے۔ آپ میری معاش کی طرف سے کچھ فکر نہ کریں۔ دو سال ہوئے میں بی اے پاس کر چکا ہوں۔ اور والد صاحب قبلہ متواتر کوشش فرما رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ صبح و شام میں روزگار کی معقول صورت پیدا ہونے والی ہے۔ اور آپ اطمینان رکھیں۔ کہ قیام علیحدہ اور آزادانہ ہوگا۔ والدین کی مخالفت کچھ کام نہ آئے گی۔ اور وہی ہوگا۔ جو آپ کی مرضی ہوگی۔

میری والدہ کو مجھ سے سب سے زیادہ محبت ہے۔ اور اسی وجہ سے جب سے آپ سے رشتہ ہوا ہے۔ ان کو آپ سے عشق ہو گیا ہے۔ ہر وقت والدہ اور بہنوں کو آپ ہی کی رٹ لگی ہوئی ہے۔ اور جب ان کو مجھ سے اتنی محبت ہے۔ تو آپ سے بدرجہ اولیٰ ان کو محبت ہوگی۔ گو ہمارے گھر میں سب کے پرانے خیالات ہیں۔ مگر آپ کی محبت سے

چندروز میں سب کی اصلاح ہوجائے گی ۔
صحت وتندرستی کے لحاظ سے میں اپنے کالج میں
تمام طلباء سے افضل سمجھا جاتا تھا۔ اور ورزشی کھیلوں
میں ہمیشہ انعام پاتا رہا ۔ تصویر پیش کرتا ہوں ۔ مصور
کہتا تھا۔ کہ فوٹو لیتے وقت دھوپ زیادہ تھی۔ ورنہ
تصویر میں چہرہ اس سے زیادہ صاف اور اُجلا ہوتا ۔
تصویر سے آپ کے کئی سوالوں کا جواب مل جائیگا۔
آپ کے باقی سوالوں کا ایک جواب ہے۔ کہ آپ
گھر کی ملکہ ہوں گی۔ اور آپ کی غلامی کو اپنا فخر سمجھوں
گا۔ گھربار پر اور میری آمدنی پر بالکل آپ کا اختیار
ہوگا ۔ میرے والدین اور بہنوں میں سے آپ سے
لڑنے کی کسی کی ہمت نہ ہوگی ۔ میں آپ کو اپنے
منصوبے کیونکر بتلاؤں۔ کہ کیا کیا ارمان میرے
دل میں بھرے ہیں ۔ بہت کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے
مگر لحاظ اور آپ کی ناراضگی کا خوف مانع ہے ۔ جب
ملاقات ہوگی۔ تب آپ کو میری الفت و محبت کا
اندازہ ہوگا۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میری
رفاقت میں آپ کو کبھی کوئی تکلیف یا بے آرامی نہ
ہوگی۔ اور میں ہمیشہ آپ کی خوشنودی اور رضا جوئی
میں مصروف رہوں گا۔ اور آپ کے ہر امتحان میں
پورا اُتروں گا ۔

آپ اگر بُرا نہ مانیں۔ تو میری یہ التجا ہے۔ کہ آپ
بھی تو اپنی ایک تصویر مجھے مرحمت فرمائیں ۔ میں کسی
سے وہ باتیں نہیں پوچھ سکتا۔ جن کو جاننے کے لئے
میں بھی مضطرب ہوں ۔ تمہارا شائق ۔۔ بیگ

اب فیصلہ ناظرین کی رائے پر ہے۔ کہ اس خط و
کتابت سے دونوں کو کس حد تک فائدہ پہنچ سکتا ہے
اور جس قدر باتیں پوچھی گئی ہیں۔ ان میں سے کتنی
پہلے سے دونوں کو معلوم نہیں ہوتیں ۔ میری رائے
تو یہ ہے۔ کہ ہماری موجودہ تمدنی حالت کے لحاظ سے
اس خط و کتابت سے لڑکا یا لڑکی دونوں میں سے
کسی ایک کو بھی زیادہ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اس
لئے۔ کہ اپنے عیب اپنی قلم سے کوئی بھی بیان
نہیں کرے گا ۔ یہ خط و کتابت صرف شوق کو
بھڑکانے کا کام دے سکتی ہے۔ اور مغربی ممالک
میں بھی اس مراسلت سے صرف یہی کام لیا جاسکتا
ہے۔ ورنہ قبل از شادی باہمی ملاقات کا زمانہ
بھی غالباً اپنی کمزوریاں دوسرے سے چھپانے
کی کوشش میں گذرتا ہوگا۔ اور غالباً اسی وجہ سے
وہاں بھی والدین کی رضامندی عقد کے لئے لازمی
رکھی گئی ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے کو دھوکا دے
سکتا ہے ۔ وہاں بھی باوجود لڑکا لڑکی کی باہمی
رضامندی کے والدین کبھی کبھی عقد نہیں ہونے
دیتے ۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب رشتہ کرنے والوں
میں بقول مضمون نگار سیکڑوں میل کی جدائی ہو
اور لڑکا لڑکی نے ایک دوسرے کو کبھی نہ دیکھا
ہو۔ تو مطلق مراسلت سے صحیح حالات کا پتہ چلنا
مشکل ہے ۔

میرا خیال ہے۔ کہ ہماری موجودہ تہذیب کی منزل میں جو رشتہ قرار پاتا ہے۔ تو لڑکا لڑکی دونوں کے حالات کی تفصیل دونوں کو خوب پیشتر سے معلوم ہو جاتی ہے۔ دونوں گھروں میں خوب خوب چھان بین ہوتی ہے۔ پوچھ گچھ ہوتی ہے۔ لڑکا اور لڑکی دونوں اپنے منگیتر کے حالات سے خوب واقف ہو جاتے ہیں۔ سردست اگر اصلاح کی ضرورت ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ لڑکی کی رضامندی محض رسمی سمجھی جاتی ہے۔ ورنہ حقیقت میں اس بے چاری کو اقرار و انکار کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اب چونکہ لڑکیاں پڑھی لکھی اور سمجھدار ہوتی ہیں۔ لہذا ایسی تدابیر اختیار کی جائیں۔ اور ایسا رواج ڈالا جائے۔ کہ بات چیت کے زمانے میں لڑکی کو سچ مچ یہ اختیار حاصل ہو۔ کہ وہ صورت حال کے لحاظ سے جس کا اس کو کسی نہ کسی طرح علم ہو جاتا ہے براہ راست اپنی ماں یا بہنوں یا سہیلیوں سے اپنا نشاء ظاہر کر دیا کرے۔ کہ وہ پیش نظر ٹھکانے کو پسند کرتی ہے۔ اور اس کی مرضی کے مطابق رشتہ قائم ہونا چاہئے۔ اگر اس کو کوئی خاص عذر نہ ہو۔ تو بھی اس کی رضامندی سمجھنا چاہئے۔ نیز لڑکی کے والدین کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ لڑکے کے مفصل حالات اچھے اور برے بلاکم وکاست لڑکی کے کانوں تک پہنچا دیں۔ اپنی نشاء اور اس کی وجہ سے بھی اس کو مطلع کر دیں۔ لڑکے تو اب بھی اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے پر اپنے والدین کو مجبور کرتے ہیں۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

مہمانداری میں ایک غلطی

ہم عورتوں کو تقریباً آئے دن کسی نہ کسی بہن سے ملنے کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ ان ملاقاتوں میں اگرچہ مہمان اور میزبان دونوں کو ملنے کا از حد شوق اور مل کر بے انتہا خوشی اور مسرت ہوتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی مہمان یا میزبان بہن کی ذرا سی غلطی سے ملاقات کا تمام لطف جاتا رہتا ہے۔ اس لئے دونوں طرف سے کوشش ہونی چاہئے۔ کہ ایسی غلطی نہ ہونے پائے۔ میزبان کو لازم ہے۔ کہ جب کسی بہن کو اپنے یہاں بلوائیں۔ تو رقعہ میں یہ بھی ضرور لکھ دیں۔ کہ آپ فلاں وقت آئیے۔ اور چائے میں میرے ہمراہ شریک ہو جیئے۔ یا اگر میزبان بہن نے شب کے کھانے کا بھی انتظام کیا ہو۔ تو مہمان بہن کو اس امر سے آگاہ کر دیں۔ تاکہ مہمان بہن اپنے گھر اپنے شوہر یا جو کوئی عزیز ہوں۔ ان کے کھانے اور چائے کا کافی طور سے انتظام کر آئیں۔ اور بے فکری سے چند گھنٹے اپنی میزبان بہن سے مل کر ملاقات کا لطف اٹھائیں۔

گو یہ چھوٹی سی بات ہے۔ لیکن بعض بہنیں اس بات کا خیال نہیں رکھتیں۔ وہ رقعہ تو ضرور لکھ

بھیجدیتی ہیں۔ مگر یہ نہیں لکھتیں۔ کہ آپ فلاں وقت آئیے۔ یا چائے یا کھانے پر تشریف لائیے۔ آنے والی بہن اسی پس وپیش میں رہتی ہیں۔ کہ نہ معلوم بہن صاحبہ نے مجھ کو کس وقت بلایا ہے۔ خیر اپنے گھر کے لوگوں کی چائے کا انتظام کرکے خود ویسے ہی سدھاریں۔ اور یہ سوچا۔ کہ خیر اگر بہن صاحبہ نے صرف چائے ہی پر بلوایا ہوگا۔ تو چار پانچ بجے چاء سے فارغ ہوکر پھر اپنے مکان پر آکر کھانے وغیرہ کا انتظام کرلوں گی ۔

وہاں گئیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ میزبان بہن نے چائے اور شب کے کھانے پر بلوایا ہے۔ اب آنے والی بہن دل میں پریشان ہیں۔ کہ خدایا گھر میں کھانے وغیرہ کا کس طرح انتظام ہوگا۔ اگر میزبان بہن مجھ کو قبل خبر کرتیں۔ تو میں خود اپنے یاں کھانے وغیرہ کا انتظام کرکے باطمینان آتی یا اگر یہاں سے بغیر کھانا کھائے جاؤں گی۔ تو میزبان بہن برا مانیں گی۔ لیجئے! آنے والی بہن پریشان ہیں۔ اور یہی چاہتی ہیں۔ کہ کسی طرح یہاں سے جلد جاؤں۔ تاکہ گھر جاکر ضروری انتظام کردوں۔ اب بتایئے۔ کہ ایسی ملاقات میں کیا لطف آیا۔ جب کہ پورا اطمینان نصیب نہ ہو۔ اور میزبان بہن کی ذراسی غلطی مہمان بہن کی اس تکلیف کا باعث ہوئی۔ اس لئے ہمیں لازم ہے۔ کہ ہم اپنی آنے والی بہن کو ایسا موقع دیں۔ کہ وہ یہاں

آکر باطمینان پوری طرح چند گھنٹے ہم سے ملنے کا لطف اٹھاسکیں۔ اگر خدا کے فضل سے اپنے مکان میں کوئی اَور عزیز موجود ہوں۔ مثلاً والدہ یا بہن یا ساس نند تو خیر وہ ان کی عدم موجودگی میں کھانے کا انتظام کرسکتی ہیں۔ لیکن جب مکان میں اپنے سوا اَور کوئی نہ ہو۔ تو بہت دقت ہوتی ہے۔ اور بلانا وبال جان ہوجاتا ہے ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ میری آپا جان کو ایک تہذیبی بہن نے جن سے کبھی پہلے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اپنے یہاں بلوایا۔ مگر بہن صاحبہ نے رقعہ میں صرف یہ لکھا۔ کہ آپ آج تشریف لائیے۔ خیر بہن صاحبہ کا رقعہ آپا جان کو ٹھیک تین بجے ملا۔ انہوں نے قیاس کیا۔ کہ بہن صاحبہ نے مجھ کو چائے پر بلوایا ہوگا۔ خیر وہ تیار ہوکر میزبان کے ہاں جا پہنچیں۔ گو اتفاق سے ان دنوں میں بھی آپا جان کے ہمراہ تھی لیکن میں نہ گئی۔ اور آپا جان خود تنہا گئیں۔ وہاں پہنچ کر آپا جان کا خیال درست نکلا۔ اور وہ میزبان بہن کے ہمراہ چائے میں شریک ہوئیں۔ آپا جان کے جانے کے بعد میں نے خیال کیا کہ وہ پانچ چھ بجے تک واپس آجائیں گی لیکن شام کے سات بج چکے۔ اور آپا جان نہ آئیں تب تو مجھ کو کامل یقین ہوگیا۔ کہ بہن صاحبہ نے انہیں شب کے کھانے پر بھی روک لیا ہے۔ ورنہ صرف چائے پر اتنی تاخیر ہونا ناممکن ہے۔ الغرض میں

نے مکان میں دوسروں کے کھانے کا انتظام کر لیا۔ لیکن وہاں اَور ہی ماجرا تھا۔ یعنی آٹھ بجے شب کے آپا جان وہاں سے بغیر کھانا کھائے تشریف لائیں۔ جب مجھ کو معلوم ہوا۔ کہ وہاں پر بہن صاحبہ نے صرف چائے پر ہی بلایا تھا۔ اور قریب چھ سات بجے چائے سے فارغ ہوئیں۔ تو بھلا وہاں کھانے کا کیا ذکر؟ میزبان بہن کی اس غلطی سے مجھ کو اور میری آپا جان کو سخت افسوس ہوا۔ گو وہ تعلیم یافتہ نہیں لیکن انھوں نے اس امر کا خیال نہ رکھا۔ میری اَور بہنوں کو بھی کبھی ایسا اتفاق ہوا ہوگا۔ اس لئے میزبان بہن کو لازم ہے۔ کہ وہ رقعہ ہی میں تشریح کر دیں۔ تاکہ آنے والی بہن کو آیندہ پریشانی نہ ہو۔ اور چند گھنٹے بےفکری سے ملاقات کا لطف اُٹھائیں۔

راقمہ عزیزہ خاتون

نیبجر۔ اس قسم کی ایک اَور فرو گزاشت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ کوئی بہن دوسرے شہر سے آتی ہیں۔ اور ریل کھانے کے وقت کے قریب یا ذرا آگے پیچھے پہنچتی ہے۔ ایسی صورتوں میں بعض بہنیں راہ ہی میں ریفریشمنٹ روم میں کھانا کھا آتی ہیں۔ بعض نہیں کھاتیں۔ ایسی بہنوں کو پہنچتے ہی بتا دینا چاہئے۔ کہ ہم کھانا کھا کر نہیں آئے۔ ورنہ ایسی فرو گزاشت سے کبھی کبھی رات تک بھوکا رہنا پڑتا ہے۔

نماز

ٹکرانے سے سر کے نہیں ہوتا کوئی زاہد۔
سچ پوچھئے تو یادِ خدا اَور ہی کچھ ہے۔

اس طرح جیسے ہم اپنا کوئی دلچسپ کام سرانجام کو پہنچا رہے ہیں۔ جیسے کوئی خوب صورت دل پسند پوشاک پہنتے ہوئے۔ یا کوئی دلچسپ ناول پڑھتے ہوئے۔ کسی دور افتادہ دوست کو خط لکھتے ہوئے۔ مسرور اور اسی میں غلطاں و پیچاں ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نماز پڑھو۔ گویا ہم ایک فرض ادا نہیں کر رہے ہیں بلکہ کوئی ایک دلچسپ دل پسند شغل میں منہمک ہیں۔ جیسے کوئی بیٹھا ہوا اپنا دل پسند راگ ارغنوں پر بجا رہا ہو۔

نماز ایمان ہے۔ مذہب ہے۔ اپنے مالک کے آگے اظہارِ تشکر ہے۔ خوش اخلاقی۔ نفاست۔ صفائی اور پاکیزگی سکھانے والی۔ برائیوں سے بچانے والی اس سے بڑھ کر دوسری کونسی عبادت ہو سکتی ہے؟

تم اس طرح جیسے کوئی سرِشام تاریک کمرے میں بند کر دیا گیا ہو۔ اور وہ مجبوراً بیٹھا ہوا کوئی کام سرانجام پہنچا رہا ہو۔ نماز پڑھتی ہو۔ پھر جیسے کوئی کسی جسمانی تکلیف سے نجات پاتا ہے۔ عبادت گاہ سے نماز پڑھ کر باہر نکلتی ہو۔ مگر ہائے تم جانتی بھی ہو۔ کہ تم نے اس لذت کا نوناس کر دیا۔ جو ایسے شربت کے گھونٹوں کی طرح لطف لے لے کر پینے

سے حاصل ہوتی ہے ۔

جس وقت تمہارے ملاقاتی آ کے بیٹھتے ہوں۔ اور کسی پُرلطف موضوع پر گفتگو چھڑ گئی ہو۔ تو تم سچ کہو۔ تمہارا دل نماز پڑھنے کو چاہتا ہے؟ مگر شومی قسمت تب ہی نماز مغرب کا وقت آ پہنچا۔ تم اٹھیں۔ ایک مجبور و معذور ہستی کی طرح اُٹھیں۔ ایک مجرم کی طرح اُٹھیں۔ جو سزا نے جرم کے لئے جا رہا ہو۔ ہارے دل سے تین ٹکرے ماریں۔ نماز ختم ہوئی۔ اور چڑیا کی طرح بے فکری و آزادی سے باہر بھاگ آئیں۔ یہ میں اَوروں ہی کا ذکر نہیں کرتی ہوں۔ خود اپنا بھی حال ہے۔ یوں مضمون لکھ دینا کون سی مشکل بات ہے۔ اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر میرا یہ خیال ہے۔ کہ ایسے اوقات میں بہ نسبت اس کے۔ کہ نماز کو ایک بارِ عظیم یا ایک مصیبت سمجھ کر پڑھیں۔ یہ بہتر ہے۔ کہ نماز قضا کی جائے۔ اور بعد میں اطمینان قلب۔ لطف اور شکر گزاری سے ادا کی جائے۔ مگر پھر سوچتے ہیں۔ کہ ہائے ہم صرف اسباب عیش میں منہمک ہو کر نماز قضا کر لیں۔ اور ہمارے پیشوا پیغمبر جہاد کے موقعوں پر بھی نماز قضا نہ ہونے دیں یہ کہاں کا انصاف ہے؟ نماز قصداً قضا کرنے سے زیادہ اَور کوئی غفلت نہیں ۔

تمہارے لئے اسباب عیش و تفریح و مشاغل مسرت مہیا کرنے والا۔ تمہارے بڑے بڑے گناہوں سے چشم پوشی کرنے والا اور چھوٹے چھوٹے ثواب پر رحمت کی برساتیں برسانے والا۔ مانگنے والوں کی مانگ پوری کرنے والا اور پکارنے والوں کی پکار سُننے والا کس نرمی۔ بردباری اور مہربانی سے کہتا ہے۔ "مومنو میری عبادت کرو"! پھر کیوں نہ ہم اپنے خالق و مالک کی بندگی کریں۔ اور اس کی بات مانیں؟ جبکہ وہ ہماری ہزار ہا باتیں سنتا ہے۔ جہاں تم کلبوں۔ کانفرنسوں۔ جلسوں۔ کالجوں ٹینس کورٹوں میں دن اور شام کے آزاد گھنٹے بسر کر کے گھر آتی ہو۔ تمہارا کیا بگڑ جائے۔ اگر بصد شوق و محبت اپنے مالک کی بندگی کے لئے دو چار گھنٹے ان کے وقف کر دئے جائیں اور فرائض دین کا خون نہ ہونے دیں؟

ایسی ایک نماز جو دلی اشتیاق۔ شکر گزاری۔ اطمینان قلب۔ ادب اور لُطف و مسرت کے ساتھ پڑھی جائے۔ بہتر ہے۔ ان ہزار ہا نمازوں سے جن کا مطلب صرف ٹکریں مارنا ہوتا ہے۔ نماز صرف نیت کی ہوتی ہے۔ دکھاوے کی نہیں ہوتی ۔

دیکھئے ثابت ہو کس کا فخر سچا حشر میں۔
تجھ کو ہے زاہد نمازوں پر مجھے نیت پہ ناز

عاجزہ مس حجاب اسمٰعیل

بچوں کا اترانا

اترانے کی عادت یوں تو بچوں بڑوں سب

ہی کے لئے بُری ہے۔ مگر بچوں میں خصوصیت سے
زیادہ بُری اس وجہ سے معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس
کی بدولت ان کی بچپن کی سادگی اور بھولاپن بالکل
خاک میں مل جاتا ہے۔ میں اکثر بچوں کو دیکھتی ہوں
کہ زبان اچھی خاصی صاف ہے۔ مگر وہ زبردستی
تُتلا کر بولتے ہیں۔ جس سے بچپن کی قدرتی سادگی
کا لُطف جاتا رہتا ہے۔ اور ننھے سے بچے میں تصنع
بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اگر والدین کو شروع
سے اس کا احساس ہو۔ تو وہ روک ٹوک کر کے
یہ عادت چھُڑا سکتے ہیں۔ ورنہ بڑے ہونے تک
وہی عادت پڑی رہتی ہے۔ اور بعض بڑی عمر کی
عورتوں میں میں نے یہ بات دیکھی۔ کہ ان کا انداز
گفتگو نہایت عجیب اور غیر مانوس ہوتا ہے۔ جو بچپن
کی اترا کر بولنے کی عادت کا نتیجہ ثابت ہوا۔ اور
صرف بولنے پر ہی منحصر نہیں۔ اِترانے کی اَور سینکڑوں
قسمیں ہیں۔

بعض لڑکیوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ جہاں
کوئی اچھا کپڑا یا زیور وغیرہ پہنا۔ بس بار بار اسی پر
نظر ہے۔ اور ہر وقت دل میں یہی خیال سمایا ہوا ہے
کہ ہم سب کی نظروں میں اچھے ہی دکھائی دیں جس کا
نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کی چال ڈھال نشست و
برخاست۔ انداز گفتگو۔ غرض ہر ادا میں ایک بناوٹ
اور تصنع پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی بات میں فطرتی سادگی
اور بے ساختگی باقی نہیں رہتی۔ جو بجائے خود سخت
معیوب ہے۔ اور جو لوگ اس کا احساس رکھتے
ہیں۔ وہ ایسی لڑکیوں کو نفرت و حقارت کی نظر
سے دیکھتے ہیں۔ لیکن وہ بے چاریاں ایک حد تک
بے قصور ہوتی ہیں۔ اگر شروع سے ان کو اس قسم کی
چھوٹی چھوٹی باتوں پر والدین روک ٹوک کرتے
رہیں۔ تو کبھی اس طرح کی بیہودہ عادتیں نہ پڑنے
پائیں۔ میں یہ نہیں کہتی۔ کہ بچوں کو اچھے ک[illegible]ے
جوتے یا زیور سے خوش نہ ہونا چاہئے۔ نہیں یہی عمر تو
ان کی خوشی کی ہے۔ جب بڑوں کو اچھی چیز دیکھ کر
خوشی ہوتی ہے۔ تو بچوں کو کیوں نہ ہو گی۔ مگر وہ خوشی
صرف اسی حد تک رہنی چاہئے۔ کہ آہا! فلاں چیز
کیسی اچھی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ اس کو پہن کر ہم کیسے
نظر آتے ہیں۔ خود نمائی کا خیال بچوں کے دل میں
آنا ہی نہ چاہئے۔ اگر کسی بچے کو دوسروں کو دیکھ کر
یا اَور کسی وجہ سے ایسا خیال آئے۔ تو ظاہر ہوتے
ہی بزرگوں کا فرض ہے۔ کہ اس کی اصلاح کریں
جس کا سب سے بہتر طریقہ مثال سے سمجھانا ہے۔
اور خیر سے آج کل یہ مرض اس قدر عام ہے۔ کہ
مثال تلاش کرنے میں ذرا بھی دشواری نہیں جس
محفل میں جائیے کم از کم دو چار مثالیں تو بلا تلاش
کئے ہی مل جائیں گی۔ بشرطیکہ ہمیں خود بھی احساس ہو۔
کسی بیوی کی گردن سونے کے گلوبند یا نیکلس
کی نمائش کے لئے عجیب انداز سے اکڑی ہوئی ہو گی
تو کوئی پیروں کے توڑے دکھانے کو گھڑی گھڑی مروڑے

چڑھاتی نظر آئیں گی۔ کسی لڑکی کی اونچی ایڑی کا جوتا پہن کر ایک خاص طرح کی چال ہو جائے گی تو دوسری پیچھے مڑ مڑ کر کھڑے پائنچے کی کلیوں کے آثار چڑھاؤ پر نظر ڈالتی جائیں گی۔ اور پیچھے دیکھنے سے فرصت ملے گی۔ تو کبھی سینے پر قمیص کے لیس اور ڈوری کے کام سے آراستہ گریبان کا ملاحظہ فرمائیں گی۔ تو کبھی آستینوں کی خوب صورتی پر نظر ہو گی۔ کوئی بے چاری باریک دوپٹے کی چنٹ کے کھل جانے کے اندیشہ سے پریشان ہوں گی۔ کہیں دو چار نوجوان لڑکیاں ساری محفل کی توجہ اپنی طرف منعطف کرانے اور اہل محفل کو اپنی خوش مزاجی کا ثبوت دینے کے لئے آپس میں دھول دھپا۔ نوچ کھسوٹ اور اسی طرح کی اور بیہودہ چُہلیں کرتی نظر آئیں گی۔

اگر ہمارے کسی بچے سے اس قسم کی کوئی حرکت سرزد ہو۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ اپنے گھر پر اس قسم کی مثالیں یاد دلا کر بچے کو ایسی باتوں سے نفرت پیدا کرا دیں۔ قاعدہ ہے۔ کہ انسان کو اپنا عیب خود نظر نہیں آتا۔ لیکن دوسرے کا فوراً نظر آ جاتا ہے۔ جب بچے دوسروں کی اس قسم کی حرکتیں دیکھیں گے۔ تو ذرا سی توجہ دلانے سے خود بخود شرمندہ ہو کر اپنی عادتیں درست کر لیں گے اور اس طرح عمر بھر کے لئے چھچھورپن اور اترانے کی بُری عادت سے بچ جائیں گی۔ ظفر جہاں بیگم

روضہ پہ جا کے آئے

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔ جب خالو صاحب (جناب حبیب الرحمان خاں صاحب شروانی) حج سے مع الخیر حیدرآباد تشریف لائے۔ تو ہم دونوں بہنوں نے اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر آپ کی دعوت کی۔ اور بعد طعام دو نظمیں پڑھ کر سنائیں۔ جناب ممدوح نہایت مسرور ہوئے۔ ہماری خوشی ہے۔ کہ اگر ممکن ہو۔ تو آپ ان کو تہذیب میں درج فرمائیں۔

زاہدہ خاتون و عابدہ خاتون ہمشیرہ زادیاں

نفیس دلہن صاحبہ

منیجر۔ دونوں کی گنجائش نہیں۔ ایک نظم درج کی جاتی ہے۔

مبارک آنا یہ آپ کا ہے۔ کہ شہ کے روضہ پہ جا کے آئے
کہیں جو سب کے دلوں کے مالک انہیں دل اپنا دکھا کے آئے
زیارت روضۂ مقدس کا شوق بے چین کر رہا تھا۔
مدینہ جا کر ہوئی تسلی۔ کہ حال دل کا دکھا کے آئے
عجیب ہے لُطف دردِ الفت۔ کہ عیش میں بھی نہیں ملا ت
ملی جنہیں لذتِ جراحت وہ اور بھی زخم کھا کے آئے
تپش نہیں اب قرار کھوتی۔ خلش نہیں خار اب چبھوتی
وہ قطرۂ اشک سب ہیں موتی۔ وہاں جو آنسو بہا کے آئے
یہ کیسی خوش قسمتی ہے ان کی۔ بہ فضل خالق بکمال کیا
مدینہ جو لوگ جا کے آئے۔ وہ فیض باطن بھی پا کے آئے

بشوق دل جب مدینہ پہنچے حبیب احمد حبیب رحماں
کہا یہ سب نے کہ دیکھو شیدا ۔ وہ سرورِ دوسرا کے آئے
جو عرش کو جاتے وہ ہے معظم ۔ وہ ہے مقدس وہ ہے مکرم
قدم نہ کیوں اس کے چوم لیں ہم ۔ مدینہ جو کوئی جا کے آئے
نگاہ ان پر جما رہے ہیں ۔ ہم ان سے نظریں ملا رہے ہیں
جو روضۂ سرورِ دو عالم کا نقش دل میں جما کے آئے
کشش کا یہ فیض ہے یقیناً ۔ کبھی مدینہ کے گلستاں کا
اِدھر جو ہمی کر لیا تصور ۔ اُدھر سے جھونکے صبا کے آئے
ادب سے ہم لوگ سر جھکا کر ۔ یہ عرض کرتے ہیں پھر کر
مبارک آنا یہ آپ کا ہے ۔ کہ بزم شاہی میں جا کے آئے

رُوحوں سے بات چیت

۱۹ مارچ کے تہذیب میں بہن زاہدہ خاتون صاحبہ کا ایک دلچسپ مضمون مندرجہ بالا عنوان سے شائع ہوا ہے ۔ بہن مذکور نے یہ بھی خواہش ظاہر فرمائی ہے ۔ کہ اگر کسی تہذیبی بہن کو اس کے متعلق کچھ تجربہ ہو ۔ تو مطلع فرمائیں ۔ کسی زمانے میں میرے شوہر کو بھی اس مشغلہ سے قدرے دلچسپی تھی ۔ میز واقعی تین پائے کی گول ہونی چاہئے ۔ تین شخص اس کے گرد بیٹھتے ہیں ۔ اور ہر شخص کو اپنے دونوں ہاتھ میز کے تختے پر اس طور سے رکھنے چاہئیں ۔ کہ اس کے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کے سرے ایک دوسرے کو مس کرتے رہیں ۔ اور دونوں ہاتھوں کی چھنگلیاں اپنے دونوں طرف کے ساتھیوں کی چھنگلیوں کو مس کرتی رہیں ۔ اس کے بعد ہر سہ اشخاص کو یہ خیال کرنا چاہئے ۔ کہ فلاں شخص متوفی یا متوفیہ کی روح حاضر ہو ۔

بہن مذکور کا یہ خیال صحیح نہیں ہے ۔ کہ جس شخص کی روح طلب کی جائے ۔ اس شخص کی صورت اس کی زندگی میں روح بلانے والے نے دیکھ لی ہو ۔ میرے شوہر اکثر و بیشتر سکندر اعظم یا نپولین بوناپارٹ کی روح کو طلب کرتے تھے ۔ بہن صاحبہ سے مجھے اس معاملے میں بھی اتفاق نہیں ہے ۔ کہ ہونے والی یا آیندہ کی باتوں کا جواب نہیں ملتا ۔ برعکس اس کے ایک واقعہ مجھے بخوبی معلوم ہے ۔ کہ میرے شوہر نے اپنا اور اپنے اکثر احباب کا امتحان یونیورسٹی کا نتیجہ سکندر اعظم کی روح کے ذریعے سے ایک ماہ قبل معلوم کر لیا تھا ۔ صرف نتیجہ امتحان ہی نہیں معلوم کیا تھا ۔ بلکہ یہ بھی معلوم کر لیا تھا ۔ کہ کون شخص کس ڈویژن میں پاس ہوگا ۔ ایک ماہ بعد جب نتیجہ یونیورسٹی شائع ہوا ۔ تو وہ لفظ بلفظ پیشین گوئی کے مطابق تھا ۔

اس کے علاوہ اکثر اوقات انہوں نے میز کی امداد سے پیشین گوئیاں کی ہیں ۔ جو زیادہ صحیح ثابت ہوئیں ۔ ذریعہ گفتگو وہی میز کے پایہ کا اُٹھنا اور گرنا ہے ۔ جیسا کہ بہن صاحبہ تحریر فرماتی

ہیں۔ لیکن اپنے سوال کا صحیح جواب حاصل کرنے
کے لئے شرط اول یہ ہے۔ کہ جو صاحب میز کے
گرد بیٹھیں۔ ان کا اس سوال یا اس کے جواب
سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ورنہ جواب صحیح حاصل نہ ہوگا۔
مثلاً اگر سوال یہ ہے۔ کہ فلاں شخص اچھا ہو جائے
گا۔ یا نہیں۔ تو کسی ایسے شخص کو میز کے گرد نہیں
بیٹھنا چاہئے۔ جسے نفی میں جواب ملنے سے رنج ہو۔
مطلب یہ ہے۔ کہ غرض مند خود صحیح جواب حاصل
نہیں کر سکتا۔

لیکن باوجود ان سب باتوں کے میں ایک
لمحے کے واسطے بھی یہ ماننے کو تیار نہیں۔ کہ واقعی
روح طلب کی جا سکتی ہے۔ یا اس سے گفتگو کی
جا سکتی ہے۔ یہ صرف قوت متخیلہ (ارادی) کا
ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ مسمریزم اور ہپناٹزم کا بھی
قوت متخیلہ پر دارومدار ہے۔ چنانچہ ہر شخص کو روح
سے گفتگو کرنے میں ابتدا کسی قدر ناکامی ہوتی ہے
مگر جوں جوں اس کی قوت بڑھتی جاتی ہے۔ ویسے
ہی کامیابی کی صورتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اور اس کا
ثبوت اس کا یہ ہے۔ کہ منجملہ تین اشخاص کے اگر
کوئی شخص یہ خیال کرنے لگے۔ کہ اس وقت کوئی
روح نہیں آئے گی۔ تو اس وقت تک میز کے
پائے کو کوئی حرکت نہیں ہوتی۔ جب تک کہ وہ اس
خیال کو ترک کر کے اپنے بقیہ ساتھیوں کا ہم خیال
نہ ہو جائے۔

لہذا میں یہ چند کلمات سپرد قلم کر رہی ہوں۔ تاکہ
اگر کسی بہن کو یہ خیال پیدا ہو گیا ہو۔ کہ واقعی
میز کے ذریعے سے روح سے گفتگو کی جا سکتی
ہے۔ تو وہ رفع ہو جائے۔ لیکن تخیل کی غیر معمولی
قوت کی میں البتہ قائل ہوں۔ ہر شخص اس سے
بڑے سے بڑا کام لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اس
قوت کو اپنی کوشش اور ریاضت سے بڑھائے۔

بیگم مسیح۔ فتح گڈھ۔ یوپی

تعلیم دینیات

افسوس جہالت کی وجہ سے مسلمان عورتوں
کی حالت کس قدر گئی گزری ہو رہی ہے۔ کہ
کہنے کو تو ہم مسلمان ہیں۔ لیکن اپنے شرعی احکام
اور اس کے مسئلے مسائل سے قطعی ناواقف و بے خبر
ہیں۔ مطلق خبر نہیں۔ کہ ہم کون ہیں۔ ہمارا مذہب
کیا ہے۔ اور اس کے احکام کیا کیا ہیں۔ جہاں
عورتوں کی تعلیم کی طرف اس قدر لاپروائی ہو
رہی ہے۔ کہ عربی۔ فارسی۔ انگریزی تو درکنار
دینیات کی ضروری کتابیں بھی باقاعدہ نہیں
پڑھائی جاتیں۔ وہاں عورتیں ایک حد تک
بدشوق بھی ہیں۔ کیونکہ معمولی اردو پڑھنا لکھنا تو
تو قریب قریب سب ہی جانتی ہیں۔ لیکن وہ اس
تعلیم سے بھی کوئی فائدہ حاصل کرنا نہیں چاہتی

ہیں۔ کہ کم از کم روزمرہ کے نماز روزے کے متعلق ضروری باتوں سے تو واقف رہیں*

۱۹ مارچ کے تہذیب نسواں میں سحری کا وقت دریافت کیا گیا ہے۔ اور اکثر اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتیں مثلاً ثواب بخشنے کے وقت مُردہ کا نام پہلے لیا جائے۔ کہ بعد میں۔ اور ٹیڑھی مانگ سے نماز درست ہے۔ کہ نہیں۔ میں نے نذر مانی تھی۔ کس طرح اُتاروں۔ بچے کا پیشاب کتنا نجس ہے۔ اس کے دھونے کا کیا طریقہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ دریافت کرنے کے لئے بہنیں اخبار میں سوالات لکھتی ہیں* کیسے افسوس کی بات ہے* اگر وہ ایک چھوٹی سی معمولی مسئلہ مسائل کی کتاب گھر میں ڈال رکھیں۔ تو اس زحمت اور اس انتظار کی تکلیف سے جو ان کو جواب کے لئے کرنی پڑتی ہے بچ جائیں* سخت افسوس اور تعجب ہے۔ ان کے گھر میں مرد بھی ایسے نہیں۔ جو ان کو اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتیں بتا دیا کریں* اگر وہ خود نہ جانتے ہوں گے۔ تو کسی کتاب ہی میں دیکھ کر یا باہر نکل کر کسی مسجد کے معلم۔ سے دریافت کر کے بتا دیں گے۔ لیکن یہ طریقہ تو آخری کوشش کا ہے۔ جو بہن صاحبہ نے اختیار کیا۔ یعنی تہذیب کے ذریعے دریافت کرنا*

مولوی صاحب قبلہ سے التماس ہے۔ کہ جہاں اپنے تہذیب میں اَور ہر قسم کے مضمون درج کرتے ہیں۔ ایک کالم دینیات اور چھوٹے چھوٹے مسئلہ مسائل کی باتوں کے لئے ضروری سمجھیں۔ کیونکہ اب تو عورتوں نے آخر تہذیب نسواں ہی پر سر ڈال رکھا ہے۔ یہی ان کے لئے راہ نجات ہے* جن بہنوں کو شرعی مسئلے کی باضابطہ کتابوں سے وحشت ہے۔ وہ اِسی بہانے کچھ تھوڑی بہت مذہبی باتوں سے واقف ہو جائیں گی*

ایک خریدار از گورکھپور

زنانہ سٹور

آج کی محفل تہذیب میں ایک چٹھی اہلیہ عبدالوہاب وکیل ہینگنن گھاٹ کی چھپی ہے۔ جو لکھتی ہیں۔ کہ ان کے پاس ایک امبرائیڈری مشین محض اس لئے بےکار پڑی ہے۔ کہ اس کا متعلقہ سامان ان کے پاس نہیں* نہ وہ یہ جانتی ہیں۔ کہ وہ کہیں سے مل بھی سکتا ہے۔ یا نہیں* اسی مضمون کی تحریریں اَور متعدد بیبیوں نے پچھلے چھ مہینے میں ہمارے پاس بھیجی ہیں* بہت سی تہذیبی بہنوں کو مشین کا ضروری سامان نہ ملنے سے جو تکلیف ہو رہی ہے۔ اس کا خیال کر کے مجھے بہت افسوس ہوا۔ اور میں نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اس تکلیف کو رفع کرنے کا انتظام کیا جائے* وہ انتظام یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم خود یا ہمارا کوئی دوست ہماری نگرانی میں ایک زنانہ سٹور کھولے جس میں مستورات کے

کام کی تمام چیزیں موجود ہوں- اور وہاں سے کفایت کے ساتھ مل سکیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے کسی دوست کو اس کام کے لئے آمادہ کروں۔ یہ معلوم کرنا مناسب ہے- کہ اگر کوئی ایسا سٹور کھولا جائے- تو اس میں کن کن اشیاء فروختنی کا ہونا ضروری ہوگا۔

جو بہنیں اس قسم کے اسٹور کھولنے کی واقعی ضرورت محسوس کرتی ہیں- اگر وہ اپنے اپنے خیالات کے مطابق اشیاء مطلوبہ کی ایک ایک فہرست بنا کر میرے پاس بھیجدیں- تو میں اس بات کا اندازہ کر سکوں گا- کہ یہ تجویز کہاں تک قابل عمل درآمد ہے۔ اس قسم کے اسٹور میں بزازی کے سامان کا تو ہمیں مطلق خیال نہیں ہونا چاہئے- بلکہ صرف موزے اور بنیان بُننے اور کروشیا وغیرہ دستکاری کا سامان- لوازم زچہ خانہ و باورچی خانہ- سنگار کا سامان ایسی چیزیں ہیں- جو میرے خیال میں ہیں- لیکن ان اشیاء کا ٹھیک علم اور ان کی تفصیل ان حاجت مند بہنوں کو ہی معلوم ہو سکتی ہے- جن کو ہمیشہ ان کی ضرورت رہتی ہے- اس لئے اگر تہذیبی بہنیں اس باب میں اپنی تجویز دل سے ہمیں مدد دیں- تو امید ہے- کہ ہم ان کے مطلب کی چیزیں بہم پہنچانے کی تجویز میں کامیاب ہو سکیں۔

خاکسار سید ممتاز علی

دھوکے سے بچو

میں نے اخبار تہذیب میں رسالہ دستکاری کا اشتہار دیکھا- جس میں درج تھا- کہ اب اس کی قیمت تہذیب کے ذریعے تین روپے کر دی گئی ہے، میں نے تہذیب کا حوالہ دے کر رسالہ مذکور منگوایا- جس کا وی پی میں نے پیسے دے کر وصول کیا۔ کھولنے پر معلوم ہوا- کہ پیکٹ میں پرچہ فروری ۱۹۲۷ء کے بجائے اکتوبر ۱۹۲۶ء کا رسالہ ہے۔ اس کے بعد اب دو مہینے ہوئے آج تک پرچہ غائب ہے۔ کیا یہی تہذیب و انسانیت ہے- کہ ایسے اخبار میں جو آج اس قدر نیک نامی سے چل رہا ہے- یہ جھوٹا اشتہار اتنے زور کا! اور یہ جو تحریر کیا گیا ہے- کہ پانسو روپے گھر بیٹھے کماؤ- محض دھوکا اور اپنا فائدہ رکھا ہے۔ ذرا مقصد پر نظر کیجئے- صابن بناؤ- مگر پچاس روپے کمیشن دے کر ہم سے سیکھو۔ رنگ ہم سے منگا کر بیچو- اور کمیشن لو۔ واہ سبحان اللہ اس کا ہی نام ہمدردی ہے- اور اس پر ہی ہمدردی قومی کا دعویٰ ہے- کہ جھوٹے اشتہار دے کر روپوں کو لوٹیں- اور حامدہ بیگم صاحبہ لٹیری بنائی جائیں۔

میری پیاری بہنو- میری طرح کوئی دھوکے میں نہ آنا۔ طرہ یہ کہ رسالہ پر قیمت ہی کم لکھی ہے۔ انتظام کا یہ حال ہے- کہ اہلیہ محمد علی خاں کی بجائے

اہلیہ علی احمد خاں لکھا گیا ہے۔ جو ڈاک خانہ میں وی پی کے فارم پر چڑھا ہوا ہے۔ دیکھوں ہمدرد بہن صاحبہ میرے ساتھ اب کیا ہمدردی کرتی ہیں۔

خاکسار اہلیہ محمد علی خاں

تبلیغ فنڈ

تبلیغ فنڈ کا حساب ۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء تک حسب ذیل ہے:۔

منشی شبیر علی صاحب انصاری مختار کار تھل (سندھ)
آبادی بیگم صاحبہ اعظم گڑھ
بیگم محمد افضل خاں نرمے والے سورت
مولوی ادریس احمد صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول۔ بریلی
مسٹر عمر دین خانصاحب نائب تحصیلدار اکوٹ
ہمشیرہ احمد مبین صاحب علی گڑھ
بیگم محمد افضل خاں صاحب نرمے والے
آبادی بیگم صاحبہ اعظم گڑھ
بیگم خان صاحب محمد علی صاحب اگزکٹیو انجینیر شاہ جہاں پور
بیگم محمد افضل صاحب نرمے والے سورت
خدیجۃ الکبرےٰ صاحبہ بریلی
بیگم خانصاحب محمد علی صاحب اگزکٹیو انجینیر
بیگم محمد افضل خاں صاحب نرمے والے
ادریس بیگم صاحبہ بریلی
امت الحمید خانم صاحبہ۔ علی گڑھ
خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ انجمن تہذیب نسواں بریلی کی طرف سے
بیگم محمد افضل صاحب نرمے والے
خدیجہ بائی صاحبہ بمبئی
حمیدہ بیگم صاحبہ سکرٹری انجمن تہذیب نسواں شاہ جہانپور
خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ بریلی
حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب
بیگم محمد افضل صاحب نرمے والے سورت
حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب

میزان
سابقہ میزان تہذیب ۷ اگست ۱۹۲۶ء
کل میزان

یہ کل روپیہ سکرٹری جمعیت مرکزیہ تبلیغ اسلام انبالہ کے پاس بھیجدیا گیا۔

خاکسار سید ممتاز علی

وحیدہ اسکول مرادآباد

وحیدہ اسکول مرادآباد کی مدد کے لیے جو فنڈ محترمہ امت الوحی صاحبہ نے قایم کیا ہے۔ اس کی طرف بہت کم توجہ ہوئی ہے یعنی اس فنڈ میں

ہنوز صرف اکیس روپے جمع ہوئے ہیں۔ جن کا حساب ذیل میں درج ہے۔ محترمہ موصوفہ نے شاید نہیں بتایا۔ کہ یہ روپیہ کس کے پاس بھیجا جائے گا۔ اور مدرسہ مذکور کے کس خاص کام میں صرف ہوگا۔

بہرحال حساب اس کا یوں ہے :-

رضویہ خاتون صاحبہ بھوپال۔ حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب۔ قیصر جہاں بجنور۔ مسٹر زاہد حسین صاحب بجنور۔ امت الوحی صاحبہ بجنور۔ ڈاکٹر اعجاز حسین صاحب لکھنؤ۔ سید محمد ظہور صاحب وکیل عثمان آباد دکن۔ حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب۔ میزان

خاکسار سید ممتاز علی

محفل تہذیب

نہایت قلق سے اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میرا چھوٹا بھانجا احمد حسین بحالت شیرخوارگی اپنی مادر مہربان کی گود خالی کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مبلغ پانچ روپے ایصال ثواب کے لئے ارسال ہیں۔ سارہ خاتون بنت قاضی عبدالکریم الدور

جناب قبلہ منیجر صاحب تسلیم۔ آداب عرض مبلغ پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہیں۔ مصیبت زدہ بھائی کو پہنچا دیں۔ عین نوازش ہوگی۔ مسز ایم امین خاں خریدار تہذیب

جناب منیجر صاحب قبلہ تسلیم۔ مبلغ پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کئے گئے ہیں۔ براہ مہربانی یہ رقم ہمشیرہ مصری رحمان بیگم صاحبہ کو بھیج دیجئے۔ تاکہ وہ اپنے بیمار پڑوسی کی مدد کرسکیں۔ مسز حاجی یوسف سوبانی بائیکلا بمبئی

محترمہ اڈیٹر صاحبہ تسلیم۔ تہذیب نسواں کی تازہ ترین اشاعت میں کسی بہن نے ایک وظیفہ دریافت کیا ہے۔ جس کے ورد سے ان کے قرضدار ان کا قرض ادا کریں۔ میں للہ عمل مندرجہ ذیل ان کو روانہ کرتی ہوں۔ اور ان کو اس عمل کے استعمال کی اجازت ویسی ہی دیتی ہوں جیسے مجھ کو حاصل ہے۔ وہ عمل شروع کرنے سے پہلے نقطہ قبول "ت" اس میرے عطیہ کو قبول کرلیں۔ ہر روز عمل پڑھتے وقت دل میں یہ خیال رکھیں کہ آج کا عمل ختم ہوتے ہی میرے حاجت برآئے گی۔ اس طرح چالیس دن عمل کریں۔ انشاءاللہ تعالیٰ چالیس دن کے قبل ہی اپنے مطلب میں کامیاب ہوں گی۔ عمل یہ ہے۔ بعد نماز عشاء اول و آخر ۹ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اور یامُقلِبَ القُلُوبِ قَلِبْ قُلُوبَھُمْ اِلَیَّ ایکسو دو مرتبہ پڑھیں۔ پھر اول و آخر میں تین مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اور یہ آیت کریمہ تین سو ساٹھ بار پڑھیں۔ لا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن

اعتقاد شرط ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔ احتیاطاً پتہ تحریر ہے۔ کہ وقت ضرورت کام آئے۔

ماشاءاللہ بیگم معرفت عالی جناب سید سردار حسن صاحب احسن۔ توپ کا سانچہ حیدرآباد دکن

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔ ۱۲ رمضان المبارک روز شنبہ کو میرے چھوٹے بھائی ابو محمد سید الدین کی ختم کلام مجید کی تقریب ہوئی۔ اور اسی روز میرے دوسرے بھائی ابوالخیر ظہیرالدین احمد کی روزہ کشائی ہوئی۔ اس خوشی میں دو روپے کی حقیر رقم بھیجتی ہوں۔ براہ نوازش کسی کار خیر میں لگا کر ممنون فرمائیے۔ اور آپ سے نیز اپنی تمام تہذیبی بہنوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ ان دونوں کے حق میں دعائے خیر و برکت فرمائیں۔ ناچیز بی۔ زیڈ از بمبئی

محترم جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم ۱۹ مارچ کے تہذیب میں ذکیہ خاتون صاحبہ نے دہی جمانے کی ایسی ترکیب طلب کی ہے۔ جس میں جمنے کے بعد پانی قطعاً نہ چھوٹے۔ اس کے لئے دہی جمانے سے پہلے یہ دیکھ لینا نہایت ضروری ہے۔ کہ دودھ نہ بہت گرم ہے۔ نہ بالکل ٹھنڈا یعنی کنگنا رہنا چاہئے۔ اس کے علاوہ ہانڈی میں پانی جذب کرنے کی خاصیت ہوتی ہے۔ جو چینی میں نہیں ہوتی۔ اس لئے دہی مٹی کے برتن میں جمانا چاہئے۔ خاکسار مصری رحمان بیگم

جناب اڈیٹر صاحبہ تسلیم۔ بہن خدیجہ بانی صاحبہ نے بارہ مارچ کے تہذیب میں ایمبرائیڈری مشین کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ مشین میرے پاس بھی موجود ہے۔ میں نے بڑے شوق سے خریدی تھی۔ مگر سامان نہ ہونے کی وجہ سے بے کار پڑی ہے۔ اگر کسی تہذیبی بہن کو معلوم ہو۔ کہ بغیر مشین کے اس کا سامان علیحدہ ملتا ہو۔ تو ازراہ ہمدردی بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں نہایت ممنون ہوں گی۔ خاکسار اہلیہ عبدالوہاب وکیل از ہینگن گھاٹ

ہمارے ہاں لیگ ہارن مرغیاں ہیں۔ ان کے انڈے کئی بار بٹھائے گئے۔ مگر افسوس ایک بھی بچہ نہیں نکلا۔ کوئی بہن یا بھائی ازراہ کرم اس کا کوئی علاج بتائیں۔ کہ بچے نکلا کریں۔ بہت ممنون ہوں گی۔ ا۔ ب

یہ مضامین درج نہیں کئے جائیں گے:۔

عاشق مدینہ کی فریاد۔ بچوں کا رجحان۔ نوحہ غم۔ آم گلاب۔ عورتوں میں ارتداد کا اصلی باعث۔ حفظان صحت۔ ٹکور تعلیم نسواں نشور۔

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

ترک عورتوں کا کارٹون

ترکی کے ایک اخبار نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۳ فروری میں ترک عورتوں کے متعلق ایک کارٹون چھاپا تھا جس میں دکھایا تھا۔ کہ فیشن ایبل عورتیں ایک غبارے میں سوار ہو کر اڑی جا رہی ہیں۔ اور چند تھیلے اُٹھا اُٹھا کر غبارے میں سے نیچے پھینک رہی ہیں۔ ایک تھیلے پر "ضمیر" لکھا ہے دوسرے پر "نیکی" تیسرے پر "عزت" اور چوتھے پر جسے ایک عورت اُٹھا کر پھینکنے ہی کو ہے "اخلاق" لکھا ہے۔ کارٹون کے نیچے یہ عبارت درج تھی "کہا جاتا ہے۔ کہ عورتیں روز بروز بلند ہو رہی ہیں"۔

اس کارٹون سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا۔ کہ ترک عورتیں اس زمانے میں کس طرح ترقی حاصل کر رہی ہیں۔ اور ان کی بلند پروازی کی حقیقت کیا ہے۔ مدت سے اخلاق و اوصاف کا جو متاع عزیز ان کے ساتھ تھا۔ اس کی محبت اور وزن نے ان کو اب تک اُڑنے سے معذور رکھا تھا۔ لیکن آج کل جس چیز کو ان کی ترقی اور بلندی سے تعبیر کیا جا رہا ہے وہ ان اخلاق و اوصاف کا ترک کرنا ہے۔ چنانچہ ان سے سبک دوش ہو کر ان کی ترقی کا غبارہ بے تکلفی سے بلندی کا رُخ کر رہا ہے۔

یہ کارٹون حکام کو اس قدر ناگوار گذرا۔ کہ فوراً اخبار کے خلاف کارروائی شروع کر دی گئی۔ اور اڈیٹر۔ اخبار کے اسٹاف اور کارٹون بنانے والے پر مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ عدالت نے فیصلہ کیا۔ کہ اس کارٹون سے تمام ترک عورتوں کی توہین کی گئی ہے۔ لہذا یہ جرم سزا کے قابل ہے۔ اس پر اڈیٹر۔ اسسٹنٹ اڈیٹر اور کارٹون بنانے والے پر جرمانہ کیا گیا۔ اور سب کو ایک مہینے سے پانچ مہینے تک کی قید کی مختلف سزائیں دی گئیں۔

اس سزا سے ترکی اور ترکی کے باہر سنسنی سی پھیل گئی ہے۔ دوسرے ممالک میں تو یہ حال ہے۔ کہ اگر مذاق اڑانے والا کسی جنس یا تمام جماعت کا مذاق اُڑاتا ہے۔ تو اس سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ البتہ اگر یہ بات نمایاں ہو جائے۔ کہ مذاق کا تعلق کسی خاص فرد سے ہے۔ تو اس فرد کے دعوے کرنے پر سزا کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہاں بات اُلٹی ہوئی۔ عام خیال ہے۔ کہ اس سخت سزا کے خلاف اپیل کیا جائے گا۔ اور سزا ہلکی کر دی جائے گی۔

بچوں کا کلب

عورتوں کی لیگ آف سروس نے مس سی ای اسمتھ کے اہتمام میں ننھے بچوں کے لئے ایک کلب کھولا ہے۔ جس میں دوپہر کا کھانا سب بچے مل کر کھاتے ہیں۔ لیگ کا خیال ہے۔ کہ عام طور پر لوگ اپنے ننھے بچوں کی غذا کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ غریبوں کو تو اتنا میسر ہی نہیں ہوتا۔ کہ ان کے لئے خاص طور پر مفید غذا اختیار کروائیں۔ اور متوسط درجے کے لوگ جو اپنے بچوں کی جدا غذا کا انتظام کرنے کی توفیق رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس بات کو کچھ اہمیت نہیں دیتے۔ اور جو کچھ گھر میں پکا ہوتا ہے۔ وہی بچوں کو کھلا دیتے ہیں۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ان کو خاص طور پر مفید اور ہلکی پھلکی غذا اختیار کروا کر مناسب مقدار میں دی جائے لیگ نے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وزارت حفظان صحت سے امداد چاہی۔ اور ایک معقول رقم حاصل کر کے تجربے کے طور پر ایک محلے میں بچوں کا کلب کھول دیا ہے۔ اس کلب میں ہمدرد قوم خواتین بغیر کسی تنخواہ کے بچوں کی خدمت کا کام کرتی ہیں۔ ان کے لئے کھانا پکاتی ہیں۔ اور خود انہیں کھلاتی ہیں۔ دو کھانوں کی پوری پلیٹوں کی قیمت صرف ار لی جاتی ہے۔ اور کھانے کے بعد ہر بچے کو ایک چمچہ کاڈ لور آئیل اور مالٹ کا بھی دیا جاتا ہے۔ اور اس کی قیمت ار فی ہفتہ وصول کی جاتی ہے۔

بچوں کا کھانا کھانے کا کمرہ بے انتہا صاف ستھرا رکھا جاتا ہے۔ اس میں بچوں کے بیٹھنے کے بنچیں رکھی ہیں۔ اور میزوں پر دودھ سا سفید آئل کلاتھ بچھا رہتا ہے۔ تمام محلے کے بچے بارہ اور ایک بجے کے درمیان اپنی ماؤں یا دوسری رشتہ دار عورتوں کے ساتھ آن موجود ہوتے ہیں۔ اور اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔

اس کلب کے بعض ممبر بچے تو اس قدر کم عمر ہیں۔ کہ پہلی مرتبہ ٹھوس غذا انہیں یہیں نصیب ہوئی۔ زیادہ تعداد ایسے بچوں کی ہے۔ جو ابھی چمچہ بھی نہیں سنبھال سکتے۔ اور جتنی غذا پیٹ میں ڈالتے ہیں۔ اتنی ہی غذا سے چہرے کی آرائش بھی کرتے جاتے ہیں۔ چند بچے اتنی عمر کے بھی ہیں۔ کہ پلیٹ کو چمکا کر میز پر سے اٹھتے ہیں۔ ان بچوں کی عمر پانچ سال کے قریب ہے۔ ان کا اس کلب کی ممبری کا لطف اٹھانے کا آخری سال ہے۔ جہاں یہ پانچ سال کے ہوئے ان کو کلب سے الگ کر دیا جائے گا۔ اور ان کی بجائے دوسرے ننھے بچے کلب کے ممبر بنائے جائیں گے۔

جو بچے خود نہیں کھا سکتے۔ ان کے ساتھ ان کی مائیں یا بھائی بہن بیٹھتے ہیں۔ اور انہیں کھانا کھلاتے ہیں۔

کھانا کھانے سے پہلے سب بچے مل کر دعا مانگتے

ہیں، اشارہ پاتے ہی کلب کے سترممبر اپنے ننھے ننھے ہاتھ جوڑ دیتے ہیں۔ اور اپنی جگنو سی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اور ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہتے ہیں:-

اس پیاری دنیا کے لئے تیرا شکر۔
جو کھانا ہم کھاتے ہیں اس کے لئے تیرا شکر
چڑیاں جو گاتی ہیں ان کے لئے تیرا شکر۔
خدایا ہر چیز کے لئے تیرا شکر +

ایمونیا کے فوائد

آسٹریلیا کے شہر بوڈاپسٹ کے ایک نہایت مشہور طبیب نے حال ہی میں ایمونیا پر مختلف تجربے کرکے کئی فائدہ مند باتیں معلوم کی ہیں + ان کی رائے ہے۔ کہ ایمونیا کے دھوئیں سے ہیضہ اور ٹائی فائڈ بخار کے جراثیم دو گھنٹے میں مر جاتے ہیں اور خناق وغیرہ حلق کی بیماریوں کے جراثیم تین چار گھنٹے سے زیادہ زندہ نہیں رہنے پاتے +

دھواں پہنچانے کا طریق اس نے یہ بتایا ہے کہ کمرے کو نہایت اچھی طرح ہر طرف سے بند کر لیا جائے۔ کہ کہیں سے ہوا کے آنے جانے کا مطلق اندیشہ نہ رہے۔ اس کے بعد ایمونیا کو ایک یا کئی چوڑی چکلی رکابیوں میں انڈیل کر کمرے میں رکھ دیا جائے۔ رفتہ رفتہ وہ خود ہی بخارات میں تبدیل ہو کر تمام کمرے میں پھیلنا شروع کر دے گی + اگر احتیاطاً بارہ گھنٹے اس عمل کو جاری رکھا جائے تو پھر کمرے میں ان امراض کے جراثیم کا زندہ بچ جانے کا احتمال نہیں ہو سکتا +

ایمونیا کی دھونی کا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس پر ایک تو خرچ زیادہ نہیں ہوتا۔ دوسرے اس سے پردوں قالینوں یا دوسری روغنی چیزوں کا رنگ بگڑنے کا ڈر نہیں ہے +

کان کے درد کا علاج

کان کے درد کی تکلیف اگرچہ بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن جب ہوتی ہے۔ اس قدر ستاتی ہے کہ انسان بے قرار ہو جاتا ہے۔ گھروں میں اس کے کئی سیدھے سادے علاج مشہور ہیں۔ لیکن ایک انگریز خاتون اپنے مندرجہ ذیل نسخے کو بے حد مفید بتاتی ہیں:-

انگریزی دوا فروشوں کے ہاں ایک دوا ٹنکچر آف ایکونائٹ بہت عام ہے۔ بوقت ضرورت اس دوا کی ایک بوند روئی پر ڈال کر اسے کان میں رکھ لینا چاہئے۔ بہت جلد درد کی شکایت رفع ہو جائے گی + شکایت رفع ہونے پر دوا لگی ہوئی روئی کان سے نکال دینی چاہئے۔ اس لئے کہ یہ دوا زہریلی ہے۔ لیکن اس کی بجائے سادہ روئی گرم کرکے کان میں رکھ لینی چاہئے +

گرم کپڑوں کی حفاظت

سردیوں کا موسم گزر چکا۔ اور اب بیبیاں اپنے اور گھر کے دوسرے لوگوں کے گرم کپڑے صندوقوں میں احتیاط سے بند کر کے رکھ رہی ہوں گی۔ عام طور پر گرم کپڑوں کے رکھوانے میں بعض ایسی بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں۔ کہ اگلی سردیوں کے آنے پر جب صندوق کھولے جاتے ہیں۔ تو اس وقت کی ذرا ذرا سی غفلتوں پر بہت پچھتانا پڑتا ہے۔

سب سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہئیے۔ کہ کوئی گرم کپڑا صندوق میں رکھتے وقت میلا نہ ہو۔ عام طور پر مردانہ کوٹ اور سوٹ میلے ہی برش کر کے رکھ دئے جاتے ہیں۔ اس سے بڑا نقصان یہ پہنچتا ہے۔ کہ میل کپڑے کو کھا جاتی ہے۔ اور کپڑے کی عمر بہت گھٹ جاتی ہے۔ اگر دھوبی دُھلوانے میں کسی اعلیٰ گرم کپڑے کے خراب ہو جانے کا احتمال ہو۔ تو مناسب ہے۔ کہ کسی ایسی دکان سے ان کو دھلوا لیا جائے۔ جو پانی کے بجائے دوسری مناسب ادویات سے کپڑوں کو صاف کرتی ہے۔ یہ ممکن نہ ہو تو خود ہی چاہئے اور پٹرول برش پر لگا لگا کر میل اور چکنائی کے تمام داغ دھبے دور کر دینے چاہئیں۔ کپڑوں کو صاف کرنے کے بعد دن بھر اچھی طرح دھوپ دینی چاہئیے۔ اور پھر از سر نو برش کر کے اور نہایت سلیقے سے تہہ کرنے کے بعد کسی اچھے صندوق میں رکھنا چاہئیے۔

بعض گھروں میں دستور ہے۔ کہ کپڑے کو کیڑوں سے بچانے لئے یا تو کافور کپڑوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ یا فینائل کی گولیوں سے کام لیا جاتا ہے لیکن ان دونوں چیزوں کے استعمال میں صرف یہ نقص ہے۔ کہ اگلے موسم پر جب کپڑے نکالے جاتے ہیں۔ تو کئی کئی دن ان کی بو اُن میں سے نہیں جانے پاتی۔ ان سے بہتر اپسم سالٹ ہے۔ جو انگریزی دوا فروشوں کے ہاں عام طور پر مل جاتا ہے۔ اسے کپڑوں پر چھڑکنے سے اُن میں سے تیز بو نہیں پیدا ہونے پاتی۔

گھاس کا داغ

اکثر اوقات گھاس پر گر پڑنے سے بعض قیمتی کپڑوں پر ایسے داغ پڑ جاتے ہیں۔ کہ پھر کسی طرح نہیں چھوٹتے اور کپڑا ہمیشہ کو بے کار ہو جاتا ہے بعض لوگ اس قسم کے داغ دور کرنے کی یہ ترکیب بتاتے ہیں۔ کہ کپڑے کو پٹرول اور تارپین سے دھو لینا چاہئیے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے۔ کہ پہلے تو کپڑے کو میتھیلیٹڈ اسپرٹ میں بھگو کر احتیاط سے اچھی طرح رگڑا جائے۔ کہ اس کا داغ ہلکا پڑ جائے۔ اس کے بعد ایک برتن میں گرم پانی ڈال کر صابن اس میں گھول لیا جائے۔ اور گیلا کپڑا اسی طرح اس میں ڈبو دیا جائے ڈبو کر حسب معمول دھویا جائے۔ داغ دور ہو جائیگا۔

خبریں اور نوٹ

غازی عبدالکریم کی نظربندی کے بعد مجاہدین مراکش
کے جہاد آزادی کا تقریباً خاتمہ ہوگیا تھا۔ اور بظاہر
فرانس وہسپانیہ ان کی جدوجہد میں کامیاب ہو گئے
تھے۔ لیکن حال کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل
ریف نے پھر کروٹ لی ہے۔ اور فرانس وہسپانیہ کی
سرحدوں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی ہے ٭

لندن کا تار ہے۔ کہ بعض مراکشی قبیلوں نے پچھلے
دنوں بظاہر اطاعت قبول کرلی تھی۔ مگر غیر مسلح نہیں
ہوئے تھے۔ اب ہسپانیہ کا ایک تجربہ کار افسر چار سَو
دیسی سپاہیوں کے ساتھ ان قبیلوں کو مطیع کرنے کے
لئے بھیجا گیا۔ تو ریف والوں نے جو جدید قسم کی بندوقوں
سے مسلح تھے۔ اس فوج پر حملہ کر دیا۔ اور ہسپانیوں کو
بھاگنا پڑا۔ ایک دوسرے افسر کو بھی قبائل بنی زرال
کے مقابلے میں شکست ہوئی۔ اب ہسپانی سپہ سالار فوجی
نظام درست کر رہا ہے۔ تاکہ فرانسیسیوں سے مل کر
کارروائی کرے ٭

میڈرڈ کی خبر ہے۔ کہ ہسپانی فوج کے مرکزی کیمپ
میں ۸۰ زخمی لائے گئے۔ اور مقام باب قید پر دوبارہ
قبضہ کرنے کی لاحاصل کوشش میں چار افسر زخمی ہوئے
ہیں۔ دو ہوائی افسر جنہیں مجبوراً نیچے اترنا پڑا تھا۔ ریفیوں
کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ہیں ٭

روما۔ اپریل۔ وادی ربیعہ (طرابلس) میں اٹلی
کی ایک کمپنی کو جو کرنل مریبی کی زیر کمان تھی۔ مجاہدین
طرابلس کا مقابلہ آن پڑا۔ دیر تک لڑائی ہوتی رہی
آخر کار اطالوی کمپنی قلعہ الدیب کی طرف بھاگنے پر
مجبور ہوگئی۔ گورنر نے اس پہاڑی علاقے میں امن
سکون قایم کرنے کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کی ہیں

۶- اپریل کو برطانی وزارت نے عورتوں کے حق رائے
دہی کے مسئلے پر غور کیا۔ مگر ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا ٭

چین کے متعلق امریکہ کی پناہ گزیں عورتوں کا بیان
ہے۔ کہ چین سے غیر ملکیوں کو نکالنے میں بولشویک
ایجنٹوں کا بڑا دخل ہے۔ اور وہ امریکہ اور برطانیہ
کی تجارت کو تباہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے
ہیں۔ اور اپنے ارادوں میں بہت کچھ کامیابی حاصل
کر چکے ہیں ٭ اگرچہ روسی بھی غیر ملکی ہیں۔ لیکن چینی ان
سے کوئی تعرض نہیں کرتے۔ بلکہ انہیں شناخت کی
خاص نشانیاں دی گئی ہیں۔ انہی دنوں ایک اشتہار
دیکھا گیا جس میں بھیڑیئے شہنشاہیت پر حملہ کرتے
دکھائے گئے ہیں ٭

چین کی عورتوں میں بھی مادر وطن کی محبت اور
چین کی آزادی بہت مقبول ہو رہی ہے۔ اور آج کل
چین کے بازاروں میں ایسے نظارے دیکھنے میں آتے
ہیں۔ جو بولشویک اثر سے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے ٭

غیر ملکیوں نے چین کے بعض قصبوں کو خالی کر دیا ہے
جاپانیوں نے چنگ شا خالی کر دیا۔ برطانیہ نے
ہنکاؤ کے تمام مقامات خالی کر دیئے۔ اطالوی بھی

ساحلی مقامات کو چھوڑ رہے ہیں۔ امریکن پیکن کو خالی کر رہے ہیں۔ جاپانی اور فرانسیسی بھی اس علاقے کو چھوڑ رہے ہیں۔

لندن میں تین فرانسیسی عورتوں کا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔ ان عورتوں نے جنگ عظیم کے دنوں میں۔ اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر برطانی سپاہیوں کو اپنے ہاں پناہ دی تھی۔ لارڈ میئر اور لیڈی میئر نے ان کو خوش آمدید کہا۔ اور ان کے شجاعانہ کارناموں کا ذکر کرکے ان کو آرڈر آف برٹش امپائر کے تمغے عطا کئے گئے۔ اور تیس سے لے کر چالیس شلنگ تک ہفتہ وار وظیفہ مقرر کیا گیا۔

مقام سقارا میں ایک قدیم مصری مقبرہ کا انکشاف ہوا ہے۔ جو ۵ ہزار برس پیشتر کا معلوم ہوتا ہے اور کسی ایسے شاہی خاندان کا مقبرہ ہے۔ جو عہد اہرام (مصری میناروں کے زمانے) سے پہلے برسر حکومت تھا۔

پچھلے سال امریکہ میں روئی کی بہت پیداوار ہوئی۔ اور اس کی قیمت بے حد گر گئی۔ برطانوی کارخانہ داروں نے اس کساد بازاری سے فائدہ اٹھا کر اتنی روئی خرید لی۔ کہ انہیں سال دو سال روئی کی خریداری کی حاجت نہیں رہی۔ سستی روئی کی خرید سے برطانیہ کے کارخانہ داروں کو ایک کروڑ پونڈ کا منافع ہوا۔

جرمنی میں اگر کوئی لڑکی شادی کی ضرورت کا اشتہار دیکھ کر جواب دے۔ اور اپنی تصویر ساتھ نہ بھیجے۔ تو اشتہار دینے والا مرد مقدمہ چلا کر اس سے ہرجانہ وصول کر سکتا ہے۔

شاہ جاپان جو پچھلے ہی دنوں مرے ہیں۔ اُن کی تجہیز و تکفین پر بیس لاکھ ڈالر کی رقم صرف ہوئی۔

فرڈیننڈ شاہ رومانیا بہت بیمار ہیں۔ اور ان کے پھیپھڑے خراب ہو رہے ہیں۔

مصر کی کل آبادی ایک کروڑ اکتیس لاکھ اڑسٹھ ہزار عورتیں مردوں سے زیادہ ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں بیس ہزار مرد عورتوں سے زیادہ تھے۔

موٹر کے سب سے بڑے تاجر مسٹر ہنری فورڈ موٹر پر اکیلے جا رہے تھے۔ کہ ان کی موٹر ایک دوسری موٹر سے ٹکرا گئی۔ اور پندرہ فٹ اونچے پشتے سے لڑھکتی ہوئی نیچے چلی گئی۔ مسٹر فورڈ اس صدمے سے بے ہوش ہو گئے۔ پیٹھ اور پسلیوں میں چوٹیں آئیں۔ مسٹر فورڈ کے دوستوں کا خیال ہے۔ کہ یہ کوئی اتفاقیہ حادثہ نہ تھا۔ بلکہ ان کی زندگی جان بوجھ کر خطرہ میں ڈالی گئی تھی۔

دارالعوام میں ارل ونٹرٹن نے کہا۔ کہ حکومت گزشتہ پانچ سال سے رائل ایر فورس (شاہی ہوائی سروس) پر کوئی اٹھانوے ہزار پونڈ سالانہ اوسط کے حساب سے خرچ کرتی رہی ہے۔ اور یہ رقم صرف بھرتی اور تربیت پر صرف ہوتی رہی ہے۔ ہوائی جہازوں کی آمد و رفت۔ اور جہاز رانوں کی تنخواہ

کے مصارف اس کے علاوہ ہیں- جو حکومت ہند دیتی ہے*

راجکماری بابا کا مقدمہ چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا- ایک گواہ نے بیان کیا- کہ پدم پرشاد نے راج کماری کو ہیرالال اگروال کے ہاتھ ایک ہزار تین سَو روپے میں بیچ دیا تھا- عدالت نے پدم پرشاد کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری کر دیا*

بنگال کی فوجداری عدالت میں ایک ایسے دلچسپ مقدمے کا فیصلہ ہوا ہے- جس کی بنائے فساد بلی ہے* واقعہ یہ ہے- کہ مساۃ گریبالا نے کچھ دودھ رکھا تھا- جسے دوسری عورت جارد بالا کی بلی پی گئی* نراین چندر پال نے گری بالا کی حمایت کی- اور سنیش چندر نے جارو بالا کا ساتھ دیا- باتوں باتوں میں لڑائی تک نوبت پہنچ گئی* نرائن نے سنیش کو مارا پیٹا- اور ساتھ ہی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا* فوجداری عدالت نے فیصلہ کیا- کہ نرائن انتقام کی حد سے تجاوز کر گیا- اس لئے دفعہ ۳۲۳ تعزیرات ہند کی رو سے یہ مجرم ہے- اور اسے پچاس روپیہ جرمانہ یا عدم ادائے جرمانے کی صورت میں تین ماہ قید کی سزا دی جاتی ہے* مجسٹریٹ نے یہ بھی حکم دیا- کہ اگر جرمانہ وصول ہو- تو اس میں سے پچیس روپے مستغیث کو بطور تاوان کے دئے جائیں*

گورنمنٹ بنگال نے کلکتہ کارپوریشن کے لئے ۹ ممبر نامزد کئے ہیں- جن میں ایک عورت مس ایل آئی لائڈ بھی نامزد ہوئی ہیں*

لڑکانہ سندھ میں ہندو مسلمانوں کا فساد ہو گیا- بنائے فساد ایک چشم دید گواہ نے یوں بیان کی ہے- کہ چند روز گزرے- ایک مسلمان عورت ہندو مذہب میں داخل ہو گئی- مسلمانوں نے مطالبہ کیا- کہ اس کے لڑکے حلقۂ اسلام میں رہیں- اور ان کی پرداخت و پرورش اسلامی طریقوں پر کی جائے* یہ معاملہ ضلع کی کچہری میں پیش تھا- اور دوسرے دن فیصلے کی امید تھی* فیصلے والے دن ۹ بجے صبح کو تقریباً تین ہزار مسلمان لاٹھیاں اور کلہاڑیاں لئے اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے- لڑکانہ شہر میں نکلے- پھر گشت کے بعد کچہری کو گھیر لیا- اور اس عورت کے طرز عمل پر سخت نکتہ چینی کر کے تینوں لڑکوں کا مطالبہ کیا- عدالت نے فیصلہ کیا- کہ لڑکے اپنی ماں کے ساتھ رہیں گے* یہ سنتے مسلمانوں میں ایک جوش پھیل گیا- اور انہوں نے ایک حلوائی کی دکان لوٹ کر فساد کی ابتدا کر دی- چنانچہ شہر میں فساد و ہنگامہ شروع ہو گیا- جو کوئی ملا- اس پر حملہ کر دیا گیا- جو دکان سامنے آئی- اسے لوٹ لیا گیا* مسلح پولیس موقع پر پہنچی- اور ہوائی فیروں سے بلوائیوں کو منتشر کیا

اس بلوے میں ۷۴ آدمی زخمی ہوئے - ان میں سے چار کی حالت خراب ہے - تقریباً ۸۰ بلوائی گرفتار کئے گئے ہیں ٭

مسٹر ہملٹن جج لکھنؤ نے کاکوری کے مقدمہ سازش کا فیصلہ سنا دیا۔ اس مقدمے میں بائیس ملزم تھے جن میں سے تین کو سزائے موت دی گئی - ایک کو عبور دریائے شور کی سزا دی گئی - ایک کو چودہ سال قید بامشقت - پانچ کو دس دس سال - دو کو سات سات سال چھ کو پانچ پانچ سال قید بامشقت کی سزائیں دی گئیں ٭ دو ملزم بری کئے گئے - اور دو کو سلطانی گواہ ہونے کی وجہ سے معافی دی گئی ٭ یہ مقدمہ ہندوستان میں سازش کا سب سے بڑا مقدمہ تھا ٭ اس میں استغاثہ کی طرف سے ڈھائی سَو گواہ اور گیارہ سَو کاغذات پیش کئے گئے ٭

مسٹر بھنوٹ اڈیشنل مجسٹریٹ دہلی نے ۱۸ اپریل کو مفتی محبوب علی کے قتل کے مقدمے کا فیصلہ سنا دیا۔ مرحوم اس بلوے میں شہید ہوا تھا - جو سوامی شردھانند کے قتل کے بعد ۲۳ دسمبر کو دلی میں ہوا ٭ اس مقدمے میں تین ہندو شیر سنگھ - راجا رام اور بٹھو لال بلوہ کرنے - اور ارتکاب قتل کے الزام میں ماخوذ تھے - اور چوتھے ہندو ملجیت پر صرف بلوا کرنے کا الزام تھا ٭ مجسٹریٹ نے چاروں ملزموں کو بری کر دیا ٭

ہائی کورٹ مدراس کی جیوری نے ایک نوجوان برہمن بیوہ اور اس کی ماں کو بچہ کُشی کے الزام میں بَری قرار دیا ٭

کاشی اسٹریٹ بنارس میں خواتین کا ایک جلسہ ہوا - جس میں تین سو عورتیں شامل تھیں ٭ ایک قرارداد میں گورنر بنگال سے نیپالی نوجوان کھڑک بہادر سنگھ کے لئے رحم کی سفارش کی گئی ٭ ایک تحریری درخواست مرتب کی گئی - جس پر تمام خواتین نے دستخط کئے ٭

۷ - اپریل کو لکھنؤ میں حضرت مخدوم شاہ مینا کے مزار پر بم پھٹا - تین آدمی سخت زخمی ہوئے - دس آدمیوں کے معمولی زخم آئے ٭

علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال نے ہندوؤں کے ایک جلسہ میں تقریر کی - اور درخواست کی - کہ وہ ریاست میں فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا نہ کریں ٭

فساد اندور کے مقدمے کے سلسلے میں ڈاکٹر کچلو مسلمان ملزموں کی پیروی کے لئے وہاں گئے تھے لیکن ریاست نے ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا ٭

ہوائی جہاز "مونتھ" جس میں لیڈی ہیلی (بیگم صاحبہ گورنر پنجاب) سوار تھیں - زمین پر اترتے وقت بجلی کے تاروں سے ٹکرا کر الٹ گیا - مگر خدا کا یہ فضل ہوا - کہ لیڈی ہیلی اور جہاز راں دونوں بچ گئے ٭

بچہ چلا سکتا ہے
منٹوں میں سیکڑوں سیویاں

اڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و مہتمم نے دفتر تہذیب نسواں سے شائع کیا

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک ۵ر پیشگی

جلد ۲۹ | لاہور ہفتہ ۲۳ - اپریل سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۱۷

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۲ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

رشتہ کی ضرورت

ایک سینتیس سال کی عمر کے راعی مشتہر کے لئے جو تین سو روپے ماہوار پر سرکاری ملازم ہے۔ رشتہ کی ضرورت ہے ۔ لڑکی تھوڑا بہت لکھی پڑھی اٹھارہ انیس برس کی عمر سے کم نہ ہو۔ خوشحال خاندان سے ہو۔ ذات کی خاص قید بھی نہیں۔ مگر راعی کو ترجیح ہو گی ۔ صرف شرط یہ ہے۔ کہ جہیز خواہ کسی صورت میں ہو قبول نہ کیا جائے گا۔ سادہ ترین رسم نکاح پر عمل ہو گا ۔ مشتہر کے پہلے بیوی بچے نہیں ہیں ؛

نشہ معرفت منیجر صاحب تہذیب نسواں لاہور

شادی

والدین اپنے لڑکے کے لئے پیام کی تلاش میں ہیں۔ لڑکا عہدہ دار سرکاری۔ چھ سو روپے ماہوار۔ ہونہار۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ نجیب الطرفین سنی المذہب۔ صاحب روپیہ۔ حیدرآباد کے معزز خاندان سے ہے۔ لڑکی نہایت حسین و جمیل دین دار اور اعلیٰ ترین طبقہ سے ہو ؛

تفصیلی حالات بذریعہ مراسلت کی جائے۔ جو راز میں رہے گی ؛

جمیل اختر معرفت تہذیب نسواں۔ لاہور

قرآن شریف مع ترجمہ پڑھانا

گزشتہ زمانے میں قرآن مجید بے معنی پڑھنے پڑھانے کا بہت دستور تھا۔ اور عموماً سب مرد۔ عورتیں اور بچے قرآن مجید کی تلاوت بے سمجھے کیا کرتے تھے لیکن اب عالموں کی تاکید سے کہ طوطے کی طرح سے قرآن مجید پڑھنے سے کیا فائدہ۔ مرد عورتیں ترجمہ بھی پڑھنے لگے۔ چنانچہ اب جس کثرت سے ترجمہ دار قرآن مجید چھپ کر ہدیہ ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ترجمہ اب بہت پڑھایا جاتا ہے۔ میں قرآن مجید پڑھنا پڑھانا مفید سمجھتی ہوں۔ مگر میرا خیال ہے۔ کہ بے ترجمہ کے قرآن مجید کا یاد ہونا بھی نفع سے خالی نہیں۔ اول تو قرآن مجید ہر مصیبت زدہ مرد اور عورت کی تسکین اور اطمینان قلب کا باعث ہوتا ہے۔ اور تلاوت کا ثواب علیحدہ رہا۔ چنانچہ ہماری ایک بہت قریب رشتہ دار ضعیف خاتون ہیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کے زمانے میں بڑی راحت و آسائش کے ساتھ امیرانہ زندگی بسر کی۔ مگر شوہر کے انتقال کے بعد سب مال و زیور خیرات کر دیا۔ اور بالکل غیر مستطیع رہ گئیں۔ اب بوجہ پیرانہ سالی طرح طرح عوارض میں بھی مبتلا ہیں۔ غرض ہر طرح کی روحانی اور جسمانی تکلیفوں نے ان کو گھیر لیا ہے۔ مگر یہ ثابت قدم خاتون بڑی دل والی ہیں۔ اس حالت میں بھی خوش ہیں۔ اور قرآن مجید میں دل ڈال لیا ہے۔ سارا قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور اب دن رات کا زیادہ حصہ تلاوت میں گزار دیتی ہیں۔ اور اس طرح قرآن مجید کو اپنے مصائب کی ڈھال بنا رکھا ہے۔

نیز قرآن مجید کا جاننا نماز کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کو بے سمجھے نماز میں پڑھنے سے نماز نہ ہونے کا حکم اب تک سننے میں نہیں آیا۔ مطلب یہ کہ قرآن مجید کا گو بلا ترجمہ پڑھنا ایک حد تک نفع سے خالی نہیں۔ تاہم قرآن مجید کا ترجمہ سیکھنا ضروری ہے۔ جو مرد عورت اُردو خواں ہیں۔ ان کو بطور خود ترجمہ پڑھنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ مگر میرا خیال تھا۔ کہ چھوٹی لڑکیوں اور بچوں کو بھی قرآن مجید معنے کے ساتھ پڑھاؤں۔ مگر شروع کے سپاروں ہی میں مرد اور عورت کے باہمی تعلقات کے مسائل کھول کھول کر بیان ہوئے ہیں۔ جن میں سے بعض باتیں بچوں کی سمجھ سے باہر ہیں۔ اور بعض باتیں ان کو بتلائی نہیں جا سکتیں۔ اور ان مسائل کا کم عمر بچوں کو سمجھانا مشکل ہے۔ معلوم نہیں یہ تجربہ کسی اور بہن کو بھی ہوا ہے یا نہیں۔ اور اگر ہوا۔ تو انہوں نے کیا طریقہ اختیار کیا۔ آیا پہلے سے کچھ حصے درس سے خارج کر دئے۔ یا ان کو پڑھایا۔ اور پڑھایا۔ تو کیونکر پڑھایا اور سمجھایا؟

اس بارے میں ناظرات تہذیب سے اور نیز

منیجر صاحب تہذیب سے مشورہ چاہتی ہوں۔ کہ اگر کوئی لڑکی کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھایا جائے۔ تو ان حصوں کا کیا کیا جائے۔ جس میں مرد و عورت اور زن و شوہر کے باہم تعلقات کی بابت احکام ہیں، یہ احکام بوجہ شرم و لحاظ ہرگز نہیں سمجھائے جا سکتے ہیں۔ بلکہ میرا تو یہ خیال ہے۔ کہ عرب کے بچے بھی ان اصطلاحوں کو نہ سمجھ سکتے ہوں گے، میں اس بارے میں باوجود بہت غور کرنے کے کوئی فیصلہ نہیں کر سکی۔ ایک ہی صورت سمجھ میں آتی ہے۔ کہ پہلے ہی سے ایسے حصوں پر نشان کر لیا جائے۔ اور ان فقروں کو سبقوں کے سلسلے میں حذف کر دیا جائے۔ چنانچہ میں شاہجہانپور میں ایک لڑکی کو انجمن حمایت اسلام کی پہلی کتاب پڑھایا کرتی تھی۔ اس میں سے بعض کلمات مجھے حذف کرنے پڑے تھے۔ میں نے احتیاطاً ساری کتاب پر نظر ڈالی تھی۔ اور ایسے کلمات کو قلم سے کاٹ دیا تھا۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

آسیب نہیں مرض ہے

اکثر عورتیں جن بھوت اور چڑیلوں وغیرہ کو بہت مانتی ہیں۔ خاص کر جب کوئی عورت یا لڑکی ہسٹیریا کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ تو عورتیں فوراً کہہ دیتی ہیں۔ کہ اسے تو آسیب ہو گیا ہے یعنی کوئی جن بھوت یا چڑیل وغیرہ چمٹ گئی ہے کسی پیر سے تعویذ گنڈا کرائیں۔ تو آرام ہوگا، بس پھر تو ڈاکٹر کی بجائے پیر فقیر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بےچاری جاہل عورتوں کو خوب لوٹتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں طرح طرح کے توہمات ڈال دیتے ہیں۔ مثلاً کوئی پیر کہہ دیتا ہے۔ کہ مریضہ کے سر پر جن کا سایہ ہے۔ اگر آپ مجھے معقول نذرانہ دیں۔ تو میں جن کو نکال دوں گا، پھر جب روپے وغیرہ جھاڑ لیتے ہیں۔ تو کاغذ پر دو چار ہندسے لکھ کر تعویذ بنا کر دے دیتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی طرح طرح کے فریب کرتے ہیں۔

ہسٹیریا کے مرض کی مختلف علامات ہیں عموماً مریضہ کو بے ہوشی ہو جاتی ہے۔ اور بے ہوشی میں بہکی باتیں کرتی ہے۔ جو وہ ہوش کے وقت سنتی رہتی ہے۔ اور چونکہ عورتیں مریضہ کے سامنے ایک دوسرے سے کہتی رہتی ہیں۔ کہ پیر صاحب نے کہا۔ اس کے سر پر جن ہے۔ پس جب مریضہ کو مرض کا دورہ پڑتا ہے۔ تو وہ بھی ایسی ہی باتیں کرنے لگ جاتی ہے، پھر تو عورتوں کو پکا یقین ہو جاتا ہے، افسوس تو یہ ہے۔ کہ بعض اچھی تعلیم یافتہ بیبیاں بھی آسیب کو مانتی ہیں خیر اس بات کا تو مجھے بھی علم نہیں۔ کہ جن بھوت آسیب ہوتے ہیں یا نہیں۔ بھوتوں وغیرہ کی باتیں تو میں بہت سنتی رہتی ہوں۔ لیکن میں نے اپنی آنکھ سے

کبھی کچھ نہیں دیکھا۔ اس لئے بذات خود یقین نہیں
کرتی۔ اور یہ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ آسیب چمٹ
جاتا ہے۔ یہ تو میں یقیناً کہنے کو تیار ہوں۔ کہ آسیب
وغیرہ کچھ نہیں چمٹتا۔ صرف بیماری ہوتی ہے۔

چند دنوں کا ذکر ہے۔ کہ ایک تعلیم یافتہ بی بی
سے ٹرین میں میری گفتگو ہوئی۔ ان کی زبانی
میں نے سُنا۔ کہ تھوڑا عرصہ ہوا۔ ایک آدمی امرتسر
شہر کے باہر کھڑا تھا۔ تو جن اسے اُٹھا کر لے گیا۔
پھر وہ شخص واپس نہ آیا۔ بھلا خیال فرمائیے یہ بات
کہاں تک سچ ہو سکتی ہے۔ کیا ممکن نہیں۔ کہ وہ شخص
کسی وجہ سے شہر چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔

میں نے یہ چند سطریں اس لئے لکھنی مناسب
سمجھیں۔ کہ اس زمانے میں ہسٹیریا کا مرض عام
ہو رہا ہے۔ اور اکثر نوعمر لڑکیاں اس مرض میں
گرفتار پائی جاتی ہیں۔ اور آسیب سمجھ کر ان کا
ٹھیک علاج نہیں کیا جاتا۔ یہ مرض بہت مختلف
صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً بعض مستورات
بے ہوش ہو کر گر پڑتی ہیں۔ بعض زور شور سے چیخیں
مار کر رونے لگ جاتی ہیں۔ اور بعض پاگلوں کی
طرح فضول باتیں کرتی ہیں۔ بعض کو ہچکیاں اور
ڈکاریں آتی رہتی ہیں۔ بعض بڑی متانت سے طرح
طرح کی باتیں کرتی رہتی ہیں۔ ان میں سے کسی کو
بھی آسیب وغیرہ بالکل نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ مریضہ
کا ڈاکٹر سے ملاحظہ کروا کر باقاعدہ طور پر علاج معالجہ
کرنا چاہیے۔

راقمہ صداقت سلطانہ از امرتسر

منگیتر سے خط و کتابت

۱۹ مارچ کے تہذیب میں عنوان بالا سے ایک
مضمون شائع ہوا۔ آخر میں نسیم صاحب قبلہ نے
چند بہنوں سے اس کے متعلق رائے دینے کے واسطے
تحریر فرمایا ہے۔ غالباً کچھ بُرا نہ ہوگا۔ اگر میں اس
پر اپنے ناچیز خیالات پیش کروں۔

قابل مضمون نگار تحریر فرماتے ہیں۔ کہ لڑکی
اور لڑکے کے درمیان (جن میں منگنی ہو رہی ہو)
خط و کتابت کروا دینی چاہئے۔ توبہ توبہ خط و
کتابت اور منگیتر سے! میں تو اس کے سراسر خلاف
ہوں۔ شاید میری بہت سی بہنیں (بجز نذر سجاد
حیدر کی ہم خیال بہنوں کے) میرے خیال سے
متفق ہوں گی۔ اچھی اچھی پڑھی لکھی بہنیں اور
گریجویٹ بھائی تک اس کے روادار نہیں۔ کہ
ان کی لڑکی اپنے چچا یا سگے ماموں سے خط و کتابت
کرے۔ پھر منگیتر سے خط و کتابت کی کون اجازت
دیتا ہے؟ اور اگر دے تب بھی بہت فضول ہے۔
معلوم نہیں بھائی صاحب نے کیا فائدہ سمجھ کے
یہ مضمون لکھا۔ میری تو یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔
کہ لڑکی لکھے گی کیا۔ جب کہ وہ اس سے چند

واقف نہیں۔ جہاں نہ پہچان بڑی بو اسلام۔ ماں
بہن کسی کو کچھ تو بتانا پڑے گا۔ نہ سہی پتہ سے
تو واقف کیا ہی جائے گا۔ پھر اس میں کون سی
قباحت ہے۔ کہ کسی ہم عمر واقف کار کی معرفت
سب حالات سے لڑکی کو آگاہ کر کے اس کی
رضامندی لے لی جائے۔ خط و کتابت بالکل
فضول نئی رسم رائج کرنا ہے۔ لڑکی کی رضامندی
لینا البتہ بہت ضروری امر ہے۔

مضمون نگار صاحب تحریر فرماتے ہیں "آخر
سیکڑوں میل کی جدائی میں جبکہ نہ لڑکے نے لڑکی
کو دیکھا ہو۔ نہ لڑکی نے لڑکے کو خط بھیجنا کونسا بُرا
کام کرنا ہے؟"

جناب یہی تو ایک سب سے بڑی بُرائی ہے۔
مانا۔ کہ خدا اور رسول کے حکم سے عورتوں کی تحریر پر
غیر مردوں کی نظر پڑنا کوئی بُری بات نہیں۔ لیکن
اس سے یہ مطلب نہیں۔ کہ بلا وجہ بھی غیر مردوں
سے خط و کتابت کرنے بیٹھ جائیں۔ مضمون لکھنا اَور
بات ہے۔ یہ کام تو بغیر خط و کتابت کے نکل سکتا
ہے۔ ہاں اگر لڑکی کے کوئی وارث موجود نہ ہوں۔
تو مجبوری ہے۔ خط و کتابت بھی کر سکتی ہے۔ مجھے
تو خط و کتابت میں سراسر برائیاں ہی نظر آتی ہیں۔
وہ لڑکی جو ابھی دنیا کے نشیب و فراز سے محض ناواقف
ہے۔ کہاں یہ جرات کر سکتی ہے۔ کہ غیروں سے خط و
کتابت کرے۔ اور کیا خبر ہے۔ کہ لڑکا اپنی کیا کیا
تعریف خطوط میں لکھے۔ لڑکی بیچاری اسے
سچ سمجھ لے۔ تو اَور آفت پڑے۔ پھر خط و کتابت
کے بعد بھی منگنی چھوٹ جائے۔ تو کس قدر لڑکی کو
شرم آئے گی۔ اور دوبارہ رشتہ ملنا کس قدر مشکل
ہو جائے گا۔ غرض میں تو جہاں تک نظر دوڑاتی ہوں۔
برائیاں ہی برائیاں نظر آتی ہیں۔

میری تو یہ رائے ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ یہی
رہے گی۔ کہ لڑکی سے کوئی بہن بھاوج (ان رشتوں
میں عموماً بے تکلفی ہوتی ہے۔) شادی کے بارے
میں رائے دریافت کر لیں۔ اگر لڑکے کے حالات
لڑکی کو نہ معلوم ہوں۔ تو وہ بے تکلف اس سے
بیان کر دئے جائیں۔

(ایک تہذیبی بہن)

عجیب پتھر

تہذیب مورخہ ۱۹ فروری میں بہن امت الولی
صاحبہ کا ایک مضمون پڑھا تھا۔ بعد میں اسی صحیفہ
میں ہم نے اس سے بھی ایک عجیب واقعہ لکھا
دیکھا۔ جو حوالہ قلم ہے۔

یہاں ضلع کریم نگر میں ایک نئے منصف صاحب
(ایم اے ایل ایل بی) بدلی ہو کر آئے۔ ان کے
گھر میں ایک خشک سوزنی کا درخت کھڑا ہوا تھا
لوگوں نے ان کو منع کر دیا۔ کہ یہ درخت نہ کٹوائیے گا

اس پر کوئی جن رہتا ہے۔ مگر وہ چونکہ ایسی باتوں
کو محض بے بنیاد خیال کرتے تھے۔ انہوں نے
کچھ پروا نہ کی۔ اور کٹوا دیا + بیس دن تک تو کچھ بھی
نہ ہوا۔ لوگ اس واقعہ کو بھول بسر گئے تھے۔
کہ یکایک بیس بیس پچیس پچیس سیر کے پتھر دیوار پر
سے آنے لگے۔ سب لوگ بہت پریشان ہوئے +
صاحب موصوف نے پولیس میں رپورٹ کی۔ اور
پولیس نے تھوڑی دیر میں سارے مکان کو گھیر لیا۔
اور جس طرف سے پتھر آ رہے تھے۔ اس طرف فائر
کئے گئے۔ مگر پتھر اور زیادہ آنے لگے۔ بلکہ تو ہر وقت
پولیس مکان گھیرے رہنے لگی۔ مگر کسی طرح یہ سلسلہ
نہ ٹوٹا + اس کے علاوہ طرح طرح کی ڈراؤنی آوازیں
اور دھمکیاں سنائی دیں۔ دریافت کرنے سے معلوم
ہوا۔ کہ ہم اس درخت پر رہتے تھے۔ تم نے ہمارا
نشیمن اجاڑ دیا۔ ہمارے شیر خوار بچے کو مار ڈالا۔
ہم تم سے انتقام لیں گے"+

چند عجیب و غریب باتیں ایسی ہیں۔ جو سمجھ میں
نہیں آتیں۔ مثلاً کپڑے پہنے پہنے آگ لگ جاتی
ہے۔ مگر جسم پر زیادہ اثر نہیں ہوتا + ان کے گھر میں
کوئی کپڑا ایسا باقی نہ رہا ہے۔ جو جلنے سے محفوظ
رہا ہو + تمام چینی کے برتن ٹوٹ گئے ہیں۔ گھر کا کھانا
مشکل ہو گیا ہے + انہوں نے بغرض حفاظت قرآن
پاک جگہ جگہ لٹکا دیئے تھے۔ جن میں سے ایک کا جزدان
خاکستر ہو گیا۔ اور جلد پر داغ آ گیا + نماز پڑھنے والوں
کے ساتھ قسم قسم کی بدتمیزیاں کی جاتی ہیں + اب
بے چارے رخصت لے کر حیدرآباد آ گئے ہیں +
تمام عامل وغیرہ آتے رہتے ہیں۔ مگر اب تک تو کچھ
مفید نتیجہ ہوا نہیں + جب یہ کہتے ہیں۔ کہ میری
خطا معاف کر دو۔ تو کہتا ہے۔ تمہاری خطا قابل
معافی نہیں ہے۔ جب کہا جاتا ہے۔ کہ تم کیا چاہتے
ہو۔ اور اب کیا کرنے والے ہو؟ تو آواز آتی ہے۔
"میں تمہارے چھوٹے بچے کو لینا چاہتا ہوں" بیچارے
کے پانچ بچے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ لے جاؤ۔ تو آواز آتی
ہے۔ کہ ابھی خدا کا حکم نہیں ہے + تعجب ہے۔ کہ
خدا کا تو یہ خیال۔ اور اس کے کلام کے ساتھ بدتمیزیاں!
یہ بالکل سچا واقعہ ہے۔ میرے کئی عزیز بچشم خود جا کر
کلام پاک کا غلاف اور دوسرے کپڑے جلتے ہوئے
دیکھ آئے ہیں۔ اور پتھر کو اڑ نکلتے ہوئے آتے دیکھ
آئے ہیں۔ اور یہ تمام قصہ منصف صاحب کی زبانی
سن آئے ہیں + اور یہ بھی۔ کہ گیارہ بجے رات سے
چھ بجے صبح تک کوئی پتھر نہیں آتا + ذرا امن رہتا
ہے۔ اس کے بعد سے پھر وہی حال۔ اور بعض پتھر
اس قدر گرم ہوتے ہیں۔ کہ دور سے گرمی محسوس
ہوتی ہے۔ بعض بالکل گیلے + منصف صاحب پہلے
اچھے خاصے تندرست تھے۔ اور اب بے چارے
سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہیں + میرے عزیز کہتے تھے اگر
یہ کچھ دن اور زندہ رہے۔ تو پاگل ہو جائیں گے +
وہی ایسے غیر معمولی دماغ کے آدمی ہیں۔ جواب تک

تقریباً تین مہینے سے یہ مصائب بھگت رہے ہیں اور صحیح الدماغ ہیں۔ اور کوئی ہوتا۔ تو کب تک کا پاگل ہو چکا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ بے چاروں پر رحم کرے! تہذیبی بہنیں بھی دعا کریں۔ اور کوئی ترکیب نجات کی بتائیں۔ وہ آج کل حیدر آباد میں گول بنگلہ میں رہتے ہیں"

مریم بانو

چنیوٹ کے رسم و رواج

چنیوٹ دریائے چناب کے کنارے واقع ہے اور چھوٹی چھوٹی پتھریلی پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے ایک پہاڑی شہر کے اندر بھی ہے۔ یہ پہاڑیاں بالکل خشک ہیں۔ سبزہ وغیرہ نام کو بھی نہیں۔ گرمیوں کے موسم میں تنور کی طرح گرم ہو کر تمام چنیوٹ کے لئے نمونۂ جہنم بن جاتی ہیں۔ آبادی تقریباً اٹھارہ ہزار ہے۔ جن میں بارہ ہزار مسلمان ہیں۔ جو معزز قوم شیخ سے ہیں۔ کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ کیونکہ تمام ہندوستان میں تجارت کی وجہ سے مشہور ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ کہ یہاں مسلمانوں کی مالی حالت نہایت اچھی ہے۔ خصوصاً شیخ صاحبان نہایت متمول ہیں۔ ان لوگوں کے بیاہ شادی کے حالات بہنوں کی دلچسپی کے لئے قلم بند کرتی ہوں۔ یہاں شادی بالکل سادے طریقے پر کی جاتی

ہے۔ نکاح سے کچھ دن پہلے منگنی کی رسم ادا ہوتی ہے۔ کنبے سے باہر لڑکی دینے کا رواج نہیں ہے اس دن سسرال کی طرف سے لڑکی کے واسطے زیور۔ کپڑا۔ برتن۔ فرنیچر وغیرہ لڑکی کی ساس لے آتی ہے۔ اور منگنی کی رسم ادا ہو جاتی ہے۔ ادھر سے سمدھنوں کو حسب توفیق مٹھائی دی جاتی ہے۔ اور اسی وقت شادی کی تاریخ مقرر کر کے سمدھنیں واپس چلی جاتی ہیں۔ تاریخ زیادہ سے زیادہ آٹھ دس دن ہی کی مقرر کی جاتی ہے۔ لڑکے والوں کی طرف سے اسی دن یا دوسرے تیسرے روز شادی کی "بھاجی" تقسیم ہوتی ہے۔ یعنی بہت سا آٹا گوندھ کر اور کچھ آٹے کے پیڑے بنا کر جو بلا مبالغہ سیر تین پاؤ کے ہوتے ہیں۔ برادری میں تقسیم کر دئے جاتے ہیں۔ پھر دو تین بلکہ اس سے بھی زیادہ دنوں کے بعد صرف شوربا ہی تقسیم کرتے ہیں۔ بعض تو شادی سے چھ چھ ماہ پہلے ہی ان پیڑوں کے قرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ اب لیجئے برات۔ اپنے کنبے والے سب جمع ہو کر بیٹی والوں کے ہاں بالکل سادہ طریقے سے جاتے ہیں۔ نہ باجا نہ ڈھول تاشا۔ نہ ہمارے شہروں کی طرح دولہا کو سوانگ بناتے ہیں۔ جس طرح اور آدمی آتے ہیں۔ اسی طرح دولہا صاحب بھی تشریف لاتے ہیں۔ اور نکاح ہو جاتا ہے۔ نکاح کے بعد تمام آدمی مع دولہا کے واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ لڑکی والوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں

ہوتی۔ دوسرے دن سمدھی اور سمدھنیں آتے ہیں اور دلھن کو ڈولی میں بٹھا کر ہمراہ لے جاتے ہیں۔ ڈولی اُٹھانے والے باپ بھائی ہوتے ہیں۔ کوئی غیر نہیں ہوتا۔

لڑکی والوں کی طرف سے جہیز حسب توفیق مع اس سامان کے جو اس لڑکی کی ساس منگنی کے روز لے جاتی ہے۔ لڑکی کو دیدیا جاتا ہے۔ پھر دعوت ولیمہ ہوتی ہے۔ ہمارے شہروں کی طرح قورمہ ہے۔ نہ تنجن بریانی ہے۔ بلکہ صرف پلاؤ۔ زردہ اور وہ بھی خشک۔ تنوریا وغیرہ ساتھ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ انہیں یہ نہ سمجھیں۔ کہ روز اوّل سے ان کا طریقہ یہی ہے۔ یہ لوگ بھی ہماری طرح ہزاروں روپے شادی بیاہ میں برباد کر دیا کرتے تھے۔ مگر خدا نے ان کو ہدایت دی۔ اور انہوں نے اپنی انجمن قایم کرکے بے جا رسوم کو نکال دیا۔ اب وہی روپیہ جو ان خرافات میں خرچ ہوتا تھا۔ وہی انجمن میں دے دیا جاتا ہے۔

قابل تقلید امر یہ ہے۔ جو مجھے نہایت پسند ہے۔ دُلھن کا سامان وغیرہ ایک کمرے میں رکھ کر چابی دلھن کے حوالے کردی جاتی ہے۔ زیور کپڑا وغیرہ دلھن اپنے میکے میں رکھتی ہے۔ شادی کے دن شاید ہی دُلھن سُسرال میں کھانا کھاتی ہو۔ ورنہ اپنی تمام ضروریات میکے ہی سے پوری کرتی ہے۔ سسرال سے شادی کے بعد ہی خرچ مقرر ہو جاتا ہے۔ وہ سال بسال ملتا رہتا ہے۔ بچوں والی ہو جائے۔ تو اس لحاظ سے خرچ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ اگر نقد ملا۔ تو خیر۔ ورنہ جنس میں ملا۔ تو فروخت کر لیتی ہے۔ آئے دن کے جھگڑوں سے جو ساس بہوؤں میں ہوتے ہیں۔ نجات رہتی ہے۔ یہ بات بھی فخریہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ فلاں شخص نے اپنی بیٹی کو دس برس تک اپنے پاس سے کھلایا اور کسی نے پندرہ برس تک۔ غرض عیال دار بیٹوں کا بوجھ بڑے حوصلے سے اُٹھایا جاتا ہے۔ لطف تو یہ ہے۔ کہ بہو تو رہے میکے میں علیحدہ اور بیٹے کا کھانا ہمیشہ اپنی والدہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ یہاں کا رواج ہے۔

افسوس تعلیم نسواں کا چرچا یہاں بہت کم ہے۔ لڑکیوں کے واسطے ایک پرائمری اسکول ہے۔ جس کی طرف کچھ زیادہ توجہ نہیں۔ ہر چند تلاش کیا گیا۔ مگر مجھے تہذیبی بہن کوئی نہیں ملی۔ یقیناً یہاں کوئی بھی خریدار تہذیب نہیں۔ حالانکہ یہ بہت بڑا متمول شہر ہے۔ کم از کم ایک دو تو تہذیب کی خریدار ہونی ہی چاہئے تھیں۔ تہذیب تو کیا یہاں تک معلوم کیا گیا۔ کوئی بھی زنانہ رسالہ نہیں آتا۔ ایک بہن سے میری ملاقات ہوئی۔ جو رئیس زادیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ان سے تعلیم نسواں کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ تو فرمانے لگیں۔ کہ مجھے پڑھائی سے سخت نفرت ہے۔ میرے سامنے

تو کوئی کتاب کا نام بھی نہ لے ۔ میں اپنا سا منہ لیکر رہ گئی۔

ایک اور بہن سے اسی قسم کی گفتگو ہوئی۔ میں نے بہت زور دیا۔ کہ آپ پرائمری پاس ہیں۔ آپ ہی تہذیب نسواں کی خریدار بن جائیں۔ کیونکہ اگر عورتوں کے رسالوں میں سے پابند وقت اور مفید اخبار ہے تو وہ تہذیب ہی ہے۔ اسے آپ ضرور پڑھیں۔ اور ساتھ اخبار بھی دکھلایا۔ بہن موصوفہ نے یہ کہہ کر مجھے ٹال دیا۔ کہ ہمارے کنبے کی کوئی عورت یا لڑکی کسی رسالے کی خریدار نہیں۔ سب سے پہلے اگر میں ایسی جرأت کروں۔ تو نکو ہو جاؤں۔ اپنے پرائے نام دھریں۔ میں نے بہت کچھ سمجھایا مگر بے سود۔ تعلیم کی کمی کے باعث یہاں سلام تک کا بالکل رواج نہیں۔ ایک دفعہ ہمیں یہاں ایک گھرانے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جس وقت پہنچے۔ تو سب عورتیں پلنگوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ سلام دعا تو کجا۔ ہم نے سلام کیا۔ تو جواب تک ندارد۔ ہم کھڑی سوکھا کیں کسی نے بیٹھنے کا اشارہ نہ کیا۔ چاروں طرف دیکھا بیٹھنے کی جگہ نہ پائی۔ تو گھبرا گئے۔ ہمارے باورچی کی بیوی ساتھ تھی۔ اس نے کہا بہنوں کوئی بیٹھنے کی جگہ بتاؤ۔ بیویاں کھڑی تھک جائیں گی۔ اس کے کہنے سے گھر والی اٹھی۔ اور ایک چھوٹی سی کھٹولی لاکر بچھا دی۔ ہم اس پر بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے خود بخود ہم سے باتیں شروع کر دیں۔ والدہ صاحبہ سے پوچھنے لگیں۔ کہ ہمارے مرد تمہاری تعریف کرتے ہیں۔ کہ تم نے اپنی لڑکیوں اور لڑکے کو گھر ہی میں تعلیم دی ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟

والدہ صاحبہ نے کہا۔ تعلیم تو کیا۔ جو کچھ تھوڑی بہت بچوں کو ابجد و نشست و برخاست کی تربیت ماں کے لئے لازمی ہے۔ وہی میں نے بھی دی ہے۔

انہوں نے مذاقیہ کہا۔ کہ نشست و برخاست کی بھی کوئی تعلیم ہے؟ ہر ایک انسان بچے سے لے کر بوڑھے تک اٹھ بیٹھ سکتا ہے۔ والدہ کہنے لگیں۔ کہ یوں کہو۔ تو جانور بھی اٹھ بیٹھ سکتے ہیں۔ پیاری بہنو۔ جانور اور انسان کی نشست و برخاست میں بہت فرق ہے۔ آپ سوچئے۔ مہمان کو گھر بلانا۔ اور اس کی عزت کرنا تو درکنار سلام کا جواب تک نہ دینا۔ آپ پلنگوں پر ڈٹے رہنا۔ اور مہمانوں کو جگہ تک نہ دینا۔ اور آپ اندر ہی اندر مسکرانا کہاں کی آدمیت ہے؟ اگر آپ کو نشست و برخاست کے قاعدے معلوم ہوتے تو آج آپ اس طرح پیش نہ آتیں۔ یہ سب قلت تعلیم کے سبب سے ہے۔ اس پر وہ کہنے لگیں۔ کہ ہم لوگوں میں سے خیر سے ہر ایک پانچ پانچ جماعت تک تعلیم یافتہ ہے۔ کیا اس سے بھی زیادہ لڑکیاں پڑھتی ہیں؟

والدہ۔ اس زمانے میں پرائمری پاس بھی کسی شمار میں ہیں؟ اگر کوئی آسان سی کتاب ان کے ہاتھ میں دیدی جائے۔ تو وہ پڑھ نہیں سکتیں۔ اگر کوئی

الٹا سیدھا لفظ پڑھ بھی لیا۔ تو مطلب کے واسطے
مُنہ تکنے لگ جاتی ہیں+ اس بات سے بُرا نہ مانو
ہیں جو کچھ کہہ رہی ہوں۔ آپ لوگوں کی بہبودی کے
واسطے کہہ رہی ہوں۔ آپ لوگوں کو چاہئے۔ کہ
مطالعہ کو جاری رکھیں۔ تاکہ آپ کی معلومات وسیع
ہوتی رہیں+

صاحب خانہ۔ تم ہی بتاؤ۔ کہ وہ کون کتابیں
ہیں۔ جو لڑکیاں اور عورتیں پڑھیں ؟
والدہ صاحبہ نے کہا۔ ایک نہیں ہزاروں عورتوں
کے رسالے ہی کیا کم ہیں۔ وہی اگر عورتیں اور
لڑکیاں جاری کروالیں۔ تو کئی کتابوں سے بہتر
ہیں۔ مثلاً تہذیب نسواں۔ عصمت۔ سہیلی۔ النساء
وغیرہ وغیرہ+ کتابیں بھی بہت اچھی صرف عورتوں
کے فائدے کے واسطے لکھی ہوئی ہیں+ محترمہ محمدی
بیگم صاحبہ مرحومہ و نذر سجاد حیدر صاحبہ و مسز
الف۔ ظ حسن صاحبہ کی کتابیں قابل دید ہیں۔ وہی
آپ منگوائیں+ جواب ملا "سوچیں گے"+

افسوس ہے۔ مرد تعلیم نسواں کی طرف بالکل
توجہ نہیں کرتے۔ وہ بے چاریاں خود تو کچھ کر نہیں
سکتیں۔ اور نہ انہیں اپنے تنزل کا احساس ہے+
میں کوشش کر رہی ہوں۔ کہ کچھ بہنیں تہذیب نسواں
کی خریدار ہو جائیں۔ تو تہذیبی انجمن عورتوں کی
اصلاح کے واسطے قایم کردوں گی+

محمودہ اختر بنت خواجہ محمد عباد اللہ اختر۔ شیخوپورہ

پُل درونتہ

افغانستان کی سمت مشرقی میں ایک نرالی
وضع کا پُل ہے۔ عجیب بات اس میں یہ ہے
کہ دریا کابل اور بے ستون+ یہ دریا کا پل سڑک
نعمان پر دامن کوہ میں بنا ہوا ہے+ اس پل کو
حبیب اللہ خان سابق امیر افغانستان نے تعمیر
کرایا تھا+ مجھے بھی اس کے دیکھنے کا شوق تھا۔
آج ۲۵ مارچ کو ہمارا ارادہ جانے کا ٹھہرا+ بعد
فراغت از نماز ظہر موٹر منگوایا گیا۔ اور ہم تیار ہو کر
تقریباً تین بجے جلال آباد سے روانہ ہوئے۔ اور
نصف گھنٹے کے بعد پُل مذکورہ پر موٹر جا پہنچی وہاں
کے نظارہ کا کیا کہا جائے۔ کہ کنارہ دریا۔ دامن کوہ
موسم بہار اور اس پر طرہ یہ کہ ماہ رمضان۔ وقت
عصر+ طرح طرح کی سبزیاں اس ترکیب سے لگائی
گئی ہیں۔ کہ گویا شاہی محل کے زینۂ خاص پر سبز
مخمل کا فرش کیا ہوا ہے۔ اور اس پر آفتاب غروب
ہونے والے کی کرنیں ٹھنڈی ٹھنڈی موسمی ہوا
کے مزے لے لے کر پڑ رہی تھیں+ کیا کہوں اس کا
لطف دیکھنے والا ہی اٹھا سکتا ہے+ پُل کے
سرے کے قریب اونچے پہاڑ پر نظر ڈالنے سے
ایک تختۂ سنگ مرمر پر کچھ لکھا ہوا دکھائی دیا+
بغور دیکھنے سے ذیل کی عبارت فارسی زبان
میں لکھی ہوئی نظر آئی۔ جس کے پڑھنے سے پُل کے

متعلق حالات معلوم ہوئے۔ عبارت یہ تھی:۔

"چوں اعلیٰ حضرت سراج الملت والدین امیر حبیب اللہ خاں غفرانی بارک زائی محمد زائی دریں موضع کہ موسوم است بدرونتہ بر ساختن ایں پُل حکم فرمودند۔ لہذا در سن ۱۳۲۷ ہجری حسب الامر ہمایونی بمہندسی مسٹر جی آر ہیلیڈی انگلیس صورت اختتام پذیر یافت۔"

دور پہاڑ کی چوٹی پر کچھ سبزہ معلوم ہوا۔ سبزہ کی کشش ہم کو وہاں لے چڑھی۔ آخر ہم بمشکل تمام وہاں جا ہی پہنچے۔ ہمارا خیال تھا۔ شاید وہاں چشمہ ہوگا۔ جس کی وجہ سے آبادی نظر آ رہی ہے۔ وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ سبز سبز نارنجوں کے درخت اور انجیر و بید کے درخت نہایت خوبصورتی سے لگے ہوئے ہیں۔ جن کے نیچے طرح طرح کے پھولوں کی کیاریاں چھوٹی چھوٹی با ترتیب پہاڑی طرز کی یعنی سیڑھی نما بنی ہیں۔ وگرداگرد کے پہاڑوں کی بلندی و خشکی نے اس مختصر سے سبزے اور رنگا رنگ کے حسن کو دوبالا کر رکھا تھا۔ ذرا اُدھر اوپر چڑھنے اور اِدھر اُدھر پھرنے سے ایک چھوٹا سا نل دکھائی دیا۔ جس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی بہتا تھا۔

مزید تحقیقات سے معلوم ہوا۔ کہ اوپر ایک چھوٹا سا چشمہ ہے۔ جس میں سے باغیچہ کے لئے پانی لایا جاتا ہے۔ لیکن اب پانی بہت کم ہوگیا ہے۔ اس باغیچے اور پانی کا انتظام بھی امیر حبیب اللہ خاں نے ہی کرایا تھا۔ وہاں کا لطف اٹھاتے ہوئے ہم نیچے پہنچے۔ اور پُل پر گئے۔ یہ جگہ بھی نہایت دلفریب ہے۔ اِدھر اُدھر بلند پہاڑ ہے۔ وہاں سے دریا گزرتا ہے۔ پانی کی رفتار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں بہت گہرائی ہوگی۔ کیونکہ پہاڑوں میں دریا بہت شور کے ساتھ بہتے ہیں۔ مگر یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا بند پانی کھڑا ہے۔ اس پر پل بنا ہوا ہے۔ پُل قریباً تیس بتیس گز لمبا ہوگا۔ اور چھ موٹی آہنی زنجیروں کے ذریعے جو ہر دو طرف دامن کوہ میں بندھی ہوئی ہیں آ ہوا میں آویزاں ہے۔ اوپر چلنے سے تھوڑا تھوڑا جھولے کی طرح حرکت کرتا ہے۔ ویسے بھی جب ہوا تیز چلتی ہے۔ تو جھولنے لگتا ہے۔ اوپر سے گھوڑا گاڑی اور موٹر کار بھی گزر سکتی ہے۔ ایک طرف چھوٹا سا محصول خانہ بھی ہے۔ وہاں چُنگی لینے والا بیٹھا ہے۔ چھ پیسے فی نفر محصول ہے۔ نیز پل ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج ہی بنا ہے۔ اس جگہ آکر ہم نے ماہی کا شکار کیا۔ دریا میں گولہ ڈالا گیا۔ بہت سی مچھلیاں پکڑی گئیں۔ شام ہوگئی تھی۔ وہاں سے گھر کو لوٹے۔ روزہ افطار کے وقت گھر پہنچ گئے۔

خاکسار اہلیہ ڈاکٹر عبدالمجید اسسٹنٹ سرجن
جلال آباد افغانستان
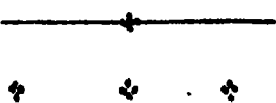
مدرسہ نسواں علی گڑھ

اس مدرسے کو جاری ہوئے اب عرصہ بیس سال کا ہوگیا۔ اور اس کو اعلیٰ پیمانے پر قایم کئے ہوئے بھی ۱۲ سال ہوئے۔ قوم اس کی حالت سے بے خبر تو نہیں ہے۔ مگر غافل ضرور ہے۔ ۱۰۰۰ میں سے ۹۹۹ آدمی ایسے ملیں گے۔ جو لڑکیوں کی تعلیم کی ضرورت اس وقت تک محسوس نہیں کرتے ہیں۔ یہ مدرسہ اپنا کام کئے جاتا ہے۔ درجہ بدرجہ اس کو ترقی دے کر انٹرمیڈیٹ تک پہنچا دیا ہے۔ گورنمنٹ اور مسلمان ریاستوں کی فیاضی سے مدرسہ اس درجہ کو پہنچا ہے۔ قوم کی ہمدردی دلچسپی اور فیاضی کا اس میں بہت کم حصہ ہے۔ لیکن ہم کسی کو ملزم قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی قوت کے انحطاط کے زمانے میں عورتوں کی تعلیم و تربیت اور حقوق کے متعلق جو خیالات فاسد پیدا ہو گئے تھے۔ ان کا ازالہ رفتہ رفتہ ہی ہوگا۔ ایک دن میں نہیں ہو سکتا لیکن خدا کا شکر ہے۔ کہ مسلمانوں کے ایک طبقے میں تعلیم کا خیال پیدا ہوگیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مدرسہ نسواں کا بورڈنگ ہوس جو اکثر خالی رہتا تھا۔ وہ اب قریب قریب پُر ہوگیا۔ اب دوسرے بورڈنگ ہوس کی تیاری کی فکر ہے۔ اگر عرصہ سال ڈیڑھ سال میں دوسرا بورڈنگ تیار نہ ہو جائے گا تو پھر داخلہ کی گنجائش نہ رہے گی۔

گورنمنٹ نے بورڈنگ ہوس کی تیاری کے لئے نصف خرچہ دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ بورڈنگ ہاؤس ایک لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوگا۔ پچاس ہزار روپیہ اگر ہم خود جمع کر سکے۔ تب گورنمنٹ سے پچاس ہزار روپے ملیں گے۔ قوم کے سامنے اس سے قبل بھی متعدد مرتبہ اپیل کیا گیا لیکن کسی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اب پھر اپیل کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کسی صاحب دل قومی بزرگ کے دل میں خیال پیدا ہو۔ اور وہ مدرسے کی موجودہ ضرورت میں اپنے پاس سے حصہ لے سکیں۔ یا اپنے احباب سے کچھ دلوا سکیں۔ اسی امید پر ہم نے یہ اپیل قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔

مدرسے کی تعلیم و تربیت کے بارے میں ہم کو وقتاً فوقتاً سارٹیفکیٹ ملتے رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ اپنے ہاتھ میں کوئی اخبار نہیں ہے۔ اس لئے سب تحریروں کا شائع کرنا دشوار ہے۔ لیکن جن والدین نے بعد آزمائش کے مدرسے کو اس قابل پایا۔ کہ وہ اس کی تعلیم و تربیت کی خوبیوں کی تصدیق کریں۔ ان کی تحریریں بہت زیادہ مفید اور موثر ہوتی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک تحریر ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

از چودھری نور محمد صاحب میڈیکل پریکٹیشنر موضع ڈھولن لاہور
بنام سکرٹری مدرسہ نسواں۔ علی گڑھ

مکرم و معظم بندہ جناب سکرٹری صاحب مدرسہ نسواں علی گڈھ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ میں نے ۱۹۱۸ء میں اپنی بڑی لڑکی زینب بی بی کو معرفت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب واسطے حصول تعلیم علیگڈھ گرلس اسکول بھیجا تھا چنانچہ ۱۹۲۱ء میں زینب بی بی مڈل پاس کر کے گھر واپس آگئی۔ اب وہ نہایت خوش حال۔ سلیقہ شعار۔ مہذب اور کمال درجے کی تربیت یافتہ ہوگئی ہے۔ زینب بی بی کی تہذیب کو دیکھ کر برادری کے دیگر لوگ بھی جو لڑکیوں کی تعلیم کے سخت مخالف تھے۔ اب شائق ہوتے جاتے ہیں۔ لڑکیوں کی یہ خوبی محض گرلز اسکول علی گڈھ پر منحصر ہے۔ صد نہ پنجاب میں جابجا گرلز اسکول ہیں۔ مگر وہاں نہ وہ تعلیم ہے۔ نہ وہ تربیت ہے۔ جناب کے اسکول میں دنیا و دین دونوں حاصل ہو جاتے ہیں۔ بہرحیث جناب کا وجود باعث فخر اور باعث شکر ہے۔ خداوند کریم جناب کو اس کوشش کا صلہ عطا فرمائے گا۔ جو قوم کی بہتری کے واسطے جناب محنت فرما رہے ہیں۔ (خط ختم)

میں اس میں اپنی جانب سے اَور کچھ اضافہ کرنا نہیں چاہتا۔

خاکسار عبداللہ

آنریری سکرٹری مسلم گرلز ہائی اسکول انٹرمیڈیٹ کالج علی گڈھ

فیلبحر شیخ صاحب محترم یہ نہ فرماتیں۔ کہ اپنے ہاتھ میں کوئی اخبار نہیں ہے۔ وہ تہذیب نسواں کو اپنا ہی اخبار سمجھیں۔ اور شوق سے اس سے وہی خدمت لیں۔ جو اپنے اخبار سے لیتے۔

رات کی گھنٹی

شہر نیو یارک (امریکہ) کے الیسٹ اینڈ محلے میں بوڑھے بارنس کا ایک مختصر سا دواخانہ تھا۔ چونکہ بعض اوقات رات کے وقت بھی مریض دوا وغیرہ لینے آتے تھے۔ اس لئے بارنس نے دروازے پہ ایک گھنٹی لگا دی تھی۔ جب کبھی کوئی شخص رات کے وقت دوا لینے آتا۔ تو اس گھنٹی کو بجاتا تھا۔ اور بوڑھا اُٹھ کر دروازہ کھول دیتا تھا۔ اور ان کی حاجت کو پورا کرتا تھا۔ ایک رات کو بوڑھے بارنس کی طبیعت ناساز تھی۔ اس لئے اس نے اپنے اکلوتے بیٹے جارج کو رات کی ڈیوٹی پر لگا دیا۔ اگرچہ جارج نوجوان اور تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ مگر اس میں ایک بڑا نقص یہ تھا۔ کہ بعض اوقات حد سے زیادہ شراب پی لیتا تھا۔ اور اسے دنیا و مافیہا کا ہوش نہ رہتا تھا۔ بوڑھے بارنس نے اسے بہتیرا سمجھایا۔ مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ اس خاص رات کو بھی اس نے اپنے باپ کی غیر موجودگی میں خوب شراب پی لی۔ اور دواخانہ میں ایک کرسی پر دراز ہوگیا۔ اور تھوڑی دیر میں خراٹے لینے لگ گیا۔ اتنے میں اچانک گھنٹی بجی۔ مگر اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔

آخر جب تین چار دفعہ زور سے اور دیر تک گھنٹی بجتی رہی۔ تو یہ بڑبڑاتا ہوا اٹھا۔ اور دروازہ کھولا۔ بارش بڑے زور سے پڑ رہی تھی۔ اور ہوا بھی نہایت تیزی سے چل رہی تھی۔ اس نے دیکھا۔ کہ دروازہ کے باہر ایک خورد سال لڑکی چھتری ہاتھ میں لئے ایک طرف کو سہمی کھڑی ہے۔ جارج نے کرخت آواز میں پوچھا۔ کہ کیوں کیا چاہئے۔ جو اس آدھی رات کو آکر مجھے تکلیف دی ہے؟

لڑکی نے ایک کمزور اور سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ کہ میرا ننھا بھائی پیٹ کے درد میں مبتلا ہے۔ اور میری ماں نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ آپ سے تھوڑا سا سونف کا تیل خرید کر لاؤں"۔

یہ سُن کر جارج نے اُسے اندر آنے کو کہا۔ اور وہ بے چاری ڈرتی اندر داخل ہوئی۔ جارج نے شراب کے نشے ہی میں دوائیوں کی الماری کھولی اور ایک شیشی نکال کر اس میں سے تھوڑا سا تیل" ایک اَور چھوٹی شیشی میں ڈال کر اور کارک لگا کر لڑکی کے ہاتھ میں دیا۔ لڑکی دوا لے کر چلی گئی۔ کوئی پانچ منٹ کے بعد جارج نے سگرٹ سلگانے کے لئے دیا سلائی میز پر سے اُٹھائی۔ تو اچانک اس کی نگاہ اس شیشی پر جا کر اٹک گئی۔ جس میں سے اس نے دوائی ڈال کر اس خورد سال لڑکی کو دی تھی۔ دس سکنڈ میں اس کا تمام نشہ کافور ہو گیا۔ اور اس کے منہ سے بے اختیار ایک چیخ نکل گئی۔ اس نے شیشی کو اٹھا کر لیمپ کے سامنے کر کے دیکھا تو اس پر "گندھک کا تیزاب" لکھا ہوا تھا۔ وہ دوڑا ہوا الماری کی طرف گیا۔ تو سونف کے تیل کی شیشی اسی طرح وہاں پڑی تھی۔ چونکہ یہ دونوں شیشیاں آپس میں بہت ملتی جلتی تھیں۔ اس نے غلطی سے اس سونف کے تیل کی بجائے گندھک کا تیزاب دیدیا تھا۔ یہ خیال کر کے اس کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ اور اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے۔ وہ بھاگا بھاگا سڑک پر گیا۔ مگر لڑکی کا کچھ پتہ و نشان نہ تھا۔ اتنے بڑے شہر میں خبر نہیں۔ وہ کہاں غائب ہو گئی۔ اب اگر وہ پولیس کو بھی اطلاع دے۔ یا اگر اس محلے کے گھر گھر جا کر بھی تلاش کرے۔ تب بھی بالکل بے سود تھا۔ کیونکہ اغلباً اس وقت تک اس کی ماں نے وہ گندھک کا تیزاب غلطی سے اس کے ننھے بھائی کو پلا دیا ہوگا۔ اور اس معصوم کا منہ حلق اور معدہ تیزاب سے جل گیا ہوگا۔ اور غالباً وہ جانکنی کی حالت میں ہوگا۔ یہ خیال کر کے اس نے اپنا سر پیٹ لیا۔ اور بے اختیار رونے لگ پڑا۔ مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ ناچار اندر جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور دل میں خیال کیا۔ کہ اغلباً صبح کو اس لڑکی کی ماں روتی پیٹتی آئے گی۔ تو یہ اپنے قصور کا اعتراف کر لے گا۔ اور ہر ممکن ذریعے سے اس کی تلافی کی کوشش کرے گا۔ مگر ایک مصمم عہد اس نے اپنے دل میں کیا۔ کہ آئندہ وہ

کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگائے گا۔ ابھی وہ انہی خیالات پریشان میں منہمک تھا۔ کہ اچانک رات کی گھنٹی نہایت مدہم آواز سے بجی۔ اس نے خیال کیا۔ کہ اغلباً وہ لڑکی اسے اپنے بھائی کی موت کی خبر سنانے آئی ہے۔ یا ممکن ہے۔ مزید مدد طلب کرنے آئی ہے۔ وہ فوراً بھاگا بھاگا گیا۔ اور دروازہ کھول کر دیکھا۔ تو وہی خورد سال لڑکی کھڑی رو رہی ہے۔ اور اس کے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔ اس نے درد بھری آواز میں پوچھا کیوں منی۔ کیا تمہارا بھائی فوت ہوگیا؟ اور یہ کہتے کے ساتھ ہی اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ مگر لڑکی نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ نہیں جناب! میں جب دوا لیکر جا رہی تھی۔ تو اپنی گلی میں جا کر میرا پاؤں پھسل گیا۔ اور میں گر پڑی۔ اور وہ دوا کی شیشی گر کر ٹوٹ گئی۔ اس لئے میں ڈر کے مارے گھر نہیں گئی۔ کہ میری ماں مجھے سزا دے گی۔ پھر اس نے روتے ہوئے کہا۔ کہ کیا آپ مجھ پر رحم کرکے مجھے وہی دوا بغیر قیمت لئے نہیں دے سکتے۔ میں آپ کی بہت مشکور ہوں گی۔ جارج نے خوشی کا ایک نعرہ مارا۔ جس سے وہ بیچاری لڑکی چونک پڑی۔ اور لڑکی کو گود میں اٹھا کر اندر لے گیا۔ اور فوراً دوسری شیشی میں اصلی سونف کا تیل ڈال کر اور کاغذ میں لپیٹ کر لڑکی کو دیا۔ اور ساتھ ہی اس کے چار آنے کے پیسے بھی واپس دیدئے۔ اور کہا۔ کہ یہ میں تمہیں رات کے وقت اس قدر تکلیف اُٹھانے اور اپنے بھائی کی خدمت کرنے کی وجہ سے انعام دیتا ہوں۔ اس واقعہ کو عرصہ گزر گیا۔ مگر وہ خورد سال لڑکی اب تک حیران ہے۔ اور اپنی ماں سے بار بار پوچھتی ہے۔ کہ کیا وجہ ہے۔ جارج اس کو بجائے جھڑکنے کے اس پر اس قدر مہربان ہوگیا۔ یہی نہیں بلکہ بوڑھا بارنس بعض اوقات بڑی حیرانی اور تعجب کے ساتھ اپنا سر کھجاتا ہے۔ اور سوچتا ہے۔ کہ وہ کیا معجزہ تھا۔ جس نے جارج کو اچانک شراب سے اس قدر متنفر کر دیا۔ مگر جو کیفیت جارج پر اُس رات طاری ہوئی تھی۔ وہ اس کا دل ہی جانتا ہے۔ (ماخوذ)

خاکسار ممتاز احمد فاروقی امرتسر

مریض فنڈ

محترمہ مصری رحمان بیگم نے جس مریض کے لئے چندہ جمع کرنے کی درخواست کی تھی۔ اس پر تہذیبی بہنوں نے جو چندہ بھیجا۔ اس کا حساب آج تک حسب ذیل ہے۔

مس بابو عبدالستار صاحب کراچی	عمار
بابو محمد حسین صاحب کراچی	عمار

بخانہ تاج محمد خاں صاحب کوئٹہ	صہ ر
اہلیہ محمد حسین خاں صاحب جالندھر	عہ ر
مس اقبال خاتون سیونی	عہ ر
بیگم مولوی عبدالرشید خاں چمن	صہ ر
فضل کریم خاں صاحب راولپنڈی	عہ ر
بنت ظفر حق صاحب حیدرآباد دکن	۲
اندرون خانہ شیخ غلام قادر چیچہ وطنی	۲
ہمشیرہ انوار الحق ہوشیار پور	سے ر
مسز فیض اللہ خاں کانپور	سے ر
آمنہ بیگم صاحبہ راجکوٹ	مے
مسز ایم اے صبور فتح گڑھ	مے
اُمت الرضا صاحبہ چیلوال	لعہ
اہلیہ محمد حسین صاحب صدیقی کارنجہ	صہ ر
بیگم محمد برکت اللہ صاحب درگ	سے ر
مسز منظور حسین منٹگمری	عہ ر
منی برادرس سیالکوٹ	۲
اہلیہ محمد حنیف باغ نصرت پور	للعہ
دختر محمد شفیق خاں صاحب جاورہ	صہ ر
بیگم محمد افضل صاحب سورت	۲ر
اعجاز احمد خاں خانصاحب۔ برگڑ	۲
مسز ایم این جان سپرنٹنڈنٹ پولیس ناسک	صہ ر
مسز حاجی محمد صالح خاں صاحب علی گڑھ	صہ ر
میزان	ماعہ

خاکسار سید ممتاز علی

محفل تہذیب

کرمی جناب منیجر صاحب قبلہ۔ تسلیم۔ بجواب استفسار محترمہ ا۔ب صاحبہ عرض ہے۔ کہ لیگ ہارن مرغیوں کے بچے اس طرح نکلوائے جاتے ہیں۔ جس طرح معمولی دیسی مرغیوں کے۔ صرف فرق اتنا ہے۔ کہ لیگ ہارن کے بچے نکلوانے میں اگر ذیل کی احتیاط کی جائے۔ تو بہتر ہے۔

۱۔ جن انڈوں میں سے بچے نکلوانے کا ارادہ ہو۔ ان کو اس موسم میں بند صندوق میں نہ رکھنا چاہئیے۔ بلکہ ہوادار جگہ میں رکھنا چاہئیے۔ مثلاً کسی بے ڈھکنے کے بکس میں۔

۲۔ چونکہ موسم اب گرم شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے مرغی کو ایسی جگہ بٹھانا چاہئیے۔ جو ہوادار ہو۔ مثلاً کسی کونے میں گڑھا کھود کر اس میں گھانس بچھا کر انڈوں کو تھوڑی چولھے کی راکھ پر رکھ دیں۔ اور اوپر سے ٹوکری ڈھکیں۔ جس میں کافی ہوا آ جا سکے۔ مرغی کو قریب دس منٹ کے لئے کھولنا ضروری ہے۔ اور انڈوں کو ہلانے سے بھی بچے نہیں نکلتے۔ لیگ ہارن کے انڈوں کی زردی تھوڑا ہلانے سے بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ بہتر ہے۔ کہ انڈوں کو اس زمانے میں بالکل نہ چھوا جائے۔ میں نے اس ترکیب سے ہر موسم میں بچے نکلوائے ہیں۔ اور ہمیشہ بچے خوب نکلے ہیں۔ اس موسم میں بھی میں نے ۲۰ بچے

سنید لیگ ہارن کے چار مرغیوں سے نکلوائے ہیں۔ علی گڑھ میں نمائش کے موقع پر اس سال بھی مرغی اور کبوتروں پر انعام ملا ہے + پانچ انڈے مسز زوکس صاحبہ نے لبطور انعام دئے تھے + میرے یہاں پانچوں بچے نکل آئے۔ اور اب بھی تندرست ہیں حالانکہ یہ انڈے لکھنؤ پولٹری ہاؤس سے آئے تھے +

حسین احمد رضوی

کیا کوئی بھائی یا بہن مجھے کسی ایسی اُردو کتاب کا پتہ دے سکتے ہیں۔ جس میں کتوں کی پرورش ان کی حفاظت اور تربیت وغیرہ کے متعلق ہدایات ہوں؟ کتاب کا نام اور قیمت اور یہ کہ کہاں سے مل سکتی ہے۔ بذریعہ تہذیب اطلاع بخشیں + خاک

خ - ن - لاہور

جناب منیجر صاحب قبلہ آداب عرض + ۱۲ مارچ کے تہذیب میں ایک بہن نے کسی ایسی کمپنی کا پتہ دریافت فرمایا ہے۔ جو پرانے استعمال شدہ ٹکٹ خریدتی ہو۔ سو بہن صاحبہ کو معلوم ہو۔ کہ کمپنی مذکور کا پتہ مندرجہ ذیل ہے۔ آپ ان سے خط و کتابت کریں + پتہ یہ ہے:-

کدار ناتھ ۷۰ ۲۸ گلی بیری والی محلہ املی - دہلی

راقمہ گ - ن کپور تھلہ

جناب منیجر صاحب تہذیب نسواں - لاہور - ۱۲ - اپریل کے تہذیب میں ٹکٹوں کی بابت ایک مضمون چھپا تھا + ہماری کمپنی ایسے ٹکٹ جو غیراز ہندوستان ہوں - اور ایک ہی ملک کے نہ ہوں - چھ آنے فی سیکڑہ کے حساب سے خریدتی ہے۔ بشرطیکہ ٹکٹ پھٹے ہوئے اور ان کا رنگ نہ گیا ہو + اگر آپ کو یہ منظور ہو۔ تو جس قدر بھی ٹکٹ آپ کے پاس ہوں بھیجدیں - اور بذریعہ خط و کتابت طے کرلیں + ٹکٹ ایک کاپی میں ورقوں پر گوند سے چپکا کر بھیجنے ہونگے

منیجر حاجی گل محمد کمپنی قایم شدہ ۱۹۱۵ء + خط و کتابت ذیل کے پتے پر کی جائے ؛

Haji Golmohamad & Co.
Palli Road Bandra
Bombay

جناب مولوی صاحب قبلہ - آداب عرض + بہن عابدہ خاتون صاحبہ نے جو نعت تہذیب میں لکھی ہے نہایت اچھی اور پُر درد نعت ہے۔ آپ مہربانی کر کے ان سے پوچھ دیجئے۔ کہ انہوں نے یہ نعت کسی ریکارڈ سے نقل کی ہے۔ تو از راہ کرم اس ریکارڈ کا نمبر تحریر فرمائیں + اس تکلیف کی بہت ہی مشکور ہوں گی

مس اشتیاق علی

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

چین میں تحریک آزادیٔ نسواں

تحریک آزادیٔ نسواں کے سلسلے میں چین کے صوبہ ہوپیہ میں پچھلے دنوں عورتوں نے جو اشتہار تقسیم کیا۔ ذیل میں اس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے *

ہم ہوپیہ کی عورتیں کئی ہزار برس سے سیاسی اقتصادی اور قانونی زیادتیوں کا شکار ہو رہی ہیں۔ شائستگی۔ اخلاق۔ اور رسم و رواج نے ہمیں بے بس کر رکھا ہے * مدتیں گزریں۔ کہ انسان ہونے کی حیثیت سے ہمیں جو حقوق حاصل ہونے چاہئیں تھے۔ ہم انہیں کھو بیٹھی ہیں * اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم نے جدوجہد نہ کی ہمیں معلوم نہ تھا۔ کہ حقوق حاصل کرنے کے لئے کس طرح متفق ہو تے۔ کوشش کرتے اور مرمٹتے ہیں *

کئی ہزار برس سے ہم سوسائٹی کا ایک بے کار حصہ ہیں۔ لیکن اب کہ انقلاب بڑھتا بڑھتا ہوپیہ تک آن پہنچا ہے۔ اور قومی حکومت کا دور دورہ ہو رہا ہے۔ ہم چاہتی ہیں۔ کہ اس خیال سے اس کا خیر مقدم کریں۔ کہ اس حکومت کے ارکان لوگوں کے پسندیدہ افسر ہیں * انہوں نے لوگوں کو مصائب تکالیف سے آزاد کر دیا ہے۔ اور ان کا مقصد لوگوں کی بہتری اور بہبودی ہے * ہمارے دکھوں اور ہماری مصیبتوں کی کوئی حد نہیں۔ اور ان نئے افسروں سے ہماری جو امیدیں وابستہ ہیں۔ وہ بے شمار ہیں * ہمیں امید ہے۔ کہ وہ ہم کو مردوں کے برابر سیاسی اور اقتصادی حقوق عنایت کریں گے۔ ان قوانین پر نظر ثانی کریں گے۔ جو مردوں اور عورتوں کے لئے مساوات کے اصول پر نہیں بنائے گئے * ان تمام قوانین کو منسوخ کر دیں گے۔ جو عورتوں کی ترقی کے سد رہ یا کسی طرح عورتوں کے لئے مضر ہیں۔ اور مصنوعی اخلاق اور بیہودہ رسم و رواج کی ان زنجیروں کو توڑ ڈالیں گے جنہوں نے اب تک عورتوں کو جکڑے رکھا ہے * ہمیں خصوصیت سے امید ہے۔ کہ کیونینگ ٹینگ کی تجاویز پر عمل پیرا ہو کر جدید حکومت عورتوں کو مکمل اقتصادی۔ سیاسی اور قانونی حقوق دلوانے اور مردوں اور عورتوں میں مساوات پیدا کرنے میں بہت امداد دے سکتی ہے *

اے ہوپیہ کی عورتو! آزادی اور مساوات حاصل کرنے کا یہی موقع ہے۔ ہم ہرگز اس موقع

ہاتھ سے نہ گنوائیں گی۔ سیاسی آزادی کی جدوجہد کے دوران میں ہم چاہتی ہیں۔ کہ اپنی تنظیم کریں اور اپنے آپ کو مضبوط بنائیں۔ ہم اپنی قابلیت کو ترقی دینا چاہتی ہیں۔ کہ ہم تحریک نسواں کے علم کے نیچے کھڑی ہو سکیں۔ اور اپنے جائز حقوق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر سکیں۔ اسے بہنو! ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اتفاق میں طاقت ہے۔ ہمارے لئے مناسب ہے۔ کہ ہم سب متفق ہو کر چشم براہ رہیں۔ کہ حکومت عورتوں کو سیاسی آزادی دیتی ہے یا نہیں۔ تاکہ جس نیک کام کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ تمام ملک کی عورتیں اس سے مستفید ہو سکیں۔

پرانے قوانین کو مٹا ڈالو!

نیا آئین بناؤ!

جائداد میں عورت کا حق مقرر کرو!

پیر باندھنے کے خلاف قانون بناؤ!

ملک میں توسیع تعلیم نسواں کی تحریک کو ترقی دو!

عورتوں کے لئے ایک قانونی مدرسہ قائم کرو!

عورتوں کو فروخت کرنے اور دوسری عورتوں کو گھر میں ڈالنے کے لئے جرمانہ مقرر کرو!

پرانے مصنوعی اخلاق اور بیہودہ رسم ورواج کے ٹکڑے اڑا دو!

شادی اور طلاق میں آزادی حاصل کرو!

کسانوں۔ مزدوروں اور عام عورتوں کے لئے ابتدائی تعلیم کے مدارس قایم کرو!

جہاں تک ممکن ہو۔ تمام انجمنوں کو معاشری اصلاح کے کام میں مصروف کرو!

بچے اندھیرے میں

جب سے تعلیم وتربیت اطفال کا چرچا عام ہوا ہے۔ اس وقت سے بعض روشن خیال لوگوں کا یہ رویہ ہو گیا ہے۔ کہ انہیں بچے کی جو خواہش اپنی عمر اور تجربے کے معیار پر معقول معلوم نہیں ہوتی۔ اسے قطعی پورا نہیں کرتے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ بچے رات کے وقت کسی اندھیرے کمرے میں جانے سے بہت ڈرتے ہیں لیکن تعلیم یافتہ ماں باپ ان کے اس خوف کو بے معنی سمجھ کر انہیں روشنی ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اندھیرے میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ یونہی جانا ہوگا۔

لیکن نفسیات اطفال کے ماہرین کی رائے ہے۔ کہ اس قسم کا اصرار نہ صرف ماں باپ کی حماقت ہے۔ بلکہ ظلم بھی ہے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ کبھی وہ بھی بچے تھے۔ اور اندھیرے میں جانے سے ڈرتے تھے۔ بچے محض شوخی کی وجہ سے اندھیری جگہوں میں جانے سے انکار نہیں کرتے۔ بلکہ حقیقت میں انہیں خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور پھر بچے کی طبیعت میں اس قسم کا

جو خوف جاگزیں ہوتا ہے۔ وہ ماں باپ کے اصرار کرنے اور انہیں بار بار اندھیرے میں بھیجنے سے رفع بھی نہیں ہوتا۔ علاوہ بریں کئی مرتبہ اس قسم کی زبردستیوں کا ایسا سخت اور مضر اثر بچے کے نازک دماغ پر پڑا ہے۔ کہ پھر بڑی عمر میں بھی رفع نہیں ہو سکا ۔

اندھیرے میں ڈرنے کی کیا بات ہے ۔ پوچھنے سے کچھ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ بچہ اس بے معنی سوال کا کچھ جواب نہیں دے سکتا لیکن دل میں سمجھتا ہے۔ کہ اندھیرے میں کوئی ایسی چیز ہے۔ جس کے متعلق اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ ڈراتی ہے ۔

بچے کے دل میں اگر اس قسم کا خوف ہو۔ تو اسے شرمندہ کر کر کے ایسی صورت پیدا نہیں کر دینی چاہئے۔ کہ اسے اپنا خوف ظاہر کرنے کی بھی جرات نہ رہے۔ اس کے نتائج نہایت قابل افسوس نکلتے ہیں مناسب یہ ہے۔ کہ بچہ بن کر اسے سمجھایا جائے۔ ماں باپ خود اس کے ساتھ اندھیرے کمرے میں جائیں اور یوں رفتہ رفتہ اس کا خوف دور کر دیں۔ تربیت اطفال میں سب سے ضروری بات یہ ہے۔ نہ بچے کی کمزوریوں کو سمجھ کر ہمدردانہ نصیحت سے کام لیا جائے ۔

خوشبوئیں

خوشبو کا استعمال بہت قدیم زمانے سے عام ہے اور عورتیں ہمیشہ سے اس کی گرویدہ ہیں لیکن جس طرح زمانہ کے ساتھ دوسری باتوں کا معیار تبدیل ہو گیا ہے۔ اسی طرح اب خوشبوئیں بھی بہت احتیاط سے منتخب اور استعمال کی جاتی ہیں ۔

یہ بتانا۔ کہ اعلیٰ خوشبو کونسی ہے۔ اور معمولی کونسی بڑی دشوار بات ہے۔ اس کا بہت کچھ تعلق ذاتی ذوق سے ہے۔ لیکن جس چیز کا دوسروں سے تعلق ہے اور جو معیار تہذیب سمجھی جاتی ہے۔ وہ یہ بات ہے کہ خوشبو کتنی مقدار میں استعمال کی جائے ۔

آج کل مغرب میں جسم پر خوشبو استعمال کرنے کا یہ طریقہ عام ہے۔ کہ غسل کے پانی میں ذرا سی خوشبو ملائی جاتی ہے۔ یا بالوں کے لوشن اور رومال پر اتنی مقدار میں استعمال کی جاتی ہے۔ کہ ملنے جلنے والوں کو خوشبو کا گمان سا ہو۔ یہ معلوم نہ ہو۔ کہ سارے گھر میں عطر کا چھڑکاؤ ہو رہا ہے۔ عام طور پر خوشبو کی شیشیاں کپڑوں میں رکھ دی جاتی ہیں۔ اور اس طرح جتنی خوشبو کپڑوں میں پیدا ہو جائے کافی سمجھی جاتی ہے۔ مدنظر یہ رہتا ہے۔ کہ کسی سے ملاقات ہو۔ تو اس کو ہلکی ہلکی خوشبو سے ایک قسم کی تروتازگی کا اور اس امر کا احساس ہو۔ کہ نفاست مذاق سے سنگھار کیا گیا ہے ۔

اگر تیز خوشبو یا زیادہ مقدار میں خوشبو استعمال کی جاتی ہے۔ تو صحت کے لئے بھی مضر ہوتی ہے اور اس سے سر میں درد کی شکایت پیدا ہو جانا تو عام بات ہے۔ نیز خوشبو سے اگر اپنے سر میں درد نہ ہوتا ہو۔ تو دوسرے ملنے جلنے والوں ہی کے مزاج

کا خیال کر کے احتیاط برتنی مناسب معلوم ہوتی ہے ٭

موزے رفو کرنا

گرم موزوں میں اگر کثرت استعمال سے بڑے بڑے سوراخ ہو جائیں۔ تو مندرجہ ذیل طریقے سے ان کی خاطر خواہ مرمّت ہو سکتی ہے ٭

بازار سے گرہ دو گرہ باریک جالی منگوا لو۔ اور موزے کے سوراخوں کا اندازہ کر کے ان کی برابر جالی کاٹ لو۔ جس رنگ کا موزہ ہو۔ اسی رنگ کے تاگے سے اس جالی کو سوراخ کے کنارے پر سی دو۔ اور اگر کناروں پر تھوڑی تھوڑی جالی سلائی کے باہر نکلی رہ جائے۔ تو چھوٹی قینچی سے باحتیاط کاٹ ڈالو ٭

اب رفو کرنے کی باریک سوئی اور اسی رنگ کی اُون لو۔ اور اسے جالی کے ننھے ننھے سوراخوں میں سے گزار گزار کر رفو کا کام شروع کرو ٭ ذرا محنت اور دل لگا کر کام کیا جائے۔ تو ایسا اچھا رفو ہو گا کہ خود دیکھ کر حیران رہ جاؤ گی ٭

پھٹکری سے کام

پھٹکری بڑی عام چیز ہے۔ اور ہر شہر میں دستیاب ہو سکتی ہے۔ لیکن اس سے کیا کیا کام لئے جا سکتے ہیں۔ یہ کم عورتوں کو معلوم ہو گا ٭ بچوں کے کپڑے دھونے کے بعد اگر پھٹکری ملے ہوئے پانی میں ڈال لے جائیں۔ تو بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اوّل تو کپڑوں میں آگ نہیں لگ سکتی۔ اور اگر لگتی ہے تو اتنی ہلکی۔ کہ شعلے نہیں اُٹھنے پاتے۔ اور بڑی آسانی سے بجھائی جا سکتی ہے ٭

کپڑے پر گلٹ یا چاندی کا کام ہو۔ اور اس کی چمک دمک پھیکی پڑ جائے۔ تو ان کو از سرِ نو چمکانے کو یہ میں بھی پھٹکری بہت کام دیتی ہے ٭ اس کا طریق یہ ہے۔ کہ پہلے کام پر احتیاط سے مناسب طور برش پھیرا جائے۔ اور پھر اس پر اچھی طرح پھٹکری مل دی جائے ٭ آدھے گھنٹے کے بعد برش کر کے پھٹکری نکال دو۔ کام جگ مگ کرنے لگے گا ٭

جو لوگ مسوڑے نازک ہونے کی وجہ سے آئے دن کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا رہتے ہیں۔ وہ اگر پھٹکری ملے ہوئے پانی سے ہر روز غرارے کریں تو ان کے مسوڑے مضبوط ہو جائیں ٭

بعض لوگوں کے ہاتھوں میں پسینہ بہت آتا ہے۔ اور وہ اس شکایت سے بہت پریشان ہوتے ہیں ٭ اگر پسی ہوئی پھٹکری پانی میں ملا کر وہ اس سے ہاتھ دھویا کریں۔ تو ان کی شکایت بڑی حد تک دور ہو جائے گی ٭

ٹورانٹو کی ایک لڑکی مس شلفرڈ بورگرن کے سر کے بال دس فٹ لمبے ہیں۔ ان کا رنگ بھورا ہے اور نہایت ملایم ہیں ٭

نوٹ اور خبریں

مراکش کے پناہ گزینوں کا بیان ہے۔ کہ وہاں بدامنی اور شورش برابر جاری ہے۔ گزشتہ دسمبر سے اب تک باون چھوٹی چھوٹی جماعتیں فرانسیسیوں کے خلاف حملے کرتی رہی ہیں۔

میڈرڈ کا تار۔ ایک ایسی خفیہ جماعت کے ۲۵ آدمی گرفتار کئے گئے ہیں۔ جو پچھلے چار سال سے ریفی قبایل کو ناجائز طریقے پر اسلحہ پہنچایا کرتی تھی۔ ہسپانی حکام حیران تھے۔ کہ ادھر تو ریفی قبائل کو غیر مسلح کیا جاتا تھا۔ اور ادھر سے ان کے پاس اسلحہ پہنچ جاتے تھے۔ اب معلوم ہوا۔ کہ یہ کارروائی ان شورش پسند لوگوں کی ہے۔ جو اسلحہ وغیرہ سے ریفی قبیلوں کی مدد کر کے ان کو بھڑکاتے اور خود فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

خطامہ نامی پورے قبیلہ نے ہسپانیہ کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ ایک سخت معرکہ میں ہسپانیوں کے تیس آدمی مارے گئے۔ طیطوان میں توپوں کی آوازیں سنی جاتی ہیں۔

سلطان ابن سعود نے نجد و یمن کے درمیان جنگ چھڑ جانے کی افواہوں کی تردید کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ اس قسم کا کوئی احتمال نہیں۔

دارالعوام میں مسٹر چرچل نے بجٹ پیش کرتے وقت کہا۔ کہ پچھلے دنوں کوئلہ کی نکاسی رک جانے اور عام ہڑتال ہونے کی وجہ سے اخراجات میں زیادتی اور آمدنی میں جو کمی ہوئی۔ اس سے ۱۹۲۶-۲۷ء میں تین کروڑ بیس لاکھ پونڈ کا نقصان ہوا۔ اور ۱۹۲۸-۲۹ء میں نوے لاکھ پونڈ کے خسارے کی توقع ہے۔

لندن کا تار۔ انگلستان میں ڈاکٹر عورتوں کی اس قدر کثرت ہے۔ کہ بچوں کے ہسپتال میں دو طبیب عورتوں کی جگہ خالی ہوئی۔ اور اس کے پر کرنے کے لئے صرف ایک مرتبہ اشتہار دیا گیا تو ۸۴ ڈاکٹرنیوں کی درخواستیں آ گئیں۔

لندن میں کرنل ویجوڈ نے ایک تقریر کے دوران میں بیان کیا۔ کہ باشندگان فلسطین کی تعداد سات لاکھ ہے۔ جس میں یہودیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ نہیں۔ پھر بھی فلسطین ایک یہودی ملک بن گیا ہے۔

ہوائی جہاز کا موجد فائٹر امریکہ کے جدید نمونے کے ہوائی جہاز کا تجربہ کر رہا تھا۔ کہ جہاز پھٹ گیا۔ جس سے موجد کی کلائی ٹوٹ گئی۔

نانکن (چین) میں چینیوں کے ظلم و ستم کے خلاف پانچ سلطنتوں نے ایک متحدہ نوٹ چینی نمایندے متقیم شنگھائی کے حوالے کیا تھا۔ جس میں مطالبہ کیا تھا۔ کہ ۲۲ مارچ کو جو مظالم دول متعلقہ کے آدمیوں پر بمقام نانکن کئے گئے۔ اور ان سے جو خطرناک حالات پیدا ہوئے۔ ان کو رفع کیا جائے۔ اس

نوٹ میں حسب ذیل شرائط پیش کی گئی ہیں:۔

۱- جو فوجیں ضرر جسمانی اور ذلت و توہین کی ذمہ دار ہیں۔ ان کے کمان افسروں کو معقول سزائیں دی جائیں ؛

۲- قوم پرست فوج کے کمانڈر انچیف تحریری معافی مانگیں۔ اور وعدہ کریں۔ کہ آئندہ غیر ملکیوں کے جان ومال کے خلاف شورش و بدامنی سے احتراز کیا جائے گا ؛

۳- جس قدر جان ومال کا نقصان ہوا ہے۔ اس کا پورا تاوان ادا کیا جائے ؛

نوٹ مذکور میں ان مظالم کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جو غیر ملکی عورتوں پر ذلت و توہین سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ کہ وہ دول متعلقہ کو فوراً اطمینان دلائیں۔ کہ وہ تعمیل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ورنہ دول ایسی تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہوں گی۔ جو وہ اپنے نزدیک مناسب سمجھیں ؛

قوم پرست کمانڈر مسٹر چن نے دول کی اس یادداشت کے جواب میں نانکن کے حادثات کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب تک چین سے دول متعلقہ کے غیر مساوی معاہدے موجود ہیں۔ اس قسم کے حادثات رونما ہوتے رہیں گے ؛ مسٹر چن نے تجویز کی ہے۔ کہ ایک بین الاقوامی کمیشن مقرر کر دیا جائے۔ جو حادثہ نانکن کی تفتیش کرے ؛ نیز ایک دوسرا کمیشن مقرر کیا جائے۔ جو معاہدات پر نظر ثانی کر سکے ؛

خبر ہے۔ کہ دول متعلقہ یعنی برطانیہ۔ امریکہ۔ فرانس جاپان اور اٹلی آئندہ بہت سخت شرطیں چین کے سامنے پیش کرنے والی ہیں ؛

چین کی شاہ پرست فوجوں نے ینگسی شمال کی لڑائی میں قوم پرست فوجوں کو شکست دی ہے ؛

آج کل چین کے سمندر میں جس قدر بین الاقوامی طاقت اس وقت جمع ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی ؛ وہاں اس وقت ۱۷۱ جنگی جہاز ہیں۔ جن میں ۷۶ جنگی جہاز برطانیہ کے۔ ۴۸ جاپان کے۔ ۳۰ امریکہ کے۔ ۱۰ فرانس کے۔ ۴ اٹلی کے ایک ہسپانیہ کا۔ ایک پرتگال کا اور ایک ہالینڈ کا ہے ؛ ان پر ۱۸ امیر البحر متعین ہیں ؛ ان کے علاوہ تیس امدادی جہاز ہیں ؛ ان بری فوجوں کی تعداد جو اس وقت شنگھائی میں موجود ہیں۔ بیس ہزار سے زیادہ ہے۔ جس میں سے چودہ ہزار فوج برطانیہ کی ہے ؛

جنوبی ٹیکساس امریکہ میں ایک مزرعہ ہے جس کا رقبہ ۱۲ لاکھ ۸۰ ہزار ایکڑ ہے۔ اور یہ دنیا کا سب سے بڑا مزرعہ کہلاتا ہے ؛ اس وقت ایک عورت اس کی مالک ہے ؛ یہ مزرعہ ایک شخص کنگ نامی نے لیا تھا ؛ اس کے انتقال کے بعد اس کی بیوی نے بہت محنت اور ہمت سے آباد کیا۔ اور مرتے

وقت اپنی اکلوتی لڑکی کے حوالے کر گئی + مرزمہ مذکور کی قیمت کا اندازہ پندرہ کروڑ پونڈ کیا جاتا ہے +

لن میں موٹے آدمیوں کی ایک کلب ہے جس کی ممبری کے لئے اوّلیں شرط یہ ہے - کہ انسان کا وزن کم از کم سوا چار من پختہ ہو + اس کلب کے سب سے بڑے ممبر کا وزن تقریباً چھ من ہے - اور اوّل درجے کے پانچ ممبروں کا مجموعی وزن اٹھائیس من بیان کیا جاتا ہے +

میونسپل بورڈ علی گڑھ نے اکّے کھڑے ہونے کی جگہ کا ٹھیکہ دیا تھا - اس پر ۱۰- اپریل کی رات کو وہاں کے اکّے والوں اور ٹھیکہ داروں میں تکرار ہوئی جس نے بعد میں فرقہ وارانہ فساد کی صورت اختیار کر لی - اور تمام شہر میں ہندو اور مسلمانوں کی کشمکش شروع ہو گئی - کاروبار رک گئے - اور دکانیں بند ہو گئیں + اس فساد میں چالیس آدمی زخمی ہوئے + حکام نے امن قایم رکھنے کی کوشش میں پچیس فسادیوں کو گرفتار کر لیا + اب امن ہے +

بادشاہ سلامت نے مہاراجہ کولہاپور کو اپنی فوج کا اعزازی لفٹننٹ کرنل بنایا ہے +

فرخ آباد میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو فساد ہوا تھا - اس کا مقدمہ چل رہا تھا + اب عدالت نے اس مقدمے کا فیصلہ کر کے ہندوؤں کو عبور دریائے شور کی سزا دی ہے +

پچھلے سال مہاراجہ نابھہ نے حکومت سے درخواست کی تھی - کہ انہیں ہندوستان سے باہر جانے کی اجازت دیدی جائے - لیکن حکومت نے جواب تک نہیں دیا تھا + اب مہاراجہ صاحب نے دوبارہ یاددہانی کرائی ہے - اور لکھا ہے - کہ کم از کم مہارانی صاحبہ اور ان کے بچوں کو غیر ممالک میں چلے جانے کے لئے پروانہ راہداری دیدیا جائے - کیونکہ ان کی عزت و جان خطرے میں ہے +

مسٹر گنیش دت سنگھ وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ بہار نے ایک ہندو یتیم خانہ قایم کرنے کے لئے ایک لاکھ روپیہ وقف کیا ہے +

کوئمٹور (مدراس) میں ایک مسلمان لڑکی جس کی عمر نو سال کی تھی - زیور پہن کر گھر سے نکلی - اور رات تک واپس نہ آئی - صبح اس کی لاش ملی +

۱۱- اپریل کو ڈھاکہ - چٹاگانگ اور باریسال کے تیس دیہات میں ہوا کا نہایت سخت و مہلک طوفان آیا - جس سے تار برقی کے کھمبے اکھڑ گئے - جھونپڑیاں اور بڑے بڑے درخت گر گئے - اور حد سے زیادہ مالی نقصان ہوا +

بنگال میں شدھی کی تحریک کامیاب ہو رہی ہے - وہاں کا ہندو مشن ۴۵ ہزار غیر ہندوؤں کو شدھ کر چکا ہے +

مدراس ہائی کورٹ میں ایک انگریز جیمز رائف ہیو جانسن پر اس جرم میں مقدمہ چل رہا تھا -

کہ اس نے ۱۱ فروری کو اپنی ماں کو قتل کیا * جیوری نے باتفاق ملزم کو مجرم قرار دیا۔ اور جج نے حکم دیا۔ کہ مجرم کو پھانسی کی سزا دی جائے *

امریکہ کے ایک سو سولہ سیاح دنیا کی سیاحت کے سلسلے میں ۱۲- اپریل کو دہلی پہنچے * اس جماعت میں امریکہ کے معززین شامل ہیں *

لکھنو میں ایک عورت پر بھوت پریت کے ساتھ کا شبہ کیا جانے لگا * کہتے ہیں۔ اس کے خاوند نے اس کو اتنا مارا۔ کہ وہ مرگئی * اب خاوند قتل کے الزام میں پکڑا گیا ہے *

لالہ جگل کشور سابق انجینیر نے ہندو کالج دہلی کے بورڈنگ ہاوس کی تعمیر کے لئے دس ہزار روپیہ دیا ہے *

سکھ ایجوکیشنل کانفرنس کے موقع پر راولپنڈی کی تین سَو سکھ خواتین نے باورچی خانے کی ذمہ داری لی ہے * سردار سوہن سنگھ صدر مجلس استقبالیہ نے کانفرنس کے لئے تین ہزار ایک سَو روپے دئے ہیں *

شریمتی جنابائی دیوستہ کاٹھیاوار کی پہلی گریجوایٹ خاتون ہیں * آپ کے اعزاز میں بمقام گونڈال ایک جلسہ ہوا۔ جہاں آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا * ان کو ہار پہنائے گئے۔ اور مبارکباد دی گئی۔ پان گلاب تقسیم کیا گیا * جلسے کے بعد تقریباً چھ ہزار آدمیوں کو ضیافت دی گئی *

لارڈ لٹن سابق گورنر بنگال اپنی میعاد عہدہ ختم کرکے ولایت واپس چلے گئے۔ لیکن چلتے چلتے گورنر کے بینڈ کے مصارف کے لئے ستر ہزار روپے کی منظوری اپنے اختیارات خاص سے کر دے گئے * ۱۱ مارچ کے اجلاس کونسل میں کثرت نے یہ رقم نامنظور کردی تھی *

ہندوستان ٹائمز لکھتا ہے۔ کہ مولانا محمد علی نے مسٹر آر ڈی سینیر سپرنٹنڈنٹ پولیس سے ملاقات کی۔ اور اس بات پر زور دیا۔ کہ مفتی محبوب علی کے مقدمہ قتل کے سلسلے میں مزید تفتیش کی جائے۔ مسٹر آر ڈی نے وعدہ کیا۔ کہ وہ ازسرنو مسلوں کو دیکھیں گے *

۵ ا- اپریل کو لاہور میں انجمن حمایت اسلام کا اکتالیسواں سالانہ اجلاس مہارانا ناہر سنگھ ایشر سنگھ معروف بہ نواب نصراللہ خاں بہادر (امود) کی صدارت میں بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا۔ اور ختم ہوا * مسلمانان لاہور نے صاحب صدر کا نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور ایک عظیم الشان جلوس نکالا۔ جو پنجاب کی تاریخ میں یادگار رہے گا * معلوم ہوا ہے کہ سوامی شردھانند چار سال سے مہارانا صاحب ممدوح کو شدھ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر خواجہ حسن نظامی کی کوششوں سے وہ شدھ ہونے سے بچ گئے۔ اور اسلام پر زیادہ پختہ ہوگئے *

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

بشرطیکہ ریلوے کے سینئر گورنمنٹ انسپکٹر سے منظوری وقت پر پہنچ گئی۔ تو ہندو باغ۔ ژہوب کی تحصیلی ریلوے کا سیکشن قلعہ سیف اللہ پبلک کی آمد و رفت کے لئے بروز سوموار مورخہ ۲ مئی ۱۹۲۷ء سے کھول دیا جائے گا۔ اور کھنائی ہندو باغ سیکشن کی موجودہ ہفتہ میں تین دفعہ چلنے والی گاڑیاں نیچے دئے ہوئے اوقات کے مطابق قلعہ سیف اللہ تک آئیں جائیں گی ۔

۱ آپ ۳ کھنائی سے			۲ ڈاؤن Down		
ہندو باغ	A	15-18	قلعہ سیف اللہ	D	6-0
	D	15-48		A	8-1
ناسائی	A	17-20	ناسائی	D	8-11
	D	17-30	ہندو باغ	A	10-5
قلعہ سیف اللہ	A	19-11		D	10-35
			کھنائی کو		

اپ گاڑی (Up train) کھنائی اور ہندو باغ سے قلعہ سیف اللہ کو سوموار۔ بدھوار اور شکروار کو چلا کرے گی۔ اور ڈاؤن گاڑی (Down Train) قلعہ سیف اللہ سے ہندو باغ اور کھنائی کو منگلوار۔ جمعرات اور ہفتہ کے روز چلا کرے گی۔ پہلی گاڑی سیف اللہ کو سوموار مورخہ ۲ مئی ۲۷ء کو چلے گی۔ اور قلعہ سیف اللہ سے بروز منگلوار مورخہ ۳ مئی ۱۹۲۷ء کو شروع ہوگی ۔

این ڈبلیو۔ ہیڈ کوارٹر آفس

لاہور مورخہ ۱۸۔ اپریل ۱۹۲۷ء

(دستخط) اے۔ ٹی شٹوویل

چیف اوپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

بشرطیکہ منظوری وقت پر پہنچ گئی - تو مورخہ ۶ مئی ۱۹۲۷ء سے امرتسر نارووال ریلوے کا سیکشن درقہ ڈیرہ بابا نانک تک لوگوں کی آمدورفت کے لئے اور ان کے اسباب کی باربرداری کی غرض سے کھول دیا جائے گا۔ اور اسی تاریخ سے دو سواری گاڑیاں امرتسر اور ڈیرہ بابا نانک کے درمیان مندرجہ ذیل اوقات پر چلنی شروع ہو جائیں گی ۔

۶۵ سواری گاڑی	۶۳ سواری گاڑی		اسٹیشن		۶۶ سواری گاڑی	۶۴ سواری گاڑی
17-55	8-25	A	امرتسر	D	19-30	10-30
17-40	8-10	D	ورقہ	A	19-45	10-45
17-30	7-50	A		A	20-5	10-55
16-45	5-35	D	ڈیرہ بابا نانک	A	22-20	13-40

درمیانی اسٹیشنوں کے اوقات معلوم کرنے کے لئے نوٹس جو ریلوے اسٹیشنوں پر لگائے گئے ہیں ملاحظہ ہوں - یا متعلقہ اسٹیشن ماسٹروں سے دریافت کیا جائے ۔

این ڈبلیو ریلوے ہیڈ کوارٹر آفس (دستخط) اے - ٹی سٹوویل

لاہور - مورخہ ۱۱ - اپریل ۱۹۲۷ء چیف اوپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ

اڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم - مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا اور سید ممتاز علی مالک و مہتمم نے دفتر

نمبر ۱۸	لاہور ہفتہ ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء	جلد ۲۹

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ ۲۷ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

فوراً ضرورت ہے

میرے دو ماہہ بچے عزیزی امان اللہ خاں شیروانی کے لئے ایک دودھ پلانے والی مسلمان انا کی ضرورت ہے۔ جو دودھ پلانے کے واسطے تنہا آسکے۔ اور اپنے گود کے بچے کو بھی اپنے ساتھ نہ لائے۔ مدت رضاعت ڈیڑھ سال ہو گی۔ انشاء اللہ۔ لہذا انا مذکور کو ڈیڑھ سال تک قیام کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اور اس امر کے لئے اسے عدالتی کاغذ پر دستخط کرنا ہوں گے تنخواہ بہر حال معقول دی جائے گی۔ جو بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتی ہے۔ حاجت مند خواتین جلد سے جلد درخواست بھیجیں۔ انا بہر حال تندرست اور ہر قسم کے متعدی اور موروثی امراض سے پاک ہونی چاہئے۔ شریف خاندان عورت کو ترجیح دی جائے گی۔

پتہ:۔ بنت نواب سر محمد مزمل اللہ خاں صاحب بہادر

ظفر منزل ضلع علی گڑھ

رشتہ کی ضرورت

ایک سینتیس سال کی عمر کے راعی شوہر کے لئے جو تین سو روپے ماہوار پر سرکاری ملازم ہے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی تھوڑا بہت لکھی پڑھی اٹھارہ انیس برس کی عمر سے کم نہ ہو۔ خوش خاندان سے ہو۔ ذات کی خاص قید بھی نہیں۔ مگر راعی کو ترجیح ہو گی۔ صرف شرط یہ ہے۔ کہ جہیز خواہ کسی صورت میں ہو۔ قبول نہ کیا جائے گا۔ سادہ ترین رسم نکاح پر عمل ہو گا۔ شوہر کے پہلے بیوی بچے نہیں ہیں۔

معرفت منیجر صاحب تہذیب نسواں لاہور

شادی

والدین اپنے لڑکے کے لئے پیام کی تلاش میں ہیں۔ لڑکا عہدہ دار سرکاری۔ چھ سو روپے ماہوار۔ ہونہار۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ نجیب الطرفین سُنی المذہب۔ صاحب روپیہ۔ حیدرآباد کے معزز خاندان سے ہے۔ لڑکی نہایت حسین و جمیل۔ دیندار اور اعلیٰ ترین طبقے سے ہو۔

تفصیلی حالات بذریعہ مراسلت کی جائے۔ جو راز میں رہے گی۔

جمیل اختر

معرفت منیجر صاحب تہذیب نسواں لاہور

"آج کل کی لڑکیاں"

اپنی نسبت یہ فقرہ تقریباً سب عورتوں نے اپنی بڑی بوڑھیوں سے ضرور سُنا ہوگا۔ اور اس کے بعد جو اعتراضات عاید ہوتے ہیں۔ ان سے بھی ناواقف نہ ہوں گی۔ مگر پھر بھی جب وہ خود بڑی بوڑھیوں کے زمرہ میں داخل ہوتی ہیں۔ تو اپنے آگے کی لڑکیوں پر بھی فقرے کستی اور ان کو نشانہ ملامت بناتی ہیں۔ یہ خیال کسی کو نہیں ہوتا۔ کہ ہمارا زمانہ بھی تو بدل گیا۔ آج کل زمانے میں اگر آج کل کی لڑکیاں ہم سے مختلف طریقے پر زندگی بسر کرنا چاہتی ہیں۔ یا مزاج میں ہم سے اختلاف رکھتی ہیں۔ تو اس میں ان کی کیا خطا ہے؟ ہاں جو باتیں نقصان رساں ہوں۔ ان سے ضرور لڑکیوں کو روکنا چاہئے۔

لیکن چھوٹی چھوٹی فضول باتیں جن سے محض اس بنا پر روکا جاتا ہے۔ کہ ہمارے زمانے میں تو ایسا نہیں ہوتا تھا۔ یہ تو "آج کل کی لڑکیوں" نے نیا فیشن نکالا ہے۔ بالکل فضول اور خواہ مخواہ کی ضد ہے۔ مثلاً پہلے عموماً شوخ رنگ پسند کئے جاتے تھے۔ اور آج کل ہلکے مرغوب ہیں۔ پہلے کانچ یا لاکھ کی چوڑیوں کے اتنے بڑے بڑے جوڑ پہنے جاتے تھے۔ کہ آدھی آدھی بانہیں بھر جاتی تھیں۔ آج کل شیشے کی دو تین چوڑیاں پہننا پسند کیا جاتا ہے۔ پرانے زمانے میں کانوں میں اس قدر زیور پہننا جس کے بوجھ سے کان دوہرے ہو جائیں خوب صورتی میں داخل تھا۔ تو آج کل صرف ہلکے اور خوب صورت بندوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ پہلے تنگ موری کے یا اتنے بڑے پائنچوں کے پاجامے کا رواج تھا۔ جس کو چلتے وقت ہاتھ میں اٹھانا پڑتا تھا۔ اب اس کی جگہ کھڑے پائنچوں یا ساری نے لے لی ہے۔ پہلے مستورات اپنے لباس کی آرائش گوٹے ٹھپے وغیرہ سے کرتی تھیں۔ آج کل لیس وغیرہ اس کی جگہ مستعمل ہے۔ اسی طرح کی دوسری باتیں ہیں۔ جن پر بڑی بوڑھیاں محض اس لئے اعتراض کرتی ہیں۔ کہ یہ آج کل کی لڑکیوں کا فیشن ہے لیکن اگر غور کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اپنے وقت میں انہوں نے بھی بالکل اپنی نانی دادی کے نقش قدم پر قدم نہ رکھا ہوگا۔ بلکہ زمانہ کے اختلاف کے لحاظ سے ضروری تھوڑی بہت ترمیم کی ہوگی۔

میری ایک بزرگ رشتہ دار جو ہم لوگوں پر اسی قسم کے ہزارہا اعتراض کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ کسی کی بہو کی نافرمانی کا قصہ سن کر فرمانے لگیں۔ کہ بھئی۔ ایک بات میں تو ہم نے بھی کبھی اپنی ساس کا کہنا نہیں مانا یعنی جس وقت ہماری شادی ہوئی تو ہمارے سارے کنبے میں کھڑی ایڑی کی جوتی پہننا معیوب تھا۔ سب عورتیں سلیم شاہی جوتی ایڑی بٹھا کر پہنتی تھیں۔ دوسرے یہ کہ سہاگن عورت کی ناک سے نتھ کبھی نہیں اترتی تھی۔ مگر مجھے ان دونو باتوں سے بڑی نفرت تھی۔ میں نے نتھ کو تو کھڑکنے

کے ساتھ رخصت کیا بتیرا میری ساس نے سر پٹیا۔ کہ میرے بیٹے کے لئے بدشگونی ہے۔ مگر میں نے نہیں مانا۔ اسی طرح جوتی کی ایڑی کبھی نہیں ٹھائی۔ ہر چند ساس منع کرتی تھیں۔ کہ بہو بیٹیاں چڑھواں جوتی نہیں پہنا کرتیں۔ یہ باہر والیوں کا دستور ہے۔ مگر میں نے ہمیشہ ایسی ہی جوتی پہنی ٭

تب تو مجھے بھی کہنے کا موقع ملا۔ اور میں نے کہا۔ کہ جب آپ اپنی ساس کے نقش قدم پر نہیں چلیں آ اور اس وقت کے رواج کے خلاف تھو اور چپٹی ایڑی کی جوتی کو خیرباد کہہ دیا۔ تو ہم اگر دو تین قدم آپ سے آگے بڑھ گئے۔ تو آخر کیا گناہ ہوا؟ جس طرح آپ کو اپنی ساس کا تھو اور بیٹھی ہوئی ایڑی کی جوتی پر اصرار فضول معلوم ہوا۔ اسی طرح ہمیں بھی بالی پتے پہننے کے لئے آپکا اصرار فضول معلوم ہوتا ہے ہمیں آپ کو بالی پتوں سے دُہرے کئے ہوئے کان خوب صورت معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ہمیں بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے آپ کو نتھ بُری معلوم ہوتی تھی۔ لیکن یہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے۔ کہ جو کچھ وہ خود کرتا ہے۔ اس کو اچھا سمجھتا ہے۔ مگر دوسرے کے لئے اسی قسم کی آزادی کو ناجائز قرار دیتا ہے ٭

آرائش کے باب میں بڑی بوڑھیاں اکثر سخت ہٹ دھری کرتی ہیں۔ کیونکہ سنگار کا سامان اور اس کے طریقے آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ اور جو طریقہ جس زمانے میں مروج ہوتا ہے۔ وہی اس زمانے کے لوگوں کو پسند ہوتا ہے۔ بال بنانے کے طریقوں کو دیکھئے۔ کتنے مختلف ہیں جس زمانے میں پٹیاں جمانے اور کسی ہوئی اونچی چوٹی گوندھنے کا رواج تھا۔ لوگ اسی کو پسند کرتے تھے۔ لیکن آج کل اگر کوئی بہو اپنی ساس کے اصرار سے اس وضع سے چوٹی گوندھ کر کسی محفل میں شریک ہو۔ تو ضرور اس کا مذاق اُڑیگا اسی طرح اور سب باتوں پر بھی قیاس کیا جا سکتا ہے ٭

لیس فیتے وغیرہ پر جو یہ اعتراض ہے۔ کہ پرانا ہو کر بالکل بے کار ہو جاتا ہے۔ اور گوٹا وغیرہ پرانا بھی آدھی قیمت پر فروخت ہو جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ لیس فیتہ خریدتے وقت بھی گوٹے پٹھے سے آدھی قیمت پر آتا ہے پھر پائیدار اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ کہ کپڑے کے ساتھ ساتھ بلکہ بعض اوقات زیادہ بھی چل جاتا ہے ۔

ہاں اگر ملکی غیر ملکی ہونے پر اعتراض ہو۔ تو ضرور معقول ہے۔ مگر وہ بالکل دوسری ہی بحث ہے۔ اور اس میں بھی میں خریداروں سے زیادہ دستکاروں کو قصوروار سمجھتی ہوں۔ کیونکہ انسان کی طبیعت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے۔ کہ پرانی چیزوں سے خواہ وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہوں۔ چند روز بعد دل سیر ہو جاتا ہے۔ اور نئی چیز کی تلاش ہوتی ہے۔ اس لئے دستکاروں کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے کاموں میں آئے دن ایجاد و اختراع کرتے رہیں۔ اور اگر بدقسمتی سے ہندوستانی دستکاروں میں اس کا مادہ ہی نہیں۔ تو کم از کم اتنا تو کریں۔ کہ نئی چیزوں کی نقل اُتارنا سیکھ لیں۔ اور جس مال کی بازار میں زیادہ مانگ ہو۔ وہی تیار کریں۔ جیسا کہ غیر ملکوں کے دستکار ہر روز نئے رنگ میں اپنی صنعتیں پیش کرتے ہیں ٭

مثال کے لئے چوڑیوں ہی کو لیجئے۔ کہ ہندوستان کے سوا کہیں ان کا رواج نہیں۔ مگر ہماری پسند اور شوق سے غیر ملک کتنا فائدہ حاصل کر رہے۔ اور صرف ایک قسم کی چوڑیوں پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ سیکڑوں قسم کی چوڑیوں سے بازار بھرا رہتا ہے۔ اور ابھی ان سے طبیعت سیر ہونے نہیں پاتی۔ کہ اور نئی قسم کا مال آکر اپنی جدت اور نفاست سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ برخلاف اس کے ملک میں شروع سے جو دو تین نمونے بنتے چلے آئے ہیں۔ ان کے سوا کوئی کچھ نہیں بنا سکتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ وہ پرانا طرز اپنی فرسودگی کی وجہ سے بالکل پسند نہیں کیا جاتا۔ اور رفتہ رفتہ اب کوئی ان کا خریدار نہیں رہا۔ یہی حال کپڑے اور دوسری چیزوں کا ہے۔ ملکی تجارت کو فروغ دینا خریداروں سے زیادہ دستکاروں کے ہاتھ میں ہے۔ مگر افسوس۔ کہ دستکاری کی طرف سے تعلیم یافتہ طبقہ کو بالکل توجہ نہیں۔ اور جہلا کے ہاتھ سے جو حشر بھی ہو۔ وہ تھوڑا ہے۔

خاکسار ظفر جہاں

روحوں سے بات چیت

بہن زاہدہ خاتون نے ۱۹ مارچ کے تہذیب میں بذریعہ میز روحوں سے بات چیت کرنے کا طریقہ بیان کر کے اس کے متعلق دوسری بہنوں کی رائے دریافت کی ہے۔ اس سلسلے میں بھی اس مبحث پر اظہار خیالات کرتی ہوں۔ روحوں سے بات چیت کرنے کے سلسلے میں انگلستان اور امریکہ نیز دیگر مغربی ممالک میں سالہا سال سے کوشش کا سلسلہ جاری ہے۔ اس مسئلہ پر بڑی بڑی کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں مختلف مرد اور عورتوں کی شہادتیں شائع ہو چکی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ روحوں سے بات چیت ہونا اور ملاقات ہونا ممکن ہے۔ اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔ روحوں سے بات چیت کے سیکڑوں قصے ان کتابوں میں درج ہیں۔ روحوں سے بات چیت کرنے کے جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ چار طریقے کام میں لائے جاتے ہیں۔ ایک تو یہی گول میز کے ذریعے سے جس کا بیان تہذیب میں شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا طریقہ بھی بالکل اسی اصول پر ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بالشت بھر چوڑی بالکل پان کی شکل کی ایک پتلی لکڑی کی تختی لیتے ہیں۔ اس کے چوڑے حصے کے نیچے دو پہیے ایسے لگے ہوتے ہیں۔ جو بہت آسانی سے ہر طرف گھوم سکتے ہیں۔ اور ذرا سے اشارے میں اس تختی کو ہر طرف حرکت میں لا سکتے ہیں۔ چونچ کی طرف ایک سوراخ ہوتا ہے۔ اس میں ایک پنسل نصب کر دی جاتی ہے۔ اس طرح ایک بڑی میز کے اوپر ایک کورا کاغذ بچھا دیا جاتا ہے۔ اور اس کورے کاغذ پر اس پان نما تختی کو رکھ دیتے ہیں۔ جس کو پلانچٹ (Plan chet) کہتے ہیں۔ اس طرح۔ کہ دونوں پہیے اور پنسل کی نوک کورے کاغذ پر ہوتے ہیں۔ اب ایک آدمی گول میز کی طرح طرف

ایک دھنا ہاتھ اس پر رکھ کر بے حس و حرکت بیٹھ جاتا ہے۔ تھوڑی دیر میں اس تختی کو خود بخود حرکت ہوتی ہے۔ اور پنسل سے طرح طرح کے نقوش کاغذ پر لکھے جاتے ہیں۔ حرکت کا ہونا مطلوبہ روح کے آجانے کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ پھر اس سے سوال ہوتے ہیں۔ روح اس کا جواب پنسل سے کاغذ پر لکھوا دیتی ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے گول میز والی ترکیب کو بہت آزمائی ہے۔ مگر خود پلانچٹ سے کام کبھی نہیں لیا۔ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ کورے کاغذ پر پنسل کی نوک پلانچٹ کی حرکت سے سوالوں کا جواب لکھتی جاتی ہے۔ چونکہ کاغذ پر پنسل سے کرم کانٹے بن جاتے ہیں۔ اس لئے عمل ختم ہو جانے پر عاملین اپنا مطلب ان لکیروں سے نکال لیتے ہیں۔ یعنی اپنے سوالوں کا جواب پا لیتے ہیں۔

تیسری ترکیب یہ ہے۔ کہ عامل مرد عورتیں ایک کمرے میں بند ہو جاتے ہیں۔ وہ کمرہ بالکل تاریک ہوتا ہے۔ جیسا گراموفون میں آواز بڑھانے کے لئے ہارن لگایا جاتا ہے۔ اسی طرح کا بہت بڑا ہارن میز پر رکھ دیا جاتا ہے۔ یہ فرض کر لیا گیا ہے۔ کہ روحیں بولتی ہیں۔ مگر ان کی آواز اس قدر خفی ہوتی ہے۔ کہ سنائی نہیں دیتی۔ اس لئے ہارن کے ذریعے سے آواز اتنی بلند ہو جاتی ہے۔ کہ ہارن میں گھس گھساہٹ کی طرح دھیمی دھیمی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور سوالوں کے جواب ملتے ہیں۔

چوتھا طریقہ یہ ہے۔ کہ مسمریزم کے طریقے سے عامل لوگ ایک کم عمر لڑکے یا لڑکی کو اول بے ہوش کر لیتے ہیں۔ پھر مطلوبہ روح اس بے ہوش جسم میں حلول کر جاتی ہے۔ اور اسی بے ہوش آدمی کی زبان سے بولتی ہے۔ اور سوال کا جواب دیتی ہے۔ یہ دو پچھلے طریقے خود کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ کتابوں اور اخباروں میں ان کا حال پڑھا ہے۔ جو گروہ روحوں سے بات چیت کرنے کو ممکن سمجھتا ہے۔ اور ان سے بات چیت کے تجربوں میں مشغول ہے۔ اس میں بڑے بڑے نامور اور جلیل القدر عالم فاضل لوگ شامل ہیں۔ اور جو لوگ ان کی کوششوں اور بیانات کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ اور روحوں سے از سر نو گفتگو وغیرہ کا تعلق ناممکن خیال کرتے ہیں۔ وہ بھی بڑے بڑے درجے اور پایہ کے لوگ ہیں۔ لہٰذا معمولی آدمیوں کی بڑی مشکل ہے۔ کہ وہ کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں۔ دونوں طرف کی دلائل دلچسپ اور دراجبی نظر آتی ہیں۔ مثلاً ایک فریق مُردوں کے فوٹو پیش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ جب کوئی دوسرا وجود تصویر لیتے وقت سامنے نہ تھا۔ تو یہ زائد تصاویر ضرور مُردوں کی ہیں۔

دوسرا فریق کہتا ہے۔ کہ تصویر صرف مادی اشیاء کی کھنچ سکتی ہے۔ روح کی تصویر کمرے میں نہیں اتر سکتی۔ اگر روحوں کی تصویر لینے کے لائق ٹھوس جسم ہوتا۔ تو کروڑوں اور پدموں شخصوں کی روحیں جواب تک مر چکے ہیں۔ دنیا جہان میں سما نہیں سکتیں۔ کیونکہ

ان کے لئے علیحدہ علیحدہ جگہ درکار ہوگی ؂

میز والی ترکیب چونکہ میں نے خود کی ہے۔ اس کے لئے امور ذیل توجہ طلب ہیں :-

۱۔ یہ امر صرف تین پایوں کی میز پر ہو سکتا ہے۔ اور کسی میز پر نہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ کیا یہ وجہ تو نہیں۔ کہ گول میز ہاتھ کے ذرا سے دباؤ سے ایک طرف کو جھک جاتی ہے۔ اور تیسرا پایہ آسانی سے اٹھ جاتا ہے۔ چوکھونٹی میز اور چار پایوں والی میز میں یہ بات نہیں ہو سکتی ؂

۲۔ گول میز کے چاروں طرف کرسی پر بیٹھنے والوں کے پیر اس طرح زمین پر رکھے ہوتے ہیں۔ کہ ہر شخص اگر میز پر عین اپنے سامنے ہاتھ رکھے گا۔ تو میز ذرا سے اشارے سے اس کی طرف جھک کر تیسرا پایہ اٹھ جائے گا۔ اگر دو آدمی اس طرح بیٹھیں۔ کہ کرسی پر بیٹھنے والے کے دونوں پیروں کے بیچ میں میز کا پایہ ہو۔ اور پھر وہ اپنے ہاتھ میز پر رکھیں۔ جو اس صورت میں عین پایہ کے بالمقابل ہوں گے۔ تو ہلکے اشارہ سے میز نہ جھکے گی۔ کیونکہ میز کے آدمی کی طرف جھکنے میں ایسی حالت میں خود اس کا پایہ حائل ہو جائے گا ؂

۳۔ جس طرح انسان کا دماغ کبھی خالی نہیں رہتا۔ اسی طرح انسان جاگنے کی حالت میں ہرگز بے حس و حرکت نہیں رہ سکتا۔ چونکہ میز پر ہاتھ رکھنے کے وقت کہنیاں ٹکی ہوئی نہیں ہوتیں۔ لہذا بازو تھک جاتے ہیں۔ اور غالباً تکان سے خود بازوؤں میں تھرتھراہٹ پیدا ہوتی ہے ؂

۴۔ میز کے پایہ کی حرکت ہاتھ رکھنے والوں کے منشار دلی کے تابع ہوتی ہے۔ چونکہ تین شخصوں نے تین ہی روحیں بلائیں۔ اس لئے تین حرکتوں تک تو ہاتھ رکھنے والوں کے بازو نرم رہے۔ مگر جب پایہ تین بار اٹھ چکا۔ تو بازو محض خیال کے اثر سے اکڑ گئے اور نرمی جاتی رہی۔ لہذا پایہ کی حرکت بھی بند ہوگئی ؂

اسی طرح تینوں کو اپنی اپنی روح کے ناموں کی حروف کی تعداد پیشتر سے معلوم ہوتی تھی۔ لہذا سوال کرتے وقت تینوں میں سے کسی ایک کی مطلوب وہ روح تھی۔ اور اس کو نام کے حروف کی تعداد معلوم تھی۔ اور وہ خود پایہ کی ضرب گنتا بھی رہا۔ لہذا جب اس کے مطلوبہ روح کی گنتی پوری ہوگئی۔ خود بخود اس کے بازو کا ڈھیلا پن ختم ہوگیا۔ اور ہاتھوں سے بلاارادہ میز کو جھکنے کا جو سہارا مل رہا تھا۔ وہ جاتا رہا اب پایہ کیوں کر اٹھے؟ تینوں صاحبوں کے جواب میں ہر دفعہ یہی حالت پیش آئی ؂

سب سے بڑا شک یہ ہے۔ کہ روحیں اس طرح خالی ٹھالی اور بے شغل ہر دم ہماری طرف متوجہ کیا بیٹھی رہتی ہیں۔ کہ پچاس برس کے بعد ہم نے میز پر بیٹھ کر دل میں خیال کیا نہیں۔ اور انہوں نے میز کو تھرتھرانا شروع کیا نہیں؟ آخر روحوں کو دوسرے عالم میں اپنا کوئی شغل بھی ہے۔ یا نہیں۔ وہ ہمیشہ ہماری طرف دھیان لگائے بیٹھی رہتی ہیں؟

خلاصہ کلام یہ - کہ یہ ایسا مسئلہ ہے - جس پر رائے کو معلق رکھنا چاہئے - نہ بے سمجھے بوجھے ہر تجربہ اور ہر مثال کا یقین کرنا ضروری ہے - نہ خوا مخواہ بغیر تحقیق حالات کسی عقیدے کا مضحکہ اڑانا چاہئے ٭

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

خاندانی عورتوں کی اصلاح

جب کبھی غور کیا جاتا ہے - تو کس قدر افسوس ہوتا ہے - کہ ہم خاندانی عورتیں بوجہ اپنی کمزوری اور غفلت کے ترقی سے کس قدر دور نظر آتی ہیں ٭ اگرچہ ہماری نشو و نما - ایسی ہی آب و ہوا میں ہوئی ہے - جس میں عورتوں کی ترقی و اصلاح کا نام لینا بھی ایک گناہ عظیم کا مرتکب ہونا ہے - مگر اب کیا کیا جائے - کہ زمانے کی رفتار ہمیں مجبور کرتی ہے - کہ ہم بھی زمانے کے ساتھ ساتھ قدم اٹھائیں ٭ زمانے کے ساتھ ساتھ چلنے سے یہاں میرا مطلب یہ نہیں ہے - کہ لوگوں کے خیال کے مطابق ہم غربی ممالک کی عورتوں کی طرح پردے سے باہر یا بے جا آزادی کے خواہش مند ہو جائیں - بلکہ احاطہ اسلام میں رہ کر بھی ہم اپنی اصلاح اس طریقے سے کر سکتی ہیں - کہ اس جہالت کی منجدھار میں سے نکل کر اگر ہم ترقی کی طرف قدم اٹھائیں - تو لوگ بغیر سوچے سمجھے یورپین یا روسی عورتوں کی تقلید کا شور و غل نہ مچا دیں ٭

سب سے پہلے ہمیں ضرورت ہے علم حاصل کرکے اس سے فائدہ اٹھانے کی ٭ ہم خاندانی عورتوں میں اگر غور سے دیکھا جائے - تو جاہل مطلق تو کوئی بھی نہیں اگر اور کچھ نہیں - تو اردو جو ہماری مادری زبان ہے - اس سے تو ہر ایک خاندانی عورت کم و بیش آشنا ہے ٭ پہلے زمانہ کی بیٹیوں کے لئے کچھ کہنا تو خلاف ادب ہے - مگر اب جو نوعمر لڑکیاں ہیں - ان کو چاہئے - کہ اگر وہ علم حاصل کریں - تو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں مثلاً اپنی زبان درست کریں - گھر میں چھوٹے بہن بھائیوں اور بچوں کے سامنے صحیح اور شستہ الفاظ میں گفتگو کریں - تاکہ انہیں شروع ہی سے اچھی زبان میں گفتگو کرنے کی مشق ہو ٭ دوسرے اگر ہم اتفاقاً کسی خاص ہندوستانی بی بی سے ملیں - تو وہ ہماری گفتگو سن کر ہمیں دہقانی تصور نہ کرے ٭ ہماری تعلیم کا بہت کچھ پتہ ہماری طرز گفتگو سے چل سکتا ہے - اور خصوصاً سوسائٹی یعنی مجلس میں تو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے ٭ میں نے دیکھا ہے - کہ بہت سے لوگوں کو تو گفتگو میں الفاظ کی صحت اور غلطی کا اس قدر خیال ہوتا ہے - کہ وہ کوئی غلط لفظ سن کر بغیر ٹوکے رہ نہیں سکتے - مثلاً اگر سوسائٹی میں ہمیں کوئی بہن کسی غلط لفظ یا طرز گفتگو کو سب کے سامنے کہدے - تو ہمیں کس قدر کھسیانا ہونا پڑے - اس لئے اگر ہم اپنی زبان کو شروع ہی سے اچھی گفتگو اور اچھے الفاظ بولنے کا عادی بنالیں گے - تو ہم کسی مجلس میں پشیمان ہرگز نہیں اٹھ سکتیں ٭

دوسری خامی جو ہم میں ہے۔ وہ امورِ خانہ داری سے لاپروائی سے اور ناواقفیت ہے۔ عورت کا تعلیم یافتہ یا سگھڑ یا پھوہڑ ہونا اس کا گھر ہی دوسرے کو گھر میں داخل ہوتے ہی زبانِ حال سے بتا سکتا ہے کیونکہ مردوں کا کام تو محض نوکری کر کے روپیہ فراہم کر دینا ہے۔ باقی سب خانگی معاملات عورتوں کے اختیار میں ہیں۔ اگر عورت امور خانہ داری اور حسن انتظام میں ماہر ہے۔ تو اس روپے سے اپنے گھر کا انتظام اس طرح کرے گی۔ کہ دوسرے دیکھنے والے بھی اس کے حسن انتظام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

الغرض اور بہت سی ایسی کمزوریاں ہم میں ہیں کہ اگر نظر غور سے دیکھا جائے۔ تو ان کی اصلاح کچھ بھی مشکل نہیں۔ البتہ تھوڑی سی توجہ اور کوشش کی ضرورت ہے۔ جس وقت ہماری عادات اور طرز زندگی کی اصلاح ہو کر ہم میں اپنی حالت کا جائزہ لینے کی قوت پیدا ہو جائے گی۔ تو پھر ترقی کی طرف ہماری خود بخود طبیعت راغب ہو گی۔ اپنی حالت بہتر کرنے کا شوق ترقی کے مشکل سے مشکل منازل آسانی سے طے کر دے گا۔

مگر ترقی کے لئے شرط اس بات کی ہے۔ کہ قدامت پسندی کو ذرا ترک کر کے اپنی آسائش بہتری اور اصلاح کے لئے رفتار زمانہ کو غور سے دیکھا جائے۔ ترقی یافتہ ممالک کے وہ اصول اختیار کرنے میں ہمیں تامل نہیں کرنا چاہئے۔ جن پر ہم احاطۂ اسلام میں رہ کر بھی آسانی سے کاربند ہو سکیں۔ اور اچھی باتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی چین و آرام سے گزار سکیں۔

پس اگر ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہم غور کرتی رہا کریں اور اپنی اصلاح کی تدابیر سوچتی رہیں۔ تو یقیناً ہم بہت جلدی اپنی حالت درست کر کے ان اقوام کے برابر نہیں۔ تو قریب تو ہو جائیں۔ جو مسلمانوں کو اس تباہی کی حالت میں دیکھ کر خندہ زن ہیں۔ اور مسلمانوں کی تباہی کا سبب مسلمانوں کو ہی جانتے ہیں۔ پس میری بہنو! جہاں تک ہو سکے۔ ہمیں اپنی گری ہوئی اور اس قدر ناگفتہ بہ حالت کے سنبھالنے اور اپنی اصلاح کی تدابیر پر ہر ممکن طریقے سے کوشاں رہنا چاہئے۔ پھر تو ہماری حالت دنوں میں درست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا
وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا ؟

راقمہ زہرہ خاتون۔ مالیر کوٹلہ

بددعا

ہم عورتوں میں جہاں اور بہت سی برائیاں ہیں۔ مثلاً جھوٹ۔ غیبت۔ نکتہ چینی۔ اترانا وغیرہ وہاں ایک بہت بُری عادت بددعا دینا ہے معمولی سی معمولی بات میں بھی جب تک بددعا مُنہ سے

نہ نکالیں۔ صبر ہی نہیں آتا۔ حتیٰ کہ گھر کی ہر ایک چیز کو بھی بد دعا دی جاتی ہے۔ اور یہ عادت طبیعت میں اتنی سرایت کر گئی ہے۔ کہ اب ہمیں عیب ہی نہیں معلوم ہوتی۔ ہر کام میں۔ ہر بات اور ہر حال میں ہماری زبان یہی گوہر افشانی کرتی رہتی ہے۔

کپڑا سینے بیٹھیں۔ کہیں سے ذرا خراب سِل گیا اُدھیڑ کر دوبارہ درست کرنے کی ضرورت پڑی۔ اللہ کرے جل ہی جائے۔ نہ پہننا نصیب ہو۔ ایسا کم بخت عقل کو کیا کہوں۔ کوئی بات یاد ہی نہیں رہتی۔ لوٹا ہی سِل گیا۔ کوئی نامراد درزی بھی تو کام کا نہیں ملتا۔ گھر کا دھندا کریں۔ یا کپڑے سئیں۔ چولھے پر پڑے۔ مجھ سے تو اب نہیں سلنے کا۔

بے وقت اگر کوئی مہمان آ گئے۔ بس شامت آ گئی۔ کم بختوں نے سرائے سمجھ لی ہے۔ جب دل میں آتا ہے۔ وقت بے وقت دندناتے آ موجود ہوتے ہیں۔ اب تیار کھانے پر آ گئے۔ میرے بچوں کا صبر پڑے۔ جن کو اب دیر تک بھوکا رہنا پڑے گا۔ مانا کہ مہمانوں کا قصور ہے۔ مگر یہ کونسی شرافت ہے۔ کہ لوگوں کو گالیاں دی جائیں؟

کون نہیں جانتا۔ کہ اولاد والدین کو اور خصوصاً والدہ کو بہت پیاری ہوتی ہے۔ مگر جب والدہ ماجدہ بد دعائیں دینے پر آتی ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سے بڑھ کر دنیا میں بچوں کا کوئی دشمن نہیں۔ سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ وہ خود بھی متاثر ہوتی ہیں۔ تو کیا اس کا کچھ فائدہ ہے؟ تھوڑی دیر میں پھر تازہ دم ہو کر کسی دوسرے صاحبزادے کے سر ہوتی ہیں۔ مگر میری بہنو۔ اگر خدا نخواستہ ہماری بد دعاؤں کا پچاس واں حصہ بھی قبول ہو جائے۔ تو ہمارا کیا حشر ہو؟

میں نے ایسی بھی بہت سی بہنیں دیکھی ہیں۔ کہ اگر میاں سے کبھی ناراض ہو گئیں۔ تو بیوہ تک ہونے کی دعائیں مانگنے لگ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

ہمیں جب کوئی مشکل پیش آتی ہے۔ یا کچھ مانگنا ہوتا ہے۔ تو ہم اپنے مولا سے دعا کرتے ہیں۔ اور اس کی مہربانی سے جب ہماری دعا قبولیت کے درجے پر پہنچ جاتی ہے۔ تو ہم کس قدر خوش ہوتے ہیں۔ تو کیا جو اللہ ہماری دعائیں سنتا ہے۔ وہ بد دعا نہیں سنتا؟ کہتے ہیں۔ کہ ماں کی بد دعا کبھی نہ کبھی قبول ہو جاتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ یا غلط۔ اس سے بحث نہیں۔ مگر مجھے اس وقت ایک سچا واقعہ یاد آ گیا جو بہنوں کی عبرت کے لئے لکھتی ہوں۔

ہمارے محلے میں ایک بی بی رہا کرتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے کو جو کھیل کے لئے باہر جا رہا تھا۔ اپنے پاس بُلایا۔ اور منع کیا۔ کہ اس وقت شام ہے۔ باہر نہ جاؤ۔ لڑکے نے نہ مانا۔ اور دروازہ سے باہر نکل گیا۔ اماں جان نے گالیوں اور بد دعاؤں کی بارش کرنی شروع کی۔ انہیں کا بیان ہے۔ کہ میں

نے اس دوران میں یہ بھی کہا۔ کہ اللہ کرے تجھے ہلکا کتا کاٹ لے۔ تھوڑی دیر میں معلوم ہوا۔ کہ واقعی بچے کو ایسے ہی کتے نے کاٹ لیا۔ سنتے ہی بے قرار ہوگئیں۔ اور ان کی عادت نے اب دوسری طرف رُخ پلٹا۔ یعنی اب اپنے آپ کو کوسنے لگیں۔ اور ایسا کرنا کچھ تعجب نہیں۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھیں۔ خدا خدا کرکے لڑکے کو آرام ہوا مگر ہمیشہ کے لئے لنگڑا ہو گیا۔

آئیے آخری بار دیکھیں۔ کہ اس باب میں ہمارے رسول خدا کی تعلیم کیا ہے۔ بہنو! ہمارے آقا کی تعلیم تو یہاں تک ہے۔ کہ کسی اپنے دشمن کو بھی بُرا نہ کہو چہ جائے کہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ رسول خدا کے ساتھ سفر میں تھیں۔ اونٹ تیزی کرنے لگا۔ ان کے مُنہ سے بیساختہ لفظ لعنت نکل گیا۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ ملعون چیز ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ اس اونٹ کو واپس کر دو۔ تو گویا آپ کی تعلیم یہ تھی۔ کہ کسی جانور تک کو بُرا نہیں کہنا چاہئے۔

خداوند تعالیٰ ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے۔ اور ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم ایسی عادتوں سے ہر طرح پرہیز کریں۔

خاکسار شافیہ بیگم از مدراس

دھوکے سے بچو

آج ۱۶-اپریل کا تہذیب ملا۔ عنوان بالا مضمون پڑھا۔ واقعی یہی حال ہے۔ میں نے بھی تہذیب میں رسالہ دستکاری کا اشتہار دیکھ کر پہلے نمونہ طلب کیا تھا۔ مگر بجائے نمونے کے دی۔ پی ملا۔ خیر لے لیا گیا۔ میں نے بھی فروری میں منگایا تھا۔ مگر پیکٹ میں سے پرچہ اگست کا نکلا۔ خیال کیا۔ کہ شاید اس مہینے کے پرچوں میں کمی ہوگئی ہوگی۔ اور آگے کو ٹھیک مل جائیں گے۔ مگر بہن اہلیہ محمد علی خاں کی طرح آج تک رسالہ کی صورت دیکھنی بھی نصیب نہ ہوئی۔ میرا خیال ہے۔ کہ شاید نکلنا ہی بند ہوگیا۔

سچی بات تو یہ ہے۔ کہ ہمارے کام کی اس میں ایک بات بھی نہیں۔ میں نے تو محض اس خیال سے منگایا تھا۔ کہ اس میں سلائی کی دستکاری ہوگی۔ مگر دیکھنے پر سخت حیرانی ہوئی۔ سب کچھ ہوا۔ پرچے تو برابر ملتے رہتے۔ بلکہ اشتہار کے ساتھ تو یہ بھی تحریر تھا۔ کہ سال بھر کے پرچے واپس کرکے آپ کی قیمت واپس مل جائے گی۔ یہ اس لئے لکھا گیا ہوگا۔ کہ نہ تو پورے پرچے ملیں گے۔ اور نہ کوئی قیمت طلب کرے گا۔ تقریباً بہت سے رسالے والے دھوکہ کرتے ہیں۔ ہر کسی کے پھندے میں نہ آجانا چاہئے۔

اسی طرح میں ایک آڈر رسالہ راز دنیا کے دھوکے میں آگئی ہوں۔ اخبار مدینہ میں راز دنیا کی بہت تعریف پڑھی - بڑے شوق سے اسے منگایا سالانہ چندہ ۹ آنے لکھا ہوا تھا - مگر وی پی ایک روپے کا وصول ہوا - پھر نومبر سے آج تک سوائے دو پرچوں کے کوئی آڈر پرچہ نہیں ملا۔ اشتہاری چیز کوئی نہیں منگانی چاہئے - خواہ کتنی ہی تعریف کیوں نہ ہو۔ کئی چیزیں اشتہار دیکھ کر منگائیں - مگر سخت دھوکا نکلا۔

راقمہ خاکسار زیڈ - ی

مجوزہ زنانہ اسٹور

جناب منیجر صاحب قبلہ - السلام علیکم۔ ۱۶ ماہ حال کے پیارے تہذیب میں مجوزہ زنانہ اسٹور کی بابت آپ کے خیالات پڑھ کر مجھے بہت ہی مسرت ہوئی فلاح نسواں کے لئے جناب جو زحمت گوارا فرماتے ہیں - اس کا شکریہ ہم ناچیز فرقہ نسواں سے ادا ہونا ناممکن ہے۔

حسب الارشاد ایک مختصر فہرست ضروری اشیاء زیر تسیل خدمت ہے - ابتدا میں اتنی چیزیں بھی بہت ہیں۔

فیشن کی اشیاء کی بابت میرے پاس بھی تہذیبی بہنوں کے بہت سے خطوط آرہے ہیں۔ لہذا بمبئی کی شین کمپنی کا پتہ دیدیا ہے۔ لیکن کمپنی مذکور میں اشیاء مطلوبہ کی قیمت بہت زیادہ ہے۔ اگر براہ راست کارخانوں سے یہ اشیاء منگوائی جائیں۔ تو بہت ہی فائدہ ہوگا۔

دستکاری کی ترقی کے لئے یہ ازحد ضروری ہے کہ مختلف دستکاری کے نمونے تیار کراکر اسٹور میں رکھے جائیں۔ اگر تہذیبی بہنیں جو کروشیا نٹنگ - ایمبرائڈری جانتی ہیں - نصف نصف درجن نمونے تیار کر دیں تو وہ نمونے اسٹور میں رکھے جائیں۔ نیز اس کی نسبت یہ انتظام ہو - کہ اگر کوئی بہن نمونہ خریدلینا چاہیں - تو اندازہ کرکے فی نمونہ پانچ چھ آنے مقرر ہو - وہ بہنیں جو صرف نقل کرلینا چاہتی ہیں آٹھ آنے فی نمونہ اسٹور میں امانت رکھ کر نمونہ منگوائیں تو نقل کرنے کے بعد اسٹور کو واپس کرکے زرامانت منگوالیں۔ اس سے دستکاری میں بہنیں بہت ترقی کریں گی۔ بعض دستکاری ایسی بھی ہیں - جو شائق اور تیز فہم بہنیں صرف نمونہ دیکھ کر سیکھ سکتی ہیں۔ اسٹور جب ترقی پالے - تو غریب بہنوں کو اجرت دے کر بھی نمونے تیار کرائے جاسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اسٹور میں نادار بہنوں کی دستکاری کی فروخت کا بھی مناسب انتظام ہونا چاہئے۔

اگر ماہر و ذی ہنر بہنیں کوشش کریں - تو یہ بھی ممکن ہے - کہ ہر ہفتے چند گھنٹے کے لئے غریب بہنوں بلکہ شوقین امیر بہنوں کو بھی ایک جگہ مقرر کرکے دستکاری

سکھلائی جائے ۔ اس تجویز کو عملی جامہ تو کوئی انجمن
تہذیب نسواں پہنا سکتی ہیں ۔ بہن خدیجۃ الکبریٰ
کو ابتدا کرنی چاہیئے ۔

خاکسار خدیجہ بائی از بمبئی

منگیتر سے خط وکتابت

۱۹ مارچ کے تہذیب میں عنوان بالا پر جو مضمون
لکھا گیا تھا۔ اس پر محترمہ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ کے
خیالات دیکھے ۔ شاید بہن صاحبہ نے مضمون نگار
صاحب کی تحریر پر کافی غور نہیں کیا ۔ میرے خیال
میں صاحب مضمون کا مطلب اس شخص سے خط و
کتابت کا تھا جس سے نسبت پختہ ہو چکی ہو۔ نہ کہ اس
سے جس کی بابت کچھ طے نہ کیا گیا ہو۔ اور تحقیقات کے
تمام مراحل باقی ہوں ۔ کیونکہ خطوط کے جو نمونے محترمہ
نے پیش کئے ہیں۔ وہ اسی قسم کے ہیں۔ حالانکہ راقم
مضمون کی تحریر یہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ دو ذات
جنہیں قانون مذہب ورواج ملنے کی اجازت دے
رہا ہے۔ ایک دوسرے سے آخر اس قدر غیر مانوس
کیوں رہیں۔ کہ ایک دوسرے کے اطوار وخیالات
وغیرہ کا بھی اندازہ نہیں کر سکتا۔ شادی کے قبل ایک
دوسرے کے عادات واطوار وغیرہ سے پورے طور سے
واقف ہونا نہایت ضروری امر ہے ۔

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ صرف اس قسم کی
خط وکتابت ہونی چاہئے۔ جس سے دونوں میں وہ
ناواقفیت باقی نہ رہے۔ جو عموماً رہتی ہے۔ ورنہ یہ بالکل
یقینی بات ہے۔ کہ صرف دریافت حال مراد نہیں۔
کیونکہ والدین خود بغیر پورے حالات دریافت کئے۔
نسبت کرنے سے رہے۔ اور والدین کو جب واقفیت
ہو جائے گی۔ تو غیر ممکن ہے۔ کہ لڑکی لڑکے کو نہ معلوم ہو
کیونکہ موجودہ زمانے میں تو بالکل اس کا لحاظ نہیں کیا
جاتا۔ کہ صاحب معاملہ کے روبرو کوئی تذکرہ نہ ہو۔ لیکن
اس زمانے میں جب ان باتوں میں شرم ولحاظ سمجھا
جاتا تھا۔ لڑکی لڑکا بوجہ گھر میں ہر وقت کے چرچوں
کے حالات سے کماحقہ واقف ہو جایا کرتے تھے جیسا
کہ بہن صاحبہ نے خود ہی تحریر فرمایا ہے۔ لڑکا پڑھ
رہا ہے یا ملازم ہے۔ جائداد ہے یا نہیں عمر کیا ہے۔
صحت کیسی ہے۔ مزاج کیسا ہے۔ وضع قطع اور صورت
شکل کیسی ہے۔ گھر کی مستورات تعلیم یافتہ ہیں یا نہیں
یہ سب تو بالکل معمولی باتیں ہیں۔ اور ان کے دریافت
کرنے میں لڑکی کو مداخلت کی کوئی ضرورت نہیں۔
اب رہیں دوسری باتیں یعنی آپ کی والدہ اور
ہمشیرگان کا مزاج کیسا ہے۔ انہیں مجھ سے موافقت
ہوگی یا نہیں۔ بوقت لڑائی آپ میرا ساتھ دیں گے۔
یا والدین کا وغیرہ وغیرہ ۔ ان کا جواب نہ تو صحیح مل
سکتا ہے۔ اور نہ دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی
باتیں وقت وموقع کی مناسبت سے طے ہوا کرتی
ہیں ۔ اس قسم کے دریافت حالات کے لئے آپ

کی خط وکتابت واقعی بے کار ثابت ہوگی۔ کسی کے
حالات اگر دریافت کرنے ہوتے ہیں۔ تو دوسروں
کے ذریعے سے معلوم کئے جاتے ہیں۔ کوئی خود اپنے
معمولی سے معمولی عیب بھی نہ کھولے گا۔ ان تمام
باتوں کا ذمہ دار والدین کو ہی رہنا چاہئے۔

علاوہ بریں والدین سے پوشیدہ خط لکھنا ہرگز
مناسب نہیں۔ صاحب مضمون کا مطلب یہی ہے
کہ والدین کو خود ہی اس کی اجازت دینی چاہئے۔
اور اجازت کے بعد تنہائی اور پوشیدگی کی کیا ضرورت
باقی رہے گی۔ بعد تحقیقات نسبت پختہ ہو چکنے کے
میں مستقل خط وکتابت کی حامی ہوں۔ لیکن ایک خط
اور اس کا جواب کافی نہیں۔ بلکہ باقاعدہ جب تک
شادی نہ ہو جائے لکھتے رہیں۔ اس طرح خط وکتابت
میں کسی سوالیہ خط کی ضرورت نہ پڑے گی۔ بلکہ روزانہ
لکھتے رہنے سے تمام حالات خود بخود حوالہ قلم ہوا کریں
گے۔ اسی طرح ایک دوسرے کے عادات واطوار سے
واقفیت پیدا ہوگی۔ آپس میں موانست بڑھے گی۔
بلکہ گھر سے بھی غیر مانوس نہ رہیں گے۔ اور وہ دشواریاں
جو پہلے پہل بعد شادی کے پیش آتی ہیں۔ بہت کچھ آسان
ہو جائیں گی۔ یہ خط وکتابت کسی طرح بے کار ثابت
نہیں ہو سکتی۔ اور کوئی وجہ نہیں نظر آتی۔ کہ اس میں
کیا قباحت ہے۔ اور اس کی اجازت کیوں نہیں
دینی چاہئے۔ انسان کی طبیعت کا اندازہ لگانا بہت
ہی دشوار امر ہے۔ اور بغیر عرصے تک یک جائی کے
قریب قریب محال۔ لیکن جس طرح مضامین سے کچھ ولکی
سے کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ پرائیویٹ خطوط سے
اور زیادہ ممکن ہے۔ ہاں اگر اس میں کوئی پہلو قباحت
کا نکلتا ہے۔ تو وہ یہ کہ اگر کسی کے واقعات زیادہ
ناگوار ثابت ہوں گے۔ تو نسبت ترک ہو جائے گی
لیکن یہ بھی میرے خیال میں اچھا ہی ہوگا۔ کیونکہ بعد
کو طبیعتیں مکدر رہنے سے یہ بہت بہتر ہے۔ اب
میں نمونتاً چند ایسے خطوط کے جملے پیش کرتی ہوں
جس سے واقعات وغیرہ پر روشنی پڑتی ہے۔ صرف
یہی نہیں۔ روزانہ خط وکتابت میں سیکڑوں حالات
لکھے جا سکتے ہیں۔ جن سے ہزاروں باتیں معلوم
ہوں گی۔ مثلاً

منگیتر کا خط۔ ۱۔ تمہارا خط ملا۔ جواب فوراً
نہ دے سکا۔ کیونکہ کل ہمشیرہ صاحبہ کو دہلی کانفرنس
میں شرکت کی غرض سے لے جانا تھا۔ آج واپس
آیا ہوں۔

۲۔ کل سے ایسٹر کی تعطیل ہے۔ گھر جا رہا ہوں۔
کیا بتاؤں۔ اعزہ سے ملکے تو کبھی دل سیر ہی نہیں
ہوتا۔ ہم لوگ بچپن سے پڑھنے لکھنے اور پھر ملازمت
کے سلسلے میں سب کی محبت کو ترس جاتے ہیں۔

۳۔ خط ملا۔ تمہاری ناسازی طبیعت سے بڑی فکر
ہے۔ اب تو کام سے بھی طبیعت اچاٹ ہے۔ اگر
خدانخواستہ کل خط نہ لکھ سکو۔ تو اپنی خیریت کا تار
ضرور دیدینا۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔

۴- آج کل کام کی کثرت کی وجہ سے کھانے پینے تک کا ہوش نہیں- لیکن تمہارے خط کا جواب دینا ضروری ہے- ایک تو اپنی ہی طبیعت نہ مان سکی- دوسرے تمہاری خفگی کا خوف دامن گیر رہتا ہے +

۵- کل لیگ میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ جا رہا ہوں + ہمشیرہ نے کلب میں جو لکچر دیا تھا- وہ تم کو بھیج چکا ہوں- وہ دریافت کرتی ہیں- میں نے ٹھیک لکھا یا نہیں؟

۶- آج کل یہاں مس کوشیلا بائی کے لکچر ہو رہے ہیں- بڑی قابل خاتون ہیں- منہ سے پھول جھڑتے ہیں + جو کچھ کہتی ہیں- خوب کہتی ہیں + میں تو بہ دقت نکال کر شریک ہوتا ہوں- اور مسلمان خواتین کی بے علمی پر افسوس کرتا ہوں + اگرچہ اب ہمارے یہاں بہت سی خواتین پڑھی لکھی ملیں گی- لیکن عام طور سے غفلت ہے- کاش سب اسی طرح تعلیم یافتہ ہو جائیں + ایک بات کہوں گا- یہ سخت پردہ مانع تعلیم ضرور ہے +

منسوبہ کی طرف سے- ۱- آپ کا خط ملا- مجھے بڑی شرمندگی ہے- کہ میں فوراً ہی جواب نہ دے سکی + کل ریحانہ مس احسان الرحمن وغیرہ کی چائے تھی- اس لئے مطلق فرصت نہ مل سکی + آپ جانتے ہیں- آدمیوں سے بغیر اپنی نگرانی کے کام ٹھیک نہیں ہو سکتا +

۲- آپ کا خط ملا- جواب کیسے دوں- آپ کوتاہ قلمی کا الزام جھٹ سے لگا دیں گے + تھوڑا میں مان سکتی ہوں- لیکن اس قدر نہیں- جتنا آپ سمجھتے ہیں +

۳- ہمشیرہ صاحبہ کی طبیعت کل سے علیل ہے- وہی ان کا دیرینہ مرض اب پھر عود کر رہا ہے- خدا شفائے کلی دے + کل سے بالکل خاموش ہیں- اور ہم سب ان کی محبت آمیز باتوں سے محروم + بھائی بہن کی محبت بھی کیا چیز ہوتی ہے- جنہیں خدا نے اس محبت سے محروم رکھا ہے- میں غور کرتی ہوں- ان کے دل کی کیا کیفیت رہتی ہوگی +

۴- کل سے لکچر کی تیاری کر رہی ہوں + میرا تو ارادہ نہیں تھا- لیکن آپ کی خوشی ضرور مدنظر ہے- دیکھئے خانہ ہو جائیگا + جب دل نہیں چاہتا تھا- تو کیوں آمادہ ہوئیں- اب تو یہ میری ہی خوشی سمجھئے +

ناظرین غور کریں- ان چند مثالوں میں ہی محبت اخلاق اور عادات و معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ خط و کتابت صرف اشتیاق انگیز ہی نہیں بہت ہی سود مند ہے- خاص کر لڑکیوں کے لئے + آپس میں ملاقات نہ ہوگی- لیکن میرے خیال میں کوئی بیگانگی تو قایم نہیں رہ سکتی + شادی کے بعد غیریت کا کہیں وجود نہ ہوگا + دیکھوں- دوسری بہنیں کیا رائے رکھتی ہیں- نیز محترمی مولوی صاحب قبلہ بھی اپنی رائے لکھیں + خاکسار ر- کے

فلیسوف۔ واقعی میرا بھی یہی خیال ہے۔ کہ خط و کتابت مجوزہ سے اس شخص کے ساتھ خط و کتابت کرنا مراد ہے جس سے نسبت ہو چکی ہو۔ اس لئے اس خط و کتابت میں وہ حالات نہیں آنے چاہئیں۔ جن کی بابت رشتے سے پہلے پوچھ گچھ ہوا کرتی ہے کیونکہ یہ خط و کتابت ان مراحل کے طے ہو چکنے کے بعد ہو گی ❊

میں اس خط و کتابت کو زوجین کے لئے بہت مفید سمجھتا ہوں۔ اور میں نے اپنی شادی کے وقت خود اس پر عمل کیا تھا۔ میرے دو نکاح ہوئے۔ پہلا اپریل ۱۸۸۸ء میں اور دوسرا دسمبر ۱۸۹۷ء میں ❊ دونوں حالتوں میں میں نے اپنی منسوبہ سے خط و کتابت کی۔ اور میں نے اس کو بہت مفید پایا۔ اس کی تفصیل میں پھر کسی وقت لکھوں گا ❊

انجمن تہذیب نسواں کانپور

انجمن تہذیب نسواں کانپور کا پانچواں جلسہ ۷۔ اپریل کو بوقت دو بجے دن کے منشی اشتیاق علی صاحب عباسی کے مکان پر زیر صدارت محترمہ بیگم صاحبہ مولانا حسرت موہانی منعقد ہوا۔ حسب ذیل خواتین شریک جلسہ تھیں:-

(۱) بیگم صاحبہ مولانا حسرت موہانی۔ (۲) ہمشیرہ صاحبہ مولانا حسرت موہانی۔ (۳) محترمہ [illegible] ... جائی کے

(۴) محترمہ وسیمہ بیگم صاحبہ۔ (۵) محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ (۶) محترمہ فاطمہ صغرا صاحبہ۔ (۷) محترمہ ام کلثوم صاحبہ (۸) محترمہ بیگم صاحبہ ذاکر علی صاحب وکیل۔ (۹) محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ۔ (۱۰) ہمشیرہ سیدہ بیگم صاحبہ۔ (۱۱) بیگم صاحبہ منّے صاحب۔ (۱۲) محترمہ صدیقی فاطمہ صاحبہ۔ (۱۳) بیگم صاحبہ محمد یعقوب صاحب مع صاحبزادیاں۔ (۱۴) محترمہ گوہر بیگم صاحبہ۔ (۱۵) اخلاق فاطمہ۔ (۱۶) تہذیب فاطمہ۔ (۱۷) بیگم صاحبہ عبدالمغنی صاحب۔ (۱۸) خاکسار

حمد و نعت کے بعد کارروائی جلسہ گزشتہ پڑھی گئی۔ اور اس کے بعد تجویز پیش کرنے کے طریقے پر ایک رزولیوشن بتحریک اخلاق فاطمہ و بتائید تہذیب فاطمہ پیش ہو کر پاس ہوا ❊

اس کے بعد تہذیب فاطمہ نے نظم "اے مسلم خوابیدہ یہ خواب گراں کب تک" حاضرین محفل کو بلند آواز سے سنائی۔ اور فاطمہ بیگم صاحبہ نے "قرض کے نتائج" پر ایک مضمون پڑھا۔ اسی سلسلے میں خیرات کے صحیح اور غیر صحیح مصرف پر محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ و فاطمہ بیگم صاحبہ سے بدیر بحث مباحثہ رہا۔ بعد ازاں اخلاق فاطمہ نے ایک جوشیلی نظم پڑھی ❊ اس مختصر کارروائی کے بعد ڈاکٹر سر اقبال کی مشہور نظم "دعا" اور قومی ترانے پر جلسہ کو ختم کیا گیا۔

ختم جلسے کے بعد صدر جلسہ صاحبہ نے اس کمرہ کا افتتاح کیا۔ جس میں اکثر ممبران انجمن کی دستکاری

کے اعلیٰ نمونے بطور نمائش پیش کیے گئے تھے ۔ یہ نمائش اُس ریزولیوشن کی تعمیل میں منعقد کی گئی تھی۔ جس کے متعلق گزشتہ ماہ فروری میں منظوری ہو چکی تھی ۔ سب بہنوں نے ایک دوسرے کی دستکاری اور دلچسپی اور شوق کی نظروں سے دیکھا۔ بہنوں کی یہ دستی صنعت نہایت قابل تعریف تھی ۔ جلسے کی برخاستگی کے بعد پان وغیرہ سے بہنوں کی تواضع کی گئی۔ اور انہیں گراموفون کے دلکش گانے سُنا کر محظوظ کیا گیا ۔

مشتاق فاطمہ

آنریری سکرٹری انجمن تہذیب نسواں کابُور

نیبجر۔ انجمن کی خوش قسمتی ہے۔ کہ بیگم مولانا حسرت موہانی اس کی صدر ہیں ۔ مجھے امید ہے۔ کہ بیگم صاحبہ موصوفہ انجمن کو حتی الامکان مفید بنانے میں خاطر خواہ مدد دیں گی ۔ دستکاری کی نمائش نہایت مفید کام ہے ۔ اگر یہ ہر تین مہینے کے بعد ہوا کرے۔ تو اس سے دستکاری میں بہت ترقی ہو گی ۔ اس کے علاوہ شادی غمی کی رسوم میں اصلاح کی بہت ضرورت ہے ۔ انجمن کو ادھر توجہ کرنی چاہئے ۔

محفل تہذیب

مکرمی مولوی صاحب ۔ میں نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں۔ کہ مورخہ ۲۰-اپریل کو میری آپا رفیعہ سلطان (جو آصفہ خاتون کے نام سے تہذیب کی نامہ نگار ہیں۔) کی شادی شیخ عبدالرحمٰن صاحب سب جج امرتسر سے بخیر و خوبی انجام پائی۔ بہنوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس نئی زندگی میں قدم رکھنا مبارک کرے اور یہ انقلاب زندگی ان کی راحتوں اور خوشیوں کا موجب ہو ۔

شادی میں جانبین میں سے کسی نے خلاف شرع یا فضول رسم نہیں کی ۔ شیخ صاحب موصوف نے اس خوشی میں ۵۰ روپے اشاعت اسلام کے لئے دیئے ۔ حامدہ بنت ڈاکٹر بشارت احمد جہلم

مجوزہ زنانہ اسٹور کے لئے بہنوں نے اشیاء ضروری کی فہرستیں بھیجی ہیں۔ جن میں سے محترمہ خدیجہ بائی ببلیئ کی فہرست نہایت مفصل اور جامع ہے ۔ محترمہ موصوفہ نے بعض اشیاء کی تصویریں تک دیدی ہیں۔ میں ان کی توجہ اور محنت کا دل سے شکر گزار ہوں ۔

عزیزہ زبیدہ خانم (کراچی) نے بھی زنانہ ضرورتوں کی ایک فہرست بھیجدی ہے۔ وہ بھی خاصی ہے۔ مجھے ان کی توجہ سے بھی بہت خوشی ہوئی ۔ ان دونو بہنوں کے علاوہ آٹھ دیگر بہنوں نے بھی مختصر مختصر فہرستیں بھیجی ہیں ۔ نیبجر

مکرمی جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم ۔ ۵ فروری کے تہذیب میں محترمہ بہن اقبال صاحبہ نے برص کی دوا کی بابت تحریر فرمایا تھا۔ کہ میرے پاس مجرب نسخہ ہے۔ اور میں دوا مفت بھیج سکتی ہوں۔ میرے چھوٹے بھائی کو یہ مرض ہو گیا ہے۔ میں نے بہن ممدوحہ کے پاس کئی خطوط بھیجے۔ مگر جواب سے بالکل محروم رہی۔ براہ مہربانی بہن صاحبہ بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں۔ کہ آیا وہ دوا بھیج سکتی ہیں۔ یا نہیں؟ اگر مفت نہ بھیج سکیں۔ تو قیمتاً ہی روانہ کر دیں۔ ازحد ممنون و شکور ہوں گی۔ بنت ڈاکٹر سید محمد ہاشم صاحب رابرٹس گنج ضلع مرزاپور

منیجر۔ افسوس ہے۔ کہ پہلے مفت دوا دینے کا وعدہ مشتہر کیا جاتا ہے۔ مگر بعد میں اس کا ایفا مشکل نظر آتا ہے۔ اقبال صاحبہ کو اس طرف توجہ کرنا چاہئے۔

تصحیح۔ ۱۹ مارچ کے تہذیب میں میں نے جس کرو شیا کا ذکر کیا ہے۔ اس کی قیمت صرف ایک آنہ ہے۔ کاتب نے غلطی سے دس آنے لکھ دئے ہیں۔ راقمہ گ۔ ن کپورتھلہ

جناب مولوی صاحب قبلہ دام اقبالہ۔ السلام علیکم۔ عرصہ دراز سے میری زبان میں لکنت ہے۔ اگر کوئی بہن یا بھائی از راہ کرم مجھے کوئی ایسا نسخہ بتلائیں۔ جس سے میری زبان کی لکنت جاتی رہے۔ تو میں ان کا نہایت ہی ممنون و شکور ہوں گا۔ راقم ایک طالب علم

منیجر۔ لکنت دور کرنے کے لئے سب سے اچھی ترکیب یہ ہے۔ کہ بولنے میں جب کسی لفظ پر لکنت ہو۔ تو فوراً خاموش ہو جائیں۔ اور خاموش ہونے کے بعد دوبارہ بولیں۔ بار بار اس طرح کرنے سے لکنت جاتی رہتی ہے۔

اکسیر ستارا کا اشتہار تقریباً ہر پرچے میں نکلتا ہے۔ امید ہے۔ کہ کسی حاجت مند بہن صاحبہ نے ضرور اس کا تجربہ کیا ہوگا۔ اس لئے اگر کوئی بھائی صاحب یا بہن صاحبہ اس کے فوائد کے متعلق اپنے تجربے سے مستفید فرمائیں۔ تو بہت مشکور ہوں گی۔ ضرورت مند

نہ معلوم کون بہن۔ کس جگہ اور کس شہر سے لکھتی ہیں۔ کہ "یہاں پر آج کل سانپ بہت نکلتے ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد کرسی یا چارپائی پر بیٹھنا مشکل ہے" دیکھ دیکھ کر قدم رکھنا پڑتا ہے۔ شام کے وقت تقریباً ہر گھر میں چار پانچ سانپ ہر روز نکلتے ہیں۔ اگر کوئی بہن یا بھائی ان کے دور کرنے کی دوا بتائیں۔ تو نہایت شکر گزار ہوں گی۔

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

بچوں کے سوالات

اکثر عورتوں اور مردوں کی صحت جوانی کے زمانے میں خود بخود بگڑ جاتی ہے۔ اور وہ ہر وقت مضمحل اور گرے گرے نظر آتے ہیں۔ ایک ماہر نفسیات کا خیال ہے۔ کہ اس کا باعث بچپن میں ذہن کو ناکافی غذا ملنا ہے۔

جب بچے کی عمر سات ایک سال کی ہوتی ہے۔ تو اس وقت اسے پہلے پہل یہ معلوم ہونا شروع ہوتا ہے۔ کہ دنیا بے شمار ایسی چیزوں اور آوازوں اور عجوبوں سے بھری ہوئی ہے۔ جن کو بہت تفصیل سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ ان کے متعلق بار بار اپنے والدین اور دوسرے بزرگوں سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہتا ہے۔ والدین عام طور پر ان سوالوں کو سن کر ٹال جاتے ہیں۔ اول تو انہیں اپنی مصروفیتوں میں اتنی فرصت ہی نہیں ہوتی۔ کہ ان سوالوں کو غور سے سن کر ان کے جواب دیں۔ دوسرے وہ کئی باتوں کو ایسے آسان انداز میں بیان نہیں کر سکتے۔ کہ بچے سمجھ لیں۔ اور تیسرے تجربے سے انہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر ایک سوال کا جواب دیدیا جائے۔ تو اس کے جواب میں سے بیسیوں اور نئے سوال پیدا ہو جائیں گے۔

ان وجوہ کی بنا پر انہیں سب سے آسان یہ طریق معلوم ہوتا ہے۔ کہ سرے سے جواب ہی نہ دیا جائے۔ بچہ تھوڑی دیر سوال کے جواب پر اصرار کر کے خاموش ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ اپنے سوال کو بھولتا نہیں۔ بلکہ اسے اپنے ننھے سے دماغ کے کسی خانے میں بجنسہ رکھا رہنے دیتا ہے۔

یہ وقت ہوتا ہے۔ جب جوانی کی خرابی صحت کی بنیاد پڑتی ہے۔ بچہ فراغت کے وقت میں اپنے اس سوال کو بار بار دماغ کے پوشیدہ خانے میں سے نکالتا۔ اور خود اسے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اس کا نازک دماغ طرح طرح کے ممکن جوابوں کی کثرت میں چکرا جاتا ہے۔

اسی زمانے میں سیکڑوں اور مسائل اس کی نئی ذہنی دنیا میں بار پا لیتے ہیں۔ اور اس کی فراغت و راحت کے وقت میں دماغ میں گھومتے رہتے ہیں۔

عام طور پر تو یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ بچے کچھ نہیں سوچتے

اور ہر چیز کو قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔ مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، وہ ہر چیز پر اپنے طفلانہ انداز میں بہت کچھ سوچتے اور اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر دوسرے لوگ انہیں کچھ نہیں بتاتے۔ یا ان کی خاطر خواہ تسلی نہیں کرتے۔ تو خود غور و فکر شروع کر دیتے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بچے اوائل عمر میں اندر ہی اندر سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اپنے ننھے منے معمولی غموں اور پریشانیوں میں دوسروں سے امداد نہیں مانگتے ٭

جہاں اس عادت کا بیج ایک دفعہ پڑا فوراً بارآور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اندر ہی اندر سوچنے کا نتیجہ قطعی یہ ہوتا ہے۔ کہ اعصاب پر بے انتہا زور پڑتا ہے۔ اور عصبی اور طبعی صحت کی بربادی کی بنیاد پڑ جاتی ہے٭ عام طور پر جن لوگوں کو عصبی امراض ہوتے ہیں۔ وہ جب اپنے ماضی پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو انہیں ضرور یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی لاینحل مسئلے میں مدتوں تک دماغ سوزی کرتے رہے ہیں۔ اور ذہنی مصروفیت نے طبعی نقصان کی صورت اختیار کر لی ہے ٭

بچوں کے سوالات کا جواب معلوم کرنے میں جو تکلیف ہوتی ہے۔ وہ اس نقصان سے بہت کم ہے جو سوالات کو ٹالنے سے ان کی صحت کو پہنچتا ہے ٭

جنگجو عورت

تاریخوں میں ایسی کئی عورتوں کے تذکرے ملتے ہیں۔ جنہوں نے میدان جنگ میں مردوں کی طرح داد شجاعت دی۔ پر یہ تمام قصے اپنے پرانے زمانے کے ہیں۔ کہ اس دنیا کی باتیں ہی معلوم نہیں ہوتے، اب پچھلی جنگ عظیم کے دنوں میں ایک سردی خاتون فلورا سینڈرز نے ان داستانوں کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اور کپتان کا لقب حاصل کر لیا، ان ہی دنوں ایک انگریز کتب فروش نے اس خاتون کی سوانح عمری بہت تکلف سے شائع کی ہے۔ جو اپنی دلچسپی کی وجہ سے بہت مقبول ہو رہی ہے ٭

فلورا سینڈرز کسی مجبوری یا اتفاق کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اپنی مرضی سے سات سال فوج میں ملازم رہ کر میدان کارزار میں کام کرتی رہی، فوجی ملازمت کا آغاز نرس کے کام سے کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ واقعات نے اس کام سے علیحدہ کر کے فوج میں بھرتی کر دیا۔ اور وہ باقاعدہ جنگ میں لڑانے کے لئے فوجوں کے ساتھ نکل کھڑی ہوئی، جس جس مقام پر لڑائی میں شریک ہونا پڑا۔ وہاں ایسی بے جگری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ کہ بہت جلد کپتان کا خطاب حاصل کر لیا ٭

اپنی سوانح عمری میں اگرچہ خاتون مذکور نے اپنے کارنامے بہت کسر نفسی سے بیان کئے ہیں۔ لیکن وہ کس قدر خطرناک تھے۔ وہ کتاب کے اسی فقرے سے ظاہر ہے۔ کہ بلغاری ہمارے قیدیوں اور زخمیوں سے جو زم سے زم سلوک کرتے تھے۔

وہ یہ تھا۔ کہ ان کے گلے کاٹ ڈالتے تھے۔ وہ جان
بھی لیتے تھے۔ اور طرح طرح کی اذیتیں بھی پہنچاتے تھے"
بلغاریوں کے اس سلوک کے باوجود جب فلورا
سینڈرز نے ایک زخمی بلغاری سپاہی کو زمین پر بے تابی
سے لوٹتا اور سردیوں کو گالیاں دیتے دیکھا۔ تو اس کی
نسوانیت ابل پڑی۔ اور اس نے اس کے زخموں کو
دھو کر اس کی مرہم پٹی کی۔ اور اسے برانڈی پلائی
اور اس نیک سلوک پر اپنے کرنل کو راضی کر لیا۔
فلورا سینڈرز کو میدان جنگ کے کشت و خون
کو بہت ناپسند کرتی تھی۔ لیکن ادائے فرض میں کسی قسم
کی کوتاہی اس کو گوارا نہ تھی۔ ایک مرتبہ دشمن کے
بم سے وہ بہت بری طرح زخمی ہو گئی۔ اپنے احساسات
اس نے یوں بیان کئے ہیں:-
مجھے یکایک یہ معلوم ہوا۔ کہ جیسے ایک مکان کا
مکان تراتے سے ٹوٹ کر میرے سر پر آگرا ہے میری
نظروں میں دنیا تاریک ہو گئی۔ لیکن میں بے ہوش
نہ تھی۔ یہ امر میرے دل میں ایک کانٹے کی طرح
برابر چبھے جا رہا تھا۔ کہ ہماری پلٹنیں پیچھے ہٹ رہی
ہیں۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ ہماری فوج کا ایک
ایک سپاہی بم سے زخمی ہو گیا تھا۔ ایک کا چہرہ ناک
سے ٹھوڑی تک کھل گیا تھا۔ مجھے کچھ نظر نہ آ رہا تھا
جیسے میں یک لخت اس صدمے سے اندھی ہو گئی ہوں"
اس قسم کے واقعات ہیں جن میں اس شجاع
خاتون نے سات سال تک دن رات گزارے
اور خوش قسمتی سے زندہ بچ گئی۔

پھول دان میں پھول

جن عورتوں کو پھول دانوں میں پھول رکھنے
کا شوق ہے۔ اگر وہ چند باتوں کا خیال رکھیں۔
تو پھول زیادہ عرصہ تک تر و تازہ اور شگفتہ رہیں۔
سب سے پہلے شاخ کے اتنے حصے پر سے جو پانی
میں رہتی ہے۔ تمام پتے توڑ ڈالنے چاہئیں۔ پتوں
کی وجہ سے پانی سڑ کر خراب ہو جاتا ہے۔ اور
پھولوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

اگر پھولوں کی ٹہنی سخت ہو۔ جیسے گلاب اور
گل داؤدی کی ہوتی ہے۔ تو پہلے تو شاخ کے سرے
پر سے اس کی چھال اتار دینی چاہئے۔ اور پھر اس
سرے کو واسطی قلم کی طرح ترچھا تراش دینا چاہئے مگر
تراشتے وقت یہ خیال رہے۔ کہ پھول کی شاخ اتنی
لمبی نہ ہو۔ کہ پھولدان کے پیندے سے لگی رہے۔
شاخ اگر پیندے سے لگ جاتی ہے۔ تو پھر پودا
آسانی سے پانی حاصل نہیں کر سکتا۔ نرم شاخوں
کے پھول میں صرف تراش دینا کافی ہے۔

پھولوں کو پھولدان میں رکھنے کے بعد ہر روز
ان کا پانی تبدیل کرنا چاہئے۔ اور ساتھ ہی دوسرے
سرے پر تھوڑی سی شاخ بھی تراش دینی چاہئے۔
اگر پھول دان کے پانی میں تھوڑا سا نمک بھی
ملا دیا جائے۔ تو پھول اور بھی زیادہ عرصہ تک

تر و تازہ رہتے ہیں ؛

اگر پھول کملائے جا رہے ہوں۔ تو اسپرین کی گولی پھول داں میں گھول دینے سے وہ پھر شگفتہ ہو جاتے ہیں ؛

جوتوں کی حفاظت

گرگابیاں اور بوٹ ہر گھر میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی مناسب دیکھ بھال کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ذرا سے استعمال کے بعد جوتے کی وضع مسخ ہو جاتی ہے۔ رنگ بگڑ جاتا ہے۔ اور جوتا بے کار ہو جاتا ہے؛

جوتے زیادہ یوں چلتے ہیں۔ اگر اکٹھے دو جوڑے خرید لے جائیں۔ اور انہیں باری باری پہنا جائے۔ تاکہ ان کے چمڑے کو اچھی طرح سوکھ جانے کا موقع بھی ملتا رہے۔ اس طرح دونوں جوتے اپنی اپنی عام عمر سے بہت زیادہ عرصے تک خوب کام دے سکتے ہیں ؛

بوٹ اُتارنے کے بعد ان کے اندر قالب دینا چاہئے۔ اور اگر قالب موجود نہ ہو۔ تو کم از کم نرم کاغذ ہی اچھی طرح ٹھونس دیا جائے۔ اس احتیاط سے بوٹ کی شکل و صورت نہیں بگڑنے پاتی ؛

صاف کرنے سے پہلے بڑی احتیاط سے مٹی اور کیچڑ بوٹ پر سے پونچھنا چاہئے۔ اس کے بعد کسی نرم برش سے یا ململ میں ڈال کر روغن ملنا چاہئے۔ اور جوتے کے خشک ہونے کے بعد ریشم سے صاف کرنا چاہئے ؛ بادامی بوٹوں کا رنگ اکثر بگڑ جاتا ہے۔ زیادہ احتیاط مطلوب ہو۔ تو روغن لگانے سے پہلے اسے صابن سے دھو لو۔ اور خشک ہونے کے بعد روغن لگاؤ ؛

پیٹنٹ چمڑے کے جوتوں پر کیچڑ گیلی ہی ہو۔ تو اُتار لینی چاہئے۔ سوکھنے کے بعد اُتاری جاتی ہے۔ تو رگڑ سے جوتے کی چمک خراب ہو جاتی ہے ؛ اسی چمڑے کے جوتے اکثر تڑخ کر بدنما ہو جاتے ہیں۔ اس نقصان سے بچنے کے لئے تھوڑے تھوڑے عرصے بعد بوٹ پر ویسلین ملنی چاہئے۔ ان پر دودھ سے بھی روغن کیا جاتا ہے ؛

چلنے میں کسی بوٹ سے آواز نکلتی ہو۔ تو اس کو دور کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ کسی بے کار چپٹے برتن میں السی یا زیتون کا تیل ڈال کر بوٹ اس میں رکھ دیا جائے۔ مگر خاص احتیاط یہ رہے۔ کہ تیل بوٹ کے تلے ہی کو چھوئے۔ اوپر کے حصے کو نہ چھونے پائے ؛

کپڑے کے جوتوں پر سے داغ لیموں کا عرق یا جلانے کی اسپرٹ ملنے سے بالکل دور ہو سکتے ہیں۔ اور جوتا اصلی حالت پر آ جاتا ہے ؛

گیلے جوتوں کو کبھی آگ کے سامنے خشک نہ کرنا چاہئے ؛

خبریں اور نوٹ

گورنمنٹ مصر نے بنک آف مصر کو مدد دی تھی۔ اس کے متعلق گورنمنٹ کے شکریہ کی قرارداد پیش کی گئی۔ جو کثرت رائے سے نامنظور ہوگئی۔ اس پر علی پاشا کی وزارت نے استعفا دیدیا ۔

حکومت ایران قدیم ایرانی بادشاہوں کے جواہرات فروخت کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ جواہرات یورپ کے بازاروں میں بکیں گے حکومت کا خیال ہے۔ کہ جواہرات صندوقوں میں بے کار پڑے رہنے سے یہ بہتر ہے۔ کہ ان کی قیمت قوم و ملک کی اصلاح اور خوش حالی پر صرف کی جائے۔

خلیج فارس کی اطلاع ۔ ۱۳۔ اپریل کو عربوں کی ایک جماعت نے شمالی ساحل کے ایرانی چنگی خانے پر حملہ کیا۔ حملہ آور مسلح تھے ۔ وہ تمام سامان از قسم اسلحہ لوٹ کر لے گئے۔ اور چنگی خانے کے کلکٹر کو مار ڈالا۔ انہوں نے پوسٹ ماسٹر پر بھی حملہ کیا۔ لیکن اسے عرب شیخ کے داماد نے بچا لیا۔ اس واقعہ سے پریشان ہو کر برطانی پولیٹیکل افسر کے ایما سے برطانی جہاز کیوپن سے کچھ فوج اُتاری گئی۔ تاکہ برطانی رعایا کو نقصان نہ پہنچے ۔

وزیر اعظم اٹلی کے قتل کی سازش کے ۸ ملزموں کو ۳۰ سے لے کر ۴ سال تک کی مختلف سزائیں دی گئیں ۔

برطانی پارلیمنٹ میں اس مطلب کا ایک قانون پیش کیا گیا۔ کہ بھتیجی اور بھانجی کے ساتھ شادی جائز ہونی چاہئے۔ لیکن مخالفانہ رایوں کی کثرت سے پاس نہ ہو سکا ۔

۱۳۔ اپریل کے اجلاس پارلیمنٹ کے دوران میں مس ایلین ولکنس ممبر پارلیمنٹ یکایک بے ہوش ہو گئیں۔ اور آپ کو طبی مشورہ کے لئے اجلاس سے باہر لانا پڑا۔ مس مذکورہ کو اعصابی کمزوری کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اب آپ کچھ دنوں آرام کریں گی ۔

آج کل انگلستان میں مردوں کی نسبت عورتوں کی تعداد ۱۷ لاکھ زیادہ ہے ۱۹۱۱ء میں صرف ۱۲ لاکھ کی زیادتی تھی۔ ان زیادہ خواتین میں سے اسی فی صدی شہروں میں ہیں۔ اور باقی دیہاتوں میں ہیں ۔

میڈرڈ کا تار۔ چند سیاح جن میں دو عورتیں تھیں ایک گرجا کے برج پر چڑھے۔ اور لفٹ بگڑ جانے کی وجہ سے رسّوں کے ذریعے بدقت نیچے اتر سکے ۔

میکسیکو (امریکہ) میں ایک چلتی ٹرین پر ڈاکہ پڑا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ڈاکو رومن کیتھولک باغی تھے انہوں نے پہلے کچھ ریلوے لائن اُکھاڑ دی تھی جب انجن اور دو تین گاڑیاں پٹڑی سے اُتر گئیں تو ڈاکوؤں نے مسافروں پر گولیاں چلانی شروع کیں۔ ٹرین کے محافظ سپاہی ساڑھے تین گھنٹے تک لڑتے رہے۔ بالآخر تمام کے تمام مارے گئے۔ اس کے

بعد ڈاکوؤں نے ٹرین میں داخل ہو کر مسافروں کے گلے کاٹنے اور بندوقوں کے کندوں سے سر پھوڑنے اور توڑنے شروع کئے۔ اور ہولناک خونریزی کے بعد ٹرین کو آگ لگا دی ٭ آٹھ ہوائی جہاز اور ایک امدادی ٹرین موقع پر پہنچ گئی۔ اور اس نے باقی ماندہ مسافروں کی ڈھارس بندھائی ٭ جب پس ماندہ لوگ دوسری ٹرین میں بیٹھنے کے لئے اپنے اپنے درجوں سے اُترے۔ تو اس وقت بڑا دلدوز نظارہ تھا ٭ مرد عورتیں اور بچے زار زار روتے تھے۔ اور دوسرے مقامی لوگ ان کی حالت پر کف افسوس ملتے تھے ٭ ایک عورت کو یہ معلوم کر کے۔ کہ اس کا خاوند مارا گیا غش آ گیا ٭ پھر اس نے چیخنا چلانا شروع کیا۔ اور خودکشی کرنے کی کوشش کی ٭ ایک شخص پاگل ہو گیا۔ کیونکہ اس کے تین بچے اور ایک بیوی قتل ہو چکی تھی۔ حملہ آوروں نے کنبے کے کنبے قتل کر ڈالے۔ اور ان میں بیس معصوم بچے بھی قتل کئے گئے ٭

میکسیکو کے وزیر اعظم نے اس روح فرسا واقعہ پر دلی افسوس کا اظہار کیا ہے۔ اور ڈاکوؤں کی گرفتاری کے لئے سخت کارروائی کا حکم دیدیا ہے ٭

یورپ کی لڑائی میں روس کے جرنل کیلیٹانن نے بڑا نام پیدا کیا تھا۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں اس نے ارض روم میں بڑے معرکہ کی فتح حاصل کی تھی۔ جس کے صلے میں اسے ایک مرصع تلوار ملی تھی ٭ انقلاب روس کے بعد اس کے حالات بدل گئے ٭ اسے ۵۷ سال کی عمر میں ایک موٹر فیکٹری میں دو سال تک مزدوروں کی طرح کام کرنا پڑا۔ جس سے اس کی صحت خراب ہو گئی ٭ پھر وہ اپنی بہو بیٹی کے پاس پیرس چلا گیا ٭ اس کی بیٹی کے پانچ بچے ہیں۔ اور وہ ایک بسکٹ فیکٹری میں قلیل آمدنی پر ملازم ہے ٭ اب اخبارات نے اس کی شخصیت کا لحاظ کر کے امداد کے لئے اپیل کی ہے ٭

لنڈن میں ایک پنجابی پنڈت گوپال جی اہلووالیہ ایم ایس سی کو جو کچھ عرصے سے مشن کالج لاہور میں لکچرار رہ چکے ہیں۔ اس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے ہائیڈ پارک میں ایک تقریر کی۔ جس کے دوران میں انگریزوں کے خلاف ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے ٭ ملزم عدالت میں پیش کیا گیا۔ اور مقدمے کی تاریخ پڑ گئی ٭

ایک باہمت خاتون مس سی اے بنہم تیسری بار دنیا کا بغیر کسی ہتھیار و حفاظت کے دورہ کر رہی ہے۔ آج کل وہ چین میں ہے ٭

کناڈا کے ایک خاندان کو جس میں پادری سلاچر ان کی بیوی اور بیٹی اور ایک امریکن عورت مس میک گریگ شامل تھیں چینی قزاقوں نے پکڑ لیا ٭ باپ اور نوجوان لڑکی کو قتل کر دیا۔ اور مسز سلاچر اور مس گریگ کو بھگا لے گئے ٭

کوہ ایلپس کے اوپرین حصے کے لئے ایک ہوائی اڈے

تعبیر کی گئی ہے۔ اس میں سب سے پہلے حکومت آسٹریا کے پریزیڈنٹ نے سفر کیا۔ تاکہ وہ اس نو ایجاد ریلوے کے نظام کے متعلق اطمینان کر لے۔ یہ ہوائی ریلوے تقریباً دس ہزار فٹ بلند ہے۔ اور ترین الپس کی بلند ترین چوٹی زگس پٹز تک پہنچتی ہے۔

ایک امریکن سیاح کا بیان ہے۔ کہ بحر الکاہل کے ایک دور افتادہ جزیرے میں اسے چند ایسے وحشی انسان ملے۔ جن کا قد بہت چھوٹا اور سر کی پیشانی کے درمیان ایک ایک سینگ تھا۔

حکومت ممالک متوسط نے مس جسونت بی اے بنت رائے بہادر آر جسونت کو سرکاری وظیفہ دے کر مزید تعلیم کے لئے انگلستان بھیجا ہے۔

سیٹھ جمنالال بجاج نے اچھوت لڑکیوں کی تعلیم کے لئے کنیا گرو کل دہلی کو پندرہ سو روپیہ دیا ہے۔

مسٹر گھنشیام داس برلا نے ہندی کتابوں کی اشاعت کے لئے بنارس ہندی یونیورسٹی کو پچاس ہزار روپیہ دیا ہے۔

گزشتہ چند ماہ سے ایک امریکن مسٹر ٹرینڈن پونا میں مقیم ہے۔ وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا اور بیماروں کا مفت علاج معالجہ کرتا ہے۔ یہی اس نے اپنی زندگی کا واحد مقصد سمجھ رکھا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ وہ اس طرح مذہبی تبلیغ کر رہا ہے۔

دیناج پور ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ جو شخص ایک مہینے میں دو ہزار گز سوت کاتے گا۔ اُسے ایک طلائی تمغہ بطور انعام دیا جائے گا۔

کاکوری کے مقدمے کے اکثر ملزمین نے اس بنا پر بھوکا رہنے کی ہڑتال کر دی ہے۔ کہ ان سے جیل میں سیاسی قیدیوں کا سا برتاؤ نہیں کیا جاتا۔ اور عام قیدیوں کی طرح رکھا جاتا ہے۔

نیپالی لڑکی راجکماری مایا کو بیچنے والا پدم پرشاد عدالت میں پیش ہوگیا۔ اور بیس ہزار کی ضمانت اور دس دس ہزار دو مچلکوں پر رہا کیا گیا۔

مدراس میں ۱۸-اپریل کو زنانہ انڈین ایسوسی ایشن کا جلسہ زیر صدارت مسز سوامی ممبر مدراس کونسل منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل رزولیوشن پاس ہوئے۔

۱- عورتوں کو جیوری کا ممبر بننے کا حق دیا جائے۔

۲- سولہ سال سے کم عمر کی لڑکیوں کی شادی کرنا جرم قرار دیا جائے۔ اور عمر رضامندی سولہ سال تک بڑھادی جائے۔ نیز اس باب میں ڈاکٹر گوڑ کے مسودۂ قانون کی حمایت کی جائے۔

۳- ہندو عورتوں کے قانون وراثت میں ترمیم کی جائے۔ اور انہیں متوفی باپ یا شوہر کی جائداد سے حصّہ ملنا چاہئے۔

الہ آباد ہائی کورٹ میں ۶۵ لاکھ روپے کی جاگیر کے متعلق ایک دلچسپ مقدمہ چل رہا ہے۔ جو

کلکتہ جاگیر کے نام سے مشہور ہے۔ اور اضلاع میں پوری اور اناوہ میں واقع ہے + اس مقدمے میں مدعی راؤ نرسنگھ کا یہ دعوے تھا۔ کہ وہ راؤ بلونت سنگھ (راجھانی) کا بیٹا ہے۔ اور رانی دوناجی کے بطن سے ہے۔ مدعا علیہا رانی کشوری کی طرف سے کہا گیا تھا کہ یہ غلط ہے۔ رانی دوناجی کے بطن سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اس پر ہائی کورٹ نے مقدمہ خارج کر دیا تھا۔ اس کے بعد نرسنگھ راؤ نے پریوی کونسل میں اپیل کی۔ اور اپنی ماں رانی دوناجی کو لے کر ولایت گیا + وہاں پریوی کونسل کے حکم سے لیڈی ڈاکٹروں نے رانی کو دیکھنے کے بعد قرار دیا۔ کہ یہ ایک بچے کی ماں ہے + رانی کشوری کہتی ہے۔ کہ جس عورت کا ڈاکٹرنیوں نے معائنہ کیا۔ وہ رانی دوناجی نہیں۔ بلکہ ایک دوسری عورت مساۃ مہتاب کور ہے + اب پریوی کونسل نے یہ مقدمہ ہائی کورٹ الہ آباد کے پاس اس غرض سے واپس بھیجا ہے۔ کہ وہ رانی دوناجی کی شناخت کرے۔ چنانچہ چیف جج نے ۱۹-اپریل کو رانی دوناجی اور مہتاب کور کو دیکھا۔ اور مقدمہ دوسرے دن کے لئے ملتوی کر دیا + اس مقدمے میں راؤ نرسنگھ کی طرف سے سر تیج بہادر سپرو اور رانی کشوری کی طرف سے پنڈت موتی لال نہرو پیروکار ہیں +

بنگلور کے مشن گرلز اسکول میں چرخہ کاتنے کی جماعتیں کھولی گئی ہیں۔ اور اسکول کی لیڈی سپرنٹنڈنٹ کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ اس شعبے میں دلچسپی اور تندہی سے کام کریں +

آنریبل سردار جوگندر سنگھ صدر سکھ ایجوکیشنل کانفرنس راولپنڈی نے اپنے خطبہ صدارت میں پنجاب کی تعلیمی ترقی کا ذکر کر کے بتایا۔ کہ یہاں لڑکوں کے لئے ۱۲ آرٹس کالج، پیشوں کے کالج۔ ۲۸۵ ہائی اسکول۔ ۲ ہزار مڈل اسکول اور ۵ ہزار پرائمری مدارس ہیں۔ اور لڑکیوں کے لئے ۲ آرٹس کالج ایک طبی کالج۔ ۱۲ ہائی اسکول ۲۸ مڈل اسکول ۱۱۶۲ پرائمری اسکول ہیں + مدرسوں میں ۱۰ لاکھ لڑکے زیر تعلیم ہیں۔ جن میں ایک لاکھ ۱۰ ہزار کے قریب سکھ ہیں۔ زنانہ مدرسوں میں لڑکیوں کی تعداد ۱۰۶۲۰۰ ہے۔ جن ۱۲۷۲۷ سکھ قوم کی لڑکیاں ہیں +

پنجاب گورنمنٹ ہر تین سال بعد ایک گریجویٹ خاتون کو ولایت بھیجنے کے لئے وظیفہ دیا کرتی ہے + امسال یہ وظیفہ اپنتا دیوی (مس ایس اپنا داس گپتا پروفیسر فورمین کرسچین کالج لاہور) کو دیا گیا ہے + خاتون مذکور آج کل فورمین کرسچین کالج میں ایم اے کلاس میں تعلیم پا رہی ہیں +

پنجاب کونسل کے پانچ سکھ ممبروں نے استعفا دیدیا ہے وہ کہتے ہیں۔ چونکہ گورنمنٹ نے گوردوارہ ایکٹ پاس ہونے کے باوجود گوردوارہ قیدیوں کو رہا نہیں کیا۔ اس لئے کونسل میں ہم اپنی نشستیں چھوڑنے پر مجبور ہوئے +

شوہر اپنی دلھنوں کو
بھائی اپنی بہنوں کو۔ سہیلیاں اپنی سہیلیوں کو۔ کیا تحفہ دیں؟
کامدانی کام کا دوپٹہ

یعنی

ایشیائی دنیا کا سرتاج ۔ شرفا اور معزز خواتین کا زیور ۔ بیٹیوں کو جہیز میں دینے کے لئے نایاب چیز ۔ کامدانی کا کام بننے کو تو کئی جگہ بنتا ہے ۔ اکثر بہنیں خود بھی مقیش منگا کر لگا لیتی ہیں ۔ لیکن جس قدر عمدہ اور بہترین کام دہلی میں ہمارے ہاں ہوتا ہے ۔ اور کسی جگہ نہیں ہوتا ۔ ہمارے ہاں کے دو پٹے ہزاروں کی تعداد میں بک چکے ہیں جس گھر میں ایک دوپٹہ چلا جاتا ہے ۔ درجنوں کی وہاں سے مانگ آتی ہے محض اس لئے ۔ کہ کام ایسا بنا ہوتا ہے ۔ کہ جو صرف دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے ۔

دام دوپٹہ مکمل شدہ مع کامدانی کام کے بڑھیا ململ کا گیارہ روپے ۔ بڑھیا جالی یا وائیل کا تیرہ روپے ۔ بڑھیا ریشمی کپڑے کا بیس روپے ۔

ہمارے ہاں کامدانی کام کی ساڑھیاں قمیصیں ۔ سلمہ ستارہ کے کام کے زنانہ سلیپر ۔ کف کالر قمیصوں کے ۔ ریشمی دوپٹے اور ساڑھیاں وغیرہ بھی تیار ہوتی ہیں ۔ دام وغیرہ دریافت کرنے کے لئے ایک پوسٹ کارڈ روانہ کر دیجئے ۔ نیز اس بات کی گارنٹی کی جاتی ہے ۔ کہ ہر دوپٹہ اور ساڑھی میں کام اصلی اور سچا کیا جاتا ہے ۔ جو کبھی سیاہ نہ ہوگا ۔ ہر چیز اس شرط پر روانہ کی جاتی ہے ۔ کہ اگر وہ خدانخواستہ کسی وجہ سے ناپسند ہو ۔ تو بخوشی واپس کر کے اپنے دام لے لیں ۔ مجھے ابھی ابھی جو چٹھی پوٹ بلیر سے آئی ہے ۔ اس کا اقتباس درج ذیل کرتی ہوں :۔

از پورٹ بلیر ۵ مارچ ۱۹۲۶ء ۔ پیاری بہن سعادت بانو صاحبہ منتظمہ زنانہ کاروبار دہلی ۔ تسلیم ۔ اخبار تہذیب نسواں میں کامدانی کے دوپٹوں کا اشتہار دیکھ کر ڈرتے ڈرتے آپ سے دو دوپٹے منگوائے تھے ۔ خدا کا شکر ہے ۔ کہ میرا ڈر رفع ہوگیا ۔ دوپٹے بہت عمدہ اور نیز تیرہ روپے میں نہایت ارزاں ہیں ۔ ایک عدد ساڑھی کامدانی کام کی ریشمی کپڑے کی اور ایک جوڑہ سلمہ ستارہ کے کام کا ارسال فرمائیے بعد میں منکور ہوں گی

آپ کی تعذیبی بہن خورشید بیگم ۔ اہلیہ شیخ غلام جیلانی انسپکٹر آف اسکولز

آپ بھی جس چیز کی ضرورت ہو ۔ آج ہی تحریر فرمائیے ۔ پتہ ۔ **سعادت بانو منتظمہ زنانہ کاروبار دہلی**

دو روپے تولہ سونا!

رنگ دیکھ لو — کس کر آزما لو

جرمن کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوب صورت۔ نازک منقش چوڑیاں جرمن سے بن کر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ ان کے اندر رنگین ریشمی چوڑیاں آ جاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہترین زمرد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے۔ لیکن رنگ روغن میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ سیاہی دیتی ہیں۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپے میں پانچ سو روپے کا کام نکالا جا سکتا۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ آٹھ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ **منیجر حفیظ اینڈ کمپنی نمبر 78 بھاٹی گیٹ۔ لاہور**

کپڑے پر بیل بوٹے کاڑھنے کی مشین

آپ اس مشین سے اونی۔ سوتی اور ریشمی کپڑے پر حسب منشا بیل بوٹے نکال سکتی ہیں قیمت فی مشین پانچ روپے۔ فریم دو روپے۔ کشیدہ کی قینچی آٹھ آنے۔ ریشمی گچھیاں ۸ فی درجن۔ خاص اون چار روپے فی پونڈ۔ کشیدہ کی اصلی سوئیاں تین روپے درجن۔ مع محصول ڈاک۔ کیفیت تین مشین کے خریدار ایک مشین مفت دیا جائیگا مشین کی صداقت کے لئے ۱۰ فروری ۲۶ء کا تہذیب ملاحظہ فرمائیے
منیجر بی۔ بی برادرز اینڈ کمپنی نمبر ۱۳۱ اجاغدنی محل دہلی

اکسیر ستارا کا استعمال

اگر مستورات کی کمر میں درد رہتا ہو۔ پیڑو میں بھاری پن۔ ٹیس رہتی ہو۔ جلن ہوتی ہو۔ ہر مہینے درد سر ہوتا ہو۔ بچہ مرا ہوا پیدا ہوتا ہو۔ اسقاط کی شکایت ہو۔ بانجھ پن ہو۔ یا اوپر لے قاعدگیاں ہوں۔ کمزوری ہوتی جاتی ہو۔ تو اکسیر ستارا کے استعمال سے انشاء اللہ یہ بیماریاں دور ہو جائیں گی۔ اگر اور دواؤں کے استعمال سے فائدہ نہ ہوا ہو۔ تو اکسیر ستارا کو ایک مرتبہ ضرور آزما کر دیکھیں۔ ترکیب استعمال دوا کے ساتھ ہے۔ قیمت عا
پتہ:۔ بڑا دواخانہ نمبر ۱۰ مغل اسٹریٹ۔ رنگون

باجلاس جناب شیخ اعجاز احمد صاحب بی اے ایل ایل بی پی سی ایس ایڈیشنل سب جج بہادر بمقام موگہ ضلع فیروز پور

عبدالکریم ولد کمول ذات نائی سکنہ سماد بھائی تحصیل موگہ مدعی۔ بنام

جیناؔ دختر مولا۔ مسماۃ ؔبی بی بیوہ مولا۔ تبو۔ بوٹاؔ پسران مولا۔ نتھی ولد جامو ذات نائی سکنہ کاکڑہ تحصیل نکودر ضلع جالندھر۔ منتھو ولد خیر دین نائی سکنہ دلت تحصیل جگراؤں ضلع لودھیانہ مدعا علیہم

دعوےٰ اعادہ حقوق زناشوی

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

مقدمہ مندرجہ عنوان میں درخواست و بیان حلفی مدعی سے پایا جاتا ہے۔ کہ مسماۃ جیناؔ دختر۔ مسماۃ ؔبی بی بیوہ مولا۔ بوٹاؔ پسر مولا دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہیں۔ اور عدم پتہ ہیں اس لئے ان کی تعمیل معمولی طریقے سے نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہم علے ۲ و ۴ مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۲۷ء کو عدالت ہذا میں اصالتاً یا وکالتاً حاضر آکر پیروی و جواب دہی مقدمہ کریں۔ بصورت غیر حاضری ان کے خلاف کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی۔

آج بتاریخ ۱۱- اپریل ۱۹۲۷ء بہ ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم مہر عدالت

ضرورت

گورنمنٹ انڈسٹریل سکول کلو کے لئے مندرجہ ذیل عملہ کی ضرورت ہے۔ عرضیاں سرٹیفکیٹوں کی کاپیوں کے ساتھ منسلک کر کے نیچے دستخط کنندہ کو ۵ مئی ۱۹۲۶ء تک پہنچنی چاہئیں۔ عرضی میں عمر ضرور دکھائی جائے۔

۱- ڈرائنگ ماسٹر- تنخواہ مبلغ ۳۰ روپے ماہوار- گریڈ 30 - 4 - 70
سینیر ڈرائنگ ماسٹری کا سرٹیفکٹ کا امتحان پاس ہو۔

۲- ورنیکلر ٹیچر- گریڈ 35 - 3 - 50
کنڈرگارٹن کے ساتھ سینیر ورنیکلر کا امتحان پاس ہو۔

Compensatory الاؤنس تنخواہ کے علاوہ (تنخواہ کا) ۱/۲ ۱۲ فیصدی دیا جائے گا۔

انسپکٹر آف انڈسٹریل سکولز پنجاب- لاہور

اڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم- مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا اور سید ممتاز علی مالک نے تہذیب نسواں دفتر سے شائع کیا

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۲۹	لاہور۔ ہفتہ ۔ ۷ مئی ۱۹۲۷ء	نمبر ۱۹

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ ۴ ذی قعدہ ۱۳۴۵ ہجری

فہرست مضامین

فوراً ضرورت ہے

میرے دو ماہ بچے عزیزی امان اللہ خاں شروانی کے لئے ایک دودھ پلانے والی مسلمان انا کی ضرورت ہے۔ جو دودھ پلانے کے واسطے تنہا آسکے۔ اور اپنے گود کے بچے کو بھی ساتھ نہ لائے۔ مدت رضاعت ڈیڑھ سال ہوگی۔ انشاء اللہ۔ لہذا انا مذکور کو ڈیڑھ سال تک قیام کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اور اس امر کے لئے اسے عدالتی کاغذ پر دستخط کرنا ہوں گے۔ تنخواہ بہر حال معقول دی جائے گی۔ جو بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتی ہے۔ حاجت مند خواتین جلد سے جلد درخواست بھیجیں۔ انا بہرحال تندرست اور ہر قسم کے متعدی اور موروثی امراض سے پاک ہونی چاہئے۔ شریف خاندان کی عورت کو ترجیح دی جائے گی۔

پتہ:۔ بنت نواب سر مزمل اللہ خاں صاحب بہادر
ظفر منزل ضلع علی گڑھ

کپڑے پر بیل بوٹے کاڑھنے کی مشین

آپ اس مشین سے اونی۔ سوتی اور ریشمی کپڑے پر اپنے حسب منشاء بیل بوٹے نکال سکتی ہیں۔ قیمت فی مشین پانچ روپے۔ فریم دو روپے کشیدہ کی قینچی آٹھ آنے۔ ریشمی گچھیاں عہ فی درجن۔ خالص اون چار روپے فی پونڈ۔ کشیدہ کی اصلی سوئیاں تین روپے درجن مع محصول ڈاک۔ یکمشت تین مشین کو خریدار کو ایک مشین مفت دی جائے گی۔ مشین کی صداقت کے لئے ۲ فروری ۱۹۲۶ء کا تہذیب ملاحظہ فرمائیں۔

منیجر بے بی برادرز اینڈ کمپنی
نمبر ۱۳۱ چاندنی محل دہلی

نارتھ ویسٹرن ریلوے
اعلان

آئندہ محرم کی تعطیلوں میں نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ہر طرف ۳۰ میل سے زیادہ کے سفر کے لئے مندرجہ ذیل شرح پر ۲ جولائی سے ۱۰ جولائی ۱۹۲۷ء تک واپسی کے ٹکٹ دیئے جائیں گے۔ جن سے ۱۸ جولائی ۱۹۲۷ء تک کام لیا جا سکے گا۔

درجہ اول و دوم	پورے اور ایک تہائی کرایہ پر
درجہ درمیانہ	پورے اور آدھے کرایہ پر

این۔ ڈبلیو ریلوے ہیڈ کوارٹرز دفتر — جے ایچ چیمبرز
لاہور۔ مورخہ ۲۸۔ اپریل ۱۹۲۷ء — برائے ایجنٹ

گھر میں بند رہنے والی لڑکیوں کے لئے جو باہر چل پھر کر کسی قسم کی ریاضت نہیں کر سکتیں۔ گھر کا کام کاج جس میں کسی قدر جسمانی محنت ہو جائے۔ نہایت ضروری ہے ؞

نشو نما کی خرابی کے اور بھی اسباب ضروری ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ افلاس کے باعث بچوں کو کافی مقدار میں اچھی غذا نہ ملنا۔ ان کے ماں باپ کی اصول تربیت اور حفظان صحت سے ناواقفیت۔ کم عمری کی شادیاں وغیرہ بھی اس کے ظاہری اسباب ہیں ؞

لیکن جب ہم دیہات کے باشندوں کی جسمانی صحت و تندرستی پر نظر کرتے ہیں۔ تو پھر اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے۔ کہ شرفا کے طبقے میں لڑکیوں کی نشو نما کی خرابی کا سب سے بڑا سبب جسمانی ورزش کی کمی اور بیہودہ رسم و رواج کی پابندی ہے۔ جس نے ان کو قدرت کی ارزاں نعمتوں سے بھی محروم کر رکھا ہے ؞

محمود الحسن صدیقی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

تعلیم دینیات

۱۴۔ اپریل کے تہذیب میں ایک بہن صاحبہ کا مندرجہ بالا عنوان پر مضمون پڑھا۔ بہن صاحبہ نے واقعی ٹھیک لکھا ہے۔ کہ ہم مسلمان بہنوں کی اسلامی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ لیکن بہن صاحبہ نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ بہنیں بالکل معمولی مسائل دین (مثلاً ٹیڑھی مانگ سے نماز درست ہے۔ یا نہیں بچے کا پیشاب کتنا نجس ہے۔ اس کے دھونے کا کیا طریقہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ) بذریعہ اخبار کیوں دریافت کرتی ہیں۔ اور کیوں نہیں گھر میں معمولی مسائل دین کی کتابیں ڈال رکھتیں۔ یا ان کے مرد کیوں نہیں کسی مسجد کے معلم سے دریافت کر کے بتا دیتے۔ اس سے مجھے اختلاف ہے ؞

بہن صاحبہ کو شاید یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ بہنیں جو مسئلہ بذریعہ اخبار دریافت کرتی ہیں۔ وہ محض اس لئے نہیں کیا جاتا۔ کہ ان کی بابت گھر پر معلوم کرنے میں کچھ دقت ہوتی ہے۔ بلکہ بذریعہ تہذیب دریافت کرنے سے ہمیں جو مولوی صاحب قبلہ کے جواب پر دلی یقین اور پوری تسلی ہوتی ہے۔ وہ ہرگز کسی معمولی مسجد کے معلم یا معمولی مسائل دین کی کتابوں سے نہیں ہوتی۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک مسئلہ پر مسائل دین کی کتابوں میں بہت اختلاف ہوتا ہے۔ اور مصنفین نے اپنے خیال کے مطابق مسائل کا جواب دیا ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر قبلہ مولوی صاحب سے پوچھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور جو کوئی مسئلہ بھی قبلہ مولوی صاحب سے دریافت کیا جاتا ہے۔ ہمیشہ اس کا جواب صحیح اور تسلی بخش پایا ہے۔ میرا اپنا خیال تو یہی ہے۔ جو

میں نے عرض کر دیا ہے۔ اور میرے خیال میں اور بھی بذریعہ تہذیب دریافت کرنے والی بہنوں کی غالباً یہی رائے ہوگی۔ قبلہ مولوی صاحب کا تسلی بخش جواب پانے کے لیے ہی تہذیب میں لکھ کر انتظار کیا جاتا ہے۔ اور بہن صاحبہ کے کہنے کے مطابق یہ بہنوں کی آخری کوشش نہیں ہوتی ۔

خاکسار ایک تہذیبی بہن

تہذیب نسواں رڑکی

انجمن تہذیب نسواں رڑکی کا دوسرا جلسہ اسلامیہ مدرسہ نسواں میں زیر صدارت بیگم خاں بہادر مرزا عاشق حسین صاحب ۱۱۔ اپریل ۱۲ بجے دن کو منعقد ہوا۔ بیگم حافظ مہتاب خاں صاحب نائب صدر نے تلاوت کلام مجید سے جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ جس کے بعد خاکسار نے آنحضرتؐ کے حالات زندگی پر مضمون پڑھا۔ اس کے بعد جناب صدر صاحبہ کا مضمون " اتفاق پر نہایت پُر زور ہوا ۔ بعد ازیں عزیزہ سکندر جہاں نے تبلیغ اسلام پر۔ اور بہن حسینہ خاتون نے تعلیم نسواں پر مضمون پڑھے ۔ پھر عزیزہ وحیدہ خانم۔ مقبول فاطمہ اور اسلامیہ اسکول کی لڑکیوں نے نظمیں سُنا کر حاضرین کو مسرور کیا ۔

مثل سابق اس مرتبہ بھی خواتین نے چندہ میں نہایت حوصلہ سے حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کیا۔ میں رڑکی اور منگلور کی تہذیبی بہنوں سے بذریعہ تہذیب استدعا کرتی ہوں۔ کہ براہ مہربانی بہنیں مجھے اپنے اسمائے گرامی اور مفصل پتوں سے بذریعہ تحریر " طاہر منزل " کے پتے پر مطلع فرمائیں۔ تاکہ میں ان کو تاریخ جلسہ سے قبل اطلاع دے سکوں ۔ امید ہے تہذیبی بہنیں ضرور اس طرف توجہ فرما کر مشکور فرمائیں گی ۔ حساب چندہ حسب ذیل ہے :۔

بیگم مرزا عاشق حسین صاحب ۵ ۔ والدہ مرزا عاشق حسین صاحب للعہ ۔ بیگم اسمٰعیل خاں صاحب ۶ ۔ بیگم نصیب خاں صاحب ۶ ۔ بیگم مہتاب خاں صاحب ۶ ۔ بیگم حفیظ اللہ صاحب ۶ ۔ بیگم حکیم اللہ رضا صاحب ۶ ۔ بیگم رحمان بخش صاحب مرحوم ۱ ۔ بیگم اشتیاق احمد صاحب عہ ۔ بیگم عبدالرحمٰن صاحب عہ ۔ بیگم امانت خاں صاحب عہ ۔ بیگم نواب خاں صاحب عہ ۔ بیگم مولوی غفران علی صاحب عہ ۔ بیگم عبدالحق صاحب عہ ۔ بیگم محمد یعقوب خاں صاحب عہ ۔ بیگم فضل الرحمٰن صاحب عہ ۔ بیگم نعیم خاں صاحب مرحوم عہ ۔ بیگم یٰسین خاں صاحب عہ ۔ بیگم محمد اشتیاق احمد خاں صاحب عہ ۔ سکندر جہاں بیگم صاحبہ عہ ۔ خاکسار سکرٹری عہ ۔ محترمہ زینب صاحبہ عہ ۔ والدہ صاحبہ ناظر حسن صاحب عہ ۔ اہلیہ الٰہی بخش صاحب ۸ر ۔ والدہ بلقیس بیگم صاحبہ ۸ر ۔ والدہ صغریٰ بیگم صاحبہ ۸ر ۔ اہلیہ حسین بخش ۴ر ۔ نور جہاں بیگم ۴ر ۔ سکینہ خانم ۴ر ۔ اللہ بندی متعلقین ۵ر ۔ اہلیہ خیراتی ۲ر ۔ دختر محمد شفیع ۲ر ۔ بتول بیگم ۲ر ۔ جمیلہ بیگم ۲ر ۔ کنیز بیگم ۲ر ۔ اختری بیگم ۲ر ۔ ہمشیرہ خلیل ۲ر

صفورہ ۲ ر میزان ۱۲؍۵ ر
اتیاد جہان بیگم سکرٹری انجمن تہذیب مڈل کی

خط

جناب مولوی سید ممتاز علی صاحب - لاہور
مکرم محترم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ - مزاج اقدس
مبلغ ۱۲؍۵ جو حال میں تہذیبی بہنوں کی جانب
سے جناب نے بذریعہ چک عنایت فرمائے - ان کے
بارے میں اخباروں کو ایک نوٹ بھیجا گیا ہے ۔ اس
سے پیشتر جو رقم مبلغ ۱۲؍۵ آئی تھی - اس کا تذکرہ
سنہ ۱۹۲۶ء کی رپورٹ میں درج کر چکا ہوں - جو
عنقریب چھپ کر شائع ہونے والی ہے ۔ تازہ عطیہ
کے بارے میں جو نوٹ لکھا ہے - اس کی ایک نقل
بغرض ملاحظہ ملفوف ہے ۔ ان لڑکیوں کا یہ تمام
جوش عمل میرے نزدیک تہذیب نسواں کے خاموش مگر
موثر کام کے نتائج میں سے ایک نتیجہ ہے - اور اس
لئے جہاں وہ خواتین مستحق شکریہ ہیں - وہاں آپ
علی الخصوص مستحق مبارک باد ہیں - کہ آپ کی محنت
بار آور ہو رہی ہے ۔ الحمد للہ علی احسانہ ۔ خدا تعالیٰ
آپ کو تا دیر سلامت با کرامت رکھے - اور جس مفید
ٹھوس کام کو آپ نے ہاتھ میں لے رکھا ہے - اس
کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے - آمین ثم
آمین ! والسلام
غلام بھیک نیرنگ معتمد عمومی جمعیت تبلیغ اسلام انبالہ

تہذیبی بہنوں کی قابل قدر امداد

اخبار تہذیب نسواں لاہور نے مسلم خواتین کی
تعلیم اور ترقی کے لئے جو عظیم الشان کام کیا ہے
اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ آج کے مسلمان
نہیں کر سکتے - مگر کل کے مسلمان ضرور کریں گے ۔
اس مضمون میں صرف اس اسلامی احساس کی
طرف اشارہ کرنا مقصود ہے - جو اس اخبار کی
بدولت اس زمانے کی خواتین ہند میں پیدا ہوا
ہے ۔ عورتوں کی مذہبی فدائیت تو ہمیشہ سے مسلم
ہے - لیکن زمانہ حاضرہ کی ضرورتوں کا احساس
اور اس احساس کی بنیاد پر منظم عمل وہ چیزیں -
ہیں - جن کا پیدا ہونا اس قسم کے اخبارات و
رسائل کا نتیجہ ہے - جیسا اخبار تہذیب نسواں
ہے ۔ اس اخبار کی ناظرات نے جن کو اختصار
کے ساتھ تہذیبی بہنوں کے نہایت مناسب و
موزوں نام سے یاد کیا جاتا ہے - فتنۂ ارتداد کو
عین وقت پر محسوس کیا - اور تحریک تعلیم نسواں
کے امام العصر جناب مولوی سید ممتاز علی صاحب
کے پاس تبلیغ اسلام کی امداد کے واسطے چندہ
بھیجنا شروع کیا ۔ اس چندہ کی جمع شدہ رقم
میں سے جناب سید صاحب موصوف نے سال
گزشتہ ۱۲؍۵ جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ اسلام کو
عنایت فرمائے تھے ۔ اس عطیے کے بارے

میں میری سالانہ رپورٹ ۱۹۲۶ء (زیر طبع) میں مفصل نوٹ موجود ہے۔

اس سال جناب سید صاحب محترم نے مبلغ ۱۲؍ ارسال فرمائے ہیں۔ اس قسم کی مستقل اور معقول امداد ہر حالت میں قابل قدر ہے۔ لیکن اس سبب سے اور بھی زیادہ قابل قدر ہے۔ کہ یہ امداد طبقۂ خواتین اسلام کی طرف سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بہنوں کو جنہوں نے یہ رقم جمع کی۔ اور بھجوائی۔ اور جناب سید ممتاز علی کو۔ جو اس مبارک انجمن کے مرکز اور روح رواں ہیں۔ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

۲۵۔ اپریل ۱۹۲۷ء

سید غلام بھیک نیرنگ

معتمد عمومی جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ

روحوں سے بات چیت

۱۹ مارچ کے تہذیب میں بہن زاہدہ خاتون کا مضمون مندرجہ بالا عنوان پر دیکھ کر میرا بھی ارادہ ہوا تھا۔ کہ اس سلسلے میں مجھے جو واقفیت ہے۔ اس کو بھی تہذیب میں شائع ہونے کے لئے بھیجوں لیکن رمضان شریف میں لکھنے کا موقع نہ ملا۔ اب پھر بیگم مسیح صاحبہ کا مضمون ۱۶۔ اپریل کے تہذیب میں دیکھ کر وہ خیال تازہ ہوگیا۔ ہمارے خاندان میں بھی کئی بزرگوں کو اس شغل سے دلچسپی تھی۔ اور کچھ زمانے تک روزانہ کسی نہ کسی کی روح بلائی جاتی تھی۔ رات کے وقت کمرے میں بالکل اندھیرا کرکے تین پائے کی میز کے گرد تین آدمی اس طرح بیٹھتے تھے۔ جس طرح بیگم مسیح صاحب نے لکھا ہے۔ اور تینوں آدمی اپنے دل میں اس وقت صرف روح کے آنے کا خیال رکھتے تھے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے۔ کہ جب تک تینوں آدمی ایک ہی خیال پر قایم نہ ہو جائیں گے۔ اور تینوں میں سے کسی کے دل میں بھی ادھر ادھر کے خیالات آتے رہیں گے۔ اس وقت تک روح کو بلانے میں کامیابی نہ ہوگی۔ اصل میں خیالات کی یکسوئی بڑی ضروری چیز ہے۔

یہ خیال واقعی صحیح نہیں ہے۔ کہ جس شخص کی روح طلب کی جائے۔ اس شخص کی صورت اس کی زندگی میں روح بلانے والے نے دیکھ لی ہو۔ میں نے دیکھا۔ کہ اکثر اور زیادہ تر ایسے ہی آدمیوں کی روحیں بلائی گئیں۔ جن کو کسی نے بھی ان کی زندگی میں نہ دیکھا تھا۔ مثلاً شیخ سعدیؒ یا اور ایسے ہی لوگ جو سیکڑوں برس پہلے وفات پا چکے ہیں۔ ایک دن باہر مردانہ میں یہ شغل ہو رہا تھا۔ وہاں کوئی حافظ صاحب بھی موجود تھے۔ شیخ سعدی کی روح بلوائی گئی۔ اور روح کے آنے کے بعد حافظ صاحب نے کلام پاک کا کوئی رکوع پڑھنا شروع کیا۔ دوران تلاوت میں انہوں نے عمداً کسی لفظ کو غلط پڑھا۔ تو فوراً میز کو بڑے زور سے حرکت ہوئی۔ اور دریافت پر روح نے صحیح لفظ بتا کر تاکید کی۔ کہ کلام مجید غلط نہ پڑھا جائے۔

یہ بھی سچ ہے۔ کہ آیندہ باتوں کا جواب بھی بے تکلف مِل جاتا ہے۔ اور یہ بھی واقعہ ہے۔ کہ روح کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوتی ہے۔ لیکن مجھے بیگم مسیح صاحبہ کے اس خیال سے اتفاق نہیں۔ کہ اپنے سوال کا صحیح جواب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ جو صاحب میز کے گرد بیٹھیں۔ ان کا اس سوال یا اس کے جواب سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ایک مرتبہ کا واقعہ عرض کرتی ہوں۔ کہ ہمارے ایک عزیز نے ملازمت کے لئے درخواست دی تھی۔ اور اس درخواست کے متعلق تحریری اور زبانی سفارشیں اس قدر تھیں کہ ان کو اپنی کامیابی میں ذرا شبہ نہ تھا۔ ایسی حالت میں کسی کو بھی یہ خیال نہ تھا۔ کہ جگہ نہ ملے گی۔ ہمارے وہ عزیز ایک دن خود میز کے گرد بیٹھے تھے۔ انہوں نے روح سے یہ سوال کیا۔ کہ ان کی درخواست منظور ہوگی یا نہیں۔ روح نے جواب دیا "نہیں"۔ اس وقت سب کو یہ خیال تھا۔ کہ یہ جواب غلط ہے۔ لیکن بعد کو یہ جواب حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا۔

سوالات کے جوابات کے لئے روح کے آنے پر اشارے مقرر کر لئے جاتے تھے۔ مثلاً روح سے یہ کہدیا جاتا تھا۔ کہ اگر ہمارے سوال کا جواب "ہاں" ہو۔ تو ایک مرتبہ پایہ اُٹھے۔ اور اگر جواب "نہیں" ہو تو دو مرتبہ۔ لیکن ایک مرتبہ روح سے یہ بھی کہا گیا کہ ہم کاغذ اور پنسل لے کر بیٹھتے ہیں۔ تم اس کا جواب ہمارے ہاتھ سے لکھوا دو۔ میرے ایک عزیز نے کاغذ اسی میز پر رکھ کر اور پنسل ہاتھ میں لے کر پنسل کی نوک کاغذ پر رکھ لی۔ گویا وہ کاغذ پر لکھنے والے تھے۔ لیکن ان کا بیان تھا۔ کہ انہوں نے ہاتھ کو مطلق ہلنے نہیں دیا۔ لیکن یکایک ان کو معلوم ہوا۔ کہ ان کے ہاتھ کی رگیں اوپر کو کھنچ گئیں۔ اور ان کا ہاتھ بے قابو ہو کر خود بخود کاغذ پر چلنے لگا۔ جب ہاتھ رُک گیا۔ تو روشنی منگا کر کاغذ کو دیکھا۔ اس پر جو سوال دریافت کیا گیا تھا۔ اس کا صحیح جواب بہت صاف حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ ایک موقع پر یاد نہیں کس بات پر کسی روح کو بہت غصہ آگیا۔ تو میز ہاتھوں کے نیچے سے نکل کر تیر کی طرح گئی۔ اور سامنے کی دیوار سے ٹکرا کر زور سے زمین پر گری۔

ایک مرتبہ روح سے خواہش کی گئی۔ کہ وہ میز کو زمین سے اُٹھا کر ہوا میں معلق کر دے۔ تین آدمی جو اس پر ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھے تھے۔ اس پر اس خیال سے پورا زور دے کر جھک گئے۔ کہ میز کو زمین سے اُٹھنے نہ دیں گے۔ لیکن میز نہایت آسانی سے اُٹھ کر زمین سے تقریباً دو فٹ بلند ہوگئی۔ اور تینوں آدمی اس پر لٹکتے رہے۔

ان امور کے مشاہدے کے بعد اس کو صرف قوت متخیلہ کا کرشمہ ہی میں نہیں سمجھتی۔ اگرچہ میں اب تک یہ بھی نہیں سمجھ سکی۔ کہ وہ ایسی کونسی طاقت ہے۔ جو اس طرح میز میں مختلف روحوں کے نام سے آجاتی ہے۔

بلقیس فاطمہ از ہردوئی

مینیجر۔ روح نے محض پایہ کی حرکت سے تلاوت

کی غلطی کس طرح درست کی؟ یا یہ بول تو سکتا نہیں۔ مجھے اس میں بھی شک ہے۔ کہ میز معلق ہو گئی۔ میں نے تقریباً دو سال تک میز اور پلینچٹ پر اپنا وقت ضائع کیا۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میز کے تینوں پائے زمین سے اُٹھ گئے ہوں۔

شکارپور سندھ میں

انجمن تہذیب نسواں

ہمیں محترمہ محمودہ بیگم شکارپور سندھ کے خط سے یہ معلوم ہو کر بے حد مسرت حاصل ہوئی۔ کہ محترمہ موصوفہ کی لگاتار کوششوں سے سندھ میں بھی آخر کار ایک انجمن تہذیب نسواں قایم ہو گئی۔ گویا اس وقت تہذیبی بہنوں نے اپنی ہمت و جانفشانی سے پانچ انجمنیں قایم کر لی ہیں۔ جو یقین ہے مستورات کے حق میں بہت مفید ثابت ہوں گی۔

محمودہ بیگم صاحبہ کا خط حسب ذیل ہے:-

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ آداب عرض ہے۔ نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں۔ کہ بہت زمانے کے بعد میری تمنائے دیرینہ پوری ہوئی۔ یعنی شہر شکارپور سندھ میں بھی انجمن تہذیب نسواں قایم ہو گئی۔ میں بار بار جناب کا تاکیدی مشورہ دربارۂ قیام مجالس نسواں اخبار میں پڑھتی تھی۔ اور اس کی تکمیل کی بے حد خواہاں تھی۔ ہمارے خاندان میں ماشاءاللہ بہت سی مستورات خریدار و معاون تہذیب نسواں ہیں۔ حسن اتفاق سے عید کے موقع پر سب ارکان خاندان یہاں جمع ہوئے۔ اور میرا بھی آنا ہو گیا۔ پورے پانچ دن کی لگاتار جدوجہد کے بعد بتاریخ ۸۔ اپریل ۱۹۲۷ء ۵ بجے شام کو محترمہ بیگم منظر علی صاحب انصاری کے دولت خانہ پر بہت سی خواتین جمع ہوئیں۔ اور آپ کے مشورہ کے مطابق انجمن کی بنیاد ڈالی گئی۔ بیگم صاحبہ موصوفہ صدر جلسہ قرار پائیں۔ اور اس ناچیز کو سکرٹری مقرر کیا۔ اور محترمہ بیگم واجد علی صاحب انصاری جائنٹ سکرٹری قرار پائیں۔

انجمن کی کارروائی اس طرح شروع ہوئی۔ کہ سب سے اول محترمہ بیگم غلام نعمان صاحب انصاری نے قرآن خوانی کی۔ اس کے بعد بنت منظر علی صاحب انصاری نے ایک اسپیچ پڑھی۔ پھر مریم زبانی بیگم صاحبہ بنت واجد علی صاحب انصاری نے ایک موثر مناجات سنائی۔ اور چند مفید تجاویز پر بحث مباحثہ ہوا جس کے بعد چندے کی اپیل کی گئی۔ پھر محترمہ صدر صاحبہ نے سب بہنوں کا شکریہ ادا کر کے جلسہ برخاست کیا۔ چندہ حسب ذیل جمع ہوا۔

محترمہ بیگم منظر علی انصاری	صہ
محترمہ بنت منظر علی "	صہ
صغرا بیگم صاحبہ بنت "	۱۲
صفیہ بیگم بنت "	۱۲

نورجہاں بیگم بنت منظر علی انصاری ۸/
محترمہ بیگم شیر علی انصاری ۸/
بنت شیر علی انصاری ۱۰/
محترمہ بیگم رحم علی صاحب انصاری ۱۲/
محترمہ بیگم عثمان علی صاحب انصاری ۱۰/
محترمہ بیگم غلام نعمان انصاری ۸/
مسز محمد بخش صاحبہ ۲/
جمیلہ بیگم بنت محمد علی انصاری ۸/
محترمہ محمودہ بیگم سکرٹری ۸/
عائشہ بیگم جائنٹ سکرٹری ۱۰/

میزان للعہ ۲/

منی آرڈر فیس ۸/

لعہ ۱/

عائشہ بیگم جائنٹ سکرٹری انجمن تہذیب نسواں شکارپور

اشعار منتخب

ہم داد وفا لیں گے۔ ہم داد وفا دیں گے۔
دنیا اسے دیکھے گی۔ دنیا کو دکھا دیں گے۔
جان انکی ہے دل انکا۔ ہم ان کے ہیں سب انکا
دل لیں گے تو کیا لیں گے۔ ہم دینگے تو کیا دیں گے؟
گر داور محشر نے اعمال کی پرسش کی۔
چپکے سے ہم اس بت کی تصویر دکھا دیں گے۔

جب ہم نہ رہے بیدم۔ کیوں چارہ گر آئے ہیں؟
اب کس کو شفا ہو گی۔ اب کس کو دوا دیں گے؟

مرسلہ سید سجاد حیدر

محفل تہذیب

ہمیں یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی۔ کہ ہمارے لائق نوجوان دوست ممتاز احمد صاحب فاروقی کا ارادہ ماہ مئی ۱۹۲۶ء کے آخر میں براہ یورپ عازم ہندوستان ہونے کا ہے۔ انشاء اللہ وسط جولائی کے قریب وہ ہندوستان پہنچ جائیں گے۔

کسی خریدار تہذیب نے کسی تہذیب کے گزشتہ پرچے میں کریمولشن (Creomulsion) دوا کے متعلق استفسار کیا تھا۔ میں نے اس دوا بنانے والی کمپنی سے خط و کتابت کر کے دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان کی یہ دوا ہندوستان میں نہیں بکتی۔ مگر انہوں نے کہا۔ کہ وہ بخوشی یہاں سے روانہ کر سکتے ہیں۔ اور قیمت مع محصول ڈاک ایک امریکن ڈالر یا تقریباً پونے تین روپے فی شیشی ہو گی۔ اغلباً اس پر تھوڑی سی کسٹم ڈیوٹی بھی لگے گی۔ ان کا پتہ یہ ہے:-

The Creomulsion Co. Inc
Atlanta (Georgia.)

U. S America

خط انگریزی میں ہو۔ اور منی آرڈر ساتھ بھیجا جائے۔ وی پی وہاں نہیں جاتا۔ مگر دوا کے پہنچنے میں دو ڈھائی ماہ کا عرصہ لگ جائے گا۔ میں کمپنی کو لکھ کر کوشش کر رہا ہوں۔ کہ وہ ہندوستان میں اپنی ایجنسی قایم کریں۔ اس دوا میں سب سے مفید جز کرلوزوٹ (creosote) ہے۔ اگر ہندوستان میں کسی انگریزی دواخانے سے ایسی کھانسی یا زکام وغیرہ کی دوا مل سکے جس میں یہ جز موجود ہو۔ تو بھی بہت مفید ہوگی۔ مجھے یقین ہے۔ کہ کاڈ لیور آئیل کے ساتھ ملی ہوئی یہ دوا بکتی ہے۔ دریافت فرمائیں۔ ممتاز احمد فاروقی

از امریکہ

مکرم مولوی صاحب قبلہ۔ تسلیم۔ میں نے سنا ہے۔ کہ وسلین اور پیرسوپ صابن میں سور کی چربی ملی ہوتی ہے۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے۔ کوئی واقف کار بہن یا بھائی جلد مطلع فرمائیں۔ میں نہایت مشکور ہوں گی۔

ف۔ ج بنت سید واحد علی صاحب رئیس بریلی

مینیجر۔ وسلین تو حیوانی چیز ہی نہیں۔ وہ معدنی چیز ہے۔ اس میں کسی جانور کی چربی کا کیا کام؟

پیرسوپ جو ہندوستانی کارخانوں میں بنتا ہے۔ اس میں بھی کسی کی چربی نہیں ملائی جاتی۔ ولایت میں جو صابن بنتا ہے۔ اس میں چربی پڑتی ہے۔ مگر صحیح طور پر یہ معلوم نہیں۔ کہ کس جانور کی۔ غالباً سؤر کی چربی اس کام میں نہیں آتی ہوگی۔ کیونکہ یہ وہاں اشیاء خورنی کے تلنے کے کام میں آتی ہے۔ اور دوسرے جانوروں کی چربی کی نسبت زیادہ گراں ہوتی ہے۔ تجارتی چیزوں میں سستی اشیاء سے کام لیا جاتا ہے۔

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ آداب۔ میرے تینوں بھائیوں کو ہر وقت زکام رہتا ہے۔ اور آٹھ ماہ سے خود مجھے ایسا زکام ہوا ہے۔ کہ بالکل آرام نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹروں کے علاج کر چکی ہوں۔ براہ مہربانی کوئی تہذیبی بہن یا بھائی کوئی ایسی دوا بتائیں۔ جس سے یہ موذی مرض دفع ہو۔ میں از حد ممنون ہوں گی۔ ہمارے گھر تو زکام کچھ ایسا آیا ہے کہ جانے کا نام نہیں لیتا۔ پرہیز بھی باقاعدہ کیا جاتا ہے۔ ایک تہذیبی بہن

تہذیب مورخہ ۹-اپریل میں میرے مضمون میں بعض غلطیاں رہ گئیں۔ جن سے مفہوم خراب ہو گیا ہے۔ ان کی صحت فرما دیجئے۔

(۱) اول صفحے پر اول پیراگراف میں معلومات کی بجائے معمولات ہونا چاہئے۔ (۲) دوسرے کالم کے اول پیرا میں آخری سطر میں باخبر کی بجائے بے خبر۔ (۳) تیسرے صفحے پر پہلے کالم کی ابتدائی سطر میں بربادی کی بجائے خودداری۔ ان غلطیوں کی اصلاح ضروری ہے۔ ورنہ مضمون کو نقصان پہنچتا ہے۔ محمود الحسن صدیقی

ہمارے علماء اور تعلیم نسواں

یوں تو تعلیم نسواں کے مخالفوں کی کمی نہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ علماء کا گروہ لڑکیوں کی انگریزی اور خصوصاً اسکول کی تعلیم کا مخالف ہے۔ مجھے اس وقت اس سے تو کچھ بحث نہیں۔ کہ آیا نئی تعلیم سے ان کی مخالفت بے جا ہے۔ یا بجا۔ لیکن یہ سوال ضرور کی ہے۔ کہ آپ کے نزدیک لڑکیوں کے لئے اسکولوں کی تعلیم مضر ہے۔ تو گھر پر اپنے اس کا کیا سامان کیا ہے یا اگر انگریزی پڑھانا بُرا ہے۔ تو فارسی عربی اور مذہبی تعلیم کا آپ نے لڑکیوں کے لئے کیا انتظام کیا ہے؟ کیا جس طرح آپ اپنے لڑکوں کو حدیث و فقہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسی طرح لڑکیوں کو بھی دیتے ہیں؟ یقیناً اس کا جواب ہر جگہ نفی میں ملے گا۔ پھر آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ مذہبی تعلیم تو لڑکیوں کے لئے مضر نہیں ہوسکتی۔ پھر ان کو اس سے محروم رکھنے کے کیا معنی؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر یکساں فرض کی ہے۔ تو آپ کو کیا حق ہے۔ کہ عورتوں کو اس سے محروم رکھیں؟ اور اگر ان کا فرض صرف قرآن شریف پڑھ لینے سے پورا ہو جاتا ہے۔ تو مردوں کے واسطے بھی صرف یہی کافی ہے۔ ان کو اور زیادہ تعلیم آخر کس لئے دی جاتی ہے؟

میں نے ایک مولوی صاحب سے جو اپنے لڑکوں کو بڑی محنت اور مستعدی سے دارالعلوم دیوبند بھیجنے کے واسطے تیار کر رہے تھے۔ اور لڑکی کو سوائے قرآن شریف کے اور کچھ نہیں پڑھایا تھا۔ سوال کیا۔ کہ آپ لڑکی کو حدیث وغیرہ کیوں نہیں پڑھاتے؟ جواب ملا۔ کہ میں تو اس سے بہت کہتا ہوں۔ کہ تو عربی پڑھ لے۔ پھر حدیث میں تجھے پڑھاؤں گا۔ مگر اُسے شوق ہی نہیں ہے۔ وہ اگر پڑھنا چاہے۔ تو میں آج پڑھانے کو تیار ہوں۔ میں نے کہا۔ مگر یہ تو فرمایئے۔ آپ کے لڑکے کس کے شوق سے پڑھتے ہیں۔ آیا اپنے یا آپ کے؟ میں نے اکثر ان کو سبق یاد نہ ہونے پر آپ کے ہاتھ سے پٹتے دیکھا ہے۔ اگر وہ خود شوقین ہوتے۔ تو کبھی اس کی نوبت نہ آتی۔ آپ کے جبر سے پڑھتے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ لڑکے تو بذات خود بدشوق ہیں۔ لیکن چونکہ آپ کو ان کی تعلیم کا شوق ہے۔ اس لئے ان کو مار پیٹ کر پڑھا رہے ہیں۔ لڑکی کی تعلیم کا چونکہ خود آپ کو شوق نہیں۔ لہذا اس کی بدشوقی کا عذر آپ کے لئے کافی ہوگیا۔ ورنہ جس طرح لڑکوں کو جبراً پڑھا رہے ہیں۔ کیا لڑکی کو نہیں پڑھا سکتے تھے؟ اور کچھ ایک انہیں پر منحصر نہیں سیکڑوں مولویوں کے خاندان ایسے ہوں گے۔ جہاں عورتیں الف کے نام بے بھی نہیں جانتیں۔ کیا ہماری قوم کے لئے اس سے زیادہ کوئی بدنصیبی ہوسکتی ہے۔ کہ خاص ہمارے پیشوایان دین ہمارے بے کس و بےبس فرقہ کی طرف سے یوں آنکھیں بند کرلیں۔ کہ مذہبی تعلیم بھی ہمارے لئے جائز نہ رکھیں؟

جس وقت وعظ میں میں عورتوں کی بُرائی سُنتی ہوں۔ مجھے بڑا رنج ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم جیسے کچھ بھی ہیں۔ مردوں ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ ناکہ خود ساختہ اللہ تعالیٰ نے لڑکے اور لڑکی کو بالکل ایک حالت میں پیدا کیا۔ یعنی دل و دماغ۔ ہاتھ پیر عقل اور حواس خمسہ وغیرہ دونوں کو عطا فرمائے۔ لیکن دنیا میں آکر دونوں کے طریق پرورش میں زمین آسمان کا فرق ہوگیا۔ مردوں کی عقل کو علم کی جلا دی گئی۔ اور عورتوں کو جہالت کا زنگ لگایا گیا۔ جس کا نتیجہ ہر وقت سب کے مشاہدے میں آتا رہتا ہے۔

مگر کوئی اللہ کا بندہ ان عورتوں کو بُرا کہتے وقت یہ نہیں سوچتا۔ کہ آخر ان کو بُرا بنایا کس نے؟ آج اگر مردوں کے لئے بھی وہی قانون ہوجائے۔ جو مردوں نے ہمارے لئے جاری کر رکھا ہے۔ یعنی نہ پڑھیں نہ لکھیں۔ نہ گھر کی چار دیواری سے باہر قدم رکھیں۔ تو دیکھئے دو تین پشتیں بھی نہیں گزرنے پائیں گی۔ کہ مرد ہم سے بھی بدتر ہوجائیں گے کیسی بڑی خود غرضی اور ظلم ہے۔ کہ آپ ہی تو ہمیں اس درجے پر پہنچایا جائے۔ اور پھر آپ ہی ہمارا مضحکہ اُڑایا جائے ۔

کاش اگر ہمارے علماء صرف اتنا ہی کرتے۔ کہ اپنے گھر کی مستورات کو مذہبی تعلیم خود دے لیا کرتے۔ تو آج ہندوستان میں لامذہبی کا یہ رونا نہ ہوتا۔ کیونکہ علم ایسی چیز ہے۔ کہ چراغ کی طرح اپنی روشنی سے دنیا کو منور کرتا ہے۔ اور ایک سے دوسرے کو اس طرح پہنچتا ہے۔ جس طرح چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے۔ اگر علماء کی لڑکیاں اپنے گھر سے مذہبی تعلیم سے آراستہ ہو کر نکلتیں۔ تو آیندہ زندگی میں سیکڑوں بندگان خدا کو فیض پہنچا سکتی تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر اپنے بچوں کو شروع سے مذہبی آغوش میں تربیت دے کر پکا اور سچا مسلمان بنا دیتیں۔ مگر یہ کیوں ہونے لگا تھا؟ اگر ایسا ہوتا۔ تو پھر عورتوں کا خاکہ کیونکر اڑایا جاتا؟ ان کو "ناقص العقل" کے خطاب سے کس طرح سرفراز فرمایا جاتا۔ یہ آسانی کہاں نصیب ہوتی۔ کہ معتبر اور غیر معتبر ہر طرح کی حدیثوں پر وہ سنتے ہی یقین کر لیتیں۔ اور خاوند کا جو درجہ خدا نے مقرر کیا ہے۔ اس سے بھی اس کو بڑھا کر اچھا خاصا ہوا سمجھ لیتیں۔ اور ہر وقت خائف رہتیں۔ کہ خواہ شوہر کا کتنا ہی نامعقول حکم کیوں نہ ہو۔ اگر ذرا سرتابی کریں گے۔ تو دوزخ ہمارے لئے منہ کھولے کھڑی ہے۔ افسوس صد افسوس جب ہمارے پیشوایان دین ہی ہمارے ساتھ ایسی خود غرضی کا برتاؤ کریں۔ تو عوام سے کیا گلہ؟

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کیونکر ہو علاج؟
کون رہبر ہو سکے جب خضر بہکانے لگے؟

خاکسار ظفر جہاں

تنبیہ۔ نہایت اچھا مضمون ہے۔ علماء دیوبند میں سے کوئی بزرگ اس کا جواب دیں ۔

باتُون بچّے

بعض بچے فطرتاً نہایت تیز وطرار ہوتے ہیں جن کی چترپا (زبان) جا و بے جا بغیر موقع ومحل دیکھے ہردم چلا کرتی ہے۔ اور بعض بہت شرمیلے اور بے زبان ہوتے ہیں۔ کہ ضرورت کے وقت بھی ٹکا بھری زبان نہیں ہلاتے ۔ خاموشی کی بڑے بڑے بزرگوں نے تعریف کی ہے۔ لیکن بعض وقت کی خاموشی ستم قاتل ہوجاتی ہے۔ اس لئے ہمیں سوچ سمجھ کر یہ طے کر لینا چاہیئے۔ کہ بچوں کو کس حد تک بات چیت اور بحث کرنے کی اجازت دینی چاہیئے ۔ یہ بات نہایت ضروری ہے۔ کہ بچوں کو شروع ہی سے سوچنے سمجھنے اور اپنی رائے اور ارادہ پر بھروسہ کرنا سکھایا جائے ۔ ایک ہونہار اور ذہین بچے کو اپنی عقل اور سمجھ سے اس کی بساط کے قابل پورے طور سے کام میں لانے کا موقع دیا جانا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ جا و بے جا تعمیل احکام سے زبان بندی کرکے اس کی قوت متخیلہ کو بالکل کمزور کر دیا جائے ۔ بحث ومباحثہ کرنے۔ دلیلیں و براہین سوچنے سے عقل تیز ہوتی ہے ۔ وہ بچہ نہایت نکما نکھٹو اور بے کار ہے۔ جو خود اپنی رائے کسی معاملے میں قایم نہ کر سکتا ہو۔ یا اس قدر پست ہمت ہے۔ کہ اس کا اظہار نہ کر سکتا ہو ۔

لیکن ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ خاطر رہے۔ کہ نادان بچے خود رائے اور خودسرے ہو کر فرعون بے سامان بن جائیں ۔ اپنی کم فہمی سے اپنے آپ کو ارسطوئے دوراں اور افلاطون زماں نہ سمجھنے لگیں۔ اور ان میں بزرگوں کی بزرگی وادب۔ برابر والوں کا لحاظ اور پاس اور چھوٹوں کی رواداری نہ رہے ۔ ہر حالت میں اپنے جذبات اور زبان پر قابو رکھنا سکھانا چاہیئے ۔ ذہین وہوشیار بچے بہت جلد ان باتوں کو سمجھ کر عمل کرنے لگتے ہیں ۔

بچوں کو مطیع وفرمانبردار بنانا نہایت ضروری ہے لیکن اس کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ بچے اس قدر خائف ہوں۔ کہ بزرگوں کے سامنے بول ہی نہ سکیں۔ اور حرف مطلب زبان پر نہ لا سکیں ۔ بچوں کے یہ اچھی طرح ذہن نشین کر دینا چاہیئے۔ کہ خدا نے دو کان اور ایک زبان اس لئے دی ہے۔ کہ سُنیں زیادہ اور بولیں کم۔ سب کی سنیں اور سمجھیں۔ اور جو بات مُنہ سے نکالیں۔ تُلی ہوئی یعنی راست اور برمحل ہو ۔ جو آدمی زیادہ بکواس کرتا ہے۔ اس کا وقت اور کام کرنے کی قوت رائیگاں جاتی ہے۔ اور دوسرے لوگ اسے باتون اور لغو گو خیال کرتے ہیں ۔ اگر کسی بات کو اَوروں سے زیادہ جانتے یا سمجھتے ہو۔ تو دوسرا شخص اس کے متعلق کوئی تقریر کرے۔ یا کچھ سمجھائے۔ تو اسے بھی دھیان دے کر توجہ سے سُنو۔ اور اپنے بڑوں کی بات کاٹنا۔ انہیں جھٹلانا یا ان کی غلطی پکڑنا بڑا عیب ہے۔ اگر ان سے

کسی بارے میں کتنا ہی ہو۔ تو اس پیرائے میں کہو۔ کہ کہیں کسی کو ناگوار نہ ہو + یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ جب کوئی بزرگ کسی معاملے میں قطعی حکم دے۔ تو اس کی تعمیل میں بچوں کو چوں وچرا کی اجازت نہ ہو۔ البتہ ایسا حکم دینے سے قبل تبادلہ خیالات کا موقع دینا چاہئیے +

اسی طرح قوت گویائی اور قوت متخیلہ کو ترقی دینے کے لئے اور جھجک نکالنے کے لئے روزمرہ مضامین پر جس میں بچوں کو دلچسپی ہو۔ گھر کے تمام افراد کے سامنے تقریر کرنے کا موقع دینا چاہئیے ۔ تاکہ ان میں آزادی کی اسپرٹ بڑھے + مگر بچوں کو اس بات کا عادی بنا دینا چاہئیے۔ کہ جب کوئی بزرگ تمام وجوہ اور دلائل سن کر کوئی حکم دیدے۔ تو اسے اس لے حکم کے بعد اپنی دلائل کا دُہرانا جائز نہیں ہے اگر کوئی معاملہ ایسا ہو۔ کہ بچوں کی سمجھ میں آسانی سے نہ آئے۔ تو خود انہیں سہارا دے کر انہیں سے حل کرانا چاہئیے ۔ اور اس طرح تھوڑے اشارے دئے جائیں۔ کہ بچہ یہ خیال کرے۔ کہ صحیح نتیجہ پر وہ خود ہی پہنچ گیا ہے + اس سے حصول علم اور سوچنے سمجھنے کی قوت پیدا ہوتی ہے +

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اس کی کمی ہے۔ کہ کم عمر بچوں کو ان کے والدین حتیٰ کہ دائی کھلائی تک بھی سوالات کا جواب جنہیں شاید وہ خود بھی نہ سمجھتے ہوں۔ ایسے تحکمانہ اور فاضلانہ پیرائے میں دے کر منوانا چاہتے ہیں۔ کہ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے + ہر جواب کو مثل آیت وحدیث کے صحیح سمجھا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بچے کی قوت تخیلہ کمزور اور خود اعتمادی رفوچکر ہو جاتی ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ اچھی طرح نشوونما نہیں پاتی ہے + یہ عیب افسوس ہے۔ کہ یہیں تک ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ زمانہ طالب علمی میں رنگ لاتا ہے۔ استاد و شاگرد دونوں پر + ہندوستانی طلباء خواہ بی اے کے ہوں یا ایم اے کے۔ استاد کے نوٹوں پر بھروسہ کر کے پڑھتے ہیں۔ اور خود تحقیق کا مادہ نہیں ہوتا + رٹ ٹاکر ڈگری حاصل کرلی۔ اور تعلیم ختم ہوئی + یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے گریجویٹ دوسرے ممالک کے گریجویٹ کے پاسنگ بھی نہیں ہوتے۔ حالانکہ انہیں کتابوں میں یہ بھی امتحان پاس کرتے ہیں۔ مگر صرف اتنا فرق ہے۔ کہ غیر ممالک کے طلباء جو کچھ پڑھتے ہیں اپنے بھروسے پر۔ اور ہمارے طلباء استادوں کے نوٹوں کے سہارے پر +

خاکسار رضویہ خاتون

کتاب زندگی

انسان کی زندگی روزنامچے کی ایک سادی کتاب ہے۔ جس پر نوشت و خواند کے لئے ایک دن کے لئے ایک صفحہ اور ایک ایک لمحے کے واسطے

ایک ایک سطر مقرر ہے، جب آدمی صبح کو خواب سے
اُٹھتا ہے۔ تو اس کی روزمرہ کی زندگی کا ایک صفحہ
جو خالی ہوتا ہے۔ لکھا جانا شروع ہوتا ہے، وہ شب تک
تمام پر ہو جاتا ہے، اس میں ہر لمحہ لمحہ کا حال یعنی جس
قسم کے افعال و اقوال انسان سے سرزد ہوتے ہیں
درج ہوتا ہے، بظاہر کوئی نہیں جانتا کہ اس کا لکھنے والا
کون ہے۔ اور کیا لکھتا ہے۔ مگر خوب یاد رکھنا چاہئے
کہ ہم خود ہی اس کے لکھانے والے ہیں۔ کہیں لغو
بیہودہ قیل و قال اور خودغرضی کے خیالات کی نقل ہے
کسی سطر میں مردم آزاری و حق تلفی کا ذکر ہے۔ کسی
گوشے میں ترک صوم و صلوٰۃ مندرج ہے۔ تو کہیں
دروغ گوئی۔ غیبت اور بہتان کی کیفیت ہے۔ اور کسی
ورق میں نیکی فرمانبرداری اور عبادت اور امورِ حسنہ
کا بیان ہے، مگر اس تحریر کو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔
اور نہ یہ تحریر ظاہر ہو سکتی ہے۔ ہر انسان جو کلمہ نیک و
بد اپنی زبان سے نکالتا ہے۔ وہ فوراً لکھا جاتا ہے۔
مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ
یعنی جہاں مُنہ سے کوئی بات نکلی۔ وہیں ایک نگہبان
لکھنے کو تیار موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان
کے ساتھ دو فرشتے اس کے اعمال لکھنے کو مقرر کر رکھے
ہیں۔ جن کا نام کراماً کاتبین ہے، جب انسان اپنی
زبان سے کوئی لفظ نکالتا ہے۔ یہ فوراً لکھ لیتے ہیں
پس ہم سب کو لازم ہے۔ کہ جو بات مُنہ سے نکالیں
اس کی بھلائی برائی پر خوب غور کر لیں، الغرض اس
روزنامچے میں کل حال نیک و بد ہر وقت اور ہر لحظہ درج
ہوتا رہتا ہے۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ وہ سب خداوند
تعالیٰ کو معلوم ہے، وہ ہر بات سُنتا اور ہر چیز دیکھتا
ہے، اس لئے ہر انسان کو لازم ہے۔ کہ ہر کام خوب
سوچ سمجھ کر اور نہایت احتیاط کے ساتھ کرے۔ کہ
اس کتاب کا کوئی اندراج تمہارے حق میں مضر نہ
ہو۔ کیونکہ کل کی تحریر آج تبدیل نہیں ہو سکتی،

الحاصل رفتہ رفتہ تمام کتاب اسی طرح تحریر ہو کر
آخیر صفحہ اور لفظ خاتمہ پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے یعنی عمر
بھر تادمِ مرگ اس کتاب کی تحریر کا سلسلہ اسی طرح
جاری رہتا ہے، جب آدمی جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ تو
کتاب بھی ختم ہو گئی۔ مگر زندگی میں کسی کو خبر نہیں۔
کہ کب اس کا خاتمہ ہو گا، یہی کتاب حشر میں انسان
کو دکھلائی جائے گی۔ اور حکم ہو گا۔ کہ اِقْرَأْ كِتَابَكَ
كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔ یعنی تو خود ہی
اس کو پڑھ کر سمجھ لے۔ کہ یہ قابل انعام یا لائق عذاب و
عتاب ہے، افسوس جن کی کتاب برائیوں سے پُر
ہو گی۔ وہ پچھتائیں گے۔ مگر وہاں پچھتانا بے فائدہ ہو گا،
لہٰذا آج اس دارِ دنیا میں نہایت فکر کرنی چاہئے۔ کہ
اس کتاب کی تحریر ایسی ہو۔ جو تمہارے حق میں مفید
اور باعث آرام ثابت ہو، ہماری زندگی کا بہترین
حصہ جو شباب کا زمانہ کہلاتا ہے۔ خصوصاً نیک کاموں
میں گزرے۔ لہو و لعب میں ضائع نہ ہو۔ خداوند
ہم سب کو نیک کاموں کی طرف راغب کرے۔

تاکہ عقبیٰ میں رستگاری ہو۔ آمین ÷

خاکسار ہمشیرہ ایس ایچ محمود

لڑکیوں کی جسمانی نشوونما

شاید دنیا کے کسی خطہ میں رسم ورواج نے عورتوں کے ساتھ اتنا ظلم نہ کیا ہوگا۔ جتنا اس بدقسمت ملک ہندوستان میں روا رکھا جاتا ہے۔ لڑکی کی پیدائش کے بعد ہی سے رسم ورواج کی بیڑیاں اس کے پیروں میں ڈال دی جاتی ہیں۔ اور جتنی اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔ یہ بیڑیاں وزنی ہوتی جاتی ہیں۔ ان میں گرفتار ہوکر وہ غریب قدرت کی تمام نعمتوں سے محروم کردی جاتی ہے۔ اس کی زندگی کے جو قوانین بنائے جاتے ہیں۔ وہ بھی عجیب وغریب ہیں۔ اس کی تربیت کیا ہے۔ فطرت کے خلاف ایک مستقل جنگ ہے ÷

ہندوستانی بچیوں کی جسمانی نشوونما کبھی قدرتی طور پر تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ اور اس کا سبب سوائے رسم ورواج کی خلاف فطرت بندشوں کے اور کچھ نہیں۔ لڑکے آزادی کے ساتھ کھیل کود سکتے ہیں۔ دل کھول کر ہنس سکتے ہیں۔ ان کے لئے ہر طرح کی آزادی ہے۔ لیکن لڑکی ان تمام حرکتوں سے روکی جاتی ہے۔ جو اس کے جسمانی نمو کے لئے ضروری ہیں۔ اس کو بچپن سے اس کا احساس شروع ہوجاتا ہے۔ کہ میں لڑکی ہوں۔ اور مردوں کی جنس سے مختلف ہوں۔ اس لئے مجھ کو کمزور ضعیف اور بزدل ہوکر رہنا چاہئے۔ جب تک وہ چھ سات برس کی ہے۔ اس کو اتنی آزادی بھی ہے۔ کہ وہ تازہ اور صاف ہوا میں جہاں اس کے بھائی گیند کھیل رہے ہوں۔ کھڑی ہوکر ان کے کھیل کود دیکھ سکے۔ اور کم از کم اس کو دیکھ کر ہی خوش ہولے۔ لیکن سات آٹھ سال کی عمر کے بعد ہی اس پر نظریں پڑنی شروع ہوجائیں گی۔ اور دروازے سے قدم باہر رکھنا اس کے لئے ایک جرم تصور کیا جائے گا۔ لیجئے اس نے ابھی اپنی نشونما کی ابتدائی منزل بھی طے نہیں کی۔ کہ حبس دوام کی سزا اس کے لئے تجویز کردی گئی ÷

نہ صرف یہ سزا بلکہ اس کے لوازمات کچھ اور بھی ہیں۔ چہار دیواری کے اندر بھی اس کے لئے پابندیاں ہیں۔ زور سے بات کرنا۔ قہقہہ لگاکر ہنسنا۔ سیدھے ہوکر آزادی کے ساتھ چلنا۔ یہ تمام اس کے لئے ممنوع ہے۔ غرض اس قسم کی جابرانہ غیر فطری پابندیاں ان پر شروع سے عائد کردی جاتی ہیں جن کی بدولت ان کے اعصاب کمزور رہتے ہیں۔ ان کے بدن میں جسمانی ورزش کھیل کود اور دوڑ بھاگ سے جو خون کی روانی ہونی چاہئے۔ وہ نہیں ہوسکتی۔ اس لئے تمام اعضائے بدن پورے طور پر خون نہ ملنے کے باعث مضمحل ہوجاتے ہیں۔ اور بجائے جسمانی

توتوں کے ترقی کے ان میں ایک قسم کا انحطاط ہوتا رہتا ہے۔ ان کے پھیپھڑے پوری قوت کے ساتھ کام نہیں کرتے۔ اس لئے وہ بھی ضعیف رہتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ ذرا سی زکام میں بد پرہیزی اور کوئی بے اعتدالی سے ان کے پھیپھڑے ماؤف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر دیکھ بھال فوری نہ کی جائے تو آگے چل کر سل اور دق جیسے مہلک امراض کا باعث ہوتے ہیں۔

غرض یہ لڑکیاں جن کی نشو و نما ابتدا ہی سے بگڑی ہوتی ہے بمشکل ہی سے اپنے قدرتی اٹھان کے مطابق پہنچتی ہیں۔ یہی اسباب ہیں۔ جن کی بدولت سوسائٹی کی اسی فی صدی لڑکیاں کمزور نحیف۔ خمیدہ پشت اور زرد رو دکھائی دیتی ہیں۔ بزدلی اور اعصابی کمزوری ان میں اس بلا کی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ اگر بے خیالی میں کوئی زور سے دروازہ بند کر دے۔ تو ان کو اختلاج ہو جائے۔ ذرا سی سخت بات کی وہ متحمل نہیں ہو سکتیں۔ خفیف سا صدمہ رنج ان کو حال سے کر دیتا ہے۔ ان غریبوں کی زندگی کیا ہوتی ہے۔ وبال دوش۔

میں نے حال میں ہی سمرنا کا ایک ترکی رسالہ "ثروت فنون" دیکھا۔ اس میں ایک زنانہ تعلیم گاہ کے متعلق چند تصاویر تھیں۔ جو وہاں کی طالبات کی زندگی کے مختلف مشغلوں کو ظاہر کر رہی تھیں۔ کہیں لڑکیاں کھلی ہوا میں ایک سبزہ زار پر کرا کو کھیل رہی ہیں۔ کہیں ان کو ایک چمن میں عملی طور پر نباتات کا درس دیا جا رہا ہے۔ ان کے لباس نہایت ڈھیلے ڈھالے نہایت مہذب اور پورے طور پر جسم پوش ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لڑکیاں اس ظالمانہ زندگی سے نکال کر آغوش فطرت میں دیدی گئی ہیں۔ جہاں خود فطرت ان کی پرورش اور تربیت کی ذمہ دار ہے۔ ان کے چہروں سے صحت کی بحالی اور بشاشی نمایاں ہو رہی ہے۔ ان کی آنکھوں سے ان کی دماغی قوت اور ذکاوت و ذہانت کا صاف اندازہ ہوتا تھا۔ خدا مصطفےٰ کمال پاشا کو زندگی جاوید عطا کرے۔ جس نے ترکی قوم کو تباہی اور بربادی کے قعر مذلت سے نکال کر اس میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی۔ اور اس کے مردوں اور عورتوں میں ترقی کی ایک روح پھونک دی۔ اگر ہمارے ملکی حالات ابھی ذہنی آزادیوں کی اجازت نہیں دیتے۔ تو کم از کم جو بندشیں ہم آسانی کے ساتھ توڑ سکتے ہیں۔ وہ تو توڑ دینا چاہئیں۔

یہ امر باعث مسرت ہے۔ کہ تہذیب کے روشن خیال حلقوں میں ان ضروریات کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ اکثر نامہ نگاران ان امور کی طرف توجہ کرتی ہیں۔

میں نے تہذیب کے کسی پچھلے پرچے میں بہن فاطمہ بیگم کا ایک مضمون دیکھا تھا جس میں انہوں نے

لڑکیوں کے لئے ورزش کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ اور ایک قسم کی ورزش سکپنگ (رستی اچھال کر کودنا لڑکیوں کے لئے تجویز کی تھی۔ لیکن میں اس کو پڑھ کر ہنس رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔ کہ جن لڑکیوں کے والدین ان کو سیدھے ہو کر چلنے کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ اس بے عنوانی کو کیسے روا رکھیں گے؟ افسوس ہے۔ کہ سکپنگ یا اور اس قسم کی دوسری جسمانی ورزشیں ہماری خواتین کے لئے چیستاں بنی ہوئی ہیں۔ میں جن عنوانوں کو اپنے مضمون کے لئے انتخاب کر رہا ہوں۔ وہ ایک بہت ضروری اور قابل توجہ مسئلہ ہے۔ آیندہ نسلوں کی بقا کا اس پر انحصار ہے۔

اگر ہم اپنی آنے والی نسلوں کو تباہ نہیں کرنا چاہتے۔ تو یہ لازمی ہے۔ کہ ہم موجودہ بچیوں کی نشوونما کی طرف خاص توجہ کریں۔ اور ان کو تندرست مضبوط۔ قوی دل اور قوی دماغ کی مکمل عورتیں بنائیں۔ ہم کو سمجھنا چاہئے۔ کہ یہی نحیف زرد رو اور خمیدہ پشت بچیاں آیندہ نسلوں کی مائیں ہوں گی اور ان کے جسمانی انحطاط کے معنے آیندہ نسلوں کی تباہی و بربادی ہے۔

تعلیم تربیت دماغی کے ساتھ جسمانی قوتوں کی تکمیل کی بھی ضرورت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ایک کم علم لیکن تندرست عورت تو دنیا کے لئے کچھ مفید نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن ایک قابل اور لائق خاتون اگر صحت جسمانی سے محروم ہے۔ تو دنیا کے لئے اس کا وجود شاید ہی کچھ مفید ہو۔

جسمانی قوتوں کی تکمیل موجودہ زمانے میں اس وقت تک ہونی ناممکن ہے۔ جب تک تمام پامال اور فرسودہ اصول زندگی کو ترک نہ کر دیا جائے۔ اور تمام غیر ضروری اور غیر فطری بیہودہ پردے نہ اُٹھا دی جائیں۔ اور بے جا شرم و حجاب کی خیالی زنجیروں کو توڑ کر نہ پھینک دیا جائے۔ لڑکیوں کو کھیلنے کودنے ہنسنے بولنے کی پوری آزادی دی جائے۔ کودنا۔ دوڑنا۔ کھیلنا یہ سب لڑکوں کی طرح لڑکیوں کی بھی قدرتی ورزشیں ہیں۔ اور ان سے ان کو روکنا گویا فطرت کے ساتھ ظلم کرنا ہے۔

ہنسنا۔ شور کرنا اور گانا یہ بھی بچوں کے لئے ضروری ہیں۔ دل کھول کر ہنسنے سے تندرستی میں نہایت اچھا اثر پڑتا ہے۔ اور صحت کی سرخی ان کے چہروں پر جھلکتی ہے۔ گانا اور شور کرنا بھی بچوں کے گلے اور پھیپھڑوں کو قوی کرتا ہے۔ جھولنا اور بڑی بڑی پینگیں لینا لڑکیوں کے لئے بڑی اچھی ورزش ہے۔ افسوس ہے۔ کہ موجودہ دور میں اور بہت سی اچھی باتوں کی طرح یہ بھی کم ہوتی جاتی ہے۔

پہلے لڑکیاں گھر کے کام کاج میں تھوڑی بہت ورزش کر لیتی تھیں۔ اب نفاست پسندی پیدا ہو جانے کی وجہ سے امیر کیا متوسط طبقوں کی لڑکیاں بھی ان کاموں کو چھوڑ رہی ہیں۔ حالانکہ

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

بوتل سے دودھ

بہت سی مائیں اور عورتیں جو ننھے بچوں کو بوتل سے دودھ پلاتی ہیں۔ عام طور پر دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے بوتل کو بھر کر بچے کے منہ سے لگادیتی ہیں اور خود دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ جب تک بچہ بوتل کا دودھ ختم کرے۔ وہ اس کے قریب بیٹھے رہنا تضیع اوقات سمجھتی ہیں۔

لیکن اگر وہ کسی ایسے مقام پر جائیں۔ جہاں تربیت یافتہ نرسیں بچوں کو بوتل سے دودھ پلاتی ہوں۔ تو دیکھیں گی۔ کہ وہ سب سے پہلے تو اس بات کا خیال کرتی ہیں۔ کہ دودھ پینے کے دوران میں بچے کو مکمل راحت اور آرام حاصل ہو۔ اس کے بعد اسے اٹھا کر گود میں اس طرح بٹھا لیتی ہیں۔ کہ بچے کا سر ان کے سینے سے لگا رہے۔ پھر جب بچہ آرام سے بیٹھ جاتا ہے۔ تو بوتل کو مضبوطی سے تھام کر اس کے منہ سے لگا دیتی ہیں۔ اور جب تک وہ دودھ پیتا رہتا ہے۔ بوتل کو ذرا ہلکے ہاتھ سے اپنی طرف کھینچے رکھتی ہیں۔

ماؤں کو یوں دودھ پلانے کا فائدہ بتایا جائے۔ تو غالباً وہ بھی اس طریق پر عمل پیرا ہونا بڑی خوشی سے پسند کریں گی۔

ننھے بچے کے لئے ماں کا دودھ صرف اسی لئے نہایت مناسب نہیں ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ نے اسے بچے کی تمام ضرورتوں کے مطابق بنایا ہے۔ اگر ماں ہی کے دودھ کو بوتل میں ڈال کر بچے کو دیا جائے۔ تو اس سے بھی اس کا فائدہ گھٹ جاتا ہے۔ غذا ہونے کے علاوہ ماں کے دودھ میں اللہ تعالیٰ نے ایک یہ حکمت بھی رکھی ہے۔ کہ بچہ اسے چوس چوس کر پیئے۔ اور دودھ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اسے چوسنے کی محنت بھی کرنی پڑے۔ جو بچے بوتل سے دودھ پیتے ہیں۔ وہ اس چوسنے کی محنت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ عام طور پر ان کے منہ میں بہت سا دودھ جمع ہو جاتا ہے۔ اور اسے چوسنے کی بجائے صرف نگل لیتے ہیں۔

دودھ کو چوسنے سے بچوں کے جبڑوں پر زور پڑتا ہے۔ اور جو بچہ بھی اس ننھی سی محنت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اس کے جبڑے مناسب طور پر بڑھنے اور پھیلنے نہیں پاتے۔ اور جب ذرا بڑے ہونے پر اس کے دانت نکلتے ہیں۔ تو خوبصورتی سے برابر برابر نہیں نکلتے۔ بلکہ بدنمائی سے ایک پر ایک چڑھا

ہوا ہوتا ہے ۔
اس کے علاوہ ایسے بچوں کو ہاضمے کی شکایات
بھی لاحق رہتی ہے ۔ بہت چھوٹی عمر میں غذا اچھی
جانی اور بڑی عمر میں اچھی طرح چبائی جانی چاہئے
اس فعل سے وہ رطوبتیں جسم انسانی کے بعض غدودوں
میں سے خارج ہونے لگتی ہیں ۔ جو غذا میں مل کر اسے
زود ہضم بنا دیتی ہیں ۔

آپ خواہ کتنی ہی مصروف کیوں نہ ہوں ۔ بچے کو
مناسب طریق پر دودھ دینے کے لئے دس پندرہ
منٹ ضرور کسی طرح نکال لیا کریں ۔ ساتھ ہی
خواہ دوسری ضرورتوں میں کتنی ہی کفایت شعاری
کیوں نہ کرنی پڑے ۔ اس بات کا خاص طور پر خیال
رکھیں ۔ کہ بوتل کا ربڑ کا منہ ہمیشہ نیا اور تازہ رہے
اور اس کا سوراخ زیادہ بڑا نہ ہونے پائے ۔
بچے کو شروع سے اپنی غذا پر محنت کرنے کا عادی
بنانا چاہئے ۔ ورنہ آپ اپنے بچے کو جیسا تندرست
دیکھنا چاہتی ہیں ۔ وہ کبھی نہ بننے پائے گا ۔

ملکہ معظمہ بچوں میں

حضور ملکہ معظمہ ننھے بچوں میں بے حد دلچسپی لیتی
ہیں ۔ اور جب کبھی کسی ایسی جگہ جاتی ہیں ۔ جہاں
بہت سے بچے ہوں ۔ تو آپ نہایت محبت سے ان سب سے
گفتگو کرتی ہیں ۔ گویا وہ سب ان کے اپنے ہی بچے ہیں ۔
پچھلے دنوں آپ کوئین شارلٹس میٹرنٹی ہسپتال
میں گئیں ۔ وہاں بہت سے ننھے ننھے بچے موجود تھے ۔
ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں ۔ اور بڑے مزے
میں دیر تک بچوں اور ان کی ماؤں سے گفتگو کرتی
رہیں ۔ ایک فرانسیسی عورت اپنی ننھی سی بچی کو لئے
پڑی تھی ۔ اس سے پوچھا "تم اپنی بچی کا نام کیا
رکھوگی ؟" ماں نے کہا "جیکولن" ۔ ملکہ بولیں "واہ
واہ جیسی پیاری تمہاری بچی ہے ۔ ویسا ہی پیارا
تم نے اس کا نام تجویز کیا ہے" ۔

ایک بچی تقریباً اسی وقت پیدا ہوئی تھی ۔ جب
ملکہ معظمہ ہسپتال میں داخل ہوئی تھیں ۔ یہ بچی ہسپتال
کے تمام بچوں میں زیادہ خوب صورت تھی ۔ ملکہ کے
سامنے پیش کی گئی ۔ وہ اسے دیکھ کر بہت مسرور ہوئیں
اور اس کی ماں سے کہنے لگیں ۔ تمہیں ناز کرنا چاہئے
کہ ایسی خوب صورت بچی کی ماں ہو ۔
جن بدقسمت ماؤں کے بچے مر گئے تھے ۔ ملکہ مناسب
ہمدردانہ الفاظ سے ان کو تسکین دینے کی کوشش
کرتی رہیں ۔

تکیے

عام طور پر تکیے یوں بنائے جاتے ہیں ۔ کہ کپڑے کا
تھیلا سا سی کر اس میں روئی یا پَر بھر دیتے ہیں ۔ اور
پھر چوتھی طرف کو سی کر اوپر غلاف چڑھا دیتے ہیں ۔
لیکن اس سے زیادہ بہتر طریق یہ ہے ۔ کہ روئی بھرنے
کے بعد تکیے کا منہ بند کر کے اس پر ایک اور سادہ سا

غلاف سی دیا جائے۔ اور پھر اس کے اوپر وہ خوشنما غلاف چڑھائے جائیں۔ جو دوسرے تیسرے اُترتے چڑھتے رہتے ہیں۔

اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بعض اوقات کسی مصروفیت یا محض سستی کی وجہ سے اگر تکیے کا نیا غلاف نہیں چڑھایا جا سکتا۔ اور تکیہ کھلا ہی رہ جاتا ہے۔ یا بہت زیادہ استعمال میں آتا رہتا ہے۔ تو پھر بھی میلا ہو کر تمام تکیہ بے کار نہیں ہونے پاتا۔ دوسرا غلاف جو سا تہ سِلا ہوا ہے۔ اب اس کو کھول کر دھلوا لیا جائے اندر سے تکیہ اُجلا نکل آئے گا۔ پہلا غلاف دُھلوا کر پھر اوپر سی دیا جائے۔

تکیہ ٹکٹ کپڑے کا جو بازار میں عام طور پر ملتا ہے۔ بنانا چاہئے۔ اور اس کے اوپر لٹھے یا حسب توفیق کسی اَور موزوں کپڑے کا دوسرا غلاف بننا چاہئے۔

تکیے کی عمدگی اور آرائش و زیبائش پر جو روپیہ صرف ہوتا ہے۔ وہ کبھی بے کار نہیں جاتا۔ دن بھر کی محنت کے بعد جب نرم اور خوب صورت تکیے پر سر رکھا جاتا ہے۔ تو اس کی تمام قیمت وصول ہو جاتی ہے۔

گھروں میں کئی کئی تکیے وقت بے وقت کے لئے تیار رہنے چاہئیں۔ دُکھ بیماری کے موقع پر ان کی بہت ضرورت پڑ جاتی ہے۔ مریض کو اگر ہاتھ کے نیچے رکھنے اور ٹانگ کے نیچے دبانے کو نرم نرم تکیے دئے جائیں۔ تو اسے بڑی راحت حاصل ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کو سر کے نیچے ایک بڑا تکیہ رکھنا پسند ہوتا ہے۔ بعض کو دو چھوٹے چھوٹے۔ اس لئے مناسب یہ ہے۔ کہ تکیے تو چھوٹے چھوٹے ہی بنائے جائیں لیکن بعض غلاف اتنے بڑے بنائے جائیں۔ کہ ایک میں دو تکیے آ جائیں۔

بُرش کا غسل

اکثر گھروں میں قالین اور قیمتی دریاں جھاڑو کی بجائے بُرش سے صاف کی جاتی ہیں۔ کہ ان کی گرد اچھی طرح نکل سکے۔ اس کام کے لئے جو بُرش لئے جاتے ہیں۔ تھوڑے ہی عرصے کے استعمال کے بعد ان کے بالوں کی سختی جاتی رہتی ہے۔ اور ان سے صفائی کا کام خاطر خواہ طور پر نہیں لیا جا سکتا ہے۔ بالوں کو پھر سخت کرنے کا یہ طریق ہے کہ کسی اتنے بڑے برتن میں جس میں بُرش سما سکے گرم پانی ڈالو۔ اور پھر اس میں تھوڑی تھوڑی پھٹکڑی ڈالنا شروع کر دو۔ جوں جوں حل ہوتی جائے۔ اَور ڈالتی رہو۔ مناسب مقدار حل کرنے کے بعد بُرش کو اس میں ڈبو دو۔ بال پھر سخت ہو جائیں گے۔

خانہ داری کے اشارات

جس برتن میں دودھ اُبالا جاتا ہے اگر اس کے کناروں پر تھوڑی سی چکنائی لگا دی جائے تو کچھ دیر تک دودھ اُبل اُبل کر باہر نہ گرے گا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ دودھ کو چولھے پر رکھ کر کھلا

ہی دیا جائے ۔

اگر شمع روشن کرنے سے پیشتر کچھ نمک بتی کے چاروں طرف لگا دیا جائے۔ تو موم پگھل پگھل کر ادھر اُدھر نہ گرے گا۔

کیتلی کے اندر میل کچیل جم گیا ہو۔ تو اس کے دور کرنے کا یہ طریق ہے۔ کہ تھوڑا سا سرکہ اس میں اُبالا جائے۔ میل کچیل نرم پڑ کر پیندے اور پہلوؤں سے جدا ہو جائے گا۔

اگر کسی برتن میں پیاز کی بو ہو جائے۔ تو اسے نمک سے رگڑ رگڑ کر صاف کرنا چاہئے۔ صاف کرنے کے بعد گرم پانی سے دھو ڈالنا چاہئے۔ بو دور ہو جائے گی۔

ترکاریاں باسی ہو گئی ہوں۔ تو ان کو ازسر نو تازہ کرنے کا یہ طریق ہے۔ کہ لیمو کا عرق ٹھنڈے پانی میں ملا کر انہیں اس میں ڈال دو۔ ترکاریوں میں جان سی پڑ جائے گی۔

شوخ رنگ کے ریشم پر اگر لیموں کے عرق کا داغ پڑ جائے۔ تو اس کے دور کرنے کا یہ طریق ہے۔ کہ صابن کو ٹھنڈے پانی میں گھول لیا جائے اور اس میں اسفنج کو بھگو بھگو کر آہستہ آہستہ داغ کو دھویا جائے ۔

پھول دان میں پھولوں کو زیادہ عرصہ تک تروتازہ رکھنے کا ایک یہ طریق ہے۔ کہ صابن کے باریک باریک ورق کاٹ کر پھولدان کے پانی میں ڈال دئے جائیں ۔

سرکہ ہر گھر میں موجود رہنا چاہئے۔ کئی کاموں میں بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ پرانے ہو کر آلوؤں کا رنگ بدل گیا ہو۔ تو جس پانی میں انہیں اُبالا جائے اگر اس میں چند بوندیں سرکے کی ڈال لی جائیں تو ان کا رنگ درست ہو جاتا ہے ۔ کپڑے رنگنے کے بعد اگر صاف پانی میں چند بوندیں سرکے کی ملا کر کپڑا اس میں کھنگال لیا جائے ۔ تو رنگ پختہ ہو جاتا ہے ۔ دن بھر بہت محنت کی ہو۔ تو نہانے کے پانی میں چند بوندیں سرکہ کی ملا لینے سے غسل بہت فائدہ مند ہو جاتا ہے۔ اور انسان کو تروتازہ کر دیتا ہے ۔ اگر کوئی چیز اُبل کر چولھے پر آ پڑے۔ اور اس کی بُو آ رہی ہو۔ تو اس مقام پر سرکے کی چند بوندیں ڈال دینے سے بُو رفع ہو جائیگی۔

ایک امریکن لڑکی مس ولیم کی حال ہی میں شادی کی رسم ادا کی گئی ہے۔ اس کا وزن پورے سات من ہے۔

خبریں اور نوٹ

ٹرکی اور جرمنی کے تعلقات برابر بڑھ رہے ہیں۔ جرمن سفیر مقیم انگورا کا بیان ہے۔ کہ اس وقت انگورا میں پانچ سو سے زیادہ جرمن موجود ہیں۔ اور جرمنی ٹرکی سے تمباکو اور بندوقیں خریدنا چاہتا ہے ؛

لطیفہ خانم غازی مصطفےٰ کمال سے علیحدگی کے بعد گوشہ نشین سی ہوگئی تھیں۔ وہ نہ کسی جلسے میں شرکت کرتی تھیں۔ نہ کسی پارٹی میں جاتی تھیں۔ لیکن حال ہی محترمہ موصوفہ خواتین کے ایک جلسے میں شریک ہوئیں۔ اور تقریر کی۔ آپ کی تقریر بہت موثر اور درد بھری تھی۔ جس وقت آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہیں کہ "آزادی و ہمدردی نسواں کے دعوے داروں نے اپنے تمام دعوؤں کے باوجود ہماری زندگی تلخ کر دی۔ اور ہمیں جانوروں سے بدتر بنا دیا" تو لطیفہ خانم کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اور آواز بھرا گئی ؛

مصر کی نئی وزارت مرتب ہوگئی۔ ثروت پاشا وزیر اعظم اور وزیر داخلہ بنائے گئے۔ اور حنا پاشا وزیر خارجہ مقرر ہوئے ؛

مصری وزارت جنگ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ مصری فوج میں مزید اضافہ کیا جائے ؛

مراکش اور ہسپانیہ کے درمیان جنگ و جدال جاری ہے۔ ہسپانی فوج نے طارقیہ کی وادی پر قبضہ کر کے جنگجو قبائل کے خیموں اور سامان کو آگ لگا دی۔ ایک دوسرے مقام وادی بنی عیسیٰ میں بھی گاؤں کے گاؤں برباد کر دئے۔ اور غنیم کے چند آدمی قتل اور کچھ گرفتار کر لئے ؛

حکومت نے چینی جنرل پی شوچن کو جسے شنگھائی کی حفاظت کے لئے تعینات کیا گیا تھا۔ اس الزام میں پھانسی کی سزا دی ہے۔ کہ یہ کانٹینوں سے مل گیا۔ اور اس لئے دغا بازی اور بغاوت کی ؛

ایک روسی بنک کی کتابوں سے پتہ چلا ہے۔ کہ روس نے سال گزشتہ میں چین کے قوم پرستوں کو فوجی نظام کے لئے۔ اور انہیں غیر ملکیوں کے خلاف بھڑکانے کی غرض سے ایک کروڑ ڈالر صرف کئے تھے ؛

۱۳ مارچ تک شنگھائی کی برطانی فوج کے اخراجات کا اندازہ نو لاکھ پچپن ہزار پونڈ ہے۔ اس کے بعد جو مزید فوج بھیجی گئی۔ اس کے صرف کا اندازہ اڑھائی لاکھ پونڈ کیا گیا ہے ؛

پیرس میں پولیس نے انقلاب پرست پارٹی کے دفتر پر چھاپا مارا۔ اور چھ آدمی گرفتار کر لئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی۔ جسے بعد میں چھوڑ دیا۔

ہسپانیہ میں سانڈوں کو لڑایا جاتا۔ اور اس کھیل کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔ سیول (اشبیلیہ) کے مقام پر شہزادہ ویلز کو جو ان دنوں ہسپانیہ کی سیاحت کر رہے ہیں۔ یہ کھیل دکھایا گیا۔ اور جب ایک سانڈ

کے گر جانے سے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ تو شہزادہ کو اس پر بڑا رحم آیا۔ اور انہوں نے اس کھیل کو ناپسند کیا۔ اور آیندہ بند کرنے کی تحریک کی+ اس ظالمانہ کھیل کے مخالفوں نے شہزادہ صاحب کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور حکومت امریکہ نے ان کے ہمدردانہ خیالات کے لئے انہیں مبارکباد دی ہے+

مسٹر بالڈون وزیر اعظم علیل تھے۔ اب وہ بہت بہتر ہیں۔ حضور ملک معظم ان کی عیادت کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے+

میکسیکو (امریکہ) میں جن ڈاکوؤں نے ٹرین لوٹی تھی۔ اور مسافروں پر وحشیانہ مظالم توڑے تھے۔ ان میں سے بیس ڈاکو پکڑے اور ہلاک کئے جا چکے ہیں۔ باقی ماندہ ڈاکوؤں کی گرفتاری کے لئے کوشش جاری ہے+

برلن میں ہوائی جہاز کے اندر شادی کی تقریب منائی گئی+ ایک جہازراں مع اپنی دلھن تین گواہ اور ایک رجسٹر کے ہوائی جہاز میں اُڑا۔ اور بہت بلندی پر پہنچ کر دولہا دلھن نے ایجاب و قبول کر لیا+ اس کے بعد ہوائی جہاز نیچے اترا۔ تو لوگوں نے میاں بیوی کو مبارک باد دی+ پھر یہ دونوں ہوائی جہاز میں سوار ہو کر ایام عروسی منانے کے لئے اٹلی کی طرف چلے گئے+

اولمپیا (انگلستان) میں تمباکو کے تاجروں کی ایک کانفرنس منعقد ہونے والی ہے۔ اور اس سلسلے میں ایک پر تکلف دعوت کا انتظام کیا گیا ہے+ اس موقع پر لارڈ برکن ہیڈ وزیر ہند کی خدمت میں انیس انچ لمبا سگرٹ پیش کیا جائے گا+ اس سے پہلے ایک ضیافت کے موقع پر لارڈ موصوف کے سامنے تیرہ انچ لمبا سگرٹ پیش کیا جا چکا ہے۔ جسے آپ نے ایک گھنٹے میں ختم کیا تھا+

نیو یارک (امریکہ) میں ایک چالیس منزلہ ہوٹل کو آگ لگ گئی۔ ستائیس منزلیں جل کر خاک سیاہ ہو گئیں+

امریکہ میں ہندوستانی بولنے والی متحرک تصویروں کا تجربہ کیا گیا۔ نیو یارک کے ایک تھیٹر میں دو پارٹ کے ایک ڈرامے کے دوران میں چلتی پھرتی تصویریں ان کی بات چیت۔ گانا اور گانے والوں کی تصویریں ایک ساتھ پردہ پر نظر آئیں+ آواز کو بلند کرنے والے آلہ کے ذریعے گانا صاف سنائی دیا+ اس باب میں اب تک جتنے تجربے ہوئے۔ ان میں یہ تجربہ سب سے زیادہ کامیاب ثابت ہوا+ اس سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ مشہور و معروف پروفیسروں کے لکچروں سے کالجوں کے بے شمار طلبا فائدہ اُٹھا سکیں گے+

انگلستان کے مشہور روزانہ اخبار ڈیلی میل کی اشاعت اٹھارہ انیس لاکھ کے درمیان ہے۔ اور اشتہارات کی روزانہ آمدنی روپے کے قریب ہے+

مس گرٹرڈ ایمرسن جو رسالہ ایشیا (نیو یارک) کی ایڈیٹر

ہیں۔ آج کل ہندوستان آئی ہیں۔ اور ان دنوں
یہاں کی دیہاتی زندگی کا مطالعہ کر رہی ہیں ٭

حکومت نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو انٹرنس کا
امتحان لینے کی ممانعت کر دی ہے۔ تحقیقات
کے لئے ایک سرکاری کمیشن مقرر ہونے والا ہے ٭

حضور نظام نے اپنی ریاست کے چند باشندوں
کو بطور قرض حسنہ اتنا روپیہ دیا ہے۔ جس سے وہ ممالک
غیر میں مختلف فنون کی تعلیم حاصل کر سکیں ٭

حضور نظام کے اے ڈی سی میجر نواب حبیب یار
جنگ کے صاحبزادہ مسٹر محمود جو علی گڑھ یونیورسٹی
میں تعلیم پا رہے تھے۔ اچانک فوت ہو گئے۔ طلبائے
یونیورسٹی نے جلسہ کر کے مرحوم کے والد ماجد سے
اظہار ہمدردی کیا ٭

ناگپور شہر کی کانگریس کمیٹی نے قانون اسلحہ کے
خلاف سول نافرمانی کا رزولیوشن منظور کر لیا ہے ٭
اس رزولیوشن پر عمل کر کے چار آدمی بلا لائسنس
ہتھیار لے کر نکلے۔ جو گرفتار کر لئے گئے۔ ان میں
سے دو کو پانچ پانچ روپے جرمانہ یا پانچ پانچ روز
کی قید۔ اور دو کو دو دو روپے جرمانہ یا دو دو روز
قید محض کی سزا ہوئی ٭

کانگریس کمیٹی کے فیصلے کے مطابق دو عورتوں
نے بھی قانون اسلحہ کو توڑا۔ اور وہ اپنے ہاتھوں میں
برہنہ تلواریں لے کر نکلیں۔ اور ایک مجمع کے ساتھ
تمام شہر کا گشت لگایا۔ پولیس نے ان کے مقابلے
میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی ٭

دہلی میں ایک نوجوان طالب علم امتحان میں
ناکام ہونے کے رنج سے زہر کھا کر مر گیا ٭

ریاست میسور کے انسپکٹر جنرل سررشتہ تعلیم
نے مہاتما گاندھی سے ملاقات کی۔ مہاتما جی نے
انسپکٹر جنرل کو بتایا۔ کہ چرخے سے حکومت میسور کو
فی کس چار آنے ماہوار کی آمدنی ہو سکتی ہے ٭

فیض آباد میں آریا عورتوں کا ایک جلوس نکلا۔
جس میں باہر کی آریا سماجی خواتین بھی شامل تھیں
مقامی عورتوں نے نارنجی رنگ کی ساریاں پہن رکھی
تھیں۔ اور شدھی کے گیت گا رہی تھیں۔ چند آریا
مردوں کے علاوہ پولیس بھی جلوس کے ہمراہ تھی ٭

بمبئی کے ایک سیٹھ سکھ لال نے ہندو اسکول
پونا کو پچاس ہزار روپیہ دیا ہے ٭

سیتا پور کی سشن ججی میں تین پارسی بچوں کا مقدمہ
پیش ہوا۔ جن پر ایک لڑکی کا گلا گھونٹ کر مار ڈالنے
کا الزام تھا۔ لڑکی کی عمر دس برس کی تھی۔ اس
کی لاش ایک کنوئیں سے برآمد ہوئی۔ زیور اور کپڑے
اترے ہوئے پائے گئے۔ ملزموں میں سے دو لڑکوں
نے جن کی عمر دس اور بارہ سال ہے۔ اور ایک
لڑکی جس کی عمر دس سال ہے۔ جرم کا اقبال
کر لیا۔ اور اپنے بیانوں میں کہا۔ ہم بھوکے
تھے۔ کھانا بغیر پیسے کے نہیں مل سکتا۔ ہم نے اس
لڑکی کا زیور بیچ کر پیٹ بھرنے کا ارادہ کیا۔ اور اسے

مارڈالا۔ پھر زیور فروخت کرکے کھانا کھایا۔ عدالت نے تینوں بچوں کو حبس دوام کی سزا دی۔ لیکن بچوں کی کم سنی پر نظر کرکے انہیں جیل کے مدرسے میں بھیج دیا۔

ملتان میں طاعون کا بڑا زور ہے۔ لوگ شہر خالی کرکے بھاگ رہے ہیں۔

دربھنگہ کے ایک قصبہ میں خوفناک آگ لگ گئی۔ دو ہزار مکانات جل گئے۔ دو عورتیں اور اٹھارہ مرد بھی آگ کی نذر ہوئے۔ دو لاکھ روپے کے نقصان کا اندازہ ہے۔

کماری سیتا بائی کو جو ایک مرہٹہ خاتون ہیں۔ اکسفورڈ یونیورسٹی نے ایک مضمون لکھنے کے صلے میں ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری دی ہے۔ آپ بیرسٹری کے امتحان میں شریک ہوں گی۔

سٹی مجسٹریٹ لکھنؤ نے ایک بارہ سال کے لڑکے حسنو نامی کو اس الزام میں ۱۲ ضرب بید کی سزا دی کہ یہ ایک مکان میں چوری کرنے کے ارادہ سے داخل ہوا تھا۔

حکومت بنگال نے کاشتکاروں کے بچوں کو جدید طریقے سکھانے کے لئے تین ابتدائی مدرسے کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔

بمبئی کا تار۔ ۶ شوال تک باسٹھ ہزار چار سو نوے حاجی جدہ پہنچ چکے ہیں۔ کئی ہزار حاجی اور جانے والے ہیں۔

۳ مئی کی رات کو نو بجے ڈبی بازار لاہور میں سکھ اور مسلمانوں میں فساد ہوگیا۔ بنائے فساد یوں بیان کی جاتی ہے۔ کہ اب سے چار پانچ روز پیشتر ایک مسلمان لڑکے محمد اقبال کے خلاف ایک سکھ عورت مسماۃ سوانی کور کو چھیڑنے کے الزام میں مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں طرفین صلح صفائی پر آمادہ ہوگئے تھے۔ ۲ مئی کو ایک اکالی سکھ نے منادی کی۔ اور محمد اقبال اور مسماۃ سوانی کور کا واقعہ دہرا کر سکھوں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا۔ اور ساتھ ہی ایک جلسے میں شرکت کے لئے اعلان کیا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر بہت سے ہندو اور سکھ باؤلی صاحب ڈبی بازار میں جمع ہوئے۔ جہاں بہت جوشیلی اور اشتعال انگیز تقریریں ہوئیں۔ اور وہاں سے ڈھائی تین سو سکھ اور ہندوؤں کا یہ مجمع جس میں سکھ کرپانیں (چھوٹی تلواریں) باندھے ہوئے تھے۔ اور ہندو لاٹھیاں لئے ہوئے۔ رات کو نماز عشاء کے وقت مارڈالو۔ مارڈالو کے نعرے لگاتا ہوا نکلا۔ اور اِکّے دُکّے مسلمانوں کو جو نماز پڑھ کر آرہے تھے۔ مارنا شروع کردیا۔ تین مسلمان جان سے مارے گئے۔ اور چند زخمی ہوئے۔ ۴ مئی کو مسلمان شہیدوں کا جنازہ اُٹھایا گیا۔ تو ایک مندر کی طرف سے اس پر اینٹیں پھینکی گئیں۔

اب فساد کی آگ سارے شہر میں پھیل چکی ہے۔ ۴ اور ۵ مئی کے دونوں دن بدامنی اور مار پیٹ کا دور دورہ رہا ہے۔ شہر کی تمام دکانیں بند ہیں۔ پولیس اور فوج انتظام کررہی ہے۔

تہذیب نسواں

۹۔ اپریل ۱۹۲۶ء میں

داد کے بہترین نسخے

شائع ہوئے ہیں۔ اگر ان کی آزمائش کے بعد بھی فائدہ نہ ہو۔ تو ہاتھ چابی مارکہ مرہم داد جو بڑا دواخانہ ۲۵ مغل اسٹریٹ رنگون سے ۸ر کو ملتا ہے۔ ایک مرتبہ ضرور آزمائیں۔ انشاء اللہ شفائے کلی حاصل ہوگی۔

نوٹ:۔ یہ مرہم داد کے علاوہ کھجلی۔ ہوا گنج۔ چائیں چوئیں وغیرہ جلدی امراض میں بھی مفید ہے۔

رشتہ کی ضرورت

ایک سنتیس سال کی عمر کے راعی شوہر کے لئے جو تین سو روپے ماہوار پر سرکاری ملازم ہے۔ رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی تھوڑا بہت لکھی پڑھی اٹھارہ اُنیس برس کی عمر سے کم نہ ہو۔ خوش خاندان سے ہو۔ ذات کی خاص قید بھی نہیں۔ مگر راعی کو ترجیح ہوگی۔ صرف شرط یہ ہے۔ کہ جہیز خواہ کسی صورت میں ہو۔ قبول نہ کیا جائے گا۔ سادہ ترین رسم نکاح پر عمل ہوگا۔ شوہر کے پہلے بیوی بچے نہیں ہیں۔

معرفت مینیجر صاحب
تہذیب نسواں۔ لاہور

... اور سید ممتاز علی مالک و مہتمم نے دفتر تہذ...

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۲۹ | لاہور ہفتہ ۱۴ مئی ۱۹۲۷ء | نمبر ۲۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۱۱ ذی قعد ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

رشتہ کی ضرورت

ایک ستیس سال کی عمر کے راعی مشتہر کے لیے جو تین سو روپے ماہوار پر سرکاری ملازم ہے۔رشتہ کی ضرورت ہے لڑکی تھوڑا بہت لکھی پڑھی اٹھارہ انیس برس کی عمر سے کم نہ ہو اچھے خاندان سے ہو ذات کی خاص قید بھی نہیں۔مگر راعی کو ترجیح ہوگی صرف شرط یہ ہے۔کہ جہیز خواہ کسی صورت میں ہو قبول نہ کیا جائے گا۔سادہ ترین رسم نکاح پر عمل ہوگا۔مشتہر کے پہلے بیوی بچے نہیں ہیں +

خط معرفت مینیجر صاحب تہذیب نسواں لاہور

تکلف کی بعض ناگوار تکلیفیں

شیخ سعدیؒ کی "دعوت شیراز" والی حکایت بہت مشہور ہے۔ کہ آپ پردیس میں کسی دوست کے مکان پر پہنچے۔ دوست نے بہت تکلف سے دعوت کی۔ شیخ سعدی نے پرتکلف دسترخوان سے فارغ ہو کر فرمایا۔ "آہ۔ دعوت شیراز!" دوست سمجھا۔ کہ خاطرداری میں کمی ہوئی۔ دوسرے وقت دسترخوان پر اَور بھی گوناگوں نعمتیں فراہم کیں۔ شیخ صاحب نے کھانے سے فارغ ہو کر پھر اسی لہجے میں دعوت شیراز کو یاد کیا۔ دوست کو مایوسی ہوئی۔ اور وہ ہر دفعہ اپنے مہمان عزیز کی خاطر تواضع میں اضافہ کرتا رہا۔ شیخ سعدیؒ تین دن مہمان رہ کر رخصت ہو گئے۔ مدت دراز کے بعد اس دوست کو شیراز پہنچنے کا اتفاق ہوا۔ اور یہ خود شیخ کا مہمان ہوا۔ جب کھانے کا وقت آیا۔ شیخ نے بالکل سیدھا سادا کھانا دوست کے سامنے لا کر رکھا۔ دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ دوست دل ہی دل میں حیران تھا۔ کہ میرے [illegible] پر انواع واقسام کے کھانے کھا کر کیا شیخ صاحب اپنے اس کھانے کو یاد کیا کرتے تھے؟ دل میں تعجب کرتا تھا۔ مگر شیخ صاحب کی عظمت کی وجہ سے زبان سے کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ شیخ سعدیؒ تاڑ گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ تمہارے شہر میں میرا بہت عرصے تک قیام کرنے کو جی چاہتا تھا۔ مگر تمہارے تکلفات سے گھبرا کر تیسرے دن شہر چھوڑنا پڑا۔ کاش اگر میری طرح تم بھی روزمرہ کے کھانے میں مجھے شامل کر لیا کرتے۔ اور میری وجہ سے خاص تکلف نہ کیا کرتے تو دل بھر کر تمہارے شہر میں رہتا۔ تم برسوں میرے گھر قیام کر سکتے ہو۔ مجھے مطلق گراں نہ گزرے گا کیونکہ مہمان نوازی باعث راحت ہوتی ہے۔ تکلیف جس قدر ہوتی ہے۔ وہ تکلف سے ہوتی ہے۔

سب بہنوں کو معلوم ہے۔ کہ ہر دعوت میں [illegible] صرف چائے میں [illegible] قدر تکلف بڑھا جاتا ہے۔ چونکہ دعوت اور مہمانداری کے موقعوں پر تکلف کا عام رواج ہو گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ مہمان نوازی اور مہمان داری کا دستور جو مسلمانوں کا خاص شیوہ تھا۔ وہ اب رفتہ رفتہ بہت کم ہوتا جاتا ہے۔ اور مہمان کی آمد بجائے باعث مسرت ہونے کے زحمت نظر آتی ہے۔ میں اس مضمون میں دعوتوں کی رسمی تکلفات کا ذکر کرنا نہیں چاہتی۔ بلکہ ایک اور تکلیف کا بیان کرنا چاہتی ہوں۔ جو محض تکلف کی بدولت ہم سب کو پہنچتی ہے۔ دو عزیزوں میں سے ایک غریب ہے ایک کسی قدر فارغ البال ہے۔ غریب عزیز میں اتنی استطاعت نہیں۔ کہ علیحدہ مکان لے کر رہے۔ مگر دس روپیہ ماہوار کسی عزیز کو دے کر اس کے شامل رہ سکتا ہے۔ لیکن دوسرا عزیز دس روپے ماہوار لینا اپنی ہتک سمجھتا ہے۔ نہ تو اتنی ہمت ہے۔ کہ اس عزیز کو مفت اپنے پاس رکھے۔ مگر ملتا تو ہی اس کے دائمی مصارف قبول کرنا اس لئے گوارا نہیں کرتا۔ کہ ناک کٹتی ہے۔ حالانکہ اگر ناک کا خیال نہ ہوتا۔ تو غیر مستطیع

عزیز کا بہت کچھ بھلا ہو جاتا۔ وہ زیادہ مصارف سے بچ جاتا۔ اور آرام پاتا۔ مگر رسمی تکلف کی بدولت ایسا نہ ہو سکا۔

دو بہنیں ہیں۔ یا دو سہیلیاں ہیں۔ ایک کا قیام پہاڑ پر ہے۔ دوسری کو ضرورتاً پہاڑ پر قیام کی ضرورت ہے۔ اب کیا صورت ہو؟ اگر مہمان داری ہو۔ تو ہفتہ عشرہ کی یا پندرہ دن کی۔ مگر ضرورت ہے۔ دو تین مہینے قیام کی۔ ضرورت مند بہن پہاڑ والی بہن سے درخواست کرتی ہے۔ کہ اگر تم میرا ضروری خرچ لے لو۔ تو مجھے بڑی کفایت ہو گی۔ علیحدہ مکان اور عملہ رکھنا نہ پڑے گا۔ اور جدا گانہ حفاظت کے انتظام کی ضرورت نہ ہو گی۔ مگر پہاڑ والی بہن ایسا کرنا رسمی وضعداری کے خلاف سمجھتی ہے۔ اگر کسی بہانے سے اس کی زیر باری کا معاوضہ ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ تو وہ بھی منظور نہیں ہوتا۔ غرض اس تکلف کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ضرورت مند بہن کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور اس کو دو چند سہ چند خرچ کرنا پڑتا ہے۔ یا اپنی ضرورت کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے۔

ہماری ملنے والی ایک مس صاحبہ ہیں۔ جو لکھنؤ میں رہتی ہیں۔ ان کے حالات سن کر معلوم ہوا۔ کہ راحت و آرام کی تدابیر ان ہی لوگوں کو آتی ہیں۔ عیسائی مشنریوں کا ایک بہت بڑا مکان ہے۔ اس میں چند کمرے ایک میم صاحبہ نے کرایہ پر لے رکھے ہیں۔ یہ کئی بہنیں ہیں۔ ان میں سے ایک مستقل طور پر لکھنؤ میں رہتی ہیں۔ ان کی بہنیں لکھنؤ آتی جاتی رہتی ہیں۔ اور بہت سے دوست اور ملنے والی عورتیں آتی ہیں۔ اور رہتی ہیں۔ پھر خرچ مشترک ہوتا ہے ہفتہ وار حساب ہو جاتا ہے۔ اور آپس میں حصہ رسدی تقسیم ہو جاتا ہے۔ چاہے سگی بہن ہو۔ یا غیر ہو۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک کنبہ ہے۔ اس طرح بہت کفایت شعاری سے رہنا نصیب ہوتا ہے۔ اور بہت آرام و آسائش سے وقت گزر جاتا ہے۔

ہندوؤں میں بیشتر مشترک چولہے کا رواج تھا یعنی ایک خاندان کی کئی کئی شاخیں ایک ہی مکان میں رہتی تھیں۔ اور ایک ہی چولہے سے کھاتی تھیں جس سے خرچ میں بہت کفایت ہوتی تھی۔ اب بھی ان لوگوں میں کہیں کہیں یہ دستور باقی چلا جاتا ہے مسلمانوں میں دو حقیقی بھائی بھی ساتھ نہیں رہتے جس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ مشترک خرچ کرنے کا دستور نہیں یہی عادت آگے چل کر قومی اور ملکی نقصان کا باعث ہوتی ہے۔ کوئی تجارت اور حرفت بغیر سرمایہ کے ترقی نہیں کر سکتی۔ ایک فرد کے پاس نہ تو کافی سرمایہ ہوتا ہے۔ نہ وہ کسی ایک کام پر اپنا سرمایہ لگانا پسند کرتا ہے۔ اور کئی آدمی شریک ہو کر روپیہ خرچ کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ لہذا جو قومی کام شروع کیا جاتا ہے۔ وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ اور کبھی تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ میرے اس مضمون کا مقصد یہ ہے۔ کہ اگر بہنیں ایک دوسرے کی مدد کرنے میں تکلف کی عادت چھوڑ دیں۔ اور اخلاص سے کام لینے لگیں۔ تو ایک سے دوسرے

کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے ؀

دعوتوں میں بھی تکلف کو کم کرنے کی بہت ضرورت ہے + ایک چاء پر اس قدر مٹھائی اور پھل میز پر رکھے جاتے ہیں جس کے عوض سیدھے سادے طریقے پر ایک دو بہنوں کو پورے ایک ہفتے تک مہمان رکھا جا سکتا ہے + کئی دفعہ گھر کے دھندوں سے جی اکتا جاتا ہے۔ یہی دل چاہتا ہے کہ تفریحاً کسی عزیز یا سہیلی کے ساتھ بے فکری کے ساتھ دو چار دن بسر کر آئیں۔ مگر غیر ضروری تکلفات کے ڈر سے کہیں جانے کی ہمت نہیں پڑتی۔ اور بیا ارمان دل کا دل ہی میں رہ جاتا ہے ؀

خاکسار خدیجہ الکبریٰ از بریلی

مینیجر۔ نہایت مفید مضمون ہے۔ مگر میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا کوئی ایک بہن بھی ایسی ہیں۔ جو اس پر عمل کرنا پسند کریں گی ؟

اپنی عزت اپنے ہاتھ

عنوان بالا ایک چھوٹا سا مقولہ ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو بالکل صحیح ہے۔ مگر عزت کے معنی یہ نہیں ہیں۔ کہ انسان اپنی شان کو قائم رکھنے کی کوشش میں کسی سے ہم کلام اور اچھائی برائی میں شریک نہ ہو۔ اور غرور و تکبر اختیار کر لے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ دوسروں کے ساتھ اس طریقے سے پیش آنا چاہئے۔ کہ وہ خود بخود حرمت کریں + اس عام بحث سے قطع نظر کر کے میں اس وقت عورتوں کی اس عزت و بے وقری پر کچھ لکھنا چاہتی ہوں۔ جو نہیں مردوں سے اپنے ہی ہاتھوں روزمرہ اٹھانا پڑتی ہے۔ اور اگرچہ وہ اس سے تکلیف اٹھاتی ہیں۔ لیکن ان کے اسباب و انسداد پر کبھی غور نہیں کرتیں + یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ بچوں کو اوائل عمر میں جیسی تعلیم دی جائے۔ وہی ان کی فطرت ثانیہ ہو جاتی ہے۔ اور بچپن میں ماں کے زیر تعلیم رہنے سے ان کی طبیعت کی خوبی یا خرابی کی ذمہ وار بھی میرے خیال میں انہیں کو رہنا چاہئے + اگرچہ فطرت طبعی بھی ایک حد تک اپنا اثر پیدا کئے بغیر نہیں رہتی لیکن تعلیم و تربیت نیز صحبت انسان پر بہت کچھ اپنا اثر ڈالتی ہے ؀

ہماری بہنیں شوہروں کی بدسلوکی کی شکایت اور اپنی سو عزتی کا رونا روتی ہیں۔ مگر غور نہیں کرتیں۔ کہ طبیعت کی اس خرابی کا تخم انہیں کے طبقے کے ایک فرد نے بہت ہی ناز و نعم سے بویا تھا۔ اور وہ نخل خوبی اب بار آور ہو کر ان کو شاد کام کر رہا ہے + اب واویلا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں + اگر ہم اسے پسند نہیں کرتے۔ تو ہمیں چاہئے۔ کہ اس تخم کے بجائے ایسا بیج

ہوئیں۔ جس کا ثمر لطیف ہماری آئندہ نسل کے لئے خوش مزہ و فرحت افزا ہو۔ جس دن سے بچہ کو ہوش آنا شروع ہوتا ہے۔ اسے اپنے ساتھ والدین کا خاص برتاؤ بہ مقابلہ بہنوں کے دیکھ دیکھ کر یہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ کہ وہ لڑکیوں کے مقابلے میں کوئی افضل و اعلیٰ شئے ہے۔ اور اس بات کا احساس بتدریج طبیعت میں راسخ ہوتا جاتا ہے۔ کوئی اچھا کپڑا ہو۔ مائیں چاہتی ہیں۔ بیٹے کے شیروانی کے کام آجائے۔ گھر میں کوئی چیز اچھی پکے۔ لڑکے کو دوہرا حصہ ملے گا۔ بھائی بہن میں اگر کوئی جھگڑا ہو جائے۔ عموماً ماں ہمیشہ لڑکوں کا پارٹ لیتی ہیں۔ اور لڑکیوں کو تنبیہ ہوتی ہے۔ صرف برتاؤ میں نہیں۔ بات بات میں لڑکے کے خیال و افضلیت کا ذکر رہتا ہے۔ صاحبزادے اگر کسی چیز سے خوف کھائیں۔ تو بجائے اس کے کہ معقول طریقے سے انہیں سمجھایا جائے۔ اماں جان ان سے فرماتی ہیں "ایں تم مرد ہو کر عورتوں کی طرح ڈرتے ہو؟" اس طرح کچھ اور نہیں۔ تو چھوٹی سی عمر میں اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ عورت کمزور چیز ہے۔ کبھی کبھی اگر تذکرۃً کہتی ہیں۔ کہ بہو آئے گی۔ خدمت کرے گی۔ اس پر اگر کسی نے کہہ دیا "کیا معلوم کرے بھی یا نہ کرے"۔ تو فوراً یہ ارشاد ہوتا ہے۔ مجال ہے نہ کرے۔ ہمارا بیٹا کرائیگا"۔

اس طرح لڑکے کو احساس ہوا۔ کہ بیوی میاں کی تابع فرمان چیز ہوتی ہے۔ ہر وقت اپنی باتوں کے سننے سے ایک طرف لڑکے افضلیت کا سبق لیتے ہیں۔ اور غریب لڑکیاں اپنے کو ادنیٰ ترین مخلوق سمجھنے لگتی ہیں۔ جس سے ان کے حوصلہ و ہمت پست ہو جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ سوا غلامی کے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے بالکل قابل نہیں رہتیں۔ یہ باتیں بے سوچے سمجھے کی جاتی ہیں لیکن اس سے مردوں کے دلوں سے عورتوں کی عزت اُٹھ جاتی ہے۔ اور بعد کو اگر تعلیم سے کچھ خیال پیدا بھی ہوتا ہے۔ تو خلاف عادت عمل کرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ میں سب کو نہیں کہتی۔ لیکن بعض بعض اعلےٰ تعلیم یافتہ مردوں کو دیکھتی ہوں۔ کہ بظاہر تہذیب و شائستگی کا دم بھرتے ہیں لیکن بیوی کی تحقیر میں انہیں تامل نہیں ہوتا۔ یہ سب تربیت کی خرابی کا اثر ہے۔ ماؤں کو چاہئے کہ وہ اپنے فرض تربیت کو بہت ہی احتیاط سے انجام دیں۔ ورنہ پال کر بڑا کر دینا تو جانور بھی جانتے ہیں اصل میں انسان کو انسان بنانا ہی اہم کام ہے۔ بچوں کو تربیت میں اخلاق و آداب کی درستی کے ساتھ عورتوں سے عمدہ برتاؤ کی تعلیم خاص طور پر دینی چاہئے۔ انہیں قابل و لائق عورتوں کے واقعات سناتے رہنا چاہئے۔ بہنوں سے محبت اور ماں کے ادب و احترام خوش اسلوبی سے بتانا چاہئے۔ رسُول خدا

کے ارشادات وحقوق نسواں سے آگاہ کرنا چاہئے ان تمام باتوں کے لئے اگرچہ ماں کو تعلیم یافتہ ہونا لازم ہے۔ لیکن اس کے لئے بی اے۔ ایم اے کی ضرورت نہیں۔ اُردو سے بھی اگر طبیعت خوگر علم اور صلاحیت پسند ہو۔ تو کافی کام نکالا جا سکتا ہے۔ اُردو میں اب سب قسم کی کتابیں موجود ہیں۔ مگر صرف فکر اور اصول تربیت میں کوشش کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے اس طریقے سے ہم اپنی گم شدہ حرمت کو حاصل کرسکیں۔ یا کم از کم اس توہین سے بچیں جو لڑکے اپنی ماں یا بہنوں کی کیا کرتے ہیں۔ عورتوں کو اپنی عزت اپنے ہاتھ کے مقولہ پر عمل کرکے ہر ممکن اصول سے اپنا مرتبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ چونکہ مردوں کے خیالات یکسر بدلنا ممکن نہیں۔ اس لئے بچوں کی تربیت کی طرف خیال جاتا ہے۔ اور شاید اس طرح بتدریج ہم مردوں کے خیالات فاسدہ دور کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔

خاکسار آر۔ کے

منیجر۔ بہت اچھا مضمون ہے۔

کھدر پوشی

ایک زمانہ تھا۔ کہ مہاتما گاندھی نے ہندوستان کی آزادی اور حصول سوراج کے لئے چرخہ اور کھدر پوشی کی تجویز پیش کی۔ تو گھر گھر ایسا جوش و خروش پھیلا۔ کہ بچہ بچہ چرخہ کاتنے اور کھدر پہننے پر تیار ہوگیا۔ مگر دودھ کے ابال کی طرح یہ تمام جوش و خروش بہت جلد فنا ہوگیا۔ اور اب تو کھدر پوش شاید کوئی ہزاروں میں ایک نکل آئے۔ ورنہ سبھی نے چھوڑ دیا ہے۔ جو لوگ دوسروں کو کھدر پوشی کی تلقین کرتے تھے۔ آج خود ولایتی پوشاک پہنے پھر رہے ہیں۔ دوسروں کو کیا کہوں۔ کہ خود میں بھی انہیں میں سے ایک ہوں۔

جہاں تک غور کرتی ہوں۔ اس تجویز کے ساتھ اس قدر سرد مہری کی وجہ صرف یہ سمجھ میں آتی ہے۔ کہ اس میں لوگوں کے جذباتِ فطری کا لحاظ بالکل نہیں رکھا گیا۔ اور بوڑھے بچوں جوانوں سب کو ایک لاٹھی ہانکنے کی کوشش کی گئی۔ خیال کرنے کی بات ہے۔ کہ بڑے بڑے زاہد اور اولیاءاللہ نفس کشی کے لئے اپنی پسند کی کوئی ایک چیز کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ تو لوگوں کو کتنی حیرت ہوتی ہے۔ اور بڑی عقیدت کے ساتھ ان کا ذکر ہوتا ہے۔ کہ فلاں صاحب نے اتنے سال سے یا عمر بھر یہ چیز نہیں کھائی۔ جب اس قسم کی نفس کشی اتنے بڑے بڑے برگزیدہ لوگوں کے لئے حیرت انگیز ہے۔ تو ہمارا دنیا سے یہ امید رکھنا۔ کہ وہ کھدر کے سوا اور کسی قسم کا کپڑا نہ پہنیں۔ اور ہر طرح کے ذاتی نفع اور شوق کو پامال کرکے اس سے بھی بڑی نفس کشی کا نمونہ

پیش کریں۔ کہاں تک قرین عقل ہو سکتا ہے؟ مجھے تو یہی تعجب ہے۔ کہ یہ اتنی بڑی نفس کشی کی تعلیم شروع شروع ہی کیوں کر اس قدر مقبول ہوئی۔ کہ ہر پیر و جوان اس کا والہ و شیدا بن گیا۔ لیکن اس وقت رنگ ہی اَور تھا مسلمانوں کے دلوں کو ترکوں کے مصائب نے پارہ پارہ کر رکھا تھا۔ تو ہندو سوراج کے نشہ میں بے خود ہو رہے تھے۔ غرض کوئی نہ کوئی وجہ دونوں کے لئے ایسی تھی۔ جس نے ان کو اس کٹھن منزل پر چلنے کے لئے آمادہ کر دیا تھا۔ لیکن صورتِ حالات کے بدلنے ہی وہ ہوا بھی بدل گئی۔ اس تجویز میں اگر صرف کھدر کی شرط نہ ہوتی۔ بلکہ کھدر کی جگہ دیسی کپڑوں کو رکھا جاتا۔ تب بھی ایک حد تک کامیابی ممکن تھی۔ بشرطیکہ دست کاروں کو بھی ساتھ ہی ساتھ ہدایت ہوتی۔ کہ وہ اپنی صنعت کے عمدہ سے عمدہ نمونے پیش کریں۔ جو اپنی نفاست کے ساتھ ہی حتی الامکان پائیدار اور ارزاں بھی ہوں۔ مگر توبہ کیجئے! وہاں تو جو جس قدر زیادہ موٹا کھدر پہنتا۔ اتنی ہی زیادہ عزت اور تعریف کا مستحق تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہمارے ملک کے نوربافوں نے اپنی تمام قوت کپڑے کی موٹائی اور بدصورتی کے لئے صرف کر دی۔ اور ایسے ایسے کھدر بُن ڈالے۔ جو ٹاٹ کو شرمسار کر دیں۔ جب تک جوش کا طوفان زوروں پر رہا۔ لوگوں نے اسی کو سر آنکھوں پر رکھا۔ مگر آخر تابکے! قدرت سے تو کوئی قوت مقابلہ کر ہی نہیں سکتی۔ جس وقت اس طوفان میں کمی ہوئی۔ وہی قدرتی جذبہ غالب آگیا۔ جو ہر شخص کو چیز کی جدت نفاست پائیداری اور ارزانی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اگر یہ خوبیاں ہمارے ملک کے کپڑے میں ہوتیں تو کوئی وجہ نہیں تھی۔ کہ اُسے چھوڑ کر ہم بدیشی کپڑے کی طرف رخ کرتے۔ مگر افسوس تو یہی ہے کہ ہمارے ملک کے نہ دست کاروں کو اتنا شعور ہے۔ کہ وہ ایجاد و اختراع سے کام لے کر اپنی صنعت و حرفت میں ایسی خوبیاں پیدا کریں۔ جو خواہ مخواہ خریداروں کو اپنی طرف مائل کر سکیں نہ ہمارے لیڈر ان کو ہدایت کرتے ہیں۔ جس زمانے میں کھدر مقبول ہو رہا تھا۔ چاہئے تھا۔ کہ ہر امکانی کوشش سے اس کو اَور زیادہ دل پسند اور مرغوب بنایا جاتا۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس تھا۔ یعنی موٹا اور بدصورت ہونا تو خیر لیڈروں نے اس کے اوصاف میں داخل کر دیا تھا۔ مگر بننے والوں نے اس میں اَور کسی صنعت کی بھی کمی نہ چھوڑی۔

سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کے بافندوں کے پاس عمدہ سے عمدہ پختہ رنگوں کے نسخے موجود ہیں جن کو وہ سوسیاں بنتے ہوئے کام میں لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ چھپائی کا کام بھی پختگی اور خوبصورتی میں ہندوستانی کارخانوں کا مشہور ہے

مگر معلوم نہیں کیوں غریب کھدر کو ان دونوں سے محروم رکھا گیا۔ جب تک سفید پہنا یہ شکایت رہی۔ کہ میلا اس قدر ہوتا ہے۔ کہ لٹھا تنزیب وغیرہ اگر چوتھے روز دھلوایا جاتا۔ تو اس کو دوسرے دن دھلوانا پڑتا ہے۔ مجبور ہو کر رنگین پہننا شروع کیا۔ تو کوئی تھان پختہ رنگ کا نہ ملا۔ اول تو پہنے ہی پہنے دھبے پڑے۔ اور دھوبی کے یہاں جا کر تو ماشاءاللہ دیکھنے ہی کے قابل ہو جاتا تھا۔ پھر یہ بھی نہیں۔ کہ سفید ہو جائے۔ تو پھر رنگ لیں۔ یا اسی طرح پہن لیں۔ وہ رنگ برنگ کے دھبے کہ خدا کی پناہ۔ چھپائی کا کام مارکین تک پر پکا ہوتا ہے۔ مگر نہیں ہوا تو کھدر پر۔ لحاف رضائی اچکنوں کی جامہ وارین غرض جو چیز بھی ہے۔ ایسی کہ بوند پڑی نہیں۔ کہ رنگ پھیلا۔ پسینہ آیا نہیں۔ کہ سب کپڑے دھبوں سے آراستہ ہو گئے۔

اس کے ساتھ پائیداری کی یہ کیفیت کہ اور قسم کے کپڑے کے اگر آٹھ جوڑوں میں گزر ہو جاتی تھی۔ تو کھدر کے بارہ جوڑے بھی اتنے عرصہ کفایت نہیں کرتے۔ اور پھر پھٹتا بھی اس شان سے۔ کہ جل گیا ہے کہیں رفو یا اور ما یا کسی قسم کی سلائی کرو ٹھیر تو جائے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سارا کپڑا کسی نے کچل کر رکھ دیا۔ قیمت پوچھئے تو اس کا توڑ ہی نہیں۔ کہ اتنے دام سن کر کوئی نہ لے گا۔ کیوں کہ جو لوگ اس فتوے پر عمل پیرا ہیں۔ کہ ولایتی کپڑا پہننا حرام ہے۔ وہ تو ہر صورت میں خریدیں ہی گے۔ پھر من مانے دام کیوں نہ لو۔ غرض کس کس بات کو لکھا جائے مختصر یہ ہے۔ کہ انہیں سب آفتوں نے اور جلدی اس جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔ اور ہار کر لوگ پھر ولایتی کپڑے پر اُتر آئے۔

کاش اگر ہمارے دست کار ذرا سی عقل سے کام لیں۔ اور زمانے کے ساتھ ساتھ چلیں۔ تو آج ملکی تجارت کو وہی فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔ جو ممالک غیر کو حاصل ہے۔ مگر یہاں تو جو کام جس پیمانے پر ہے۔ برسوں گزر جائیں۔ اس میں ایک انچ ترقی نظر نہیں آتی۔ بلکہ پُرانے علوم و فنون کو روز بروز تنزل ہی ہو رہا ہے۔ لیکن تعلیم یافتہ طبقہ اس طرف توجہ کرنا اپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ اور بغیر سمجھ دار اور تعلیم یافتہ لوگوں کی مدد کے یہ ناؤ بھنور سے نکل نہیں سکتی۔ ظفر جہاں بیگم

منیجر۔ کھدر کی ناکامی پر بہترین مضمون۔

زمانۂ نسبت میں
فریقین کی خط وکتابت

تازہ ڈاک میں تہذیب کا جو پرچہ موصول ہوا۔

میں نے اُس کو کھول کر منگیتر سے خط و کتابت کے عنوان پر نظر ڈالی۔ عنوان دلچسپ تھا۔ اس کو پڑھا۔ مگر پڑھ کر مجھے بہت تعجب اور افسوس ہوا۔ خصوصاً اس لئے کہ یہ مضمون خدیجہ بیگم صاحبہ کے قلم سے ہے۔ جو ان گنتی کی چند خواتین میں سے ہیں۔ جو تہذیب کی روح رواں کہلانے کی مستحق ہیں۔ میں ان کو نہایت روشن خیال اور انصاف پسند مضمون نگاروں میں سے سمجھتا ہوں لیکن اس مضمون میں جو انہوں نے دو خطوط لکھے ہیں۔ وہ اُن کی تحریروں میں سب سے بُرے ہیں غالباً انہوں نے قصداً ایک عامیانہ انداز میں نہایت پست خیالی کے ساتھ لکھے ہیں۔ کیوں کہ وہ مسئلہ زیر عنوان کے ابتدا ہی سے خلاف معلوم ہوتی ہیں اس لئے انہوں نے بدترین قسم کے خطوط بطور نمونہ لکھے۔ تاکہ اس قسم کے خطوط کے خلاف ایک جذبہ نفرت پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا کریں اور اس طرح ان کو اپنا ہم رائے بنائیں۔ لیکن میں نہایت ادب کے ساتھ بہن صاحبہ سے عرض کروں گا۔ کہ یہ سراسر انصاف کے خلاف ہے۔ آپ جب اس مسئلہ میں خلاف رائے رکھتی ہیں۔ تو آپ کے نتیجہ طبع خطوط کبھی نمونہ نہیں بن سکتے۔ اور اُن پر ہم کوئی اصولی رائے نہیں قائم کر سکتے۔ اس قسم کے خطوط تو کوئی خوش فہم اور مہذب منگیتر اپنی منسوبہ کو یا منسوبہ اپنے منگیتر کو لکھنا گوارا نہ کرے گی۔ جو قومیں ان معاملات میں نہایت آزاد ہیں۔ وہ بھی ایسے خطوط کو سراسر خلاف تہذیب خیال کریں گی۔ اس لئے اصل سے دور ایک نمونہ قائم کر کے اس پر اظہار رائے کرنا اور اپنی رائے کو تسلیم کرانا۔ خیال تو فرمائیے کہاں تک درست ہے۔

میں اس وقت کسی قسم کی خیالی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ اگر منگیتر سے منسوبہ کی خط و کتابت کو قدامت پسند لوگ بُرا سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر کہ یہ طریقہ نمائش شرم و حجاب کے خلاف ہے۔ تو اُن کو سمجھنے دیجئے۔ لیکن اگر فی نفسہ اس کے مفید اور غیر مفید ہونے کا سوال ہے۔ تو میں عرض کروں گا۔ کہ اس کا مفید بنانا فریقین کے اختیار میں ہے۔ بشرطیکہ اس کی ان کو تمیز بھی ہو۔ اگر معقولیت کے ساتھ مناسب حدود کے اندر یہ سلسلہ رہے۔ تو یقیناً مفید ثابت ہوگا۔ اور اس سے فریقین کو باہمی طور پر بہت سے حالات اور خیالات معلوم ہو سکیں گے۔ اس طرح نہیں۔ کہ منسوبہ نہایت بھدے اور بھونڈے قسم کے سوالات اخلاق صحت تعلیم۔ طرز عمل وغیرہ کے متعلق کرے۔ اور منسوب صاحب نہایت خوشامدانہ طریقہ پر اس کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں۔ بلکہ اس اصول پر۔ کہ انسانی تحریریں ان کے خیالات کا آئینہ ہوتی ہیں۔ اور اُن کی ذاتی خصوصیات کا بہت کچھ اندازہ ا

سے کیا جا سکتا ہے ۔

والدین اور عزیز و اقارب کے ذریعہ سے جو معلومات فریقین کو ایک دوسرے کے متعلق حاصل ہوتے ہیں۔ وہ عموماً خاندان کی شرافت۔ مالی حالت ظاہری چال چلن یا زیادہ سے زیادہ تندرستی کے متعلق ہو سکتی ہیں۔ لیکن یہ ناکافی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بعض طبعی خصوصیات فریقین میں ایسی ہوتی ہیں۔ جن پر دراصل محبت کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں۔ اور وہ مشکل سے دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ خط و کتابت یا اور طریقوں سے جانبین کو تھوڑی سی آزادی دی جائے۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کے مذاق طبیعت اور ذاتی خصائل سے کسی قدر واقف ہو جائیں۔ بہت ممکن ہے ۔کہ دوسرے لوگوں کی نظر میں لڑکے میں کوئی ظاہری نقص نہ معلوم ہو۔ لیکن اس کی منسوبہ کی نظر میں وہ زیادہ نمایاں معلوم ہو۔ اور آگے چل کر اُن کی محبت میں خلل انداز ہو۔

میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ دو انسان جو کچھ دنوں کے بعد ایک دوسرے کے رفیق حیات بن جائیں گے۔ اور ایک ابدی رشتہ اتحاد میں منسلک ہو جائیں گے۔ جن کو یقیناً ایک دوسرے سے انتہائی بے تکلف ہونا پڑے گا۔ محض چند دنوں کی نمایش اور رسمی شرم و حیا کے باعث بالکل اجنبی اور علیحدہ رکھے جائیں۔ نہ معلوم ہماری سوسائٹی میں یہ جہالت آمیز طریقے کب تک جاری رہیں گے۔ اور کب تک ایسی شادیاں ہوتی رہیں گی۔ جن میں وابستہ ہونے والے دو انسان ایک دوسرے کی خُو بُو سے واقف ہونا تو درکنار صورت شناس تک نہیں ہوتے۔ یہ رسمیں سب جہالت کی یادگاریں ہیں۔ مذہب سے ان کو کوئی واسطہ نہیں۔ خود رسول مقبول صلعم نے شادی سے پہلے فریقین کو ایک دوسرے کو دیکھ لینے کا حکم دیا ہے۔ اس قسم کی قیود ہندوستان کے سوا اور کہیں نہیں پائی جاتیں۔

افسوس ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ اور روشن خیال طبقے ابھی تک ان نقائص کا صحیح طور پر احساس بھی نہیں کر رہے۔ اگر یہی تنگ خیالیاں قائم رہیں۔ تو اصلاح زندگی و معاشرت کی کوئی امید نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں مصطفیٰ کمال پاشا کی طرح کوئی زبردست قوت یہاں بھی پیدا ہو جائے۔ جو یہاں کے رسم و رواج کی زنجیروں کو قلم کی ایک جنبش سے توڑ کر پھینک دے۔ اور انسانوں کو انسانوں کی سی زندگی بسر کرنے کے قابل بنائے۔ تو یہاں بھی اصلاح ممکن ہے۔ کسی قسم کی معاشرتی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ تا وقتیکہ آپ تعصب اور قدامت پرستی کی عینک کو نگاہوں سے الگ نہ کر دیں۔ نسبت کی رسم کا تو منشاء ہی دراصل یہ ہے۔ کہ اس زمانے

میں فریقین ایک دوسرے سے ذاتی طور پر واقف کر دئے جائیں۔ اور ان میں کم از کم رشتہ الفت نہیں۔ تو رشتہ موانست قائم ہو جائے۔ جو آئندہ چل کر الفت و محبت تک پہنچ سکے۔ جو ازدواجی زندگی کی جنت ہے ۔:۔

شادی صرف رشتہ محبت کا دوسرا نام ہے۔ اور وہ شادیاں صحیح معنوں میں شادیاں کہلانے کی مستحق نہیں۔ جن میں اس عنصر کی کمی ہو نظاہر ہے۔ کہ جب فریقین ایک دوسرے کی صورت و شکل۔ عادات و خصائل۔ خو بو سے قطعی واقف نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ خط و کتابت بھی ان کے لئے جائز نہ ہوگی۔ تو کس طرح شادی ہونے کے بعد اُن کی زندگی میں محبت آسمانی گولے کی طرح نازل ہو جائے گی۔ اور جب باہمی محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ ہاں اگر شادی محض کاروباری اصول پر کی جائے۔ تو یہ دوسری صورت ہے ۔:۔

نوجوانوں کا طبقہ اب عام طور پر ان پرانے اصولوں سے بیزار نظر آتا ہے۔ میں یونیورسٹی کے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوانوں سے واقف ہوں۔ جو منگنی کے موجودہ طریقہ سے سخت نالاں ہیں۔ لیکن بیچارے مجبور ہیں۔ کیوں کہ ابھی جدید مذاق کو سوسائٹی میں پورا غلبہ حاصل نہیں ہوا ہے۔ لیکن مابعد جب یہ لوگ صاحب اختیار ہوں گے یقیناً زندگی کا رُخ بدلا ہوا نظر آئے گا ۔:۔

ہمارے عاقبت اندیش بزرگوں کا فرض ان حالات میں یہ ہونا چاہیے۔ کہ وہ نوجوانوں کے جذبات اور احساسات کو پس پشت نہ ڈالیں۔ اور ان میں اس طرح انقلاب کی رُوح نہ پیدا کریں۔ جس کے نتائج ہمیشہ افراط و تفریط کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بلکہ مناسب حدود کے اندر تہذیب اور اخلاق کے نقطہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو اپنے ذاتی معاملات میں آزادی دیں۔ ورنہ اگر قدامت پرستی میں افراط ہوگئی۔ تو یہ لوگ اپنی جدت طرازیوں میں تفریط پیدا کریں گے۔ بہتر راستہ اعتدال کا ہے۔ منگنی کے موجودہ طریقہ میں تبدیلی کی ضرورت ناگزیر ہے۔ اور احاطہ تہذیب کے اندر فریقین کو آزادی دینا لازمی ہے ۔:۔

تہذیب کے کالموں کی محدود گنجایش مجھے مجبور کرتی ہے۔ کہ میں مضمون کو ختم کروں لیکن میں بہن صاحبہ سے ایک بار اَور عرض کروں گا کہ آپ ان خطوط سے بہتر نمونہ پیش نظر رکھئے۔ اور پھر کوئی رائے قائم کیجئے۔ اور اس طرح ناانصافی سے تہذیب کے پڑھنے والوں کے لطیف احساسات کو صدمہ نہ پہنچایئے ۔:۔

محمود الحسن صدیقی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

میری رائے میں محترمہ خدیجۃ الکبریٰ کے خطوط

پر یہ اعتراض صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے۔ کہ وہ عامیانہ
انداز میں اور نہایت پست خیالی کے ساتھ لکھے گئے
ہیں۔ کیوں کہ مسلمانوں میں لڑکیاں عموماً بہت کم
تعلیم یافتہ ہیں۔ اور جو بحث درپیش ہے۔ اس باب
میں وہ ایسی روشن خیال اور باریک بین نہیں ہیں
جیسی ہمارے دوست محمود الحسن صاحب سمجھتے ہیں
واقعی عام لڑکیوں کے۔ بلکہ نہ صرف لڑکیوں کے بلکہ
اکثر صورتوں میں ان کی ماؤں کے بھی اسی قسم کے
خیالات ہوں گے۔ جیسے محترمہ صاحبہ نے لکھے ہیں
ہاں اس میں شک نہیں۔ کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خاندانوں
میں اس قسم کے خطوط نہ لکھے جائیں گے تو بہتر ہوگا۔
کہ جس طرح محترمہ موصوفہ نے عام خیالات کی لڑکیوں
کی نمائندگی کی ہے۔ اسی طرح محمود الحسن صاحب اعلیٰ
خیالات کے فریقین کے نمائندگی کر کے دو خط ایسی
طرز کے لکھیں۔ جیسے وہ پسند کرتے ہوں ٭ خاکسار رحمت علی

پیارے بھائی جان کی خدمت میں

کچھ عرصہ ہوا۔ میری آپا جان مسز ظہور احمد صاحب
نے ایک پُر اثر نظم میرے بھائی جان رحمت احمد صاحب
فاروقی کی خدمت میں جو بغرض تعلیم عرصہ چھ سال سے
امریکہ میں تشریف رکھتے ہیں بھیجی تھی۔ وہ اور اس
کا جواب جو بھائی جان نے روانہ فرمایا تھا۔ بہنوں
کی دلچسپی کے لئے ارسال کرتی ہوں۔ امید ہے آپ
تہذیب میں شائع فرما کر مشکور فرمائیں گے ٭

تم پر سلام و رحمت ہو میرے پیارے بھائی۔
ناچیز یہ بہن ہے کچھ عرض کرنے آئی ٭
ہیں منتظر تمہارے۔ گن گن کے دن گزارے۔
آنے کا نام بھی لو۔ ہے دل میں کیا سمائی؟
تھوڑا سا عرصہ کہہ کر دل کو تسلی دی تھی۔
واں ایسے جا کے بیٹھے۔ مدت ہے ہونے آئی ٭
راہ دیکھ دیکھ کر اب۔ آنکھیں ترس گئی ہیں۔
اب تو نہیں گوارا لمحے کی بھی جدائی ٭
گھر ہو رہا ہے سُونا۔ رونق نہیں ذرا بھی۔
جس سمت دیکھتی ہوں۔ افسردگی ہے چھائی ٭
یوں تو شگوفے کب سے ہیں کھل رہے چمن میں۔
تم آؤ تو یہ جانیں۔ ہاں اب بہار آئی ٭
اب دل میں ہے یہ ارماں خوشیاں تمہاری دیکھوں۔
کچھ بھی نہیں بھروسہ۔ اس زندگی کا بھائی ٭
پھولو پھلو سدا تم۔ خوشیوں کے ہوویں سائے۔
دُکھ درد بھول کر بھی۔ یارب نہ پاس آئے ٭

جواب

نامہ تمہارا پڑھ کر اے میری ماں کی جائی۔
دل میں مرے محبت۔ ہے جوش کر کے آئی ٭
پیاری بہن یہ جانو۔ ہوں دور گو وطن سے۔
ہے یاد پر تمہاری۔ دل میں مرے سمائی ٭

دل چاہتا ہے اُڑ کر۔ اپنے وطن کو جاؤں۔
پر کیا کروں کہ میری قسمت ہے آڑے آئی٭
فکرِ معاش سے دل۔ رہتا ہے میرا غمگیں۔
کسبِ کمال کے بن۔ ممکن ہے کب کمائی؟
لیکن بفضل ربی۔ آثار ہیں مبارک۔
گویا کہ اس چمن میں پھر سے بہار آئی٭
کچھ دن ہیں اور باقی۔ وہ بھی گزر رہیں گے
گرچہ وطن کو چھوڑے مدت ہے ہونے آئی٭
بچھڑے ہوئے ملیں گے۔ لگ کر گلے گلے پھر۔
ہوگی نہیں گوارا یک پل کی بھی جدائی٭
جب تک بہن پیاری۔ مانگو دعا خدا سے۔
سارے رہیں سلامت۔ اللہ دے بھلائی٭

حامدہ بنت ڈاکٹر بشارت احمد از جہلم

یاد طفلی

میری زندگی کا بہترین زمانہ وہ تھا۔ جب کہ میں اپنی ہستی سے بے خبر غفلت کی آغوش میں پرورش پاتی۔ اور طمانیت و بے فکری کے جھولے میں جھولتی تھی٭ جب میرا دل زندگی کی پیچیدگیوں سے ناواقف۔ اور میری روح کشمکش حیات سے محض ناآشنا تھی۔ جب کہ میرا پاک و معصوم دماغ دنیاوی تفکرات سے آلودہ نہ تھا۔ غم و اندوہ کے ناپاک قدموں کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی تھی۔ ؏

انقلاب دہر کی آفات گوناگوں سے دور۔
اشتہار عام کے آلام روزافزوں سے دور٭

معصومی میری فطرت اور نادانی میری طینت میں داخل تھی۔ میں فرحت و انبساط کا ٹھکانہ اور عیش و مسرت کا خزانہ تھی۔ اور تمام گھر میری خوشنودی کا خواہاں۔ اور میں سب پر حکمران تھی٭ مادر پدر کی محبت بھری آغوش میرے لئے تخت حکومت سے ہرگز کم نہ تھی٭ الغرض میں ایک ایسی ہستی تھی۔ کہ فرشتے میری معصومیت اور حوریں میری خوش نصیبی پر رشک کریں٭ پیاری بہنو! یہ پاک و بے لوث زندگی وہ تھی۔ جس کو ہم "ایام طفولیت" کے پیارے لقب سے ملقب کرتے تھے٭

زمانے نے میرے ساتھ مساعدت نہ کی۔ وقت میرا ساتھی نہ رہا٭ فطرت نے میری نشوونما کی۔ قدرت نے مجھ کو پروان چڑھایا۔ اور شباب کی آغوش میں دے دیا٭

وا دریغا دن دہاڑے کل جہاں کے سامنے۔
میرا گنج عیش لوٹا رہزن ایام نے٭

آہ میرے عہد طفلی! تو نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اس طرح اپنا منہ موڑ چلتا ہوا۔ گویا کبھی آشنائی ہی نہ تھی٭ آہ تیرے رخصت ہوتے ہی طمانیت و بے فکری نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا٭ آ اگر تو

واپس آسکتا ہے۔ تو آ مجھے میری قسم آ۔ اور دیکھ کہ میں شباب کی پُر بہار راتوں میں بھی تیرے پیارے دنوں کی یاد میں بےچین ہوتی ہوں۔ کاش کہ تو جا کر واپس آسکتا۔ یا مجھے امید ہوتی۔ کہ میری استدعا درگاہ باری تعالیٰ میں مقبول ہوگی۔ تو میں بے اختیار چلا اُٹھتی کہ

لے لے شباب دے دے پروردگار بچپن

بچپن کو یاد کرنے والی مریم بانو

---

۱۵۴ سال کا بُوڑھا

(ترجمہ از کرانکل)

"میری آخری تمنا ہے۔ کہ مرنے سے پہلے انگلستان کا سفر کروں" یہ الفاظ ذارو آغا کے مُنہ سے نکلے۔ جو ٹرکی کا وہ طویل العمر شخص ہے جو دو ہفتے کے بعد اپنی ۱۵۴ ویں سال گرہ منائے گا۔ اور جو اس وقت طرفین کے قہوہ خانے میں بیٹھا کسی اخبار کے نمائندہ سے گفتگو کر رہا تھا۔

.....میں اُس ملک کے دیکھنے کا بےحد آرزومند ہوں۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کہ دنیا میں سب سے زیادہ دولت مند۔ عجیب اور قوت والا ملک ہے.... یہ کہتے ہوئے بوڑھے ذارو نے نمائندے کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور اُس کے لئے ایک کافی کا پیالہ منگوایا۔

بوڑھے نے اپنے لئے کچھ نہ منگوایا۔ کیونکہ وہ روزہ سے تھا۔ ذارو نے فخریہ بتلایا۔ کہ اُس نے اپنی تمام طویل عمر میں کبھی ایک قطرۂ شراب یا تمباکو یا سگریٹ کا استعمال نہیں کیا۔

....."بے شک میں نے اپنے بچپنے میں کچھ دنوں تک کافی کا استعمال کیا تھا۔ مگر اب گزشتہ پچاس سال سے میں نے سوائے چاء کے کوئی چیز نہیں پی۔ چاء میں روزانہ پیتا ہوں"۔ بوڑھا اپنی طویل العمری کا سبب اسی "پرہیزگاری" کو سمجھتا ہے۔

تین سال قبل ہی وہ سب کام کرتا تھا۔ ۱۶۰ پونڈ (دو من) کا بوجھ پیٹھ پر اُٹھا لیتا تھا۔ مگر اب گورنمنٹ سے اس کو ۵ پونڈ اور دس شلنگ (بیاسی روپے) ماہانہ پنشن (وظیفہ) ملتی ہے۔ اور ایک چھوٹا سا مکان سکونت کے لئے دیا گیا ہے۔

ذارو آغا کو ناز ہے۔ کہ اس کی طویل العمری اس کی شہرت کا باعث ہے۔ اس نے فخریہ کہا "میں چار لڑائیوں میں شریک ہو چکا ہوں۔ اور میری زندگی بہت خوشی سے گزری۔ اگر اللہ کی مرضی ہے۔ تو ابھی میں اور زندہ رہنا پسند کرتا ہوں۔ میری گیارہ شادیاں ہو چکی ہیں۔ میری دس بیویاں مدت ہوئی مرگئیں۔ ان سے میرے اٹھائیس بچے ہوئے۔ اب سے تین سال

قبل میرے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا جس کی عمر تین کم سو برس کی تھی۔ اور اب میرے سب بچے مر چکے ہیں۔ سوا ایک لڑکے کے جس کی عمر چونسٹھ سال کی ہے + میری گیارھویں بیوی کی عمر پینسٹھ سال ہے۔ اور اگر اللہ نے اُس کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ تو مجھے پھر شادی کرنی ہوگی"۔

بوڑھے نے بیان کیا۔ کہ مَیں سیریا کی جنگ میں لڑ چکا ہوں۔ اس وقت نپولین بونا پارٹ کے مقابلے میں جنگ تھی + نپولین کی صورت اب بھی مجھے خوب اچھی طرح سے یاد ہے۔ وہ اپنے تمام فرانسیسی افسروں کے سامنے بہت بہادری سے ٹہل رہا تھا۔ اور کسی قسم کے نقصان کا اُس کو خیال نہ تھا + ہماری چھاؤنی کے پاس سے بھی وہ گزرا۔ گویا ہم اُسی کے سپاہی تھے + ہم نے بندوق چلانے میں تامل کیا۔ تاکہ ایسے بہادر شخص کو ہماری ہی گولی سے پہلے نقصان نہ پہنچے +

یہ بوڑھا جنگ کریمیا ۱۸۵۴ء میں بھی کام کر چکا ہے۔ اور جنگ ٹرکی و یونان میں بھی موجود تھا۔ مگر اُس وقت صرف کھانے پینے کے انتظام کا کام کرتا تھا جنگ اعظم ۱۹۱۴ء میں بھی باوجود ایک سو چالیس سال عمر ہونے کے وہ شریک ہوا تھا +

غروب آفتاب کے ساتھ ہی ذارو آغا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور پوری قوت اور طاقت سے ایک کر اپنے گھر کی طرف پیدل روانہ ہوا + مکان کے دروازے پر اُس کے انتظار میں اُس کی بیوی کھڑی تھی + وہ بھی ایک خوب قد آور مضبوط عورت ہے + اس نے اپنے شوہر کی بہت تعریف کی۔ اور کہا۔ کہ وہ "ایک اعلیٰ شوہر ہے"۔

سلطانہ بنت قاضی کبیر الدین۔ بمبئی

منتخب اشعار

نمودِ جہاں

سہانی نمودِ جہاں کی گھڑی تھی۔
تبسم فشاں زندگی کی کلی تھی +
کہیں مہر کو تاجِ زر مل رہا تھا۔
عطا چاند کو چاندنی ہو رہی تھی +
سیہ پیرہن شام کو دے رہے تھے۔
ستاروں کو تعلیم تابندگی تھی +
کہیں شاخِ ہستی کو لگتے تھے پتے۔
کہیں زندگی کی کلی پھوٹتی تھی +
فرشتے سکھاتے تھے شبنم کو رونا۔
ہنسی گُل کو پہلے پہل آ رہی تھی +
عطا درد ہوتا تھا شاعر کے دل کو۔

خودی تشنہ کام مئے بےخودی تھی۔
اٹھی اول اول گھٹا کالی کالی۔
کوئی حور چوٹی کو کھولے کھڑی تھی۔
زمیں کو تھا دعویٰ۔ کہ میں آسماں ہوں
مکاں کہہ رہا تھا۔ کہ میں لامکاں ہوں

ایک تہذیبی بہن (ماخوذ از بانگ درا)

کوئی آکر رکھ گیا ہے چار پھول۔
اب میری تربت بھی تربت ہوگئی۔

تماشا دیکھنے والوں کا ہے اس وقت یہ عالم۔
کہ میلہ سا لگا ہے ہر طرف صحن گلستاں میں۔
مگر میں ہوں۔ کہ اک گوشے میں تنہا با دل پرغم۔
بھرے بیٹھی ہوں کچھ سوکھے ہوئے پھول اپنے داماں میں

رنج تو ہے مرے لئے۔ تجھ کو نہ ہو خدا کرے۔
لادے مجھے جو ہو تجھے۔ رنج تری بلا کرے۔

رئیس فاطمہ بنت سید احمد حسین صاحب بلند شہر

محفل تہذیب

جناب منیجر صاحب قبلہ۔ بجواب استفسار بہن گمنام صاحبہ۔ پتہ نامعلوم مقام لاپتہ عرض ہے۔ کہ سانپ کے دفعیہ کے واسطے کالی کسونڈی کے درخت سے بہتر دوسری چیز نہیں۔ یہ درخت برسات میں بکثرت ہوتا ہے۔ اور پتہ سونگھنے سے بدبو دیتا ہے۔ پھول زرد رنگ کے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس کی شاخ توڑ کر سانپ کے سامنے ڈالنے سے سانپ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ جس گھر میں اس کا پیڑ ہو۔ اس میں سانپ نہیں آتا۔ پانی کی احتیاط سے بارہ مہینے رہ سکتا ہے۔ مجرب ہے۔ ش۔ ب بیگم متھرا

چند روز ہوئے۔ اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ کے ہال میں وہاں کے اسلامیہ گرل اسکول کا ساتواں سالانہ جلسہ بہت رونق سے منعقد ہوا۔ امیر غریب سب بہنیں شامل ہوئیں۔ جلسہ بے حد کامیاب رہا۔ اور پرلطف صحبت رہی۔ علاوہ تلاوت قرآن مجید کے دلنشیں نعتیں۔ عمدہ مضامین اور برجستہ تقریریں ہوئیں۔ نعت خوانی میں زبیدہ خاتون صاحبہ ممتاز رہیں۔ یہ ہمارے شہر کی ایک نوعمر نابینا یتیم لڑکی ہیں۔ دو دفعہ حج کر آئی ہیں۔ نو پارہ کی حافظ ہیں۔ ایک بزرگ بہن نے طلائی کڑوں کی جوڑی۔ اور ایک بہن نے طلائی بالیاں عنایت فرمائیں۔ نقد چندہ بھی ہوا۔ جس کی مقدار قریب سات سو روپے کے ہے۔ صاحب دل اور صاحب ایثار بہنوں نے اپنے نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی

ہے + جلسے کی کامیابی کا فخر بہن صالح بی بی صاحبہ کو ہے + وہی جلسہ کی رُوحِ رواں تھیں۔ اور وہی اسکول کی ماں اور منیجر۔ خدا ان کا وجود سلامت رکھے ۔ مسز منظور حسن صدیقی

میری ماموں زاد بہن تاج بیگم چھ ماہ سے عارضہ بخار میں مبتلا ہے + براہ عنایت آپ اور سب تہذیبی بہنیں نماز کے بعد اس کی صحت کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ اس کو جلد شفا بخشے + پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال ہیں۔ کسی خیراتی فنڈ میں داخل فرمائیں + اختر جبیں از باہتر۔

منیجر۔ کامل پور تمہارے شہر کے قریب ہے۔ اگر بہن کو وہاں لے جاؤ۔ تو وہاں کے سول سرجن کو میں چٹھی لکھ سکتا ہوں۔ وہ بہت توجہ سے علاج کریں گے ۔

نرس اڈ و پیٹ نے ایک نسخہ لکھا ہے۔ مگر نہ وہ نسخہ سمجھ میں آتا ہے۔ اور نہ محترمہ صاحبہ کا پتہ + براہ مہربانی پتہ صاف حروف انگریزی میں لکھیں + منیجر

مکرمی جناب منیجر صاحب۔ تسلیم + مجھے ہڈی کی سلائیاں اور ہڈی کا کروشیا مطلوب ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔ یہ چیزیں کس جگہ ملتی ہیں۔ براہ کرم کوئی بہن ایسی دکان کا پتہ دیں۔ جہاں یہ بآسانی مل سکیں۔ نہایت مشکور ہوں گی۔

فقط والسلام۔ بنت واجد حسین مرحوم

جناب منیجر صاحب قبلہ۔ تسلیم + دست کاری کے متعلق مضامین میں کروشیا ورک۔ کراس ورک وغیرہ بہت سے انگریزی الفاظ لکھے جاتے ہیں + اردو داں بہنیں جو انگریزی سے بالکل ناواقف ہیں۔ اور اکثر یہ کام جانتی ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ مذکورہ بالا الفاظ سے کیا مطلب ہے۔ اس لئے ایسے الفاظ کی وضاحت کردینی چاہئے + اہلیہ محمد حبیب +

منیجر۔ جو بہنیں یہ کام جانتی ہیں۔ وہ ان الفاظ کو بھی سمجھتی ہیں۔ اور جو ان الفاظ کو نہیں سمجھتی ہیں۔ وہ یہ کام بھی نہیں جانتی ہوں گی + ان انگریزی الفاظ کے مقابلے میں کوئی اردو الفاظ نہیں ہیں ۔

جن بہنی کی بہن کو وظیفہ کی ضرورت ہے۔ وہ بذریعہ خط اپنا پتہ تحریر فرمائیں۔ اخبار میں وظیفہ نہیں لکھا جاسکتا + خاکسار۔ ح۔ ن۔ خ بنت خان عطائے جیلانی خاں مرحوم۔ دھوگڑی ضلع جالندھر +

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

کیمپ فائر تحریک

جس طرح لڑکوں کے لئے اسکاوٹنگ کی تحریک شروع کی گئی تھی۔ اسی طرح سولہ سال ہوتے کہ لڑکیوں کے لئے کیمپ فائر کی تحریک کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اس تحریک کا مقصد یہ ہے۔ کہ لڑکیوں کی تربیت اس طرح کی جائے۔ کہ وہ صحیح معنوں میں شہری کہلانے کی مستحق بن جائیں۔

اپنی مختصر ہی سی زندگی میں یہ تحریک اس قدر مقبول ہوئی۔ کہ اب تک کم وبیش چھبیس ملکوں میں عام ہو چکی ہے۔ ۱۳ مارچ سے ۳۰ اپریل تک دُنیا بھر میں اس تحریک کی سالگرہ منائی گئی۔ اور جس جس ملک کی لڑکیاں اس میں حصہ لے رہی ہیں۔ انہوں نے ان دنوں میں طرح طرح سے اس کے اغراض و مقاصد کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا +

جو لڑکیاں اس تحریک میں شامل ہوتی ہیں۔ ان کی وردی بہت سادہ مقرر کی گئی ہے۔ بس رنگین جمپر۔ خاکی ٹائی۔ اور خاکی اسکرٹ۔ اسکاوٹنگ کی طرح اس میں کوئی خاص فوجی قواعد وغیرہ نہیں کی جاتی ہے +

کیمپ فائر کی ممبر لڑکیوں کو تین ڈگریاں حاصل کرنی پڑتی ہیں۔ پہلی ڈگری حاصل کرنے پر جو خطاب ملتا ہے۔ اس کا ترجمہ ہے "لکڑیاں چننے والی"۔ یہ خطاب ممبر بننے کے ایک سال کے اندر اندر حاصل کرنا ضروری ہے۔ دوسرے خطاب کا ترجمہ ہے۔ "آگ روشن کرنے والی"۔ یہ خطاب ممبری کے دوسرے سال میں حاصل کرنا ہوتا ہے۔ تیسرے اور آخری خطاب کا ترجمہ ہے۔ "شمع بردار"۔ یہ خطاب نمایاں ترقی حاصل کرنے کے بعد دیا جاتا ہے +

یہ خطاب ممبر لڑکیوں کو ان کی روزانہ ترقی دیکھ کر دیئے جاتے ہیں۔ سات ایسے صیغے مقرر کر دیئے گئے ہیں جن میں لڑکیوں کو اپنی ترقی اور قابلیت کے جوہر دکھانے ہوتے ہیں۔ یہ سات صیغے ایسے ہیں۔ کہ ان میں سے اکثر لڑکیوں کے رحجان طبع کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور وہ ان میں خاطر خواہ ترقی کر لیتی ہیں +

پہلا صیغہ ہے خانہ داری۔ جو لڑکی اس صیغے میں حصہ لیتی ہے۔ اسے اپنے گھر

میں تمام کام بڑی تن دہی سے سرانجام دینے پڑتے ہیں۔ ماں کو راحت کے لئے وقت دیتی اور خود اس کا کام کرتی ہے۔ گھر کے کپڑے دھوتی ہے۔ بچوں کے کام کاج میں مصروف رہتی ہے، جو لڑکی ان تمام فرائض کو بحسن خوبی انجام دیتی ہے۔ اسے ننھے ننھے اعزاز حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ اور آخر میں اسے ڈگری پا لینے میں امداد پہنچاتے ہیں۔

اسی طرح ایک صیغہ صحت و تندرستی کا ہے اس صیغے کا اعزاز صرف گھر سے باہر سیر کے لئے نکلنے اور کھیل وغیرہ کھیلنے ہی پر حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر لڑکی کو کم از کم ایک مہینے تک اپنی صحت کے متعلق ایک مفصل نقشہ بھی تیار کرنا ہوتا ہے، اس طریق سے لڑکیوں کو حفظانِ صحت کا خاص خیال ہو جاتا ہے۔

دستکاری۔ مطالعہ فطرت اور دوسرے ضروری کاموں کو بھی تحریک کیمپ فائر میں جگہ حاصل ہے۔ اس تحریک کی لڑکیاں مل مل کر دور سیر کو جاتی ہنستی کھیلتی جمناجر کی مدد کرتی۔ اور ہر طرح ضروری معلومات حاصل کرتی ہیں۔

اس تحریک کی ممبروں کو سزائیں نہیں دی جاتی ہیں۔ ممبروں کی ٹولیاں بنا دی جاتی ہیں۔ ایک ایک ٹولی میں بیس سے زیادہ لڑکیوں کو شامل نہیں کیا جاتا یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ اس طرح کثرت میں ان کی شخصیت اوجھل نہ ہو جائے۔ اور جو کام بھی ہو۔ اس میں ہر لڑکی معتدبہ حصہ لے سکے۔ اور اس کے مشاغل نمایاں بھی رہیں شہر کی مختلف ٹولیوں کی ممبر کبھی کبھی اپنا عام اجلاس کرتی ہیں۔ میزوں پر کثرت سے شمعیں روشن ہوتی ہیں۔ ممبر میزوں کے گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں سے جو مستحق سمجھی جاتی ہیں۔ انہیں اعزاز دیئے جاتے ہیں۔

پردے

گھروں میں آرائش کی غرض سے عام طور پر خوش نما رنگین پردے ٹانگے جاتے ہیں لیکن جن شہروں میں گرد و غبار زیادہ ہے۔ وہاں وہ کچھ عرصہ بعد بہت میلے ہو جاتے ہیں۔ اور سورج کی روشنی اور گرد ان کے کپڑے کو بے انتہا کمزور کر دیتی ہے، اس لئے مناسب ہے۔ کہ مہینے کے مہینے یا حسب ضرورت ان کو دھو لیا جائے۔ تاکہ وہ بالکل ہی بے کار نہ ہونے پائیں، لیکن یہ کام دھوبی سے کروانے کا نہیں۔ خود

کرنے کا ہے۔ پردوں کو دھونے میں مندرجہ ذیل ہدایات کارآمد ہوں گی۔

رنگین پردے دھوتے جاتے ہیں۔ تو دُھلنے سے ان کا رنگ اُڑ جاتا ہے۔ اور وہ برسوں کے پرانے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ ایسے پردوں کو پہلے تو خوب اچھی طرح جھاڑ لینا چاہئے۔ اور پھر کسی بڑے برتن میں ٹھنڈا پانی لے کر اور اس میں مناسب مقدار نمک کی ملا کر ڈبو دینا چاہئے، اس عمل سے ان کی میل تو آسانی سے چھوٹ جاتی ہے اور پھر دھونے میں رنگ ہلکا نہیں پڑنے پاتا۔

ہلکے رنگوں کے پردوں کو تین چار مرتبہ ایسے گنگنے پانی میں جس میں کپڑے دھونے کے سوڈے کی تھوڑی سی مقدار ملی ہوئی ہو۔ دھونا چاہئے، پھر ٹھنڈے پانی میں سوڈا ملا کر رات بھر پردے اس میں پڑے رہنے دیئے جائیں، سوڈے سے ہر قسم کی چکنائی کے ذرّے دور ہو جاتے ہیں، اگلے دن صابن ملے ہوئے گرم پانی میں دھو کر بہت سا صاف اور گرم پانی ان پر بہایا جائے۔

اگر پردے سفید یا کریم رنگ کے ہوں تو انہیں آدھا گھنٹہ ابال لینا بھی بہت مفید ہے، اس کی یہ ترکیب ہے۔ کہ پردے کسی جال میں لپیٹ کر اُبالنے کے برتن میں ڈالے جائیں۔ تاکہ گرم برتن سے چھو کر کپڑے کو نقصان نہ پہنچ سکے۔ اور پانی بآسانی اندر باہر آجا سکے، ابالنے کے بعد پہلے گرم پانی سے دھوتے جائیں کہ تمام صابن دھل جائے۔ اور پھر ٹھنڈے پانی سے۔

جن پردوں کے کناروں پر بیل لگی ہوتی ہے۔ دُھلنے کے بعد وہ سکڑ کر بدنما ہو جاتی ہے۔ ایسے پردوں کو تہ کر کر کے ان کا بیل کا حصہ نشاستہ ملے ہوئے پانی میں ڈبو لینا چاہئے۔ پھر سوکھنے کے بعد بیل بری معلوم نہ ہوگی۔

پردوں کے چھلّے اگر کالے پڑ گئے ہوں تو انہیں بیکار سمجھ کر ضائع نہیں کرنا چاہئے، کسی برتن میں پانی لے کر اس میں سرکہ ملا دیجئے۔ اور چھلّے برتن میں ڈال کر چند منٹ تک ابالئے۔ اُبالنے کے بعد کسی خشک کپڑے سے رگڑ کر پونچھ دیجئے۔ بالکل نئے نکل آئیں گے۔

ناکارہ موزوں سے کام

کثرت استعمال سے جب موزے اس قدر

بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ کہ انہیں رفو کرنا بھی تحصیل حاصل نظر آتا ہے۔ تو عام طور پر انہیں بےکار سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ لیکن سگھڑ اور کفایت شعار بیویاں ان سے بھی ایک نہایت مفید کام لیتی ہیں +

روغن لگانے کے بعد جب بوٹ پر برش کیا جاتا ہے۔ تو اس کے بعد ضرورت ہوتی ہے۔ کہ کسی کپڑے سے بوٹ کو اچھی طرح رگڑا جائے۔ کہ وہ خوب چمک اُٹھے، بازار میں اس کام کے لئے مخمل کی خاص گدیاں مل جاتی ہیں۔ لیکن یہی کام گھر کے بےکار موزوں سے نکل آئے۔ تو ان پر دام کیوں خرچے جائیں؟

موزوں کو مٹھی میں پکڑ کر بوٹ صاف کرنے سے تکلیف بھی ہوتی ہے۔ اور بوٹ اچھی طرح چمک بھی نہیں سکتے۔ اس کا مناسب طریق یہ ہے۔ کہ دو تین موزوں کو پھیلا کر اُوپر نیچے رکھ لو۔ سب سے نیچے ریشم یا اُون کے کسی پھٹے ہوئے موزے کو رکھو۔ پھر ان موزوں کو ایک سرے سے لپیٹنا شروع کرو۔ اور لپیٹنے کے بعد ان کے کنارے کو سوئی تاگے سے سی دو۔ بس گول سی گدّی بن جائے گی۔ روغن لگا کر بوٹ کو برش کیا۔ اور پھر اس گدّی سے رگڑ لیا۔ چمک اُٹھیں گے +

اندھا شیشہ بنانا

غسل خانوں کی کھڑکیوں میں عام طور پر اندھے شیشے استعمال کئے جاتے ہیں، ایسے شیشے معمولی شیشوں کی نسبت دام میں زیادہ ہوتے ہیں، اگر کفایت شعاری کا خیال ہو۔ تو مندرجہ ذیل طریق سے خود بنائے جا سکتے ہیں +

آدھ سیر دودھ میں جس قدر پھٹکری ممکن ہو حل کر لیجے۔ جن شیشوں کو اندھا بنانا ہو انہیں ذرا گرم کر کے میز پر رکھ لیں۔ اور پھٹکری ملا ہوا دودھ احتیاط سے ان کے اُوپر ڈال کر پھیلا دیں، خاطر خواہ نتیجہ نکلے گا +

لمپوں کی بتّیاں

جن گھروں میں مٹی کے تیل کے لمپ استعمال ہوتے ہیں۔ انہیں چاہئے۔ کہ مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ لمپوں کی بتیوں کو سوڈا ملے ہوئے کھولتے پانی میں اچھی طرح پکائیں اس کے بعد انہیں نکال کر احتیاط سے سکھا لیں۔ اس طرح لمپوں کے متعلق بہت سی شکایتیں رفع ہو جائیں گی +

خبریں اور نوٹ

وزارت فضائی نے رائٹر ایجنسی کو اطلاع دی ہے۔ کہ یہ افواہ غلط ہے۔ کہ دولت ایران نے انگریزی طیاروں کو اپنی سلطنت میں سے گزرنے سے روک دیا ہے، ابھی گفت وشنید ہو رہی ہے۔

ترکی حکومت نے مصر کے ایک اخبار "مساوات" کا داخلہ اپنی حدود میں ممنوع قرار دیا ہے۔ اخبار مذکور ایک ممتاز ترک کی ارادت میں مصر سے شائع ہوتا ہے۔ اور غازی مصطفے کمال پاشا کا جو رویہ خلافت اسلامیہ اور ملت بیضا کے متعلق ہے۔ اس پر نہایت سختی سے تنقید کرتا ہے۔

انگورہ میں غازی مصطفی کمال پاشا نے مصری سفیر سے ملاقات کے دوران میں فرمایا۔ کہ میری خواہش ہے۔ کہ ترکی اور مصر میں نہایت خوش گوار تعلقات قایم رہیں۔

شاہ فواد نے اپنی سال گرہ کے موقع پر ترکی بچوں کی بہبود وترقی کے لئے پانسو اشرفیاں انجمن متعلقہ کو بھیجی ہیں۔

حکومت مصر کی وزارت حربیہ کی ایک کمیٹی نے تجویز کیا ہے۔ کہ مصری فوج میں سولہ سو سپاہیوں کا اضافہ کیا جائے۔

گلشن ایران لکھتا ہے۔ کہ جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ترکی اور روس کی تجارت میں پہلے کی نسبت ۷۵ فی صدی ترقی ہوئی ہے۔ اور آپس میں ایک کروڑ بیس لاکھ لیرا کی تجارت ہوئی ہے۔

یروشلم سے سات میل شمال کی طرف جو کھدائی ہو رہی ہے۔ وہاں شہر کی ایک عالی شان فصیل برآمد ہوئی ہے۔ جو بڑی عجیب ترکیب سے بنی ہوئی ہے۔ یہ دیوار ۲۵ فٹ اونچی اور سولہ سے بیس فٹ تک چوڑی ہے۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی اصل بلندی ۵۴ فٹ ہوگی۔ اس دیوار کے متعلق ماہرین قیاس کے گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔ ایک جرمن ماہر کا خیال ہے۔ کہ یہ حضرت سلیمانؑ کے خزانے کے آثار ہیں۔

لنڈن۔ پارلیمنٹ میں ٹریڈ یونین بل کی دوسری خواندگی منظور ہوگئی۔ قدامت پسند جماعت۔ نے متفقہ طور پر اس کی حمایت کی۔ اور مزدور پارٹی نے سخت مخالفت کی۔ ٹریڈ یونین بل کی ایک دفعہ کی رو سے اگر ہڑتال کا مقصد حکومت پر براہ راست یا لوگوں کو تکلیف دے کر دباؤ ڈالنا ہوگا۔ تو وہ ہڑتال ناجائز ہوگی۔ ہر اس ہڑتال کو جاری رکھنے کے لئے کسی قسم کا چندہ بھی نہیں کیا جا سکے گا۔ ضمیمہ میں اس امر کی بھی تشریح کی گئی ہے۔ کہ مندرجہ بالا مقاصد کے حصول سے مالکان کارخانہ اپنے کارخانہ سے مزدوروں کو اگر نکالیں گے تو ان کی یہ کارروائی بھی قانوناً ناجائز نہ ہوگی۔

نیویارک اور پیرس کے درمیان پرواز کے مقابلہ میں ۲۵ ہزار ڈالر کا انعام حاصل کرنے کے لئے کئی پرجوش ہوا باز کوشش کر رہے ہیں۔

ولیعہد رومانیہ پر خفیہ پولیس کا پہرہ ہے۔ مقصد یہ ہے۔ کہ اسے رومانیہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے ؛

تحدید اسلحہ کے متعلق یورپین ممالک میں متفقہ قرار دادیں منظور ہو رہی ہیں۔ زیادہ زور اس بات پر دیا جاتا ہے۔ کہ دم گھونٹنے والی گیس استعمال نہ کی جائے

۱۷ء میں برطانوی گورنمنٹ نے اعلان کیا تھا۔ کہ مقررہ اوقات پر ہندوستان کو اصلاحات کی قسط دی جائے گی۔ اور اس طرح یہاں ذمہ دار گورنمنٹ مقرر کر دی جائے گی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اب مسٹر پٹیل اس امر کے متعلق لارڈ برکن ہیڈ اور دوسرے برطانوی سیاست دانوں پر زور ڈالیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ اس وعدے کے ایفا کے متعلق ہندوستانیوں کا اطمینان کیا جائے۔ ان کا خیال ہے۔ کہ کوئی وجہ نہیں۔ کہ فوج کو چھوڑ کر باقی تمام سول انتظام ہندوستانیوں کے سپرد نہ کئے جائیں ؛

شملہ سے ۷ مئی کو ایک اعلان شائع ہوا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ اکیس فروری کو مجالس وضع قوانین کے دونوں ایوانوں میں ہندوستان اور جنوبی افریقہ کی حکومتوں کے درمیان مفاہمت ہونے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس میں بتایا گیا تھا۔ کہ جنوبی افریقہ کی حکومت نے حکومت ہند سے درخواست کی ہے۔ کہ دونوں کے درمیان مؤثر اشتراک عمل کے لئے وہ ایک وکیل اور ایک ایجنٹ مقرر کرے۔ حکومت ہند نے جنوبی افریقہ میں اپنا پہلا ایجنٹ رائٹ آنریبل مسٹر سری نواس شاستری کو مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے ؛

شملہ میں بہت سے والیان ریاست دیسی ریاستوں کے مستقبل پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ سات مئی کو ان کی کانفرنس ختم ہو گئی ؛

سوامی شردھانند کے قتل کے مقدمہ میں عبدالرشید نے سشن جج کے فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر رکھی ہے۔ پیشی کے لئے ۹ مئی کی تاریخ مقرر ہوئی تھی۔ مگر مقدمات کی زیادتی کی وجہ سے اسے ملتوی کرنا پڑا ؛

لاہور کل چار مئی کو عدالت عالیہ نے راجپال مصنف "رنگیلا رسول" کا اپیل منظور کر لیا۔ اور اسے باعزت طور پر صاف بری کر دیا ہے ؛

شیخ محمد امین کے مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا۔ عدالت عالیہ کے فاضل جج نے ان کی سماعت کے بعد انہیں تین ماہ کے لئے معطل کر دیا ؛

لاہور میں فساد کے پہلے روز کے بعد تین چار دن تک شہر میں ایسی وارداتیں ہوتی رہیں۔ کہ بعض مسلمان اکے دکے سکھ اور ہندو کو اور بعض سکھ اور ہندو اکے دکے مسلمان راہگیر کو مارتے پیٹتے اور زخمی کرتے رہے + اب تک ۷ مسلمان ۵ سکھ اور ۱۱ ہندو مر چکے ہیں۔ اور ۲۲ مسلمان ۱۱ سکھ اور ۹۵ ہندو ہسپتال میں زخمی پڑے ہیں +

۵ مئی کو لاہور میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہو گیا۔ جس کی رو سے ہر قسم کے مجمعے ممنوع قرار دیئے گئے۔ اور لاٹھیاں لے کر باہر نکلنے کی بھی ممانعت ہو گئی + نیز حکم دیا گیا۔ کہ ۸ بجے شام سے ۵ بجے صبح تک شہر کا کوئی

شخص اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔ حکام نے بہت سرگرمی سے کام لیا۔ سر میلکم ہیلی گورنر پنجاب خود کئی مرتبہ شہر کی کوتوالی میں گئے۔ سر جیوفری مونٹ مورنسی نے ان دنوں بہت سا وقت کوتوالی ہی میں گزرا۔ مسٹر ایمرسن ڈپٹی کمشنر تمام شہر میں گھومتے۔ اور احکام صادر کرتے رہے۔ فوج اور پولیس نے نہایت سرگرمی سے شہر کی گشت شروع کی۔ اور رفتہ رفتہ امن وامان قائم کر دیا۔ اب دکانیں کھل گئی ہیں۔ اور کاروبار شروع ہو گیا ہے۔ فسادی گرفتار ہو رہے ہیں۔ اینٹیں پھینکنے والے بھی گرفتار کر لئے جاتے ہیں۔ عدالتیں مقدموں کی سماعت کر رہی ہیں۔

۸ بجے کے بعد گھر سے نہ نکل سکنے کے حکم کے باعث چونکہ مسلمانوں کو عشا کی نماز مسجد میں ادا کرنے کی دقت ہو رہی تھی۔ اس لئے یہ اطلاع ۱۰ مئی کو بڑی خوشی سے سُنی گئی۔ کہ بندش کے اوقات ۹ بجے رات سے صبح کے پانچ تک کر دیئے گئے ہیں۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ ایک ہفتہ تک بالکل مٹا دیئے جائیں گے۔

سورت میں یوم سیواجی کے سلسلہ میں ایک جلوس نکالا گیا۔ یہ جلوس شہر کے مختلف حصوں میں سے ہوتا ہؤا ایک مسجد کے قریب پہنچا۔ تو وہاں ایک عورت کی نماز جنازہ ہو رہی تھی۔ باجا بند کرنے کے متعلق بات بڑھتے بڑھتے فساد ہو گیا۔ جس میں ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے پولیس کو گولی چلانی پڑی۔ اس سے ایک مسلمان شہید ہو گیا۔ اور بہت سے ہندو مسلمان زخمی ہوئے۔

پٹنہ میں ریونڈ ایم گرلس کی کوششوں سے مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کے سوال پر ہندو مسلمان میں مصالحت ہو گئی۔ معلوم ہؤا ہے۔ کہ مسلمانوں نے اجازت دے دی ہے۔ کہ مذہبی اور ماتمی جلوس مسجدوں کے سامنے سے گزر جائیں۔ دوسرے جلوسوں کے متعلق ہندوؤں نے وعدہ کیا ہے۔ کہ نماز کے وقت باجا روک دیا جائے گا۔

کومیلا کے لوگوں نے واٹر سپلائی کے ٹیکس کے خلاف احتجاج کے طور پر عدم ادائیگی ٹیکس کی مہم شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کے کتب خانے کے لئے جامعہ کی بچت سے تیس ہزار روپے کلدار منظور کئے گئے۔ توقع کی جاتی ہے۔ کہ اس سے تمام ضروری کتب فراہم ہو جائیں گی۔

لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ایک کالج اس غرض سے کھولا ہے۔ کہ اس میں موجودہ ضروریات کے مطابق مبلغین اسلام پیدا کئے جائیں۔ افتتاحی جلسہ کے صدر مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور تھے۔

اندور کے مقدمات کے سلسلے میں مسلمان ملزموں کی قانونی امداد کرنے کے لئے باہر کے وکلا کو ریاست میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جا رہی ہے۔ اخبارات اصرار کر رہے ہیں۔ کہ برطانوی ہند کے وکلا کو ریاست میں جانے کی اجازت دی جائے۔

شملہ۔ ۹ مئی۔ سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب رکن

لیجسلیٹو اسمبلی نے حسب ذیل پیغام ہز ایکسیلنسی جناب وائسرائے کی خدمت میں ارسال فرمایا ہے :

تمام ہندوستان میں آئے دن کے فسادات نے نہایت نازک اور تشویش انگیز حالت پیدا کر دی ہے۔ اور دوسرے امور کے علاوہ تجارت کو ان فسادات سے نقصان عظیم پہنچا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ پچھلے چار برس سے ہندوستان آہستہ آہستہ ترقی معکوس کر رہا ہے۔ اور اس مقام پر پہنچنے والا ہے۔ جب قانون وضبط وغیرہ کے اصول حقارت سے ٹھکرا دیئے جاتے ہیں۔ لاہور کے تازہ ترین فسادات کو دیکھ کر مجھے یہ خطرہ ہو رہا ہے۔ کہ اگر حکومت اپنے نام نہاد عدم مداخلت کے رویہ پر قایم رہی۔ اور محض تماشائی کی حیثیت سے سب کچھ دیکھتی رہی۔ تو ہندوستان میں ایسا اندھیر مچ جائیگا کہ حکومت خود اپنے آپ کو قابل الزام قرار دے گی۔ اس وقت اس تشویش زا حالت پر قابو پانا کچھ آسان کام نہ ہوگا۔ میں آپ کی حکومت سے عاجزانہ لیکن باصرار درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ ٹائمز آف انڈیا کے پیش کردہ مشورہ پر ضرور غور فرمائے۔ اور بہت جلد بلا توقف وتاخیر ہر صوبے میں آئے دن کے فرقہ وار فسادات کی تحقیقات کے لئے غیر جانب دار سرکاری اور غیر سرکاری ارکان کی نمائندہ جماعت مقرر کر دے۔ لیجسلیٹو اسمبلی کے اجلاس ستمبر میں ضروری قوانین پیش کرے۔ جس سے ہندوستان سے ان فسادات کا قلع قمع ہو جائے۔ جو چار برس سے اس کے دامن عزت وشہرت پر ذلت ورسوائی کے داغ بن کر نمایاں نظر آ رہے ہیں :

ناگپور میں مسٹر رام چندر پال کرشنا لائسنس حاصل کئے بغیر تلوار لئے پھرنے کے جرم میں گرفتار کر لئے گئے تھے۔ انہیں سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ تو انھوں نے اقبال جرم کیا۔ اور کہا کہ ستیہ گرہیوں کو لائسنس حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں مجسٹریٹ نے دس روپے جرمانہ اور بصورت عدم ادائے جرمانہ پندرہ دن کی قید محض کا حکم دیا۔ انہوں نے جرمانہ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور قید خانے چلے گئے :

پنجاب گزٹ کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ حکومت عورتوں کے لئے میڈیکل اسکول قائم کرنے کی غرض سے قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں زمین حاصل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے :

اخبار لیڈر الہ آباد کے ایک نامہ نگار نے لکھا ہے۔ کہ گزشتہ دنوں دو تین مسلمان پنڈت مالوی کے مکان پر گئے۔ اور ان کے بعض امور کے متعلق گفتگو کرنے کی غرض سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ خادموں نے اجازت نہ دی۔ تو وہ کسی قدر سختی پہ آمادہ ہو گئے۔ لیکن آخر رخصت کر دیئے گئے اس کے بعد وہ دیر تک سڑک پر کھڑے مکان کو دیکھتے رہے۔ اور پھر چلے گئے :

اس خبر سے نتیجہ یہ نکالا جا رہا ہے۔ کہ یہ مسلمان پنڈت جی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی غرض سے آئے تھے :

نارتھ ویسٹرن ریلوے

مری اور ڈلہوزی بیرونی ایجنسی

مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۲۷ء سے اول و دویم درجہ کے سنگل و واپسی ٹکٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے پر بڑے اسٹیشنوں سے مری اور ڈلہوزی کے لئے اور مری اور ڈلہوزی میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کی بیرونی ایجنسیوں سے نارتھ ویسٹرن ریلوے کے کسی اسٹیشن تک جاری کئے جائیں گے۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے کے بیرونی ایجنٹ جو کہ موٹر کے ذریعہ باربرداری کریں گے ان میں مری بیرونی ایجنسی کے لئے میسرز این۔ ڈی۔ رادھا کشن اینڈ سنز ہیں اور ڈلہوزی بیرونی ایجنسی کیلئے کلا میوٹر انسپورٹ کمپنی ہے+

۲- ان سیدھے ٹکٹوں کے لئے کرایہ اس طرح لیا جائے گا+

مری تک اور وہاں سے

(ا) سفر بذریعہ ریل (راولپنڈی تک اور وہاں سے)

ایک طرف کے ٹکٹ کے لئے (Single Journey) . . . پورا کرایہ ایک طرف

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . . ایک پورے اور آدھے کرایہ پر
　　　　　{ جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . دو پورے کرایہ پر

(ب) راولپنڈی اور مری کے درمیان

(i) بذریعہ موٹر کار . . . . مبلغ ۰ — ۰ — 10

واپسی ٹکٹ کے لئے { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . . مبلغ ۰ — 8 — 17
　　　　　　　　{ جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . . . مبلغ ۰ — 8 — 17

(ii) بذریعہ بس (یا لاری)

ایک طرف کے سفر کے لئے (Single Journey) . . . مبلغ ۰ — ۰ — 7

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . مبلغ ۰ — ۰ — 12
　　　　　{ جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . مبلغ ۰ — ۰ — 12

ڈلہوزی تک اور وہاں سے

(ا) سفر بذریعہ ریل (پٹھان کوٹ تک اور وہاں سے)

ایک طرف کے سفر کے لئے . . . . کرایہ ایک طرف پر

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . کرایہ ایک طرف اور اسکے نصف پر
　　　　　{ جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . ایک طرف کے دو گنے کرایہ

(ب) پٹھان کوٹ سے ڈلہوزی تک

(ا) بذریعہ موٹر گاڑی

ایک طرف کے سفر کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مبلغ 19-8-0

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مبلغ 24-0-0
جو دو ماہ تک کام آسکے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مبلغ 24-0-0 }

(۳) بذریعہ موٹر وغیرہ جیساکہ بیرونی ایجنسی والوں نے انتظام کیا ہے۔ مندرجہ ذیل اوقات ہیں:۔

	موٹر	موٹر	بس (یا لاری)
راولپنڈی سے چلنے کا وقت	10-30	16-30	10-0
مری پہنچنے کا وقت	13-0	18-30	13-0

(ب) پٹھان کوٹ سے ڈلہوزی

	موٹر	موٹر	بس (یا لاری)	بس (یا لاری)
پٹھان کوٹ سے چلنے کا وقت	8-00	14-40	8-00	14-40
ڈلہوزی پہنچنے کا وقت	13-30	19-30	13-30	19-30

مسافروں کو مری یا ڈلہوزی کے لئے ٹکٹ خریدتے وقت اسٹیشن ماسٹر کو ضرور لکھ کر بتلانا چاہئے۔ کہ وہ کس روز کس موٹر پر راولپنڈی سے یا پٹھان کوٹ سے سفر شروع کرنا چاہتے ہیں۔ (جیسی ان کی صلاح ہو) اور یہ بھی اطلاع دیں۔ کہ آیا اُن کی مرضی بذریعہ موٹر کار سفر کرنے کی ہے۔ یا بذریعہ بس (لاری) مسافروں کو اپنا ٹکٹ سفر شروع کرنے کے ایک دن پیشتر ہی خرید لینا چاہئے:۔

(۴) جن مسافروں کے پاس مری یا ڈلہوزی تک کے ٹکٹ ہوں گے۔ ان کا اسباب صرف راولپنڈی یا پٹھان کوٹ تک حسب ضرورت بُک کیا جاوے گا۔ بیرونی ایجنٹ اُن کو بیس سیر کی رعایت دے کر اسباب مری یا ڈلہوزی کو بُک کرنے کے لئے اُن کی مدد کریں گے۔ اسی طرح جو مسافر مری یا ڈلہوزی سے چلیں گے۔ اسباب کو صرف متعلقہ ریلوے اسٹیشن پر سے اپنے اسٹیشن کو جہاں کہ انہیں جانا ہوگا بُک کرا سکیں گے:۔

این۔ ڈبلیو۔ ریلوے۔ ہیڈ کوارٹرز آفس
لاہور۔ مورخہ ۶ مئی ۱۹۲۷ء

(دستخط) جے۔ ایچ۔ چیس
فار۔ ایجنٹ

خانہ داری

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ ایڈیٹر تہذیب نسواں کی نہایت ہی مفید اور قابل عمل تصنیف جو نہایت سلیس سادہ اور دلنشیں انداز میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں ۴۴ مضامین ہیں۔ جو خانہ داری کی تمام ضروریات پر حاوی ہیں۔ مکان باورچی خانہ۔ خرید اجناس غلہ و اجناس کی حفاظت۔ کھانے پینے کے متعلق مختلف قسم کی ہدایات۔ مہمان میزبان پوشاک غسل۔ ضبط اوقات۔ کتب خانہ۔ بچوں کی تعلیم و تربیت۔ بیماری اور اس کا علاج زچہ خانہ۔ کفایت شعاری۔ تقریبات۔ خانہ داری۔ اخلاق۔ ان میں سے چند مضامین ہیں۔ کتاب امیروں اور غریبوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ اور کامیاب زندگی کی جانب مستورات کی رہنمائی کرتی ہے۔ قیمت ۱۵ ر

ملنے کا پتہ:۔ دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

فوراً ضرورت ہے

میرے دوماہہ بچے عزیزی امان اللہ خاں شروانی کے لئے ایک دودھ پلانے والی مسلمان انّا کی ضرورت ہے۔ جو دودھ پلانے کے واسطے تنہا آسکے۔ اور اپنے گود کے بچے کو بھی ساتھ نہ لائے۔ مدت رضاعت ڈیڑھ سال ہوگی۔ انشاء اللہ۔ لہذا انّا مذکور کو ڈیڑھ سال تک قیام کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اور اس امر کے لئے اسے عدالتی کاغذ پر دستخط کرنا ہوں گے۔ تنخواہ بہر حال معقول دی جائے گی۔ جو بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتی ہے۔ حاجت مند خواتین جلد سے جلد درخواست بھیجیں۔ انّا بہر حال تندرست اور ہر قسم کے متعدی اور موروثی امراض سے پاک ہونی چاہیئے۔ شریف خاندان عورت کو ترجیح دی جائے گی۔

پتہ:- بنت نواب سر مزمل اللہ خاں صاحب بہادر
ظفر منزل ضلع علی گڑھ

کپڑے پر بیل بوٹے کاڑھنے کی مشین

آپ اس مشین سے ادنیٰ۔ سوتی اور ریشمی کپڑے پر اپنے حسب منشا بیل بوٹے کاڑھ سکتی ہیں۔ قیمت فی مشین پانچ روپے۔ فریم دو روپے۔ کشیدہ کی قینچی آٹھ آنے۔ ریشمی گچھیاں عہ فی درجن۔ خالص اون چار روپے فی پونڈ۔ کشیدہ کی اصلی سوئیاں تین روپے درجن مع محصول ڈاک۔ یک مشت تین مشین کے خریدار کو ایک مشین مفت دی جائے گی۔ مشین کی صداقت کے لئے ۶ فروری ۱۹۲۶ء کا تہذیب ملاحظہ فرمائیں۔

منیجر بے بی برادرز اینڈ کمپنی
نمبر ۱۸۱ چاندنی محل۔ دہلی

حبوب کیمیائے بصارت

دھند۔ جالا۔ ناخونہ۔ پھلی۔ سرخی چشم۔ پڑوال۔ نزول الماء۔ ڈھلکا۔ ابتدائی موتیا بند۔ ضعف بصر ونیز جملہ امراض چشم کی حکمی دوا ہے۔ پچاس برس سے بندگان خدا کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ چیچک تک سے بگڑی ہوئی آنکھ درست ہو جاتی ہے۔ عموماً چار گولیوں سے زاید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ تجربہ شرط ہے۔ ترکیب استعمال کا پرچہ گولیوں کے ساتھ رہتا ہے۔ قیمت فی گولی ۸/ ۲۰ گولی سے زائد کے خریدار سے محصول ڈاک نہیں لیا جاتا ہے۔

المشتہر:- مرزا محی الدین احمد۔ نمبر ۱۱۳ نئی بستی۔ کربلا باغ روڈ۔ الہ آباد

شوہر اپنی دُلھنوں کو

بھائی اپنی بہنوں کو۔ سہیلیاں اپنی سہیلیوں کو۔ کیا تحفہ دیں؟

کامدانی کام کا دوپٹہ

یعنی

ایشیائی دُنیا کا سرتاج۔ شرفا اور معزز خواتین کا زیور۔ بیٹیوں کو جہیز میں دینے کے لئے نایاب چیز۔ کامدانی کا کام بننے کو تو کئی جگہ بنتا ہے۔ اکثر بہنیں خود بھی منقش منگا کر لگالیتی ہیں۔ لیکن جس قدر عمدہ اور بہترین کام دہلی میں ہمارے ہاں ہوتا ہے۔ اَور کسی جگہ نہیں ہوتا، ہمارے ہاں کے دوپٹے ہزاروں کی تعداد میں بک چکے ہیں جس گھر میں ایک دوپٹہ چلا جاتا ہے۔ درجنوں کی وہاں سے مانگ آتی ہے۔ محض اس لئے۔ کہ کام ایسا بنا ہوتا ہے۔ کہ جو صرف دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

دام دوپٹہ مکمل شدہ مع کامدانی کام کے بڑھیا ململ کا گیارہ روپے۔ بڑھیا جالی یا وائیل کا تیرہ روپے۔ بڑھیا ریشمی کپڑے کا بیس روپے +

ہمارے ہاں کامدانی کام کی ساڑھیاں قمیصیں۔ سلمہ ستارہ کے کام کے زنانہ سلیپر۔ کف کالر قمیصوں کے۔ ریشمی دوپٹے اور ساڑھیاں وغیرہ بھی تیار ہوتی ہیں، دام وغیرہ دریافت کرنے کے لئے ایک پوسٹ کارڈ روانہ کردیجئے، نیز اس بات کی گارنٹی کی جاتی ہے۔ کہ ہر دوپٹہ اور ساڑھی میں کام اصلی اور سچا کیا جاتا ہے۔ جو کبھی سیاہ نہ ہوگا، ہر چیز اس شرط پر روانہ کی جاتی ہے۔ کہ اگر وہ خدانخواستہ کسی وجہ سے ناپسند ہو۔ تو بخوشی واپس کرکے اپنے دام لے لیں۔ مجھے ابھی ابھی جو چٹھی پوٹ بلیر سے آئی ہے۔ اس کا اقتباس درج ذیل کرتی ہوں:۔

از پورٹ بلیر ۵ مارچ ۱۹۲۷ء۔ پیاری بہن سعادت بانو صاحبہ منتظمہ زنانہ کاروبار دہلی تسلیم، اخبار تہذیب نسواں میں کامدانی کے دوپٹوں کا اشتہار دیکھ کر ڈرتے ڈرتے آپ سے دو دوپٹے منگوائے تھے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ میرا ڈر رفع ہوگیا۔ دوپٹے بہت عمدہ اور تیرہ تیرہ روپے میں نہایت ارزاں ہیں ایک عمدہ ساڑھی کامدانی کی ریشمی کپڑے کی اور ایک جوڑہ سلمہ ستارہ کے کام کا اور بھیجد یجئے بشکور ہوں گی +

آپ کی تہذیبی بہن خورشید بیگم۔ اہلیہ شیخ غلام جیلانی انسپکٹر آف سکولز

آپ بھی جس چیز کی ضرورت ہو۔ آج ہی تحریر فرمایئے + پتہ۔ سعادت بانو منتظمہ زنانہ کاروبار دہلی

ایڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر تہذیب سے شائع کیا

جلد ۲۹ | لاہور۔ ہفتہ۔ ۲۱ مئی ۱۹۲۷ء | نمبر ۲۱

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

فوراً ضرورت ہے

میرے دو ماہہ بچے عزیزی امان اللہ خاں شروانی کے لئے ایک دودھ پلانے والی مسلمان انا کی ضرورت ہے۔ جو دودھ پلانے کے واسطے تنہا آ سکے۔ اور اپنے گود کے بچے کو بھی ساتھ نہ لائے۔ مدت رضاعت ڈیڑھ سال ہوگی۔ انشاء اللہ۔ لہذا انا مذکور کو ڈیڑھ سال تک قیام کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اور اس امر کے لئے ۱ے عدالتی کاغذ پر دستخط کرنے ہوں گے۔ تنخواہ بہر حال معقول دی جائے گی۔ جو بذریعہ خط وکتابت طے ہو سکتی ہے۔ حاجت مند خواتین جلد سے جلد درخواست بھیجیں۔ انا بہر حال تندرست اور ہر قسم کے متعدی اور موروثی امراض سے پاک ہونی چاہئے۔ شریف خاندان عورت کو ترجیح دی جائے گی۔

پتہ:- بنت نواب سر مزمل اللہ خاں صاحب بہادر
ظفر منزل علی گڑھ

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

آیندہ محرم کی تعطیلات میں واپسی ٹکٹ جو کہ ۱۸ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء تک کام آسکتے ہیں۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ۲ جولائی سے ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء تک ایک سو میل سے زائد سفر کے لئے ہر طرف اس طرح جاری ہوں گے۔

اول ودوم درجہ کے لئے	اصل کرایہ اور اسکے ۱/۲ حصہ
انٹر کلاس	اصل کرایہ اور اسکے ۱/۲ حصہ

دفتر ہیڈ کوارٹرز۔ لاہور (دستخط) جے ایچ چیمبرز
مورخہ ۲۸۔ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء فار ایجنٹ

حجوب کیمیائے بصارت

دھند۔ جالا۔ ناخونہ۔ پھلی۔ سرخی چشم۔ پڑوال نزول الماء۔ ڈھلکا۔ ابتدائی موتیا بند ضعف بصر وغیرہ جملہ امراض چشم کی حکمی دوا ہے۔ پچاس برس سے بندگان خدا کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ چیچک تک سے بگڑی ہوئی آنکھ درست ہو جاتی ہے۔ عموماً چار گولیوں سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ تجربہ شرط ہے۔ ترکیب استعمال پرچہ گولیوں کے ساتھ رہتا ہے۔ قیمت فی گولی ۴ ۲۰ گولی سے زائد کے خریدار سے محصول ڈاک نہیں لیا جاتا۔ المشتہر۔ مرزا محی الدین احمد نمبر ۱۱۳ نئی بستی کریلا باغ روڈ۔ الہ آباد

شیر کا شکار

پچھلے سال تبدیل آب و ہوا کی غرض سے ہم سب سکندر آباد گئے تھے۔ ان ہی دنوں میں خوش قسمتی سے اپنے چچا صاحب نواب نعیم یار جنگ صاحب کے ہمراہ جو ورنگل کے اول تعلقدار ہیں۔ شیر کے شکار میں شریک ہونے کا ہم کو نادر موقع نصیب ہوا۔ ضلع ورنگل میں نیکنڈہ ریلوے اسٹیشن پر اُتر کے سات کوس کی مسافت طے کرنے کے بعد پاکھال کا جنگل ہے۔ جو مرحوم نظام کی شکارگاہ تھی۔ یہ جنگل شکار کے لئے ہر لحاظ سے موزوں ہے۔ اول تو یہ بے حد گھنا ہے۔ پھر شاہی شکارگاہ ہونے کی وجہ سے یہاں ہر قسم کے آدم خور درندے خاص اہتمام سے گویا پالے جاتے ہیں اور یہاں شکار کرنے کے لئے خاص نظامی پروانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہم نیکنڈہ اسٹیشن پر پہنچ کے وہاں سے بذریعہ موٹر پاکھال کے قریبی گاؤں میں پہنچ گئے۔ دوسرے روز شکار تھا۔ اس کا ایک روز پہلے ہی سے انتظام کیا گیا تھا۔ چنانچہ پاکھال کے جنگل میں جو یہاں سے چند میل پر واقع تھا۔ رات کو ایک بھینس کا بچہ باندھ دیا گیا۔ تاکہ شیر اس کی بو اور آواز سے وہاں آکر اس کا لقمہ کر جائے۔

دوسرے روز صبح کو خبر آئی۔ کہ شیر نے اس بھینس کے بچے کا شکار رات کو کر لیا۔ اور وہیں قریب میں شکم سیر ہو کر بہت غافل سو رہا ہے۔ دو بجے ہم نکلے۔ ہم کو گاؤں سے خاصہ دور جانا تھا۔ اس لئے پیدل جانا تکلیف دہ تھا۔ اور ایسے خار دار اور گڑھوں سے بھرے ہوئے راستے پر موٹر کا جانا ناممکن بنایا گیا۔ اس لئے ہم کو بیلوں کی گاڑی میں جانا پڑا۔ اس خاص قسم کی گاڑی کو یہاں شکرم کہتے ہیں۔ یہ دو بڑے بڑے پہیوں کی بند لکڑی کی گاڑی ہوتی ہے۔ جس میں دو بیل لگائے جاتے ہیں۔ کھڑکیوں پر جھلیاں چڑھی ہوتی ہیں۔ اور اگر زور سے چلائی جائے۔ تو خاصا شور مچاتی ہوئی چلتی ہے۔ ایک دوسری بیل گاڑی میں چچا جان سوار تھے۔ ہمراہ گاؤں کے لوگ لاٹھیاں لئے ہوئے پیدل چل رہے تھے۔ غرض ایک خاصا چھوٹا سا لشکر مرتب ہو کر "شاہ جنگل" کے شکار کو چلا۔

دوپہر ہونے کی وجہ سے خوب گرمی تھی۔ گاڑی کی گھڑگھڑاہٹ سے سر میں ایک قسم کا چکر سا محسوس ہونے لگا۔ متواتر چالیس منٹ کے دھکوں اور شور کے بعد ہم جنگل کے وسط میں پہنچ گئے۔ اب گاڑی کی رفتار بالکل آہستہ کر دی گئی۔ تاکہ شور نہ ہو۔ سب لوگ بالکل خاموش ہو گئے۔ ہم سے بھی تاکید کی گئی۔ کہ خاموش رہیں۔ ہمراہ کے لوگوں سے معلوم ہوا۔ کہ شیر یہاں سے قریب ہے۔ اور کسی قسم کے شور سے خوف ہے۔ کہ وہ جاگ کر بھاگ نہ جائے۔

یکایک اس گھڑگھڑاہٹ کے غائب ہوجانے اور سب لوگوں کے خاموش ہوجانے سے جنگل کی ہیبت ناک فضا میں ایک قسم کی دہشت پیدا ہوگئی۔ سوائے اس کے کہ درخت ہوا سے یا گاڑی سے ٹکرا کے زور سے ہل جاتے ہوں۔ یا سوکھے پتے بیلوں کے قدموں میں آکے کھڑکھڑانے لگیں۔ ساری فضا بہت ہی خاموش تھی۔ پرندے بھی اس وقت دھوپ کی تپش سے بچنے کے لئے درختوں کے پتوں کی آڑ میں پناہ گزیں تھے۔

اسی حالت سے کچھ دور جا کے ہماری گاڑی رُکی۔ سب ہمراہی کچھ فاصلے پر روک دئے گئے۔ اور ہم گاڑی سے باہر نکلے۔ چچا جان نے تاکید کی۔ کہ سب بالکل خاموش رہیں۔ اور بجز اشارہ کے ایک دوسرے کو کچھ نہ کہیں۔ اب چچا جان کے ہمراہ ہم کچھ دور پیدل چلے۔ کانٹوں کے درختوں سے بچتے ہوئے۔ اور حتی الامکان قدموں کو آہستہ آہستہ دھرتے ہوئے۔ تاکہ آواز زیادہ نہ ہو۔ ہم چچا جان کے ہمراہ ایک بڑے بڑ کے درخت کے نیچے رُکے۔ چچا جان نے اشارہ سے بتلایا۔ کہ ہم کو اس درخت پر چڑھنا ہوگا۔

اس مضبوط درخت پر ۱۴ فٹ اونچی ٹہنیوں کے سہارے پر دو مچانیں بندھی ہوئی تھیں۔ مچان ایک چھوٹی سی چارپائی ہوتی ہے۔ مگر اس میں پائے نہیں ہوتے۔ ایک لکڑی کی سیڑھی کی مدد سے ہم سب یکے بعد دیگرے اوپر پہنچ گئے۔ دونوں مچانیں ایک ہی درخت پر اور بہت قریب بندھی تھیں۔ ایک کسی قدر بڑی تھی۔ اس میں والدہ صاحبہ۔ میری چھوٹی بہن۔ اور چچازاد ہمشیرہ بیٹھیں۔ اور دوسری قدرے چھوٹی تھی۔ اس لئے اس میں میں اور چچا جان قبلہ بیٹھ گئے۔

اس کے بعد جان سے اجازت لے کر "ہانکا" شروع ہوا۔ ہانکا ایسا ہوتا ہے۔ کہ کوئی تین سو آدمی (بعض وقت اس سے زائد ہوتے ہیں۔ اور کبھی کم بھی۔) ہاتھوں میں دف۔ لکڑیاں۔ تھالیاں اور شور کرنے کے لئے ہر ممکن چیز لے کے ایک سمت سے شور مچانا شروع کرتے ہیں۔ اس "شوریدہ سر" گروہ کی لیڈری کے لئے دس پانچ تجربہ کار گاؤں کے شکاری ہوتے ہیں۔ جن کی رائے اور حکم سے ہانکا اس خاص سمت سے شروع ہوتا ہے۔ جہاں شیر آرام کر رہا ہو۔ یہ لوگ ہر ممکن کوشش سے شور کرتے ہیں۔ دف بجاتے ہیں۔ تالیاں پیٹتے ہیں۔ چیختے ہیں۔ غرض جنگل کی خاموش اور سنسان فضا میں ایک عجیب طوفان سا برپا ہوجاتا ہے جس سے گھبرا کے شیر اپنی نیند سے چونک کے کسی دوسری جگہ کی تلاش میں وہاں سے نکل کے آگے راہی ہوتا ہے۔ ہانکا کرتے وقت اس کا خیال رکھا جاتا ہے۔ کہ شیر پریشان ہو کے کسی دوسری سمت نہ چلا جائے۔ بلکہ مچان کے مقابلے ہی سے گزرے

تاکہ شکار ہو سکے۔

ساڑھے چار بجے ہانکا شروع ہوا۔ پرندے پریشان ہو کے اِدھر اُدھر اُڑنے لگے۔ جنگل اس قدر گھنا تھا۔ کہ ہم کو وہ لوگ بعض وقت نظر آجاتے تھے۔ ورنہ صرف ان کا شور سنائی دیتا تھا۔ بعض اور شکاری اِدھر اُدھر درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے تاکہ شیر کی حرکت کو دیکھتے رہیں۔ بے چارا شیر! اس کو رات کو اسی لئے ایک تازہ بھینس کا بچہ کھلایا گیا تھا۔ کہ وہ خوب شکم سیر ہو کے غافل آرام سے سو جائے۔ چنانچہ وہ اس وقت قریب ہی کسی جھاڑی میں بہت غافل سو رہا تھا۔ اور کوشش کی جا رہی تھی۔ کہ وہ اب جاگ اُٹھے۔

چچا جان ایک بہت تجربہ کار شکاری ہیں۔ اور اس سے قبل کئی شیر ان کی بندوق سے شکار ہو چکے ہیں۔ انھوں نے اس وقت اپنی دو بندوقیں بھر کے مچان پر رکھ لیں۔ اور خاموشی سے منتظر آمد ہو رہے۔ ہم سب بالکل خاموش تھے۔ درختوں کی ٹہنیوں سے دھوپ چھن چھن کے جنگل کی سیاہی کو بعض جگہ روشن کر رہی تھی۔ بعض اوقات تیز ہوا کے جھونکے پتوں کو کھڑکھڑا کے ہم کو چونکا کر دیتے تھے۔ اور گمان ہونے لگتا تھا۔ کہ شیر آیا۔ ایک ذرا سی آواز سے چچا جان چوکنے ہو کے اِدھر اُدھر جستجو بھری نظروں سے دیکھ لیتے تھے۔ ایک دفعہ ہانکے والوں کے شور سے گھبرا کے کوئی جنگلی جانور درختوں کی آڑ میں تیزی سے بھاگا۔ چچا جان نے شیر کا گمان کر کے بندوق سنبھالی۔ مگر پھر مسکرا کے چپ ہو رہے۔ ہانکے والوں کا شور برابر جاری تھا۔ جو کبھی داہنی سمت معلوم ہوتا تھا کبھی بائیں سمت۔

تقریباً ایک گھنٹے تک ہم اسی طرح بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ ہانکنے والوں کا شور ہم سے کچھ قریب سنائی دینے لگا۔ چچا جان غور سے اسی سمت دیکھنے لگے۔ کہ یکایک میری نظر چند سوکھے پتوں کے کھڑکھڑانے سے۔ اور ایک طرف کی جھاڑی میں جنبش نظر آنے سے اسی وقت اُس طرف گئی۔ اور اسی لمحے اس خشک جھاڑی سے ایک بڑا شیر بہت مطمئن انداز سے سر اُٹھائے آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہوئے ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ گویا آرام دہ نیند سے جاگ جانے کے بعد اب اُسے کسی دوسرے محفوظ کونے کی تلاش تھی۔ اتفاقاً چچا جان کسی دوسری طرف دیکھ رہے تھے۔ اور ان کی نظر شیر پر نہیں پڑی تھی۔ میں نے آہستہ سے چچا جان کو اشارہ کیا۔ انھوں نے بندوق سنبھالی۔ اسی لمحے میرے کانوں کے قریب سے سن سے گولی نکلی۔ اور شیر کی گردن میں لگی۔ اور اس نے پریشان ہو کے آگے ایک جست لگائی۔ مگر چچا جان نے پھر سنبھل کے دوسری گولی چلائی۔ یہ وار کاری تھا۔ اب شیر لانبی گھانس میں پڑا دم توڑ رہا تھا۔ بہت ہی کم وقت میں وہ ختم ہو گیا۔ شاہ جنگل کو اس کس مپرسی کے انداز میں دیکھ کے

افسوس ہوا۔ اس کا زرد کوٹ جس کو سیاہ چیتے
عجب خوش گوار بنائے ہوئے تھے۔ گھاس میں
سے چمک رہا تھا۔

ہانکے والوں نے غالباً بندوق کی آواز سن کے
اب ہانکا موقوف کر دیا۔ چند منٹ کے بعد ان
کے لیڈر نے کچھ فاصلے سے چیخ کے پوچھا۔ کیا شیر
مرگیا؟ چچا جان نے یہاں اوپر ہی سے جواب دیا۔
کہ ہاں مرگیا۔ مگر ان لوگوں کا اطمینان نہ ہوا۔ پھر
پوچھا۔ مرگیا؟ جب یہاں سے اطمینان دلایا گیا۔
کہ ہاں بھئی۔ بالکل مرگیا۔ تب ہانکے والے نعرۂ
خوشی لگاتے اور کودتے ہوئے ہماری مچان کے
نیچے آئے۔ اور شیر کے گرد جمع ہو گئے۔

بارہا ایسا بھی ہوا ہے۔ کہ ہانکے والے زخمی
ادھموئے شیر کو مردہ سمجھ کے قریب آگئے۔ اور اس
کا شکار ہو گئے۔ اسی لئے وہ لوگ اس قدر احتیاط
کرتے ہیں۔ آپ کو بھی غالباً میری طرح سے تعجب
ہوگا۔ کہ شیر کو مردہ سن کے ہانکے والوں کو اس قدر
خوشی کیوں ہوئی؟ مگر معلوم ہوا۔ کہ کچھ تو اس وجہ
سے۔ کہ ان کا شور بہت کامیاب ثابت ہوا۔
اور کچھ اس وجہ سے۔ کہ اگر شیر نہ ملتا۔ تو ان کو آدھی
اجرت ملتی۔ مگر اب پوری ملے گی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بھی اپنے "جنگلی مسکن"
سے اترے۔ شیر کے قریب گئے۔ ہاتھ لگایا۔ ایک
گولی گلے میں گھسی تھی۔ اور دوسری پیٹ میں۔ اور
یہ دو سوراخ اب بھی موجود تھے۔ شیر دو فٹ سے
کچھ زیادہ لمبا تھا۔

چونکہ اب اندھیرا ہو چلا تھا۔ اس لئے ہم سب
شکرم میں واپس جائے قیام کو آئے۔ گاؤں والوں
نے اسی وقت بڑے اہتمام سے اس شیر کو جنگل
سے اٹھا۔ ایک چارپائی سے اسے باندھا۔ چند
ہرے پتے اور ٹہنیاں بھی بغرض خوب صورتی
باندھ دیں۔ کئی مشعلیں ہاتھ میں لے کے خوب
باجے کے اور خوشی کے نعرے کے ساتھ ایک گروہ
کثیر جمگھٹ میں اس شیر کو پورے گاؤں کی سیر
کراتے ہوئے ہمارے بنگلے کے قریب کسی جگہ
لا اتارا۔

سلطانہ بنت قاضی کبیر الدین بمبئی

خط

کئی روز سے میرا ارادہ تہذیب نسواں میں ایک
مضمون شائع کرنے کا تھا۔ خدا خدا کر کے آج یہ تمنا
پوری ہوئی۔ ڈیڑھ سال ہوا۔ کہ میرے دونوں
بھائی علی گڑھ کالج میں تعلیم پاتے تھے۔ وہاں سے
وہ مجھ کو جو خط بھیجا کرتے۔ ان کے مضامین اس قدر
دلچسپ اور سبق آموز ہوتے تھے۔ کہ سونے کے
حروف سے لکھ کر اس کو فریم میں لگایا جائے۔ تو
کم ہے۔ پرسوں میں نے سب پرانے خطوط

نکال کر پڑھے۔ ایک خط میں فخری پاشا کی ایک دلچسپ تقریر ملی ہے۔ جسے میرے بھائی جان نے نہایت ہی اچھے پیرائے میں لکھا تھا۔ ان کا یہ خط تہذیبی بہنوں کی دلچسپی کے لئے یہاں نقل کرتی ہوں ۔

عزیزی رضیہ۔ دعا۔ آپ کا خط پرسوں ملا تھا۔ مگر آج نہیں آیا۔ جس کی وجہ سے سخت تشویش ہے۔ آپ اخباروں میں پڑھ چکی ہوں گی۔ کہ آجکل افغان گورنمنٹ کے ترکی سفیر ہز ایکسلنسی حضرت فخری پاشا اور ان کی بیگم صاحبہ ہندوستان میں سفر کر رہے ہیں۔ کل رات وہ علی گڑھ تشریف لائے۔ اور آج دوپہر ایک جلسہ ان کا استقبال کرنے کے لئے منعقد کیا گیا۔ میں بھی گیا تھا۔ خوب لطف آیا۔ علی گڑھ اسٹیشن پر جو کچھ ہوا۔ وہ سننے کے قابل ہے۔ انہوں نے تقریر کی اور بہت ہی موثر تقریر ترکی زبان میں کی جس کا ماحصل درج کرتا ہوں ۔

"میں نے ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کے نفاق کے حالات سُنے۔ اور میرے سفر کا مقصد اس کی تحقیق کرنا ہے۔ میں عالم اسلامی کے اس عظیم الشان کالج کی زیارت کے ارادہ کو لے کر ہندوستان آیا تھا۔ اور تم (طالب علموں) سے بغل گیر ہونے کی تمنا بھی دل میں تھی۔ (تالیاں) ۔

جس وقت میں لاہور کی مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔ تو واپس ہوتے وقت میں نے چاہا کہ اس مشہور مسجد کی تصویر کھینچوں لیکن وہاں کے مُلانے مجھے اس سے باز رکھا۔ اور کہا۔ تصویر لینا حرام ہے۔ اے میری اولاد بامراد۔ ایسے مُلا کی تعلیم سے تم کیا ترقی حاصل کر سکتے ہو؟ جس وقت ہم علی گڑھ اسٹیشن پر اُترے۔ تو رات ہو گئی تھی۔ چنانچہ ہم دونوں ڈاک بنگلے میں گئے۔ وہاں مطلق جگہ نہ تھی۔ اس لئے ہم نے اپنی موٹر میں شب بسر کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن تم میں سے ایک بھائی خوش قسمتی سے ہمیں مل گیا۔ اور ہم ڈاکٹر ضیاء الدین کے ہاں پہنچ گئے ۔

اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں سپاہی ہوں۔ اور تم کو معلوم ہے۔ کہ سپاہی کے زبان نہیں ہوتی (تالیاں) ۔

یہ تقریر اس شخص کی ہے۔ جو موجودہ زمانے کی سب سے طاقتور اسلامی قوت (ترکی) کا سفیر ہے ۔

جس وقت وہ ہال سے باہر نکلے۔ تو لڑکے ان کے گرد جمع ہو گئے۔ اور ان سے مصافحہ کرنا شروع کیا۔ میں بھی دبک دبکا کر مجمع میں گھس گیا۔ اور ان سے مصافحہ کا شرف حاصل کر لیا۔ ان کو خبر بھی نہ تھی۔ کہ کس جاہل اور ان پڑھ لڑکے نے ان سے مصافحہ کیا۔ لیکن میں اس پر فخر کرتا ہوں۔ کہ مجھے ایک ترکی سفیر سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ میری جانب سے سب کو سلام ۔

دعاگو تمہارا بھائی

ایک دن میں نے بھائی جان کو لکھا۔ کہ آپ کے خطوط پڑھ کر والد اور ہم گھنٹوں ہنسا کرتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ملا:۔

عزیزی رضیہ۔ دعا۔ ابھی ابھی تمہارا خط ملا۔ میرے خطوط پڑھ کر والد ماجد کا ہنسنا معلوم ہوا۔ اور غالباً آپ لوگ بھی خندہ زن ہونے سے باز نہ رہتے ہوں گے۔ سُنیئے اور غور سے سُنیئے۔ ٹھنڈے دل سے میری داستان پُر درد سُنیئے۔ اور پھر غور کیجئے کہ میرے بیان میں کہاں تک حقیقت ہے۔ میں حق کے راستے پر چل رہا ہوں۔ یا نہیں۔ اگر آپ میری صدا کو قابل قبول پائیں۔ تو للہ میری باتوں پر عمل کیجئے۔

میں جب حیدرآباد میں تھا۔ (آہ کیا دن تھے) آپ لوگوں نے میرے بیان کی رتی بھر پروا نہ کی۔ لیکن میں اُن آدمیوں میں سے نہیں ہوں۔ جو صرف ایک دفعہ کی ناکامی سے ناامید ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ ایک مرتبہ پھر سعی کر کے آپ لوگوں کو اپنے راستے پر لانے کی کوشش کروں۔ اور اس کا ذریعہ میں نے خطوط رکھے ہیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں کو ایک دور دراز مقام سے ہندوستانیوں کی موجودہ بے چینی سے آگاہ کروں۔ اور آپ کے سینوں کو جوہر حریت و آزادی سے الامال کر دوں۔ اگر آپ لوگ میرے خیالات پر ہنستے ہیں۔ تو اس کی کچھ پروا نہیں۔

کیونکہ شروع شروع میں رفتار زمانہ کے مطابق ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور بعد میں لوگ اس کو صحیح جان کر اس کی تقلید کرتے ہیں۔ کیا آپ کو امریکہ کے اُس شخص کا واقعہ یاد نہیں۔ جس نے شروع شروع "چھتری" دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے ایجاد کی۔ جب وہ بازار میں چھتری لگا کر نکلتا۔ تو لوگ اس کی طرف انگلیاں اُٹھاتے اور اس کا مذاق اُڑاتے۔ لیکن رفتہ رفتہ سب اس کو استعمال کرنے لگے۔ اور آج یہ وقت ہے۔ کہ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں۔ جہاں یہ چیز آپ کو نظر نہ آئے۔ یہی حالت راہ حق پر چلنے والوں کی ہوتی ہے۔ سمجھے آپ؟

اگر آپ لوگ زیادہ محنت و کاوش اُٹھانا پسند نہیں کرتے۔ تو کم از کم اتنا تو کیجئے۔ کہ بدیشی کپڑا پہننا ترک کر دیجئے۔ اور وہ چیز جو غیر ملک کی اور غیر قوم کی ہو۔ اسے خریدنے سے محترز رہئے ایسا کرنے سے نہ صرف آپ اپنے ملک بلکہ اپنی قوم پر ایک بہت بڑا احسان کریں گے۔

سُنیئے! کیا یہ ہماری بدبختی نہیں ہے۔ کہ جو چیز ہمارے ہاں تیار ہوتی ہو۔ ہم وہ نہ خریدیں۔ اور اسی چیز کے لئے دوسری قوموں کے محتاج بنیں اور اس طرح اپنی گردنوں میں طوق غلامی ڈال لیں۔ آپ کہیں گے۔ کہ ہندوستان میں تیار کونسی چیز ہوتی ہے۔ جو ہم خریدیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ دنیا کی وہ کونسی چیز ہے۔ جو ہندوستان میں تیار

نہیں ہوتی۔ بے شک تیار ہوتی ہے۔ ڈھاکے کی ململ کو دیکھئے۔ کہ ایک زمانے میں کس قدر مشہور تھی۔ اور اب صرف ہماری بے پروائی سے یہ صنعت ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئی۔ اگر ہم اس صنعت کی قدر کرتے۔ تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ بہرحال حاصل کلام یہ کہ للہ بدیشی کپڑا ترک کیجئے۔ اور اپنے پیارے وطن کا تیار کیا ہوا کپڑا پہنئیے۔ خواہ وہ کیسا ہی خراب کیوں نہ ہو۔ رفتہ رفتہ یہی معمولی کھدر کسی زمانے میں مانچسٹر کے کپڑے سے بازی لے جائے گا۔

اب آپ کہیں گے۔ کہ صنف نازک کس طرح کھدر پہن سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بی اماں مرحومہ کو دیکھئے۔ ان کی مثال۔ ان کی نظیر آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ کہ وہ مرتے دم تک برابر کھدر پہنتی رہیں۔ یہاں تک۔ کہ جب وہ سخت بیمار تھیں۔ تو مولانا محمد علی نے انہیں کھدر پہننے سے منع بھی کیا۔ اور معمولی ململ پہننے کی سفارش کی۔ لیکن اس عالی وقار ہستی کو دیکھئے۔ کہ قطعی انکار کر دیا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ لوگ شروع شروع میں آپ لوگوں کی ہنسی اڑائیں گے۔ لیکن بعد میں سب اسی کی تقلید کرلی شروع کر دیں گے۔

اب ختم کرتا ہوں۔ جوش میں بہت کچھ لکھ دیا۔ انشاء اللہ پھر کبھی اس بحث پر قلم اٹھاؤں گا۔ کیونکہ یہ بحث بہت طول طویل ہے۔ مقبول (چھوٹا بھائی)

کہاں ہے۔ اس کو یہ خط دکھائیے۔ اور اس سے رائے طلب کیجئے۔ کیونکہ وہ کھدر پہننے کا بہت شوقین ہے۔ لیکن آپ لوگوں کے سبب مجبور ہے۔ باقی خیریت۔ دعا گو۔ تمہارا بھائی۔

رفیعہ بیگم

کج خلقی

بد ترین ناپسندیدہ عادت اکثر لوگوں میں کم و بیش پائی جاتی ہے۔ بہت کم ایسی خوش نصیب ہستیاں ہیں۔ جو اس عیب سے مبرا ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا جب مسلمانوں کا اخلاق اور خلق دنیا میں ضرب المثل تھا۔ مگر اب برخلاف اس کے ان کے افلاس کے ساتھ ان میں کج خلقی اور بد اخلاقی بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں مجھ کو افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ فی زمانہ عورتوں میں بے مروتی عام اور ایک معمولی بات ہوتی جاتی ہے۔ گو ہم لوگ یہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ کسی کے ساتھ اخلاق سے پیش آنے میں ہمارا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ بلکہ لوگ ہمیشہ خلیق آدمی کی تعریف ہی کرتے ہیں۔ اور اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ باوجود اس کے ہم لوگ اپنے اخلاق کو سنوارنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو دنیا میں بہت سے جھگڑے اور فساد

صرف بے مروتی کی وجہ سے ہوتے ہیں + آپس کے
میل جول میں تفرقہ اسی عادت سے پیدا ہوتا
ہے + یہ ایک ایسی چیز ہے - جو خوشی کو فوراً رنج
سے مبدل کر دیتی ہے + غرضکہ روزمرہ کی زندگی میں
جو معمولی معمولی رنج ایک دوسرے کو پہنچایا کرتے ہیں
اور رفتہ رفتہ ترقی کر کے آخر میں ایک مہیب شکل اختیار
کر لیتے ہیں - وہ اسی کے کرشمے ہیں +

سب سے پہلے روزمرہ کی گفتگو میں اخلاق
کی درستی کی بہت ضرورت ہے - کیونکہ اس میں
اپنا ذاتی فائدہ بھی ہے + جو برتاؤ اپنا دوسروں کے
ساتھ ہوگا - وہی برتاؤ دوسرے ہمارے ساتھ کریں
گے + ایک معمولی مثال ہے - کہ اگر کسی نے کوئی بات
کہدی - اور اس کا جواب کج خلقی کی وجہ سے خلاف
امید دیا گیا - تو جواب دینے والے کو اس کا احساس
نہ ہوگا - کہ اس کی اس حرکت سے دوسروں کے
جذبات پر کیا اثر پڑا - یا دوسروں کو کس قدر شرمندگی
یا خجالت اُٹھانی پڑی + مثل ہے - کہ جو جیسا کرے
گا - ویسا پائے گا + اگر ہم کسی کے ساتھ بدسلوکی
سے پیش آئے - تو دوسرے ہمارے ساتھ بھی
ویسا ہی برتاؤ کریں گے - اس لئے ہم کو اس کے
لئے تیار رہنا چاہئے + مگر افسوس تو اس بات کا
ہے - کہ جب ایسا موقع آتا ہے - تو ہم اپنی حرکتوں
کو بھول جاتے ہیں - اور فوراً شکوہ شکایت کا ایک
دفتر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں - اور اکثر یہ بھی کہتے ہیں
کہ فلاں سے اس کی توقع نہ تھی - کہ وہ ایسا کریں
گے - باوجودیکہ ایسی توقع بالکل بے محل اور نامناسب
ہوتی ہے - اور لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ دلوں
میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے + باوجود اس کے
کہ آج کل تعلیم کا چرچا بفضلہ روزافزوں ہے - مگر
لوگوں کے اخلاق میں کوئی نمایاں ترقی نہیں
نظر آتی ہے + شاید اس کی وجہ یہ ہے - کہ اخلاقی
تعلیم کی طرف حکام تعلیم توجہ نہیں ہے - مگر جبکہ
یہ نقص ہر اہل الرائے کے نزدیک مسلم ہے - اور
تعلیم کا محکمہ اس عہد میں دیسی حکام کے ہاتھ اور
پورے اختیار میں ہے - پھر اب اصلاح اخلاق
کی تعلیم میں انتظار کس بات کا ہے ؟ ہر صوبہ کے
وزیر ہند کو اس ضروری کام کی طرف جلد توجہ کرنی
چاہئے +

راقمہ مسز ایم اے صبور - فتح گڑھ

لاہور کا فساد

۳ مئی کی رات کو جو افسوسناک واقعہ لاہور
میں ہوا - اور اس کے جو ہولناک نتائج بعد کے
چند دنوں میں نکلتے رہے - ان کا مختصر تذکرہ خبروں
کے کالم میں ناظرین تہذیب کی نظر سے گزر چکا
ہے + تمام ہندوستان کے اخبارات نے عموماً اور
پنجاب کے اخبارات نے خصوصاً فساد کی تمام

خبریں بہت مفصل شائع کی ہیں۔ اور ان پر رائے زنی بھی کی ہے۔ اس لئے نامناسب نہ ہوگا۔ اگر اب کہ فساد کا زمانہ گزر چکا ہے۔ ہم مختصر طور پر اس کے متعلق اپنے بعض خیالات کا اظہار کریں۔

ہندوستان میں جہاں کہیں بھی مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان فساد ہوتا ہے۔ دونوں جماعتوں کے اخبارات اپنی اپنی مظلومی کی داستانیں بڑے بڑے عنوانوں سے شائع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ ہم لٹ گئے۔ مار ڈالے گئے۔ اور تباہ و برباد ہو گئے۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ دنیا اور قانون کو اپنی بے گناہی اور مقابل جماعت کے ظلم و ستم کا قائل کر دیں۔ لاہور کے فساد کے متعلق بھی اخبارات کا یہی رویہ ہے۔ ہندو اور سکھ اخبارات لکھ رہے ہیں۔ کہ فساد کے ذمہ دار تمام تر مسلمان ہیں۔ انہوں نے بنائے فساد رکھی۔ جو مسلمان ۳ مئی کی رات کو بعض سکھوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ ان کا جنازہ دھوم دھام سے اٹھایا۔ اور مشتعل ہو گئے۔ ہندوؤں اور سکھوں کو لوٹا۔ زخمی کر دیا اور مار ڈالا۔ مسلمان اخبارات کا بیان ہے۔ کہ سکھوں اور ہندوؤں نے پہل کی۔ اس طرح کہ اول تین بیگناہ نمازیوں کی جان لی۔ پھر جنازوں پر اینٹیں برسائیں فساد شروع کیا۔ مسلمانوں کو لوٹ لیا۔ زخمی کر دیا۔ اور جان سے مار ڈالا۔ اس کوشش میں دونوں جماعتوں کے اخبارات ایسی تمام باتوں کو چھپانا چاہتے ہیں جن سے ان کے دعوے پر کسی طرح نکتہ چینی کی گنجائش ہوتی ہے۔ اور یوں دانستہ جھوٹ کی اشاعت کر رہے ہیں۔

لاہور کے فساد کے متعلق ہماری بے لاگ رائے یہ ہے۔ کہ اس میں کسی مذہب کی طرف سے کوئی خاص منظم سازش پوشیدہ نہ تھی۔ چند کوتاہ اندیش سکھوں نے قتل میں پہل کی۔ مسلمانوں نے شروع شروع میں بہت صبر اور ضبط سے کام لیا۔ لیکن دن میں مقابل جماعت کی طرف سے کسی قسم کے افسوس یا ندامت یا کم از کم ہمدردی کا اظہار نہ ہوا۔ اور پھر بعد میں جنازوں پر اینٹیں برسیں۔ اس سے بعض مسلمان بے قابو ہو گئے۔ اور فساد کرنے لگے۔ فساد میں مسلمانوں کی نسبت سکھوں اور ہندوؤں کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔

بعض ہندو اور سکھ لکھ رہے ہیں۔ کہ ۳ مئی کی رات کو جو جلسہ باؤلی صاحب میں منعقد ہوا۔ یہ فساد اس جلسے کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا۔ جلسے اور فساد کا صرف اس قدر تعلق ہے۔ کہ ایک سکھ جو کسی مسلمان گوجر سے لڑ کر مسلمانوں سے پٹ گیا تھا۔ جلسے میں پہنچا۔ اور سکھوں کے اس مجمع کے روبرو اس نے فریاد کی۔ اس پر بعض سکھ اس کے ساتھ چل دیئے۔ راہ میں ایک مسجد کے چند نمازیوں سے ان کی تو تو میں میں ہو گئی۔ صرف اس تنازعہ پر بات اتنی بڑھی۔ کہ ہاتھا پائی کی نوبت آ گئی۔

سکھوں نے کرپانیں کھینچ لیں۔ تین مسلمانوں کو قتل اور دو کو زخمی کر دیا ۔

لیکن اس بیان پر کسی طرح کوئی یقین نہیں کر سکتا ہے ۔ باؤلی صاحب میں جو جلسہ ہوا اگرچہ اس کی کارروائی اور تقریریں کسی باوثوق ذریعے سے ٹھیک ٹھیک نہیں معلوم ہونے پائیں لیکن اس جلسے کے انعقاد کے متعلق جیون سنگھ ٹلی والے نے جو منادی کی تھی۔ اور جو الفاظ کہہ کر لوگوں کو مدعو کیا تھا۔ وہ سب کو معلوم ہیں۔ اور ان سے جلسے کی روش اور اس کے مقصد کے متعلق کچھ نہ کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

پچھلے دنوں لاہور میں ایک مسلمان لڑکے پر اس الزام میں مقدمہ دائر ہوا۔ کہ اس نے ایک سکھ خاتون کی توہین کی ہے ۔ یہ مقدمہ اب تک چل رہا ہے۔ اور ابھی اس کا فیصلہ نہیں ہوا ۔ جیون سنگھ ٹلی والا اسی مقدمے کا حوالہ دے کر باواز بلند شہر میں لوگوں سے کہتا پھرا۔ کہ اب سکھ خواتین کی عزت خطرے میں ہے۔ سکھوں کو چاہئے۔ کہ اپنی ناموس کی حفاظت کے لئے آمادہ ہو جائیں اور رات کو باؤلی صاحب میں جمع ہو کر باہم مشورہ کریں ۔ میں نے آج سے اپنا نام جیون سنگھ کی بجائے مرن سنگھ رکھ لیا ہے ۔

اس منادی کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جلسے میں اشتعال انگیز تقریریں ہوئی ہوں گی۔ اور مارنے اور مر جانے کے سوال پر غور کیا گیا ہو گا۔ کوئی ذمہ دار سکھ رہنما اس جلسے میں شریک نہ تھا جو حاضرین میں اشتعال پیدا نہ ہونے دیتا۔ چنانچہ گمان غالب ہے۔ کہ عوام نے تقریریں کیں۔ اور ایک دوسرے کو بھڑکا دیا ۔

یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس جلسے میں پہلے ہی سے یہ قرار پا چکا تھا۔ کہ مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔ یا جب ایک سکھ مسلمان گوجر سے لڑنے کے بعد پٹ کر جلسے میں آیا۔ تو اس وقت یک لخت فیصلہ ہو گیا ۔ بہرحال یہ ظاہر ہے۔ کہ اس جلسے میں سے بعض سکھ یہ تہیہ کر کے بڑے جوش میں نکلے۔ کہ مسلمانوں سے سمجھیں گے ۔

پھر یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ جو مسلمان مسجد سے عشا کی نماز پڑھ کر نکلے۔ وہ کسی طرح لڑائی کے لئے کمر بستہ نہ تھے ۔ ان کی بے گناہی پر کسی باوثوق ذریعے سے اب تک حرف نہیں آنے پایا۔ چنانچہ ان کا مارا جانا اور مجروح ہونا صاف طور پر سکھوں ہی کی پہل اور زیادتی کی شہادت دیتا ہے ۔ پولس کے آجانے سے کچھ سکھ بھاگ گئے۔ اور کچھ گرفتار کر لئے گئے۔ اور ایک عارضی سا سکون ہو گیا ۔ اتفاق سے اس رات بارش ہو رہی تھی اس لئے یہ خبر زیادہ نہ پھیلنے پائی۔ اور صبح ہی کے وقت عام ہو سکی۔ اور اس وقت مسلمانوں کو اپنے مجروح جذبات کی تسکین کرنے کی اس

کے سوا کوئی صورت نظر نہ آئی۔ کہ مقتولوں کو ثواب
پہنچانے کی غرض سے بڑی سے بڑی جماعت نماز جنازہ
ادا کرے۔ اس لئے نمازیوں کا بہت بڑا ہجوم ہو گیا۔

بعض ہندو اخبارات کی رائے ہے۔ کہ اگر
گورنمنٹ جنازوں کا جلوس نہ نکلنے دیتی۔ تو
لاہور میں فساد نہ ہونے پاتا۔ اب کہ سب کچھ ہو چکا
اس قسم کی رائے زنی فضول ہے۔ کہ یوں ہوتا۔
تو کیا ہوتا۔ اول تو صبح کے وقت کسی کو یقین
نہ تھا۔ کہ رات تک لاہور کی یہ کیفیت ہونے والی
ہے۔ اور پھر دوسرے کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسا
قسم کی بندش سے عوام کو اپنی بے لبسی اور بے
چارگی کا جو تلخ احساس ہوتا۔ اس سے جذبات
اَور نہ بھڑک اُٹھتے؟

ہندو اخبارات کا بیان ہے۔ کہ جنازوں کا
جلوس گزرنے کے دوران میں مسلمانوں نے بعض
ہندو دکان داروں کو زبردستی دکانیں بند کرنے
پر مجبور کیا۔ اور بعض جگہ جہاں دکان داروں نے
انکار کیا۔ ان کو مالی نقصان بھی پہنچایا۔ مسلمان
اخباروں نے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا لیکن
اس کے صحیح ہونے میں کچھ شبہ نہیں کیا جا سکتا۔
ہمیں تحقیق سے معلوم ہوا۔ کہ جلوس مذکور کا آخری
حصہ بازاری لوگوں پر مشتمل تھا جس میں بہت
سے شریر و مفسد لوگ شریک تھے۔ ان سے
ایسی حرکات کا سرزد ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

وہ واقعہ جس نے عام ہندو مسلم کشیدگی سے
قطع نظر کرتے ہوئے سکھوں اور مسلمانوں کے اس
جھگڑے میں ہندوؤں کو بھی گھسیٹ لیا۔
سیتلا مندر پر سے جنازوں پر اینٹیں برسانا ہے۔
جب سے فرقہ وارانہ کشیدگیوں نے قومی تحریکوں
کا گلا دبایا ہے۔ رہنماؤں اور اخباروں نے
عوام کے نازک مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنا
شروع کیا ہے۔ سنگھٹن اور تنظیم کی تحریکیں وجود
میں آئی ہیں۔ اور مختلف مقامات میں فساد ہوئے
ہیں۔ لاہور کے مسلمانوں اور ہندوؤں کے
دلوں میں بھی میل آ چکا تھا۔ خواہ یہ کہا جائے۔
کہ غلط طور پر سمجھا گیا۔ لیکن سیتلا مندر پر سے
چند غیر ذمہ دار ہندوؤں کی طرف سے جنازوں
پر اینٹیں پھینکے جانے نے یہ بات عوام کے
دل نشین کر دی۔ کہ اس حادثے میں ہندوؤں
کی ہمدردی ان کی شریک غم نہیں ہے۔ چنانچہ
جو زہر دلوں میں بھرے ہوئے تھے پھوٹ بہے۔
ہندو اخبارات اس واقعہ کو بہت سرسری طور
پر اور گول مول الفاظ میں بیان کر جاتے ہیں۔
اور کہتے ہیں۔ کہ ہندوؤں کو بدنام کرنے کی غرض
سے مسلمانوں نے اینٹیں خود جنازوں پر پھینکیں۔
لیکن اس پر یقین کرنا عقل سلیم کے لئے بہت
مشکل ہے۔ اور ہمارے خیال میں اس فساد
کو بہت نمایاں طور پر ہندو مسلم تنازعہ بنا دینے میں

اسی واقعہ کا بہت کچھ دخل ہے*

قبرستان سے لوگ واپس آئے ہیں۔ تو فساد شروع ہوگیا۔ یہ کسی نے واضح طور پر نہیں لکھا۔ اور غالباً کسی کو معلوم بھی نہیں۔ کہ مسلمانوں کے شہر کے ایک خاص حصے میں پہنچتے ہی یک لخت مار دھاڑ شروع ہوگئی۔ یا کوئی اور چھوٹی سی نئی بات فساد شروع ہونے کا بہانہ بنی۔ شہر کے خاص خاص حصے فساد کا مرکز بن گئے۔ اور چند مسلمان محلوں میں سے کسی ہندو کا۔ اور چند ہندو محلوں میں سے کسی مسلمان کا سلامت گزرنا ناممکن ہوگیا۔ لاٹھیوں اور چھریوں سے آتے جاتے شریف اور بے ضرر لوگوں پر حملے ہونے لگے۔ اور زیادہ تر بے خبر مسافر اور اکیلے دوکیلے لوگ نہایت سنگدلی سے مجروح کئے گئے۔ اور مار ڈالے گئے۔ نہ معلوم کیا جنون لوگوں پر سوار ہوگیا تھا۔ جس کے نزدیک ایک جیتا جاگتا انسان ایک مٹی کے کھلونے سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا*

مسلمان اخبارات لکھ رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ انہیں یہ کہنے کی جرأت کیونکر ہوتی ہے۔ سرکاری رپورٹ سے ظاہر ہے۔ کہ اس فساد کے باعث اب تک ۵ سکھ ۱۲ ہندو اور ۷ مسلمان مر چکے ہیں۔ اور ۱۴ سکھ ۹۵ ہندو اور ۲۴ مسلمان زخمی ہوئے ہیں۔ اعداد و شمار سامنے ہوتے ہوئے بھی اس قسم کے بیان کرنا انصاف کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ہے*

ہم نے شروع ہی میں بیان کر دیا ہے۔ کہ اس فساد سے من حیث القوم نہ سکھوں کا تعلق ہے نہ مسلمانوں کا اور نہ ہندوؤں کا۔ جتنی شرمناک ظہور میں آئیں۔ ان کا تینوں جماعتوں کے غیر ذمہ دار لوگوں سے تعلق ہے۔ اور انہیں واقعات کے دوران میں ایسی بے شمار مثالیں دیکھنے میں آئیں۔ کہ صلح پسند لوگوں نے اپنی نیک دلی سے مخالف مذہب لوگوں کی امداد کی۔ اور اس ہنگامہ میں ان کی جان و مال کی حفاظت کرتے رہے*

فساد کے دوران میں لاہور کے مسلمان رہنماؤں نے امن قایم کرنے کی جو کوششیں کیں۔ وہ نہایت قابل قدر تھیں۔ سر محمد شفیع۔ شیخ عبد القادر۔ میاں عبد العزیز بیرسٹر خلیفہ شجاع الدین اور مرزا یعقوب بیگ تمام شہر میں پھرتے رہے۔ لوگوں کو امن سے رہنے کی تلقین کی۔ مظلوموں کو امداد پہنچائی زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اور اپنا بہت سا وقت قوم کی خدمت میں صرف کیا۔ ہندو اخبارات بجا طور پر اپنے لیڈروں کے شاکی ہیں۔ کہ تمام فساد کے دوران میں انہوں نے عوام میں پہنچنے سے گریز کیا۔ اور اس وقت آکر خبر لی۔ جب فتنہ تقریباً فرو ہوچکا تھا*

کئی اخباروں کو گورنمنٹ اور پولیس سے یہ شکایت ہے۔ کہ ان کی طرف سے مناسب موقعوں

پر مناسب کارروائیاں عمل میں نہیں آئیں لیکن ہماری رائے میں گورنمنٹ نے فساد کو جلد از جلد فرو کرنے میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھی۔ فساد شروع ہوتے ہی افواج لاہور کے نواح میں روانہ کی گئیں کہ کہیں باہر کے لوگ اس فتنے میں حصہ لینے کو نہ چڑھ آئیں۔ تمام بڑے سرکاری افسروں نے اپنے وقت کا بیشتر حصہ کوتوالی میں صرف کیا۔ سرمیلکم ہیلی گورنر پنجاب خود بار بار کوتوالی میں تشریف لائے۔ سرجیوفرے مونٹ مورنسی فنانس ممبر تمام فساد کے دوران میں نہایت سرگرمی سے مصروف کار رہے۔ مسٹر ادگلوی ڈپٹی کمشنر نے کئی دن تک کوتوالی میں رات بسر کی۔ دن میں دوسرے افسروں اور مجسٹریٹوں کے ساتھ شہر کا دورہ کیا۔ مظلوموں کی فریادیں خود سُنیں۔ امن قایم کرنے میں مناسب سختی سے کام لیا۔ اشتعال انگیز اخبار کو خود پڑھ کر ان کی نگرانی رکھی۔ دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیا۔ جس کی رو سے کہیں مجمع ہونے والوں کے ضرر رساں اسلحہ سے مسلح ہونے کا احتمال نہ رہا۔ کرفیو آرڈر نافذ کر دیا گیا۔ جس کے رو سے رات کے وقت کسی قسم کا فتنہ کھڑا ہونے اور آگیں لگنے کا اندیشہ نہ رہا۔ گورنمنٹ کی ان ہی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کہ یہ فتنہ اُٹھتے ہی بیٹھ گیا۔ اور جلد فضا صاف ہو گئی۔ دکانیں کھل گئیں۔ اور کاروبار امن سے چلنے لگا۔

بعض ہندو اخبارات نے یہ شکایت بھی کی ہے کہ پولس میں زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے۔ اور انھوں نے مصیبت میں ہندوؤں کی امداد نہیں کی لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ پولس کے مشتبہ ملازموں پر مقدمے قایم کئے جا رہے ہیں۔ اور اس دارو گیر کے وقت بہت سی ہندو پولس باہر سے طلب کر لی گئی ہے۔ باقی پولیس میں ہندوؤں کی عام قلت کی شکایت کے متعلق ڈپٹی کمشنر نے کہا ہے۔ کہ ہندو خود پولیس میں بھرتی ہونا پسند کرتے ہیں۔ ورنہ وہ ایسی بھرتی کرنے پر آمادہ ہیں۔ لہٰذا اب اپنی اس شکایت کو دور کرنا خود ہندوؤں کے بس کی بات بن گئی ہے۔

مسلمان اخبارات اصرار کر رہے ہیں۔ کہ چونکہ سکھ ایک سے زیادہ موقعوں پر کرپان سے بے گناہوں کی جان لے چکے ہیں۔ اس لئے یہ ان سے چھین جانی چاہئے۔ لیکن ہماری رائے میں یہ معقول مطالبہ نہیں۔ اول تو کرپان رکھنا مذہباً سکھوں کے لئے لازمی ہے۔ اور دوسرے سکھوں نے بہت سی قربانیاں کر کے اسے رکھنے کا حق حاصل کیا ہے۔ اس کی بجائے سکھ رہنماؤں سے یہ استدعا کرنا مناسب ہوگا۔ کہ چونکہ وہ خود اس بات کے ذمہ دار نہیں بن سکتے۔ کہ کرپان جائز طور پر استعمال ہوگی۔ اس لئے وہ اپنے ہم مذہبوں کو اونچ نیچ سمجھا کر اس امر پر رضامند کر دیں۔ کہ آیندہ ایسی وضع قطع کی کرپان استعمال کیا کریں۔ جیسی جنگ عظیم سے پہلے ہمیشہ

استعمال کیا کرتے تھے۔ کرپان کے بڑے چھوٹے ہونے کا سوال اسی وقت پیش آتا ہے۔ جب اس کے استعمال کا ارادہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ اگر کرپان کو صرف بطور ایک نشان مذہب کے استعمال کیا جائے۔ تو بڑی چھوٹی کی بحث بالکل نہیں اُٹھتی۔ چنانچہ زمانۂ حال سے ذرا پہلے مقدس سے مقدس خالصہ سکھ اس قدر چھوٹی کرپان رکھتے تھے۔ کہ وہ سر کے بالوں میں کنگھی کے ہمراہ رکھی جاتی تھی۔ اگر سکھ اس بات پر رضامند نہ ہوں۔ تو ہندو اور مسلمان بھی گورنمنٹ سے تلوار رکھنے کا مطالبہ کریں۔ تاکہ وہ بھی غیر محفوظ نہ رہیں۔

اب لاہور میں فساد میں حصے لینے والے گرفتار ہو رہے ہیں۔ عدالتیں کھلی ہیں۔ اور سزائیں مل رہی ہیں۔ ہر دور اندیش شخص اس صورت حالات پر رنجیدہ ہے۔ اور سوچ رہا ہے۔ کہ اگر یہی حالت رہی۔ تو ہندوستان کا آخر انجام کیا ہوگا؟ کیا یوں ہی کشت و خون کرتے کرتے عمریں تمام ہو جائیں گی۔ اور کیا یہ بچے جن کے معصوم دماغ ہوش سنبھالتے ہی اس نفاق کے زہر سے آلودہ ہو گئے ہیں۔ کبھی امن اور عزت کی زندگی بسر کر سکیں گے؟ کیا ہندوستان ذلت میں نیچے ہی نیچے گرتا چلا جائے گا؟ کبھی ایک آزاد اور باعزت ملک کی طرح فخر سے سر اونچا نہ کر سکے گا؟

خاکسار سید ممتاز علی

ماں کا فرض

نپولین کا قول ہے۔ کہ "اگر تم ملک کو ترقی دینا چاہتے ہو۔ تو اچھی مائیں پیدا کرو"۔ یہ مقولہ جس قدر مشہور ہے۔ اسی قدر سچائی اور وقعت اس میں موجود ہے۔ ماں ہی ایک ایسی ہستی ہے۔ جو اپنی اولاد کو ہیرا بنا دے چاہے پتھر۔ اس کے اختیار میں ہے۔ چاہے تو اپنے بچے کو انسان رہنے دے یا حیوان بنا دے۔ وہ ایک گوشت کے لوتھڑے کو فرشتوں کی صف میں داخل کر سکتی ہے۔ اور درندہ صفت حیوانوں کے گلے میں بھی شامل کر سکتی ہے۔

خدا نے یہ قدرت اس کو دی ہے۔ اور یہ فرض اس کے سپرد کیا ہے۔ کہ چاہے وہ اپنی اولاد کو دائمی زندگی عطا کرے۔ اور چاہے اس کی زندگی کو بربادی کا جامہ پہنا دے۔ یعنی اگر وہ اچھی تربیت اور عمدہ تعلیم اور پاکیزہ اخلاق سکھائے گی۔ تو اس کی اولاد نیک نامی۔ عزت اور دائمی شہرت و عظمت کی زندگی بسر کرے گی۔ ورنہ اس کے خلاف چند روز جوں توں زندگی گزار کر ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو جائے گی۔ اور دنیا اس کو مطلق یاد نہ رکھے گی۔

الغرض ماں کی آغوش ایک سانچہ ہے۔ اگر وہ سانچہ اچھا ہے۔ تو اولاد بھی اچھی ہوگی۔ ورنہ نہیں۔ اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ کہ کسی ملک کی

ترقی و تنزل کا دار و مدار اس ملک کی آنے والی نسلوں پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر آنے والی نسل صفات حسنہ سے متصف ہے۔ تو سمجھو۔ کہ اس قوم کا مستقبل اور اس ملک کا آنے والا زمانہ ترقی کی جانب میلان رکھتا ہے۔ ورنہ تنزل کی خندق موجود ہے۔ جو اس ملک اور قوم کی قبر کا کام دیگی۔ سب سے پہلا فرض جو ماؤں کا ہے۔ وہ اپنی اولاد کی تربیت ہے۔ کہ اپنی اولاد کو خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی ایسا بنائیں۔ کہ وہ دو نو محب وطن ماں باپ بن سکیں۔ ان کے دل حب وطن سے لبریز ہوں۔ اور ان کے دماغ ملکی خدمت گزاری کے جوش اور ولولہ سے معمور ہوں۔ ان میں آزادی اور حریت کی روح خون کی طرح ہر رگ و پے میں سرایت کئے ہو۔ ان کے ارادے مضبوط۔ ان کا جوش مستقل اور ان کا شوق دوامی ہو۔ ایثار اور برداشت مصائب و آلام ان میں موجود ہوں۔ خود غرضی۔ کم ہمتی۔ بزدلی اور دیگر مذموم اخلاق سے ان کا دامن محفوظ رہے۔

یقین کرو۔ کہ اگر تم اپنی اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت اس نقطۂ نظر سے کرو گی۔ تو اس سچی محبت کا ثبوت دو گی۔ جو ماؤں کو حقیقتاً اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔ ورنہ جس محبت کا تم اس وقت ثبوت دے رہی ہو۔ وہ حقیقی اور سچی محبت نہیں ہے۔ تم اس وقت صرف اوپری باتوں کا خیال رکھتی ہو۔ اگر تمہارے بچے کے پاؤں میں ذرا کانٹا چبھ جاتا ہے۔ تو تم بیتاب ہو جاتی ہو۔ لیکن تم کو اپنی اولاد کی اس تکلیف کا احساس نہیں ہوتا جس میں وہ ساری عمر مبتلا رہے گی۔ اس لئے اگر تم چاہتی ہو۔ کہ تمہاری اولاد آرام و راحت کی زندگی بسر کرے۔ تو اس کی یہی صورت ہے۔ کہ تم اپنی موجودہ نسل کو حب وطن کے جذبات کے زیر اثر تربیت دو۔ (منقول از خوش باش)

خاکسار امینہ خاتون از بلاسپور سی پی

محفل تہذیب

تہذیبی بہنوں کو یہ سن کر بے حد قلق ہوگا۔ کہ مسٹر ظفر عمر صاحب بی اے (مصنف نیلی چھتری بہرام کی گرفتاری وغیرہ) کی صاجزادی زہرہ بیگم نے ۱۷۔ اپریل روز یکشنبہ کو انتقال کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ نومبر گزشتہ میں مرحومہ کی بڑی ہمشیرہ بانو بیگم کا انتقال ہوا تھا۔ اور ان کے والد ماجد کے دل پر یہ صدمہ ابھی تازہ تھا۔ کہ یہ زخم لگا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے والدین اور جملہ عزیزوں کو اس صدمہ کی برداشت کے لئے صبر جمیل عطا فرمائے۔ منیجر

۷ مئی کے اخبار میں میرے مضمون میں چند اُوْر طباعت کی غلطیاں ہیں۔ جن کی تصحیح ضروری ہے:-

۱۔ صفحہ ۳۶۳ پر دوسرے پیرے میں ساتویں سطر میں بے حیائی کی بجائے بے خیالی:-

۲۔ اسی صفحہ پر دوسرے کالم میں آخری تین سطریں چھوڑ کر ذہنی تبدیلیوں کی بجائے "آتنی تبدیلیوں":-

۳۔ صفحہ ۳۶۴ پر پہلے کالم کی تین سطروں سے پہلے جن عنوانوں کی بجائے "جس عنوان"

۴۔ اسی کالم کی آخری سطر میں نہیں غلط ہے بھی ہونا چاہئے:-

۵۔ دوسرے کالم میں دوسرے پیرے کی دوسری سطر میں میں کی بجائے "پر" ہونا چاہئے:-

محمود الحسن صدیقی

دو ماہ سے زیادہ عرصہ ہوا۔ کہ محترمہ بیگم عبداللہ جان صاحبہ سکرٹری انجمن تہذیب نسواں بریلی کوئٹہ بلوچستان تشریف لے گئی تھیں۔ ان کی واپسی کے انتظار میں انجمن کا کوئی جلسہ اس عرصے میں منعقد نہ ہو سکا۔ نہ بہن صاحبہ کی خیریت معلوم ہوئی کہ اب وہ کہاں ہیں۔ اور کب تک واپس ہونگی:- اس لئے بذریعہ تہذیب دریافت کرتی ہوں۔ کہ بہن صاحبہ موصوفہ اپنی خیریت اور واپسی کے وقت سے اطلاع دیں۔ ممنون ہوں گی۔ خدا کرے وہ مع عزیزان بخیریت ہوں:- خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

یہ **مضامین** درج کئے جائیں گے:-

صلاح نیک	رضویہ خاتون
تعلیم نسواں دورِ جدید	عبدالرشید ملک
منگیتر سے خط و کتابت	ظفر جہاں
"	امت الوحی
"	بے نام
"	ہمشیرہ زادی نواب صاحب
"	حامدہ بیگم
نیبی تیتر	اہلیہ سلطان احمد
انتقام کابلی	بے نام
مراجعت وطن	ممتاز احمد
عورتوں کی یونیورسٹی	خدیجۃ الکبریٰ
اچھی صحت	امت الوحی
رسالہ دستکاری	ممتاز

یہ **مضامین** درج نہیں کئے جائیں گے:-

منگیتر سے خط و کتابت پر ایک نظر۔ پابندی رواج۔ تہذیبی بہنوں کی خدمت میں التجا۔ اشتہاری چیزیں۔ منگیتر سے خط و کتابت بریلی۔ ہمت و فرزانگی۔ حفظان صحت۔ دل۔ خانہ داری کا بجٹ۔ گوتما بدھ۔ نظم عقل سے علم۔ خواب نسیم۔ ہجو بسیار خور۔ غزل۔ شرلک ہومز کا مرض موت۔ ڈرائنگ۔ عورت کی بہادری۔ غرور ہستی۔ مرتبۂ نسواں۔ ملکہ زنوبیہ۔ مہمان و میزبان۔ ایران و تشرخی پردہ۔ پائریا۔ نوکروں سے برتاؤ۔ تعلیم قرآن۔ خانگی برتاؤ۔ ہمارا خوان (نظم) بچوں کی تندرستی و صفائی:-

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

دُلہنوں کے سہرے

تقریباً دنیا کے تمام ممالک میں شادی کے روز دلہن کے سر پر پھولوں کا سہرا باندھا جاتا ہے۔ اور ہر ملک میں اس مقصد کے لئے خاص پھول پسند کئے جاتے ہیں ٭

یہودی لڑکیاں شادی کے روز مہندی کے پھولوں کا سہرا باندھتی ہیں۔ جرمن دلہنوں کو بھی یہی پسند ہے۔ مگر چین میں ناشپاتی کے شگوفے استعمال کئے جاتے ہیں ٭

یونان میں دولھا دلہن دونوں کٹھلی کے پھولوں کا سہرا باندھتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی وہ سوسن یا گیہوں کی بالوں کو اس پر ترجیح دیتے ہیں ٭ شادی کی رسم کے دوران میں پروہت تین دفعہ دولھا دلھن کے سہرے تبدیل کرتا ہے۔ اور ہر دفعہ کہتا ہے "میں اللہ میاں کے غلام (یا خادمہ) کو تاج پہناتا ہوں" ٭

آرمینیا میں بھی دونوں کو یہ تاج پہنایا جاتا ہے۔ مگر دولھا دلہن کے سہرے سُنہری فیتوں سے باندھ دیتے ہیں ٭ یہاں بھی پروہت ان سہروں کو تین دفعہ یہ کہتے ہوئے تبدیل کرتا ہے "میں تمہیں محبت کے رشتے سے باندھتا ہوں۔ ہنسی خوشی بسر کرو"۔ سُنہری فیتے گویا محبت کا رشتہ ہوتے ہیں ٭

اسی طرح روس میں ہر دو فریق سہرا باندھتے ہیں۔ لیکن یہ سہرے پھولوں کے نہیں ہوتے۔ اور نہ سُنہری فیتوں سے باندھے جاتے ہیں۔ یہ سہرے سپند اور افسنتین کے ہوتے ہیں۔ اور جب پروہت انہیں حسب معمول تین دفعہ بدلتا ہے۔ تو ہر دو جوڑے کو بڑی متانت سے ان الفاظ میں متنبہ کرتا ہے۔ کہ جس طرح سپند اور افسنتین ترشی اور رنج کی علامت ہیں۔ اسی طرح انہیں بھی اپنی ازدواجی زندگی میں رنج و غم کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ جس طرح یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ شعلہ اوپر کو اٹھتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی سچ ہے۔ کہ انسان رنج و غم کے لئے پیدا ہوا ہے" ٭

آٹھ سَو سال سے زیادہ عرصے سے انگلستان کی دُلہنیں نارنگی کے پھولوں کا سہرا باندھتی ہیں۔ یہ پھول رچرڈ اول کے زمانے میں صلیبی جنگ میں حصہ لینے والے بہادر فلسطین سے لائے تھے ٭

اس میں شک نہیں۔ کہ انہوں نے اپنے دشمنوں کی سیاہ چشم دلہنوں کو انہی پھولوں کے سہرے باندھتے دیکھا۔ اور پسند آنے پر انگلستان میں رائج کر دیا۔ یہ نہایت خوش گوار بات ہے۔ کہ سب سے پہلے ان پھولوں کا سہرا پہننے والی دلہن کا خاوند ارض مقدس کی جنگ میں حصہ لینے والے بہادروں میں سے تھا۔

دانتوں اور ہونٹوں کی حفاظت

دانتوں کی حفاظت اور ہونٹوں کی نرمی اور سُرخی کا خیال رکھنا ہر شخص کے لئے نہایت ضروری ہے۔ بعض لوگ بظاہر خوب تندرست اور گورے چٹے نظر آتے ہیں۔ مگر جونہی ذرا مسکرائے۔ ٹوٹے پھوٹے اور کالے کلوٹے دانت نظر آنے لگے۔ جو نہایت ہی بدنما معلوم ہوتے ہیں۔ انسان کی صحت کا دارومدار بھی بہت کچھ دانتوں ہی کی حالت پر ہے۔ ان کی پوری حفاظت کرنی چاہئے۔ اور کبھی کبھار کسی ماہر دنداں ساز کو ضرور دکھا لینے چاہئیں۔ اکثر دانتوں میں سے ایک قسم کا زہر غذا میں مل کر انسان کے جسم میں داخل ہوتا رہتا ہے۔ جس سے صحت خراب ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ بچپن ہی سے یہ عادت ڈالنی چاہئے۔ کہ دانت صبح و شام ضرور صاف کئے جائیں۔ اور اگر ہو سکے۔ تو کھانا کھانے کے بعد بھی۔

خوراک کا بھی دانتوں پر بہت اثر پڑتا ہے۔ زیادہ نرم خوراک کھانے میں نہ تو منہ کے اعضاء کو کافی حرکت ہوتی ہے۔ اور نہ مسوڑوں کو۔ اس کے علاوہ اس قسم کی خوراک دانتوں میں پھنسی رہ جاتی ہے۔ جس سے وہ قبل از وقت خراب ہونے لگتے ہیں۔ خوراک میں اس قسم کی چیزوں کی خاصی مقدار ہونی چاہئے۔ جنہیں دیر تک چبانے کی ضرورت ہو۔ احتیاط سے پکا ہوا گوشت۔ کسی قدر سخت ترکاریاں اور ایسے پھل جنہیں خوب چبانا پڑے بہت مفید ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جو لوگ باقاعدہ اس قسم کے پھل مثلاً سیب وغیرہ کھاتے رہتے ہیں۔ ان کے دانت قبل از وقت خراب نہیں ہوتے۔ اور وہ جبڑے کی ایسی تکلیفوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ جو مسوڑوں کی خرابی سے اکثر پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ دانتوں کو صاف رکھنے کے لئے اس قسم کی سخت چیزوں کا صحت بخش دباؤ نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ اس سے دانتوں پر وہ پھپھوندی سی نہیں جمنے پاتی۔ جو ان کے لئے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ اور دانتوں کی جڑ میں شریانوں کو طاقت پہنچنے کے باعث جبڑا کئی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

ہونٹوں کے لئے بھی جبڑے کا اچھی حالت میں ہونا بہت مفید ہے۔ جس شخص کے دانت اچھی حالت میں ہوں۔ اس کے ہونٹ اتنا زونا در ہی زرد یا بے رنگ نظر آئیں گے۔ ہونٹوں کو زور سے رگڑنا یا دانتوں سے چبانا نقصان دہ ہے۔ اس سے

خبریں اور نوٹ

حکومت مصر نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ امسال حج کے موقع پر مکہ معظمہ کو محمل مقدس نہ بھیجا جائے۔ کیونکہ ابن سعود اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ مصری فوج غیر مسلح ہو کر آئے۔ اس کے علاوہ بعض اور ایسی باتیں عائد کرنے پر اصرار کر رہے ہیں۔ جو مصری حاجیوں کی آزادی میں رکاوٹ پیدا کرنے والی ہیں۔ موجودہ صورت حالات میں اگر مصری لوگ حج کے لئے جائیں۔ تو اپنی ذمہ داری پر جائیں ÷

ایران میں جن حکومتوں کو خاص عدالتی اور قانونی حقوق حاصل ہیں۔ ان کو حکومت ایران نے اطلاع دی ہے۔ کہ ۱۰ مئی ۱۹۲۸ء سے وہ تمام حقوق کالعدم ہو جائیں گے۔ یعنی اس طرح وہ تمام معاہدے جن کی رو سے غیر ملکیوں کو مراعات حاصل تھیں۔ سال بھر کا نوٹس دے کر منسوخ کر دئے گئے ÷

ایران کی مالی کمیٹی نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ تمام ملکی عہدہ داروں کی تنخواہ کم کر دی جائے۔ اس پر پانچ ہزار آدمیوں کے ایک مجمع نے مظاہرہ کیا۔ اور وزیر اعظم کو وعدہ کرنا پڑا۔ کہ وہ ان کے مطالبات پر غور کریں گے ÷

بروصہ (ترکی) میں ایک اطالوی لڑکی مس ایلی جاسوسی کے الزام میں گرفتار کی گئی ہے÷ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یہ لڑکی نہایت حسین ہے اس نے اپنے حسن خداداد کے رعب سے ایک ترک افسر سے چند ضروری نقشے حاصل کرنے چاہے۔ لیکن ہوشیار اور بیدار مغز ترک افسر مرعوب نہ ہوا۔ بلکہ اس نے اسے پولیس کے حوالے کر دیا۔ اور تحقیقات کے بعد مس مذکور اطالوی جاسوس ٹھہری ÷

چین کی قوم پرست فوج نے مقام چیو کو پر قبضہ کر لیا۔ اور شاہ پرست فوجیں بغیر کسی جنگ کے اس مقام کو خالی کر کے پیچھے ہٹ گئیں۔ لیکن بعد میں انہوں نے گولہ باری کی۔ ان کے جانے کے بعد لٹیروں نے دریا کو عبور کر کے لوٹ مار کی کوشش کی۔ لیکن قوم پرستوں نے روک تھام کر لی۔ اور انہیں سخت سزائیں دیں ÷

خبر ہے۔ کہ قوم پرست چینیوں نے ایک دوسرے مقام ہونن فو کو بھی فتح کر لیا ہے۔ اور ایک امریکن جہاز پر گولیاں برسائی ہیں ÷

ایک اخبار لکھتا ہے۔ کہ مسٹر لائڈ جارج نے اس قانون کی تائید کرنے کا یقین دلایا ہے۔ جس کی رو سے عورتوں کو ۲۱ سال کی عمر میں ووٹ دینے کا حق ملنے والا ہے۔ مسٹر لائڈ جارج کی پارٹی اس بل کی تائید پر شاید اس لئے کمربستہ ہوئی ہے۔ کہ عورتوں میں آزاد خیالات رکھنے والی

زیادہ ہیں۔ توقع ہے۔ کہ ان کی جماعت شاید بہت جلد زور پکڑ سکے۔ اگر بل پاس نہ ہوا۔ تو کم از کم مسٹر لائڈ جارج اور ان کی پارٹی سے حلقہ نسواں میں ہمدردی پیدا ہو جائے گی ÷

پارلیمنٹ میں سوال کیا گیا۔ کہ ۵ نومبر سے ہندوستان میں کوئی گورنری خالی ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی۔ تو اس پر کسی ہندوستانی کا تقرر کیا گیا یا نہیں؟ نیز جب گورنری کی اسامیاں خالی ہوں گی۔ تو قابل ہندوستانیوں کو ان پر تقرر کرنے کے معاملے میں گورنمنٹ غور کرے گی؟ ارل ونٹرٹن نے کہا۔ کہ سوال کے پہلے حصے کا جواب اثبات میں ہے۔ دوسرے حصے کے متعلق میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ لارڈ برکن ہیڈ نے بادشاہ سلامت سے جو سفارشیں کیں۔ وہ محض قابلیت کے لحاظ سے کی گئی تھیں ÷

بنگال کے نظر بندوں کے متعلق پارلیمنٹ میں ایک سوال کے جواب میں ارل ونٹرٹن نے بتایا۔ کہ ضابطہ ۳ کی رو سے ۱۶ آدمی جیل میں تھے جن میں سے ۵ رہا کر کے گاؤں میں نظر بند کئے گئے۔ منجملہ ۱۱ دوسرے نظر بندوں کے ۲۴ ابھی تک جیلوں میں ہیں۔ ان کے علاوہ ۱۰۵ آدمی ترمیم قانون ضابطہ فوجداری کی رو سے نظر بند ہیں۔ ان میں سے دو کے متعلق شک ہے۔ کہ انہیں تپ دق ہو گئی ہے۔ ایک خودکشی کر چکا ہے ÷

لنڈن کا تار۔ میجر ولیم لیوگیٹ کو جو فوج کے ایک ریٹائرڈ افسر تھے۔ ان کی بیوی نے گولی سے مار دیا۔ اور پھر اپنے لڑکے کے ذریعے پولیس کو بلا کر اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ میجر مذکور ہندوستان میں بھی فوجی خدمات انجام دے چکے تھے ÷

ایک فرانسیسی ماہر پرواز برازیل (امریکہ) کی طرف طویل اڑان کے لئے روانہ ہوا تھا۔ راستے میں غائب ہو گیا۔ اب اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا ÷

ایک کارخانے کی لیڈی نیجر کے بال مشین میں الجھ جانے سے اس کی کھوپری پھٹ گئی تھی۔ ڈاکٹروں نے اپریشن کر کے کھوپری دماغ پر لگا دی جس کا سامنے کا حصہ سر کے ساتھ بالکل جڑ گیا۔ اس کامیابی کو فن سرجری کا ایک معجزہ کہا جا رہا ہے ÷

پچھلے دنوں مس وائلٹ نے مسولینی وزیر اعظم اٹلی پر جو قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ وہ چھوڑ دی گئی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کی دماغی حالت اچھی نہیں ہے ÷

مسز بیسنٹ نے مسٹر جمنا داس دوارکا داس کو انگلستان سے تار بھیجا ہے۔ کہ پارٹی بازی کے جھگڑوں کو ترک کر کے کامن ویلتھ آف انڈیا بل کی تائید وحمایت کی کوشش کریں۔ کیونکہ بل مذکور دوسری خواندگی کے لئے پارلیمنٹ کے ایجنڈے میں درج ہے۔ لیکن گورنمنٹ کوشش کر رہی ہے کہ کثرت کار کا بہانہ کر کے اس کے پیش ہونے

نرم جلد سخت پڑ جاتی ہے۔ اور ہونٹ زرد زرد نظر آنے لگتے ہیں ❊

ماؤں کو اس بات کا صحیح اندازہ نہیں۔ کہ وہ دانت صاف رکھنے اور انہیں ہر قسم کی خرابیوں سے بچانے میں اپنے بچوں کو کس قدر مدد دے سکتی ہیں ❊ جونہی بچہ دودھ کے دانت نکالے۔ اس کو کسی قدر سخت چیزیں چبانے کے لئے دینی چاہئیں بچے کے لئے تھوڑی بہت سخت غذا نہایت ضروری ہے ❊ بچے کو صبح شام اور کھانا کھانے کے بعد دانت صاف کرنے کی عادت ڈالنا چاہئے۔ اور شروع ہی سے وقتاً فوقتاً کسی ماہر دنداں کو دکھلاتے رہنا چاہئے ❊ یہ خیال غلط ہے۔ کہ بچے کے دودھ کے دانتوں پر زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ بھی اسی قدر توجہ کے مستحق ہیں۔ جتنے دوسرے دانت ❊ جس طرح شروع شروع میں دانتوں کی خرابیوں کا سد باب بخوبی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح وقت پر کسی ماہر کو دکھا لینے سے جبڑے کا بے ڈھنگا پن اور دانتوں کا ٹیڑھا بینکا پن بھی روکا جا سکتا ہے ❊

ہاتھی دانت کی چیزیں

اکثر گھروں میں آرائش کے لئے ہاتھی دانت کی چیزیں خریدی جاتی ہیں۔ لیکن کچھ عرصے بعد جب وہ میلی ہو جاتی ہیں۔ تو ضائع ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ عام طور پر لوگوں کو اس کے صاف کرنے کا طریقہ معلوم نہیں ہے ❊

معمولی چیزوں کے صاف کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ گرم پانی میں صابن گھول لیا جائے۔ اور دانتوں کا برش اس میں بھگو بھگو کر چیزوں کو خوب رگڑا جائے۔ اس کے بعد گنگنے پانی سے چیز کو دھو ڈالا جائے۔ خشک کیا جائے۔ اور پھر کسی خشک برش سے اتنا رگڑا جائے۔ کہ چیز چمک اٹھے ❊

اگر اس ترکیب سے کامیابی نہ ہو۔ تو الکحل کی چند بوندوں سے کام لیا جائے ❊ اگر رنگ پیلا پڑ گیا ہو۔ تو چیز کو بہت ہلکی ہلکی گرمی پہنچائی جائے۔ اس سے رنگ پھر سفید ہو جائے گا ❊

اگر نقشین چیز ہو۔ تو اس کو صاف کرنے کا یہ طریق ہے۔ کہ لکڑی کے برادے پر تھوڑا گرم پانی اور لیموں کی چند بوندیں ڈالی جائیں۔ کہ لئی سی بن جائے۔ اس لئی کا چیز پر لیپ کر دو۔ اور تھوڑی دیر پڑا رہنے دو ❊ پھر کسی تر سخت برش لے کر خوب رگڑو۔ چیز نئی نکل آئے گی ❊

خانہ داری کے اشارات

اگر انڈا ترخ گیا ہو۔ اور اسے ابالنے کی ضرورت ہو۔ تو پانی میں تھوڑا سا سرکہ ملا لو

اس طرح انڈا کامیابی سے اُبل جائے گا۔ اور سفیدی باہر نہ آنے پائے گی ۔

اگر انڈے کو پھینٹ کر کوئی نمکین کھانا تیار کرنا ہو۔ تو پھینٹنا شروع کرنے سے پہلے اس میں ایک چٹکی نمک ملا لیجیے۔ انڈا زیادہ آسانی سے اور جلدی پھینٹا جائے گا ۔

پیاز کاٹتے وقت اگر پانی کے برتن میں اس طرح رکھے جائیں۔ کہ پیاز اس میں ڈوبا رہے۔ تو آنکھوں سے پانی نہیں بہنے پاتا ۔

چھری۔ چاقو یا کسی برتن میں پیاز کی بو ہو جائے تو عام طور پر بڑی مشکل سے دور ہوتی ہے۔ اس کا آسان طریق یہ ہے۔ کہ پانی میں لیمو کی چند بوندیں ملا کر بودار چیز کو اس میں ڈال دو۔ بو رفع ہو جائے گی ۔

ترشے ہوئے لیمو کو تازہ رکھنے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ اسے کسی رکابی میں رکھ کر پیالے سے ڈھانک دیا جائے۔ اس طرح لیمو کو ہوا نہیں لگتی۔ اور وہ خشک یا خراب نہیں ہونے پاتا ۔

پھل یا ترکاریاں کاٹنے سے ہاتھوں پر داغ پڑ گئے ہوں۔ تو سرکہ میں نمک ملا کر اس سے ہاتھوں کو رگڑو۔ صاف ہو جائیں گے ۔

کسی کھانے پینے کی چیز کا بند ولائتی ڈبہ خریدنا ہو۔ تو یہ اطمینان کرنے کے لیے۔ کہ اندر کی چیز بگڑ تو نہیں گئی۔ مندرجہ ذیل طریقے سے کام لو۔ اپنے انگوٹھے سے ٹین کے پیندے کو زور سے دباؤ۔ اگر اس قسم کی آواز آئے جیسی مشین کی تیل کی کپی دبانے سے پیدا ہوتی ہے۔ تو سمجھ لو کہ ٹین میں ہوا ہے۔ اور چیز بگڑ چکی ہے ۔

صافیاں یا دوسرے بہت میلے کپڑے دھونے ہوں۔ تو معمولی طریقے سے دھونے کے بعد ان کو ایسے پانی میں اُبالو۔ جس میں پیرافن اور صابن ملا ہو۔ پانچ سیر پانی میں پیرافن کے دو چمچے کافی ہوں گے ۔

ساٹن یا کوئی دوسرا ایسا کپڑا جس میں چمک ہو دھویا جائے۔ تو آخر میں اسے ایسے پانی میں ڈالنا چاہئے جس میں بورکس ملا ہوا ہو۔ ۱۰ چھٹانک پانی میں چائے کے دو چمچے برابر بورکس ڈالا جائے ۔

جو چھریاں یا چاقو روزمرہ کام میں نہ آتے ہوں۔ ان کے پھلوں پر وسلین لگا کر حنائی کاغذ میں لپیٹ کر رکھنے سے زنگ نہ لگنے پائے گا ۔

کا موقع ہی نہ آنے دیا جائے۔ ایسی صورت میں اہل ہند کی متحدہ تائید و حمایت از بس ضروری ہے۔

پارلیمنٹ میں نائب وزیر ہند نے بیان کیا کہ گزشتہ پانچ سال کے اندر ہندوستان کی شاہی ہوائی سروس پر ۹ کروڑ ۱۸ لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔

آسٹریا میں ووٹ دینے والی عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ صرف وائنا میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں تیرہ لاکھ چار ہزار ہے۔

فرانس کے صدر موسیو ڈومرج ۱۶ مئی کو لنڈن پہنچے۔ تو وکٹوریا اسٹیشن پر بادشاہ سلامت اور شاہی خاندان نے ان کا استقبال کیا۔

انگلستان کی نئی مردم شماری کی رو سے عورتوں کی تعداد مردوں سے ۱۷ لاکھ زیادہ ہے۔

جرمنی میں ایک سولہ سال کی لڑکی کی شادی شیروں کے پنجرے کے اندر ہوئی۔ جس میں دو شیرنیاں بند تھیں۔

بنگال کے مشہور محب وطن مسٹر سبھاش چندر بوس رہا کر دئے گئے۔ گورنمنٹ بنگال نے ان کے متعلق جو اعلان شائع کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ مسٹر بوس کی صحت کے متعلق تشویش انگیز خبریں ملنے پر گورنر بنگال نے اپنا خاص سرجن کلکتہ بھیجا۔ کہ وہ ان کا طبی معائنہ کرے۔ اس معائنہ سے سابقہ اطلاعات کی تصدیق ہوئی۔ اور انہیں رہا کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اب وہ اپنے علاج کے لئے بلا روک ٹوک جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔

حکومت صوبہ جات متحدہ نے منظوری دی ہے۔ کہ سال رواں کے دوران میں الہ آباد۔ بنارس۔ فیروز آباد اور کاسگنج کی میونسپل حدود میں لڑکوں کے لئے لازمی پرائمری تعلیم رائج کی جائے۔ اس سے صوبہ متحدہ کی کل ۲۹ میونسپلٹیوں میں لازمی پرائمری تعلیم جاری ہو جائے گی۔

اپریل ۱۹۲۳ء میں کوہاٹ میں مسز ایلس کے قتل اور مس ایلس کے بھگائے جانے اور بمشکل مخلصی پانے کا جو دردناک واقعہ ہوا تھا۔ اس کے ملزمین میں سے ایک پٹھان گل اکبر انہی دنوں پشاور میں گرفتار کیا گیا ہے۔ جو بھیس بدل کر وہاں آیا تھا۔

حضور نظام حیدر آباد نے پبلک اسکول ڈیرہ دون کے لئے ۱۵ ہزار روپیہ اور ایوان والیان ریاست نئی دہلی کے اخراجات کے لئے پندرہ ہزار روپے ماہوار کی امداد منظور فرمائی ہے۔

بڑودہ میں سیواجی کے جلوس کے سلسلے میں ۲۰۷ آدمی گرفتار کئے گئے ہیں۔

سر میلکم ہیلی گورنر پنجاب ۱۱ جون کو شملہ میں ایک آریا سماجی گرل اسکول کی رسم افتتاح ادا کریں گے۔

یہ اسکول ۲۴ ہزار روپے کی لاگت سے تیار کیا گیا ہے۔

اندور کے فساد کے تصفیے میں وہاں مسلمانوں پر جو مقدمات چل رہے ہیں۔ ان کی پیروی کے لئے مسٹر آصف علی بیرسٹر دہلی نے درخواست کی تھی وہ ریاست کے ہائی کورٹ نے منظور کر لی۔ اور مسٹر آصف علی کو وکالت کی اجازت دیدی۔

خان بہادر محمد حسن خانصاحب ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل محکمہ تار وڈاک ریاست بھوپال کو ریاست کے محکمہ مالیات کے سکرٹری کا عہدہ دیا گیا ہے۔

منشی گنج (بنگال) میں پولیس سب انسپکٹر نے ایک مسلمان لڑکے کو جیب کترتے ہوئے گرفتار کیا۔ جب اس کو تھانہ میں لایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ لڑکا نہیں۔ بلکہ ایک پندرہ سالہ نوجوان لڑکی ہے۔

بمبئی کی ایک مل میں آگ لگ گئی۔ تقریباً پچاس ہزار کا نقصان ہوا۔

بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں ہندو مسلمانوں کے سربرآوردہ رہنما شریک ہوئے۔ اور ہندو مسلمانوں کے درمیان مصالحت واتحاد کے متعلق مندرجہ ذیل تجاویز پاس کی گئیں:-

۱۔ مشترکہ طریق انتخاب ہو۔

۲۔ اقلیتوں کا تحفظ کیا جائے۔

۳۔ اقلیتوں کو مختلف صوبہ جات میں مراعات دی جائیں۔

۴۔ اسمبلی میں مختلف جماعتوں کی نیابت کا تناسب ہو۔

۵۔ صوبہ شمالی ومغربی سرحد اور بلوچستان میں اصلاحات رائج کی جائیں۔

۶۔ صوبہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کیا جائے۔

۷۔ ضمیر کی آزادی حاصل ہو۔

۸۔ اسمبلی میں فرقہ دارانہ طرز عمل نہ برتا جائے۔

ناگپور میں قانون اسلحہ کے خلاف ورزی جاری ہے۔ ۱۸ تاریخ کو دو آدمیوں کو اس جرم میں دس روپے جرمانہ اور بصورت عدم ادائے جرمانہ پندرہ دن قید محض کی سزا دی گئی۔ کہ وہ ننگی تلواریں لیکر نکلے تھے۔ تلواریں ضبط کر لی گئیں۔

۱۸ مئی کو لاہور میں مسٹر فیلبوس سٹی مجسٹریٹ نے سکھ عورت سرن کور اور اقبال کے مقدمے کا فیصلہ سنا دیا۔ اس فیصلہ کی رو سے اقبال کو چھ ماہ قید باشقت کی سزا دی گئی۔ اور سزا ختم کرنے پر ایک سال نیک چلن رہنے کے لئے ایک ہزار روپے کا مچلکہ اور ایک ہزار کی ضمانت داخل کرنے کا حکم دیا۔

عبدالرشید کا مقدمہ ہائی کورٹ پنجاب میں ۱۸ تاریخ سے شروع ہو گیا۔

بہار گیسو تیل

معزز بیگم صاحبہ کیا فرماتی ہیں

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔ ہمیں اپنے تیل کے متعلق خود کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ معزز بیگمات خود اس کی قدر و قیمت کا اظہار فرما رہی ہیں۔ بیگم صاحبہ خان محمد عبد اللہ خاں صاحب عم زادہ برادر ہز ہائنس نواب صاحب مالیر کوٹلہ تحریر فرماتی ہیں۔ کہ "میں نے آپ کا تیل بہار گیسو استعمال کیا نہایت مفید پایا۔ میرے سر کے بال بکثرت گرتے تھے۔ اور میں نے اس مرض کے دور کرنے کے لئے بہت علاج کئے۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بہار گیسو تیل کی ایک شیشی کے استعمال سے نمایاں فرق ہونا شروع ہو گیا۔ اب بال گرنے قریباً بالکل بند ہیں۔ میں ابھی تیسری شیشی استعمال کر رہی ہوں۔ اگر باقاعدہ استعمال کرتی تو اور بھی فائدہ ہوتا۔" یاد رہے۔ کہ بہار گیسو تیل ادویہ سے تیار کردہ تیل ہے۔ بالوں کو بڑھاتا اور سفید ہونے سے بچاتا ہے۔ قیمت ۱۰ ار فی بکس تین شیشی عہ۔ چھ شیشی ہے

منیجر دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان ضلع گورداسپور۔ پنجاب

مزید تصدیق

ایک صاحب اپر برما سے تحریر فرماتے ہیں۔

اکسیر ستارا امید ہے انشاء اللہ جلد (ایک مشہور امریکن دوا کا نام ہے) کی جگہ لے لیگا۔ استعمال کرنے والے اس کے فوائد زیادہ بتلاتے ہیں۔ پہلی تین شیشیاں تو میرے دوستوں کو مفت تقسیم کرنے میں ختم ہوئیں۔ استعمال کرنے والیاں بہت سی شکایتوں میں مبتلا تھیں۔ ایک کو باقاعدہ نہیں ہوتا تھا۔ دوسری کو خاص دنوں میں پیٹ میں درد ہوتا تھا۔ تیسری کو ... ساقط... (وغیرہ) اکسیر ستارا میرے چند ناگا دوستوں کی فرمائش پر منگائی گئی تھی اب ہمیشہ میرے اسٹاک میں موجود رہیگی۔ منشی محمد یعقوب علی اینڈ سنز کلے میو (اپر برما)

بڑا دواخانہ ۳۲۳ (۵۲) مغل اسٹریٹ رنگون۔

کپڑے پر بیل بوٹے کاڑھنے کی مشین

آپ اس مشین سے اونی۔ سوتی اور ریشمی کپڑے پر اپنے حسب منشاء بیل بوٹے کاڑھ سکتی ہیں قیمت فی مشین پانچ روپے۔ زریلم دو روپے۔ کشیدہ کی قینچی آٹھ آنے۔ ریشمی گچھیاں عمر فی درجن۔ خالص اون چار روپے فی پونڈ۔ کشیدہ کی اصلی سوئیاں تین روپے درجن مع محصولڈاک۔ جو یکمشت تین مشین کو خریدے گا ایک مشین مفت دی جائے گی۔

مشین کی صداقت کے لئے ۱۰ فروری ۱۹۲۶ء کا تہذیب ملاحظہ فرمائیں۔

منیجر بے بی برادرز اینڈ کمپنی نمبر ۱۵۱ چاندنی محل دہلی

نارتھ ویسٹرن ریلوے

مری اور ڈلہوزی بیرونی ایجنسی

مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۲۶ء سے اول و دوم درجہ کے سنگل و واپسی ٹکٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے پر بڑے اسٹیشنوں سے مری اور ڈلہوزی کے لئے اور مری اور ڈلہوزی میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کی بیرونی ایجنسیوں سے نارتھ ویسٹرن ریلوے کے کسی اسٹیشن تک جاری کئے جائیں گے۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے کے بیرونی ایجنٹ جو کہ موٹر کے ذریعہ باربرداری کریں گے ان میں مری بیرونی ایجنسی کے لئے میسرز این۔ ڈی رادھا کشن اینڈ سنز ہیں اور ڈلہوزی بیرونی ایجنسی کے لئے کلا ٹیو ٹرانسپورٹ کمپنی ہے +

۲۔ ان سیدھے ٹکٹوں کے لئے کرایہ اس طرح لیا جائے گا +

مری تک اور وہاں سے

(ا) سفر بذریعہ ریل (راولپنڈی تک اور وہاں سے)

ایک طرف کے ٹکٹ کے لئے ( ) پورا کرایہ ایک طرف

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . . ایک پورے اور آدھے کرایہ پر
جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . دو پورے کرایہ پر

(ب) راولپنڈی اور مری کے درمیان

(ا) بذریعہ موٹر . . . . مبلغ ۰ — ۰ — 10

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . مبلغ ۰ — 8 — 17
جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . . مبلغ ۰ — 8 — 17

(ii) بذریعہ بس (یا لاری)

ایک طرف کے سفر کے لئے ( ) . . . مبلغ ۰ — ۰ — 7

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . . مبلغ ۰ — ۰ — 12
جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . . . مبلغ ۰ — ۰ — 12

ڈلہوزی تک اور وہاں سے

(ا) سفر بذریعہ ریل (پٹھان کوٹ تک اور وہاں سے)

ایک طرف کے سفر کے لئے . . . . کرایہ ایک طرف پر

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . . کرایہ ایک طرف اور اُسکے نصف پر
جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . . . ایک طرف کے دوگنے کرایہ پر

(ب) پٹھان کوٹ سے ڈلہوزی تک

(ا) بذریعہ موٹر گاڑی

ایک طرف کے سفر کے لئے . . . . مبلغ ۰ ـ ۸ ـ ۱۹

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . مبلغ ۰ ـ ۰ ـ ۲۴
جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . . . مبلغ ۰ ـ ۰ ـ ۲۴

(۳) بذریعہ موٹر وغیرہ جیسا کہ بیرونی ایجنسی والوں نے انتظام کیا ہے۔مندرجہ ذیل اوقات ہیں :۔

	موٹر	موٹر	بس (یا لاری)
راولپنڈی سے چلنے کا وقت	۰ ـ ۱۰	۳۰ ـ ۱۶	۰ ـ ۱۰
مری پہنچنے کا وقت	۰ ـ ۱۳	۳۰ ـ ۱۸	۰ ـ ۱۳

(ب) پٹھان کوٹ سے ڈلہوزی

	موٹر	موٹر	بس (یا لاری)	بس (یا لاری)
پٹھان کوٹ سے چلنے کا وقت	۰۰ ـ ۸	۴۰ ـ ۱۴	۰۰ ـ ۸	۴۰ ـ ۱۴
ڈلہوزی پہنچنے کا وقت	۳۰ ـ ۱۳	۳۰ ـ ۱۹	۳۰ ـ ۱۳	۳۰ ـ ۱۹

مسافروں کو مری یا ڈلہوزی کے لئے ٹکٹ خریدتے وقت اسٹیشن ماسٹر کو ضرور لکھ کر بتلانا چاہئے۔کہ وہ کس روز کس موٹر پر راولپنڈی سے یا پٹھان کوٹ سے سفر شروع کرنا چاہتے ہیں (جیسی ان کی صلاح ہو) اور یہ بھی اطلاع دیں۔کہ آیا اُن کی مرضی بذریعہ موٹر کار سفر کرنے کی ہے۔یا بذریعہ بس (لاری)۔مسافروں کو اپنا ٹکٹ سفر شروع کرنے کے ایک دن پیشتر ہی خرید لینا چاہئے۔

(۴) جن مسافروں کے پاس مری یا ڈلہوزی تک کے ٹکٹ ہوں گے۔ان کا اسباب صرف راولپنڈی یا پٹھان کوٹ تک حسب ضرورت بُک کیا جاوے گا۔بیرونی ایجنٹ اُن کو بیس سیر کی رعایت دے کر اسباب مری یا ڈلہوزی کو بُک کرنے کے لئے اُن کی مدد کریں گے۔اسی طرح جو مسافر مری یا ڈلہوزی سے چلیں گے۔اسباب کو صرف متعلقہ ریلوے اسٹیشن پر سے اپنے اسٹیشن کو جہاں کہ اُنہیں جانا ہوگا بُک کرا سکیں گے۔

این۔ڈبلیو۔ریلوے۔ہیڈ کوارٹرز آفس
لاہور۔مورخہ ۶ مئی ۱۹۲۷ء } دستخط جے۔ایچ۔چیس
فار ایجنٹ

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب سب جج صاحب بہادر پنڈ دادن خان

بھگوانداس منیجر ہندو خاندان مشترکہ سکنہ سرکلاں مدعی

بنام احمد دین ولد جان محمد ذات کمہار سکنہ سرکلاں حال ٹھٹھی نور

دعوے ۳۰/۵ لے

درخواست مدعی سے پایا گیا ہے۔ کہ مدعا علیہ دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ لہذا اشتہار حسب آرڈر مذکور ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ اصالتاً یا مختاراً ۹ جون ۱۹۲۷ء کو حاضر عدالت ہو کر جواب دہی مقدمہ نہ کرے گا۔ تو اس کے کارروائی یک طرفہ کی جائے گی۔ آج بتاریخ ۱۴ مئی ۱۹۲۷ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔

مہر عدالت   دستخط حاکم

پیتل کی خوبصورت پالش شدہ پائیدار منٹوں میں سیروں نفیس و لذیذ و عالی سیویاں تیار کرنے والی نوایجاد
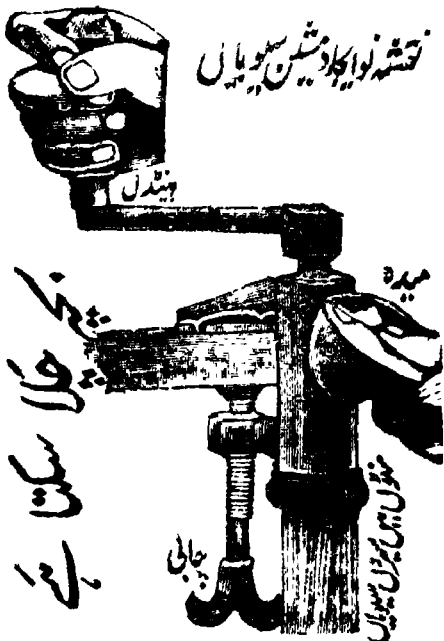
سپیشل مسک

معزز برادران وطن! آپ نے کئی قسم کی خوشبویات کا ملاحظہ کیا ہوگا۔ لیکن جو خوبی اس اسپیشل مسک میں ہے۔ وہ کسی قسم میں نہیں۔ کوئی پھول ایسا نہیں۔ جو اس کی خوشبو کا مقابلہ کرے۔ اور نہ ہی کوئی عطر ہے۔ جو اس کی برابر مہک اور اس جیسی مفرح اور دل کشا خوشبو رکھتا ہے۔ اگر اس کو ساتھ لے کر کہیں جاؤ۔ تو ساری محفل والے خوشبو میں بس جائیں۔ خوشبو ایسی تیز ہے۔ کہ ایک دفعہ کے لگانے سے چند ہفتے بحال رہتی ہے۔ اور خاص کر نازک مزاجوں کے لئے عجیب تحفہ ہے۔ بیاہ شادیوں اور محفلوں میں کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔ قیمت درجہ اول فی تولہ آٹھ روپے۔ قسم دوم فی تولہ چھ روپے۔ چھ ماشہ سے کم نہ روانہ ہوگا۔

خوشبودار تیل بنانے کا طریقہ

چار بوند ہیکو مجموعہ قسم اول کی لے کر پاؤ بھر خاص سفید تلی کے تیل یا ناریل کے تیل میں ملانے سے عمدہ تیل تیار ہو جائے گا۔ جو بازار میں تیس روپے سیر کے حساب سے بھی دستیاب نہ ہو سکے گا۔ اور کوئی شخص اس کی خوشبو میں یہ تمیز نہیں کر سکتا۔ کہ آیا یہ تیل ہے۔ یا عطر لگایا ہوا ہے۔ اس کی خوشبو نہایت دل پسند ہوگی۔ جو ایک دفعہ کے لگانے سے چار پانچ روز تک قائم رہے گی۔ اگر رنگدار کرنا ہو۔ تو رتن جوت ایک تولہ ملا کر دھوپ میں رکھ دیں۔ چند گھنٹے بعد اس کو صاف کر کے صاف شیشی میں محفوظ رکھیں۔ قیمت ہیکو مجموعہ قسم اول ۴۹ بوند شیشی کلاں عہ، دوم صہ

اسے ڈی کمپنی بھیرہ ضلع شاہ پور (پنجاب)

ایڈیٹر محترمہ آصف جہان بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و مہتمم نے دفتر تہذیب نسواں سے شائع کیا

جلد ۲۹ | لاہور۔ ہفتہ ۲۸ مئی سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۲۲

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۲۵ ذی قعدہ سنہ ۱۳۴۵ ہجری

فہرست مضامین

خانہ داری

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ اڈیٹر تہذیب نسواں کی نہایت ہی مفید اور قابل عمل تصنیف یہ کتاب نہایت سلیس سادہ اور دلنشین انداز میں لکھی ہے۔ اس میں ۴۴ مضامین ہیں۔ جو خانہ داری کی تمام ضروریات پر حاوی ہیں۔ مکان باورچی خانہ۔ خرید اجناس۔ غلہ اور اجناس کی حفاظت۔ کھانے پینے کے متعلق مختلف قسم کی ہدایات۔ مہمان۔ میزبان۔ پوشاک۔ غسل۔ ضبط اوقات کتب خانہ۔ بچوں کی تعلیم و تربیت۔ بیماری اور اس کا علاج۔ زچہ خانہ۔ کفایت شعاری۔ تقریبات خانہ داری۔ اخلاق ان میں سے چند مضامین ہیں۔ کتاب امیروں اور غریبوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ اور کامیاب زندگی کی جانب مستورات کی رہنمائی کرتی ہے۔ قیمت ۱۵؍۱

پتہ:۔ دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

آداب ملاقات

اس کتاب میں یہ بتایا ہے۔ کہ آج کل مستورات کو اپنی باہمی ملاقاتوں میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ مہمانوں اور میزبانوں کے لئے جدا جدا وہ قاعدے لکھے گئے ہیں۔ جو زمانے میں مہذب اور معزز گھرانوں میں برتے جاتے ہیں۔ جو سب کو سیکھنے چاہئیں۔ اور جن کے بغیر بیبیاں بدتمیز اور غیر مہذب کہلاتی ہیں۔

یہ کتاب اتنی مفید و کارآمد سمجھی گئی ہے۔ کہ اس کے تین اڈیشن ہاتھوں ہاتھ بک چکے ہیں۔ اب چوتھی بار چھپی ہے۔ قیمت ۴؍

دفتر تہذیب نسواں سے منگایئے

حبوب کیمیائے بصارت

دھند۔ جالا۔ ناخونہ۔ پھلی۔ سرخی چشم۔ پڑوال نزول الماء۔ ڈھلکا۔ ابتدائی موتیا بند۔ ضعف بصر وغیرہ جملہ امراض چشم کی دوا ہے۔ پچاس برس سے بندگان خدا کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ چیچک تک سے بگڑی ہوئی آنکھ درست ہو جاتی ہے۔ عموماً چار گولیوں سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ تجربہ شرط ہے۔ ترکیب استعمال کا پرچہ گولیوں کے ساتھ رہتا ہے۔ قیمت فی گولی ۸؍ ۲۰ گولی سے زائد کے خریدار سے محصول ڈاک نہیں جاتا۔

المشتہر مرزا محی الدین احمد
نمبر ۱۳ انٹی لبستی کریلا باغ روڈ
الہ آباد

احتیاطِ طبی

بچوں کے متعلق حادثات

دن رات بچوں کو حادثات پیش آتے رہتے ہیں۔ زیادہ مصیبت کی بات یہ ہے۔ کہ وہ اپنا دُکھ سُکھ پورے طور سے بیان نہیں کر سکتے۔ معصوم بھولی بھالی صورتوں کو روتے چلاتے یا تکلیف میں مبتلا دیکھ کر بہنوں اور عزیزوں کے دل پر جو کچھ گزرتی ہے۔ وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ بعض تکلیفیں اور چوٹیں ایسی ہیں۔ جو گھر کی بیبیوں کی غفلت یا لاپروائی سے پیش آتی ہیں۔ مثلاً ایک بہن مشین سے کپڑا سی رہی تھیں۔ درمیان میں بچے نے کھانا مانگا۔ آپ بچہ کے کھانے اُٹھ کر چلدیں۔ چھوٹا بچہ جس کی عمر تین سال سے زیادہ نہ تھی۔ قریب ہی کھیل رہا تھا۔ خالی مشین پر فوراً آ کر کام شروع کر دیا۔ اور سیدھے ہاتھ سے مشین چلانے لگے۔ بائیں ہاتھ سے کپڑا سوئی کے نیچے رکھا تھا۔ کہ سوئی مع تاگے کے اُنگلی کے پار ہو کر پھر اُبھر آئی۔ پورا ٹانکا بھر گیا تھا۔ کہ اماں جان بچے کی چیخ سُن کر بھاگیں۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ بچے کو پوری تکلیف پہنچ چکی تھی۔

اسی طرح میں ایک بار ایک بہن سے ملنے گئی۔ اتفاق سے اسی وقت ان کے چھوٹے لڑکے کی جس کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ چلانے کی آواز دوسرے برآمدے میں سے سنائی دی۔ ماں یہ کہتی ہوئی دوڑیں۔ کہ مُوذی کسی دن اپنا ہاتھ پاؤں توڑ کر چین سے بیٹھے گا۔ جا کر دیکھا۔ تو ان کی بھی چیخ نکل گئی۔ اس پر میں اور والدہ صاحبہ بھی اسی طرف پہنچے۔ جا کر دیکھا۔ تو بچہ کا ہاتھ سائیکل کی زنجیر میں پھنسا ہوا ہے۔ اور ماں نکالنے کی کوشش بے سود میں لگی ہوئی ہے۔ مگر اُنگلی زنجیر کے حلقے کے نوکدار کانٹے میں اس طرح اُلجھی ہوئی ہے۔ کہ نکلنا مشکل ہے۔ بچہ تکلیف کے سبب نیلا ہوا جاتا ہے۔ میری والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ کہ اس زنجیر کا پیچ کھول کر علیحدہ کرو۔ خیر پیچ کش آیا۔ اور بدقت پیچ کھلا۔ اتنے میں بچے کی اُنگلی لہو لہان ہو گئی تھی۔ ماں اور بچے کی گریہ وزاری دل کو ہلائے دیتی تھی۔

بعض تکالیف ایسی ہیں۔ کہ بیبیاں اس کا فوری تدارک کر دیں۔ تو رفع ہو جائیں۔ مگر دیر کرنے سے علاج دشوار ہو جاتا ہے۔ طبی امداد ہر وقت اور ہر جگہ نہیں مل سکتی۔ اور جہاں حکیم ڈاکٹر اور وید بھی ہیں۔ وہ بھی فوراً نہیں آ سکتے ہیں۔ اور نہ ہر شخص کی یہ حیثیت ہے۔ کہ ان کا صرفہ برداشت کر سکے۔ اس لئے ماؤں کو کم از کم اتنی تمیز ضرور ہونی چاہیے۔ کہ دُکھ درد یا تکلیف میں گھریلو تدابیر سے بچے کی تکلیف کو کم کر سکیں۔ اور حکیم ڈاکٹر کی خواہ مخواہ محتاج نہ ہو جائیں۔

آنکھ۔ کان اور ناک بہت نازک اعضا ہیں۔ ذرا سی لاپروائی یا غلطی سے ہمیشہ کے لئے ان میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کے معاملے میں بہت احتیاط لازم

ہے۔ اور ڈاکٹر حکیم کو بھی ضرور دکھانا چاہئے۔ تاہم خانگی تدابیر بھی کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہے۔ اگر کان میں بچے نے بٹن یا کوئی اور گول چیز ڈال لی ہو۔ تو نیم گرم پانی روئی کے پھوئے یا پچکاری سے کان میں پہنچانا چاہئے۔ اور بچے کو اسی کان کے بل لٹا دینا چاہئے۔ اس طرح تھوڑی دیر میں یہ شے نکل جائے گی۔ یا نظر آنے لگے گی۔ جس کو چھوٹی چمٹی سے پکڑ کر آہستہ سے نکال لیا جائے۔ لیکن اگر چنا یا مٹر وغیرہ کا دانہ کان کے اندر جا پڑے۔ تو ایسا ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ پانی پڑنے سے وہ پھول کر اور بڑا اور تکلیف دہ ہو جائے گا۔

اگر کوئی کیڑا کان میں گھس جائے۔ تو اول بچے کو دوسری کروٹ سے لٹا دینا چاہئے۔ تاکہ یہ کان اوپر کی طرف رہے۔ اور پھر تھوڑا نیم گرم تیل روئی کے پھوئے یا پچکاری سے کان میں ڈالنا چاہئے اور اوپر سے سہاتے سہاتے پانی سے کان کو آہستہ آہستہ بھر دینا چاہئے۔ ایسا کرنے سے کیڑا نکل جاتا ہے۔ اگر ناک میں بچے کے کوئی چیز چڑھ جائے۔ تو دوسرے نتھنے کو بند کر کے بچے کو ہدایت کریں کہ زور سے سانس باہر کو نکالے۔ ایسا کرنے سے شے مذکور باہر کو آجائے گی۔ اور اگر باہر نہ ہو۔ تو ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔

آنکھ میں اگر مرچیں یا تیزاب کی قسم کی کوئی چیز پڑ جائے۔ تو دودھ سے فوراً آنکھ کو دھو ڈالیں۔ اور اگر دودھ نہ ملے۔ تو چولہے کے ہلکے پانی میں تین حصے سادہ پانی صاف اور ٹھنڈا ملا کر استعمال کرنا چاہئے اور ایک دو بوند ارنڈی کے تیل کی آنکھ میں ٹپکا دینی چاہئیں۔ ہر گھر میں آنکھ دھونے کا گلاس ہونا چاہئے اور تندرستی کی حالت میں بچوں کو اس کا استعمال سکھا رکھنا چاہئے۔ اور جب تک حکیم ڈاکٹر آئے بچے کو کسی دھیان میں لگائے رکھنا چاہئے۔ اگر آنکھ میں معمولی گرد و غبار کوئلہ وغیرہ پڑ جائے۔ تو اکثر دوسری آنکھ ملنے یا زور سے ناک کی راہ سانس باہر نکالنے سے وہ شے نکل جاتی ہے۔ ورنہ آنکھ دھونے کے پیالے سے آنکھ دھو ڈالیں۔

جہاں تک ہو سکے چھوٹے بچوں کو بڑے کھلونے دئے جائیں۔ تاکہ انہیں نگل نہ سکیں۔ لیکن بچوں کی فطرت ایسی ہوتی ہے۔ کہ جہاں وہ کھیلتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بہت سی چیزیں جمع کر ہی لیتے ہیں۔ جن پر بڑوں کا دھیان بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر بچہ کوئی ایسی چیز جو ہضم نہ ہو سکتی ہو۔ نگل جائے تو کیا کرنا چاہئے؟ اگر زہریلی چیز ہو۔ تو فوراً قے کرانے کی تدبیر کرنا چاہئے۔ نیم گرم پانی میں نمک ڈال کر پلانے اور اوپر سے بہت سا پانی پلا دینے سے قے بآسانی ہو جاتی ہے۔ مگر چھوٹے بچوں کو پانی پلانا ذرا دشوار کام ہے۔ مگر جس طرح بھی ہو۔ بچے کو پھسلا کر پانی پلانا چاہئے۔ تالو یا حلق پر کسی پرندے کا پر پھیرنے سے بھی قے ہو سکتی ہے لیکن قے

ہو جانے کے بعد بھی زہر کا کچھ نہ کچھ بقیہ معدہ میں رہ جاتا ہے۔ جو اپنا اثر کرتا ہے۔ اس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے حکیم یا ڈاکٹر کو دکھانا چاہئے۔ تاکہ وہ معلوم کر سکے۔ اس کا کیا تدارک ہے۔ خانگی احتیاط پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔ البتہ قے فوراً کرا دینی چاہئے۔

گزشتہ سال کا ذکر ہے۔ میرے چھوٹے بھائی سبطین احمد سلمہٗ نے بورڈنگ میں جا کر میز پر رکھا ہوا بھرا گلاس جو اس کے دوسرے بھائی نے تصویر دھونے کے لئے پانی پر HgCl ملا کر تیار کیا تھا۔ اُٹھا کر پی لیا۔ بھائی دوسرے کمرے میں سے آیا۔ تو گلاس خالی پا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جب معلوم ہوا۔ کہ سبطین صاحب یہ پانی پی گئے ہیں۔ تو اس نے سب سے پہلے اسے قے کرائی۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کے پاس لے گیا۔ انہوں نے ایک مکسچر دیا۔ اور بفضل خدا اس پر کوئی بُرا اثر نہ ہونے پایا۔ پس بہنوں اور بھائیوں کو لازم ہے۔ کہ تمام زہریلی ادویات اور چیزیں نہایت احتیاط سے رکھا کریں۔ نیز کھانے پینے کے برتنوں میں اس قسم کی زہریلی اشیاء ہرگز ہرگز نہ رکھیں۔

کبھی چھوٹا بچہ پاندان میں سے یا اماں کے خرچ کے ڈبے میں سے پیسہ۔ اِکنی۔ دوّنی یا چوّنی دانستہ یا نادانستہ نکال کر منہ میں رکھ لیتا ہے۔ یا ٹین سوئی وغیرہ نگل جاتا ہے۔ تو ایسی حالت میں فوراً دم گھٹنے لگتا ہے۔ ماں کو چاہئے۔ کہ یہ حالت دیکھ کر حواس باختہ نہ ہو جائے۔ اول حلق میں سے آہستہ سے انگلی کے ذریعے نکالنے کی کوشش کی جائے۔ اور اگر انگلی کی رسائی سے دور ہو۔ تو چمٹی سے نکالنے کی کوشش کریں۔ ورنہ قلم کے ذریعے آہستہ آہستہ اندر کی طرف اتار دیں۔ اور بچے کو اُلٹا کر کے پیٹھ ٹھونکنے سے حلق کی پھنسی ہوئی چیز اکثر نکل جاتی ہے۔ اگر اٹکی ہوئی چیز پیٹ میں اُتر جائے۔ تو فوراً نرم غذا کے نوالے از قسم کھچڑی۔ کیلا یا آلو وغیرہ کے کھلانے چاہئیں۔ اور پانی وغیرہ رقیق اشیاء جہاں تک ممکن ہو نہ دینا چاہئے۔ اور اس کے دو تین گھنٹے بعد ارنڈی کا تیل یا اور کسی قسم کا جلاب دینا چاہئے۔ گول چیزوں کے نگل جانے کی حالت میں تو یہ احتیاط کافی ہے۔ لیکن اگر نوکدار شے از قسم ہڈی وغیرہ ہو۔ تو بغیر ڈاکٹر کو دکھائے ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہئے۔

سائیکل مشین اور اسی قسم کی دوسری اشیاء بھی جہاں تک ممکن ہو۔ ہمیشہ بچوں کی دست بُرد سے علیحدہ رکھنا چاہئیں۔ بعض مائیں بچوں کو اونچے پلنگ۔ کرسی وغیرہ پر بٹھا کر خود کسی کام میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی بڑی غلطی ہے۔ بعض دفعہ بچے کو اگر سخت ضرب پہنچ جاتی ہے۔ اس کا تدارک مدت العمر نہیں ہوتا۔ بعض دفعہ بچوں کی جو چار چھ ماہ کے تھے۔ اسی طرح جان جاتی رہی۔ اور بعض کے ہاتھ پاؤں بے کار ہو گئے۔

چنانچہ دسمبر گزشتہ میں بھوپال کے لیڈیز اسپتال میں میں نے ایک چار ماہ کی بچی کی ران کی ہڈی ٹوٹی ہوئی دیکھی۔ اور میرے سامنے ہی لیڈی ڈاکٹر نے اس کو کلورا فارم سنگھا کر بیہوش کر کے ڈریس کیا۔ اگرچہ بچی بہت چھوٹی تھی۔ اور اس کی ہڈی پوری طرح جڑ گئی۔ لیکن بچی کو سخت تکلیف اُٹھانی پڑی۔ پس بچوں کے بارے میں نہایت احتیاط اور دانش مندی سے کام لینا چاہئے۔ اور ہر قسم کی دوا اور ضروریات کے لئے گھر میں رکھنا چاہئیں۔

خاکسار رضویہ خاتون

منیجر۔ یہ ہدایات بہت مفید و کارآمد ہیں۔ ممکن ہو۔ تو محترمہ اسے جاری رکھیں۔

منگیتر سے خط و کتابت

اس مسئلہ پر رائے قایم کرنا بہت مشکل کام ہے۔ تاہم چونکہ مولوی صاحب قبلہ نے بہنوں کی رائے دریافت کی ہے۔ جو کچھ سمجھ میں آیا کہتی ہوں۔

انگلستان کے طرز معاشرت کو دیکھ کر۔ کہ وہاں تعلیم بھی عام ہے۔ شادیاں بھی کم عمری میں نہیں ہوتیں۔ اور لڑکے لڑکی کو پوری آزادی انتخاب کے لئے دی جاتی ہے۔ مزید براں منگنی کے بعد کورٹ شپ بھی برسوں رہتی ہے۔ جس میں خط و کتابت کیسی لڑکا لڑکی باہم ایک دوسرے سے برابر ملتے رہتے ہیں۔ مگر نتیجہ پھر وہی اندھے کی لاٹھی ہی والا نکلتا ہے۔ کہ لگ گیا۔ تو تیر۔ نہیں تو تکا۔ بلکہ طلاق کی تعداد وہاں یہاں سے زیادہ ہے۔ مجھے بالکل مایوسی ہے۔ اور کوئی ممبر اس تعلق کو خوش گوار بنانے کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وجہ یہ ہے۔ کہ شادی سے پیشتر ہر فریق اپنے عیوب اور کمزوریوں کو چھپاتا ہے۔ اور خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کا حال بعد میں کھلتا ہے۔ جب برسوں کی ملاقات میں اصلیت کا پتہ نہیں چل سکتا۔ تو خط و کتابت سے اس کی کیا امید رکھی جا سکتی ہے؟ پھر جہاں خط و کتابت میں میں کچھ خوبیاں ہیں۔ یعنی ایک دوسرے میں اجنبیت کا نہ رہنا۔ اور کچھ نہ کچھ مزاج شناسی ہو جانا وغیرہ یہ برائیاں بھی ہیں۔ کہ اگر ہر دو فریق اپنے اپنے عیوب کو چھپانے اور خوبیوں کو واضح کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو دونوں کو نہایت خوش گوار امیدیں ایک دوسرے کے ساتھ پیدا ہو جائیں گی۔ لیکن شادی کے بعد جب اصلیت ظاہر ہو گی۔ تو اپنی خوش گوار امیدوں کا خون ہوتا دیکھ کر اس سے بہت زیادہ خراب نتائج پیدا ہوں گے۔ جو اجنبیت کی حالت میں تعبیر کسی توقع کے ہو سکتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ شادی کے وقت لڑکے کے خیالات اَور ہوتے ہیں۔ لیکن بعد میں بدل جاتے ہیں جیسے مسٹر صمد کو تعلیم یافتہ بیوی ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن شادی سے پیشتر دل سے اس کے

متمنی تھے ۔

دوسرے یہ کہ اگر کوئی بات ایسی پیدا ہوئی ۔ کہ منگنی چھوٹنے کی نوبت آئی ۔ تو اور زیادہ مشکل ہے ۔ اگر شریف طبیعت اور نیک طینت ہے ۔ تب تو خیر مضائقہ نہیں ۔ لیکن اگر خدانخواستہ بدنفس اور خبیث طبیعت ہے ۔ تو ہر طرح لڑکی کو بدنام کر سکتا ہے ۔ جس سے اس غریب کا دوسری جگہ رشتہ ہونا بھی مشکل ہو جائے گا ۔ اور خصوصاً اس زمانے میں جبکہ منگیتر تو درکنار نکاحی لڑکیوں کے لئے اتنا سخت رواجی قانون ہے کہ لڑکے کی ماں بہنوں تک سے ان کا پردہ ہوتا ہے ۔ تو کیوں دوسرے لوگ گوارا کریں گے ۔ کہ اس لڑکی سے رشتہ کریں ۔ جو پہلے منگیتر سے خط و کتابت کر چکی ہو ۔ غرض اس تجویز میں خوبیاں بھی ہیں ۔ اور برائیاں بھی ۔ اس لئے سب کے لئے ایک رائے قایم کرنا دشوار ہے ۔ البتہ ہر خاندان کے بزرگ اپنے اپنے خاندان کی صورت حالات دیکھتے ہوئے خود فیصلہ کر سکتے ہیں ۔ کہ آیا ان کو اس کی اجازت دینی چاہئے یا نہیں ۔

بعض گھرانوں میں لڑکیاں اس قابل ہوتی ہی نہیں ۔ کہ وہ اپنی آیندہ زندگی کے لئے کوئی معقول رائے قایم کر سکیں ۔ یا لکھنے پڑھنے میں اتنی استعداد نہیں ہوتی ۔ کہ اچھی طرح اپنے خیالات ظاہر کر سکیں ۔ بعض کے مزاج میں باوجود بڑی عمر ہو جانے کے اس قدر بچپن باقی رہتا ہے ۔ کہ ظاہری خوبیوں پر فریفتہ ہو کر معاملے کی تہ تک نہیں پہنچ سکتیں ۔ ایسی لڑکیوں کے لئے ان سے بہتر انتخاب ان کے والدین کر سکتے ہیں ۔ بہرحال عام رائے سے اپنے خاندان کے بزرگوں کی رائے زیادہ بہتر ہوگی ۔ جو وہ اپنے خاندان کی حالت دیکھ کر قایم کریں گے ۔

البتہ ایک بات مجھے بہت ضروری لکھنی ہے ۔ وہ یہ کہ نکاح کے بعد رواجی پردہ جو لڑکی کو کرایا جاتا ہے اسے بالکل توڑ دیا جائے ۔ اگر شادی میں دیر ہو ۔ تو پہلے سے عقد کرنا ہی مناسب نہیں ۔ اور اگر کسی خاص وجہ سے ایسا کریں ۔ تو پھر لڑکی کو پردہ نہیں کرانا چاہئے اگر پردیس میں ہو ۔ تو پھر خط و کتابت ہی کرا دیں ۔ کیونکہ اکثر میں نے دیکھا ہے ۔ کہ والدین اس خیال سے ۔ کہ لڑکا اچھا ہے ۔ ہاتھ سے نکل نہ جائے ۔ یا اس وجہ سے کہ دوسرے رشتہ دار لڑکی کو مانگتے ہیں ۔ اور لڑکی کے والدین ان کو بیٹی دینے پر رضامند نہیں ہیں ۔ لیکن انکار کرنے سے وہ برا مانیں گے ۔ اور جھگڑے پھیلیں گے ۔ اس لئے لڑکی کا نکاح کر دیتے ہیں ۔ جو رشتہ دار پہلے سے لڑکی کو مانگتے تھے ۔ وہ اس پر ناراض ہو کر اس لڑکے سے جس کے ساتھ لڑکی کا نکاح ہوا ہے ۔ طرح طرح کی برائیاں کرتے اور لڑکی کو بدنام کرتے ہیں ۔ اگر وہ اپنی شرارت میں کامیاب ہو گئے ۔ اور لڑکی کی برائی لڑکے اور اس کے والدین کے دل میں جم گئی تو لڑکی کی بڑی خرابی ہوتی ہے ۔ اور وہ اسے رخصت

کرانے پر تیار نہیں ہوتے ۔ لڑکے کا تو کچھ نہیں بگڑتا۔ کیونکہ وہ اپنا دوسرا بیاہ کرلیتا ہے۔ لڑکی غریب کی زندگی برباد ہوتی ہے۔ یا پھر مقدمے بازی کی نوبت آتی ہے۔ اگر نکاح کے ساتھ ہی لڑکی کی رخصت بھی ہو جائے۔ یا کم از کم لڑکی کو سامنے ہی کرادیا جائے۔ تو اس کی نوبت نہیں آتی۔ کیونکہ جو باتیں لڑکی کی نسبت کہی جاتی ہیں۔ ان کا جھوٹ سچ لڑکے کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر ثابت ہو جاتا ہے۔ یا لڑکی کہ حسن کر تلافی کر دیتی ہے۔ میں نے کئی لڑکیوں کو اس مصیبت میں گرفتار دیکھا ہے۔ اس لئے دل سے اس دستور کی دشمن ہوں۔ پھر شرعاً بھی یہ بات جائز نہیں۔ کہ بیوی اپنے خاوند سے پردہ کرے۔ معلوم نہیں کس وجہ سے اس کا رواج ہوا۔ اور پہلے بزرگوں کی اس میں کیا مصلحت تھی؟

خاکسار ظفر جہاں

یہودیوں کا امیر خاندان

یہودیوں کا سب سے بڑا اور امیر خاندان راس چائلڈ ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ جتنی دولت اس خاندان کے پاس ہے۔ اتنی دنیا میں کسی اَور خاندان کے پاس نہیں۔ یورپ کی سب سلطنتیں اور بادشاہ اس خاندان کے مقروض ہیں۔ ان کو یورپین بادشاہوں کے سامنے بڑا اقتدار حاصل ہے۔ اگر یہ چاہیں۔ تو ایک ہی دن میں یورپ کو لڑادیں۔ اور اگر لڑائی بند کرنا چاہیں۔ تو اسی وقت لڑائی کو بھی بند کرا سکتے ہیں۔ بے شک اس سے پہلے بھی ایسے دولت مند شخص گزرے ہیں۔ کہ ان کا بھی ان کی دولت کی وجہ سے شاہان یورپ پر دبدبہ اور رعب تھا۔ مگر جتنا اقتدار ان کو حاصل ہوا ہے۔ اتنا کسی اَور کو نہیں ہوا۔

دراصل بات یہ ہے۔ کہ ان کے خاندان کا آپس میں اتفاق بہت ہے۔ سو برس سے لندن۔ فرانکفورٹ۔ پیرس۔ وائنا وغیرہ میں ان کے خاندان میں ایک نہ ایک امیر شخص رہا ہے۔ گو ان میں ملکی معاملات پر آپس میں اختلاف رائے ہو۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ کاروبار کے معاملے میں ان کی مختلف رائیں ہوں۔ اس اتفاق کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص راس چائلڈ سے قرض مانگے۔ اور وہ انکار کر دے۔ تو دوسرے راس چائلڈ بھی ہرگز اس کو قرض نہ دیں گے۔

اس خاندان کے بزرگ نیتھن راس چائلڈ نے اپنی اولاد کو بہت سی نصیحتیں کی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی۔ کہ کاروبار میں خاندان کے سب اراکین ایسا کامل اتفاق رکھیں جسے کوئی دوسرا کسی طاقت سے بھی توڑ نہ سکے۔ اس نصیحت پر اس کی ساری اولاد کاربند ہے۔ اور آج تک کسی راس چائلڈ نے بھی اس قاعدے کو نہیں توڑا۔ انگلستان میں اس خاندان کا سب سے بڑا رکن لارڈ راس چائلڈ ہے۔ یہ دنیا کے کاروبار کے علاوہ زراعت کو بڑا پسند کرتا ہے اور ٹرنگ پارک میں اس کے لاکھوں کی تعداد میں

مویشی ہیں۔ جو دنیا میں اعلیٰ درجے کے مویشی گنے جاتے ہیں۔ لارڈ راس چائلڈ بہت سادہ وضع کا آدمی ہے۔ اس لئے لوگ اس کی تعظیم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ چپکے سے کھسک جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ چمڑے کا تھیلا ہوتا ہے۔ ایک قُلی نے اس تھیلے کو دیکھ کر اسے کسی وکیل کا منشی سمجھا۔ اور بہت گستاخانہ گفتگو کی۔ مگر یہ چپکے سے چلا گیا۔ بعد میں اس کو معلوم ہوا۔ تو اپنی حماقت پر بہت پچھتایا۔ یہ اپنے ہم قوم یہودیوں کی بڑی عزت اور مدد کرتا ہے۔ مشرقی لندن میں ایک مدرسہ یہودیوں کے لڑکوں کو مفت تعلیم دینے کے لئے کھول رکھا ہے۔ اور اس مدرسے کی سب سے زیادہ مدد یہی کرتا ہے۔

اس خاندان کا ایک شخص بھی روپیہ ضائع نہیں کرتا۔ اس وجہ سے سب خوش حال ہیں۔ یہ ہر قسم کے مال کی قیمت جانتے ہیں۔ اور اس وجہ سے کبھی دھوکا نہیں کھاتے۔ خواہ وہ لاکھوں کی چیز خریدیں خواہ معمولی مٹی کی دوات۔ یہ بازار کے نرخ کو اچھی طرح معلوم کر سکتے ہیں۔ اور جس کی شناخت اور بھاؤ معلوم نہ ہو۔ اس چیز کو کبھی نہیں خریدیں گے۔ شادی کے وقت یہ فضول رسمیں ادا نہیں کرتے۔ اور شادی اپنے گھرانے کے اندر ہی کرتے ہیں تاکہ ان کا خاندان قائم رہے۔ مذہب کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ ہر ایک راس چائلڈ کے گھر گول کمرہ میں میز پر ایک بیڈول سا پتھر رکھا ہوتا ہے۔ جو انہیں اپنے اصلی وطن کی یاد دلاتا ہے۔

(منقول) خاکسار محمودہ بیگم "ک" امرتسر

قانون کی پابندی

جو لوگ یورپ کے بادشاہوں اور جرنیلوں کی پابندی قانون کے قصے بڑے طمطراق سے بیان کیا کرتے ہیں۔ وہ ایک ایشیائی فرمانروا کا قصہ بھی سنیں۔

کابل میں یہ انتظام ہے۔ کہ کوئی شخص رات کو ۱۰ بجے کے بعد گھر سے نہیں نکل سکتا۔ چاہے کتنا ہی ضروری کام کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی باہر چلا گیا۔ تو فوراً گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ اور رات بھر قید رکھنے کے بعد صبح کو آزاد کر دیا جاتا ہے۔

تھوڑا عرصہ ہوا۔ ایک مسلمان سیاح یورپ سے سفر کرتے ہوئے کابل آیا۔ چونکہ اسے یہ قانون معلوم نہ تھا۔ اس لئے وہ کسی ضرورت سے رات کو باہر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا۔ کہ گرفتار کر لیا گیا۔ جب یہ بہت عذر معذرت کرنے لگا۔ تو کہا گیا۔ کہ آپ اپنے کوئی دو معتبر گواہ پیش کیجئے۔ انہوں نے کہا۔ جناب میں تو یہاں صبح ہی آیا ہوں۔ اور کسی سے واقف نہیں ہوں۔ اس پر اس کو قید خانہ بھیج دیا گیا۔ جہاں ایک اور افغان بھی مقید تھا۔ انہیں بند کر کے قفل لگا دیا گیا۔

ان کا ساتھی جو وہاں پہلے سے قید تھا۔ نہایت
سنجیدہ آدمی معلوم ہوتا تھا۔ کئی بار بات چیت کرنے
پر بھی اس نے کچھ جواب نہیں دیا۔ آخر سیاح
صاحب جھنجلا گئے۔ اور افغانستان کی برائیاں
کرنے لگے۔ اس پر اس افغان نے کہا۔ کہ جناب
افغانستان کے اس انتظام پر برافروختہ ہو رہے ہیں
لیکن اس کے کئی فوائد بھی ہیں۔ جن میں سے سب سے
بڑا یہ ہے۔ کہ رات کو چوری یا کسی اَور واردات کا
ڈر نہیں رہتا۔ غرض یہ کہ اس نے بہت عمدہ طریقے
سے اس انتظام کے فائدے سمجھائے۔ لیکن سیاح
بڑبڑاتا ہی رہا۔

دفعتہً دروازہ کھلا۔ اور افسر قید خانہ اندر آیا۔ اور
اس شخص کو جو پہلے سے وہاں قید تھا۔ آداب بجالایا۔
اور کہنے لگا۔ "ہم بہت شرمندہ ہیں۔ ہم سے ایک بڑی
غلطی ہو گئی۔ کہ ہم نے آنحضرت (یعنی امیر امان اللہ
خاں صاحب) کو قید کر دیا۔ امید ہے۔ کہ حضورِ انور
ہم عاجزوں کا قصور معاف کریں گے۔"

آپ نے خوش ہو کر اس افسر کو شاباش دی۔

جب ان سیاح نے یہ ماجرا دیکھا۔ تو بڑے حیران
ہوئے۔ پھر آپ بھی آداب بجالائے۔ اس کے
بعد امیر ممدوح انہیں خود اپنی موٹر میں بٹھا کر ان کے
گھر تک پہنچا آئے۔ پھر اپنے محل میں تشریف لے گئے۔
دوسرے دن آپ نے ان سیاح کی دعوت کی۔ اور
اس افسر کو بھی ترقی دی۔ جس نے آپ کو قید کیا
تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ خود شہر کے حالات دریافت
کرنے کو لباس تبدیل کر کے نکلے تھے۔ کہ دیکھیں۔
یہ لوگ اپنا کام درست طریق پر انجام دے رہے
ہیں۔ یا نہیں۔ کہ نادانستہ قید کر لئے گئے۔

بھلا جس ملک کا بادشاہ ایسا ہو۔ وہاں کے
انتظامات اور رعایا کا کیا کہنا۔

ایس ایم حسن ناگپور سی پی

آہ عمی جان مرحومہ

۱۲ مئی ۱۹۲۷ء کی وہ شام بھی میرے لئے کس
قدر غمناک تھی۔ جبکہ میری عمی جان حمیدہ خاتون صاحبہ
مسز ڈاکٹر محمد عمر صاحب متعینہ بجنور نے رات کو آٹھ
بجے ہم سب کو بے قرار چھوڑ کر دق کے مرض سے
جنت کی راہ لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نظم مندرجۂ ذیل میرے روتے ہوئے دل و
دماغ کا نتیجہ ہے۔ راقمہ شوکت دلہن سعیدہ خاتون لکھنؤ

لے چلے کس کو فرشتے عالمِ خاموش میں؟
اے زمینِ گور کس کو لے لیا آغوش میں؟
رحمتِ حق کس کی خاطر آج آئی جوش میں؟
کیا کوئی مدہوش دنیا آج آیا ہوش میں؟
دیکھ اے دنیا نظر تیری کسی کو کھا گئی۔
اک کلی تھی جو کھلی بھی اور پھر مرجھا گئی۔
آہ عمی جان ہے بے لطف سی اب زندگی۔

آپ دنیا میں نہیں کس طرح ہو دل بستگی؟
چھا رہی ہے ہر طرف میرے لئے اک خامشی۔
آپ دنیا سے گئیں۔ اور لے گئیں میری خوشی٭
ایک غم خانہ ہے اب سارا جہاں میرے لئے۔
میرے آنسو ہیں زمین و آسماں میرے لئے٭
یاد آ آ کر بہت پہروں رُلاتی ہیں مجھے۔
آپ کی پُر لطف باتیں اب ستاتی ہیں مجھے۔
میری آنکھیں آپ کو ہر دم دکھاتی ہیں مجھے۔
آپ کی جان ہر دم یاد آتی ہیں مجھے٭
آپ تو آرام سے فردوس میں ہیں جلوہ گر۔
میں تڑپتی ہوں۔ تو تڑپوں آپ کو کیا ہو خبر
آپ کے ہم بھی کوئی تھے۔ آپ کو کچھ یاد ہے۔
آپ کو کچھ بھی خیال عالمِ ایجاد ہے؟
آپ ہیں اور باغ جنت آپ کا دل شاد ہے
ہاں مگر دنیا میں کوئی محوِ صد فریاد ہے٭
دیکھئے تو اب سعیدہ کس قدر رنجور ہے۔
کیا مروّت کا زمانے میں یہی دستور ہے؟

ہندوستانی عورتوں کی یونیورسٹی

کوئی پندرہ بیس دن ہوئے یہاں بریلی میں پروفیسر کاروے صاحب تشریف لائے تھے٭ آپ پونا کے مشہور و معروف فرگوسن کالج میں ریاضی کے پروفیسر تھے۔ اور اب پنشن پاتے ہیں٭ آپ نے یہاں کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں ایک لکچر کی صورت میں اس یونیورسٹی کے حالات بیان فرمائے جو خود انہوں نے پونا میں ہندوستانی عورتوں کے لئے قایم کی ہے٭ مجھے مناسب معلوم ہوا۔ کہ ناظرات تہذیب کی اطلاع کے لئے اس زنانہ یونیورسٹی کے کچھ حالات لکھوں٭

اب سے بیس سال پیشتر ۱۸۹۶ء میں پروفیسر صاحب نے پونا میں ہندو بیواؤں کی اندوہناک حالت سے متأثر ہو کر ان کے لئے ایک غریب خانہ قایم کیا تھا۔ جس سے آپ کا منشاء یہ تھا۔ کہ ہندو بیوگان کو وہاں اس قسم کی تعلیم و تربیت دی جائے۔ کہ وہ اپنی پرورش خود کرنے کے قابل ہو جائیں٭ مگر ہندوؤں کو یہ شبہ ہوا۔ کہ اس غریب خانے کا اصلی مقصد یہ ہے۔ کہ بیوگان کا عقد ثانی کیا جائے٭ اس بدگمانی پر ہندوؤں نے اس تحریک کی سخت مخالفت کی۔ لہٰذا پروفیسر صاحب نے ۱۹۱۵ء میں اس کا نام بدل کر زنانہ بورڈنگ اسکول رکھ دیا۔ اور اس میں انٹرنس تک تعلیم کا انتظام کیا٭

شروع شروع میں اس اسکول کی طالبات بمبئی یونیورسٹی کے انٹرنس کا امتحان پرائیویٹ طور پر دیتی رہیں٭ یہ بالکل پرائیویٹ درسگاہ تھی اور سرکاری اثر سے بالکل آزاد تھی۔ اور متفرق چندوں سے کام چلتا رہا٭ اتفاق سے پروفیسر

صاحب کے بعض جاننے والے جاپان گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جاپان میں وہاں کی زنانہ یونیورسٹی کا معائنہ کیا۔ اور اس کے حالات کے متعلق ایک مطبوعہ رپورٹ پروفیسر کاروے صاحب کو بھیجدی ۔ اس کو پڑھ کر پروفیسر صاحب نے جاپان کے حالات سے متأثر ہوکر پختہ ارادہ کر لیا۔ کہ جاپان کی طرح ہندوستانی عورتوں کے لئے بالکل جداگانہ یونیورسٹی ہو۔ جو سرکاری قوانین کی پابندیوں سے بالکل آزاد ہو۔ اور اس میں تعلیم ابتدا سے انتہا تک دیسی زبانوں میں ہو۔ اور انگریزی ضرورتاً صرف بطور زبان ثانی کے پڑھائی جائے ۔ نصاب تعلیم میں عورتوں کی ضروریات کا لحاظ رکھا جائے۔ مثلاً ریاضی چونکہ مشکل مضمون تھا۔ اس کو اختیاری مضامین میں شامل کر دیا۔ لازمی نہیں رکھا۔ اور چونکہ دیسی زبانوں میں کتابیں موجود نہیں ہیں۔ اس مشکل کو یوں حل کیا۔ کہ انگریزی کتابیں نصاب میں داخل کی گئیں۔ مگر ان کی مدد سے دیسی زبانوں میں درس دیا جاتا ہے۔ اور طالبات کو دیسی زبانوں میں نوٹ لکھا دئے جاتے ہیں ۔

لڑکیاں ہندوستان کے مخصوص حالات کے لحاظ سے اتنا وقت اپنی تعلیم پر خرچ نہیں کرسکتیں۔ جتنا لڑکے کرتے ہیں۔ اور غیر ملکی زبان میں علوم وفنون حاصل کرنا مدت دراز اور غیر معمولی مشقت چاہتا ہے۔ اور چونکہ زنانہ تعلیم کے مشکل مسئلہ کا حل بہترین سوچا گیا تھا۔ یعنی نصاب تعلیم میں ہر قسم کی سہولت اور دیسی زبانوں میں اعلیٰ تعلیم دینے کی تجویز تھی اہل ملک نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا۔ اور ۱۹۱۶ء میں زنانہ یونیورسٹی باقاعدہ قایم ہوگئی۔ اور بڑے بڑے پایہ کے لوگ اس کے عہدہ دار مقرر ہوگئے۔ اور جس اسکول کی طالبات بمبئی یونیورسٹی کا امتحان انٹرنس دیا کرتی تھیں۔ وہ اسکول اب اس تازہ یونیورسٹی سے ملحق ہوگیا ۔ اسی سال اس یونیورسٹی کے ماتحت ایک زنانہ کالج بھی قایم ہوگیا۔ جس میں شروع میں ۴ طالبات داخل ہوئیں ۔

اب اس زنانہ یونیورسٹی کے ماتحت چار تو کالج ہیں۔ جن میں طالبات کی تعداد پچاس ہے۔ سات ہائی اسکول ہیں۔ جن میں ۷۶۳ لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔ اور آٹھ مڈل اسکول ہیں۔ جن کی طالبات کی تعداد ڈھائی سَو ہے ۔

گزشتہ سات سال میں اس یونیورسٹی سے ۴۲ عورتیں گریجویٹ کی ڈگری حاصل کر چکی ہیں یہ سب گریجویٹ عورتیں معقول مشاہروں پر صوبہ بمبئی کے مختلف مقامات میں تعلیمی کاموں پر مامور ہو چکی ہیں ۔ بمبئی کے ایک متمول سیٹھ نے پندرہ لاکھ روپے کے نوٹ بنک میں جمع کر دئے

ہیں۔ جن کی سالانہ آمدنی ۲۵ ہزار پانسو روپے یونیورسٹی کو ملتی ہے۔ شرط یہ ہے۔ کہ یا تو یہ زنانہ یونیورسٹی گورنمنٹ سے چارٹر (سند) حاصل کرلے۔ یا پندرہ لاکھ روپیہ اَور جمع کرلے۔ تو سیٹھ صاحب کی رقم اس وقت یونیورسٹی کی ملکیت ہو جائے گی۔ چونکہ گورنمنٹ سے چارٹر حاصل کرنا دیر طلب معاملہ ہے۔ اس لئے پروفیسر صاحب اور ان کے معاونین دوسری شرط کے مطابق پندرہ لاکھ روپیہ مزید جمع کرنے کی فکر میں کر رہے ہیں۔ اس مطلوبہ رقم میں سے ۸ لاکھ جمع ہو چکا ہے۔ ۷ لاکھ اَور جمع ہو جائیں گے تو سیٹھ صاحب کا عطیہ بھی اس یونیورسٹی کو مل کر اس کا نقد سرمایہ ۳۰ لاکھ ہو جائے گا۔ متفرق مقررہ چندے اس کے علاوہ ہیں۔ ان کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

جو شخص یک مُشت ہزار روپیہ چندہ دیتا ہے وہ یونیورسٹی کا سرپرست کہلاتا ہے۔ سینٹ اور سنڈیکیٹ کے ممبروں کا تقرر بذریعہ انتخاب عمل میں آتا ہے۔ جو گریجویٹ تین سَو روپے یک مُشت دیتا ہے۔ اس کو گریجویٹوں کی طرف سے سینٹ اور سنڈیکیٹ کے ممبر منتخب کرنے کا حق مل جاتا ہے۔ اور جو شخص ڈیڑھ سَو روپیہ نقد دیتا ہے۔ وہ یونیورسٹی کے عام حلقۂ انتخاب کا ووٹر ہو جاتا ہے۔ ان ذرائع سے یونیورسٹی کو اس وقت تک تین لاکھ روپیہ چندہ وصول ہو چکا ہے۔ دس دس پانچ پانچ روپیہ سالانہ دینے والوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زیادہ ہے۔ اور متفرق یکمشت متفرق چندے بھی بڑی بڑی تعداد کے وصول ہوتے رہتے ہیں۔

نصاب تعلیم میں تریب تریب سب علوم شامل ہیں۔ جو دوسری سرکاری یونیورسٹیوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔ مگر لازمی مضامین کی تعداد کم ہے۔ اور اختیاری مضامین کی تعداد زیادہ ہے۔ تاکہ طالبات کو سہولت ہو۔ اور اپنے اپنے مذاق طبع کے مطابق وہ نصاب پسند کرلیں۔ تعلیم سردست گجراتی۔ مرہٹی۔ ہندی اور تلگو زبان میں ہوتی ہے۔ جوں جوں فنڈ بڑھے گا۔ دوسری زبانوں میں بھی تعلیم کا انتظام زیر تجویز ہے۔ یہ یونیورسٹی ہر حصہ ملک کی رہنے والیوں کو پرائیویٹ طور پر امتحان دینے کی اجازت دیتی ہے۔ اور جہاں وہ عورت مقیم ہو۔ وہیں اس کے امتحان کا انتظام کر دیتی ہے۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

مُراجعت وطن

ہم نے جب وادیٔ غربت میں قدم رکھا تھا
دور تک یادِ وطن آئی تھی سمجھانے کو

چھ سال سے زیادہ عرصہ گزرا۔ میں نے اپنے عزیز و اقارب کو خدا حافظ کہہ کر بغرض تعلیم امریکہ

کی طرف رُخ کیا تھا۔ اس وقت اتنا لمبا سفر اور
اتنی مدت کی جدائی کا خیال بہت شاق گزرتا تھا۔
مگر وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ اور جوں توں کر کے
یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ
جس مقصد کے لئے میں یہاں آیا تھا۔ وہ بھی احسن
طریق سے پورا ہو گیا۔ مولا کریم نے مجھ پر بہت بہت احسان
اور فضل کئے۔ اور جب کبھی بھی کسی ابتلا یا مصیبت
کے وقت میں نے اس سے مدد طلب کی۔ اس نے
ہمیشہ پردۂ غیب سے میری مشکلات کو حل کر دیا۔
اس مادہ پرست دنیا میں آکر انسان عیش و آرام میں
پڑ جاتا ہے۔ اور یاد خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور میں
محسوس کرتا ہوں۔ کہ میں بھی بہت کچھ یاد خدا سے
غافل ہو گیا۔ مگر ساتھ ہی ان عیسائی ملکوں کی حالت
دیکھ کر میرا ایمان رب کریم پر آگے سے دُگنا ہو گیا۔
اور مذہب عیسوی کی ناکامی کا نظارہ دیکھ کر مجھے یقین
ہو گیا۔ کہ اسلام سے بڑھ کر دنیا میں اَور کوئی کامل
اور سچا مذہب نہیں ہے۔ میری بارہا کئی ایک عیسائی
پادریوں کے ساتھ اسلام اور عیسائیت پر بحث ہوئی۔
مگر میں نے بفضلہ ہمیشہ فریق مخالف کو شکست دی۔
نہ صرف یہی۔ بلکہ میں نے حتی الامکان اسلام کے
متعلق مختلف بدظنیاں جو ان پادریوں نے پھیلا رکھی
ہیں۔ ان کو اپنے پبلک لکچروں کے ذریعے دور کرنے
کی کوشش کی۔ مختلف پبلک لائبریریوں میں انگریزی
اسلامی کتب اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے
کا مشہور و معروف انگریزی ترجمہ قرآن کریم لوگوں کے
فائدے کے لئے دیا۔ یہی نہیں۔ بلکہ ہندوستان کے
متعلق بھی میں نے بہت سے پبلک لکچر دئے۔ اور
لوگوں کو اپنے ملک اور قوم کے صحیح حالات بتلائے
اور میجک لینٹرن کی تصاویر کے ذریعے ان کو ہندوستان
کی مشہور عمارات وغیرہ اور تاریخ سے آگاہ کیا۔ میری
طبیعت اس بات سے مسرور ہے۔ کہ میں نے
ایک مسلمان اور ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے
حتی الامکان اپنا فرض ادا کیا۔

مگر سب سے بڑا انقلاب جو میری طبیعت میں
پیدا ہوا۔ وہ اپنی ہندوستانی عورتوں کی حالت
تعلیمی و تمدنی کو درست کرنے اور ان کی ترقی
کے متعلق تھا۔ جب میں ہندوستان میں تھا۔ تو
اَور بہت سے ہندوستانی مردوں اور خصوصاً
مسلمانوں کی طرح عورتوں کے جائز حقوق سے
بے خبر اور ان کی تعلیم کا مخالف تھا۔ مگر امریکہ میں
آن کر میری آنکھیں کھل گئیں۔ جب میں نے
یہاں کی عورتوں کی تعلیم اور حقوق اور آزادی کو
دیکھا۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ ہماری ہندوستانی عورتیں
تو کسی حساب و شمار ہی میں نہیں ہیں۔ مثل ہے۔
"کجا رام رام۔ کجا ٹیں ٹیں"۔ وہی یہاں صادق
آتی ہے۔ اگرچہ بعض معاملات میں یہاں کی اور
یورپ کی عورتیں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ جو ان
کے لئے اور سوسائٹی کے لئے نقصان دہ ہیں۔ مگر

پھر بھی بہت سی باتیں ہیں نے ان میں ایسی لکھیں
جو عورتوں کے جائز حقوق میں شامل ہیں۔ اور جو
ہماری ہندوستانی عورتوں کو بھی ملنے چاہئیں حقیقت
میں یہ سب جائز حقوق اسلام نے عورتوں کو
عطا کئے ہیں۔ مگر ہمارے دقیانوسی اور قدامت
و رسم پرست اور کج فہم مسلمان مردوں نے ان کو
بالکل فراموش کر دیا۔ اگرچہ زمانہ حال کے نئے تعلیم
یافتہ مسلمان آہستہ آہستہ راہ راست پر آتے جاتے
ہیں۔ مگر پھر بھی بہت کچھ مرحلے ابھی طے کرنے
باقی ہیں۔ اور اس کے لئے کافی جد و جہد کی ضرورت
ہے۔ اس خیال کو دل میں لے کر میں نے اخبار
تہذیب نسواں میں اپنے مضامین کا سلسلہ شروع
کیا۔ جن میں کچھ نہ کچھ نوعیت تھی۔ اور جن سے عورتوں
کی معلومات میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ نہ صرف یہی
بلکہ میرا ارادہ دو تین کتابیں لکھنے کا بھی ہے۔ جن
سے کوئی روپیہ کمانا منظور نہیں ہے۔ بلکہ ہندوستانیوں
اور خصوصاً ہندوستانی عورتوں کی بہتری مدنظر ہے۔

یہ میرا آخری مضمون ہے۔ جو میں امریکہ سے
تہذیب کے لئے لکھ رہا ہوں۔ کیونکہ ۲۶ مئی کو میں
انشاء اللہ تعالیٰ نیویارک سے لندن کو جہاز پر
روانہ ہو جاؤں گا۔ اور وہاں سے پیرس اور روس
اٹلی ہوتا ہوا۔ ایک دوسرے جہاز پر وسط جولائی کے
قریب ہندوستان پہنچ جاؤں گا۔ اپنی تہذیبی بہنوں
کی خدمت میں میری التماس ہے۔ کہ اپنی دعاؤں
میں مجھے ضرور یاد رکھیں۔ اور خصوصاً میرے لئے
دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بخیر و خوبی واپس وطن
لے جا کر اپنے عزیز و اقارب اور احباب سے
ملائے۔ آمین!

انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان پہنچ کر بھی میں حتی الامکان
آپ کی خدمت تہذیب کے ذریعے اور دیگر ذرائع سے
کرتا رہوں گا۔ اور میرا ارادہ ہے۔ کہ اپنے سفر کے
مناسب حالات بھی مختصراً اپنی بہنوں کی دلچسپی
کے لئے اخبار میں شائع کراؤں۔ خیر یہ اپنے وقت
پر دیکھا جائے گا۔ فی الحال میں چند ماہ کے لئے
آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ اور امید کامل رکھتا
ہوں۔ کہ آپ کی دعائیں مجھے صحیح و سلامت آپ
تک پہنچا دیں گی۔ والسلام۔

خاکسار ممتاز احمد فاروقی۔ از امریکہ

آلو کی بڑیاں

آلو نہایت عام پسند ترکاری ہے۔ تقریباً سب
ہی کو مرغوب ہے۔ ہندو اور مسلمان شاید ہی کوئی
یہ کہے۔ کہ ہمیں آلو اچھا نہیں لگتا ہے۔ یہ بیسیوں
ترکیبوں سے پکایا جاتا ہے۔ اب آلو کی اخیر فصل
ہے۔ اور وہ ختم پر آ گئے ہیں۔ اب آلو رکھنے سے
بگڑنے لگیں گے۔ اور میٹھے ہو کر اچھے نہ معلوم

ہوں گے۔ اگر کوئی سال بھر تک آلو کھانا چاہیں۔ تو اس طرح کر سکتے ہیں۔ کہ آلوؤں کو ابال کر اور پیس کر اس میں خفیف نمک مرچ۔ گرم مصالحہ ملا کر مونگ کی بڑیوں کی طرح توڑ کر دھوپ میں سکھالیں۔ اور جس طرح چاہیں۔ پکائیں۔ پکانے سے پہلے بڑیوں کو بھون لینا چاہئے۔ خواہ کڑاہی یا پتیلی میں۔ بغیر گھی کے بھونی جائیں۔ یہ بڑیاں سیم کی پھلی سینگری۔ قیمہ۔ بتھی کے ساگ میں یا خالی بڑیاں بھی اچھی پکتی ہیں۔

آج کل آم آرہے ہیں۔ بہنوں کو چاہئے۔ چٹنی اور اچار کی ترکیبیں تحریر کریں۔ کیونکہ ابھی کی لکھی ہوئی ترکیبیں کام آسکتی ہیں۔ کیونکہ اخبار میں چھپتے چھپاتے دیر ہوجاتی ہے۔ اس واسطے ابھی سے ان ترکیبوں کا لکھنا مفید ہوگا۔ خاکسار کو بھی جو ترکیبیں یاد ہیں۔ تحریر کروں گی۔

خاکسار اہلیہ محمد علی خاں

فیجر۔ آم کی میٹھی چٹنی اور مربے کی ایک تو عام ترکیب ہے۔ جسے عموماً سب بیبیاں جانتی ہیں۔ اور جو نعمت خانہ میں بھی درج ہے۔ ان کو دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ان کے سوا کوئی اور ترکیب ہو۔ تو شوق سے لکھئے۔

رفیق عروس۔ نئی دلھن کی سہیلی۔ قیمت ۲/ دفتر تہذیب سے ملے گی

جاری ہو گیا دھوکا نہ تھا

اپریل ۱۹۲۷ء میں رسالہ دستکاری کے نہ بھیجے کی متعدد بہنوں کی طرف سے شکایت شائع ہو چکی ہے۔ ان سے میں معافی چاہتا ہوا مطلع کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۵ جون کو پرچہ شائع ہو جائے گا۔ کاپیاں لکھی جا رہی ہیں۔ جن جن کے پتے غلط ہو گئے ہیں۔ یا جن جن کو پرچہ نہیں پہنچا۔ وہ کارڈ کے ذریعے مطلع فرمائیں۔ تاکہ ان کو پرچہ باقاعدہ پہنچنے میں دقت نہ ہو۔ میں بیمار ہو گیا تھا۔ اس لئے توقف اور التواء ہو گیا۔

نیاز مند ڈاکٹر شفیع احمد پی۔ ایچ ڈی اڈیٹر رسالہ دستکاری۔ چاندنی چوک۔ دہلی

محفل تہذیب

کئی بیبیوں نے دستکاری پر مضامین بھیجے ہیں مگر وہ اپنا مطلب تحریر میں ٹھیک طور پر ظاہر نہ کر سکیں۔ اس لئے ان کی بھیجی ہوئی ترکیبیں سمجھ میں نہیں آسکتی ہیں۔ اس وجہ سے وہ درج نہیں ہو سکیں۔ فیجر

منگیتر سے خط و کتابت پر کئی بہنوں کے مضمون آئے ہیں۔ ان سب کا پورا درج کرنا بہت مشکل

ہے۔ اگلی اشاعت میں سب تحریروں کا خلاصہ درج کیا جائے گا ۔ منیجر

(زیڈ ایچ (ایوٹ محل) نے جوزکام کا نسخہ لکھ کر بھیجا ہے۔ اس میں "آب دروغ گندم" سمجھ میں نہیں آیا۔ اس سے کیا مراد ہے؟ زیادہ تفصیل سے لکھنا چاہئے۔

---

۱۴ مئی کے تہذیب میں بنت واجد حسین صاحب مرحوم نے ہاتھی دانت کی تیلیوں اور کروشیا کے ملنے کا پتہ دریافت کیا ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ ذیل کے پتے سے اس قسم کی کل چیزیں مل سکتی ہیں۔ خط انگریزی میں لکھا جائے۔
ناچیز بنت عشرت حسین صاحب۔ از ہردوئی

پتہ :- Messrs Hall and Anderson Limited. Chowringhee Calcutta

---

برص۔ مکرمی جناب مولوی صاحب قبلہ۔ تسلیم۔ ۳۰۔ اپریل کے پرچے میں ہمشیرہ بنت ڈاکٹر سید محمد ہاشم صاحب نے محترمہ بہن اقبال صاحبہ سے برص کی دوا کے لئے درخواست کی تھی۔ اگر بہن موصوفہ نے دوا بھجوا دی ہو۔ تو خیر ورنہ ایک بہت مجرب و آزمودہ نسخہ ارسال خدمت ہے۔ بہن صاحبہ ضرور استعمال کرائیں انشاء اللہ بہت جلد شفائے کلی ہو گی۔

پوست انجیر دشتی ۲ تولہ۔ باپچی ۲ تولہ (باپچی کو بعض باونچی بھی کہتے ہیں۔) گندھک ۲ ماشہ۔ ان تینوں کو پیس کر اور کپڑ چھن کر کے دہی میں ملالیں اور ضماد کریں۔ چند دن کے استعمال سے فائدہ ہو گا۔ زیڈ ایچ۔ ایوٹ محل

جناب اڈیٹر صاحب اخبار تہذیب نسواں۔ لاہور
زادعنایتکم۔ براہ نوازش حسب ذیل خبر اپنے اخبار گہربار میں شائع فرما دیجئے۔

۱۰۔ اپریل ۱۹۲۷ء کو بورڈنگ ہاؤس زنانہ طبیہ کالج دہلی میں ایک لڑکی ساحرہ بیگم لالٹین ہاتھ میں لے کر باہر جا رہی تھی۔ لالٹین کی چمنی یکایک چٹخی۔ اور اس کے دامن میں آگ لگ گئی۔ ہر چند اس نے بجھانے کی کوشش کی۔ مگر نہ بجھی۔ اس کے چیخنے پر تمام بورڈنگ کی لڑکیاں دوڑیں۔ مگر وہ دوڑتی پھرتی تھی۔ اور ہوا تیز تھی۔ آخر فیروز پور (پنجاب) کی ایک لڑکی ظہور فاطمہ نے کمال ہمت سے اس کے کپڑے پھاڑ اور نوچ ڈالے۔ اگرچہ اس کے ہاتھ بھی جل گئے۔ مگر چونکہ اس کا دل اور پھیپھڑا اور جگر اور معدہ آگ کے صدمہ سے مجروح ہو چکا تھا۔ باوجود سخت کوشش کے بھی جانبر نہ ہو سکی۔ افسر

کالج نے کمال ہمدردی فرمائی۔ خصوصاً پرنسپل۔ وائس پرنسپل۔ سکرٹری صاحب۔ لیڈی ڈاکٹر اور منصرمہ صاحبہ تمام رات مجروحہ کے پاس بیٹھی رہیں۔ اس کے شوہر اور والدہ کو تار دیئے گئے۔ مگر کوئی نہ آیا۔ انتقال ہونے پر وائس پرنسپل صاحب نے شیعہ حضرات کو (مرحومہ شیعہ تھی۔) عورتوں کو غسل اور کفن کے واسطے۔ اور مجتہد کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بلوایا۔ اور خود جنازہ کو کاندھا دیتے ہوئے قبرستان تک پہنچایا۔ امید ہے کہ تہذیبی بہنیں بھی مرحومہ کو دعاؤں میں یاد کریں گی۔

مرسلہ سلطان بانو طالبہ دہلی

عرصہ ہوا میں نے شاہجہانپور کی ایک ہندو دکان پر سے تمباکو خوردنی منگایا تھا۔ یہ تمباکو باوجود خوشبودار اور خوش ذائقہ ہونے کے نزلہ آور تھا۔ مگر افسوس اب اس دکان کا پتہ بھول گئی۔ لہذا شاہجہانپوری بہنوں سے گزارش ہے۔ کہ اگر کوئی بہن ذیل کے پتے پر اس دکان کا پتہ مجھے جلد بھیج دیں گی۔ تو میں ان کی بہت ممنون مشکور رہوں گی۔ کمترین ق۔ ن بنت ممتاز الحق صاحب امیر گنج شاہجہان آباد۔ بھوپال

جناب ایڈیٹر صاحب قبلہ تسلیم۔ تقریباً پانچ سال سے میرے پاؤں کی پشت پر گرمی کے شروع ہونے سے پیشتر کھجلی ہونے لگتی ہے۔ رفتہ رفتہ برسات تک پاؤں پھول جاتے ہیں۔ درد بہت ہوتا ہے چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتی ہوں۔ کوئی داد بتاتا ہے۔ کوئی چنبل۔ بہت علاج کئے۔ مگر کسی دوا سے بالکل آرام نہیں ہوتا۔ کوئی تہذیبی بہن یا بھائی مجرب دوا بتا کر مشکور فرمائیں۔ ایک تہذیبی بہن

جناب ایڈیٹر صاحب تسلیم۔ ایک دفعہ تہذیب ۱۰ میں کسی بہن نے لاہور کی ایک دنداں ساز عورت کا پتہ لکھا تھا۔ جو میں بھول گئی ہوں۔ اب اس پتے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی بہن کو یاد ہو۔ تو براہ مہربانی تہذیب میں درج کرا دیں۔ ضرورتمند

ایڈیٹر۔ آج کل لاہور میں کوئی دنداں ساز لیڈی نہیں ہے۔

۱۔ میری ایک سہیلی کو ایسی کتاب مطلوب ہے جس میں تمام دستکاریوں کے نام اور نقشے ہوں۔

۲۔ اگر کسی بہن کو کوئی ایسی کتاب معلوم ہو جس کے پڑھنے سے مضمون لکھنا آ سکے۔ تو بہن ازراہ مہربانی اس کی قیمت اور پتے سے بذریعہ تہذیب آگاہ فرمائیں۔ بہت مشکور ہوں گی۔ ضرورتمند

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

مادام سوزوکی

جاپان کی مادام سوزوکی اس وقت دنیا کی سب سے متمول عورت سمجھی جاتی ہے۔ اور اس وقت اس کی سرمایہ داری کی بعض چالوں کی وجہ سے جاپان کی وزارت اور ملک کی کئی بنک خطرے میں پڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس شہرۂ آفاق عورت کے مختصر تذکرے سے ناظرات تہذیب کو واقف کرنا بے موقع نہ ہوگا۔

تیرہ برس کی عمر تھی۔ کہ اس عورت کی شادی ایک تاجر سے ہوئی۔ اور اس تاجر نے مصری صاف کرنے کا ایک کارخانہ کھولا۔ کارخانہ معمولی پیمانے پر کھولا گیا تھا۔ اور تھوڑے سے مزدور اس میں ملازم تھے۔ لیکن بہت جلد یہ تجارت پھولنے پھلنے لگی۔ اور معقول منافع ہونا شروع ہوگیا۔ اس دوران میں مادام سوزوکی نے کبھی اپنے شوہر کے کاروبار میں دخل نہ دیا تھا۔ وہ دن بھر اپنے خانہ داری کے کاموں میں مصروف رہتی۔ اور نہایت خوبی سے ان کو سرانجام دیتی تھی۔

۱۹۰۵ء میں شوہر کا انتقال ہوگیا۔ اور مادام سوزوکی کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ مصری کے کارخانے میں اس کے جو حصے تھے۔ وہ اس نے فروخت کردئے۔ اور سبکدوش ہوکر شہر کوب میں رہنا شروع کردیا۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ عورت دنیا سے قطع تعلق کرکے اب اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کررہی ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ بے انتہا مصروف تھی۔ اور تجارت کی حیرت انگیز فہم و فراست سے کام لے کر اندر ہی اندر تجارت میں مصروف تھی۔

ان دنوں اس نے خفیہ طور پر سوزوکی اینڈ کمپنی کے نام سے ایک دکان کی بنیاد ڈالی۔ اور جاپان کے تمام بڑے بڑے صنعتی کارخانوں میں حصے خریدنے شروع کردئے۔ شروع شروع میں اس دکان میں اور بہت سے لوگوں کا روپیہ بھی لگا تھا۔ مگر جب کمپنی خوب چل نکلی۔ تو مادام سوزوکی نے دوسرے حصے داروں کے حصے بھی خود خریدنے شروع کردئے۔ اور اس بیس برس کے عرصے میں سوزوکی اینڈ کمپنی کے ۹۸ فی صدی حصوں کی مالک بن بیٹھی۔ اور تقریباً چار کروڑ پونڈ جمع کرلئے۔ اس حالت میں۔ کہ جاپان میں عورتیں کاروبار میں حصہ نہیں لیتیں

ایک چوتھائی صدی سے کم عرصے میں مادام سوزو کی کا اتنا روپیہ جمع کر لینا بے حد تعجب انگیز ہے*

مادام سوزو کی نے روپیہ اور نام تو پیدا کیا۔ لیکن ہر دل عزیز نہ ہو سکی۔ جو سرمایہ وہ جمع کر رہی تھی۔ غریبوں کی عرقریزی اور محنت کا نتیجہ تھا۔ اور اس کا معاوضہ انہیں اس قدر قلیل ملتا تھا کہ کسی کے دل میں مادام کی محبت نہ پیدا ہو سکتی تھی*

جنگ کے دنوں میں مادام سوزو کی تجارت میں اپنی حیرت انگیز قابلیت اور دور اندیشی سے کام لے کر چاولوں کی منڈی پر پورا قبضہ کر لیا۔ اور صرف اسی کاروبار میں ایک کروڑ نفع پیدا کر لیا* جاپان میں چاول بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مادام سوزو کی پوری منڈی پر قابض ہونے کی وجہ سے اس غلّے کو گراں قیمت پر فروخت کر رہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ غربا پر فاقے گزرنے لگے۔ اور سب کے دل میں مادام سوزو کی سے نفرت پیدا ہو گئی*

یہ آگ جو چپکے چپکے لوگوں کے دلوں میں سلگ رہی تھی۔ ۱۹۱۸ء کو شعلوں میں بھڑک اٹھی* کوب میں جہاں مادام سوزو کی رہتی تھی۔ غربا کا جم غفیر اس سے انتقام لینے پر تل گیا* سوزو کی اینڈ کمپنی کے عالی شان دفتر پر چڑھ آیا۔ اور اسے جلا کر خاک کر ڈالا*

اسی رات مادام سوزو کی چپکے سے شہر شہزو کی کو روانہ ہو گئی۔ جو جاپان میں چائے کی پیداوار کے لئے بہت مشہور ہے* مادام سوزو کی چائے کی منڈی پر بھی قابض تھی۔ اور چائے بھی گراں قیمت پر فروخت ہو رہی تھی۔ چنانچہ یہاں بھی عوام بھرے بیٹھے تھے۔ اور عافیت نظر نہ آتی تھی*

تنگ آ کر مادام سوزو کی شہر ٹوکیو کے ہوٹلوں کو تار بھیجے۔ کہ میرے رہنے کے لئے کمروں کا انتظام کر دو۔ لیکن شہر کے کسی ہوٹل کو اتنا حوصلہ نہ پڑا۔ کہ کہ کروڑپتی عورت کو اپنے ہاں ٹھہرائے* ہر ایک کو یہی ڈر تھا۔ کہ کہیں عوام جوش غضب کی کیفیت میں ہمارے ہوٹل پر نہ چڑھ آئیں۔ اور ہمیں برباد نہ کر ڈالیں*

بڑے ہوٹل تو علیحدہ رہے معمولی سراؤں میں ٹھہرنے کی درخواست کی۔ اور اجازت نہ مل سکی* بے انتہا پریشان ہو کر آخر مادام سوزو کی نے وزیر داخلہ کو تار دی۔ اور غربا کی امداد کے لئے ایک لاکھ پونڈ روانہ کئے۔ لیکن غربا نے امداد لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ جو عورت ہماری بربادی کا باعث بنی ہے۔ ہم اس کا روپیہ قبول نہیں کر سکتے*

آخر مادام سوزو کی کے لئے اس کے سوا چارہ نہ رہا۔ کہ بھیس بدل کر روپوش ہو جائے* ایک ننھے سے گاؤں میں جہاں اس کو کوئی پہچان نہ سکتا تھا۔ وہ عرصے تک چھپی رہی۔ اپنے دفاتر کو خطوط کے ذریعے ہدایات دیتی رہی* جب لوگوں کا جوش

ٹھنڈا پڑگیا۔ اور خطرے کا زمانہ گزر چکا۔ تو وہ گاؤں سے نکلی۔ اور شہر میں آئی ۔

مادام سوزدکی کے کارخانوں میں لاکھوں مزدور کام کرتے ہیں۔ اور اس کے کارخانے نہ صرف جاپان میں بلکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ بڑے کارخانے جاپان ۔ چین ۔ امریکہ ۔ آسٹریلیا اور ملایا اسٹریٹ میں ہیں۔ اور تجارت کے دفتر لندن ۔ گلاسگو ۔ پیرس ۔ نیویارک ۔ ہانگ کانگ ۔ شنگھائی ۔ مدراس ۔ کلکتہ ۔ سیلبورن ۔ ولیڈی واسٹک ۔ بمبئی ۔ منیلا ۔ برلن ۔ سان فرانسسکو اور سٹیٹل میں ہیں۔ اور دنیا کے دور دراز ممالک میں بھی اس کی جائداد پھیلی ہوئی ہے ۔

تیراک عورتوں کا مشورہ

انگلستان کی چند ہمت ور عورتوں نے تیراکی کی ایک کلب سی بنائی تھی۔ اور تمام سردیاں ہفتے میں دو بار کھلے پانی میں تیرتی رہی تھیں۔ انہی دنوں انہوں نے اس تجربے کے نتائج لکھے ہیں۔ اور بتایا ہے ۔ کہ اس تمام عرصے میں ان کی صحت نہایت ہی اچھی رہی ۔ اور ان میں سے کسی کو بھی زکام ۔ انفلوئنزا یا کسی دوسری بیماری کی شکایت نہیں ہوئی ۔ انہوں نے اپنے ملک کی دوسری عورتوں کو مشورہ دیا ہے کہ پانی سے ڈرنا ۔ اور اپنے جسم کو فکر سے پالنا پوسنا چھوڑ دو۔ ٹھنڈا یخ پانی بھی جسم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا

چنانچہ کئی مرتبہ تیرنے کا فرض پورا کرنے کے لئے پانی کی سطح پر سے جمی ہوئی برف توڑی گئی۔ اور تیرا گیا۔ اور کچھ نقصان نہیں ہوا ۔

جو عورتیں یہ چاہتی ہیں ۔ کہ اس کا جسم بھدا نہ ہونے پائے اور رنگت نکھری رہے ۔ ان کے لئے تیراکی سے اچھی کوئی ورزش نہیں ۔ دوسرے تمام کھیلوں میں جسم کے بعض اعضاء بھدے ہو جاتے ہیں لیکن برخلاف اس کے تیرنے والوں کے بازو ۔ گردن اور جسم نمایاں طور پر خوب صورت معلوم ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی بار بار ثابت کیا جا چکا ہے ۔ کہ ہفتے میں ایک یا دو بار باقاعدگی سے تیرتے رہنے سے ہاضمے کی وہ تمام شکایات رفع ہو جاتی ہیں۔ جن کے شہری اور خانہ نشین لوگ شکار ہوتے رہتے ہیں ۔ بدہضمی کی وجہ سے رنگت بگڑ گئی ہو۔ یا مٹاپا پیدا ہو گیا ہو۔ تو چند ہی روز کے تیرنے سے نمایاں فائدہ معلوم ہوتا ہے ۔

مندرجہ بالا کلب کی ممبر بیں اس سال انگلستان اور فرانس کے درمیانی سمندر کو تیر کر عبور کریں گی لیکن وہ دوسروں کو زیادہ فاصلے تک تیرنے کا مشورہ نہیں دیتی ہیں ۔

خانہ داری کے اشارات

لیپ کے جس حصے میں تیل ڈالا جاتا ہے۔ اگر اس میں کافور کی ایک ڈلی بھی ڈال دی

جائے۔ تو لیمپ سے بہت صاف روشنی نکلنے لگے گی +

اگر گلدستے کے پھول مرجھائے جا رہے ہوں۔ اور انہیں از سر نو تازہ کرنا ہو۔ تو اُبلتا ہوا پانی کسی برتن میں ڈال کر پھولوں کی شاخیں اس میں ڈبو دیجئے۔ اور ذرا دیر ڈوبی رہنے دیجئے + تھوڑی ہی دیر بعد ایک ایک پتی میں جان سی پڑ جائے گی + اس کے بعد شاخوں کے سرے تراش دیجئے۔ اور پھولدان میں نیم گرم پانی لے کر گلدستہ اس میں رکھ دیجئے +

تازہ انڈے کو کسی پانی سے بھرے ہوئے برتن میں ڈالا جائے۔ تو تہ میں بیٹھ جائے گا + چند دن کا انڈا ہو گا۔ تو اس کا بڑا گول سرا پانی میں اٹھا رہے گا۔ پرانا اور گندا انڈا پانی میں تیرتا رہے گا +

سنہری کام کی بیلیں اگر خراب ہو گئی ہوں۔ تو ان کے صاف کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ چھوٹے برش کو پلاسٹر آف پیرس میں ڈبو کر بیل کو اچھی طرح رگڑا جائے۔ اس کے بعد تھوڑی سی بینزولین سے دھویا جائے۔ اور بعد میں کسی نرم کپڑے سے پونچھ پونچھ کر سکھا لیا جائے +

عام طور پر معلوم نہیں ہے۔ کہ اگر لیمو کو تراشنے اور نچوڑنے سے پہلے خوب گرم کر لیا جائے۔ تو اس میں سے تقریباً دگنا رس نکل سکتا ہے + اگر لیمو گھر میں موجود ہو۔ اور استعمال کی جلد ضرورت نہ ہو۔ تو اسے ٹھنڈے پانی میں ڈال کر کسی ٹھنڈی جگہ رکھ دینا چاہئے + اس سے لیمو کی تر و تازگی نہیں جانے پاتی +

دیگچیوں میں کوئی کھانا جل کر پیندے سے لگ جاتا ہے۔ تو دیگچیوں کا صاف کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے + رگڑنے اور کھرچنے سے نہ صرف تکلیف ہوتی ہے۔ بلکہ برتن کی عمر بھی گھٹ جاتی ہے + اس کا آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ ایسی دیگچی میں ٹھنڈا پانی ڈال کر اس میں سوڈا ملا دیجئے۔ اور دیگچی کو چولہے پر رکھ دیجئے + تھوڑی دیر بعد پانی اُبلنے لگے گا + پندرہ منٹ تک اُبلنے دیجئے۔ اس کے بعد کوئی لکڑی کا کفگیر لے کر جلے ہوئے کھانے کے پیندے پر سے صاف کیجئے۔ بڑی آسانی سے صاف ہو جائے گا۔ اور برتن کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچنے پائے گا + ٹین۔ لوہے اور قلعی کے برتنوں میں یہ طریقہ فائدہ مند ہے۔ اگر برتن ایلومنیم کا ہو۔ تو سوڈے کی جگہ سرکا ڈالنا چاہئے + سوڈے سے ایلومنیم کے برتن سیاہ پڑ جاتے ہیں۔ اور پھر ان کی سیاہی کا دور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے +

+ + +

خبریں اور نوٹ

۱۹ مئی کو مصری پارلیمنٹ کا اجلاس زیر صدارت سعد زاغلول پاشا منعقد ہوا۔ جس میں قوم پرست جماعت کی طرف سے سوال اٹھایا گیا۔ کہ لارڈ لائڈ نے سفارت کی سند پیش کیوں نہیں کی؟ نیز مصر میں برطانی ہائی کمشنر کی حیثیت کیا ہے؟ کہیں آزادی مصر محض ڈھکوسلا ہی تو نہیں؟ ایک ممبر نے کہا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ قوم پرست اس مسئلہ پر کیوں شور مچا رہے ہیں۔ حالانکہ مصر میں برطانیہ کی عام حیثیت ہی خلاف قانون ہے۔

وزیر اعظم ثروت پاشا نے کہا "یہ غلط ہے۔ کہ مصر کی آزادی میں کسی قسم کا کوئی فرق آ گیا ہے۔ اگر مصر آزاد نہ ہوتا۔ تو آج ممبران پارلیمنٹ یہ کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ ہائی کمشنر کا عہدہ نیا ہے اور بین الاقوامی قوانین میں اس کا کوئی ذکر نہیں اس عہدے کے فرائض بھی ہنوز تعین و تشریح کے محتاج ہیں۔ حکومت مصر حکومت برطانیہ کے ساتھ بات چیت کر رہی ہے۔ تاکہ یہ امور طے ہو سکیں"۔ آخر میں وزیر اعظم کے الفاظ کو پیش نظر رکھ کر ایک قرارداد منظور ہوئی۔ جس میں یہ خواہش ظاہر کی گئی۔ کہ اس مسئلہ کا ایسا حل سوچا جائے۔ جو مصر کی عزت و حریت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔

ترکی انجمن ہلال احمر نے جنگوں میں جس قدر روپیہ خرچ کیا۔ اس کی تفصیل مذکور کی روئداد میں یوں بیان کی گئی ہے:-

جنگ طرابلس میں چالیس ہزار ترکی پونڈ۔
جنگ بلقان میں ایک لاکھ تیس ہزار ترکی پونڈ۔
جنگ عظیم میں کروڑوں ترکی پونڈ۔ جنگ اناطولیہ میں پینتیس لاکھ ترکی پونڈ صرف کئے گئے۔

اس وقت یہ انجمن قسطنطنیہ کے ابتدائی مدارس میں پانچ ہزار بچوں کی امداد کر رہی ہے۔

ولیسٹ منسٹر گزٹ لکھتا ہے۔ کہ غازی عبد الکریم نے جزیرہ ری یونین سے اہل ریف کو پیغام بھیجا ہے۔ کہ ہسپانیہ کے خلاف جدوجہد جاری رکھیں۔

مجاہدین شام کے سردار سلطان الاطرش پہاڑی علاقوں میں نقل و حرکت کر رہے ہیں۔ اور جنگ کے انتظامات اور اس کی تبلیغ میں برابر سرگرم ہیں۔

اخبار ام القرےٰ لکھتا ہے۔ کہ ۲۷ شوال تک حاجیوں کی تعداد چوہتر ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ اگلے ہفتہ اور بڑھ جائے گی۔

شام کی جنگ آزادی کے سلسلے میں ایک مشہور رہنما شیخ وہاب فلسطین میں گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

برطانی سفیر متعینہ پیکن نے اپنے نمائندہ کو

ـــیا ہے۔ کیونکہ وہاں کی چینی
ہانکاؤ سے دیا
حکومت اپنی ذمہ داری کا خاطر خواہ ثبوت
نہیں دیا۔ اور عہد و پیمان کی خلاف ورزی کر کے
وہاں کی برطانی بستی میں مخالفانہ قبضہ جما لیا۔

چین کی قوم پرست فوجوں نے ایک جاپانی
جہاز پر گولیاں برسائیں۔ اس نے بھی گولوں
سے جواب دیا۔ جس سے خاصا نقصان ہوا۔ اس
جہاز پر جاپانی حکام دریائے ینگ سی کے حالات
معلوم کرنے جا رہے تھے۔

ہنکاؤ کا تار۔ یہاں کے حالات بہت نازک
ہو رہے ہیں۔ ہر طرف سے فوجوں کی آمد آمد ہے۔
لوگ روپیہ پیسہ لے کر بھاگ رہے ہیں۔

حکومت روس نے حکومت برطانیہ کو ایک
یادداشت بھیجی ہے۔ جس میں "ارکاس ہاؤس"
پر حملہ کو معاہدہ کی خلاف ورزی اور تلاشی کو بین
الاقوامی قوانین کی توہین قرار دیا ہے۔ اور واضح
الفاظ میں برطانیہ سے باز پرس کی ہے۔ کہ آیا
وہ روس سے تجارتی تعلقات قایم رکھنا چاہتی
ہے۔ یا نہیں۔

دارالعوام میں مسٹر لنسبری کے نظر بندوں کے
متعلق سوال کیا۔ تو جواب میں ارل ونٹرٹن
نے کہا۔ کہ حکومت مسٹر سبھاش چندر کے سوا دوسرے
نظر بندان بنگال کو رہا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی
اور نہ ابھی قانون کو دور کرنے کے مسئلہ پر غور کیا
گیا ہے۔

دارالعوام میں بیان کیا گیا۔ کہ حکومت ایران
بین الاقوامی معاہدہ ۱۹۲۰ء کے مطابق ہوائی
جہازوں کی آمد و رفت کے لئے کوئی اور راستہ مقرر کرنے
کے متعلق غور کرنے کو تیار نہیں معلوم ہوتی۔ ایسی صورت
میں وزارت بحر قلزم کے جنوبی سواحل کے ساتھ
ساتھ ایسا راستہ اختیار کرنے پر غور کرے گی۔
جو ایران کی سرزمین سے بالکل آزاد ہوگا۔

جرمن پارلیمنٹ میں ایک مسودۂ قانون پیش
ہونے والا ہے۔ جس کی رو سے آیندہ دو سال تک
قیصر ملک میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اور اس طرح
جمہوری حکومت کی حفاظت رہے گی۔

کوہ ولیسوویس کے آتش خیز دامن میں ایک پرانے
دبے ہوئے شہر کی کھدائی کا کام پھر شروع ہوا ہے۔
یہ شہر ۷۹ء میں آتش فشاں پہاڑ کے بہنے والے
مادے سے دب گیا تھا۔ اٹھارھویں صدی عیسوی
سے اس کو نکالنے کا کام شروع ہے۔ اور اب
ایک تھیٹر دو مندر منقش دیواریں اور بت نکل
چکے ہیں۔

انگلستان میں چار حلقہ ہائے انتخاب ایسے ہیں۔
جن میں رائے دہندہ عورتوں کی اکثریت ہے۔

لندن میں مشرقی زبانوں کی تعلیم کی ایک درسگاہ
ہے۔ جہاں افریقہ کی بعض مشکل زبانوں کی تعلیم ایک
عورت کے متعلق ہے جس کا نام ایلس ورنر ہے۔

۲۸ مئی ۱۹۳۰ء

یگوسلاویا میں اسکولوں کی لڑکیوں میں سامان آرائش شلاً پوڈر غازہ وغیرہ کا استعمال اس قدر بڑھ گیا تھا۔ کہ اب انہیں حکماً ایسی چیزوں سے روکا گیا ہے ؛

آنکھوں کے معائنہ کے لئے ایک ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے۔ جس کے ذریعے باریک رگوں میں دوڑ کرنے والے خون کے ذرات تک نظر آجاتے ہیں ؛

لیڈی ہنری نے جن کا ۱ مئی کو لندن میں انتقال ہوا ہے۔ ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی گرانقدر رقم انگلستان اور امریکہ کی یونیورسٹیوں کے طالب علموں کو وظائف دینے کی غرض سے چھوڑی ہے ؛ اس رقم سے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو وظیفے دیئے جائیں گے ؛

انڈین نیشنل کانگریس کے زیر اہتمام ہندوستانی سیوادل ایک وفد چین کی طرف روانہ کرنے والا ہے۔ جس میں پانچ ڈاکٹر۔ دو کمپونڈر اور آٹھ مرہم پٹی کرنے والے ہوں گے ؛

ایٹہ کے مجسٹریٹ نے ایک مقدمے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو مسٹر مظہر الاسلام سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس اور ان کے چپراسی کی طرف سے چل رہا تھا ؛ واقعہ یہ ہے۔ کہ انسپکٹر صاحب دیہات کے اسکولوں میں دورے کے لئے گئے۔ تو جاہل گنواروں نے یہ سمجھا۔ کہ یہ بچوں کو جادو کا شیشہ دکھا کر پکڑتے اور ورغلاتے ہیں۔ اس لئے ان کو مارا پیٹا ؛ ان لوگوں کا خیال تھا۔ کہ نہر کا بند پکا بنانے کے لئے دیوتاؤں کے سامنے بچے بھینٹ چڑھائے جاتے ہیں ؛ مجسٹریٹ نے دیہاتیوں کو پندرہ روز سے لے کر چار ماہ تک کی مختلف سزائیں دیں ؛

خبر ہے۔ کہ سردار گلاب سنگھ اور راجہ جہانگیر آباد نے اسمبلی سے استعفیٰ دیدیا ہے ؛

کانگریس کمیٹی کے اجلاس بمبئی کے موقع پر ناگپور کی سول نافرمانی کے متعلق مہاتما گاندھی کی اس رائے کا اظہار کیا گیا۔ کہ ملک ابھی سول نافرمانی کے قابل نہیں ہے ؛

ہندوستان کے سیاسی و خارجی محکمہ کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا ہے۔ جس میں یورپین خواتین کو شمالی و مغربی سرحد یا اس کے پار جانے میں جن احتیاطوں اور قواعد و ضوابط بتائے گئے ہیں۔ مثلاً بعض مقامات پر جانے کے لئے پولیٹیکل ایجنٹ کی اجازت لازمی ہے۔ بعض مقامات کے لئے آمد و رفت کے اوقات مقرر کئے گئے ہیں۔ اور بعض جگہوں کے لئے موٹر لاری یا موٹر میں سفر کرنا ضروری بتایا گیا ہے ؛

علی پور (کلکتہ) کی سشن جج میں مس مارٹن لیڈی ڈاکٹر کے خلاف اس الزام میں مقدمہ چل رہا تھا۔ کہ اس کی تیز رفتار موٹر سے ایک گیارہ سال کا لڑکا دب کر مر گیا ؛ یہ معاملہ جب جیوری کے سپرد کیا گیا۔ جس میں پانچ یورپین تھے۔ تو اس

...ں میں سننے سے پہلے ہی ملزمہ کو بے قصور
قرار دیا۔ اور بری کر دیا۔ سرکاری وکیل نے جج کو
اس طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ جج نے اس جیوری
کو علیحدہ کرکے اس کی جگہ دوسری جیوری مقرر کی۔

کلکتہ کے ایک میدان میں ایک یورپین مردہ
پایا گیا۔ اس کے پاس سے جو خط نکلا ہے۔ اس
میں لکھا ہے۔ کہ میں زندگی سے تنگ آگیا تھا۔

مسٹر منظر الدین ڈائرکٹر جنرل ڈاک خانہ جات
اور ان کی بیگم صاحبہ جو حیدرآباد کے خاندان امرا
سے تعلق رکھتی ہیں۔ حال میں سفر یورپ سے
واپس آئی ہیں۔ ان دونوں میاں بیوی نے
علاوہ دوسرے ممالک کے مصر و ترکی کی سیاحت
بھی کی۔ اور بیگم صاحبہ نے مصر و ترکی کی خواتین
سے مل کر تبادلہ خیالات کیا۔ بیگم موصوفہ کا بیان
ہے۔ کہ جب سے وہاں کی عورتوں نے پردہ کی
پابندیوں سے آزادی حاصل کی ہے۔ وہ زندگی
کے ہر شعبہ میں خاطر خواہ ترقی کر رہی ہیں۔ اور ملکی
سیاسیات میں کافی دلچسپی لیتی ہیں۔ انہیں یہ
معلوم ہو کر بہت قلق ہوا۔ کہ ہندوستانی خواتین
تعلیم میں بہت پیچھے ہیں۔ اور پردہ ان کی ترقی
کے راستہ میں حائل ہے۔

افغانی سفارت مقیم لندن کے ایک افسر مسٹر
غوث کی شادی ایک انگریز لڑکی سے ہوئی۔ جو
ٹائپ کا کام کرتی تھی۔ شاہ افغانستان نے
انہیں شادی کی اجازت دیدی تھی۔ اب مسٹر غوث
کو روم کا سفیر مقرر کیا گیا ہے۔

کلکتہ کی عدالت میں نیپالی لڑکی راج کماری
مایا کو فروخت کرنے کا جو مقدمہ چل رہا ہے۔
اس میں عدالت نے ملزم پدم پرشاد پر فرد جرم
لگا دی۔ اور ڈاکٹروں نے راجکماری کی عمر ۱۵ اور
۱۶ سال کے درمیان قرار دی۔

مسٹر شاستری [illegible] سے ہند کی طرف سے جنوبی
افریقہ میں ایجنٹ مقرر کیے گئے ہیں۔ آپ کو ساڑھے
تین ہزار اور آپ کے سکرٹری کو دو ہزار روپے
تنخواہ ملا کرے گی۔

نواب [illegible] سو روپے اور
[illegible] سردار ذوالفقار علی خاں نے ایک سو تیس روپے
کی رقم فساد لاہور کے مصیبت زدوں کی امداد میں
دی ہے۔

ہائی کورٹ پنجاب میں سوامی شردھانند کے
قتل کے متعلق عبدالرشید کا اپیل سنا گیا۔ ۱۸ اور ۱۹
مئی کی دونوں پیشیوں میں ملزم کے وکیل مسٹر
اسرن نے عبدالرشید کو بے قصور ثابت کرنے کی
کوشش کی۔ لیکن مسٹر جسٹس براڈوے اور جسٹس
اسکیمپ نے اسے قصوروار ٹھہرا کر سزائے موت
بحال رکھی۔ اور اپیل خارج کر دیا۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے

مری اور ڈلہوزی بیرونی ایجنسی

مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۲۷ء سے اول و دوئم درجہ کے سنگل و واپسی ٹکٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے پر بڑے اسٹیشنوں سے مری اور ڈلہوزی کے لئے اور مری اور ڈلہوزی میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کی بیرونی ایجنسیوں سے نارتھ ویسٹرن ریلوے کے کسی اسٹیشن تک جاری کئے جائیں گے۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے کے بیرونی ایجنٹ جو کہ موٹر کے ذریعہ باربرداری کریں گے ان میں مری بیرونی ایجنسی کے لئے میسرز این۔ ڈی رادھا کشن اینڈ سنز ہیں اور ڈلہوزی بیرونی ایجنسی کے لیے کلائیو ٹرانسپورٹ کمپنی ہے۔

۲۔ ان سیدھے ٹکٹوں کے لئے کرایہ اس طرح لیا جائے گا۔

مری تک اور وہاں

(ا) سفر بذریعہ ریل اور (راولپنڈی تک اور وہاں سے)

ایک طرف کے ٹکٹ کے لئے (Single journey) پورا کرایہ ایک طرف

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . . ایک پورے اور آدھے کرایہ پر
واپسی ٹکٹ { جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . . . دو پورے کرایہ پر

(ب) راولپنڈی اور مری کے درمیان

(i) بذریعہ موٹر . . . . مبلغ 10—0—0

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . مبلغ 17—8—0
واپسی ٹکٹ { جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . . مبلغ 17—8—0

(ii) بذریعہ بس (یا لاری)

ایک طرف کے سفر کے لئے (Single journey) مبلغ 7—0—0

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . مبلغ 12—0—0
واپسی ٹکٹ { جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . . مبلغ 12—0—0

ڈلہوزی تک اور وہاں

(ا) سفر بذریعہ ریل (پٹھان کوٹ تک اور وہاں سے)

ایک طرف کے سفر کے لئے . . . . کرایہ ایک طرف پر

واپسی { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . . کرایہ ایک طرف اور اُسکے نصف پر
واپسی { جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . . . ایک طرف کے دو گُنے کرایہ پر

۔ پٹھان کوٹ سے ڈلہوزی تک

(ا) بذریعہ موٹر گاڑی

ایک طرف کے سفر کے لئے . . . . مبلغ ۰ — ۸ — ۱۹

واپسی ٹکٹ { جو بیس روز تک کام آسکے . . . . . مبلغ ۰ — ۰ — 24
جو دو ماہ تک کام آسکے . . . . . . مبلغ ۰ — ۰ — 24

(۳) بذریعہ موٹر وغیرہ جیسا کہ بیرونی ایجنسی والوں نے کیا انتظام کیا ہے۔ مندرجہ ذیل اوقات ہیں:-

	موٹر	موٹر	بس (یا لاری)
راولپنڈی سے چلنے کا وقت	۱۰ — ۳۰	۱۶ — ۳۰	۱۰ — ۰
مری پہنچنے کا وقت	۱۳ — ۰	۱۸ — ۳۰	۱۳ — ۰

(ب) پٹھان کوٹ سے ڈلہوزی

	موٹر	بس (یا لاری)	موٹر	بس (یا لاری)
پٹھان کوٹ سے چلنے کا وقت	۸ — ۰۰	۱۴ — ۴۰	۸ — ۰۰	۱۴ — ۴۰
ڈلہوزی پہنچنے کا وقت	۱۳ — ۳۰	۱۹ — ۳۰	۱۳ — ۳۰	۱۹ — ۳۰

مسافروں کو مری یا ڈلہوزی کے لئے ٹکٹ خریدتے وقت اسٹیشن ماسٹر کو ضرور لکھ کر بتلانا چاہئے۔ کہ وہ کس روز کس موٹر پر راولپنڈی سے یا پٹھان کوٹ سے سفر شروع کرنا چاہتے ہیں۔ (جیسی ان کی صلاح ہو) اور یہ بھی اطلاع دیں۔ کہ آیا اُن کی مرضی بذریعہ موٹر کار سفر کرنے کی ہے۔ یا بذریعہ بس (لاری)، مسافروں کو اپنا ٹکٹ سفر شروع کرنے کے ایک دن پیشتر ہی خرید لینا چاہئے +

(۴) جن مسافروں کے پاس مری یا ڈلہوزی تک کے ٹکٹ ہوں گے۔ ان کا اسباب صرف راولپنڈی یا پٹھان کوٹ تک حسب ضرورت بُک کیا جاوے گا۔ بیرونی ایجنٹ ان کو بیس سیر کی رعایت دے کر اسباب مری یا ڈلہوزی کو بُک کرنے کے لئے اُن کی مدد کریں گے۔ اسی طرح جو مسافر مری یا ڈلہوزی سے چلیں گے۔ اسباب کو صرف متعلقہ ریلوے اسٹیشن پر سے اپنے اسٹیشن جہاں کہ اُنہیں جانا ہوگا بُک کرا سکیں گے +

این۔ ڈبلیو۔ ریلوے۔ ہیڈ کوارٹرز آفس
لاہور۔ مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء

دستخط جے۔ ایچ۔ جیس
فار ایجنٹ

دو مفید کتابیں

طبیب نسواں

ہندوستانی گھروں میں بے احتیاطی اور ناتجربہ کاری سے جو بہتیرے بچے پھول سے مرجھا کر رہ جاتے ہیں۔ یا شیر خوار بچوں کی مائیں ہلاک ہو جاتی ہیں ان کو اس مصیبت سے بچانے کے لئے بہترین رہنما یہ کتاب ہے۔ دوائیں سستی اور ایسی جو آسانی سے مل سکتی ہیں۔ قیمت ۸ عہ

بچے کی تندرستی

اس کتاب میں بچے کی پیدائش سے لے کر سیانے ہونے تک کی حالت کے متعلق تمام ضروری باتیں اور حفظ صحت کی تدبیریں درج ہیں۔ قیمت ۱۲ار

یہ دونوں کتابیں ہر بیاہی عورت کے پاس ہونی چاہئیں۔

ملنے کا پتہ:- دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

ایڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک د

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۲۳	لاہور ہفتہ ۴ جون ۱۹۲۶ء	جلد ۲۹

تہذیب نسواں

لاہور - ہفتہ - ۳ ذی الحجہ ۱۳۴۴ ہجری

فہرست مضامین

البانیا کی عورتیں

اگرچہ البانیا اٹلی کے اس قدر قریب ہے۔ کہ بحیرہ ایڈریاٹک جو دونوں ملکوں کے درمیان واقع ہے۔ صرف سات گھنٹے کا سفر ہے۔ لیکن یہ ملک یورپ کے دیگر ممالک سے بالکل الگ تھلگ نظر آتا ہے۔ پانچ صدیوں تک یہاں ترکوں کا دَورِ دَورہ رہا۔ اس عرصے میں البانیا کے تمدن اور تہذیب میں کوئی تغیر یا ترقی نہیں ہوئی۔ اور اگرچہ سنہ ۱۹۱۰ء سے یہاں خود مختار حکومت قایم ہے۔ لیکن آج بھی رسم و رواج میں اس قدر قدامت پائی جاتی ہے۔ کہ اس سرزمین میں حقوق نسواں جیسی موجودہ تہذیب کی کسی تحریک کا امکان محال نظر آتا ہے۔

سنہ ۱۹۲۳ء میں جب میں پہلے پہل البانیا گئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک مرد ہی مرد آباد ہیں۔ حرم سراؤں میں آمد و رفت اور خواتین سے میل ملاپ پیدا کرنا۔ بلکہ کسی خاتون سے تنہائی میں تبادلہ خیالات بھی قریب قریب ناممکن تھا۔ لیکن میں اپنے بعض دوستوں کی مدد سے چند خواتین سے راہ و رسم پیدا کرنے میں کامیاب ہوئی۔ اور البانوی عورتوں کی زندگی میں جو تغیر واقع ہو رہا ہے۔ اس کے مطالعہ کا موقع ملا۔

جنوبی البانیا میں عورتوں کا درجہ قریباً وہی ہے جو اکثر مشرقی ممالک میں ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ آبادی کا تیسرا حصہ عیسائی ہے۔ لیکن امیر طبقہ مسلمان ہے۔ اور اسی قوم کے رسم و رواج عام ہیں۔ اور جن علاقوں میں یہ حالت نہیں پائی جاتی۔ وہاں بھی پانچ صدیوں تک ترکی حکومت کے ماتحت رہنے کے باعث مقامی معاشرت پر بہت اثر پڑ چکا ہے۔ شمالی البانیا کی آبادی مختلف فرقوں پر مشتمل ہے۔ ہر فرقہ اپنے علم بردار رہنما کے ماتحت ہے۔ ان لوگوں نے ہر موقع پر مسلح ہو کر ترکوں کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ یہاں کے مقامی رسم و رواج بیرونی اثرات سے بہت کچھ محفوظ رہے۔ اسی لئے یہاں کے حالات سے کسی قدر آسانی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ گزشتہ زمانہ میں البانوی مستورات قومی زندگی میں کس قدر حصہ لیا کرتی تھیں۔

البانیا کی عورتیں کھانا پکانے اور خانہ داری کرنے والی سمجھی جاتی ہیں۔ وہ کھیتوں میں مردوں کے دوش بدوش کام کرتی ہیں۔ سینے پرونے اور بُننے میں بھی طاق ہوتی ہیں۔ اور گاؤں کی پنچایتوں میں مردوں کی طرح حصہ لیتی ہیں۔ اور قومی حالات سے باخبر رہتی ہیں۔ اکثر عورتیں اپنے فرقے کی سردار ہوتی ہیں۔ شمالی البانیا کے لوگ لیک دوکاگن کے وضع کئے ہوئے قوانین پر عمل کرتے ہیں۔ یہ جوان کے قومی ہیرو سکندر بیگ کا ہم عصر تھا۔ سکندر بیگ بھی یہاں کا مشہور واضع قوانین تھا۔ دونوں کے وضع کئے ہوئے قانون قومی روایات پر مبنی ہیں۔ لیکن لیک کے قوانین پر حرف بحرف

عمل کیا جاتا ہے۔ اور اس میں عورت کا درجہ واضح الفاظ میں معین کیا ہوا ہے۔ اس کے مطابق عورت ترکہ پانے کی حق دار ہے۔ اور شادی اور جائداد کے معاملات میں بھی خود مختار قرار دی گئی ہے۔ وہ والدین کے منتخب کئے ہوئے آدمی سے شادی کرنے پر مجبور نہیں کی جاتی۔ اگر کوئی مرد اپنی عورت سے قطع تعلق کرلے۔ تو اسے عموماً سزائے موت دی جاتی ہے۔ لیکن عورت شادی کے بعد خاوند سے قطع تعلق کر کے باپ کے گھر آجائے۔ تو قانون اس کی ہر طرح حفاظت کرتا ہے۔ اخلاقی نقطۂ نظر سے البانوی عورتیں یورپ بھر میں اپنا نظیر نہیں رکھتیں۔

سقوطری میں بازار ہفتہ میں دو بار لگتا ہے اور پہاڑی عورتیں خرید و فروخت کے لئے وہاں خود جاتی ہیں۔ وہاں اپنے ہاتھ کے بُنے کمبل اور ریشمی کشیدہ کاری کی چیزیں فروخت کرتی ہیں۔ اور ان کے عوض گھر کی ضروری چیزیں جو خود تیار نہیں کرسکتیں خرید لاتی ہیں۔ بچوں کو پیٹھ پر چڑھائے اور سر پر آٹے کی بوری اُٹھائے بے تکلف چلی آتی ہیں۔ مرد ان کاموں میں بہت کم حصہ لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عموماً جنگ و جدل میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اس کے لئے انہیں ہر وقت تیار رہنا پڑتا ہے۔ ان فرقوں میں پشتہا پشت سے باہمی لڑائی جھگڑے چلے آتے ہیں۔ اور جب ایک فرقہ دوسرے سے برسر جنگ ہو۔ تو مرد جہاں کہیں دوسرے فرقے کے کسی آدمی کو دیکھ پاتے ہیں۔ وہیں بندوق سے ڈھیر کر دیتے ہیں۔ لیکن کیا مجال ہے۔ کہ عورتوں کی موجودگی میں کسی کا خون بہایا جائے۔

ایک فرقے کا پیغام دوسرے تک پہنچانے کے لئے سفارت کا کام عموماً عورتیں ہی انجام دیتی ہیں اور وہی ان میں شرائط صلح کا فیصلہ کراتی ہیں۔ مستورات سے بُرا برتاؤ کرنے والوں کے لئے اس قدر سخت سزائیں مقرر ہیں۔ کہ اس ملک کی تاریخ میں عورت پر وار کرنے یا قتل عمد کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔ بعض کوہستانی اضلاع میں بھی عورتوں کو وہ عجیب و غریب حقوق حاصل ہیں۔ جو یورپ کے کسی اَور ملک میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ اگر کوئی عورت نسوانی زندگی سے دل برداشتہ ہو جائے۔ تو وہ جس وقت چاہے مردانہ زندگی اختیار کرسکتی ہے۔ اس وقت اگر وہ منکوحہ ہو۔ تو خواہ وہ بیوہ ہوچکی ہو۔ یا خاوند زندہ ہو وہ اس وقت سے مقدس دوشیزہ کا لقب اختیار کرلیتی ہے۔ اس کے بعد نہ تو اسے گھر کے کام کاج سے کچھ سروکار رہتا ہے۔ اور نہ وہ بازار جانے اور بچوں کی پرداخت پر مجبور ہوتی ہے۔ بلکہ بندوق ہاتھ میں لے کر شکار وغیرہ میں مردوں کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ اور مرد اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ لیکن اب اسے شکار کے تمام قواعد پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ ایک دفعہ زنانہ زندگی ترک کرنے کے بعد اگر کسی عورت کا میلان پھر اسی زندگی کی طرف پایا جائے۔ تو اسے فوراً گولی مار کر

ہلاک کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ سزائے موت اس جرم میں دی جاتی ہے۔ کہ اس نے مردانہ طبقے سے غداری کی۔ نہ کسی اور جرم میں۔

میں نے کبھی کوئی حرم سرا نہیں دیکھی تھی۔ سب سے پہلے مجھے اس کے دیکھنے کا موقعہ البانیہ کے پایہ تخت طرانہ میں ملا۔ اگرچہ مشاہدہ سے مجھ پر البانوی زندگی کی سختی کافی واضح ہو چکی تھی۔ تاہم دل میں عجیب و غریب توقعات تھیں۔ خیال تھا۔ کہ الف لیلہ کے فسانوں کے سے نظارے دیکھنے میں آئیں گے۔ لیکن اکثر مشرقی بالخصوص مشرقی مقامات کی طرح طرانہ بھی دور ہی سے دلکش معلوم ہوتا ہے۔ بلند قامت سرو۔ بڑے بڑے مینار اور خوشنما مکانات دور سے نہایت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ لیکن شہر میں داخل ہوتے ہی سارا لطف کرکرا ہو گیا۔ اور تمام توقعات خاک میں مل گئیں۔ بے ڈھنگی سی گلیاں تھیں۔ جن میں کیچڑ کے باعث چلنے پھرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ لکڑی کے بھدے بھدے مکان اور دکانیں تھیں۔ اور کہیں کہیں سیاہ برقع پہنے کیچڑ سے لت پت عورتیں نظر آتی تھیں۔ چھتوں کی یہ حالت کہ کوؤں اور چیلوں کا بیٹھنا بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ لیکن میرا خیال تھا۔ کہ بند کھڑکیوں والے مکانوں کے اندر داخل ہو کر میری توقعات ضروری پوری ہونگی۔

جس گھر میں ہم داخل ہوئے۔ اس کا زنانہ حصہ خاصہ لمبا چوڑا تھا۔ مگر فرش چٹائی تک کا بھی نہ تھا۔ دیواروں پر سفیدی کی ہوئی تھی۔ کھڑکیوں کے چوکھٹے نہایت بھدے اور ڈھیلے ڈھالے تھے۔ ایک کمرے کے تین طرف بھدی سی مخمل بچھا کر نشست گاہ بنا رکھی تھی۔ کمرے میں ایک میز تھی۔ اور دو تین کرسیاں۔ انگیٹھی بھی بنی ہوئی تھی۔ مگر اس سے کمرے کی ہوا پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ کوئی گلدستہ۔ تصویر یا کتاب بھی وہاں نظر نہ آئی۔ کھڑکیاں بالکل بند تھیں جس سے کمرے میں نہ صرف تاریکی چھا رہی تھی۔ بلکہ دم بھی گھٹتا تھا۔ یہ ایک امیر کبیر زمیندار اور سرکاری افسر کا مکان تھا۔

تین بہنیں ہمارے استقبال کے لئے آئیں۔ تینوں نے سیاہ صدریاں اور سیاہ ہی بلاؤس پہن رکھے تھے۔ ان میں سے ایک بیوہ ہو گئی تھی۔ جس سے تمام گھر والے ماتمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ رسم و رواج کے مطابق اس بیوہ لڑکی کو تین سال تک گھر سے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ مشرقی ملاقاتوں کے معمولی تکلفات کے بعد انہوں نے مجھے اپنی زندگی کے کچھ حالات بتائے۔

البانوی عورتوں کے لئے تعلیم حاصل کرنے کا بہت کم امکان ہے۔ پرائمری اسکولوں میں انہیں صرف معمولی لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ لیکن نو دس سال کی عمر کو پہنچتے ہی انہیں برقعہ پہن کر خانہ نشین ہو جانا پڑتا ہے۔ لڑکی کی شادی تیرہ چودہ سال کی عمر میں ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی ساس کے گھر جا کر تمام عمر گزارتی اور خانہ داری

سکتی ہے + اگر کوئی لڑکی کافی امیر ہو۔ تو ستر و سال
کی عمر تک بھی کنواری رہ سکتی ہے + شادی ہونے
پر ہر ایک دولھا اپنی بیوی کو اپنے والدین کے گھر
لے آتا ہے + یہی وجہ ہے۔ کہ اگرچہ البانوی مسلمانوں
میں شاذ ہی کوئی ایک سے زیادہ شادی کرتا ہے
پھر بھی گھر میں مل ملا کر کئی عورتیں ہو جاتی ہیں +

البا سن ایک اور شہر ہے۔ جو مشرقیت کی زنجیروں
میں جکڑا ہوا ہے + یہاں کی عورتیں سینے پرونے یا کھڑکیوں
میں جھانکنے کے سوا بہت کم کام کرتی ہیں + کورچہ کی
۴۵ فی صدی آبادی فصل کے موقع پر امریکہ چلی جاتی
ہے + یہاں کے رسم و رواج مختلف ہیں + یہاں عورتوں
کے لئے دیگر مقامات سے زیادہ تعلیمی آسانیاں بہم پہنچائی
گئی ہیں + ۱۹۱۳ء میں یہاں کورچہ گرل اسکول یہاں
کے مشہور محب وطن جیراسم کریاسن نے کھولا۔ یہ محب وطن
اپنی بہنوں سمیت اس چھوٹے سے تعلیمی مرکز کو بچانے
کے لئے مدت تک یونانیوں اور ترکوں کا مقابلہ کرتا رہا +
پراس کوی کریاسن نے اس اسکول کے متعلق سب سے
پہلی زنانہ انجمن "ستارہ صبح" قایم کی۔ پھر قومی تحریکوں
میں زیادہ دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اس انجمن کی
شاخیں کئی شہروں میں قایم کی گئیں + ترکی میں خالدہ
خانم کی رہنمائی میں جو زنانہ تحریک شروع ہوئی تھی۔ اس
کی ابتدا حرم کی ناقابل برداشت حالت کو سدھارنے
کے لئے کی تھی۔ لیکن البانیا کی زنانہ تحریک شروع
شروع میں تمام و کمال اپنے ملک کی آزادی کے لئے
وقف تھی +

ترکی حکومت کا جوا اُتار پھینکنے کے بعد مستورات نے
اپنی حالت کی طرف متوجہ ہوئیں + دوران جنگ میں
امریکہ کی انجمن صلیب احمر نے ملک میں جگہ جگہ خیراتی
مرکز قایم کر دئے۔ تو انہیں بھی محسوس ہونے لگا۔ کہ
ابھی ہمارے سامنے کس قدر کام پڑا ہے + صلیب احمر
تو چلی گئی۔ لیکن طرانہ میں اس کی یادگار ایک صنعتی اسکول
ہمیشہ قایم رہے گا + چند البانوی عورتیں ڈاکٹری تجربات
کا بھی کام کرتی ہیں۔ جو اس اسکول سے ملحق ہے۔ یہ
اپنی دوسری بہنوں کو جنہیں ابھی آزادی نصیب
نہیں ہوئی ترغیب دیتی ہیں۔ کہ اپنی صحت کی حفاظت
کے لئے برقع اُتار پھینکو۔ اور ملک میں متعدی امراض
نے جو طوفان برپا کر رکھا ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے میں
ہمارا ہاتھ بٹاؤ +

کورچہ میں اب ایک عورتوں کا سیاسی کلب بھی
قایم ہو گیا ہے۔ جس کے ارکان کی تعداد تین سو ہے +
اس کلب کی صدر ایڈورشکیا جرنمبچی ہے۔ جو نہایت
فصاحت سے تقریر کرنے میں خاص شہرت رکھتی ہے +
تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنی ہمت کے سوا
کسی سے مدد نہیں لی + وہ ایک ماہوار رسالہ کی اڈیٹر
بھی ہے۔ جو تمام ملک میں عورتوں کا واحد رسالہ ہے + پرمتی
اور سقوطری میں بھی کلب بن گئے ہیں +

"ہماری سب سے بڑی ضرورت تعلیم ہے" یہ الفاظ
کہتے وقت ایڈورشکیا کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے

لیکن البانیا کے پریزیڈنٹ احمد زوگو کا یہ قول ہے۔ کہ ملک کی ترقی کا راز تعلیم ہی نہیں۔ بلکہ سپاہیوں کی تعداد میں مضمر ہے۔ اس لئے جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے۔ البانیا کا مستقبل کچھ زیادہ امید افزا نظر نہیں آتا۔

(ترجمہ) ہری چند اختر

میرے بھانجے

خدا کے فضل سے میری تین آپا ہیں۔ تینوں بیاہی ہوئی اور بچوں والی۔ مگر مجھے خدا جانے کیوں تینوں سے ان کے بچوں کے معاملے میں مایوسی ہے۔ چنانچہ اس باب میں میری ان سے کئی دفعہ بحث بھی ہوئی۔ اور ان کی رائے یہ ہوئی۔ کہ یہ سب قصور میری نازک مزاجی کا ہے۔ مگر مجھے اس سے انکار ہے۔ مثلاً سب سے بڑی آپا جان کو جنہیں ہم باجی جان کہتے ہیں۔ لے لیجئے۔

ان کا کئی لڑکیوں کے بعد ایک اللہ آمیں کا لڑکا ہے۔ بڑا ذہین۔ عقل مند اور سادہ مزاج بچہ ہے۔ مگر اس کے غصے کی یہ حالت ہے۔ کہ میں خود اس سے ڈرتا ہوں۔ میں نے بڑی سوچ بچار کے بعد اس سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ جب بڑی امیدوں کے بعد ایک لڑکا ہو۔ تو لاڈلا اس کے ناز و نعم بہت اٹھائے جاتے ہیں۔ اور اس کی ہر خواہش کو پورا کیا جاتا ہے۔ ایسا لاڈلا بچہ ضرور تیز مزاج ہو گا۔ مگر میں اپنے اس نتیجہ کا اس کی والدہ سے ذکر مناسب نہیں سمجھتا۔ اول تو نانا کا مزاج بھی بیٹے سے ملتا جلتا ہے۔ اور طعن آمیز جھڑکیوں کو میں صحت کے لئے ضرور مضر سمجھتا ہوں۔ دوئم مجھے اس کے ذکر سے کسی قسم کے فائدے کی امید نہیں۔ جب بھی اس بچے میں اور اس کی بہن میں کسی چیز پر جھگڑا ہو گا۔ تو یقیناً لڑکی جھڑکیاں کھائے گی۔ اور لڑکا فاتح ٹھہرایا جائے گا۔

دوسری آپا جان دو قدم آگے ہیں۔ ان کا بڑا لڑکا اسلم اب ۶ سال سے اوپر ہو چلا ہے۔ مگر پڑھائی شروع نہیں ہوئی۔ جب کبھی اماں جان اس کی شرارتوں سے تنگ آ جاتی ہیں۔ اور سزا یا دھمکی کی کوئی راہ نہیں ملتی۔ تو "میں تجھے اب اسکول میں داخل کروں گی"۔ چلتی ہے۔ چھوٹی بہن کو مارا۔ تو میرے سامنے ہی فرمانے لگیں "میں اب تجھے ضرور جماعت میں بٹھا دوں گی۔ یا ماسٹر رکھواؤں گی۔ وہ تجھے ٹھیک کرے گا۔ تمام دن کوئی کام نہیں۔ تو بہن کو مارتا رہتا ہے"۔ چلو اس کی تو عمر تباہ ہوئی۔ ہزار بکے جاؤ۔ کہ اس طرح بچے کے دل میں نفرت بیٹھتی ہے۔ تعلیم سے محبت بڑھانی چاہئے۔ نہ کہ نفرت۔ مگر وہ مسکرا کر خاموشی سے مجھے خاموش کر دیتی ہیں۔ یہی ہونہار جب میں کالج میں ہوتا ہوں۔ میرے پیچھے آ کر میرے کمرے میں سیر کرتا رہتا ہے۔ اور ایک دو چیزیں ازراہ ہمدردی جیب میں ڈال کر چل دیتا ہے۔

انہی کا دوسرا لڑکا سلیم خاموش مٹی میں سادھو ہو لیا

کی طرح تمام دن گزارتا ہے۔ اور جب میں جاتا ہوں۔ تو انہی میلے کچیلے ہاتھوں سے اگر میری شلوار پکڑ لیتا ہے ۔ میں اماں جان کی طرف مظلومانہ نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔ کہ مجھے چھڑائیں۔ پر وہ ہنس کر فرماتی ہیں "بیم جی (سلیم) ماموں جی سے کشتی کرو۔ کس طرح کشتی کرتے ہیں؟ ابا جی سے رات کس طرح کشتی کی تھی"۔ میں مُڑ کر بیم جی کے ارادوں کا پتہ لگانے لگتا ہوں۔ کہ وہ پہلوان مجھ سے گتھم گتھا ہو جاتا ہے۔ خدا جانتا ہے۔ اس وقت میرے دل کی کیا حالت ہوتی ہے ۔ میرے ابا جان (ہمارے کالج کے سارے نوجوانوں کو یہی شکایت ہے۔) ذرا روپے پیسے کے معاملے میں سخت ہیں۔ اس لئے میرے پاس صرف چند شلواریں ہیں۔ وہی فیکٹری بر ڈبل خرچ پر دھلوا دھلوا کر پہنتا ہوں۔ اور وہاں جاتے ہی یہ جگر سوز واقعہ پیش آجاتا ہے ۔

ایک دن میں نے ہنس کر کہا۔ کہ بھائی کشتی تو برابر کی تب ہے۔ کہ مجھے بھی کپڑے اُتار لینے دے۔ مگر وہ شہ زور کچھ اماں جان کا ایسا مطیع ہے کہ جب جاتا ہوں۔ آتے ہی کشتی شروع کر دیتا ہے اور یوں میرے کپڑوں کا خون ہو جاتا ہے ۔ اگر کسی دن حسن اتفاق سے بچ گیا۔ اور وہ سامنے نہ ہوا۔ تو اماں جان چلا اٹھتی ہیں "بیم جی اِدھر آؤ۔ ماما جی آئے ہیں"۔ بس جان ہی تو ان الفاظ سے نکل جاتی ہے ۔ وہ اللہ کا شیر آتے ہی اَور کچھ نہیں۔ تو میرے دس روپے گز والے کوٹ پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے ۔ اب اماں جان کی آنکھ بچا کر اس ہاتھ کو ہٹا بھی دیتا ہوں۔ اور اگر موقع ملے۔ تو ذرا گھورتا بھی ہوں۔ مگر کوٹ پر سے ہاتھ اُٹھتا ہے۔ تو شلوار یا قمیص پر مہر ثبت ہو جاتی ہے ۔ اس لئے جن ایام میں میرے کپڑے صاف ہوتے ہیں۔ میں وہاں جایا ہی نہیں کرتا۔ اس پر انہیں شکایت ہے۔ کہ "ہاں جی تم غریبوں کے ہاں کیوں آنے لگے"؟ اب انہیں کیا کہوں۔ کہ آپ کا برخوردار جو میری تواضع کرتا ہے وہ مجھے بھگاتی ہے۔ اور دوسرے آپ کی متواتر گھڑی کی ٹن ٹن کی طرح ڈکاریں مجھے تسلی لاتی ہیں ۔ یہ میں کہہ نہیں سکتا۔ کہ ڈاکٹری میں ان کے اس نئے انکشاف کو رد کرنے کی تدبیر نہ کروں۔ کہ اگر ڈکار کے ذریعے ہوا نہ نکلتی رہے۔ تو وہ باؤ گولہ بن کر ہسٹیریا کا حملہ لے آتی ہے ۔

تیسری آپا جان کے دو بچے ہیں ۔ بڑے کو میں ڈگہ کہتا ہوں۔ اور چھوٹے کو للّا ۔ ڈگہ کی عمر ۴½ سال کی ہے۔ مگر شیطنی ابھی چھٹی ہے ۔ یہ بچہ بڑا فصیح البیان ہے۔ چُنی چُنی ساری گالیاں یاد ہیں۔ اور باقی بھی عنقریب یاد کرلے گا۔ جب کبھی گوہر افشانی پر اُتر آتا ہے۔ تو ڈھونڈ کر ایسے مضامین لاتا ہے۔ کہ انسان کو کانوں پر اُنگلیاں رکھنی پڑتی ہیں ۔ اماں جان سے زور آزمائی بھی کر لیتا ہے ۔ اور میرا مشاہدہ ہے۔ کہ ہمیشہ صاف چت گرا دیتا ہے ۔ اس بچے کو میری

بائسکل اور اس کے اوزاروں سے خاص اُنس ہے۔ میں صبح کالج کے وقت سے ذرا پہلے اٹھ کر جلد مُنہ پر دو چھینٹے مار کالج بھاگتا ہوں۔ بائسکل پر چڑھتا ہوں۔ تو گدی نیچے زور سے چُبھتی ہے۔ یا اللہ یہ کیا! دیکھا۔ تو پچھلے پہیے میں ہَوا نہیں۔ دوڑا ہوا مستری کے پاس جاتا ہوں۔ وہ نہایت متانت سے ایک سوئی مع دھاگے کے ٹائر میں سے نکال کر دکھاتا ہے۔ بعد میں معلوم ہُوا۔ کہ آپ کی مہربانی تھی۔

دوسرے صاحب ابھی دو برس کے ہیں۔ مگر میں نے ان کے ابا جان کو تاکید کی ہے۔ کہ اسے جب بڑا ہو۔ تو سوراج پارٹی میں داخل کریں۔ کہ یہ حضرت ذرا سی بات ہو۔ تو شور بہت مچاتے ہیں۔ مزاج میں جدت بھی بہت ہے۔ اور صفائی بھی۔ مثلاً پھائے پیتے وقت گو دہن کبھی پیشاب نہیں کرے گا۔ بلکہ کھڑا ہو کر ایسی دھار مارے گا۔ کہ سیدھی پیالی میں گرے گی۔ کپڑے اور فرش پاک رہے گا۔ جدت طبع یوں ہے۔ کہ آپ سوتے وقت شیشی نہیں پیتے۔ رات کے دو بجے اُٹھتے ہیں۔ اماں جان مجبوراً اُٹھتی ہیں۔ پھر اماں جان ابا جان کو اُٹھاتی ہیں۔ کہ ذرا نوکر لڑکے کو جگانا شیشی بنائے۔ جب نوکر بھی جاگ جاتا ہے۔ اور حضرت دیکھتے ہیں۔ کہ شیشی بننی شروع ہوئی۔ جھٹ رونا چیخنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح مجھے بھی اُٹھا دیتے ہیں۔ چلو سارا گھر اُٹھ گیا۔

غرض ان دُکھڑوں کو میں بہنوں کے سامنے اس لئے پیش کرتا ہوں۔ کہ وہ فیصلہ کریں۔ کہ میری شکایت بجا ہے۔ یا یہ واقعی میری نازک مزاجی ہے؟ کیا سب بھانجے اسی طرح ہوتے ہیں۔ خدا جانے میری طرح کتنے مظلوم ماموں ہوں گے؟

راقم "ف"

ذراسی بداحتیاطی

میری خالہ جان جناب سائرہ جہاں آرا صاحبہ (خدا ان کو جنت نصیب کرے۔) بڑی نیک لڑکی تھیں۔ وہ فورتھ ہائی میں تعلیم پاتی تھیں۔ میں نے ان کو دو کاموں کے سوا اَور کسی کام میں مشغول نہ دیکھا تھا۔ ایک تو یہ کہ وہ پڑھنے لکھنے میں مشغول ہوتیں۔ دوسرے اپنے ہمسایوں اور غریب لوگوں کے کپڑے سیتی تھیں۔ شاید وہ غریب طبقے میں اسی وجہ سے ہر دل عزیز تھیں۔ فورتھ ہائی کا نتیجہ نکل آیا۔ اور وہ اول درجے میں کامیاب ہوئیں۔ انہیں نہایت خوشی ہوئی۔ میں نے ان سے کہا: "خالہ جان اب تو مٹھائی کھلاؤ"۔ میرا کہنا تھا۔ کہ انہوں نے جھٹ اپنی الماری میں سے بہت مزے دار مٹھائی نکال کر دی۔ جسے کھا کر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔

کامیاب ہونے کی خوشی میں میری اماں جان مرحومہ نے ان کی دعوت کی۔ اور یہ بہت خوشی سے

ہمارے یہاں تشریف لائیں۔ ہم نے خوشی سے ان کا استقبال کیا۔ اور ہم سب بچوں کو ان کے آنے کی بہت ہی خوشی ہوئی۔ اسی دن ہماری بکری نے تین بچے دئے۔ جن کو دیکھ کر بچوں کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ غرض سارا دن کھیلنے میں ہنسی خوشی گزر گیا۔

اب رات آئی۔ لالٹین دروازہ میں لٹکائی گئی۔ تاکہ ڈیوڑھی میں اندھیرا نہ ہو۔ ڈیوڑھی کے قریب کی کوٹھڑی میں بکری کو معہ بچوں کے باندھ دیا۔ سونے کو تھے۔ کہ بکری نے ایک چیخ ماری۔ اور اس کی روح دنیا سے پرواز کر گئی۔ چیخ سنتے ہی خالہ جان بکری کی طرف دوڑیں۔ دہلیز سے جو کودیں۔ تو لالٹین سے سر لگا۔ لالٹین کا منہ نوکر نے غلطی سے کھلا چھوڑ دیا۔ تھا۔ مٹی کا تیل جو انڈلا۔ تو سارا ان کے کپڑوں پر گر پڑا۔ اور ساتھ ہی لالٹین بھی گری۔ اور ان کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ ڈیوڑھی میں بھمبیری کی طرح چکر لگانے لگیں۔ ہم سب بچے پاس ہی کھڑے تھے۔ اور تو کچھ نہ بن پڑا۔ سب چیخیں مارنے لگے۔ چیخوں کی آواز سن کر سب اوپر سے سونے والے کمرے میں سے بھاگے آئے۔ کہ کیا ہوا۔ کیا ہوا؟

جب قریب آئے۔ تو کچھ اور ہی گل کھلا دیکھا۔ جلدی سے کمبل لے کر ان کے گرد لپیٹ دیا۔ اور ان کو زمین پر اچھی طرح لڑھکایا۔ تب کہیں جا کر آگ بجھی۔ جب کمبل کو اتارا۔ تو میری پیاری خالہ جان ساری کی ساری جل گئی تھیں۔ اسی وقت نوکروں کو دوڑایا۔ ڈاکٹر بلوایا۔ انہوں نے آ کر دوا دی۔ اور تسلی تشفی دے کر چلتے بنے۔ سب نے ساری رات کھڑے کھڑے آنکھوں میں کاٹ دی۔ ان کو اپنے گھر لے گئے۔ مگر آہ۔ تھوڑے دنوں بعد پیاری خالہ اس جہان فانی سے چل بسیں۔

ذرا سی بد احتیاطی کا انجام کیسا خراب ہوا۔ کہ آج تک وہ واقعات کسی کو نہیں بھولتے۔ گو اس واقعہ کو کئی برس گزر گئے۔ مگر میری آنکھوں کے سامنے اسی طرح گھوم رہے ہیں۔ جیسے اسٹیج پر ڈرامہ کرتے ہوئے ایکٹر۔ اس ذرا سی بے پروائی سے ایک عزیزہ کی جان ضائع ہو گئی۔

بعض بہنیں سب کام نوکروں کے سر ڈال دیتی ہیں۔ اور پلٹ کر پوچھتی بھی نہیں۔ ہمیشہ احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ ورنہ بے احتیاطی سے خوشی بھی رنج میں بدل جایا کرتی ہے۔ میری خالہ جان کی موت کے دو باعث ہوئے۔ ایک تو یہ کہ نوکر نے غلطی سے لالٹین کا منہ کھلا رکھا۔ اگر اس بات کی ذرا بھی پروا کی جاتی۔ تو ایسا حادثہ کبھی نہ ظہور میں آتا۔ اور دوسرے دروازہ میں لالٹین لٹکائی گئی۔ وہ دن اور آج کا دن ان دونوں باتوں کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے۔ اور پھر آج تک ہم نے لالٹین دروازے میں کبھی نہیں لٹکائی۔

گو ایسا حادثہ خدا کی مرضی سے ہوا۔ اور میری

خالہ جان کی قسمت میں ایسی ہی موت لکھی تھی۔ مگر انسان کو چاہیئے۔ کہ ہمیشہ احتیاط سے کام لے۔ آخر تدبیر بھی کوئی چیز ہے ؀

خاکسار محمودہ بیگم امرتسر

بچوں کا رکھ رکھاؤ

تہذیب یافتہ قوموں میں بچوں کے رکھ رکھاؤ کا سلسلہ دو ضروری باتوں سے شروع ہوتا ہے۔ ایک تو جس کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس کی پیدائش کا ایسا وقت نوٹ کر لیتا ہے۔ کہ اس میں منٹ تو کیا۔ ایک سکنڈ کا فرق بھی نہیں ہوتا۔ اس غرض کے لئے بچہ پیدا ہونے سے دو تین روز پیشتر گھڑی کو خاصی احتیاط سے صحیح کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر روزانہ وقت ملا کر اس کی درستی کے متعلق اطمینان کر لیتے ہیں۔ دوسرے بچے کے پیدا ہوتے ہی اسے تولا جاتا ہے۔ اور اس کا طول بھی لکھ لیا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں نہ بچے کی پیدائش کا وقت یاد رکھنے کا دستور ہے۔ نہ بچوں کے ناپ تول کا رواج ہے۔ وقت تو پیچھے رہا۔ یہاں تو دن اور تاریخ تک یاد نہیں رہتی جس کی وجہ سے آیندہ مشکلات پیش آتی ہیں۔ ہندوؤں میں جنم پتر تیار کرنے کی غرض سے صرف وقت تو اچھی طرح یاد رکھا جاتا ہے۔ مگر بچوں کے ناپ تول کو سب بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ بچوں کے ناپ تول کے ذریعے ان کی صحت کی نگرانی بخوبی ہو سکتی ہے۔ بچے کو پیدا ہونے کے بعد نرم ہلکے اور ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں رہنے کی ضرورت ہے۔ اور پرورش کے لئے صرف ماں کا دودھ پینے کو ملنا چاہیئے۔ تجربے سے معلوم ہوا۔ کہ جو بچے ماں کے دودھ سے پلتے ہیں۔ وہ وزن میں ان بچوں سے تگنے ہوتے ہیں۔ جن کی پرورش اوپرے دودھ سے ہوتی ہے۔ ہمارے یہاں یہ بہت برا رواج ہے کہ بچہ جب روتا ہے۔ تو اس کو خاموش کرنے کے لئے صرف دودھ پلانے کی تدبیر کام میں لائی جاتی ہے۔ حالانکہ طبی مشورہ یہ ہے۔ کہ شروع دو مہینوں میں بچے کو دن میں چار چار گھنٹے بعد صرف چار بار دودھ پلایا جائے۔ مثلاً صبح کے چھ بجے۔ پھر دس بجے۔ پھر دو بجے اور پھر شام کے چھ بجے۔ اور رات کے وقت صرف دو بار یعنی شب کے دس بجے اور رات کے ۲ بجے۔ جب بچہ دو مہینہ کا ہو جائے۔ تو چھ مہینے تک رات کو صرف ایک بار دودھ پلانا کافی ہوتا ہے؀

میرے بچوں میں سے سب سے پہلی لڑکی نے دو ماہ گزرنے کے بعد رات کو صرف ایک بار دودھ پیا ہے۔ مگر اس کے بعد دو دفعہ پلانے کا دستور رہا ہے۔ ہمارے بچے عملاً برس دن تک بلکہ چودہ پندرہ ماہ تک تھوڑا بہت ماں کا دودھ پیتے رہتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹروں کی رائے یہ ہے۔ کہ جب بچے کی عمر آٹھ مہینے کی ہو جائے۔ اس وقت سے دودھ چھڑانے

کی کوشش کی جائے۔ اور دس ماہ کی عمر میں بالکل دودھ چھڑا دیا جائے۔ جو بچے اوپرا دودھ پیتے ہیں۔ اُن کے لئے بھی دودھ پلانے کے لئے وہی اوقات مناسب ہیں۔ جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ بچے کے لئے روزانہ غسل لازمی ہے۔ اس کو افیون کسی حالت میں نہ دینی چاہئے۔ ورنہ بچہ زرد پڑ جاتا ہے۔ اس کی نشو و نما رک جاتی ہے۔

بچہ پیدائش کے وقت بروئے اوسط سات پونڈ ہوتا ہے۔ یعنی ساڑھے تین سیر سے کچھ کم۔ ایک پونڈ آدھ سیر سے کچھ کم ہوتا ہے۔ پانچ مہینے کی عمر کا بچہ سترہ پونڈ۔ برس دن کا بچہ اکیس پونڈ۔ اور دو برس کا بچہ اٹھائیس پونڈ ہونا چاہئے۔ عزیزی جلیس احمد سلمہ کو شاہجہانپور میں جبکہ وہ خیر سے دو برس کا تھا۔ نمائش فلاح بچگان میں وزن کے لحاظ سے اوّل انعام ملا تھا۔ اگر وزن اوسط سے کم ہو۔ یا مناسب شرح سے نہ بڑھ رہا ہو۔ تو ڈاکٹر کی مشورہ کے مطابق بچہ کی نشو و نما کی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ بچے کی تول کے لئے دو ڈھائی روپے کا ایک سپرنگ بیلنس خرید لینا چاہئے۔ جس کی یہ شکل ہوتی ہے:-

پیڑھی کے چاروں پایوں میں چار ڈوریاں باندھ کر اوپر ایک گرہ دے لی جائے۔ پہلے پیڑھی کا وزن نوٹ کر لیا جائے۔ پھر بچے کو اس میں لٹا دیا جائے۔ اور بیلنس کے کنڈے میں پیڑھی کی ڈوریوں کی گرہ اٹکا دی جائے۔ اس طرح آسانی سے بچہ تول لیا جاتا ہے۔ ہر مہینے بچے کا وزن لینا چاہئے۔ اور اس کی یادداشت رکھنی چاہئے۔ اسی طرح بچے کے سینے کی گولائی۔ اور قد کی درازی کپڑے کے گز سے ہر سہ ماہی کے بعد ناپ کر اس کی بھی یادداشت رکھی جائے۔ تو بچوں کی نشو و نما کی بخوبی جانچ ہوتی رہتی ہے۔ یہ ناپ تول بچے کی صحت کی نگرانی کا سب سے اچھا اور آسان ذریعہ ہے۔ جب وزن کم ہوتا ہے۔ تو ماں کا کلیجہ سہم جاتا ہے۔ اور وہ اپنے بچے کی صحت کی تدابیر کی طرف توجہ کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ ناپ تول کا ایک باقاعدہ رجسٹر بنا لیا جائے۔ جس کا نمونہ ذیل میں درج ہے:-

نام	تاریخ پیدائش	وزن				ناپ قد				ناپ سینہ			
		جنوری	فروری	مارچ	اپریل	جنوری	اپریل	جولائی	اکتوبر	جنوری	اپریل	جولائی	اکتوبر
زید	۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء	۷ پونڈ	۹ پونڈ	۱۲ پونڈ		۱۸ انچ	۲۰ انچ	۲۳ انچ	۲۴ انچ	۱۳ انچ	۱۷ انچ	۱۸ انچ	۲۱ انچ

نوٹ۔ ناپ اور تول ہر دفعہ ایک ہی تاریخ پر ہونا چاہئے۔ یعنی اگر پہلی تول اور پہلی ناپ یکم تاریخ کو لی گئی۔ تو آئندہ ہمیشہ ناپ تول یکم کو ہونا چاہئے۔ ورنہ جو تاریخ پہلی دفعہ مقرر ہو جائے۔ آئندہ وہی تاریخ قایم رہے۔ تول کے وقت بچہ برہنہ ہو۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

منیجر۔ نہایت کارآمد مضمون ہے۔

مذاق

یوں تو رشتہ کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ مذاق کیا ہی جاتا ہے۔ مگر شادی اور اس کے بعد کے موقعوں پر سالیاں اپنے بہنوئی کے ساتھ جو مذاق کرتی ہیں۔ وہ ہندوستانی گھروں میں بہت مشہور ہے۔ تعلیم اور تہذیب کے لحاظ سے ہر گھر میں اس قسم کا مذاق ہوتا ہے۔ مذاق کی چند قسمیں جو زیادہ رائج ہیں۔ انہیں میں سے کچھ اختیار کی جاتی ہیں۔ مثلاً دولھا کا جوتا چھپانا۔ بے بنی کرسی پر چادر ڈال کر بٹھانا۔ پان میں میٹھی یا کڑوی چیز ملا کر کھلانا۔ پیالے کے اندر چھوٹی پیالی رکھ کر اس میں دودھ پلانا۔ کھانے اور پینے کی چیزوں میں ردوبدل۔ وغیرہ وغیرہ۔

خوشی کے وقت یہ باتیں سوجھتی ہیں۔ اور ہونی بھی چاہئیں۔ کون اس کی مخالفت کر سکتا ہے؟ مگر جس طرح لوگ وقتی تعلیم اور تہذیب کے لحاظ سے کھانے پینے اور رہنے سہنے میں نئی نئی باتیں اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض جگہ یہ مذاق بھی نہایت گہرا اور پرلطف کیا جاتا ہے۔ اس لئے اگر غور اور فکر کے بعد نئے مذاق کئے جائیں۔ تو بہت زیادہ مزے دار ہو جاتے ہیں۔

جس زمانے میں سیاسی جلسوں کا زور شور تھا۔ گورنمنٹ کی طرف سے روزانہ گرفتاریاں ہوتی تھیں۔ مسٹر جمیل دلی کالج میں پڑھتے تھے۔ ان کی شادی چھ مہینے قبل آگرہ میں ہوئی تھی۔ دوسرے دن گرمیوں کی چھٹی کی وجہ سے کالج بند ہونے والا تھا۔ ڈاک نے ایک خط لاکر دیا۔ جس میں ان کی بیوی نے لکھا۔ کہ میں کئی خطوں میں اصرار کر چکی ہوں۔ آپ یہ گرمی کی چھٹیاں میرے پاس آگرہ آکر گزاریں گے۔ تو میں مشکور ہوں گی۔ میں نے کچھ تصویریں اور کچھ رومال تیار کئے ہیں۔ آپ کو دکھاؤں گی۔

اس خط کے ملنے پر جمیل نے آگرہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اور ایک روز قبل بازار سے کچھ چیزیں بیوی کے لئے خرید کر دوسرے دن ریل سے آگرے جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شام کے چار بجے ایک پولیس کے انسپکٹر وردی پہنے دو کانسٹبلوں کو لئے کر کالج کے بورڈنگ میں آئے۔ جمیل اور ان کے چند دوست بیٹھے مذاق کر رہے تھے۔ انسپکٹر نے وہیں دریافت کیا "مسٹر جمیل کس کمرے میں رہتے ہیں"؟ جمیل نے کہا "فرمائیے۔ میرا ہی نام جمیل ہے"

انسپکٹر چلئے۔ آپ کی گرفتاری کا میرے پاس حکم ہے۔ خانہ تلاشی بھی ہوگی ؛

جمیل اور اس کے ساتھی گھبرائے ؛ جمیل نے پوچھا "کس جرم میں اور کہاں چلوں" ؟

انسپکٹر نے کہا "آپ نے مراد آباد کے ایک سیاسی جلسے میں گورنمنٹ کے خلاف لکچر دیا تھا۔ اس لئے بڑے صاحب کے پاس چلنا ہوگا" یہ کہہ کر انسپکٹر نے جمیل کے بکس سے اس کی بیوی کے خطوط نکال لئے۔ اور جمیل کو پکڑ کر ایک گاڑی میں بٹھا دیا۔ جمیل رو رہا تھا۔ گاڑی جمعہ مسجد قلعہ کا میدان طے کر کے ایک کوٹھی پر پہنچی ؛ انسپکٹر اور جمیل اتر پڑے ؛ انسپکٹر نے جمیل کو ایک سجے ہوئے کمرے میں لے جا کر بٹھا دیا۔ اور خود برابر کے کمرے میں جا کر بیٹھ گئے۔ جمیل سے کہہ گئے۔ کہ بڑا صاحب ابھی آتا ہے۔ جیسا حکم دے گا۔ اس کی تعمیل کی جائے گی ؛

جمیل میز پر سر رکھ کر آزردہ بیٹھ گیا۔ اور کسی انگریز کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں اس کے کان میں آواز آئی "جمیل" ! جمیل نے سر نہیں اٹھایا۔ اور کہا "صاحب ہم کسی جلسے میں شریک نہیں ہوا۔ نہ میں نے لکچر دیا" ؛

آواز "گھبراؤ نہیں۔ تم نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔ میں تمہاری بیوی کی بڑی بہن ہوں۔ سر اٹھاؤ تمہاری بیوی کو بھی میں نے یہاں ہی بلا لیا ہے۔ تمہارے ساڑھو کو جب سے وہ انسپکٹر ہوئے ہیں۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے چھٹی نہیں ملی ؛ تبادلہ ہو جانے سے متھرا سے کل ہی دلی آئے ہیں" لو اتنے میں انسپکٹر بھی آ گئے۔ جمیل کی بیوی بھی آ گئیں۔ اور معاملہ جمیل کی سمجھ میں آ گیا ؛

یہ تو ایک مثال تھی۔ ولایت سے بہت سی چیزیں ایسی آتی ہیں۔ جن سے لطیف مذاق کیا جا سکتا ہے اور نقل و اصل میں فرق نہیں ہوتا۔ مثلاً ربر کے بسکٹ۔ آتش بازی کا سگرٹ۔ شیشے کا ایک گلاس جس کے سوراخ گلاس کو منہ کے قریب لے جانے میں کھل جاتے ہیں ؛ وغیرہ وغیرہ ؛

ن ۔ ش ۔ ط از گوالیار

اچھی صحبت کا اچھا اثر

میرے خیال میں بہ نسبت مردوں کے عورتوں میں شوہر کی توجہ اپنے اندر جذب کر لینے اور اس کے خیالات پر اپنا اثر قایم کر لینے کا مادہ بہت زیادہ ہے ؛ اکثر دیکھا جاتا ہے۔ اور تجربہ شاہد ہے۔ کہ شادی ہونے کے بعد لڑکوں کی بالکل کایا پلٹ ہو جاتی ہے ؛ اکثر لڑکوں کا مزاج ہنسنا بولنا۔ سب سے رلنا ملنا۔ چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ کھیلنا۔ اور ان کو کھلانا۔ ماں باپ کا ادب کرنا۔ غرض جو باتیں شریف اور نیک لڑکوں میں ہونی چاہئے۔ سب موجود ہوتی ہیں ؛ ماں باپ سعادتمند

لڑکے سے نہایت خوش ہوتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں آیندہ کے لئے بہت کچھ امیدیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ آخر وہ مبارک گھڑی بھی آپہنچتی ہے جس کا ارمان ہر ماں باپ کو ہوتا ہے۔ اور شادی خانہ آبادی ہوجاتی ہے۔ مگر بدقسمتی سے بیوی زود رنج کوتاہ عقل۔ جاہل۔ بدگمان طبیعت کی ملتی ہے۔ اور مزاجوں میں زمین آسمان کا تفاوت ہوتا ہے۔ اس لئے شروع شروع میں میاں بیوی کے درمیان شکر رنجی رہتی ہے۔ بیوی ایک طرف اُداس نظر آتی ہے۔ تو میاں علیحدہ پریشان۔ مگر رفتہ رفتہ بیوی کی اُداسی اور پژمردگی میاں کے دل پر خاص اثر کرتی ہے۔ اور میاں اس کی کوشش شروع کرتا ہے۔ کہ کسی طرح بیوی کو خوش رکھ سکے۔ آخر کچھ عرصے بعد بالکل کایا پلٹ ہوجاتی ہے۔ بالکل خاموشی پسند۔ ابروؤں پر ہر وقت بل جس کے اثر سے کمسن بھائی بہن خوف زدہ ہوکر بالکل علیحدگی اختیار کرلیتے ہیں۔ تمام عزیز و اقارب سے کشیدگی اور بے اعتنائی۔ حتیٰ کہ ماں باپ سے بھی صرف ظاہر داری کا نبھاؤ قایم رہ جاتا ہے۔ ورنہ دل میں ان کی طرف سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ غرض بیوی کا اثر میاں پر غالب آتا ہے۔ اور نیک مزاجی ختم ہوجاتی ہے۔ اور میاں عام نظروں میں حقیر ہوجاتا ہے۔

برعکس اس کے بعض لڑکے نہایت تیز مزاج غصہ ور۔ بے ادب۔ نہ چھوٹوں سے شفقت نہ بزرگوں کا لحاظ۔ نہایت تنگ دل کنجوس ہوتے ہیں۔ مگر شادی ہوجانے کے بعد بالکل کایا پلٹ ہوجاتی ہے۔ کیونکہ خوش قسمتی سے بیوی نہایت نیک مزاج بااخلاق و بامروت بزرگوں کا دل سے ادب کرنے والی محسن پرست۔ فراخ دل۔ فراخ حوصلہ سب سے رلنے ملنے والی ملتی ہے۔ لہذا رفتہ رفتہ بیوی کی خوش مزاجی کا اثر میاں پر ہونے لگتا ہے۔ اس پر سونے پر سہاگا۔ بیوی کا موقع بہ موقع سمجھانا خاص اثر کرتا ہے۔ اور طبیعت میں بہت کچھ اصلاح ہوجاتی ہے۔ غصہ اور تیزی کی جگہ نرمی آجاتی ہے۔ چھوٹے بہن بھائیوں پر بھی پیار آنے لگتا ہے۔ اور ان کو خوش کرنے کو اور مانوس کرنے کو کھلونے لائے جاتے ہیں۔ ماں باپ کے ساتھ بھی نہایت مخلصانہ برتاؤ ہوجاتا ہے۔ اور ہر لحظہ ان کی تابعداری کا خیال لگا رہتا ہے۔ سب عزیز و اقارب سے بھی یک جہتی کے تعلقات قایم ہوجاتے ہیں۔ تنگ دلی اور کنجوسی کی وجہ سے جو قابل امداد اشخاص کو شکایت رہا کرتی تھی۔ وہ بھی اب خوش ہیں۔ اور کوئی شکایت دل میں نہیں ہے۔ غرضکہ عموماً مرد بہت جلد عورت کے اثر میں آجاتا ہے۔

تاریخوں میں بھی اس قسم کے واقعات نظر آتے ہیں۔ سلطان سلیمان اعظم ترکوں کا سب سے بڑا جلیل القدر عظیم الشان اور نیک دل و کامیاب

سلطان تھا۔ سولھویں صدی عیسوی کے شروع میں تخت نشین ہوا۔ پورے پچاس سال سلطنت کی اور آخر صدی میں انتقال ہوگیا۔ اس کی بیوی روسی نسل کی تھی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ولی عہد مصطفیٰ کی فتوحات اور ہر دل عزیزی سے رشک کھا کر (کیونکہ وہ دوسری بیوی تھی۔) سلطان کو اس سے بدگمان کردیا۔ اور سلطان نے اپنے لائق اور ہونہار فرزند کو قتل کرادیا۔

غرض اس مضمون کے لکھنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہم عورتوں کا وجود اکثر مردوں کی بدنامی اور نیک نامی کا باعث ہوتا ہے۔ بڑی شرم کی بات ہے۔ کہ شوہر کی نیک مزاجی اور ہر دل عزیزی تمہاری بُری خصلتوں کی بھینٹ چڑھ جائے۔ اور قابل رشک ہے۔ وہ ہستی جس کی صحبت اور جس کی دانشمندی سے بد اخلاق شوہر با اخلاق اور ہر دل عزیز بن جائے۔ اور آیندہ اولاد نیک تربیت یافتہ پیدا ہو۔ رب کریم سب بہنوں کو تعلیم کے ساتھ اچھے اخلاق بھی عطا فرمائے۔ اور اگر وہ شوہر کی سرتاج ہو۔ تو ساس سُسرے کی آنکھ کی تپلی بنے۔

راقمہ امت الوحی از بجنور

انجمن تہذیب نسواں کانپور

۲ مئی کو بوقت ۲ بجے سہ پہر انتظار علی صاحب عباسی اکسائز انسپکٹر کے بنگلے پر انجمن تہذیب نسواں کانپور کے چھٹے جلسے کا بصدارت سیدہ بیگم صاحبہ انعقاد ہوا۔ خواتین ذیل تشریف لائیں:۔

محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ۔ محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ۔ عزیز عزت فاطمہ صاحبہ۔ محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ۔ محترمہ گوہر بیگم صاحبہ۔ محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر معین الدین صاحب۔ محترمہ بیگم صاحبہ فضل الرحمٰن صاحب وکیل۔ محترمہ فاطمہ صغرا صاحبہ۔ محترمہ اُم کلثوم صاحبہ۔ محترمہ بیگم صاحبہ سید مرزا صاحب۔ محترمہ بیگم صاحبہ وحید مرزا صاحب۔ محترمہ خاتون بیگم صاحبہ۔ عزیزہ تہذیب فاطمہ۔ عزیزہ اخلاق فاطمہ۔ خاکسار۔

قرآن خوانی و حمد نعت کے بعد کارروائی جلسہ پڑھی گئی۔ چونکہ محترمہ صدیق فاطمہ صاحبہ جو پیشتر ہماری انجمن میں سیکرٹری مقرر کی گئی تھیں۔ بوجہ تبادلہ آباد تشریف لے جا چکی ہیں۔ اس لئے بہ تجویز خاکسار اور بتائید فاطمہ بیگم صاحبہ۔ فاطمہ صغرا صاحبہ سیکرٹری منتخب کی گئیں۔ پھر مفصلہ ذیل خواتین نے مضامین پڑھے:۔

خاکسار	ترک رسوم قبیحہ پر
اخلاق فاطمہ	اسراف پر
سعیدہ بیگم	قومی لباس "
فاطمہ بیگم	ایک مفید مضمون
اُم کلثوم	تعلیم اطفال "
تہذیب فاطمہ	کوشش "

ترک رسوم قبیحہ پر انجمن نے ایک رزولیوشن بھی پاس کیا۔ اور کوشش والے مضمون میں محترمہ تہذیب فاطمہ

نے عجیب طریقہ سے تبلیغ کے متعلق کوششوں پر زور دیا۔ اور خواتین سے تبلیغ کے چندہ کی درخواست کی۔ لیکن افسوس۔ کہ اس مرتبہ بہت کم بہنوں نے اس طرف توجہ کی۔ اور نہایت قلیل رقم جمع ہو سکی۔ جس کو بھیجتے ہوئے بھی شرم آتی ہے ۔

تبلیغ فنڈ کی ناکام درخواست کے بعد اخلاق فاطمہ جوائنٹ سکرٹری انجمن مذکور نے انجمن کی ششماہی مختصر رپورٹ سنائی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک چھوٹی سی انجمن نے جبکہ وہ پوری طرح نشو ونما بھی نہیں حاصل کر چکی ہے۔ چند ماہ کے قلیل عرصے میں کیا کیا مفید باتیں کی ہیں ۔

حسب دستور آخر میں ترانۂ قومی کے بعد جلسہ ختم کر دیا گیا۔ چندہ کی تفصیل یہ ہے :۔

تہذیب فاطمہ ۴ر۔ اخلاق فاطمہ ۴ر خاتون بیگم صاحبہ ۴ر۔ بیگم وحید مرزا صاحب ۴ر۔ فاطمہ صغرا صاحبہ ۴ر۔ بیگم سعید مرزا صاحب ۴ر۔ خاکسار ۴ر بعد منہائی فیس منی آڈر میزان تین روپے

راقمہ مشتاق فاطمہ۔ سکرٹری انجمن تہذیبیاں کانپور

ملیحہ۔ انجمن کے جلسوں میں صرف مضمون خوانی ہی نہیں چاہئے۔ نہ صرف رزولیوشن پاس کرنے بلکہ بُری رسموں کے ترک کے متعلق تحریری اقرار کریں کہ ہم اس رسم کو کبھی عمل میں نہیں لائیں گے۔ اور اگر لائیں۔ تو اتنی رقم مثلاً پچاس روپے جرمانہ انجمن کو دیں گے ۔

جو مسلمان بیبیاں کسی گھر میں تعزیت کے لئے جائیں اول تو وہ وہاں سے جلد رخصت ہو جائیں۔ اور اگر کچھ ٹھہریں۔ تو اس گھر میں کھانا ہرگز نہ کھائیں ۔ اس قرارداد کی بھی تحریر شل سابق ہونی چاہئے۔ انجمن کی کسی ممبر کو چالیسویں وغیرہ کا کھانا بھی قبول نہیں کرنا چاہئے ۔ ہر انجمن اپنے شہر میں ایسی اصلاحیں کرے ۔

محفل تہذیب

دعا۔ میرا پوتا ریاض علی سلمہٗ عمر ساڑھے نو سال مرض ٹائی فائڈ بخار میں مبتلا ہے۔ جس سے ہم سب پریشان ہیں ۔ بہنیں از راہ مہربانی بچے کی صحت کے لئے دعا فرمائیں ۔ خاکسار ممتاز علی

کسی بہن نے پوچھا تھا۔ کہ دانتوں پر سے پان کی سرخی کس طرح دور ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے سرسوں کے تیل میں باریک نمک ملا کر ملنا بہت مفید ہے ۔

جناب من۔ تسلیم ۔ آپ کے کتب خانہ میں اگر کوئی کتاب اُردو میں ڈرائکٹری پر ہو۔ تو مہربانی کر کے مطلع فرمائیے ۔ عرصہ ہوا میں نے ایک کتاب اسی قسم کی منگائی تھی۔ مگر بدقسمتی سے وہ گم ہو گئی۔ اور

اس کا نام بھی یاد نہ رہا۔ مگر اتنا خیال ہے۔ کہ اس میں ہڈیوں کے ڈھانچے وغیرہ تصویریں بھی تھیں۔ آپ مہربانی کر کے جو جو کتابیں اس موضوع پر ہوں۔ ان کے ناموں اور ان کے مصنفوں کے ناموں سے جلد مطلع کیجئے ÷ محمد اظہار حسین بمکان محمد حامد صاحب محلہ شاہ کی املی۔ پٹنہ سٹی

منیجر۔ اس موضوع پر سب سے عمدہ کتاب مخزن حکمت ہے۔ جس کی دو ضخیم جلدیں ہیں۔ قیمت ۹؍۸

میری ایک نہایت عزیز سگی بہن ہے۔ جس کی عمر کوئی تیس سال یا زیادہ ہوگی ÷ اس کے سارے منہ پر اور ٹھوڑی کے نیچے بال نکلنے آتے ہیں۔ وہ بہن بے حد فکرمند ہیں۔ کوئی بہن یا بھائی بتا سکتے ہیں۔ کہ کسی دوا سے یہ بات رفع ہو سکتی ہے ÷ حاجتمند

مجھے ایسی دوا کی ضرورت ہے۔ جو گلاب کے پودوں میں ڈالی جا سکے ÷ میرے یہاں گلاب کثرت سے ہے۔ لیکن اکثر پودوں میں یہ عیب ہو گیا ہے کہ کلی کھلنے سے پہلے مرجھا جاتی ہے۔ یا پھول کھلتا بھی ہے۔ تو نہایت بدنما و بے رونق ہوتا ہے ÷ کوئی بہن بذریعہ تہذیب گلاب کو اصلی حالت پر واپس لانے کی ترکیب سے مطلع فرمائیں۔ مشکور ہونگی ÷

امتیاز جہاں بیگم

مکرمی جناب منیجر صاحب۔ تسلیم ÷ ایک نہایت ضروری بات دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ ہم نے سنا ہے۔ کہ بغیر کچھ کھائے پانی پینے سے بلغم پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات سچ ہے۔ کہ نہیں؟ یہ بھی سنا ہے کہ کھانا نہ کھانے سے آدمی موٹا ہوتا ہے ÷ تہذیب کی خیر خواہ

منیجر۔ دونوں باتیں غلط ہیں ÷

یہ **مضامین** درج کئے جائیں گے ؛

فکر عقبیٰ	ہمشیرہ عزیز الدین
تربیت گاہ بنات	اسعد حسین
روحوں سے بات چیت	عظمت النساء
شرم و حیا کی افراط	محمود الحسن
آگ	رضویہ خاتون
اسلامیہ مدرسہ نسواں	سکندر جہاں
مسلم گرلز کالج علی گڑھ	ہمشیرہ احمد حسین
چیچک	ظفر جہاں
اسکول کی لڑکیاں	"
تارا بائی	محمودہ بیگم
لاڈ دوائی	خدیجۃ الکبریٰ

یہ **مضامین** درج نہیں کئے جائیں گے ؛

عورتوں میں ارتداد کا اصلی باعث۔ زنانہ رسالے۔

فریاد۔ گلاب۔ آم۔ محبت ایک فطری جذبہ ہے ÷

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

کونوں کی صفائی

"تم کمرے کے کونے اچھی طرح صاف کردو۔ درمیانی فرش خودبخود صاف ہوجائے گا" یہ ایک تجربہ کار گھروالی کے الفاظ ہیں۔ جو اس نے اپنی بیٹی سے کہے تھے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس نصیحت کا وہ مطلب نہیں۔ جو اس کے الفاظ سے سرسری نظر میں معلوم ہوتا ہے لیکن ہر گھروالی کو معلوم ہوگا۔ کہ کمرے کی صفائی کرتے وقت کونوں ہی کے متعلق مشکل پیش آتی ہے۔ اور اسی مشکل کا نتیجہ ہے۔ کہ آج کل کے سمجھ دار معمار مکانوں کے کونے ذرا گول سے بنا دیتے ہیں۔

یہ درست ہے۔ کہ اس نئی دریافت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے ہم سب کے سب اپنے گھر تبدیل نہیں کرسکتے۔ اور نہ یہ ممکن ہے۔ کہ تمام مکانات نئے سرے سے بنوائے جائیں۔ لیکن موجودہ مکان بھی کونوں کی صفائی میں احتیاط سے کام لینے سے کافی صاف رہ سکتے ہیں۔ پختہ سیڑھیوں کی صفائی میں بھی اسی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

تارپین کا تیل

سب جانتے ہیں۔ کہ برش صاف کرنے اور کپڑوں اور ہاتھوں سے روغن وغیرہ کے داغ دور کرنے کے لئے تارپین کا تیل نہایت مفید چیز ہے لیکن گھروں میں اس سے اور بھی بہت سے کام لئے جاسکتے ہیں۔

گرمی کا موسم آتے ہی سمور اور پوستین وغیرہ اُتار کے رکھ دئے جاتے ہیں۔ انہیں میل کچیل اور تیل وغیرہ کی آلائش سے پاک کرنے کے لئے معمولی طریق پر صاف کرنے سے پہلے ان پر تھوڑا سا تارپین لگا کر برش کردو۔ آدھی سے زیادہ صفائی یہی کردے گا۔ اور صاف ہونے کے بعد اس کی معمولی سی بو کپڑوں میں رہ جائے گی۔ جس سے کپڑوں اور چوہوں وغیرہ کا خوف نہ رہے گا۔

گرم کوٹ صندوق میں رکھنے سے پہلے اس پر اس پر تارپین چھڑک کر تھوڑی دیر کمرے میں لٹکا دو۔ یہ کافور کی نسبت بہت زیادہ مفید ہے۔ اس کے علاوہ اس کی بو بھی زیادہ مدت تک نہیں رہتی۔

خوش رہنا

علم النفس کے ماہروں کو ہمارے مزاج کے اتار چڑھاؤ اور ایک ایک کیفیت کا سبب جاننے کا موقع ہے۔ لیکن ایک عام عورت گھر کے کام دھندوں میں اس قدر مصروف رہتی ہے۔ کہ اسے اپنے مزاج کی کیفیتوں کا باقاعدہ مطالعہ کرنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی۔ یہ تمام تاثرات اس پر خود بخود وارد ہوتے رہتے ہیں۔ تاہم وہ بھی اس کے متعلق کچھ نہ کچھ کر سکتی ہے۔ اسے چاہئے۔ کہ زیادہ سے زیادہ وقت خوشی میں گزارنے کی کوشش کرے۔ اس طرح وہ آہستہ آہستہ رنج و غم کو اپنے سے دور رکھنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ اور وقت راحت اور سکون میں کٹنے لگے گا۔

پرائی پیڑ۔ بعض عورتوں کو کوئی خاص رنج و غم نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی زندگی کو ناقابل رشک بنانے کے لئے کچھ نہ کچھ سامان پیدا کر ہی لیتی ہیں۔ وہ دوسروں کے رنج و غم سے خواہ مخواہ متاثر ہوتی رہتی ہیں۔ حالانکہ اس سے کسی کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ رنج و غم کے لئے ان کے دل میں فطری کشش موجود ہے۔ جس کا مقابلہ کرنا ان کے لئے محال ہے۔ اور بجائے اس کے۔ کہ ہمت سے ہنستی مسکراتی اس کا مقابلہ کریں۔ انہیں اس میں ایک خاص قسم کی مسرت سی حاصل ہوتی ہے کہ جس کسی سے ملیں۔ اس پر بھی اس اندوہ و ملال کا اثر ڈالے بغیر نہ رہیں۔ اکثر اوقات ان کے ملال کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہوتی۔ کہ ان کی نظر سے کوئی دردناک کہانی گزرتی ہے۔ یا کہیں سے کوئی اس قسم کی خبر سن لیتی ہیں۔ جس سے انہیں دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔

قوت ارادی۔ ایک ہی خیال میں رہنے سے ملال طبیعت پر مسلط ہو جاتا ہے۔ لیکن تازہ اور مختلف دلچسپیاں طبیعت میں داخل ہوتے ہی اندوہ و ملال کے بادلوں کو دم بھر میں اڑا دیتی ہیں۔ ایسے موقعوں میں ظرافت کا طبعی رجحان بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً بار بار ان عجیب اور مضحکہ انگیز باتوں کے متعلق سوچنا جو کبھی دیکھنے یا سننے میں آئی ہوں۔ خصوصاً ایسی باتیں جن میں مذاق اور مضحکہ کا نشانہ خود اپنی ذات ہو۔ مضمحل طبیعت کے لوگ ہر وقت اپنے ہی متعلق خیالات میں گمن رہتے ہیں۔ اور اس بیماری کا یہی بہترین علاج ہے۔ کہ وہ کچھ دیر کے لئے اپنی ذات کا تمسخر اڑائیں۔

موٹاپا

تمام ڈاکٹر متفق ہیں۔ کہ جسم کا موٹاپا دور کرنے کے لئے یکایک خوراک کم کر دینا خطرناک ہے۔ جن لوگوں کا وزن دن بدن بڑھتا جاتا ہو۔ یا توند بڑھ رہی ہو۔ انہیں عموماً یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ کم از کم خوراک کھائیں۔ بلکہ بعض تو اتنی بھی نہیں کھاتے۔ جتنی کے

صحت کو قایم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ طریقہ درست نہیں۔ کیونکہ جو خوراک در اصل کھائی جاتی ہے۔ اس میں اگر ذرا توجہ اور احتیاط سے کام لیا جائے تو خوراک کم کئے بغیر بھی یہی مطلب کافی حد تک حاصل ہو سکتا ہے۔ البتہ بعض لوگوں کی حالت ایسی ہوتی ہے۔ کہ وہ خوراک کی مقدار میں کمی کر سکتے ہیں۔ مثلاً بہت مرغن چیزوں اور ایسی خوراک کی بجائے جس سے موٹاپا بڑھتا ہو۔ انڈے۔ خستہ توس اور پھل استعمال کئے جائیں۔ سیب۔ رنگترے اور اسی قسم کے دوسرے پھلوں کے استعمال سے جسم کو ضرورت کے مطابق غذا مل جاتی ہے۔ اور یہ خون صاف رکھنے کے علاوہ قوت ہاضمہ کو بھی طاقت دیتے ہیں۔ مستورات کے لئے پھلوں مثلاً لیمو اور رنگترے کا رس پانی ملا کر پینا بہت مفید ہے۔ اور صبح کو چائے کی جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مرغن کیک۔ مکھن والے توس۔ دودھ۔ مٹھائی سے پرہیز واجب ہے۔ ان کی جگہ خشک توس۔ سادہ بسکٹ اور چائے استعمال کی جائے۔ اسی طرح آلو۔ اروی اور دیگر نشاستہ والی چیزیں مثلاً چاول بہت کم استعمال کرنی چاہئیں۔

بچوں کی پڑھائی

اسکولوں میں تعلیم پانے والے بچوں کو عام طور پر یہ شکایت رہتی ہے۔ کہ نہ تو انہیں گھر آکر تیاری کرنے کے لئے مناسب وقت ملتا ہے۔ اور نہ دیگر حالات کام کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ بچے عموماً یہ کام بھی اسکول ہی میں کر لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اکثر اوقات کتابیں اور کاپیاں اٹھا کر چل دیتے ہیں۔ کہ گھر پر اطمینان سے کام کریں گے۔ لیکن جب کام کرنے لگتے ہیں۔ تو وہ اطمینان کوسوں دور ہوتا ہے۔ چھوٹے سے گھر میں جس میں کمروں کی تعداد محدود ہو۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ بچہ کسی کمرے میں جہاں سب آتے جاتے رہتے ہیں۔ اپنی کتابیں بکھیر کر بیٹھ جائے۔ تاہم یہ کوئی بہت مشکل بات نہیں۔ کہ بچے کے لئے ایک خاص کمرے میں جگہ مقرر کر دی جائے۔ جہاں وہ اطمینان سے اپنا کام کر سکے۔ اگر ہو سکے۔ تو اسے کوئی چھوٹی موٹی میز مہیا کر دی جائے۔ سردیوں میں ایک چھوٹی سی انگیٹھی اس کے کمرے کو گرم رکھنے کے لئے کافی ہے۔ اور گرمیوں میں بھی آسانی سے کام چل سکتا ہے۔

کمرہ اور میز دینے کے علاوہ والدین اور بھی کئی طرح بچوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ جو والدین بچوں کے سوال خود حل کر دیتے ہیں۔ یا ترجمہ کر کے انہیں دیدیتے ہیں۔ وہ مدد کی بجائے بچوں کو الٹا نقصان پہنچاتے ہیں۔ سارا کام بچے کو خود کرنے دینا چاہئے۔ والدین صرف انہیں معمولی

اشاروں سے صحیح راستہ بتادیں۔ جس سے انہیں سوچنے میں آسانی ہو جائے ؞

خانہ داری کے اشارات

پرانی چھتری صاف کرنی ہو۔ تو امونیا کو گرم پانی ملاکر برش سے چھتری پر پھیر دو۔ بالکل نئی نکل آئے گی ؞

کوٹ کا کالر کسی چمکدار کپڑے کا ہو۔ اور اسے صاف کرنا مقصود ہو۔ تو کوئی صاف کپڑا امونیا یا سرکہ میں بھگوکر اس پر اسفنج کی طرح پھیرنے جائیے ؞

دیواروں پر لگانے کے لئے کاغذ خریدتے وقت اس بات کا خیال رکھو۔ کہ کاغذ زیادہ ملایم اور چمکدار نہ ہو۔ کیونکہ اس قسم کے کاغذ پر انگلیوں کے نشان فوراً نظر آنے لگتے ہیں۔ اور نہایت بھدے معلوم ہوتے ہیں ؞

پالش کرنے کے لئے مخمل بہترین کپڑا ہے۔ اس سے چاندی سونے کی چیزیں۔ جوتے۔ اسباب اور فرش غرض ہر چیز خوب چمک اٹھتی ہے ؞

جب کمرے میں نئی دری بچھائی جائے۔ تو ایک مہینے تک اسے سخت برشوں سے نہیں جھاڑنا چاہئے۔ بلکہ دریاں جھاڑنے کے معمولی برش سے صاف کرلی جائے۔ اور جھاڑتے وقت خیال رکھنا چاہئے۔ کہ جس رُخ دری کھنچی ہوئی ہے۔ برش بھی اسی رُخ پھیرا جائے ؞

لیموں خشک ہو جائیں۔ تو ایک برتن میں گرم پانی ڈال کر انہیں اس میں بھگو دو۔ پانی کافی گرم ہونا چاہئے۔ مگر اُبلتا نہ ہو ؞ برتن کو دو گھنٹے تک چولھے کے پاس پڑا رہنے دو۔ پھر اس میں سے لیموں نکال لو۔ اب یہ نرم اور رس بھرے ہوں گے ؞ استعمال اس وقت کرو۔ جب بالکل ٹھنڈے ہو جائیں ؞

شیر گرم دودھ میں تارپین ملاکر روغنی کپڑے پر پھیر لے سے کپڑا بالکل نیا معلوم ہونے لگیگا ؞

جس چاقو یا چھری سے مچھلی کاٹی گئی ہو۔ اس کی بدبو اس طرح دور ہو سکتی ہے۔ کہ دھونے کے بعد اس پر لیموں کاٹ کر گھسا جائے ؞

جن کپڑوں پر کشیدہ کا کام کیا ہوا ہو۔ ان پر کبھی سیدھی طرف استری نہ کرو ؞ کپڑے کو ترکش تولئے کی کئی تہوں پر اُلٹا رکھ کر استری کرنی چاہئے ؞

خبریں اور نوٹ

مصر میں مکمل آزادی حاصل کرنے کی فضا پھر پیدا ہو رہی ہے۔ اس لئے برطانیہ اور حکومت مصر کے تعلقات میں کشیدگی کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۲۴ مئی کو پارلیمنٹ مصر کی فوجی کمیٹی نے فوج میں اضافہ کرنے اور بحری تعلیم کا مدرسہ کھولنے کی تجویز پیش کی تھی۔ اور انگریزی کمانڈر انچیف کی تنخواہ نامنظور کر کے کہا گیا تھا۔ کہ انگریز افسر کی تنخواہ کے لئے مصر کے بجٹ میں کوئی گنجائش نہیں۔ حالانکہ بقول لارڈ لائڈ مصر کو بیرونی حملوں سے بچانے کے لئے ایک انگریز افسر کا حاکم رہنا ضروری ہے۔ دوسرے لارڈ لائڈ کو بالائی مصر کے مقام مینیا میں وہاں کے رؤسا نے دعوت دی۔ اس پر پارلیمنٹ مصر میں دو گھنٹے مباحثہ رہا۔ اور اس میں مقررین نے کہا۔ کہ یہ دعوت ملک کی آزادی اور شان کی ہتک ہے۔ ایک برطانوی آدمی کا ایسا شاندار استقبال کیا گیا۔ جو شاہ مصر کا حق تھا۔

ان حالات کی بنا پر بہ نظر احتیاط حکومت برطانیہ نے مالٹا سے تین جنگی جہاز مصر کی طرف روانہ کر دئیے ہیں تاکہ وہاں کے غیر ملکیوں کی جان و مال کی حفاظت رہے۔

روسی تجارت خانہ پر حملہ کرنے کے سلسلے میں روس و برطانیہ کے تجارتی تعلقات منقطع ہو گئے۔ وزیر اعظم برطانیہ نے پارلیمنٹ میں بیان کیا۔ کہ روس تجارتی تعلقات کی وجہ سے ہمارے ملک میں مخالفانہ پروپیگنڈا کرتا ہے۔

روس کے نمایندے کو دس روز کے اندر برطانی سرزمین سے نکل جانے کا نوٹس دیدیا گیا اور برطانی نمایندوں کو روس سے واپس بلا لیا گیا

ایک نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ روسی فوجوں کی بڑی تیزی سے لام بندی ہو رہی ہے۔ یہ برطانیہ اور روسی جنگ کی ابتدائی کارروائی ہے۔

چین سے خبر آئی ہے۔ کہ وہاں کی قوم پرست فوجوں کو شاہ پرست افواج کے مقابلے میں سخت شکست ہوئی۔ اور ان کی ایک پلٹن بالکل فنا ہو گئی۔

لندن کا تار۔ ایڈنبرا (اسکاٹلینڈ) کے کئی ناچ گھروں اور تفریح گاہوں میں ہندوستانیوں کے داخلہ کی ممانعت کی گئی ہے۔

حضور بادشاہ سلامت نے آنریبل مسٹر پٹیل سے ۴۰ منٹ تک ملاقات کی۔ مسٹر پٹیل ملاقات کے وقت کھدر کے کپڑے پہنے اور گاندھی کیپ اوڑھے ہوئے تھے۔

ایک انگریز لڑکی مس اگنس گریہم نے اپنے منگیتر مسٹر جیمس میک کے خلاف شادی کرنے

کا وعدہ کر کے عہد شکنی کی بنا پر ہرجانے کا دعوےٰ
دائر کر رکھا تھا۔ انہی دنوں اس کا فیصلہ ہوگیا۔
اور عدالت نے منگیتر پر ۱۲۰۰ پونڈ کی ڈگری
کردی کردی۔ دوران مقدمہ میں بیان کیا
گیا۔ کہ سات سال کے عرصے میں ہر دو طرف
سے ۴ ہزار چٹھیاں آئی گئیں۔

شاہ اٹلی نے ایک اطالوی خاتون کو اس
بہادری کے انعام میں طلائی تمغہ عطا کیا ہے۔
کہ اس نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اپنے
شوہر کی جان بچائی۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ یہ
عورت اپنے شوہر کے ساتھ ایک پہاڑی پر
چڑھی۔ تو اس کا شوہر غار میں گر گیا۔ بہادر
عورت نے ایک رسی چٹان سے باندھی۔ اور اس
کے ذریعے غار میں اتر کر تین دن اور رات تک
اپنے رفیق زندگی کی تیمارداری اور مرہم پٹی
کرتی رہی۔ اس کے بعد اس نے اپنی چیخوں
سے راہ گیروں کو متوجہ کیا۔ جنہوں نے دونوں میاں
بیوی کو غار سے نکال لیا۔

شکاگو کروڑ پتیوں کا شہر ہے۔ یہاں ۱۵۴ خواتین
دو لاکھ پونڈ سے زیادہ کی مالک ہیں۔ ان میں
سے ایک سو دس کنواری ہیں۔ ان کے
علاوہ نوسے ہزار آدمی لکھوکھا ڈالروں کے
مالک ہیں۔

دو ہوا باز لفٹننٹ کار اور گلیمن انگلستان سے
ہندوستان تک ۴۸ گھنٹے کے اندر ایک ہی اڑان
میں پہنچنا چاہتے تھے۔ لیکن خلیج فارس تک پہنچنے
کے بعد جہاز تباہ ہوگئے۔ اور سمندر میں گر کر
بہ گئے۔ مگر ہوا باز بچ گئے۔

ایک امریکن ہواباز کپتان لینڈبرگ نے
ہوائی جہاز کے ذریعے بحر ظلمات کو ۴۰ گھنٹے کے
اندر طے کیا۔ وہ نیویارک سے جمعہ کے دن پونے
آٹھ بجے صبح کو روانہ ہوا۔ اور ہفتے کے روز ۱۰ بج
کر ۲۴ منٹ پر ساڑھے تین ہزار میل کا فاصلہ
ایک ہی اڑان میں طے کر کے پیرس پہنچ گیا۔
اس کی اس کامیابی پر نیویارک میں اس قدر
خوشی منائی گئی۔ جیسے جنگ عظیم کے بعد عارضی
صلح ہونے پر منائی گئی تھی۔

ہندوستان کے مشہور جوہری لالہ برجموہن
انگلستان پہنچے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ ان کے پاس
پانچ لاکھ پونڈ کے جواہرات ہیں۔ اور ایک شاہ
جہانی ہیرا۔ جس کی قیمت سات ہزار پونڈ ہے۔
اور نیلم کا کنٹھا اور زمرد کی مالا بھی ہے۔ جس کی
نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ یہ مالا دنیا میں سب سے
بہترین مالا ہے۔ اس میں ۲۰۴ دانے ہیں۔ جو
سب کے سب یکساں اور برابر ہیں۔ اور اس کی
قیمت ۸۵ ہزار پونڈ ہے۔ ان کے پاس چار
طاقتور ملازم ہیں۔ جو جواہرات کی صندوقچی کی
حفاظت کرتے ہیں۔ اور یہ جہاں جاتے ہیں۔

وہاں کی پولیس بھی ان کی نگرانی کرتی ہے۔

اخباروں میں چھپا ہے۔ کہ آنریبل سر ولیم بارٹن ریزیڈنٹ حیدرآباد نے حضور نظام سے ملاقات کی۔ اور حضور وائسرائے کی طرف سے حضور نظام کو ایک چٹھی دی۔ جس میں ۱۰ شرطیں ہیں۔ اور ان کی رو سے حضور نظام بمنزلہ معزول کے شمار کئے جا سکتے ہیں۔

لیکن اخبار پائینیر نے سرکاری طور پر اس کی تردید کی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ یہ بالکل غلط ہے۔ کہ حضور نظام کے اختیارات چھین لئے جائیں گے۔ اور انہیں کٹھ پتلی بنا لیا جائے گا۔ یہ بیان اس غرض سے شائع کیا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو امپیریل گورنمنٹ کے خلاف بھڑکایا جائے۔

خبر ہے۔ کہ گورنمنٹ نے تین ہزار پانسو پونڈ کے قیمتی ہیرے لارڈ ڈلہوزی کے خاندان سے خریدے ہیں۔ جو کسی ہندوستانی عجائب گھر میں رکھے جائیں گے۔

ناگپور میں قانون اسلحہ کی خلاف ورزی جاری ہے۔ پانچ مقامی ستیہ گراہی عورتوں کا پھر ایک جلوس نکلا۔ جس میں پانچوں عورتیں ننگی تلواروں سے مسلح تھیں۔ پولیس نے عورتوں سے تلواریں چھیننا چاہیں۔ مگر مزاحمت کی گئی۔ اور وہ نہ چھین سکی۔

کولار (بنگلور) کے اسپیشل مجسٹریٹ نے ایک ہندو نوجوان بیوہ کے بھائی اور باپ کو اس جرم میں قید و جرمانہ کی سزا دی ہے۔ کہ انہوں نے بیوہ مذکور کا سر مونڈھ لیا۔ اور اس کے زیورات چھین لئے۔

ڈھاکہ سے ۶۴ میل دور تمبیر ریلوے اسٹیشن پر چار بنگالی نوجوان اس الزام میں گرفتار کئے گئے۔ کہ ان کے پاس سے کئی بم اور دوسرے ہتھیار برآمد ہوئے۔

میرٹھ کے میونسپل بورڈ نے تجویز کی ہے۔ کہ پالتو کتوں پر ایک روپیہ سالانہ کے حساب سے ٹیکس لگایا جائے۔ کیونکہ پچھلے دنوں معزز آدمیوں کو کتوں نے کاٹ لیا۔ اور انہیں کسولی بھاگ جانا پڑا۔

مدراس میں بے روزگار تعلیم یافتوں کی انجمن نے ایک تجویز کی رو سے حکومت سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ بے روزگار تعلیم یافتوں کے اراضیات ٹھیکہ پر دے۔ اور قرض و دیگر سہولتیں بہم پہنچائے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے حضور وائسرائے سے ملاقات کی۔

راجہ صاحب پونچھ کی سوتیلی ماں اور مہاراجہ صاحب کشمیر کی چچی کا ۲۲ مئی کو انتقال ہو گیا۔

اگلے مہینے میں مہاراجہ کشمیر کی نئی شادی ہونے والی ہے۔

ڈاکٹر ٹیگور کو ڈچ گورنمنٹ نے آثار قدیمہ دکھانے کے لئے دعوت دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے وہاں جانا منظور کر لیا ہے۔

بمبئی کے ایک دیاسلائی کے کارخانہ میں آگ

لگ گئی۔ تین ہزار مزدور جو اندر کام کر رہے تھے۔ اپنی جانیں بچا کر بھاگ نکلے۔ اور کارخانہ جل کر خاک ہو گیا۔ ہزاروں روپے کا نقصان ہوا۔

بریلی میں عنقریب آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کا جلسہ ہونے والا ہے۔ جس کے صدر سر عبد الرحیم ہوں گے۔

اس سال ایک طالب علم رنگا سوامی نے مدراس یونیورسٹی سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ لیکن نتیجہ نکلنے پر غلطی سے اس کا نام شائع نہ ہوا۔ اور اس نے مایوس ہو کر ایک جھیل میں کود کر خودکشی کر لی۔ اگرچہ دوسرے دن اس غلطی کی تصحیح کر دی گئی لیکن اب تو رنگا سوامی موت کا شکار ہو چکا تھا۔

کرمبیا (مدراس) کی خبر ہے۔ کہ ایک مسافر گاڑی میں زیادہ بھیڑ ہونے کی وجہ سے ایک ادھیڑ عمر کی مسلمان عورت کا دم گھٹ گیا۔ پہلے تو وہ شدت گرمی اور پردے کی پابندی سے بے ہوش ہو گئی۔ اور پھر چند ہی منٹ بعد مر گئی۔ اس عورت کے ساتھ چار بچے بھی تھے۔

اس سال بمبئی یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس میں پانچ ہزار طالب علم پاس ہوئے۔

سورت میں ڈاکٹر مونجے کو تقریر کرنے کی سرکار نے ممانعت کر دی تھی۔ لیکن انہوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کر کے ہندوؤں کے ایک جلسے میں تقریر کی۔

ایک اور بنگالی نظربند خرابی صحت کی بنا پر رہا کر دیا گیا۔

دہلی کی مسلم ڈیفنس کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ قاضی عبد الرشید کے مقدمے میں ہائی کورٹ پنجاب کے فیصلہ کے خلاف پریوی کونسل میں اپیل کی جائے۔ اور اس کام کے لئے مسٹر آسبرن جو لاہور ہائی کورٹ میں ملزم کی طرف سے پیش ہوئے تھے۔ ان کی خدمات حاصل کی جائیں۔ اپیل کے اخراجات کے لئے فراہمی چندہ کا کام بھی شروع کیا گیا ہے۔

حکومت بہار و اڑیسہ نے مس بینا دیوی کو انگلستان جانے کے لئے وظیفہ دینا منظور کیا ہے۔ مس موصوفہ بنارس ہندو یونیورسٹی سے بی اے پاس کر چکی ہیں۔

ناگپور میں دو چھوٹے لڑکے بغیر لائیسنس تلواریں لئے پکڑے گئے۔ پولیس نے تلواریں چھین لیں۔ اور لڑکوں کو چھوڑ دیا۔

سنڈے ٹائمز لکھتا ہے۔ کہ اس سال لیگ اقوام میں سر فضل حسین اور سر سی۔ پی راما سوامی آئر ہندوستان کی طرف سے نمائندگی کریں گے۔

پٹنہ میں ۱۵ جولائی کو ایک سائنس کالج کا افتتاح ہونے والا ہے۔

پنجاب کونسل کے دس سکھ ممبروں نے اپنی نشستوں سے استعفیٰ دیدیا تھا۔ جو گورنمنٹ نے منظور کر لیا ہے۔ اب ان کے حلقہ جات کا انتخاب ۲ سے ۴ جولائی تک مقرر کیا گیا ہے۔

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ کی تصانیف

خانہ داری

یہ کتاب سلیس سادہ اور دل نشین انداز میں لکھی گئی ہے۔ اس میں ۴۴ مضامین ہیں۔ جو خانہ داری کی تمام ضروریات پر حاوی ہیں۔ امیروں اور غریبوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ اور کامیاب زندگی کی جانب مستورات کی رہنمائی کرتی ہے۔ قیمت ۱۵/

رفیق عروس

کتاب کیا واقعی نئی دلھن کی سہیلی ہے۔ جو خوشی کے وقت ہجولیوں کی طرح ہنسی خوشی میں شریک اور دُکھ درد کے وقت دردمند سہیلی کی طرح مصیبت کی رفیق ہوتی ہے۔ ناتجربہ کاری میں پیاری ماں کی سی بزرگانہ نصیحتیں اور زمانہ کا اونچ نیچ سکھاتی ہے۔ قیمت ۹/

آداب ملاقات

اس کتاب میں یہ بتایا ہے۔ کہ آج کل مستورات کو اپنی باہمی ملاقاتوں میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ مہمانوں اور میزبانوں کے لئے جداجدا وہ قاعدے لکھے ہیں۔ جو اس زمانے میں مہذب اور معزز گھرانوں میں برتے جاتے ہیں۔ جو سب کو سیکھنے چاہئیں۔ اور جن کے بغیر بیبیاں بدتمیز اور غیر مہذب کہلاتی ہیں۔ قیمت ۱۰/

نعمت خانہ

ہندوستانی کھانوں کی کتاب جس میں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک سب کھانوں کی نہایت صحیح اور آسان ترکیبیں لکھی ہیں۔ اور چند مشہور انگریزی کھانوں اور بیماروں کی غذاؤں کی ترکیبیں بھی درج ہیں۔ اس کے علاوہ اچار چٹنیوں کی ترکیبیں بھی لکھی گئی ہیں۔ اس میں لکھی ہوئی ترکیب پر عمل کرنے سے ہر چیز نہایت عمدہ تیار ہوتی ہے۔ کئی بار خود تجربہ کرنے کے بعد ترکیب اور چیزوں کے اوزان لکھے گئے ہیں۔ قیمت عہ

حیات اشرف

بی بی اشرف النساء بیگم صاحبہ معلمہ اول وکٹوریہ گرل اسکول لاہور کی مبارک زندگی کے

حالات۔ جن کو پڑھنے اور عمل کرنے سے لڑکیاں اپنے ماں باپ اور سسرال والوں کی آنکھ کا تارا بن سکتی ہے۔ قیمت ۱ر

صفیہ بیگم

ایک تعلیم یافتہ غمزدہ لڑکی کا قصہ ہے۔ جس نے نازونعم میں پرورش پائی۔ اور اعلیٰ تربیت حاصل کی۔ ماں باپ نے اس کی شادی بیہودہ رسم ورواج کی پابندی کی، وہ بدنصیب ماں باپ کی تجویز کے مقابلہ میں بول نہ سکی۔ مگر تاب غم نہ لائی۔ اور عین شادی کے دن شدت غم سے ہلاک ہوگئی۔ نہایت دردانگیز اور عبرت خیز قصہ ہے۔ قیمت ۱ر

آج کل

جن بہنوں کو آج کا کام کل پر ٹالنے کی عادت ہو۔ وہ اس قصے کو ضرور پڑھیں۔ نہایت دلچسپ اور موثر ہے۔ قیمت ۴ر

منگانے کا پتہ

دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

اڈیٹر خانم آصف جہاں بیگم مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک ۵ر پیشگی

نمبر ۲۴	لاہور ۔ ہفتہ ۱۱ جون ۱۹۲۷ء	جلد ۲۹

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

شادی کی ضرورت

ایک نوجوان مسلمان بیرسٹر عمر پچیس سال مستقل آمدنی تقریباً پندرہ سَو روپیہ ماہوار کو شادی کی ضرورت ہے۔ لڑکی نوجوان۔ خوب صورت اور تعلیم یافتہ ہو۔ مشتہر ایٹہ در کے ایک معزز خاندان کا رکن ہے۔

خط و کتابت ذیل کے پتے پر ہونی چاہئیے۔

م۔ بذریعہ جناب منیجر صاحب اخبار تہذیب نسواں۔ لاہور

مزید تصدیق

اکسیر ستارا کے متعلق ایک صاحب اریا

سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اکسیر ستارا امید ہے۔ انشاءاللہ جلد (ایک مشہور امریکن دوا کا نام ہے۔) کی جگہ لے لیگا۔ استعمال کرنے والے اس کے فوائد زیادہ بتلاتے ہیں۔ پہلی تین شیشیاں تو میرے دوستوں کو مفت تقسیم کرنے میں ختم ہوئیں۔ استعمال کرنے والیاں بہت سی شکایتوں میں مبتلا تھیں۔ ایک کو . . . باقاعدہ نہیں ہوتا تھا۔ دوسری کو خاص دنوں میں پیٹ میں درد ہوتا تھا۔ تیسری کو . ساقط وغیرہ۔ اکسیر ستارا میرے چند ناگا دوستوں کی فرمائش پر منگائی گئی تھی۔ اب ہمیشہ میرے اسٹاک میں موجود رہے گی۔ منشی محمد یعقوب علی اینڈ سنز کلے میوا پرچا بڑا دواخانہ ۲۳۵ مغل اسٹریٹ رنگون برما

ضرورت ہے

صغیر فاطمہ نسواں اسکول آگرہ کو دو اُستانیوں کی ضرورت ہے۔

۱۔ ایف اے یا کم از کم میٹرک پاس۔

۲۔ اُردو یا انگریزی مڈل پاس۔

تجربہ کار اور ٹرینڈ کو ترجیح دی جائے گی۔ تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔ جس کا تصفیہ خط و کتابت سے ہو سکتا ہے۔ درخواستیں مع نقول سارٹیفکٹ مندرجہ ذیل پتہ پر پہنچنی چاہئیں:۔

منیجر صغیر فاطمہ نسواں اسکول آگرہ متصل کچہری کلکٹری

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

آیندہ محرم کی تعطیلات میں واپسی ٹکٹ جو ۱۸ جولائی ۱۹۲۶ء تک کام آ سکتے ہیں۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ۲ جولائی سے ۱۰ جولائی ۱۹۲۶ء تک ایک سَو میل سے زائد سفر کے لئے ہر طرف اس طرح جاری ہوں گے:۔

اول و دوم درجہ کے لئے	اصل کرایہ اور اسکا ۱/۵ حصہ
انٹر کلاس	اصل کرایہ اور اسکے ۱/۲ حصہ

دفتر ہیڈ کوارٹرز۔ لاہور　(دستخط) جے ایچ جیمز

مورخہ ۲۸۔ اپریل ۱۹۲۶ء　فار ایجنٹ

اسکول کی لڑکیاں

جو لڑکیاں اسکولوں میں تعلیم پاتی ہیں۔ تعلیم نسواں کے مخالفین کی نگاہیں ان کے تمام حالات کا معائنہ نہایت غور سے کرتی رہتی ہیں۔ اور ذرا کوئی بات خلاف معمول نظر آئی نہیں۔ کہ فوراً اس کی گرفت ہو جاتی ہے۔ اور تمام الزام اسکول کی تعلیم پر تھوپ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسی قسم کے عیوب گھر کی لڑکیوں میں بھی موجود ہوں۔ تو کوئی پروا نہیں کی جاتی۔ اور کسی پر الزام نہیں آتا مثلاً آج کل لڑکیوں میں عموماً فیشن کی وبا روز بروز ترقی پر ہے۔ گھر کے خاص کر باورچی خانے کے کاموں کو اپنے ہاتھ سے کرنا عار سمجھتی ہیں + اب گھر کی لڑکیوں پر زیادہ سے زیادہ ان باتوں پر بڑی بوڑھیاں ناراض ہو لیتی ہیں لیکن بے چاری اسکول والیوں کی تو وہ شامت آتی ہے۔ کہ کچھ نہ پوچھئے۔ "ہاں صاحب اب تو وہ اسکول میں پڑھ کر میم صاحب ہو گئیں۔ وہ کیوں ایسے ذلیل کام کرنے لگی تھیں؟ ان کی شان میں فرق نہ آ جائے گا؟ خدا بچائے ایسی تعلیم سے عورتیں عورتیں ہی نہیں رہیں۔ گھر کے کاموں سے انہیں نفرت۔ بچوں کی ٹیں ٹیں سے انہیں وحشت۔ بس کام میں کام ہے۔ تو صرف لباس کی تراش خراش سے۔ کہ صبح کو ایک وضع ہے۔ تو شام کو دوسری۔ نئے نئے طرز سے بال بنائے جا رہے ہیں + ہر وقت سہیلیوں کے آنے جانے کا تانتا بندھا ہوا ہے + کبھی خود ملنے جاتی ہیں کبھی وہ ان کے پاس آتی ہیں۔ باقی نہ کوئی کام ہے۔ نہ دھندا + خدا بچائے ایسی تعلیم سے۔ اس سے تو جاہل بہتر ہیں" +

میری ایک عزیزہ کا قول ہے۔ کہ بڑی بوڑھیاں جس نظر سے اپنی بہو اور بیٹی کو دیکھتی ہیں۔ بالکل اسی نظر سے اسکول اور گھر کی لڑکیوں کو دیکھتی ہیں۔ یعنی جس طرح کوئی عیب اگر بہو میں ہوگا۔ اور اسی قسم کا یا بالکل وہی عیب بیٹی میں بھی ہوگا۔ تو بہو کا تو صاف نظر آ جائے گا۔ لیکن بیٹی کا یا تو نظر ہی نہ آئے گا۔ یا عمداً نظر انداز کر دیا جائے گا بالکل یہی فرق گھر اور اسکول کی لڑکیوں کے ساتھ برتا جاتا ہے۔ یعنی جو برتاؤ بہو کے ساتھ ہوگا۔ وہ اسکول کی لڑکی کے ساتھ ہوگا۔ اور جو طریقہ اپنی بیٹی کے ساتھ برتا جاتا ہے۔ وہ گھر کی لڑکیوں کے ساتھ برتا جاتا ہے +

غور کرتی ہوں۔ تو عزیزہ کے اس قول کو حرف بحرف صحیح پاتی ہوں + آج کل عموماً لڑکیوں کو رنگینی سے نفرت ہوتی جاتی ہے۔ تمام لباس میں اکثر صرف دوپٹہ رنگین اوڑھا جاتا ہے۔ وہ بھی بہت ہلکے رنگ کا۔ ورنہ وہ بھی سفید ہو۔ تو مضائقہ نہیں جوتا عموماً اونچی ایڑی کا پسند کیا جاتا ہے +

اکثر لڑکیوں کو میں نے عینک لگاتے بھی دیکھا

ہے۔ گھر کی لڑکیوں کو زکنہ نہیں۔ کہ انھوں نے شوقیہ لگائی یا ضرورت سے۔ غالباً اس میں شوق اور ضرورت دونوں ہی شامل ہیں۔ لیکن اسکول کی لڑکیوں کی بابت تو یہ ظاہر ہوا۔ کہ جب تک وہ گھر میں رہیں کسی کو محسوس ہی نہ ہوا۔ کہ انہیں عینک کی ضرورت ہے۔ لیکن جب اسکول جاکر بورڈ پر لکھے ہوئے سوالات کو اپنی جگہ سے نہ پڑھ سکیں۔ بلکہ بورڈ کے پاس جاکر پڑھنے پر مجبور ہوئیں۔ تو اُستانیوں کو ان کی نظر کا فرق محسوس ہوا۔ اور ڈاکٹری جانچ کروا کر ان کو عینک لگانے پر مجبور کیا گیا۔ اب ذیل کی مثال سے معلوم ہوگا۔ کہ میری عزیزہ کا مقولہ کتنا صحیح ہے۔

گرمیوں کی دو مہینے کی تعطیل میں اسکول کی لڑکیاں گھر آئیں۔ گاڑی سے اُتریں۔ تو تمام جسم اور چہرہ برقع سے چھپا ہوا تھا۔ پیروں میں موزے اور ہاتھوں میں دستانے پہنے ہوئے تھیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی انھوں نے برقعے اُتارے تو دیکھا۔ کہ سر سے پیر تک سفید لباس تھا۔ اس خیال سے کہ بے ادبی نہ ہو۔ سب نے اپنے اپنے قرآن شریف گلے میں پہن رکھے تھے۔ برقع کھونٹی پر ڈال کر قرآن شریف اُتار کر الماری میں رکھے۔ اور غسل خانے کا رُخ کیا۔ کیونکہ ظہر کا وقت تنگ تھا۔ جھٹ پٹ وضو کر کے نماز کو کھڑی ہوگئیں۔ نماز سے فارغ ہو کر اپنا اسباب ٹھکانے ٹھکانے رکھا۔ اور

پھر اطمینان سے تھوڑی دیر بیٹھ کر سب سے بات چیت کی۔ ماں سے ہدایات لے کر باورچی خانے میں پہنچیں۔ اور عصر کی نماز پڑھ کر ماما کو کھانا تیار کرنے میں مدد دی۔ مغرب کی نماز کے بعد دسترخوان بچھایا اور سب نے مل کر کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر بات چیت کر کے عشاء کی نماز پڑھی اور سو رہیں۔

صبح ابھی سارا گھر محو خواب تھا۔ کہ یہی بدنام لڑکیاں اُٹھیں۔ اور ضروریات سے فارغ ہو کر نماز فجر ادا کی۔ اور تلاوت قرآن مجید شروع کر دی۔ اس سے فارغ ہوئیں۔ تو چھوٹے بہن بھائیوں کو بلا کر ان کے پڑھنے لکھنے کا حال پوچھا۔ اور ان کی کتابیں وغیرہ منگا کر ان کو پڑھانا شروع کیا۔

اب کوئی پوچھے۔ کہ ان غریبوں نے کون سا کام قابل اعتراض کیا۔ اور کیوں یہ بے چاریاں بدنام ہیں؟ مگر اس کو کیا کیا جائے۔ کہ بڑی بوڑھیاں کو جو اسکول کے نام سے بھی متنفر ہیں۔ ان پر بھی اعتراض ہیں۔ سب سے پہلا سوال جو محلے کی بڑی بوڑھیوں کا جن کی گودیوں کی یہ لڑکیاں کھیلی ہوئی ہیں۔ یہ ہوا۔ کہ بوا بیبیں تمہارے یہاں کہاں سے آئیں؟ کیا خدانخواستہ کوئی بیمار ہے اور یہ ڈاکٹرنیاں اسے دیکھنے آئی ہیں؟

یہ اعتراض ان کی عینک۔ سفید لباس۔ کھڑے پائنچوں کے پاجاموں اور اونچی ایڑی کے جوتوں پر تھا۔ مگر سب سے اوپر کی چیز برقع انہیں نظر نہ آیا

جس کا میموں سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ پھر ان کے گلے
میں قرآن شریف دیکھ کر بھی اس کا ثبوت نہ ہوا۔ کہ
وہ مسلمان ہیں۔ حد ہو گئی۔ کہ نماز کی پابندی اور روزانہ
کلام مجید کی تلاوت اور رمضان کے پورے روزے
بھی ان کے اسلام کے شاہد نہ سمجھے گئے۔ اور باوجود
ان سب باتوں کے بھی ان کو میموں ہی کے لقب
سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس گھر میں جائیے۔ یہی تذکرہ
جس محفل میں سنئے یہی چرچا۔ کہ۔ . . . . کی لڑکیاں
تو اسکول میں پڑھ کر بالکل میمیں ہو گئیں۔ تو آخر اس
تعصب کا کیا علاج؟ اور ان مہمل اعتراضوں کا
کیا جواب دیا جا سکتا ہے۔ سوائے اس دعا کے
کہ خدا ایسے لوگوں کو عقل اور انصاف سے کام لینے
کی توفیق دے۔ اور تعصب کا پردہ ان کی آنکھوں سے
اٹھا دے۔ اور اس گناہ سے بچائے۔ جو وہ بیچاری
مسلمان بچیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے اپنے
سر لیتی ہیں۔

خاکسار ظفر جہاں

مینیجر۔ بہت ضروری اور اہم مضمون ہے۔ اور نہایت
خوبی سے لکھا گیا ہے۔

شرم و حیا کی افراط

حجاب کا پاکیزہ جذبہ یوں تو عورتوں کے اخلاق
کا جوہر لطیف ہے لیکن اگر حد اعتدال سے متجاوز
ہو جائے۔ تو یہی ایک نقص بھی ہو سکتا ہے۔ ہمارے
ہندوستان کی عورتوں میں شرم و حیا کا عنصر تمام
دنیا کی عورتوں سے زائد ہے۔ اس کی افراط
یہاں معیوب نہیں۔ بلکہ دل آویز سمجھی جاتی
ہے۔ عام خیال ہے۔ کہ مردوں کے طبقے کو بھی
عورتوں میں شرم و حجاب کی یہ افراط پسند ہے۔
ممکن ہے۔ کہ یہ خیال کسی حد تک صحیح ہو۔ لیکن
اگر صحیح ہے۔ تو اس میں ان مردوں کی نفسانیت
بھی ضرور شامل ہے۔ جو اس کی افراط کو پسند
کرتے ہیں۔

مردوں کے لئے جو اس طبقے پر اندھا دھند
حکمرانی کے عادی ہو گئے ہیں۔ تو واقعی یہ امر باعث
اطمینان ہو گا۔ کہ شرم و حجاب کی یہ پتلیاں ہمیشہ
ان کی محکوم اور غلط طریقے پر چلتی رہیں۔ اور
کبھی اپنے جائز حقوق کا صحیح طور پر مطالبہ نہ
کر سکیں۔ جب تک اس غیر ضروری شرم و حجاب
کی ان میں افراط رہے گی۔ ان کو اپنے انسانی
حقوق کا پورا علم اور احساس نہ ہو سکے گا۔
اب جبکہ حالات زندگی بدل رہے ہیں اور
پرانی شرقی معاشرت کی وہ کمزوریاں جو مشرقی
ممالک کے انحطاط اور زوال کا باعث ہوئیں
ایک ایک کرکے اپنی قدرتی موت مر رہی ہیں
اس بے جا شرم و حجاب کے خیال کو بھی عورتوں
کے دل و دماغ سے نکلنا چاہئے۔ ان کو یہ سمجھ

لینا چاہئے۔ کہ اب ملک کو ان شرمیلی گڑیوں کی ضرورت نہیں۔ جو صرف حرم سراؤں کی رونق ہوا کرتی تھیں۔ اور جس کا وجود محض مردوں کی تفریح اور خوش وقتی کے لئے تھا۔ برخلاف اس کے اب ملک وقوم کو بلند ہمت۔ اخلاقی جرأت اور مضبوط ارادہ رکھنے والی خواتین کی ضرورت ہے۔ جو صرف زینت نقاب ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ مُستعدی اور سرگرمی سے کچھ کام کریں۔ اور اپنے پس ماندہ طبقے کی حالت کو سنبھالیں۔ اور اس خیال کو غلط ثابت کریں۔ کہ مشرقی عورتیں ایک عضو معطل سے زیادہ نہیں۔ اور ان کا وجود سوسائٹی کے واسطے بے کار ہے ÷

شرم وحجاب کے کم ہونے کے معنے یہ نہیں۔ کہ خدانخواستہ عورتوں میں اس کی بجائے بے شرمی اور بے حجابی پیدا ہو جائے۔ بلکہ شرم وحجاب کی وہ غیر ضروری افراط ان میں نہ رہے۔ جس نے ان کو کمزور۔ بزدل اور بے کار محض کر رکھا ہے ÷ ہندوستان میں عورتوں کی زندگی پر نظر ڈالئے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ بہت سی مصیبتیں تو اس صنف نے خود اپنے سر مول لی ہیں۔ اور ان مصیبتوں کے لانے میں موجودہ شرم وحجاب کی افراط کو بھی بہت دخل ہے ÷ اگر عورتوں میں افراط شرم کی بجائے قوت ارادی اخلاقی جرأت اور حفاظت نفس کا خیال پیدا ہو جائے۔ تو وہ مردوں کی بہت سی بے عنوانیوں کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں گی۔ اور نہ صرف اپنے حقوق بلکہ اپنے اخلاق اپنی صحت اور اپنی زندگی کی حفاظت کر سکیں گی ÷

یہ ظاہر ہے۔ کہ اخلاق کی حفاظت کا ذریعہ مصنوعی شرم وحجاب نہیں ہے۔ بلکہ حفظ عصمت کا وہ پاکیزہ جذبہ ہے۔ جو قدرت نے ہر عورت کو ودیعت کیا ہے ÷ جب تک یہ پاکیزہ جذبہ اور اس کا نتیجہ وہ اخلاقی جرأت جو ہر عفیف اور باعصمت خاتون کے اندر قدرتاً ہونی چاہئے باقی ہے۔ اس کو سوسائٹی کی خرابی سے کوئی خطرہ نہیں ÷ شرم وحجاب کی افراط تو خود ایک لبھانے والی شے ہے۔ جو بجائے حفاظت اخلاق کے کچھ اور زیادہ خرابیوں کا باعث ہو سکتی ہے ÷ عورتوں کی موجودہ خستہ حالی کا باعث سب سے بڑا یہی ہے۔ کہ ان کو مروجہ رسمی پابندیوں نے اس قدر مضمحل اور بے بس کر دیا ہے۔ کہ ان کو اپنی حفاظت خات پر بالکل دسترس نہیں رہی۔ اور اگر بے حس اور حیوان صفت مردوں سے کہیں ان کو واسطہ ہو جاتا ہے۔ تو ان کی زندگیاں برباد ہو جاتی ہیں ÷ ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کہ ان مسائل پر زیادہ واضح مضامین لکھے جائیں۔ اور ان نقصانات کی تشریح کی جائے۔ جو عورتوں کے شرم وحجاب کی افراط سے خود ان مظلوم ہستیوں کی صحت اخلاق اور زندگی کو پہنچ رہے ہیں ÷

محمود الحسن صدیقی

آگ

پارسی لوگ آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ لیکن جب کبھی ان میں سے بھی کوئی اس میں پھنس جاتا ہے۔ تو یہ اس کو بھی بغیر جلائے نہیں چھوڑتی ہے۔ اس سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

اگر صد سال گبر آتش فروزد۔
چوں یک بار اندر آں افتد بسوزد

بچوں کو آگ قدرتی طور سے بھلی معلوم ہوتی ہے۔ چھوٹا سا بچہ جس کے ہاتھ پیر بھی قابو میں نہیں ہوتے۔ چراغ کی لو کو کیسے غور سے دیکھتا ہے۔ اور اسے پکڑنے کے لئے بے اختیار ہاتھ پاؤں چلاتا ہے۔ بچوں کو خاص طور سے اس سے علیحدہ رکھنا چاہئے۔ معمولی احتیاطیں سب ہی جانتی ہیں۔ مکرر یاد دہانی کے طور پر تحریر ہیں:۔

۱۔ دیا سلائی کے بکس بچوں کی دست برد سے دور رکھے جائیں۔

۲۔ ناسمجھ بچوں کو آتش بازی کے پاس نہ پھٹکنے دیا جائے۔ اور یہ بھی محفوظ مقام پر رکھنی چاہئے۔ کیونکہ آتش بازی کے استعمال کو میں برا نہیں سمجھتی ہوں۔ مالی نفع نقصان کو نظر انداز کرکے یہ خیال کرنا چاہئے۔ کہ کم از کم بارود کا استعمال کرنا تو آتا ہے۔ اور یہی نفع کیا کم ہے۔ کہ بچوں میں اس سے ہمت و مردانگی کی اسپرٹ قایم رہتی ہے۔

۳۔ بچوں کو باورچی خانے سے علیحدہ رکھنا چاہئے۔

۴۔ بچوں کے کھلونے۔ کتابیں یا کھانے کی چیزیں آگ جلنے کے مقامات کے آس پاس نہ رکھی جائیں۔

۵۔ کمرے میں اگر دہکتی ہوئی آگ یا کھولتا ہوا پانی ہو۔ تو اس میں بغیر کسی کی سپردگی و ذمہ داری کے تنہا نہ چھوڑنا چاہئے۔

۶۔ مٹی کا تیل یا آتشگیر مادے آگ کے قریب نہ رکھے جائیں۔

باوجود تمام ممکن احتیاطوں اور حفظ ماتقدم کے حادثات تو ہوں گے۔ کیونکہ ناگہانی حادثات کا قطعی سدباب ناممکن ہے۔ کبھی بچہ چمٹا پکڑلے گا۔ تو کبھی گرم چائے یا دودھ اپنے اوپر چھیلالے گا۔ اور کبھی کھولتا پانی اس پر گرجائے گا۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ہمیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

پہلا کام ہے۔ جلے ہوئے مقام پر جو جلن اور سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا روکنا اور کم کرنا۔ اور دوسری بات جلے ہوئے مقام کو ہوا سے بچانا۔ اگر کھال جل کر پھٹ نہ گئی ہو۔ تو جلے مقام پر ٹھنڈا پانی تھوڑا نمک شامل کرکے ڈالنا یا جلے ہوئے عضو کو پانی میں ڈبو دینا بہت مفید ہے۔ اس سے جلن میں بہت کمی ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ سفید پرانے کپڑے یا روئی سے عضو مذکور کو خشک کرکے ویسلین کا لیپ کردینا چاہئے۔ اور کئی روز یہ لیپ جاری رکھنا

چاہئے۔ جلا ہوا بالکل اچھا ہو جاتا ہے۔ ہمارے یہاں بارہا آزمائش ہوئی ہے۔ اور نفع پہنچا ہے۔
اگر کپڑا جل کر بدن سے چپٹا رہ گیا ہو۔ تو اول اُسے کاٹ کر علیحدہ کر دینا چاہئے۔ کھینچ کر نہ اُتارنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے جلے ہوئے مقام پر رگڑ سے زخم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر کھال زیادہ جل کر پھٹ جائے تو بائی کاربانیٹ آف سوڈا Bicarbonate of Soda جلے ہوئے مقام پر خوب چھڑک دینا چاہئے۔ تاکہ ہوا نہ لگے۔ اور پھر ٹھنڈے پانی میں پکانے کا سوڈا Baking soda ڈال کر اس میں پٹی ترکر کے باندھ دینا چاہئے پکرک ایسڈ Picrick Acid جلن کو دور کرنے اور جلے ہوئے مقام کو اچھا کرنے کے لئے بہترین دوا ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو زیتون کے تیل میں ہموزن چونے کا نتھرا ہوا پانی ملا کر جلے ہوئے مقام پر استعمال کرنا چاہئے۔ یا زیتون کے تیل میں ۸ حصوں میں ایک حصہ کاربولک آئل Carbolic Oil ملا کر استعمال کرنا چاہئے۔ ان میں سے کسی ایک چیز میں صاف ستھرا کپڑا تربتر کر کے باندھ دینا چاہئے۔ یا نمک کے پانی سے جلے ہوئے مقام کو دھولے اور اور ویسلین لگانے کے بعد مندرجہ ذیل مرہم استعمال کرنا چاہئے۔

مرغی کے ایک انڈے کی سفیدی۔ ناریل کا تیل ایک چھٹانک۔ چونے کا نتھرا ہوا پانی ایک چھٹانک تینوں

چیزیں کسی صاف چینی کے برتن میں مرغی یا کبوتر کے پر یا کسی صاف لکڑی سے خوب اچھی طرح حل کر کے دن میں تین چار مرتبہ جلے ہوئے مقام پر لیپ کرتے رہنے سے جلن دور ہو کر تین چار روز میں یا زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ میں ہر طرح جلا ہوا زخم اچھا ہو جاتا ہے۔ آزمودہ ہے۔

مارچ ۱۹۱۸ء کا قصہ ہے۔ کہ میری منجھلی ہمشیرہ کے پاؤں پر کھولتا ہوا پانی گر پڑا۔ شام کا وقت تھا۔ اور ہم لوگ ایک گاؤں میں جو قصبے سے سات میل کے فاصلے پر تھا مقیم تھے۔ اور والد صاحب قبلہ چونکہ ڈسٹرکٹ ریکروٹنگ آفیسر تھے۔ وہ دورے پر گئے ہوئے تھے۔ ہمارے پاس صرف ملازم تھے۔ سب سے اوّل ہم نے جلے ہوئے پاؤں کو نمک کے پانی میں ڈالا۔ اور اس کے بعد ویسلین لگا دیا لیکن تمام پاؤں ران سے لے کر نیچے تک جلا تھا۔ خصوصاً پنجہ تو بہت بُری طرح جل گیا تھا۔ بے انتہا جلن تھی۔ ایک آدمی ڈاکٹر کو لینے بھیجا۔ مگر ڈاکٹر رات کو گیارہ بجے کے بعد آیا۔ اس عرصے میں ایک بڈھے ملازم نے کہلا کر بھیجا۔ کہ ارنڈوے کے پتے ناریل کے تیل میں ترکر کے پاؤں پر باندھو۔ اور انڈا لے کر مندرجہ بالا مرہم تیار کیا۔ کہ صبح سے یہ لگایا جائے۔ ہم نے فوراً ناریل کے تیل میں ڈبو کر پتے باندھ دیئے جس سے جلن میں تخفیف ہوئی۔ اور تھوڑی دیر میں مریضہ بخوبی سو گئیں۔ ۱۱ بجے ڈاکٹر آیا۔ اس نے

پاؤں دیکھا۔ اور اُٹھے ہوئے پبلک کو قینچی سے
کاٹ کر پاؤں ڈریس کیا۔ اور چل دیا۔ اب صبح
تک وہ کرب دیئے بیٹھی رہی۔ کہ خدا کی پناہ۔ ملازم
نے پھر انبے پتے باندھنے کی رائے دی۔ مگر ہم نے
ڈاکٹر کی خلاف ورزی مناسب نہ سمجھی۔ غرض پندرہ
بیس دن ڈاکٹری معالجہ رہا۔ مگر خفیف گرمی کے
ساتھ ہی زخم بھی خراب صورت اختیار کرتا گیا۔
اور مریضہ اس علاج سے بہت گھبرا گئیں۔ ڈریسنگ
کے نام سے کانپتی تھیں۔ غرض حکیم کو دکھایا۔ تو
انہوں نے ملازم والا مرہم بنوا کر زخم پر لگانا شروع
کیا۔ اور چونکہ زخم کسی قدر پرانا ہو گیا تھا۔ نیم کے پتے
ڈال کر اوٹایا ہوا ٹھنڈا پانی پاؤں دھونے کو
بتایا۔ چنانچہ ایک ہفتہ میں تمام زخم خشک ہو گئے۔
پانچ سات روز احتیاطاً اور دوا لگائی گئی۔ اور
پاؤں بالکل اچھا ہو گیا۔

اگر خفیف سی جھلس لگ گئی ہو۔ تو صابن پانی
میں گاڑھا گھول کر لگانا بھی مفید ہے۔ گیہوں کا
آٹا پانی میں گوندھا ہوا۔ اور کچا آلو پانی میں گھِل کر
لگانا بہت مفید ہے۔

جلے ہوئے حصے کو ہوا سے خوب بچانا چاہئے۔
اور بلاوجہ چیخ پکار کر کے اپنی حرکات و سکنات
سے بچے یا مریض کو سہما نہ دیا جائے۔ سب سے
پہلے اپنے ہوش و حواس درست رکھو۔ اگر اعضائے
رئیسہ میں سے کسی پر اثر ہو۔ تو ڈاکٹر یا حکیم فوراً
بلاؤ۔ لیکن اس اثنار میں اپنی تدابیر سے غافل
نہ رہو۔

خاکسار رضویہ خاتون

مسلم گرلز کالج علی گڑھ

تہذیبی بہنوں نے تہذیب میں محترم شیخ عبداللہ
صاحب کی اپیل نئے بورڈنگ ہاؤس کے متعلق
دیکھی ہو گی۔ میرا خیال تھا۔ کہ تہذیبی بہنیں ادھر ضرور
توجہ کریں گی۔ لیکن افسوس۔ کہ اب تک کسی نے
اپنی رائے کا اظہار بھی نہ کیا۔ ایسی حالت میں
جب کہ تہذیبی بہنوں کی امداد سے متھرا میں ایک
مسجد تیار ہو گئی۔ اور وقتاً فوقتاً حاجت مندوں
کی ضرورتیں بھی پوری ہوتی رہتی ہیں۔ اگر سب
بہنیں اِدھر متوجہ ہو جائیں۔ تو یہ ضرورت بھی
پوری ہو سکتی ہے۔

یہاں کے گرلز اسکول کو ایک نئے بورڈنگ
ہاؤس کی سخت ضرورت ہے۔ میں نے خود بھی
دیکھا ہے۔ اور متعدد بار اسکول کے متعلق گفتگو کے
دوران میں محترمہ عبداللہ بیگم صاحبہ سے معلوم
ہوا ہے۔ کہ اگر لڑکیوں کے داخلہ کی یہی رفتار رہی
اور ایک بورڈنگ ہاؤس تعمیر نہ ہوا۔ تو عدم گنجائش
کی وجہ سے بہت دقتوں کا سامنا ہو گا۔ اس لئے
ضرورت ہے۔ کہ جلد سے جلد ایک نیا بورڈنگ

ہاؤس تعمیر کرایا جائے ؛

یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ گورنمنٹ آدھا خرچ دینے کے لئے تیار ہے۔ لیکن یہ اس حالت میں جبکہ ہم آدھا خرچ خود فراہم کرلیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے۔ کہ جلد سے جلد اپنی توجہ اس طرف کریں اور جو کچھ ہو سکے۔ اس کی امداد کے لئے کریں +

تہذیبی انجمنوں کے قایم ہونے کی سخت ضرورت تھی۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ اب کئی جگہ انجمنیں کام کر رہی ہیں۔ اور چندہ بھی جمع کر کے تبلیغ فنڈ کے لئے بھیج رہی ہیں۔ چونکہ یہ انجمنیں عورتوں کی ہر قسم کی بہبودی کے لئے قایم کی گئی ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں جو چندہ ہو۔ وہ بجائے تبلیغ فنڈ کے یہاں کے مسلم گرلز کالج کو دیا جائے۔ تہذیبی انجمنوں پر تبلیغ فنڈ سے زیادہ زنانہ مدارس کا حق عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ تبلیغ فنڈ میں امداد کرنے کے لئے مردوں کی متعدد انجمنیں موجود ہیں۔ لیکن ہندوستان کی اس نصف آبادی کے مظلوم فرقہ کی مدد کا خیال صرف چند ہی لوگوں کو ہے۔ اس لئے میری یہ تجویز ہے۔ کہ تہذیبی انجمنوں سے جو رقوم دفتر تہذیب میں موصول ہوں۔ وہ مسلم گرلز کالج علی گڑھ کو دی جائیں۔ (منیجر: جو رقوم انجمنوں کی طرف سے تبلیغ کے لئے بھیجی جائیں۔ اور دینے والی بیبیوں نے بھی اسی کام کے لئے دی ہوں۔ وہ گرلز کالج کو کس طرح دے دی جائیں؟) چونکہ علی گڑھ کا زنانہ کالج ہندوستان کی ایک مرکزی درسگاہ ہے اور یہاں ہندوستان کے ہر گوشہ سے لڑکیاں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آیا کرتی ہیں۔ اس لئے اس کی امداد کا فرض صرف یوپی ہی پر نہیں۔ بلکہ کل ہندوستان پر ہے ؛

مجھے امید ہے۔ کہ منیجر صاحب قبلہ نیز تہذیبی بہنیں اپنی اپنی رائے سے بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں گی +

خاکسار ہمشیرہ احمد میاں سول لائن علیگڈھ

تربیت گاہ بنات دہلی

عرصہ دراز سے اس تربیت گاہ کو دیکھنے کا شوق تھا۔ اگرچہ میں دلی کا رہنے والا ہوں۔ اور تربیت گاہ بھی دلی میں ہے۔ مگر رزاق کریم نے میرا رزق دلی کے باہر اتارا ہے جس کے حصول کے لئے مجھے باہر رہنا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے مجھے اپنا شوق پورا کرنے کا موقع نہیں ملا۔ امسال ایک ضرورت خاص سے مئی کے شروع میں دلی جانا ہوا۔ تو میں مع اپنی اہلیہ کے تربیت گاہ بنات دیکھنے کے واسطے مولانا عبدالراشد صاحب الخیری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا موصوف نے تربیت گاہ کو اپنے زنانہ مکان میں قایم کر رکھا ہے۔ جس وقت ہم پہنچے۔ اس وقت

مولانا الخیری صاحب صحن مدرسہ میں تشریف فرما
تھے۔ اور تیس چالیس لڑکیاں دالان میں فرش
پر قرینے اور سلیقہ سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ دالان
کے بیچ کے در میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ کیونکہ اُستانی
صاحبہ ایک پردہ نشین بی بی ہیں۔ اگرچہ تربیت
کا سارا کام اور جملہ انتظام مولانائے ممدوح
کی چھوٹی لڑکی واحدہ بیگم کرتی ہے۔ مگر معلوم ہوتا
ہے۔ کہ تعلیم کی نگرانی وہ بذات خاص کرتے ہیں
اور درس و تدریس کے وقت مدرسے میں موجود
رہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے خود ان کو موجود پایا۔
جس وقت ہم پہنچے ہیں۔ اس وقت لڑکیاں
پہاڑے یاد کر رہی تھیں۔ جو طریقہ پہاڑے یاد
کرنے کا لڑکوں کے مدرسے میں ہوتا ہے۔ اسی پر
یہاں عمل ہو رہا تھا۔ یعنی پہاڑے یاد کرنے والی
لڑکیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک لڑکی
بہ آواز بلند پہاڑا پڑھتی تھی۔ باقی لڑکیاں اونچی
آواز سے اس کو دہراتی تھیں۔ سب لڑکیاں
خوش و خرم اور توانا و تندرست نظر آتی تھیں۔
صاف اور اُجلے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ سب سے
بڑی لڑکی کوئی گیارہ برس کی۔ اور سب سے چھوٹی
ساڑھے چار برس کی معلوم ہوتی تھی۔

الخیری صاحب نے لڑکیوں سے ایک نظم ہم کو
سنوائی۔ جو انہوں نے خوش نوائی کے ساتھ بہت
مؤثر لہجے میں پڑھی۔ کچھ تو نظم کا مضمون پُر اثر تھا۔
اور کچھ ان کا لہجہ پُر تاثیر۔ طبیعت ایسی متاثر ہوئی
کہ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ یہ نظم بوستاں کی
ایک حکایت کا ترجمہ تھا۔ جسے کسی اچھے شاعر نے
نہایت سلیس و شستہ اُردو میں منظوم کیا ہے مضمون
اس کا یہ تھا۔ کہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت عمرؓ
کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ رستے میں اتفاق
سے ان کا پاؤں ایک فقیر کے پاؤں پر پڑ گیا۔
فقیر نے گھور کر سختی سے کہا۔ کہ اے شخص تو اندھا
ہے؟ اُسے کیا معلوم تھا۔ کہ اس کی مخاطب خلیفۃ
المسلمین کی ذات بابرکات ہے۔ حضور والا نے
نرمی سے جواب دیا۔ کہ اندھا تو نہیں ہوں۔ مگر
مجھ سے خطا بے شک ہو گئی ہے۔ معاف کرو۔
اور معذرت کرکے فقیر کو کچھ دیا۔ حکایت ان الفاظ
پر ختم ہوتی ہے۔ کہ ہمارے بزرگان دین ایسے تھے۔
اس قسم کی نظمیں بچوں کو ضرور یاد کرانی چاہئیں
کہ ان سے ان کے اخلاق درست ہوتے ہیں۔

میں نے چند لڑکیوں سے گفتگو کی۔ مگر اُن میں
سے کسی نے مجھ سے آنکھ ملا کر تو در کنار آنکھ اٹھا کر
بھی بات نہیں کی۔ نیچی نظریں کئے ہوئے میری
بات کا جواب دیدیا۔ بخلاف دیگر مدارس کے جہاں
لڑکیاں بالعموم بے باک و بے حجاب ہوتی ہیں
اور باتیں کرنا تو آج کل کی لڑکیوں کا فیشن ہو گیا
ہے۔ اس مدرسے کی یہ ایک قابل ستائش خصوصیت
ہے۔ کہ یہاں تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے اس کا نام بجا طور پر تربیت گاہ بنات رکھا گیا ہے ۔

مدرسے میں تین جماعتیں ہیں۔ جن میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے نصاب کے مطابق تعلیم ہوتی ہے ۔ ہم دس بجے دن کے بعد مدرسے میں گئے تھے ۔ تھوڑی دیر کے بعد چھٹی کا گھنٹہ بجا۔ اور لڑکیاں اُٹھ کر منتشر ہو گئیں۔ تعلیمی حالت کا اندازہ کرنے کا موقع نہیں ملا ۔

اسعد حسین ضلع متھرا

لاڈو دائی

یہ ایک ماہر فن کا لکھا ہوا طول طویل مضمون کئی سال ہوئے ایک غیر معروف پندرہ روزہ اخبار میں چھپا تھا جس کی اشاعت نہایت مختصر تھی ۔ کافی ترمیم اور اختصار کے ساتھ وہ مضمون ناظرات تہذیب کی تفریح اور آگاہی کے لئے ذیل میں درج کرتی ہوں ۔

کلو۔ (دروازہ کھٹکھٹا کر) بی لاڈو ا گھر میں ہو؟

لاڈو۔ ارے کون ہے ؟ نگوڑا بیٹھنا مشکل ہے ابھی شام کو گھر آئی ہوں۔ کھانا تو بھی نصیب نہیں ہوئی کہاں سے آئے ہو؟

کلو۔ تمہاری سہیلی مختو نے بھیجا ہے۔ اختو کو بہت تکلیف ہے ۔ یہ کہا ہے ۔ میری بہن خدا کے لئے جلدی آؤ ۔

لاڈو۔ (چپکے سے) چولھے میں جائے اختو اور بھاڑ میں جائے مختو۔ میں نے تو ابھی کھانا بھی نہیں کھایا (زور سے) ارے خیر تو ہے ؟ کیسی ہیں ؟ میں تو آج دن بھر گھومتی رہی۔ اب تھک کر پڑی ہوں۔ یکہ لائے ہو۔ یا ڈولی ؟

کلو۔ میں تو کچھ بھی نہیں لایا ہوں۔ دور ہی کتنا ہے ۔ ہم تو سمجھے تھے ۔ کہ پیدل ہی چلی چلو گی ۔

لاڈو۔ چلنے میں کون بات تھی۔ لیکن میری ٹانگوں میں اب سکت نہیں ۔ بنا سواری نہیں چل سکتی ۔

کلو۔ تو میں جا کر یہی کہہ دوں ؟

لاڈو۔ بہن مختو سے میرا اسلام کہنا۔ اور کہنا۔ کہ صبح کو آؤں گی ۔

کلو۔ صبح تک تو اختو مر جاویں گی ۔

لاڈو۔ (چپکے سے) مر جائے مردار۔ اچھا ہے مجھے جانا تو نہ پڑے گا ۔ (زور سے) ارے نہیں خدا نہ کرے ۔ اچھی ہوں گی۔ گھبراؤ نہیں۔ خدا مالک ہے ۔

لاڈو بڑبڑاتی ہوئی چولھے کے پاس پہنچی ۔ جلدی جلدی چولھا سلگایا ۔ اور گیلی لکڑیوں کے بیچنے والوں اور لانے والوں کو کوستے ہوئے چند روٹیاں پکائیں اور کھانا شروع کیا ۔

کلو۔ لو بی لاڈو ! یکہ لے آیا ہوں۔ جلدی چلو ۔

لاڈو۔ (چپکے سے) تیرا جائے ستیاناس۔ موا موڈی کاٹا کیسی جلدی کا سے پکڑ لے آیا۔ (پانی کے گھونٹ سے لقمہ نگل کر زور سے) اچھا ٹھہرو آتی ہوں۔ اور سنو تو سب سامان لے آئے ہو۔ کہ نہیں؟ آدھ سیر بیسن چھنا ہوا۔ پرانے گھرے چنوں کا۔ اور پرانی سرسوں کا تازہ سیر بھر تیل۔ ایک گولہ کچے تاگے کا۔ ایک بوتل خالص شہد کی۔ مغلئی کی ہینگ۔ پرانا گڑ سیر سوا سیر۔ اور گھٹی کے لئے سونف۔ سونٹھ۔ نرکچور۔ املتاس۔ سنا کی۔ خطمی۔ بنفشہ۔ عناب۔ لسوڑے۔ بڑی چھوٹی الائچیاں۔ دیکھو چھوٹی الائچیاں ہری ہوں ٭

کلو۔ سارے سب سامان ہو جائے گا۔ تم چلو تو ٭

لاڈو۔ واہ! میں کوئی جادوگرنی ہوں۔ کہ منتر پڑھ کر اچھا کر دوں گی۔ یا میرے پاس تعویذ گنڈا رکھوا گئے تھے۔ جو گھول کر پلا دوں گی؟ میرے چلنے میں کچھ کسر نہیں ہے۔ تم ہی دیر کر رہے ہو جلدی تو کر رہے ہو۔ مگر دائی کم بخت کا بتایا ہوا نسخہ کرتے نہیں ہو ٭ تم ہماری قدر کیا جانو۔ پوچھو حکیم اسباب (عباس) سے۔ اور پیڑوں والی گلی کے ویدجی سے ٭

کلو۔ بی لاڈو۔ اتنی چیزیں تو مجھے یاد نہیں رہیں گی۔ نسخہ ہو۔ تو بندھوا لاؤں ٭

لاڈو۔ چلے جاؤ پڑوس میں رام دھن پنساری کی دکان پر۔ کہنا۔ بی لاڈو نے بھیجا ہے۔ زچہ کی دوائیاں اور بچے کی گھٹی مانگی ہے ٭

کلو بازار سے سارا سامان لے آتا ہے ٭ بی لاڈو نے کلو کو تازہ منقی لانے کے بہانے سے پھر بازار چلتا کیا۔ اور خالی موقع پا کر ہر چیز میں سے اپنا حق سولہ آنے میں سے پندرہ آنے نکال کر حفاظت سے رکھ دیا۔ پھر طاق پر سے آئینہ اتار کر اپنی صورت دیکھی۔ ذرا سا تیل بوتل میں سے انڈیل کر سامنے بالوں کو لگایا۔ اور کنگھی کی۔ پھر ایک پوٹلی کھول کر ٹین کی ڈبیا نکالی۔ اور داہنے ہاتھ کا تیل لہنگے سے پونچھ کر اس ڈبیا کا کاجل انگلی سے آنکھوں میں لگایا ٭ پھر آئینہ دیکھا۔ اور کاجل والی انگلی بالوں پر رگڑی ٭ اس کے بعد پٹاری کھول کر پان کے ایک ٹکڑے پر کتھہ چونا لگایا۔ اور ایک مٹھی بھر چھالیہ گالوں میں بھر لی ٭ پھر ایک بٹوا جو کمر بند سے لٹک رہا تھا۔ اسے کھولا ٭ اتنے میں کاجل کی تیزی سے ناک بہنے لگی۔ اور اتنی بہی۔ کہ اسی ہاتھ سے پونچھنا پڑا۔ جو پہلے بٹوے میں داخل ہو چکا تھا۔ اور جس میں چند ذرے تمباکو کے لگ چکے تھے ٭ یہ ہاتھ مکرر بٹوے میں پہنچا۔ اور کوئی چھ ماشے تمباکو بٹوے سے نکال کر پھانک لی ٭ تمباکو کے ریزے ناک میں اپنا کام کر چکے تھے۔ اور بی لاڈو نے چھینکنا شروع کیا ٭ آنکھ ناک منہ سے رقت ہونے لگی۔ اور آچھیں آچھیں کا تانتا بندھ گیا ٭ بارے افاقہ ہوا تو دیکھا۔ کہ پان کی پیکوں کی چھینٹوں سے تاگہ کا

گولہ رنگین ہو چکا تھا۔ اس لئے گولہ کے اندر کا سفید
حصہ نکالنے میں دیر لگی ۔ پھر زیور کی طرف متوجہ
ہوئیں ۔ ایک ٹین کی پٹاری میں سے کڑے ۔ چوڑیاں
اور پہونچیاں نکالیں ۔ جن پر ستی سرمہ اور مختلف رنگوں
اور چند دوائیوں کی پڑیوں نے وقتاً فوقتاً مل کر
ایک دوسرے کی مدد سے گویا مینا کر دیا تھا ۔ بی
لاڈو نے کانچ کی چوڑیوں پر اس خوش رنگ نقرئی
زیور کا اضافہ کیا ۔ اور ایک میلے سے چیتھڑے کی
پوٹلی کی گرہ کو جو ہاتھ سے نہ کھل سکی ۔ دانتوں سے
زور کر کے چھلے انگوٹھیاں اور آرسی پہنی ۔ آرسی میں
اپنی صورت دیکھی ۔ مانگ میں ذرا سا سیندور بھرا ۔
اور جو انگلی پر رہ گیا ۔ وہ اپنے طوطے کے پنجرے کے
غلاف سے پونچھ لیا ۔ یہ غلاف بی لاڈو کے شوہر کی
یاد تازہ کرتا تھا ۔ بیس پچیس سال ہوئے ۔ جبکہ مرحوم
نے اپنی عمر میں پہلی اور آخری بار بی لاڈو کی خاطر
پرسوسی کا تھان دو لنگوں کے لئے لاکر نذر کیا
تھا ۔ اس وقت سے سال گذشتہ ان کی وفات
تک بی لاڈو ایک لنگا زیب تن کئے رہیں ۔ اور
ان کے مرنے پر دوسرا لنگا پہنا ۔ اور پرانے لنگے
کے ٹکڑوں کو دوسری ضرورتوں میں کام میں لانے
لگی ۔ پنجرے کا غلاف اسی لنگے کا بڑا ٹکڑا تھا ۔
جس کو بی لاڈو نے اس وقت ایک بالشت
پھاڑ کر چھوٹا کیا ۔ اور پھٹے ہوئے ٹکڑے میں
بی اختو کے حصے کی دوائیاں باندھیں ۔ اور
کھونٹی پر سے ایک پرانی گٹھڑی اتاری ۔ جس کو
کھول کر گودڑ میں میلے کچیلے کپڑے اٹھا اٹھا کر
دیکھنا شروع کیا ۔ تب ایک ٹکڑا پرانی روئی کا ملا
جس میں تقریباً اتنے ہی بنولے تھے ۔ جتنی مینگنیاں
لاڈو کی بکری نے (جو پلنگ کے پائے سے بندھی
ہوئی تھی ۔) اس میں کی تھیں ۔ اس روئی کے
ٹکڑے کی سفیدی تو لاڈو کی پیدائش سے پیشتر ہی
کثرت استعمال اور موسم کے ردوبدل سے جا چکی
تھی ۔ جب سے لاڈو کے قبضے میں یہ ٹکڑا آیا تھا ۔
اس پر بہت سے رنگ چڑھ چکے تھے ۔ پان کی
پیک کے دھبوں سے اور لحاف کے استر کے
رنگ سے جس کو انسان کے پسینے اور بکری کے
پیشاب نے ہلکا کر دیا تھا ۔ اس روئی کے ٹکڑے
پر کتنے ہی رنگ چڑھ چکے تھے ۔ اس روئی
کے پہل کو بھی لاڈو نے دوائیوں کے ساتھ باندھا
کہ اتنے میں آواز آئی ۔

تکو منگنے لے آیا ہوں ۔ دیر بہت ہو گئی ۔ ذرا
جلدی چلو ۔

بی لاڈو تیار تو ہو چکی تھی ۔ اب جوتیاں تلاش
کرنے لگی ۔ ایک تو پلنگ کے نیچے مل گئی ۔ دوسری
کوٹھڑی کے چاروں کونوں میں ڈھونڈا نہ ملی ۔ نہ
گھڑونچی کے نیچے ملی ۔ نہ پاخانے کی دیوار کے
طاق میں ۔ جوتی کو اور اس کی مرمت کرنے والے
چمار کو کوس چکی تھی ۔ اور اس کے بنانے والے

موچی کو کوسنا باقی تھا۔ کہ چولہے کے سامنے پیڑھی کے نیچے اُلٹی پڑی ہوئی نظر پڑ گئی۔ لپک کر اس کو قبضے میں لیا + اسی وقت سامنے چولہے پر چھری نظر پڑی + اس سے چار گھنٹے پیشتر ترکاری اور دو گھنٹے پہلے پیاز کاٹی تھی۔ پرانی اور گٹھل بھی تھی + چھری یہ کہہ کر نیفے میں رکھ لی۔ کہ آج سے نال کاٹ کر دام وصول کروں گی +

اتنے میں یکہ والے نے شور مچایا۔ کہ میں جاتا ہوں۔ گھوڑے کے دانے کا وقت گزر گیا۔ وہ دق کر رہا ہے + لاڈو کے جواب دینے سے پیشتر بکری نے آواز لگائی + لاڈو نے بکری کے سامنے چارہ ڈالا۔ اور آ رہی ہیں۔ بھئی آتے ہیں " کہکر پوٹلی بغل میں دبا۔ اور تیل کی کالی ہانڈی ہاتھ میں لے طاق پر سے قفل اُٹھایا۔ اور کوٹھری کے کواڑ بند کر کے قفل یونہی اٹکا دیا۔ کیونکہ کنجی کئی روز ہوئے گم ہو چکی تھی۔ اور ہنوز نئی کنجی خریدنے کی نوبت نہ آئی تھی + اس طرح بی لاڈو برآمد ہوئیں یکہ پر کچھ اپنی کوشش سے اور کچھ دوسروں کی مدد سے سوار ہوئیں۔ لیکن بائیں پیر کی جوتی نے ساتھ جانے سے انکار کیا۔ اور پہیے میں اٹک کر رہ گئی + مگر بی لاڈو کو جوتی نہ ہونے کا کچھ احساس نہ ہوا + فاصلہ بہت کم تھا۔ کچھ سوچنے کا موقع نہ ملا۔ کہ اختو بخت کا مکان آگیا + چونکہ زچہ کا جوتا روا جاً دائی کو ملتا ہے۔ اس لئے بی لاڈو جب یکہ سے اُتریں۔ تو مصلحتاً داہنے پیر کی جوتی کو بھی باہر ہی پھینک دیا۔ اور یہ راز کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ اور مع ساز و سامان مکان میں داخل ہو گئیں

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ علی از بریلی

بنگلور میں انجمن

کل صبح بذریعہ ڈاک ایک نامعلوم تہذیبی بہن کا لاپتہ ملفوف خط ملا۔ جو حسب ذیل تھا۔

ایک تہذیبی بہن آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتی ہیں۔

۱۔ کیوں بنگلور میں ایک انجمن بنام " انجمن تہذیب نسواں " قایم نہ کی جائے۔ جب آپ جیسی قابل بہنیں یہاں موجود ہیں ؟

۲۔ تہذیب نسواں کے بنگلور شہر اور چھاؤنی میں کتنے خریدار ہیں ؟ کیا آپ یہ دریافت کر کے ایک انجمن یہاں بھی قایم کرنے کی کوشش کریں گی ؟ آج کل خدا کے فضل سے ہر طرف انجمنیں کھل رہی ہیں + گستاخی معاف +

خاکسار ایک خریدار تہذیب بنگلور

جواب۔ بے شک یہاں انجمن قایم کی جا سکتی ہے + اگر انجمن قایم ہو گئی۔ تو والدہ مکرمہ اور خاکسار ہر طرح کی امداد کے لئے بسر و چشم حاضر ہیں +

۲۔ میرا خیال ہے۔ اور شاید یہ خیال حقیقت پر مبنی ہوگا۔ کہ شہر بنگلور میں کم سے کم پچاس ساٹھ

تہذیبی بہنیں تو ضرور ہوں گی۔ مگر ہمیں کسی سے
واقفیت ہی نہیں۔ صرف چار پانچ بہنوں سے
تھوڑی بہت شناسائی ہے۔ تہذیبی بہنوں کی محبت
تو ضرب المثل بنی ہوئی ہے۔ مگر مجھے سوائے میری
ایک ہم عمر لڑکی کے جو تہذیبی بہن ہیں۔ کسی سے
اس محبت کا ثبوت نہیں ملا۔ شاید انجمن بن جائے
تو بہنوں میں محبت و اخلاص بڑھے۔ کیا اچھا ہوتا
کہ مندرجہ بالا خط لکھنے والی بہن اپنے نام اور پتے
سے مطلع کرتیں؟ تاکہ ہمیں معلوم تو ہوتا۔ کہ آپ کون
ہیں۔ اور کہاں کی رہنے والی ہیں۔ وہ تو ہمارے
پتے سے واقف ہی ہیں۔ ہمیں بھی اپنے پتے سے
مطلع کرتیں۔ تو شاید باہمی ملاقات کی کوئی راہ نکل آتی۔

۳۔ نیز محترمہ تحریر فرماتی ہیں۔ کہ وہ بہنوں کو اس
طرف توجہ دلانے کی کوشش کریں گی۔ حالانکہ وہ خود
انجمن کی بانی بننے کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ امید
ہے۔ کہ موصوفہ جلد کوشش فرما کر انجمن قایم کر دیں گی۔

میں بنگلور سٹی اور لشکر کی تہذیبی بہنوں کو یہ
مژدہ سنانا چاہتی ہوں۔ کہ یہاں کی پبلک لائبریری
میں ہماری گورنمنٹ کی فیاضی سے مسلمان خواتین
کے فائدے کے لئے ایک "گشتی کتب خانہ" کھول
دیا گیا ہے۔ اس کتب خانے کی ممبر خواتین کو اس
کتب خانہ کا مسلمان نوکر ہر ہفتے گھر بیٹھے نئی
نئی کتابیں لا دیا کرے گا۔ فیس ممبری ماہوار ۸ر
ہے۔ اور داخلے کی فیس ایک روپیہ۔ داخلے کا فارم
لائبریرین صاحب سے مل سکتا ہے۔ جن کا پتہ یہ ہے:۔

The Librarian
Public Library
Seshaari Memorial
Halli Culbon Park
(Bangulore)

امید ہے۔ کہ یہاں کی تہذیبی بہنیں اس نادر
موقع سے دل کھول کر فیض یاب ہوں گی۔

خاکسار فاطمہ بیگم بنت کے محمد حسین صاحب
سپرنٹنڈنٹ آف پولیس بنگلور سٹی

ملیحہ ۔ تکلف فضول ہے۔ جو بہن "خواہران اسلام"
کو جمع کر کے انجمن کے قیام کی بنیاد ڈالیں گی۔ مجھ
پر بے انتہا احسان کریں گی۔

اللہ واسطے کا کام

یہ سید کی بیوہ کا ہے اک اپیل۔
نہیں جس کا دنیا میں کوئی کفیل۔
میں دکھیاری مصیبت کی ماری۔ جوانی میں
بیوہ ہو گئی۔ جس کو عرصہ زائد از پندرہ سال کا ہوا۔
مرحوم کے والد کی یادگار ایک اسلامی مدرسہ ہے۔
جس کو چلا رہی ہوں۔ از راہ مسلم نوازی محترمہ مسز
محمد سردار خاں صاحب اسسٹنٹ ڈی۔ ٹی ایس
بریلی نے پانچ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر فرما دیا ہے۔

جس کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ مگر گورا وقات اور مدرسے کے چلانے کے لئے کم از کم اس سے دو چند رقم ماہوار کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں مدرسہ کی دیوار گر گئی ہے۔ اور کنواں جو مدرسے کے قریب وقف شدہ ہے۔ بوسیدہ ہو کر قابل مرمت ہے۔ اگر اس کا دہن پختہ بن جائے۔ تو جانوروں کے گرنے کا اندیشہ نہ رہے۔ اور اہل محلہ کو پانی کا آرام مل جائے۔ اگر اس سال دیوار نہ بنی۔ اور چاہ کی مرمت نہ ہوئی۔ تو بارش ہونے پر موجودہ عمارت گر جانے اور چاہ کے بالکل منہدم ہو جانے کا احتمال ہے۔ جس سے سیکڑوں روپے کی جائداد برباد ہو جائے گی۔ اس لئے نیک دل بہن بھائیوں سے التجا ہے۔ کہ اس کار خیر میں مدد دے کر ثواب دارین حاصل کریں۔ رقم بطور مدد معاش یا درسی ابتدائی دینیات کی کتابیں اور قاعدے وسیپارے وغیرہ راقمہ کے نام اور مرمت دیوار مدرسہ و چاہ کے لئے رقم بخدمت منشی محمد فیاض الرحمان خاں صاحب پنشنر سٹی مجسٹریٹ وسب جج ریاست رتلام مالوہ مرحمت فرمائی جائے۔

اسلامی اخبارات ورسائل سے عرض ہے۔ کہ براہ کرم اس اپیل کو ایک مرتبہ ضرور شائع فرمائیں اور تبلیغ نسواں۔ سہیلی۔ عصمت وغیرہ زنانہ رسالوں میں کوئی رسالہ راقمہ کے نام جاری فرمائیں۔ تو موجب ثواب ہوگا۔

حسن فاطمہ نظامی معلمہ
مکتب اسلامیہ شیرانی پورہ۔ رتلام

سالگرہ تہذیب

تہذیب نسواں کا جو پرچہ ۲ جولائی کو شائع ہوگا۔ وہ سالگرہ کا پرچہ ہوگا۔ اس پرچے میں زیادہ سنجیدہ مضمون نہیں ہونے چاہئیں۔ میری رائے میں ہلکے پھلکے مضمون ہوں۔ تو بہتر ہوگا۔ مثلاً اپنے یہاں کے بچوں کی ذہانت کی کچھ باتیں کچھ ان کے لطیفے۔ کچھ اپنی اپنی تربیت کی خصوصیات کچھ خانہ داری کی غلطیاں۔ نوکروں کی بیوقوفیاں بیماریوں میں بد پرہیزیوں سے نقصان وغیرہ وغیرہ مضمون چھوٹے چھوٹے اور تعداد میں زیادہ ہونے مناسب ہوں گے۔ اچھی چھوٹی نقلیں بھی لکھی جائیں۔ تو خوب ہو۔ بہنیں توجہ فرمائیں۔

خاکسار رہنجر

محفل تہذیب

سب تہذیبی بہنوں کو عید الضحیٰ کی مبارکباد پہنچے۔ اللہ کے فضل سے انہیں ایسی بہت سی عیدیں اپنے عزیزوں کی سلامتی میں دیکھنی نصیب ہوں۔

میرے بچے کے بخار کو آج بیسواں دن ہے۔ تہذیبی بہنیں اس کے لئے دعا جاری رکھیں۔ منیجر

محترم منیجر صاحب قبلہ۔ ۲۱ مئی کے تہذیب میں میرے مضمون بعنوان "شیر کا شکار" میں طباعت کی ایک غلطی ہو گئی ہے۔ صفحہ ۱۰۴۹ پر دوسرے کالم کی پہلی سطر میں "شیر نو فٹ سے کچھ زیادہ لمبا تھا" کے بجائے شیر دو فٹ سے کچھ زیادہ لمبا تھا۔ لکھا گیا۔ سلطانہ قاضی کبیر الدین بمبئی

کسی بہن نے پیروں کی کھجلی کی شکایت لکھی تھی۔ میں دو سال تک اس کھجلی میں پریشان رہی۔ راکھوں کو تیل ملنا۔ کول تار کے صابن سے نہانا۔ یونانی نسخے کئی پلا ڈالے۔ انسائن گندھک کی گولیاں غرض سب علاج کر ڈالے۔ اس کا مجرب نسخہ اب ہاتھ آیا۔ دواخانہ ہمدرد دہلی سے روغن گندم کی ایک شیشی منگا لیجئے۔ اور استعمال کیجئے۔ اچھی طرح مالش کر دیجئے۔ خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔
اشرف النساء محلہ ابیر گنج بھوپال

کسی تہذیبی بہن نے جن کے پاؤں کی پشت پر خارش اور سوجن کی شکایت رہتی ہے۔ (غالباً اسے ایگزیما کہتے ہیں) کسی مجرب دوا کے لئے درخواست کی ہے۔ اس کے لئے ڈی ڈی ڈی پرسکرپشن (D.D.D prescription) نہایت مفید دوا ہے۔ جو ہر ایک بڑے انگریزی دواخانہ سے مل سکتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ ہے۔
زبیدہ ایچ

جناب منیجر صاحب قبلہ۔ تسلیم۔ عرصہ چار پانچ سال سے میری بائیں آنکھ سے پانی آرہا ہے۔ پھر بہار کے موسم میں۔ دوسرے تیسرے روز جاری ہو کر بند ہو جاتا ہے۔ گرمیوں میں بالکل نہیں آتا۔ مجھے رات گئے تک لیمپ کی روشنی میں پڑھنے کی عادت تھی۔ شاید اس وجہ سے ہو۔ کسی تہذیبی بہن یا بھائی کو اس کا علاج معلوم ہو۔ تو از راہ ہمدردی بذریعہ تہذیب مطلع فرما کر ثواب حاصل کریں۔
دوسرے کبھی کبھی سوتے میں میرے چہرے پر ورم آجایا کرتا ہے۔ خاص کر ہونٹوں پر اور آنکھوں پر اور پیشانی پر تو گومڑے پڑ جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ہاتھوں کی انگلیوں پر بھی۔ اس کے علاج سے بھی کوئی بہن مطلع فرمائیں۔ شیریں سلطان

یہ مضامین درج ہوں گے:۔

بچوں کی احتیاطیں	نفیس فاطمہ
ترجمہ قرآن	سعید الدین
امریکہ کی یونیورسٹیاں	ممتاز احمد فاروقی
کھلا عریضہ	خدیجۃ الکبریٰ

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

بچوں کے کھیل اور کھلونے

کھیل اور کھلونے بچے کی ذہنی اور جسمانی نشوو نما پر بے حد اثر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ ماں باپ کو چاہئے۔ کہ بچے کے لئے بہت توجہ سے مناسب کھلونے منتخب کریں۔ اور ان سے کھیلنے کے طریق اور ان کے رکھنے کے ڈھنگ بخوبی بچوں کے ذہن نشین کر دیں۔

ماں کو چاہئے۔ کہ گھر میں کوئی نیچی الماری یا صندوق بچوں کے کھلونوں کے لئے مقرر کر دے۔ تاکہ جب بچے کھیل سے سیر ہو چکیں۔ تو خود کھلونوں کو احتیاط سے وہاں رکھ دیں اور کھلونے ادھر اُدھر بکھرے پڑے رہنے سے ضائع نہ ہو جائیں۔

بچوں کو ایک وقت میں ایک کھلونے سے کھیلنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ بعض بچے بہت سے کھلونے نکال کر کھیلنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور چونکہ کسی ایک خاص کھیلنے میں دل چسپی نہیں لے رہے ہوتے۔ اس لئے تمام کھلونوں کو اُلٹتے پلٹتے اور توڑتے پھوڑتے رہتے ہیں۔ اگر بچہ جان بوجھ کر کسی کھلونے کو توڑ رہا ہو۔ تو وہ اس سے چھین لینا چاہئے۔ اور اس وقت تک واپس نہیں کرنا چاہئے۔ جب تک وہ کھلونے کے شوق میں بے تاب نہ ہو جائے۔ اور وعدہ نہ کرے۔ کہ آئندہ کھلونوں کو حفاظت سے رکھے گا۔

کھلونے منتخب کرنے میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ ننھے بچوں کے لئے ایسے کھلونے لینے چاہئیں۔ جو میلے ہونے پر آسانی سے دُھل سکیں۔ کئی کھلونے میلے کچیلے ہو جانے کی وجہ سے بچے کی نظروں سے اُتر جاتے ہیں۔ اگر دھو کر انہیں پھر نیا بنا لیا جائے۔ تو بچے پھر بڑی خوشی سے ان سے کھیلنے لگتے ہیں۔ ننھے بچوں کے لئے ایسے کھلونے کبھی نہیں لینے چاہئیں جن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے الگ ہو جاتے ہیں۔ کئی مرتبہ بچوں نے کھیلتے کھیلتے ایسے کھلونوں کے بعض ٹکڑے نگل لئے ہیں۔ اور بہت تکلیف اُٹھائی ہے۔ اگر کھلونا رنگین ہو۔ تو یہ اطمینان بھی کر لینا چاہئے۔ کہ اس کا رنگ کچا تو نہیں ہے۔

جن کھلونوں پر بال۔ اُون یا دوسری ایسی چیزیں ہوں۔ جن میں گرد جمع ہو جاتی ہے۔ ننھے بچوں کے لئے کبھی نہیں خریدنا چاہئے۔ بچے کئی مرتبہ محبت کے مارے کھلونے چومتے رہتے ہیں۔ اور

ان کے بال اُکھڑ اُکھڑ کر بچے کے مُنہ میں چلے جاتے اور نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس کے علاوہ گرد اور دوسرے جراثیم کے مُنہ میں چلے جانے کا بھی ڈر رہتا ہے۔

ذرا بڑی عمر کے بچوں کا تخیل بہت تیز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان کو ایسے کھلونے دینے چاہئیں۔ کہ ان کی یہ قوت کام کر سکے۔ مثال کے طور پر نہایت پر تکلف ریل گاڑی لا دینے سے یہ بہت بہتر ہوگا۔ کہ ان کو لکڑی یا پتھر کے وہ بلاک لا دئے جائیں۔ جن سے نمونے دیکھ دیکھ کر مکان بنائے جاتے ہیں۔ بچے سے پوچھا جائے۔ تو شاید وہ ان دو نو چیزوں میں سے پر تکلف ریل ہی کو زیادہ پسند کرے گا۔ لیکن تجربہ بتاتا ہے۔ کہ وہ ریل سے بہت جلد تھک گیا۔ اور بلاکوں سے بہت مدت تک کھیل کھیل کر لطف اُٹھاتا رہا۔

جن کھلونوں سے بچے کمروں سے باہر صحن یا میدان میں کھیل سکیں۔ وہ بہت مفید ہوتے ہیں۔ اور ان کے عضلات اور ہڈیوں کی نشوونما کرتے ہیں۔ گیند بلا۔ رسیاں۔ فٹ بال۔ ہاکی وغیرہ کسی قدر بڑے بچوں کے لئے نہایت فائدہ مند کھیل ہیں۔ اور ان سے کھیل کر وہ بڑے خوش ہوتے ہیں۔

بچوں کے لئے جتنی ضرورت اچھی غذا کی ہے۔ اتنی ہی ضرورت مناسب اور دلچسپ کھیل کی بھی ہے۔ دو نوں چیزوں میں سے کسی ایک کے متعلق بھی غفلت برتی جائے۔ تو بچہ کبھی صحت اور تنومندی کی حالت میں ترقی نہیں کر سکتا۔

بچوں کے لیے خاص طرح کی کتابیں بھی بہت دلچسپی کا موجب ہوتی ہیں۔ دو تین سال کے بچے کو اگر کپڑے پر رنگین چھپی ہوئی کتابیں دے دی جائیں۔ تو وہ ان کی ورق گردانی سے بہت ہی خوش ہوگا۔ اور ان میں جتنے جانور اور پرندوں کی تصویریں ہوں گی۔ ان کے نام بڑے شوق سے یاد کرے گا۔

تاتاری شادی

تاتاری جنہوں نے کسی زمانے میں اپنے خوفناک حملوں سے مشرقی یورپ کی بنیادیں ہلا دی تھیں۔ اب اس پر صابر و شاکر ہیں۔ کہ امن چین سے بیوی بچوں میں زندگی گزر جائے۔ اعلیٰ نسل کے گھوڑے پالیں۔ اور پینے کو کومیس یعنی گھوڑی کا دودھ ملتا رہے۔ ان میں سے بعض روس کے جنوب میں اور بعض مشرق کی جانب آباد ہیں۔ یہ لوگ اسلام پر بڑی مضبوطی سے قایم ہیں۔ جو لوگ بہت امیر ہوتے ہیں۔ وہ اگرچہ چھ سات بیویاں تک کر لیتے ہیں۔ لیکن اپنی گھریلو زندگی کو بہترین بنانے میں ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ ان

میں شادی نہایت اہم واقعہ سمجھی جاتی ہے +
ان کی شادیوں میں سب سے عجیب بات
یہ ہے۔ کہ کوئی رسم ایسی نہیں کی جاتی جس میں
دولہا دلہن کو اکٹھے شریک ہونا پڑے + دولہا کے
دوست اسے مسجد میں لے جاتے ہیں۔ جلوس نہایت
متین اور مذہبی عقیدت کا منظر ہوتا ہے۔ اور وہاں
ملاجی مقررہ دعائیں پڑھ دیتے ہیں + چونکہ عورتوں
کو کسی مذہبی رسم میں حصہ لینے کی اجازت نہیں
اس لئے دلہن کو سیدھا سسرال لے جاتے ہیں۔
وہاں عورتیں اسے شادی کا جوڑا پہنا دیتی ہیں +
اس عرصے میں دلہن بالکل ساکت و جامد بیٹھی
رہتی ہے۔ کیونکہ شادی کے موقع پر دلہن کا کوئی
چیز اپنے ہاتھ سے پہننا منحوس خیال کیا جاتا ہے +
سب سے پہلے اس کے لئے ایک سفید براق
کرتا آتا ہے۔ اس کی آستینیں لمبی اور تنگ ہوتی
ہیں۔ اور اگلے حصے پر نہایت شوخ رنگ ریشم سے
کشیدہ کاری کی ہوتی ہے۔ پاجامہ بھڑکیلی ساٹن
کا ٹخنوں تک ہوتا ہے۔ اور جوتا سبز یا نیلی مخمل کا
جس پر سلمہ پکھراج یا چھوٹے چھوٹے موتی ٹکے ہوتے
ہیں + پھر اسے پرانے سکوں کے ہار پہنائے جاتے
ہیں۔ جن میں سے بعض اس قدر لمبے ہوتے ہیں۔
کہ گھٹنوں تک پہنچتے ہیں + دلہن کے سر کے کپڑے
کا سوال نہایت اہم ہوتا ہے + تاتاری عورتوں کے
بال عموماً بہت لمبے اور گھنے ہوتے ہیں + شادی
کے موقع پر انہیں نہایت احتیاط سے کنگھی کر کے
تقریباً بیس حصوں میں تقسیم کر کے گوندھ دیتے ہیں
ہر حصے کے سرے پر ایک سنہری سکہ باندھا جاتا
ہے + پھر اسے قرمزی مخمل کی ایک ہموار سی ٹوپی
پہناتے ہیں جسے یہ لوگ "توبے تیکا" کہتے ہیں +
ٹوپی کے اوپر لمبا سا سفید نقاب لٹکایا جاتا ہے
جس پر سنہری اور روپہلی کام کیا ہوا ہوتا ہے +
لباس پہنانے کی رسم ختم ہونے پر دلہن کا
منہ نقاب سے ڈھانک کر اسے کمرے کے عین
وسط میں فرش پر بٹھا دیتے ہیں۔ اس کی تمام
سہیلیاں آلتی پالتی مار کر اس کے گرد بیٹھ جاتی
ہیں۔ اور شادی کے رسمی گیت گانے لگتی ہیں +
دلہن کے لئے شادی کی اصل رسم یہی ہوتی ہے +
ان کے گیت اگرچہ ایک ہی سے ہوتے ہیں۔
لیکن بہت بھلے لگتے ہیں + شادی کا موقع خوشی
اور چہل پہل کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ لوگ سب کے
سب نہایت متین چہرہ بنائے رکھتے ہیں +
جب دولہا مسجد سے واپس آتا ہے۔ تو دلہن
کو اس کے پاس لے جاتے ہیں۔ اور وہ نذرانے
کے طور پر سنہری سکوں کا ایک ہار پیش کرتی
ہے + پھر مہمان گدیلوں پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ
جاتے ہیں۔ اور ضیافت شروع ہو جاتی ہے +
ضیافت میں سب سے نمایاں اور اہم چیز بھیڑ
کا گوشت ہوتا ہے۔ کیونکہ عام طور پر تاتاری لوگ

گھوڑے کے سوا اور کسی جانور کا گوشت نہیں کھاتے۔ بھیڑ کا گوشت مختلف طریقوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ کباب۔ کوفتے۔ پلاؤ۔ خشک شوربا سب طرح کا موجود ہوتا ہے۔ دودھ کا جام صحت پیتے وقت "کومیس" (گھوڑی کا دودھ) استعمال کرتے ہیں۔ شراب پینا ان میں قانوناً منع ہے۔

خانہ داری کے اشارات

نئی فلالین کو صاف کرنے کے لئے دھوتے وقت پانی میں تھوڑا سا ایمونیا ملا لینا چاہئے۔

اگر تم چاہتی ہو۔ کہ بوتل کو کاگ لگا دینے کے بعد ہوا اور پانی اس میں بالکل داخل نہ ہو سکے تو کاگ کو لگانے سے پہلے دس منٹ تک تیل میں بھگوئے رکھو۔

مرغی کے انڈا دیتے وقت بعض انڈوں کے خول میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ جو بسے نہایت نفیس ہوتے ہیں۔ ایسے انڈوں کو اُبالنے کے لئے نرم کاغذ میں لپیٹ کر پانی میں چھوڑ دو۔ کاغذ گیلا ہو کر انڈے سے خوب چپک جاتا ہے۔ اور اُبلنے میں انڈے کی سفیدی اور زردی باہر نہیں نکلنے پاتی۔

بعض بچوں اور عورتوں کی جلد بہت نرم ہوتی ہے۔ اور ہر روز کے نہانے سے بھدی اور کھردری سی ہونے لگتی ہے۔ انہیں صابن کی جگہ اس کریم سے کام لینا چاہئے۔ جو عام طور پر مرد شیو (shaving) میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ یہ میل کچیل دور کرنے کے علاوہ خوش گوار بھی معلوم ہوتی ہے۔ ہاتھوں کو دھونے کے بعد پھر اچھی طرح گیلے کرو۔ پھر ایک ہاتھ کی ہتیلی پر ٹیوب میں سے کریم ڈالو۔ (یہ ایک وقت میں ایک چوتھائی انچ سے زیادہ نہ ہو۔) اور اسے دوسری ہاتھ کی ہتیلی سے خوب ملو۔ حتیٰ کہ جھاگ پیدا ہو جائے۔ اس میں کوئی تین سکنڈ لگیں گے۔ یہ جھاگ مل کر چہرے کو پانی سے اچھی طرح دھونا چاہئے۔ یہ کریم کچھ بھی مہنگی نہیں۔ اور ایک ٹیوب مدت تک کام دیتی ہے۔

تصویر کا شیشہ صاف کرنا ہو۔ تو پہلے اس کی گرد اچھی طرح جھاڑنی چاہئے۔ اس کے بعد تھوڑی سی میتھی لیٹڈ اسپرٹ اور نیم گرم پانی ملا کر اس سے دھو ڈالو۔ پھر خشک کر کے سابر (وہ کپڑا جس سے عینک وغیرہ صاف کیا کرتے ہیں۔) رگڑ کر صاف کر دو۔

خبریں اور نوٹ

قسطنطنیہ کا تار۔ ترکی کی انجمن مستورات نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ خواتین ترکی کے لئے نئے نمونے کا لباس تجویز کیا جائے۔ انجمن کی خواہش ہے۔ کہ یہ لباس ایسی وضع قطع کا ہو۔ جو نہ صرف موجودہ زمانے کے لحاظ سے موزوں ہو۔ بلکہ اس پر یورپین لباس سے کم خرچ آئے۔ اور اس سے زیادہ خوشنما ہو۔ رہی یہ بات۔ کہ رنگ کیسا ہو۔ ہلکا ہو۔ یا شوخ۔ سو اس کے متعلق کوئی روک ٹوک نہ کی جائے گی۔ اس میں ہر عورت اپنی خواہش و پسند کے مطابق خوشنمائی اور خوبی کی ذمہ دار رہے گی۔ انجمن مذکور نے جدید لباس کی اختراع میں پہلا قدم یہ اٹھایا ہے۔ کہ باریک نقاب دور کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ رومال اختیار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ روس کی عورتیں استعمال کرتی ہیں۔ اور اب ممالک ترکی میں صرف اسی وجہ سے ترکی عورتوں اور ممالک غیر کی عورتوں میں تمیز ہوتی ہے۔

مصر و برطانیہ کی شکر رنجی کے سلسلے میں حکومت برطانیہ کی طرف سے لارڈ لائڈ برطانی ہائی کمشنر نے ایک مراسلہ مصر کے وزیر اعظم ثروت پاشا کو دیا ہے۔ یہ ایک زبردست مگر دوستانہ تحریر کہی جاتی ہے۔ اور اس کا منشا یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ فوجی معاملات کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ان کو دور کیا جائے۔ اس تحریر کے متعلق ٹائمز لکھتا ہے۔ کہ انتہا پسند ممبروں نے گورنمنٹ مصر پر دباؤ ڈالا اور جنگی کمیٹی نے سفارش کی۔ کہ فوج کے سردار کی تنخواہ نامنظور کی جائے۔ اس لئے برطانی گورنمنٹ کو لازم ہو گیا۔ کہ وہ فوجی معاملے میں اپنے طرز عمل کو واضح کر دے۔ مصر کی آزادی کو واپس لینے کا کوئی سوال نہیں۔ جس کا اعلان فروری ۱۹۲۲ء میں ہو چکا ہے۔ اور جس سے مصریوں کو موقع دیا گیا۔ کہ وہ اپنے اندرونی نظام میں اس آزادی سے فائدہ اٹھائیں۔ البتہ نہر سویز اور مصر کے یورپین باشندوں کا تحفظ برطانیہ کا حق ہے۔ لیکن مصری ممبران پارلیمنٹ فوج کی سرداری کو توڑنا۔ اور فوج کو سیاسی اور جماعتی جھگڑوں میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مراسلہ میں برطانی حقوق پر زور دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی حکومت مصر سے درخواست کی گئی ہے۔ کہ ایسی تجاویز پیش کرے۔ جن کی رو سے فوجی معاملات میں برطانیہ اور مصر مل جل کر کام کر سکیں۔

مسٹر بالڈون وزیر اعظم برطانیہ نے خواتین کے ایک جلسے میں تقریر کی۔ اور عورتوں کے حق رائے دہی کے متعلق فرمایا۔ کہ خواتین کو اکیس سال کی عمر میں رائے دینے کا حق ملنا چاہئے۔ یہ درست نہیں کہ انہیں زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے ساتھ

مساوی عمر میں داخل ہونے کا تو حق حاصل ہو لیکن رائے دہی کے حق سے محروم ہوں۔ آپ نے یہ بھی کہا۔ کہ مردوں اور عورتوں کے حقوق برابر کرنے کے لئے مردوں کو پچیس سال کی عمر میں رائے دینے کا حق دیئے جانے کے متعلق اب غور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہاں کے مرد صدیوں سے اکیس سال کی عمر میں رائے دیتے ہیں۔

لندن ۴ جون۔ مارکوئیس آف لینسڈاون جو ۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۳ء تک ہندوستان کے وائسرائے رہ چکے تھے۔ فوت ہو گئے۔

حضور ملک معظم کی پیروی کر کے شاہزادہ ویلز اور شاہزادہ یارک نے قومی بازی گاہوں کے لئے دو لاکھ پونڈ دئے ہیں۔

لندن کا تار۔ دوران جنگ میں شکر نایاب ہوگئی تھی۔ جب جنگ کے بعد زیادہ مقدار میں میسر آنے لگی۔ تو کئی عورتیں اس کے زیادہ استعمال سے مرض ذیابیطس میں مبتلا ہو کر مرگئیں۔ جیسا کہ انگلستان اور ویلز کے رجسٹر اعداد و شمار سے ظاہر ہے۔

مسٹر آسٹن چیمبرلین وزیر خارجہ برطانیہ ۲۰ مئی کی رات کو اپنے دفتر سے گھر کو آرہے تھے۔ کہ پارلیمنٹ کے احاطے میں ایک اندر موٹر ان کی موٹر سے ٹکرا گئی اور ان کے سر میں چوٹ لگی۔ ہسپتال میں مرہم پٹی کے بعد انہیں گھر پہنچا گیا۔ دوسرے دن آپ کو جنیوا جانا تھا۔ چنانچہ وہاں روانہ ہو گئے۔ چلتے وقت سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

انگلستان اور ویلز میں جوان عورتوں کی مجموعی تعداد بتیس لاکھ ہے۔ یہ سب ۲۰ اور ۳۰ سال کے درمیان ہیں۔

برلن میں ایک ریل گاڑی پہاڑی پر کھڑی تھی۔ ایک لڑکے نے ڈرائیور کی غیر موجودگی میں بریک کھول دیا۔ ٹرین بہت تیزی سے چلدی۔ اور ایک آہنی جنگلے سے ٹکرا کر خندق میں جا پڑی۔ بہت سے لوگ مر گئے اور زخمی ہوئے۔ مرنے والوں میں چھ عورتیں بھی تھیں۔

اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ میں ایک مضمون چھپا ہے جس میں زار روس کے بے شمار ہیروں اور جواہرات کا ذکر ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ وہ اس قدر قیمتی ہیں کہ ان کو خریدنے والا کوئی نہیں ملتا۔ اگر یہ تمام ہیرے فروخت ہو جائیں۔ تو حکومت روس کا بہت سا قرضہ اتر سکتا ہے۔ زار روس کے صرف تاج کی قیمت ایک کروڑ پچاس لاکھ پونڈ ہے۔

ایک سائنس داں پروفیسر فریڈرک نے آسمان کے ستاروں کی تعداد معلوم کی ہے۔ ان کے اعداد و شمار کے مطابق کل ستارے تین نیل ہیں۔

مسز اینی بیسنٹ نے ریاستہائے امریکہ سے انگلستان واپس آ کر ایک تقریر میں بیان کیا۔ کہ گو امریکہ میں افلاس نہیں۔ پھر بھی وہاں کے لوگ زندگی سے اس قدر تنگ آ گئے ہیں۔ کہ انہوں نے خودکشی

کی انجمنیں اور کلب بنا رکھے ہیں۔ یہ مادی لذتوں کے پیچھے پاگلوں کی طرح دوڑنے کا نتیجہ ہے۔ مادی خوشیاں انسان کو شادمانی عطا نہیں کر سکتیں۔

روسی سفیر موسیو روزن گولز اپنی بیوی اور دیگر ساتھیوں سمیت لندن سے ماسکو کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو الوداع کہنے کے لئے وکٹوریا اسٹیشن پر بڑا ہجوم تھا۔ اس موقع پر آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ میں آپ سب کو کسی روز ماسکو میں دیکھنے کا آرزومند ہوں۔

برطانی سفیر بھی ماسکو سے انگلستان کی طرف روانہ ہو گیا۔

سالونیکا میں انقلاب پسندوں نے گورنمنٹ ہاؤس پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ فوج کے ساتھ مقابلہ ہوا جس میں کئی آدمی زخمی ہوئے، ۱۳۵ شورش پسند گرفتار کئے گئے ہیں۔ جن میں سات عورتیں بھی ہیں۔

یورپ کی انجمن مستورات نے مسز سروجنی نائیڈو کو وہاں آنے کے لئے دعوت دی تھی۔ لیکن مسز موصوفہ نے جانے سے انکار کر دیا۔ اور لکھا۔ کہ آج کل ہندوستان کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ اس لئے میں ہندوستان چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

بنارس ہندو یونیورسٹی کے زیر انتظام اگلے مہینے سے عورتوں کی تعلیم کے لئے ایک کالج کھولا جائے گا۔ اس کالج کے بورڈنگ میں ایک سو طالب علم عورتوں کے لئے رہائش کا انتظام کیا گیا ہے۔

شریمتی سرلا دیوی چودھرانی حیدر آباد کی سوشل کانفرنس کی صدارت کریں گی۔

مصر سے ڈاکٹر میکلس ڈائرکٹر محکمہ صفائی کلکتہ آئے ہیں۔ آپ ہیضے کے جراثیم کے متعلق تحقیقات کریں گے۔

جے پور سے خبر آئی ہے۔ کہ ایک ہندو لڑکا ریل کے نیچے آکر کٹ مرا۔ اس کے کٹ جانے کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ ریل کی پٹڑی پر ایک گائے کھڑی تھی۔ سامنے سے ریل آرہی تھی۔ اس نے خیال کیا۔ اگر گائے کھڑی رہی۔ تو ریل سے کٹ جائے گی۔ یہ سوچ کر اسے بھگانے گیا۔ اتنے میں گاڑی آگئی۔ گائے تو بھاگ گئی۔ اور یہ بے چارہ گاڑی کے نیچے دب کر مر گیا۔

خواجہ حسن نظامی صاحب نے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے۔ کہ عید الضحٰی کے دن ہر مسلمان عہد کرے۔ کہ میں پٹہ بازی اور اس قسم کے دوسرے ہنر سیکھوں گا۔ اور میری یہ خواہش بھی ہوگی۔ کہ ہر جگہ اسلامی اکھاڑے قائم ہوں۔ نیز میری یہ کوشش بھی ہوگی۔ کہ مسلمان عورتیں لکڑی چلانا اور جائز ہتھیار استعمال کرنا سیکھیں۔

مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں لکھا ہے۔ کہ نواب صاحب جاورہ کھدر کی ترقی

کو پسند کرتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے کھدر کو ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ چونکہ ریاست جاورہ میں رنگ سازی اور چھپائی کا کام نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ اس لئے امید ہے۔ کہ کھدر کی چیزیں بہت ہر دل عزیز ہو جائیں گی۔

باریسال کے دیہات کی چند عورتوں نے باجے کے ساتھ ایک جلوس نکالا۔ اور مسجدوں کے سامنے بھی باجہ بند نہ کیا۔ پولیس نے ان کے خلاف دعوے دائر کیا ہے۔ اور عدالت سے سات عورتوں کے خلاف سمن جاری کئے گئے ہیں۔

ناگپور ستیہ گرہ کے لیڈر مسٹر اوباری قانون اسلحہ کی خلاف ورزی کے جرم میں پکڑے گئے ہیں۔ لیکن انہوں نے جیل میں کھانا چھوڑ رکھا ہے۔ نیز ملزم نے عدالت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ مگر عدالت نے ان پر فرد جرم لگا دی۔

حیدرآباد سندھ میں ایک غلہ فروش کو سو روپے کا جعلی نوٹ چلانے کی کوشش کرنے کے جرم میں دو سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔

وادی ہوکانگ میں غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے پچھلے دنوں جو کوشش شروع کی گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں اب تک تین ہزار چار سو پینتالیس غلام رہا ہو چکے ہیں۔

سوامی شردھانند کے قتل کے ملزم عبدالرشید کے وکیل مسٹر اسبرن انگلستان روانہ ہو گئے۔ تاکہ پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف پریوی کونسل میں اپیل دائر کریں۔

بلے حد افسوس و قلق سے لکھا جاتا ہے۔ کہ ہمارے ملک کے نامور شاعر مولانا غلام قادر صاحب گرامی جالندھری ۲۶ مئی کو ساڑھے چھ بجے صبح کے وقت ہوشیارپور میں انتقال فرما گئے۔ آپ فارسی کے مشہور شاعر اور نظام دکن کے اُستاد تھے۔

بادشاہ سلامت کی سال گرہ کی خوشی میں آنریبل سر حبیب اللہ ممبر گورنر جنرل اگزیکٹیو کونسل کو کے سی ایس آئی کا خطاب دیا گیا۔ اور لارڈ لٹن سابق گورنر بنگال کی بیگم صاحبہ کو سی آئی کا خطاب عطا ہوا۔

ہمیں یہ معلوم ہو کر بے انتہا خوشی ہوئی۔ کہ ہمارے معزز دوست خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب ممبر پنجاب کونسل کو حضور بادشاہ سلامت کی سال گرہ کے موقع پر سر کا خطاب عطا ہوا۔ ہم اس اعزاز پر شیخ صاحب موصوف اور ان کی اہلیہ محترمہ کو دلی مبارک باد دیتے ہیں۔

اعجاز احمد خاں اسٹیشن ماسٹر برگڑ ضلع باندا اطلاع دیتے ہیں۔ کہ یہاں آج رات کو دس بج کر سات منٹ سے دس بج کر نو منٹ تک زلزلہ رہا جس کی وجہ سے سب لوگوں میں ہیبت طاری ہو گئی۔

لاہور سنٹرل جیل سے چھ قیدی بھاگ گئے۔

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ کی تصانیف

خانہ داری

یہ کتاب سلیس- سادہ اور دل نشین انداز میں لکھی گئی ہے + اس میں ۴۴ مضامین ہیں- جو خانہ داری کی تمام ضروریات پر حاوی ہیں + امیروں اور غریبوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے- اور کامیاب زندگی کی جانب مستورات کی رہنمائی کرتی ہے +قیمت ۱۵ر

رفیق عروس

کتاب کیا واقعی نئی دلھن کی سہیلی ہے- جو خوشی کے وقت ہجولیوں کی طرح ہنسی خوشی میں شریک اور دکھ درد کے وقت درد مند سہیلی کی طرح مصیبت کی رفیق ہوتی ہے- ناتجربہ کاری میں پیاری ماں کی سی بزرگانہ نصیحتیں اور زمانے کی اونچ نیچ سکھاتی ہے +قیمت ۱ر

آداب ملاقات

اس کتاب میں یہ بتایا ہے- کہ آج کل مستورات کو اپنی باہمی ملاقاتوں میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے + مہمانوں اور اور میزبانوں کے لئے جدا جدا وہ قاعدے لکھے ہیں- جو اس زمانے میں مہذب اور معزز گھرانوں میں برتنے جاتے ہیں- جو سب کو سیکھنے چاہئیں- اور جن کے بغیر بیبیاں بدتمیز اور غیر مہذب کہلاتی ہیں +قیمت ۶ر

نعمت خانہ

ہندوستانی کھانوں کی کتاب- جس میں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک سب کھانوں کی نہایت صحیح اور آسان ترکیبیں لکھی ہیں- اور چند مشہور انگریزی کھانوں اور بیماروں کی غذاؤں کی ترکیبیں بھی درج ہیں- اس کے علاوہ اچار چٹنیوں کی ترکیبیں بھی لکھی گئی ہیں- اس میں لکھی ہوئی ترکیب پر عمل کرنے سے ہر چیز نہایت عمدہ تیار ہوتی ہے- کئی بار خود تجربہ کرنے کے بعد تراکیب اور چیزوں کے اوزان لکھے گئے ہیں +قیمت عہ

حیات اشرف

بی اشرف النساء بیگم صاحبہ معلمہ اول وکٹوریہ گرل اسکول لاہور کی مبارک زندگی کے حالات

جن کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے سے لڑکیاں اپنے ماں باپ اور سسرال والوں کی آنکھ کا تارا بن سکتی ہے۔ قیمت ۸ر

صفیہ بیگم

یہ ایک تعلیم یافتہ غمزدہ لڑکی کا قصہ ہے۔ جس نے ناز و نعم میں پرورش اور اعلیٰ تہذیب پائی ماں باپ نے اس کی شادی میں بیہودہ رسم و رواج کی پابندی کی۔ وہ بدنصیب ماں باپ کی تجویز کے مطابق کچھ بول نہ سکی۔ مگر تاب غم نہ لائی۔ اور عین شادی کے دن شدت غم سے ہلاک ہو گئی۔ نہایت درد انگیز اور عبرت خیز قصہ ہے۔ قیمت ۸ر

آج کل

جن بہنوں کو آج کا کام کل پر ٹالنے کی عادت ہو۔ وہ اس قصے کو ضرور پڑھیں۔ نہایت دل چسپ اور مؤثر ہے۔ قیمت ۴ر

پتہ:- **دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور**

اڈیٹر محترمہ **آصف جہاں بیگم**۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و مہتمم نے دفتر تہذیب نسواں سے شائع کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۲۹	لاہور - ہفتہ ۱۸ جون ۱۹۲۷ء	نمبر ۲۵

تہذیب نسواں

لاہور - ہفتہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس شیخ عبدالحق صاحب بی اے ایل ایل بی سب جج بہادر درجہ چہارم مقام نارووال

اننت رام ولد لکھی رام قوم اگروال ساکن کلیان پور حال ٹھیکہ دار ریلوے لائن امرتسر نارووال تھانہ جسٹر۔ بنام اللہ دتا ولد عمرا قوم عیسائی ساکن پورانہ والہ تحصیل نارووال۔ بیاک ودباغ وسو پسران جواہر شیخو ولد جبہ میر ولد دوہا وا اقوام عیسائی ساکن ڈیرہ تحصیل نارووال مدعا علیہم

دعوی ۱۷۶/۶/-

مقدمہ مندرجہ بالا میں مدعا علیہم تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں۔ لہذا اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہم ۲۲ جون ۱۹۲۷ء کو اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کریں گے۔ تو ان کے برخلاف کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی۔

بہ ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ جون ۱۹۲۷ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم
مہر عدالت

چیچک

یوں تو ہر سال ہی کم وبیش یہ وبا پھیلا کرتی ہے۔ مگر بعض دفعہ تو غضب ہی ڈھا دیتی ہے۔ مثلاً اب کی مرتبہ بریلی میں دسمبر کے مہینے سے جو شروع ہوئی ہے۔ تو اب تک کہ مئی کا مہینہ ختم ہو گیا۔ اور اس کم بخت چیچک کا زور کم نہ ہوا۔ ہزار ہا معصوم بچے موت کے گھاٹ اتر گئے۔ مگر یہ موذی کم ہونے کا نام نہیں لیتی۔ آج اس محلے میں گھٹی۔ تو دوسرے میں بڑھ گئی۔ پرانے شہر سے ہٹی۔ تو نئے شہر میں آ ڈٹی۔ مگر جاتی کسی طرح نہیں۔ مالنوں کی بن آئی ہے۔ ٹولیاں کی ٹولیاں گھر گھر پوجا پاٹ کے نام سے مانگتی پھرتی ہیں۔ اور جاہل لوگ بھوانی ماتا کی بھینٹ کے لئے ان کو دل کھول کر دیتے ہیں۔ ہندو تو ہندو۔ سیکڑوں مسلمان بھی اس شرک میں شریک ہو کر اپنا ایمان خراب کرتے ہیں۔ مگر برا ہو جہالت کا۔ کہ اس طرح تو اپنا ایمان خراب کرتے ہیں۔ لیکن اصل علاج کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے۔ سرکار کی طرف سے ٹیکہ کا اتنا زبردست انتظام ہونے پر بھی سیکڑوں بچے بے ٹیکہ کے رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ والدین ان کو چھپائے پھرتے ہیں۔ کہیں رشوت دے کر ٹیکہ سے بچاتے ہیں۔ نہ معلوم کیوں ٹیکہ کی تکلیف کو اس قدر سخت سمجھ لیا ہے۔ کہ اس کے آگے نہ بچے کی جان کی پروا ہے۔ نہ تکلیف کی۔ اگر کسی نہ کسی طرح زبردستیوں لگ بھی گیا۔ تو ماں نے یا تو چھتے کے پانی سے دھو ڈالا۔ یا گوبر لگا دیا۔ کہ اٹھنے نہ پائے۔ لیجئے جناب لگا نہ لگا برابر ہو گیا۔

دوسری بے وقوفی یہ ہے۔ کہ جب چیچک نکلتی ہے۔ تو علاج نہیں کرتے۔ کہ بھوانی میا خفا ہو جائیں گی۔ جان پر بن جائے۔ یا جان جاتی ہی کیوں نہ رہے۔ مجال کیا۔ جو چیچک کے مریض کو دوا مل جائے۔ اگر سخت جان ہوا۔ تو کسی نہ کسی طرح لوٹ پیٹ کر اندھا۔ کانا۔ لُنجا۔ لنگڑا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ورنہ ٹھکانے لگ گیا۔ حالانکہ یونانی اور ڈاکٹری دونوں میں اس کے علاج کا طریقہ موجود ہے۔ اور وقت پر خبر لے لی جائے۔ تو سیکڑوں جانیں بچ سکتی ہیں۔ یونانی علاج کچھ مشکل بھی نہیں۔ اور بارہا مجھے اپنے بچوں پر اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ اگر شروع سے کوئی پیچیدگی نہ ہو۔ تو صرف عناب اور خاکسی جوش کر کے کسی قسم کا شربت یا مصری ڈال کر پلانا کافی ہوتا ہے۔ اور صبح شام تین روز تک دو باریک سچے موتی بچے کو نگلوا دئے جائیں۔ تو اچھی طرح نکل آتی ہے۔ اگر نکلنے میں دیر لگتی معلوم ہو۔ تو بچے کا کرتا خاکسی کے جوشاندہ میں رنگ کر پہنانا بھی مفید ہے۔ ضرورت کے وقت حکیم لوگ خاکسی کا بھپارہ بھی دلواتے ہیں۔ سبز مہندی کے پتے باریک کپڑے میں باندھ کر دونوں پیروں میں

چھوٹی چھوٹی پوٹلیاں باندھ دی جائیں۔ تو آنکھوں کے لئے کوئی خطرہ نہیں رہتا۔

ایک مرتبہ ڈاکٹری علاج کا بھی تجربہ ہوا۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب نے خود نہایت مایوسی کی حالت میں اس کیس کو ہاتھ میں لیا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے شفا بخشی۔ ہوا یہ۔ کہ میری چار سالہ بچی کو بخار آیا۔ اور کھانسی چھینکیں وغیرہ چیچک کے آثار ظاہر ہوئے۔ حکیم صاحب نے وہی عناب۔ خاکسی والا نسخہ دیا۔ تین روز تک اسے پلایا گیا۔ مگر چیچک نہ نکلی اور بخار بھی اُتر گیا۔ حکیم صاحب نے یہ خیال کر کے۔ کہ اسے چیچک کا بخار نہیں تھا۔ کوئی ٹھنڈائی کا نسخہ دیدیا۔ کہ جو کچھ حرارت باقی ہے۔ وہ بھی جاتی رہے۔ بس نسخہ کا بدلنا قیامت ہو گیا۔ لڑکی کے چہرے پر جو دو چار دانے ابھر کے کانٹے کے سے معلوم ہوتے تھے۔ وہ غائب ہو گئے۔ اور اس شدت کا بخار چڑھا کہ خدا کی پناہ۔ ایک دن غفلت رہی۔ اور دوسرے دن سرسام ہو گیا۔ ڈاکٹر کو دکھایا۔ اس نے کہا۔ "امید تو کم ہے۔ مگر خدا کا نام لے کر علاج کرتا ہوں"۔ خدا نے فضل کیا۔ اور اس کثرت سے دانے نکلے۔ کہ تمام بدن سرخ بانات ہو گیا۔ ایک ہفتے میں لڑکی خدا کی عنایت سے بالکل تندرست ہو گئی۔

ایک بات خاص طور پر قابل ذکر اور ہے۔ وہ یہ کہ چیچک کے متعدی ہونے کو عموماً سب لوگ مانتے ہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہے۔ اس سے بچاؤ کرتے ہیں۔ مگر زیادہ بچاؤ اُس وقت کرتے ہیں۔ جب نکلی ہوئی ہوتی ہے۔ اور خشک ہو جانے کے بعد جب بچہ چلنے پھرنے لگتا ہے عموماً پرہیز توڑ دیا جاتا ہے۔ اور دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے لگتا ہے۔ حالانکہ بچاؤ کا اصل وقت وہی ہے۔ جب خشک ہو کر دانوں کے کھرنڈ جھڑنے لگتے ہیں۔ کیونکہ انہیں میں چیچک کے جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ اور جہاں وہ گرتے ہیں۔ وہیں اپنا کام شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے جب تک دانوں کی بھوسی بالکل جھڑ نہ جائے۔ مریض کو سب سے علیحدہ رکھنا چاہئے۔

دانے خشک ہونے پر کاربالک آئیل میں چینی کا تیل ملا کر روئی کی پھریری سے دانوں پر لگانا بھی مفید ہے۔ اس سے کھرنڈ بہت آسانی سے اُتر جاتے ہیں۔ اور جگہ جگہ جھڑتے نہیں پھرتے۔ جب بالکل خشک ہو جائیں۔ تو بدن پر چنبیلی کے تیل کی مالش کر کے میدہ کی لوئی پھیر دینی چاہئے۔ تاکہ میدے میں سب کھرنڈ چمٹ آئیں۔ چار پانچ روز یہی عمل کرتے رہیں۔ تو تمام بدن بالکل صاف ہو جائے گا۔ اور دوسروں کو لگنے کا اندیشہ بھی نہ رہے گا۔

لیکن سب سے ضروری چیز ٹیکہ ہے۔ اس سے

ہرگز غفلت نہ کرنی چاہیے۔ اور جتنی جلد ممکن ہو لگوا دینا چاہیے ۔ ماں باپ کو بچے سے جو محبت ہوتی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر افسوس جہالت کے سبب ماں باپ اپنی پیاری اولاد کو خود موت کے مُنہ میں دیدیتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین ۔

خاکسار ظفر جہاں بیگم

نیچر۔ چھوت دار بخاروں اور خصوصاً چیچک اور خسرہ کی چھوت مریض کے کپڑوں اور پلنگ سے بہت لگتی ہے ۔ یہ کپڑے دھوبی کے جاکر دوسرے لوگوں کے کپڑوں کو چھوت دار کرتے ہیں ۔ مریض کے کپڑے دھوبی کے ہاں جانے سے پہلے نیم ابال یا کاربالک لوشن۔ یا مرکری لوشن میں توب بھگو دینے چاہئیں ۔ پلنگ کے بان جلا کر پلنگ کو لوشن سے دھو کر دوبارہ بُنوانا چاہیے ۔

تربیت اولاد

۳ جون کے تہذیب میں مسٹر ق صاحب کا مضمون "میرے بھانجے" پڑھا۔ مجھے مسٹر موصوف سے پوری ہمدردی ہے ۔ ایسے مہذب جنٹلمین کا ایسے نیم وحشی خاندان میں زندگی بسر کرنا واقعی ظلم ہے۔ مظلوم ف صاحب اس پر جتنا بھی واویلا کریں کم ہے۔ مگر میں حیران ہوں۔ کہ مظلوم صاحب ایسی جاہل بہنوں کے زیر سایہ کیوں رہتے ہیں ۔ ان کو چاہیے۔ کہ فی الفور اس قید سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں ۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہے۔ جو مسٹر ق صاحب کا مضمون پڑھ کر بے اختیار میرے قلم سے نکل گیا ۔ اصل بات جس پر میں اس وقت کچھ لکھنا چاہتی ہوں۔ وہ ہے۔ جو مسٹر صاحب نے اپنی بڑی آپا کے تذکرے میں لکھی ہے یعنی لڑکے اور لڑکی سے سلوک اور تعلیم و تربیت میں فرق کرنا ۔ ایک مسٹر صاحب کے خاندان پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ ہندوستان میں بہتیرے ایسے خاندان ہیں۔ جہاں لڑکے اور لڑکی کی پرورش تعلیم و تربیت میں ناواجب فرق رکھا جاتا ہے اور پھر اس بات کی شکایت ہے۔ کہ مرد عورتوں کی قدر نہیں کرتے ۔ بھلا وہ کیوں قدر کریں جب بچپن ہی سے ان کے دلوں میں عورت ذات کی تحقیر جانشین کی جاتی ہے ۔

یہ بات زیادہ ماں کے اختیار میں ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد کو خواہ وہ لڑکا ہو۔ یا لڑکی ایک ہی نگاہ سے دیکھے۔ اور ایک سا برتاؤ کرے جب ایک لڑکا دیکھتا ہے۔ کہ ماں ہر بات میں میری طرفداری کرتی ہے۔ جب کوئی اچھی چیز آئے۔ تو مجھے زیادہ حصہ ملتا ہے۔ جب میں اور میری بہن سوتے ہیں۔ تو ماں صرف مجھے ہی پنکھا جھلتی ہے۔ تو وہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ مجھے اپنی بہن پر

پر بوجہ لڑکا ہونے کے فوقیت حاصل ہے۔ یہی خیال اس کے سادے معصوم دل پر جم جاتا ہے۔ اور بڑا ہو کر وہ مردوں کو عورتوں سے برتر مخلوق خیال کرتا ہے۔ یہی حال لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا ہے۔ مسٹر ق صاحب کے خاندان میں تو لڑکوں ہی کی تعلیم پر توجہ نہیں۔ لڑکیوں کا تو خدا حافظ ہے۔ مگر وہ خاندان جس میں تعلیم کا چرچا ہوتا ہے۔ ان میں بھی یہی حالت ہے۔ کہ لڑکوں کی تعلیم پر جو خرچ اور توجہ کی جاتی ہے۔ لڑکی بے چاریوں پر اس کا عُشرِ عشیر بھی نہیں ہوتی۔ لڑکوں کے لئے تو خواہ وہ شہر میں ہوں۔ یا جنگل میں ہو براہو۔ سب انتظام ہو جاتا ہے۔ مگر لڑکیوں کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے جاتے ہیں۔ اصل وجہ یہی ہے۔ کہ لڑکیوں کو وہ درجہ حاصل نہیں۔ جو لڑکوں کو ہے۔ ورنہ کیا وجہ تھی۔ کہ مسٹر ق جیسے مہذب تعلیم یافتہ نوجوانوں کی بہنیں ایسی ناقص العقل بائیں ثابت ہوتیں۔

مجھے ایک واقعہ یاد آیا بہت عرصہ ہوا۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ کہ میرے بڑے بھائی جان کی تبدیلی شاہ پور کی ہو گئی۔ وہاں مجھے بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ میری بھاوج کا ایک ڈاکٹر صاحب کے خاندان سے بہناپا تھا۔ ان کی مستورات معمولی لکھی پڑھی تھیں۔ تہذیب بھی وہاں آتا تھا۔ چونکہ مکان بالکل قریب تھا۔ اس لئے اکثر ملنا جُلنا رہتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب کی بیوی نے اپنی بیٹی کو قمیص کے کف کچے کرنے کو دئے۔ اور سمجھا دیا۔ کہ اس طرح بنانا۔ جب وہ لڑکی سی کر لائی۔ تو ٹھیک نہ تھے۔ بس اسی وقت اماں جان ارشاد فرماتی ہیں۔ "اندھی ہے۔ میں نے تجھے اس طرح سینے کو کہا تھا؟ بیوقوف گدھی ساری عمر جوتیاں کھائے گی۔"

لڑکی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ کہنے لگی۔ "اماں جی۔ اُدھیڑ کر دوبارہ سی دیتی ہوں"۔ ماں نے کہا۔ "چل دفعہ دور ہو میرے سامنے سے۔ میں خود سی لوں گی۔"

لڑکی بے چاری دوسرے کمرے میں جا بیٹھی اور میں نے دیکھا۔ کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اتنے میں صاحبزادے تشریف لائے۔ بڑی بہن کو روتا دیکھ کر منہ چڑانے لگے۔ بہن نے منہ پھیر لیا۔ تو آپ پکار کر کہتے ہیں۔ "اماں جی۔ دیکھئے . . . . مجھے گالیاں دیتی ہے۔"

ماں نے کہا "بیٹا۔ تو یہاں آجا۔ اس کُتیا کو بکنے دے"۔ لڑکا ہنستا ہوا چلا آیا۔ اب فرمائیے۔ کہ لڑکے کے دل میں اپنی بہنوں کی کیا عزت ہو سکتی ہے۔ اور وہ خود ماں کی بھی جوان ہو کر کیا عزت کرے گا۔ اور ایسے مرد اپنے رشتہ داروں کو ناچیز اور کچھ نہ سمجھیں گے۔ تو کیا سمجھیں گے؟

میری پیاری بہنو۔ خدا کے لئے اپنے بچوں کے

دلوں میں اپنی صنف کی عزت کا نقش بٹھاؤ۔ تاکہ بڑے ہو کر وہ تمہاری عزت کرنا سیکھیں۔ ورنہ مسٹرف کی طرح تمہارا خاکہ اخباروں تک میں اُڑایا کریں گے ۔ اپنے لڑکوں سے اس قدر بیجا لاڈ پیار نہ کرو۔ کہ وہ جوان ہو کر یہ سمجھنے لگیں۔ کہ سب خاندان حتیٰ کہ ناسمجھ معصوم بچوں پر بھی ان کی نازبرداری فرض ہے۔ اور خود اپنے فرائض کو فراموش کر دیں ۔ اخباروں میں مضمون نگاری کرنے یا جلسوں میں تقریریں کرنے سے چنداں فائدہ نہیں ہوگا۔ اپنے گھروں کی طرف توجہ کریں۔ آیندہ نسل خود بخود ہی سنور جائے گی۔

ک ۔ ن آف لاہور

ریل کا سفر

خدا کے فضل سے میری بہنوں کو آئے دن ریل میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا کرتا ہے ۔ گو ریل کی سواری آرام دہ ضرور ہے۔ لیکن ساتھ ہی نقصان رساں بھی ہے۔ اور بعض وقت ذرا سی غفلت سے نقصان ہو جاتا ہے ۔ آج کل تو ریل میں جا بجا ڈاکے پڑنے لگے ہیں۔ اور زیور اور روپے کی چوریاں ہوتی ہیں۔ اس لئے ریل کے سفر میں ہم عورتوں کو ہرگز زیور نہ پہننا چاہئے ۔ ایک تو چوری ہونے کا خوف رہتا ہے۔ اور دوسرے بعض زیور مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے گلے یا ہاتھ کان سے گر کر کھو جاتے ہیں ۔ اس لئے زیور کا استعمال سفر میں مناسب نہیں ۔ لیکن بعض بہنیں اس امر کا خیال نہیں رکھتی ہیں۔ اور بغیر زیور پہنے سفر کرنا ہلکا پن سمجھتی ہیں۔

ابھی گزشتہ سال کا ذکر ہے۔ کہ میری ایک عزیز عید کے موقع پر اپنے گھر سے آرہی تھیں ۔ مکان سے چلتے وقت انہوں نے صرف ایک زیور گلے میں پہن لیا تھا۔ وہ زیور کچھ اس قسم کا تھا۔ کہ اکثر اسے تاگے میں پرو کر پہنتے ہیں ۔ بہن صاحبہ نے بھی اسی پر عمل کیا۔ اور تاگے میں پرو کر باطمینان گلے میں باندھ لیا۔ وہ مکان سے کچھ ایسے تنگ وقت پر چلی تھیں کہ اسٹیشن پہنچنے تک ٹرین چھوٹ گئی ۔ خیر چند گھنٹے ٹھہرنے کے بعد دوسری ٹرین آئی۔ اور وہ اس میں سوار ہو کر تمام شب سفر کرنے کے بعد علی الصبح ہمارے ہاں پہنچیں ۔ سب سے خوش ہو کر ملیں ۔ منہ وغیرہ دھونے کے بعد جو وہ کنگھی کرنے آئینہ کے قریب گئیں تو فوراً نظر گلے پر پڑی ۔ دیکھا۔ تو زیور غائب ۔ پھر کیا تھا۔ کچھ نہ پوچھئے ۔ ہر چند اسباب و مکان میں تلاش کیا۔ مگر ہو تو ملے ۔ نہ معلوم کہاں گلے میں سے گرہ کھل کر گر گیا ۔ جس اسٹیشن پر ٹھہری تھیں۔ فوراً وہاں کے اسٹیشن ماسٹر کو تار دیا گیا۔ لیکن وہاں سے بھی "نہیں" کا جواب آیا ۔ خدا جانے ریل کے ڈبے میں گرا۔ یا سوار ہوتے وقت گرا۔

کچھ خبر نہیں۔ پانچ تولے سونے کا نقصان ہو گیا۔ خیر کیا کرتے۔ اپنی غلطی پر کف افسوس ملتے رہ گئے۔ تب سے بہن صاحبہ نے ریل میں زیور پہننے کی قسم کھالی۔

سفر میں ایک بات کا اور خیال رکھنا چاہئے۔ میں نے ریل میں بعض بہنوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ نہایت شوخ رنگ کا لباس زیب تن کرتی ہیں۔ جو برقع میں سے صاف دوسروں کو دکھائی دیتا ہے۔ اور سب کی نظر اس برقع پوش پر ہوتی ہے۔ یہ بہت بری بات ہے۔ ہمیں چاہئے۔ کہ سفر میں ہمیشہ بہت سادہ اور ہلکا لباس پہنیں۔ سادے اور معمولی کپڑوں سے سفر میں بہت آرام ملتا ہے۔ ہاں اگر آپ کو اپنے کسی عزیز کے ہاں جانا ہے۔ اور آپ وہاں ایسی سادی اور معمولی حالت میں جانا پسند نہیں کرتی ہیں۔ تو پھر وہاں یہ کرنا چاہئے۔ کہ جس شہر میں آپ کو اترنا ہے۔ اس کے اسٹیشن پر پہنچ کر ویٹنگ روم میں ٹھہر کر اپنا لباس تبدیل کر لیں۔ اور پھر اپنے عزیز کے گھر جائیں۔ ایسا کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں۔

بہنوں کو چاہئے۔ کہ سفر میں بچوں کو بھی ہمیشہ سادہ کپڑے پہنائیں۔ سفر میں قیمتی کپڑوں سے بچوں کو آرام کی بجائے تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے اکثر یہ بھی دیکھا ہے۔ کہ بچے ریل میں کھڑکیوں کے نزدیک بیٹھنے کی بہت خوشی کرتے ہیں۔ میری بہنو! بچوں کو ہرگز کھڑکی کے نزدیک نہ بیٹھنے دیں۔ یہ امر بے حد خطرناک ہے۔

راقمہ عزیزہ خاتون۔ ایوٹ مال

دستکاری

سلمہ ستارہ

سلمہ ستارہ کا کام دو طرح بنایا جاتا ہے۔ ایک تو آسان معمولی وضع کا۔ اور دوسرا مشکل مضبوط بھاری وضع کا۔ قسم اول معمولی سمجھ کا آدمی بھی بنا لیتا ہے۔ لیکن قسم دوم کے لئے ضرور کافی عقل اور سمجھ کی ضرورت ہے۔ یہ کام موٹے اور باریک ہر ایک کپڑے پر بن سکتا ہے۔ مخمل سے لے کر مہین کریب تک۔ باریک کپڑے کے واسطے لکھنؤ اور بنارس کا سلمہ ستارہ ہونا چاہئے۔ یہ نہایت باریک اور ملائم ہوتا ہے۔ پنجاب یعنی لاہور امرتسر وغیرہ میں جو سلمہ ستارہ فروخت ہوتا ہے۔ وہ بہت موٹا اور سخت ہوتا ہے۔ اس کا کام بھاری اور بھدا ہوتا ہے۔ اس لئے مخمل وغیرہ کی قسم کے کپڑے پر بنانا چاہئے۔ نوآموز کو چاہئے۔ کہ پہلے پہل مخمل پر کام بنائے۔ کیونکہ باریک کپڑے پر شروع شروع میں صفائی نہ ہوگی۔

جس کپڑے پر کام بنانا ہو۔ اس پر پہلے خاکہ بنا لیا جاتا ہے۔ خواہ ہاتھ سے بنائیں۔ یا چھاپوں کے

ذریعے چھاپ لیں۔ سلمہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک خاردار۔ دوسرے سادہ۔ تیسرے کورا۔ چوتھے تار۔ پانچویں ستارہ۔ سلمہ خاردار زیادہ چمکدار ہوتا ہے۔ اس کا نارنشش پہلو ہوتا ہے۔ سلمہ سادہ گول اور چمکیلا ہوتا ہے۔ سلمہ کورا گول اور بے چمک کا ہوتا ہے۔ تار سخت ہوتا ہے۔ اور وہ پھول پتوں کی ڈنڈیوں کے کام آتا ہے۔ ستارہ مناسب جگہ ٹانک دئے جاتے ہیں۔

جس وقت کام بنانے لگیں۔ پہلے سلمہ کے تار کے دونوں سرے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ذرا کھینچ لینا چاہئے۔ لیکن زیادہ زور سے نہ کھینچیں۔ آہستہ سے اتنا کھینچیں۔ کہ سلمہ کے تار جڑے ہوئے نہ رہیں۔ یعنی اگر سلمہ کی لمبائی چھ انچ ہے تو کھینچ کر آٹھ انچ ہو جائے۔ پھر اس کے ننھے ننھے ٹکڑے قینچی سے پھول پتیوں کے مطابق کاٹ لیں۔ اگر بغیر کھینچے سلمہ کو کتریں۔ تو کام پر صفائی نہ ہو گی۔ مثال کے طور پر ایک آسان اور چھوٹا سا پھول بنانے کا طریقہ لکھتی ہوں۔ یہ ایک معمولی پھول کا خاکہ ہے۔ اس کے مطابق کپڑے پر خاکہ بنا لیں۔ اب اس پھول کی پتی سے قدرے لمبے ٹکڑے خاردار سلمہ کے کاٹ لیں۔ اور مفصلہ ذیل طریقے سے باریک سوئی تاگے سے لگا دیں۔ تاکہ زنجیر مارکہ ریل منٹ ہونی چاہئے۔ پہلے پھول کی پانچوں پتیوں پر درمیان میں ایک ایک ٹکڑا سلمہ کا لگا دیں۔ دیکھیں نشان پھول نمبر ا

پانچ ٹکڑے سلمہ کے لگے ہیں۔ اب ان کے اِدھر اُدھر ایک ایک تار اور لگایا جائے گا۔ گویا دس ٹکڑے اَور لگیں گے۔ تو پھول پورا ہو جائے گا۔ یعنی تین تین تار مل کر پھول کی ایک پوری پتی ہو جائے گی۔ دیکھیں نشان پھول نمبر۲۔ بس اب پھول تیار ہو چکا۔ اس کے بیچ میں ایک ستارہ لگا دینا چاہئے۔ اور ڈنڈی کی جگہ تار لگا دیں۔

اب بڑی پتی کے لئے سلمہ کا ایک ٹکڑا قریباً نصف انچ سے زائد کاٹیں۔ اور ڈنڈی کے سرے سے لے کر پتی کی نوک تک صرف ایک ہی ٹکڑا لگا دیں۔ اب اس کے دونوں طرف دو ٹکڑے چھوٹے لگا دیں۔ دیکھیں نشان پتی نمبر ا۔ ان کے اِدھر اُدھر دو ٹکڑے اَور لگا دیں۔ مطابق اس نشان کے باقی دونوں پتیوں پر تین تین ٹکڑے لگا دیں۔ اور پتوں کے نیچے جوڑوں پر کورے سلمہ سے گرہ لگا دیں۔ جس طرح نشان لگے ہیں۔ دیکھیں تیار پھول کی تصویر۔ واضح ہو۔ کہ ٹانکہ سخت لگانا چاہئے۔ اور قریب

قریب۔ یعنی تار ایک دوسرے کے ساتھ بالکل جڑ جائیں ٭

اب ایک بیل کی ترکیب لکھتی ہوں۔ اس کے مطابق خاکہ کپڑے پر بنا لینا چاہئے + اس

بیل کے پھول کے واسطے کورے سلمہ کے تقریباً نصف نصف انچ کے ٹکڑے کاٹ لیں۔ اور خاردار سلمے کے ٹکڑے ان ٹکڑوں سے نصف + پہلے کورے سلمے کو ایک پتی پر اس طرح لگائیں۔ کہ لکیر کے اوپر سلمہ رہے۔ اور سرے پر ایک ٹانکا لگا دیں۔ تاکہ کپڑے کے ساتھ چمٹ جائے + یہ اس نشان کی 8 وضع ہو جائے گی + اب اس کے بیچ میں جو جگہ خالی ہے۔ اس پر خاردار سلمہ لگا دیں + یہ پھول کی ایک پتی بن گئی + اسی طرح برابر پھول کی آٹھوں پتیاں بنا لیں + بیل کی درمیانی ڈنڈی ایک پھول سے دوسرے پھول تک تار سے بنا لیں۔ اور دونوں بڑی پتیوں کی ڈنڈی پر بھی تار لگا دیں۔ اور پتیوں پر سلمہ مذکورۂ بالا طریق سے لگا دیں + دونوں بڑے پتوں پر سادہ سلمہ لگائیں۔ اور چھوٹی پتیوں پر خاردار سلمہ لگانے کے بعد بیل کی صورت یہ ہوگی

جس طرح اس کے پتوں پر لکیریں کھنچی ہیں۔ اسی طریقے سے کپڑے پر چھپی ہوئی بیل پر سلمہ لگا دیں۔ شوقین بہنیں کام بنائیں + اگر یہ مضمون مفید ثابت ہوا۔ تو آئندہ دوسری قسم کی ترکیب لکھوں گی ٭

رضوان از سید نگر

نیجر۔ اس مضمون کے مفید ہونے میں کلام نہیں۔ میں اس عنایت اور توجہ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ مگر اس میں کئی فرو گزاشتیں ہیں + اس تحریر میں کئی جگہ پھول وغیرہ کی تصویر کا حوالہ دیا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے۔ دیکھیں نشان پھول نمبر ۱۔ دوسری جگہ لکھا ہے۔ دیکھیں نشان پھول نمبر ۲۔ پھر ایک اور جگہ لکھا ہے۔ دیکھیں نشان پتی نمبر ۱۔ حالانکہ کسی تصویر کے نیچے پھول نمبر ۱ یا پھول نمبر ۲ یا پتی نمبر ۱ نہیں لکھا ہے + قاعدہ یہ ہے۔ کہ جو تصویر لکھی جائے۔ اس پر نمبر دیا جائے۔ پھر جب اس تصویر کے حوالے کی ضرورت ہو۔ تو تصویر نمبر فلاں لکھنا چاہئے ٭

دوم یہ تمام تحریر مسلسل تھی۔ ہم نے خود اسے پانچ حصوں (پیروں) میں تقسیم کیا ہے۔ مگر ہم اس کام سے واقف نہیں۔ اور اگر ناواقف شخص ایسی تحریر کو یوں مختلف حصوں میں تقسیم کرے تو غلطی کا احتمال رہتا ہے + صاحبہ تحریر کو از راہ کرم خود یہ کام کرنا چاہئے + اقسام سلمہ بھی اصلاح طلب ہیں +

بچوں کا رکھ رکھاؤ

تہذیب نسواں مورخہ ۴ جون ۱۹۲۷ء میں ایک مضمون بچوں کا رکھ رکھاؤ۔ جو تہذیبی بہن خدیجہ الکبریٰ صاحبہ نے لکھا ہے۔ نظر سے گزرا واقعی بہت کارآمد مضمون ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ بچوں کی تربیت اور حفظان صحت کے متعلق بعض امور جو بہت اہم ہیں۔ ان کو بہن صاحبہ نے نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ میری ناچیز رائے میں ان میں سے بعض ان باتوں کی نسبت جو بہن صاحبہ نے تحریر کی ہیں۔ زیادہ ضروری ہیں۔ اس وقت میں صرف ایک بات کا ذکر کرنا چاہتی ہوں۔ یعنی بچوں کے روزانہ پیخانے کی دیکھ بھال۔ سب ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ بچے کی صحت اور تندرستی کا بڑا تعلق حالت رفع حاجت سے ہے۔ اور اس کی کیفیت سے اس کی صحت کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ بہت کم ہندوستانی مائیں ایسی ہیں۔ جو اس بات کی طرف کما حقہٗ توجہ کرتی ہیں۔ ورنہ اکثر تو یہ دیکھا ہے۔ کہ بچے نے چھچھی کر دی۔ اور ماں کو خبر بھی نہ ہوئی۔ کہ کہاں کی۔ اور کیسی تھی۔ یا کتنی دفعہ کی۔ بچے اکثر الا بلا کھا جاتے ہیں۔ جس سے ان کے پیٹ میں خرابی ہو جاتی ہے۔ اور صحت پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ مگر ان کی مائیں چونکہ اس امر کی طرف توجہ نہیں کرتیں۔ اس لئے انہیں کچھ خبر نہیں ہوتی۔ کہ بچے کا کیا حال ہے۔ بچے کے بول براز کا ایسا ہی خیال رکھنا چاہئے۔ جیسا کہ اس کے دودھ پلانے یا کھانا کھلانے کا۔ اور اس مطلب کے لئے حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ بچے کو ہمیشہ اپنے سامنے رفع حاجت کروانا چاہئے۔ اور کسی ایسی چیز میں جس میں فضلہ کا رنگ وغیرہ اچھی طرح دیکھا جا سکے۔ یہ نہیں کہ جہاں ان کا جی چاہے۔ جگہ گندی کرتے پھریں جس طرح کسی پھوہڑ عورت کی مرغیاں جگہ جگہ انڈے دیتی پھرتی ہیں۔ اس کام کے لئے میرے خیال میں چینی یا تام چینی کی ایک ڈھکنے دار سلفچی یا پیالہ بہت موزوں ہے۔ یا گھر میں اگر کوئی پرانی یا کمی قاب یا ڈونگہ ہو۔ تو وہ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ برتن کا رنگ سفید ہونا چاہئے۔ تاکہ فضلہ کی رنگت بخوبی نظر آئے۔

۲۔ بچوں کے رفع حاجت کے وقت مقرر ہونے چاہئیں۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو۔ تو خیال رکھا جائے کہ وہ عام طور پر کس کس وقت پیخانہ کرتے ہیں تاکہ باقاعدہ ان کی رفع حاجت کا انتظام ہو سکے۔

۳۔ روزانہ رفع حاجت کی کیفیت ایک چارٹ یا نقشے میں درج کرتے رہنا چاہئے۔ جس سے بچے کی صحت اور خصوصاً پیٹ کی حالت کا اندازہ ہوتا رہے۔ اور حسب ضرورت مناسب تدابیر

اختیار کی جاسکیں ۔ اس نقشے میں یہ باتیں ہونی چاہئیں ۔ تاریخ ۔ وقت ۔ فضلہ کی رنگت ۔ کیفیت و مقدار ۔ اور اگر ایک سے زائد بچے ہوں ۔ تو بہتر ہے ۔ کہ سب کے لئے علیحدہ علیحدہ نقشے بنائے جائیں ۔ مثال کے طور پر کسی بچے کے ایک وقت کی رفع حاجت کا نقشہ یوں ہوگا :-

بچے کا نام	تاریخ	وقت	مقدار	رنگت	کیفیت یعنی لبستہ ۔ نیم لبستہ یا دست
برخوردار شفیق احمد سلمہ	۵ جون ۱۹۲۶ء	چار بجے صبح	وافر یا کثیر	سیاہی مائل سبز	دست ۔ کچھ کچھ پھٹکیاں

اب اس نقشے سے صاف ظاہر ہو جائے گا ۔ کہ بچے کے پیٹ میں بہت خرابی ہے ۔ اور طبی مدد کی ضرورت ہے ۔ اور کون ایسی ماں ہوگی ۔ جو اس نقشے کو دیکھ کر سہم نہ جائے ۔ اور اپنے بچے کی صحت کی تدابیر کی طرف توجہ کرنے پر مجبور نہ ہو جائے ۔

آخر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتی ہوں ۔ کہ بعض تدابیر جو بہن خدیجہ اکبر سے صاحبہ نے لکھی ہیں ۔ ان کو ضرورت سے زیادہ مشکل بنا دیا ہے ۔ مثلاً بچے کو وزن کرنے کے لئے لکھا ہے ۔ کہ پیڑھی رسیوں سے باندھ کر ترازو یا بیلنس کے کٹورے میں لٹکائی جائے ۔ میرے خیال میں یہ طول عمل ہے ۔ اکثر بچوں کو یہ عادت ہوتی ہے ۔ کہ جو چیز ان کے ہاتھ میں آئے ۔ اسے خوب کھینچ کر پکڑ لیتے ہیں ۔ اور لٹک جاتے ہیں ۔ چنانچہ اکثر بچے پنکھے کی ڈوری میں لٹکتے ہیں ۔ (یہاں تک کہ بعض شریر بچے اپنے باوا کی مونچھیں یا دادا کی داڑھی پکڑ کر خوب جھولتے ہیں ۔ پس سب سے آسان طریقہ بچے کو تولنے کا یہ ہوگا ۔ کہ کٹورا بچے کے ہاتھ میں پکڑا کر اسے لٹکنے دیا جائے ۔ یہاں تک کہ ترازو ایک جگہ قایم ہو جائے ۔ پھر جلدی سے وزن پڑھ لیا جائے ۔ بس وزن صحیح ہو جائے گا ۔ اور انشاء اللہ درست رہے گا ۔ یا اگر گرنے کا ایسا ہی خطرہ ہو ۔ تو ماں یا کوئی اور عورت نیچے آنچل کھول کر کھڑی ہو جائے ۔ یا پانی کا ایک ٹب بھر کے رکھ دیا جائے ۔ کہ بچہ گرے بھی تو چوٹ نہ لگے ۔ ٹب کا یہ فائدہ ہے ۔ کہ تلنے کے بعد غسل بھی ہو جائے گا ۔ یا بہت آہستہ سے بچے کے ایک ہاتھ یا ٹانگ کو سہارا دیا جائے ۔ اس طرح کہ اوپر دباؤ نہ ہو ۔ انشاء اللہ وزن پھر بھی صحیح ہوگا ۔ اور کوئی فرق نہ ہوگا ۔ ذیل میں وضاحت کے لئے اس ترکیب کی تصویر پیش کی جاتی ہے ۔ تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے ۔

(اس مضمون کا پیرایۂ بیان اخلاقی لحاظ سے اچھا نہیں ہے گو مضمون مفید ہے ۔ اسی واسطے درج کر دیا گیا ۔ مدیر)

خاکسار صغریٰ

کُھلا عریضہ

محترمہ بہن نذر سجاد حیدر صاحبہ

کی خدمت میں

دہلی کے عصمت مورخہ جون میں ننگیتر سے خط و کتابت کے عنوان سے میرے اس مضمون پر جو اسی عنوان کے تحت میں تہذیب نسواں مورخہ ۱۶۔ اپریل میں شائع ہوا تھا۔ محترمہ نذر سجاد صاحبہ نے تنقید کی ہے۔ بلکہ کہنا چاہیئے۔ اُس مضمون کی تردید کی ہے۔ اس مسئلہ پر حال میں سب سے پہلے ۱۹ مارچ ۱۹۲۷ء کے تہذیب میں بہن نذر سجاد کے مضمون کے حوالے سے بحث شروع ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے مضمون میں جو کچھ لکھا تھا۔ وہ بہن موصوفہ کے اس مضمون کو پیش نظر رکھ کر لکھا تھا۔ جس کے حوالے سے یہ بحث چھڑی ہے۔ ان کا یہ مضمون ۵ جون ۱۹۲۶ء کے تہذیب میں "لڑکیوں سے اجازت شادی" کے عنوان سے چھپا تھا۔ یہ سارا مضمون انتخاب شوہر کے متعلق ہے۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ انتخاب داماد کے موقع پر لڑکی کے والدین کا نقطہ نظر خود لڑکی کے نقطہ نظر سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے۔ لہذا والدین اپنے داماد کے انتخاب میں عموماً غلطیاں کرتے ہیں۔ اور چونکہ پڑھی لکھی سمجھ دار لڑکیوں کو بھی خدا نے وہی عقل دی ہے۔ جو اُن کے والدین کو دی ہے اور تعلیم یافتہ لڑکیاں زندگی کے سب سے بڑے معاملے کا دوسروں کی رائے پر فیصلہ ہونا گوارا نہیں کرسکتیں۔ اس لئے والدین کا فرض ہے۔ کہ جہاں انہوں نے لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دی ہے۔ وہاں ان کو اتنی اجازت اور دیں۔ کہ مختلف طریقوں سے جانچ کر اپنا شوہر وہ خود منتخب کرلیا کریں۔

اس مضمون سے نیّر صاحب قبلہ نے واضح دلائل کی بنا پر اختلاف کیا۔ اور انتخاب سے پیشتر لڑکے اور لڑکی کی ملاقات کی جو جو صورتیں بہن نذر سجاد نے درج فرمائی تھیں۔ وہ سب غیر ضروری ثابت ہوئیں۔ مولوی صاحب قبلہ نے یہ خرابی

بتلائی تھی۔ کہ اگر باہمی ملاقاتوں کے بعد رشتہ قرار نہ پایا۔ تو لڑکی کا اس امتحان میں فیل ہونا اس کی بدنامی اور رسوائی کا باعث ہوگا۔ اور آیندہ بھی ملنے میں اس کو سخت رکاوٹ پیش آئے گی۔ دوسرے یہ کہ چند مختصر امتحانی ملاقاتوں میں عادات و خصائل اور اصلی خیالات کا صحیح علم ہونا مشکل ہے۔ مولوی صاحب قبلہ نے اپنے تجربے سے چند مثالیں بیان کی تھیں۔ کہ باوجود ملاقاتوں کے شادی ناکام رہی۔ آخر میں مولوی صاحب قبلہ نے بہن نذر سجاد سے سوال کیا تھا۔ کہ کیا بایں روشن خیالی وہ یہ چاہتی ہیں۔ کہ بیدین نوجوان بے زبان لڑکیوں پر یوں ظلم کیا کریں۔ اور گھر گھر ان کی یوں رسوائیاں ہوں؟ اگر یہی اصلاح معاشرت ہے۔ تو ہمارا سلام ہے اس اصلاح کو۔ مولوی صاحب قبلہ کے اس سوال کا جواب بہن نذر سجاد کی طرف سے آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ نہ موصوفہ نے کبھی مولوی صاحب ممدوح کے اختلاف رائے پر اظہار خیال فرمایا۔ حالانکہ ہر ریفارمر اور مصلح کا فرض ہے۔ کہ وہ مسئلہ کے صرف ایک ہی رخ پر بحث نہ کرے۔ بلکہ اختلاف رائے کو برداشت کرے۔ اور دوسرے رخ کی طرف بھی توجہ کر کے دوسرے فریق کا اطمینان کرے۔

لہذا بجا طور پر خیال ہوتا ہے۔ کہ بہن صاحبہ کے پاس اپنی رائے کی تائید میں کوئی ایسے دلائل نہ تھے۔ جو مولوی صاحب قبلہ کے اعتراض کو رد کر سکتے۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ بہن نذر سجاد اپنے اس قدر پسندیدہ اور اہم مضمون کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیتیں۔ اور اپنے تازہ مضمون میں قدامت پسندوں کی طرح داماد کا انتخاب لڑکیوں کے والدین کے سپرد کر کے اس پر راضی ہو جاتیں۔ کہ منگنی اور نکاح سے قبل لڑکے کے متعلق کل تحقیقات لڑکی کے والدین کی طرف سے کافی ہے۔ کسی شخص کو قدامت پسند یا دقیانوسی خیالات کا کہہ دینے سے دوسرے فریق کو اطمینان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ واقعات اور دلیل کے جواب میں دلیل ہی کی ضرورت ہے۔

اس زمانے کی مہذب اقوام کے بے شمار افراد نے حال میں بمقام افریقہ ایک نئی بستی بسائی ہے۔ جس میں لباس کو فطری آزادی میں حائل سمجھ کر مرد عورت سب برہنہ رہتے ہیں۔ اور معنوی تعلقات کی زنجیروں کو توڑ کر مرد اور عورت بالکل فطرت کے مطابق میل جول میں آزاد رہتے ہیں۔ اسی طرح امریکہ میں برس برس دو برس کے لئے میعادی عقد کا نیا دستور نکلا ہے۔ یعنی مرد عورت میعادی شادی اس شرط پر کر لیتے ہیں۔ کہ اگر دوران میعاد میں باہم اتفاق نہ رہ سکے۔ تو ختم میعاد پر معاہدۂ شادی فسخ ہو جاتے۔ غالباً ترقی اور اصلاح کے یہ شیدائی ہمارے جدید ہندوستانی اصلاح پسند طبقے کو بھی اپنے نزدیک قدامت پسند اور فرسودہ خیال سمجھتے ہوں گے۔

شوہر کے انتخاب کا مسئلہ اور لڑکی سے انتخاب شوہر کے بارے میں رائے لینے کا معاملہ تو درمیان میں سے بالکل غائب ہی ہوگیا حالانکہ اصل میں تصفیہ طلب مسئلہ انتخاب ہی کا تھا۔ اور یہ طے کرنا تھا۔ کہ اس انتخاب میں لڑکی کی رائے کو کس حد تک دخل ہونا چاہئے۔ مگر اب بالکل ہی ایک نئی بحث چھڑ گئی ہے۔ جس کا مقصد سراسر مبہم اور گول مول ہے ۔ میری تو اب تک سمجھ ہی میں نہیں آیا ۔ خود بہن نذر سجاد نے اپنے تازہ مضمون میں اپنی اصل بحث کا رُخ بدل ڈالا۔ اور میرے مضمون کی تردید میں فرماتی ہیں۔ کہ لڑکے کے متعلق فلاں فلاں سوال کرنا اور فلاں فلاں حالات کی تحقیق کرنا منگنی سے بیشتر ضروری اور لازمی تھا۔ "منگنی اور نکاح کے بعد یہ باتیں لاحاصل ہیں۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا . . . . ان حالات کی تحقیق کا وقت منگنی سے پہلے ہوتا ہے"۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب منگنی اور نکاح سے پیشتر ہر طرح کی تحقیقات کے سب مدارج طے ہو چکے۔ اور اب قطع تعلق نہیں ہو سکتا۔ تو پھر منگنی کے بعد ایک دوسرے کے خیالات کا صحیح اندازہ لگانے کی غرض سے لڑکے لڑکی کی خط و کتابت سے کیا فائدہ مدنظر ہے؟ اصل سوال اب یہ رہ جاتا ہے۔ کہ آیا منگنی اور نکاح کے بعد مجوزہ خط و کتابت کا نتیجہ کسی صورت میں قطع تعلق بھی ہو سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر قطع تعلق ناممکن ہے تو پھر ایک دوسرے کے خیالات کا صحیح اندازہ لگانے کا نہ صرف مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ خط و کتابت بعض صورتوں میں مفت کی ایک مصیبت ثابت ہوگی۔ کیونکہ اگر خط و کتابت سے ایک دوسرے کے خیالات حسب منشاء نہ ثابت ہوئے۔ تو منگنی اور نکاح ٹوٹ تو سکتا نہیں۔ اس سے اب سوائے دل ہی دل میں کڑھنے اور اپنی قسمت پر صبر کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں۔ اس سے تو بہتر تھا۔ کہ خط و کتابت نہ ہوتی ۔

اور اگر خط و کتابت کا منشاء یہ ہے۔ کہ باہم خیالات کا صحیح اندازہ ہو جانے کے بعد بصورت اختلاف ترک تعلق ہو سکتا ہے۔ منگنی اور نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ تو پھر وہی انتخاب شوہر کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اور میرے فرضی خطوط پر بہن نذر سجاد کے اعتراضات بے معنی اور بے جان رہ جاتے ہیں ۔ بہن نذر سجاد سے میرا پہلا سوال یہ ہے۔ کہ وہ کھول کھول کر صاف صاف الفاظ میں بتلائیں۔ کہ ان کا منگنی اور نکاح کے بعد باہمی خط و کتابت سے مقصد کیا ہے؟ اور اگر ایک فریق کو اس مراسلت کے سلسلہ میں ایسے خیالات اور حالات معلوم ہو جائیں۔ جو ناگوار ہوں۔ اور یہ تعلق اس کو ناموزوں معلوم ہونے لگے۔ تو اس

صورت میں چارہ کار کیا ہوگا؟
اگر ترک تعلق پیش نظر نہیں۔ تو پھر شوقیہ مراسلت باقی رہ جاتی ہے۔ جس کے نفع نقصان پر بحث بے فائدہ ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ محبت ہمیشہ اور ہر صورت میں گیہوں اور چنوں کے پودوں کی طرح رفتہ رفتہ اُگتی ہے۔ اور آسمانی گولے کی طرح کبھی نازل نہیں ہوتی اور جن زن و شوہر کے درمیان پہلی ملاقات سے پیشتر خط و کتابت نہ ہوئی ہو۔ ان میں یکایک ملاقات ہو جانے پر آپس میں محبت نہیں ہوسکتی تو شاید ان لوگوں کے نقطۂ خیال سے یہ خط و کتابت آیندہ محبت کا ذریعہ بن جائے گی۔ مگر ایسی صورت میں یہ مسئلہ بحث طلب نہیں رہتا۔

بہن نذر سجاد نے اپنے تازہ مضمون میں کئی جگہ شرع اسلام۔ مذہب۔ مقدس مذہب کی دی ہوئی آزادی اور شرعی آزادی کا حوالہ دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ایسی بحثوں میں مذہب کی آڑ پکڑنے کا پرانا اور فرسودہ دستور اب تک کیوں چلا آتا ہے۔ اگر کسی رائے کی تائید میں مذہب کے احکام کا حوالہ دیا جائے۔ تو ان احکام کی تشریح وہی لوگ کرسکتے ہیں۔ جو مذہبی علوم کے ماہر ہوں۔ ورنہ مسلمانوں کے اندر معاشرتی رسوم میں اس قدر اختلاف ہوتا ہے۔ کہ کہنا مشکل ہے۔ کہ شرع کے مطابق کونسا مسلک ہے۔ ایک طرف ترکی کی مسلمان عورتیں نامحرم مردوں کے ساتھ ناچ گھر میں ناچتی ہیں۔ دوسری طرف بیگم صاحبہ بھوپال اپنا منہ بھی کسی کو دکھانا جائز نہیں سمجھتیں۔ اور بغیر برقع کے مردوں کے سامنے نہیں آتیں۔ اور جو کتاب انہوں نے پردے کے متعلق لکھی ہے۔ [illegible] کے موقع پر علما گروہ ہیں سب خواتین کو تقسیم کی تھی۔ اس میں ہم پردہ کی حمایت ازروئے مذہب کی ہے۔

اس کو بھی جانے دیجئے۔ نماز روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے مسلمہ احکام کے ساتھ ہمارا جو برتاؤ ہے اس کو دیکھتے ہوئے منگیتر اور منسوبہ کے درمیان مراسلت کے سلسلے میں شرع اسلام کا بار بار حوالہ کچھ کم مضحکہ انگیز نہیں ہے۔

بہن نذر سجاد سے میرا دوسرا سوال بلکہ مطالبہ یہ ہے۔ کہ میرے پہلے سوال کا جواب دینے کے بعد وہ ازراہ کرم دو نمونے کے خط لکھ کر ہم سب کو بتلائیں۔ کہ ان کی مراد اس قسم کے خطوط سے کیا ہے۔ اگر مجھے ان کے لکھے ہوئے نمونے کے خطوط پر کبھی تنقید کا موقع مل گیا۔ تو ان پر یہ ثابت ہو جائے گا۔ کہ دوسروں کے نمونے کا مضحکہ اُڑانا آسان ہے۔ مگر اپنا غیر معین مافی الضمیر نمونے کے خط میں ادا کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے۔ میں نے اپنے ابتدائی مضمون میں سب ناظرات تہذیب

سے استدعا کی تھی۔ کہ خالی خولی بحث سے کچھ فائدہ نہیں۔ لہذا میری طرح دو دو نمونے کے ایسے خط لکھیں۔ جو ان کے ذہن میں ہوں تاکہ معاملہ خود بخود صاف ہو جائے۔ مگر کسی بہن نے ایسا نہیں کیا۔ میرے نمونوں کے خطوں سے علی گڑھ کے ایک بزرگ کے لطیف احساسات کو ناقابل برداشت صدمہ پہنچا جس کا مجھے بیحد افسوس ہے۔ میں منیجر صاحب قبلہ کی ممنون ہوں۔ کہ انہوں نے میری ہدایت اور رہنمائی کی خاطر ان بزرگ سے بھی یہی درخواست کی ہے کہ وہ روشن خیال۔ باریک بیں اور اعلیٰ خیالات رکھنے والے فریقین کی طرف سے دو نمونے کے خط شائع فرمائیں۔ ان نمونوں کا بھی عرصے سے انتظار ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے۔ کہ اس مجوزہ مراسلت کا مقصد کیا ہے۔ اور وہ کس حد تک اس مراسلت سے پورا ہو سکتا ہے۔

بہن نذر سجاد سے استدعا ہے۔ کہ وہ میرے اس عریضے کو قابل توجہ سمجھیں۔ تو تہذیب میں اپنے خیالات سے ممنون فرمائیں۔ کیونکہ عصمت میرے پاس نہیں آتا۔

میں منیجر صاحب رسالہ عصمت کی شکر گزار ہوں۔ کہ انہوں نے یہ خاص پرچہ مجھے مرحمت کر دیا۔ اور اس وجہ سے یہ مضمون میری نظر گزر گیا۔ خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از برلی

منیجر عصمت میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ میری نظر سے بھی گزرا۔ تہذیب کی کسی تحریر کا جواب تہذیب ہی میں ہونا چاہئے۔ میں نے اس بحث کو ہرگز بند نہیں کیا۔ ہمیں شوق سے اس کے جواب کا انتظار ہے۔

یہ تری چھیڑ مہ عید ناگوار ہے آج

تجھے خبر بھی ہے مجنوں۔ کہ نجد میں لیلیٰ۔
نصیبِ دشمناں بیمار ہے۔ نزار ہے آج
نہ یہ محل ہے۔ نہ موقع ہے خاکساری کا۔
کہ ذرہ ذرہ بیاباں کا سوگوار ہے آج
بہ ادعائے محبت یہ تیری بے فکری
یہ تیری عیش پرستی بھی یادگار ہے آج
یہ مانا کوچۂ دلدار کی ہیں راہیں بند۔
قفس میں کیوں نہیں آخر تو بیقرار ہے آج
نہ راستے کا پتہ ہے نہ رہنمائی کا۔
تمام قافلہ والوں کو انتشار ہے آج
نشان مٹ گئے عہد بہار کے اپنے۔
ہلال عید ہی دھندلی سی یادگار ہے آج
کہاں ہیں آبلہ پایانِ دشتِ جانبازی
کہ خارزارِ ستم چشمِ انتظار ہے آج
صلائے عام ہے ہر صاحب گریباں کو۔
حجاب محملِ لیلےٰ کا تار تار ہے آج
غضب ہے اے مژہ دیدہ یہ نظر بندی

جگر میں خون کا ہر قطرہ بیقرار ہے آج،
ہمارے غمکدۂ عشق میں خوشی کیسی۔
یہ تری چھیڑ یہ عید ناگوار ہے آج ۔
"نقاد"

محفل تہذیب

جو جو محترم بہنیں میرے بچے کے لئے دعا کر رہی ہیں۔ اور جنہوں نے از راہ ہمدردی مجھے عیادت کے خطوط لکھے۔ ان کا میں بے حد شکر گزار ہوں۔ بچے کے بخار کو آج چھبیسواں دن ہے۔ مگر اللہ کے فضل سے بچے کی حالت رو بہ اصلاح ہے۔ بخار بہت ہلکا ہو گیا ہے۔ بعض وقت نارمل بھی ہونے لگا ہے۔ خاکسار سید ممتاز علی

تہذیبی بہنیں سالگرہ نمبر کا خاص خیال کریں۔ جو ۲۰ جولائی کو شائع ہونے والا ہے۔ اس نمبر میں چھوٹے چھوٹے مختصر مضامین کی ضرورت ہے۔ مثلاً سفر ریل کے تجربے۔ بہنوں سے ملاقاتیں۔ خانہ داری کے خاص تجربے

رسید۔ جناب منیجر صاحب سلامت۔ آپ کا روانہ کردہ مبلغ (۱۱۸) بحرف ایک سَو اٹھارہ روپے وصول ہوئے۔ یکم جون ۱۹۲۷ء
محمد عبدالرحمٰن (مریض جذام) مسجد گلی۔ کا کناڑہ

میں نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میری عزیز بھاوج اہلیہ عبداللہ حسین شریف صاحب بی اے علمدار بیلور اردو لوئر سکنڈری فسٹ کلاس میں پاس ہوئیں۔ میرے بھائی مسعود شریف صاحب امسال انٹرنس میں کامیاب ہوئے۔ اس خوشی میں مبلغ دو روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ خدمت ہیں۔ امۃ المتین بیگم بنت محمد سعید شریف صاحب بنگلور

مجھے نرالی پیاری سہیلی کی ضرورت ہے۔ وہ کہاں سے اور کس قیمت کو دستیاب ہو سکتی ہے۔ حاجتمند

نہایت رنج و افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کہ ڈاکٹر محمد اجمل حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن (لاہور) کی شیرخوار صاحبزادی (مولوی البشیر الدین احمد صاحب دہلوی کی نواسی) نے بتاریخ ۲۶ مئی ۱۹۲۷ء کو بمقام لاہور انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ بچی مرحوم کے والدین اور جملہ عزیزوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

یہ **مضامین** درج کئے جائیں گے:۔

پھولوں کا رونا　　ع۔ش
گلاب　　صحرائی

یہ **مضامین** درج نہ ہوں گے:۔
مناجات۔ ابراہیمی قربانی۔ وجود باری نظم۔ حقوق الرجال اصول خانہ داری۔ نصاب اور معلمات۔ تماکو نوشی۔

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

یونانی شادی

یونانی دیہات میں کسی کو شادی میں شامل ہونے کے لئے مدعو نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ہر شخص خود ہی سمجھ لیتا ہے۔ کہ دعوت کو کامیاب بنانے کے لئے میری شمولیت نہایت ضروری ہے۔ گرجا میں تمام رسوم نہایت متانت اور سنجیدگی سے ادا کی جاتی ہیں۔ دلھن کے رشتہ دار اکثر دو چار آنسو بہا دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات پھوٹ پھوٹ کر بھی رونے لگتے ہیں۔

شادی در اصل دولھا کے گھر پہنچ کر شروع ہوتی ہے۔ جہاں دولھا اور دُلھن کو بذات خود مہمانوں کی تمام ضروریات کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ یوں تو کھانے پینے کی سب چیزیں افراط سے جمع ہوتی ہیں۔ لیکن ایک قسم کے لذیذ قورمہ اور پلاؤ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ جو قیمہ پیاز اور لہسن سے مرکب ہوتا ہے۔ ہر مہمان جہاں جی چاہے بیٹھ جاتا ہے۔ اور پلیٹ اور چمچہ جو گھر سے اپنے ساتھ لانا پڑتا ہے۔ نکال کر اپنے سامنے رکھ لیتا ہے۔ دولھا دُلھن اِدھر اُدھر مہمانوں کی پلیٹیں بھر بھر کر "کھائیے۔ یہ لیجئے۔ کھائیے بھی" کہتے پھرتے ہیں۔ لیکن خود دولھا یا دلھن کو ضیافت کے شروع میں ذراسی چیز کھانے کی بھی اجازت نہیں۔ یہ دستور قدیم ذرا بھی توڑا جائے۔ تو لوگ نام دھرنے لگتے ہیں۔ مہمان کھانا کھاتے وقت بالکل چپ چاپ رہتے ہیں۔ پانی کی جگہ "ناسٹیکا" کے جام اُڑتے ہیں۔ جو ایک قسم کی خانہ ساز برانڈی ہوتی ہے۔

جب میزبان دیکھتا ہے۔ کہ اب مہمان پیٹ بھر کر کھا چکے ہیں۔ تو وہ اشارہ کرتا ہے۔ گھنٹی بجتی ہے۔ فوراً سب لوگ کھانا پینا چھوڑ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور آپس میں بات چیت اور گانا بجانا شروع ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض مہمان یونہی شور بھی مچانے لگتے ہیں۔ پھر بینڈ آجاتا ہے۔ اور صبح تک رقص کی محفل گرم رہتی ہے۔ گانے عموماً ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ مہمان اپنا اپنا پارٹ اگرچہ آہستہ آہستہ ادا کرتے ہیں۔ لیکن عین دستور کے مطابق۔ ان کا رقص حقیقت میں اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ کہ لٹو کی طرح چکر کھاتے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے۔ کہ ان پر تکان کے ذرا بھی آثار معلوم نہیں ہوتے۔ اگر کوئی شخص ذرا آرام کرتا

چلاہے۔ تو چکر کاٹنے چھوڑ کر دہیں فرش پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ جاتا ہے۔ ماسٹیکا کا ایک جام پی کر تازہ دم ہو جاتا ہے۔ اور پھر اُٹھ کر وہی رقص شروع کر دیتا ہے۔

پَو پھٹتے ہی رقص کا آخری دور ہوتا ہے۔ پھر مہمان بلند آواز میں دولھا دلھن کا شکریہ ادا کرتے اور دعائیں دیتے رخصت ہو جاتے ہیں۔

والدین کی کوتاہیاں

(ایک نئی روشنی کی لڑکی کے قلم سے)

لندن کی ایک نئی روشنی کی لڑکی نے جو لیڈی اسکوئتھ کی ایک انجمن کی ممبر ہے۔ اس مضمون میں صاف صاف طریق پر یہ بتلایا ہے۔ کہ آجکل کی لڑکیاں اپنے والدین کی کن باتوں کو کوتاہیاں سمجھتی ہیں۔

آج کل والدین کے فرائض کے مسئلہ پر بہت بحث مباحثہ ہو رہا ہے۔ والدین کو یقیناً یہ بات اچھی طرح معلوم ہو چکی ہے۔ کہ دنیا بھر میں والدین اور بچوں کے درمیان ایک مُسلسل کشمکش جاری ہے جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ طرفین کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل معلوم ہوتی ہے۔

اکثر باتوں میں بچے قصوروار ٹھہرائے جا سکتے ہیں۔ اور اکثر میں والدین۔ سب سے پہلے ہم اپنے بچپن کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اس وقت والدین کا سلوک ہمارے ساتھ کیسا تھا؟ کیا وہ ہمدردی سے ہماری حالت کا صحیح اندازہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یا صرف ہماری اصلاح کا خیال مدنظر رہتا تھا۔ یا انہوں نے نہایت بے پروائی سے ہمیں نانی یا کھلائیوں کے رحم پر چھوڑ رکھا تھا؟ ہم میں سے اکثر کے دل میں اپنے بچپن کی یاد آنا کا یہ فقرہ ہوگا۔ "اچھا چلو تمہاری امی کو بتاتی ہوں"۔

اُدھر بعض والدین ایسے ہیں۔ جنھوں نے اولاد کو بچپن میں اپنی تمام تر توجہ کا مرکز بنا رکھا تھا۔ اور انہیں اس بات کا خیال ہی نہیں۔ کہ اب ہمارے بچے جوان ہو گئے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے بچوں سے اسی طرح پیش آتے ہیں۔ گویا وہ ابھی تک پانچ پانچ سات سات سال کے ہیں۔

بعض والدین اس بات کی سخت شکایت کرتے ہیں۔ کہ ہماری اولاد ہمیں ہر معاملے میں محرم نہیں بناتی۔ وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ اس کی وجہ آزادی ہے۔ اور بچوں کو خود مختاری سے فطری محبت ہے۔ انہیں یہ محسوس کر کے خوشی ہوتی ہے۔ کہ ہم اپنی زندگی اپنے بھروسے پر بسر کر رہے ہیں۔ اور ہم اپنے متعلق تمام مسائل کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ نوجوان ہر بات کا علم ذاتی تجربے سے حاصل کرنے کے لئے ہر قیمت ادا کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔

اگرچہ والدین انہیں اس سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اکثر بچے والدین کو

اپنا رازدار بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ ڈرتے ہیں۔ کہ والدین ہمارے احساسات کا صحیح اندازہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ اور اس لئے ہمیں ان سے وہ ہمدردی حاصل نہیں ہو سکتی جس کی ہمیں توقع ہے۔

والدین اس خلیج کا اندازہ نہیں کرتے جس کا مختلف زمانوں کے انسانوں کے درمیان حائل رہنا لازمی امر ہے۔ بعض مائیں اپنی جوانی کا زمانہ واپس لاکر اپنی لڑکیوں کی بہترین دوست بننے کی کوشش کرتی ہیں مگر وہ سمجھتی ہی نہیں۔ کہ ایسا ہونا قطعاً ناممکن ہے۔ بہن یا سہیلی کی جگہ ماں ہرگز نہیں لے سکتی۔

معمولی رسم و رواج کی محبت یا نفرت کا مسئلہ بھی والدین یا لڑکیوں کے لئے بہت پیچیدہ ہے۔ اگرچہ بڑے ہو کر ہم اکثر اپنے والدین کے شکرگزار ہوتے ہیں۔ کہ انہوں نے چند مفید قواعد وضع کر رکھے تھے۔

اس خلیج کے دن بدن وسیع تر ہوتے جانے کا ایک باعث یہ بھی ہے۔ کہ جو چیزیں لڑکیوں کو بے حد پسند ہوتی ہیں۔ ان میں اکثر والدین کو کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ وہ موجودہ کھیلوں کے ذکر پر ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔ انہیں آج کل کی شاعری اور مصوری میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ اور اس حد کے ناول تو انہیں بالکل پسند نہیں آتے۔ جس کی وجہ اکثر یہ ہوتی ہے۔ کہ آج کل کے ناول ان کے مقرر کردہ اخلاقی معیار پر پورے نہیں اترتے۔

موجودہ طرز زندگی میں بھی والدین ہمارے دوش بدوش نہیں چل سکتے۔ آج کل نوجوان حوصلے اور ہمت کے پتلے ہوتے ہیں۔ اور ہر وقت مستعد اور مصروف رہنا پسند کرتے ہیں۔ والدین ہمارے اس اضطرار میں شامل نہیں ہو سکتے۔ اور پھر جس وقت ہم دوسری حد پر پہنچ جاتے ہیں۔ یعنی سب کام دھندا چھوڑ کر دماغی اور جسمانی محنت کی کسل دور کرنے کے لئے سیر و تفریح میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس وقت بھی وہ اس کی ضرورت یا خوبیوں کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ادھر ہم بھی ان کی سی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ کہ کام۔ تفریح اور آرام کا ایک خاص معیار مقرر کر لیا۔ اور عمر بھر اسی پر کاربند رہے۔ ہمارے لئے تنوع نہایت ضروری ہے۔

والدین کے متعلق ہمارے جذبات اگلے زمانے کے لوگوں سے بہت مختلف ہیں۔ ہم میں سے شاید ہی کوئی والدین کی عزت کرنے کا دعوے کر سکتا ہو زیادہ سے زیادہ ہمارے جذبات ان کے متعلق اُنس اور حفاظت ہوتے ہیں۔ ہم انہیں پریشانیوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔

جو والدین یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے بچے بالکل ہمارے ہم خیال ہوں۔ انہیں ہمیشہ ناکامی ہوتی ہے۔ وہ دنیا کے مسلسل اور لازمی ارتقا کی مخالفت

کرتے ہیں۔ نوجوانی اس ارتقار کی مشنری کا ایک حصہ ہے۔ اور ہمیں پُرانی روش پر چلنے کے لئے مجبور کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی گاڑی کو اُلٹا چلانے کی کوشش کرے۔

اب یہ خیال ہمارے دماغ پر حاوی نہیں رہا کہ والدین مکمل عقل کے مالک ہیں۔ اور ہمیں صرف ان کے تجربے سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اب ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ مکمل سمجھ بوجھ اور کام کرنے کی قابلیت انسان میں جوانی ہی کے دنوں میں ہوتی ہے۔ ہمارے والدین کا یہ دل پسند مقولہ اس زمانے پر عائد نہیں ہوتا۔ کہ کاش جوانوں میں بوڑھوں کے برابر عقل اور بوڑھوں میں جوانوں کے برابر طاقت ہوتی!" ہمیں ان کی برابر بلکہ اکثر حالتوں میں ان سے زیادہ سمجھ بوجھ حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی بات عموماً نامعلوم طور پر ان کی پریشانی کا باعث ہوتی ہے۔

اب ہمارا سب سے بڑا مقصد یہ ہونا چاہئے۔ کہ اس وسیع خلیج کو درمیان سے ہٹا دیا جائے۔ لیکن اسے حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں۔ کہ ایک جانب بالکل ہتھیار ڈال دے۔ دونوں کو تھوڑا تھوڑا جھکنا پڑے گا۔ اولاد کو دو باتیں ضرور یاد رکھنی چاہئیں۔ جنہیں وہ اکثر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اوّل تو ان کے دل میں اپنے والدین کے لئے شکر گزاری اور احسان مندی کے جذبات ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ہماری زندگی کی اکثر خوشیاں ہمیں ان ہی کی بدولت نصیب ہوتی ہیں۔

دوسری یاد رکھنے کے قابل بات یہ ہے۔ کہ والدین کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر نہیں رہے گا۔ اس لئے ہمیں بے نفسی سے کام لے کر ان کے آخری ایام کو نہایت خوشگوار بنانا چاہئے جس سے خود ہمیں بھی بے انتہا مسرت حاصل ہوگی۔

٭

چائے کی پتیاں مت پھینکو

یہ اَور کچھ نہیں۔ تو ان پودوں کے لئے کھاد کا کام تو دے سکتی ہیں۔ جو گملوں میں لگا کر گھروں میں رکھے ہوتے ہیں۔ لیکن ان سے ایک اَور مفید کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ سفید انیمل کے کسی پُرانے برتن میں ہفتے بھر کی پتیاں جمع کر لو۔ اس میں ایک چوتھائی گیلن کھولتا ہوا پانی ڈالو۔ اور ایک گھنٹے تک پڑا رہنے دو۔ لیکن اس سے زیادہ دیر نہ پڑا رہے۔ پھر احتیاط سے نتھار کر پانی کو کسی بوتل میں بھر لو۔ اسے نرم فلالین کے ٹکڑے کے ساتھ آئینہ یا کھڑکی کے شیشے پر ملیں۔ تو فوراً چمکنے لگے گا۔ روغنی لکڑی صاف کرنے کے لئے بھی اس سے بہتر اَور کوئی چیز نہیں۔

٭

امریکہ کی گورنمنٹ کالج کے طلباء کے فٹ بال کھیلنے پر چار ہزار پونڈ سالانہ صرف کرتی ہے۔

خبریں اور نوٹ

انگورہ کی خبر ہے۔ کہ ترکی جمہوریت کے صدر غازی مصطفیٰ کمال پاشا مانٹی نگرو کی ایک سترہ سالہ لڑکی سے شادی کریں گے۔

مصر و برطانیہ کی شکر رنجی کے سلسلے میں پچھلے ہفتے جس برطانی یادداشت کا اقتباس چھپ چکا ہے اس کا جواب حکومت مصر کی طرف سے برطانیہ کو بھیجدیا گیا۔ اس تحریر کا لب ولہجہ بعض باتوں کے متعلق مصالحانہ ہے۔ اور بعض معاملات کے متعلق تشریح طلب ہے۔

حکومت برطانیہ جلد ایک دوسری یادداشت حکومت مصر کے حوالے کرے گی۔

سلطان ابن سعود نے "شاہ نجد" کا لقب اختیار کیا ہے۔ اس پر فرانس اور ہالینڈ کی حکومتوں نے انہیں مبارک باد کے پیغام بھیجے ہیں۔

مصر کی مشہور حقوق طلب خاتون ہدیٰ شعراوی نے ایک یورپین لیڈی سے دوران ملاقات میں کہا۔ کہ ہم مصری عورتیں مردوں کے برابر حقوق حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں ہم چاہتی ہیں۔ کہ ایک مرد صرف ایک ہی عورت سے شادی کرے۔ مرد عورتوں کو احترام کی نظر سے دیکھیں۔ عورتیں اپنے مالی معاملات میں آزاد ہوں۔ اور انہیں بھی طلاق لینے کا حق حاصل ہو۔

مصری بنک کی ایک شاخ آیندہ جولائی سے پیرس میں کھولی جائے گی۔ اس کی افتتاحی رسم شاہ مصر اپنی سیاحت پیرس کے دوران میں ادا کریں گے۔

انگلستان میں اشیاء خوردنی کی قیمت میں اتنی کمی ہوگئی ہے۔ کہ اس کی نظیر پچھلے دس سال میں نہیں ملتی۔ اسی طرح بے کاروں کی تعداد اتنی گھٹ گئی ہے۔ کہ گزشتہ سات سال میں کبھی نہیں گھٹی۔ ۲۳ مئی کو وہاں کے کل بے کاروں کی تعداد ۹ لاکھ اکھتر ہزار دو سَو تھی۔ جو پچھلے ہفتے سے بقدر اٹھائیس ہزار آٹھ سو سترہ اور پچھلے سال سے بقدر چھ لاکھ اُنیس ہزار چار سَو اناسی کم ہوگئی ہے۔

پچھلے ہفتے ماہر پرواز مسٹر لنڈبرگ کا کارنامہ چھپ چکا ہے۔ لیکن ایک دوسرے امریکن ہوا باز مسٹر چیمبرلین ان سے بھی بازی لے گئے۔ انہوں نے نیویارک سے برلن تک ایک ہی پرواز میں پہنچنے کی کوشش کی۔ مگر ۴۲ گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد برلن کے قریب پہنچ کر پٹرول کی کمی کے باعث اُترنے پر مجبور ہوئے۔ اس رکاوٹ کے باوجود انہوں نے بلحاظ دوری سفر مسٹر لنڈبرگ کو شکست دیدی۔

امریکیہ میں مسٹر چیمبرلین کی کامیابی پر بہت خوشی منائی گئی۔ چیمبرلین کی بیوی نے کہا۔ کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا۔ کہ وہ ایسے خطرناک سفر کے لئے جا رہے ہیں۔ تو میں ہرگز نہ جانے دیتی لیکن اب میں ان کے کارنامے پر فخر کرتی ہوں۔

وارسا کے ایک قلعہ میں جنگ کے زمانے کا کچھ گولہ بارود پڑا تھا۔ اس میں یکایک آگ لگ گئی۔ ۱۰ آدمی مرے۔ اور دو سو سے زیادہ سخت زخمی ہوئے۔ نقصان کا اندازہ پانچ لاکھ پونڈ کیا گیا ہے۔

ڈبلن (آئرلینڈ) میں ان دنوں آزاد ریاست کے انتخابات ہو رہے ہیں۔ حکومت پرست اور جمہوریت پسندوں کا سخت مقابلہ ہے۔ حکومت پرست جماعت کے رہنما مسٹر کاسگریو اور جمہوریت پسندوں کے لیڈر مسٹر ڈی ویلرا ہیں۔ جمہوریت پسندوں کے انتہا پسند طبقے کی طرف سے مس میری میکسوینی کھڑی ہوئی ہیں۔ آپ زندہ جاوید آئرش لیڈر مسٹر میکسوینی کی بہن ہیں۔ جو جیل میں فاقہ کشی سے مرے تھے۔

مسٹر ڈی ویلرا اور دوسرے جمہوریت پسندوں کے منتخب ہونے کی امید ہے۔ لیکن مس میری میکسوینی کے انتخاب کی کوئی توقع نہیں۔ بسلسلۂ انتخابات ڈبلن اور اس کے مضافات میں عورتیں بہت دلچسپی لے رہی ہیں۔

پچاس عیسائی مبلغین کی ایک جماعت ۲۸ دن میں کانسو (چین) سے براہ دریا پیکن پہنچی ہے۔ اس جماعت نے چینیوں کے خوف سے بکریوں کے چمڑے کی کشتیاں بنائیں۔ اور ان کے ذریعے دریا کا راستہ طے کیا۔ پھر بھی جماعت مذکور کا افسر دریا میں ڈوب گیا۔ اور کئی خطرات کے علاوہ اس کو راستے میں چینی ڈاکوؤں سے بھی مقابلہ کرنا پڑا۔

ماسکو میں بیس روسیوں کو اس جرم میں سزائے موت دی گئی۔ کہ وہ بیرونی حکومتوں اور شہنشاہیت پسندوں کی خاطر حکومت سوویٹ کے خلاف کارروائیاں کرتے تھے۔ پھانسی پر چڑھنے والوں میں دو شہزادے بھی تھے۔ ایک شہزادہ پال نامی رومانیا کے راستے سے چھپ کر روس میں داخل ہوا تھا۔

پولینڈ میں روسی سفیر وائی کو وقتل کر دیا گیا۔ اس قتل کی وجوہ سیاسی بتائی گئی ہیں۔ حکومت روس نے پولینڈ کو ایک یادداشت بھیجی ہے۔ اور حکومت پولینڈ کو قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ وہ قاتلوں کو پوری کوشش سے گرفتار کرے اور قرار واقعی سزا دے۔ نیز مقتول کی بیوہ کو بطور خوں بہا ایک بڑی رقم دے۔

چین کے شہر شنگھائی میں چینی عورتوں کا ایک بنک کھولا گیا ہے۔ جس کا سارا سرمایہ عورتوں کی ملکیت ہے۔ اور سارے ملازم کارندے عورتیں ہیں۔ اس بنک کے قیام کا مقصد یہ ہے۔ کہ عو

کو کفایت شعاری اور سرمایہ داری سکھائی جائے
حکومت ایران نے ان عورتوں اور لڑکوں کے لئے قانون بنا دیا ہے - جو قالین سازی کے کارخانوں میں کام کرتے ہیں ۔ اس قانون کی رُو سے لڑکے اور عورتیں آٹھ گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کر سکتیں ۔ لڑکا آٹھ برس اور لڑکی دس برس کی عمر سے پہلے کام نہیں کر سکتی ۔ لڑکیوں کے کارخانے الگ ہیں - اور ان کی نگرانی صرف عورتیں کر سکتی ہیں ۔

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں عید الاضحیٰ بخیریت گزرنے کی خبریں آئی ہیں - البتہ دانا پور (بہار) سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے - کہ وہاں ہندو مسلمانوں کے درمیان فساد ہو گیا جس میں ایک عورت ہلاک ہوئی - اور تین مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں زخمی ہوئے ۔ بنائے فساد یہ ہے - کہ ہندو مکانوں کے اندر گایوں کی قربانی پر معترض تھے - چنانچہ ہندوؤں کے ایک مجمع نے ایک مسلمان کے مکان کو لوٹنے کی کوشش کی - مسلمانوں نے گولی چلائی - جس سے ایک فسادی مارا گیا - پھر پولیس کو بھی گولی چلانی پڑی جس سے دو ہندو زخمی ہوئے - اور مجمع منتشر ہو گیا ۔

ناگپور میں قانون اسلحہ کی خلاف ورزی کے سلسلے میں عورتیں بہت کام کر رہی ہیں - چنانچہ ۹ جون کی شام کو ایک عورت چترابائی کی سرکردگی میں چھ عورتیں اور چند لڑکوں کا جلوس پھر نکلا عورتیں تلواروں سے اور لڑکے نیزوں سے مسلح تھے ۔ تقریباً ایک سو تماشائی جلوس کے ساتھ تھے ۔ چترابائی باقاعدہ ستیہ گرہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں ۔

شدھی سماچار نے حضور دائسرائے کو تار بھیجا ہے جس میں لکھا ہے - کہ سوامی شردھانند کے قتل کے ملزم عبد الرشید کے پس پردہ سازشیوں کا ایک گروہ اب تک آزاد پھر رہا ہے - جس سے متاز اور سربرآوردہ ہندو رہنماؤں کو اپنی جانوں کا خطرہ ہے - اس لئے ضرورت ہے - کہ مذکورہ گروہ کا سراغ لگا کر اسے کیفر کردار تک پہنچایا جائے ۔

کالی گھاٹ (کلکتہ) میں مسٹر سی آر داس آنجہانی کی یادگار تعمیر کرنے کی تجویز ہے ۔ سنگ بنیاد نصب کرنے کی رسم ۱۶ جون کو ادا کی جانے والی تھی ۔

حکومت ہند نے بیرون ہند جانے والے تاروں کی اُجرت کم کر دی ہے - لہذا یکم جولائی ۱۹۲۷ء سے برطانیہ عظمیٰ کو جانے والے تاروں کی اُجرت فی لفظ ایک روپیہ دو آنے ہوگی ۔

سلطان ابن سعود کے ایجنٹ مقیم بمبئی کے پاس مکہ معظمہ سے تار آیا ہے - کہ حج جمعرات کے روز ہوا -

اور تمام حاجی بخیریت ہیں*

ناگپور کی تحریک ہتیار بندی کے لیڈر مسٹر اوادی کو دو الزام میں دو سال اور دوسرے دو الزام میں ایک ایک سال قید سخت کی سزا دی گئی*

احمد آباد کے مندروں سے کچھ بُت چوری ہو گئے تھے۔ پولیس کی تحقیقات پر اس جرم میں دو مسلمان اور ایک ہندو ڈاکٹر منی لال گرفتار کئے گئے۔ اور ڈاکٹر مذکور کے ہاں سے دس بُت برآمد ہوئے* کہتے ہیں۔ ڈاکٹر منی لال اور دوسرے لوگ بتوں کی فروخت کا کام کرتے ہیں*

کپتان جی میلر موٹر سائیکل پر دُنیا کا دورہ کر رہے ہیں۔ وہ تین جون کو کلکتہ پہنچے۔ اور وہاں سے ڈم ڈم کی طرف روانہ ہو گئے*

ریاست کوچین کی قانونی کونسل نے مفت اور لازمی تعلیم کے مسودہ قانون کو پیش کرنے کی منظوری دیدی ہے*

کراچی گڑھ (سندھ) مولانا محمد صادق خزانچی انجمن نو مسلمانان سندھ کے ہاتھ پر ۲۹ آدمی مشرف باسلام ہوئے*

پنڈت موتی لال نہرو کے بھتیجے شیام لال نہرو کی بیٹی شیام کماری نہرو نے ایل ایل بی کا پہلا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اور وہ تمام یونیورسٹی میں اوّل نمبر پر رہیں* آپ بی اے اور ایم اے کے امتحانات میں بھی اوّل نمبر پاس ہوئی تھیں*

رسالہ ورتمان میں دیوی چرن شرما نے ایک مضمون بعنوان "جہنم کی سیر" لکھا تھا۔ جس میں رسول صلعم کی ذات اقدس پر حملے کئے تھے۔ حکومت پنجاب نے اس الزام میں دیوی چرن شرما کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور رسالے کے چھاپنے اور شائع کرنے والے کی گرفتاری کے احکام صادر کر دئے ہیں* دیوی چرن شرما کے مقدمے کی سماعت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کی عدالت میں ۱۳ جون سے شروع ہونے والی ہے*

لاہور کے مسلمان معززین کا ایک وفد سر عبدالقادر کی سرکردگی میں گورنر پنجاب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کتاب رنگیلا رسول کے متعلق عدالت عالیہ پنجاب کے فیصلہ کے بارے میں مسلمانوں کے خیالات پیش کئے* وفد کی معروضات کے جواب میں گورنر بہادر نے بہت ہمدردانہ اور تشفی بخش خیالات کا اظہار فرمایا*

پنجاب یونیورسٹی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ آیندہ ۱۹۲۸ء کے امتحانات انٹرنس میں وہ طلباء شامل نہ کئے جائیں گے۔ جو صوبہ پنجاب کے مستقل باشندے نہ ہوں*

ضلع بہرائچ میں ایک برہمن کے ہاں شادی ہوئی۔ لڑکی کی عمر پونے دو سال اور لڑکے کی عمر سات سال بتائی جاتی ہے*

نمبر مقدمہ ۹۸ اطلاعنامہ حسب دفعہ ۱۰۷ ایکٹ ۲ سنہ ۱۹۰۱ء ممالک مغربی و شمالی

بعدالت جناب مولوی مرزا امیرالدین احمد صاحب بی۔اے اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم

تحصیل پیلی بھیت ضلع پیلی بھیت

چونکہ بمقدمہ نالش رائے بہادر ساہو ہر پرشاد خلف ساہو مکتی رام زمیندار موضع بکڑا باوگنواں پیلی بھیت محال اسمالی چک مستقل بنام عبدالحفیظ خاں عرف منگل خاں وغیرہ کے جو عدالت جناب تحصیلدار صاحب پیلی بھیت میں فیصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان

	روپیہ آنہ پائی	
اصل	۱۷۷-۱۲-۳	بابت بقایا لگان ۱۳۳۱ف لغایت
خرچہ نالش	۳۱-۱۰-۰	۱۳۳۳ف بتاریخ ۱۵ فروری ۱۹۲۷ء
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش	۰-۱۰-۰	صادر ہوئی۔ اور مبلغ ۸ ـــہ ۱۱/۰ جو
خرچہ اجرائے ڈگری	۱۳-۱۱-۳	اب از روئے ڈگری مذکور واجب الادا
سود بابت خرچہ اجرائے ڈگری	۰-۰-۰	ہیں ان کی تفصیل حاشیہ پر درج کی
میزان	۲۲۳-۱۱-۶	جاتی ہے

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا ایفا رہی ہے :-

لہذا بذریعہ اس تحریر کے تم عبدالحفیظ خاں عرف منگل خاں۔ عبدالمجیب خاں عرف منان خاں و عبدالمجید خاں بالغان و عبدالحنیف خاں و عبدالکریم خاں و عبدالغفار خاں و عبدالقیوم خاں نابالغان پسران عبداللطیف خاں قوم پٹھان ساکنان پیلی بھیت محلہ بشیر خاں و نابالغان مذکور بولایت عبدالحفیظ خاں برادر حقیقی و اسداللہ خاں عرف پیارے میاں و عبداللہ خاں قوم پٹھان ساکن پیلی بھیت محلہ بشیر خاں ربریلی محلہ گلاب نگر مزارعان موضع مذکور کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم زر مذکور یعنی مبلغ ۸ ـــہ ۱۱/۰ جو از روئے ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ موصول ہونے اطلاعنامہ ہذا سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم مندرجہ ذیل کھیتوں سے جن کی بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کئے جاؤ۔ تفصیل اراضی :-

پرگنہ پیلی بھیت۔ موضع بکڑا باوگنواں۔ محال اسمالی۔ چک مستقل

نمبر کھیت کا۔ ۸۴۰/۱ ۸۴۰/۲ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۹/۱ ۸۵۹/۲ = ۱۳

رقبہ کھیت کا۔ [illegible]

اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

باجلاس سید حفیظ الدین صاحب سب جج بہادر پرگنہ نکودر ضلع جالندھر

ہری چند ولد کشن چند ذات برہمن سکنہ برجیاں کلاں پرگنہ نکودر مدعی

بنام فیض بخش ولد پیرا۔ اصل۔ محمد بخش ولد دہنا ذات ارائیں ضامن سکنہ رونوتت پرگنہ نکودر۔ فتا ولد ہاشم قوم ارائیں سکنہ بوڑیوال پرگنہ نکودر مدعا علیہم

دعویٰ مبلغ -/12/127 روپیہ بروے تمسک

مقدمہ مندرجہ عنوان میں رپورٹ پیادہ سے پایا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہم مذکوران کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ لہٰذا مدعا علیہم مذکوران بالا کے نام اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہم ہذا 7/12/27 کو اصالتاً وکالتاً یا مختارتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ نہ کرینگے تو ان کے خلاف کارروائی ضابطہ کے عمل میں آویگی ۔

آج بتاریخ 6/6/27 بثبت دستخط میرے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا ۔

دستخط حاکم   مہر عدالت

ضرورت

میونسپل گرلز مڈل سکول کیمل پور کے لئے دو معلمہ کی ضرورت ہے۔ ایک جو ہندی میں مڈل تک تعلیم دے سکے۔ اس کی تنخواہ چالیس روپے ماہوار ہوگی۔ دوسری جو اُردو میں مڈل کی جماعتوں کو تعلیم دے سکے۔ اس کی تنخواہ تیس روپے ماہوار ہوگی۔ جو امیدوار سلائی کا کام اچھا جانتی ہونگی۔ ان کو ترجیح دیجائیگی۔ درخواستہائے بمعہ نقول سرٹیفکیٹ دفتر کمیٹی میں ۲۵ جون ۱۹۲۷ء تک پہنچ جانی چاہئیں ۔

سکرٹری میونسپل کمیٹی کیمل پور

ضرورت

ایک اعلیٰ معزز تعلیم یافتہ خاندان کی نجیب الطرفین سید لڑکی کے لئے جو خوبصورت تعلیم یافتہ مہذب ہنرمند اور تمام محاسن انسانی سے متصف ہے ایک معزز خاندان کے نوجوان بر کی ضرورت ہے جو یورپ کا تعلیم یافتہ معزز عہدہ دار ہو یا آزاد پیشہ کرتا ہو۔ مثلاً بیرسٹری۔ ڈاکٹری وغیرہ۔ بہت کافی جائداد رکھتا ہو۔ روشن خیال ہو۔ عمر تیس بتیس سال سے زائد نہ ہو۔ نسب میں سید یا شیخ ہو اور اپنی نجابت خاندان کا ثبوت دے سکے۔ سنی المذہب ہو۔ خطوط جلد سے جلد بنام ع۔ معرفت منیجر تہذیب نسواں لاہور آنے چاہئے

بہ ایڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم بہ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا اور سید امتیاز علی مالک و پبلشر نے دفتر تہذ

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک ۵ روپے پیشگی

جلد ۲۹	لاہور ہفتہ ۲۵ جون ۱۹۲۷ء	نمبر ۲۶

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

روشنک بیگم

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت میاں محمد عبدالعزیز صاحب بی اے سب جج بہادر گورداسپور

ساون سنگھ ولد گورکھ سنگھ ذات جٹ ۔ سکنہ ردسہ تحصیل گورداسپور

بنام

گنڈا سنگھ وغیرہ سکنائے ردسہ تحصیل گورداسپور

دعوےٰ ماصہ روپیہ

مقدمہ مندرجہ بالا میں لابھ سنگھ ولد گنڈا سنگھ ۔ اندر سنگھ ولد راؤ سنگھ ذات جٹ سکنائے ردسہ تحصیل گورداسپور مدعاعلیہم تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں۔ لہذا ان کے نام اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی شائع کیا جاتا ہے ۔ کہ اگر مدعاعلیہم مذکور بتقرر ۲۶ کو اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ نہ کریں گے ۔ تو ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آئے گی +

آج بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا + ۱۵ جون ۱۹۲۷ء

دستخط حاکم　　　　مہر عدالت

ضرورت

ایک اعلیٰ معزز تعلیم یافتہ خاندان کی نجیب الطرفین سید لڑکی کے لئے جو خوب صورت تعلیم یافتہ مہذب ہنرمند اور تمام محاسن انسانی سے متصف ہے۔ ایک معزز خاندان کے نوجوان بزرگی ضرورت ہے۔ جو یورپ کا تعلیم یافتہ معزز عہدہ دار ہو۔ یا آزاد پیشہ کرتا ہو۔ مثلاً بیرسٹری ڈاکٹری وغیرہ ۔ بہت کافی جائداد رکھتا ہو۔ روشن خیال ہو۔ عمر تیس بتیس سال سے زائد نہ ہو۔ نصب میں سید یا شیخ ہو۔ اور اپنی نجابت خاندان کا ثبوت دے سکے۔ سنی المذہب ہو۔ خطوط جلد سے جلد بنام

ع معرفت منیجر صاحب تہذیب نسواں لاہور آنے چاہئیں

عورت کی تعلیم و تربیت

مرد کی تعلیم و تربیت پر مقدم ہے

سال گزشتہ تعلیم نسواں کے عنوان سے میرا ایک مضمون تہذیب میں شائع ہوا تھا۔ اور اس میں میں نے ڈرتے ڈرتے عورتوں کی تعلیم و تربیت کو مردوں کی تعلیم و تربیت کے برابر ضروری لکھا تھا۔ اور مثال اپنے ایک بزرگ کی لکھی تھی۔ کہ وہ بوجہ کثیر العیال ہونے کے اپنی تمام اولاد کو تعلیم کے لئے علی گڑھ نہ بھیج سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے لڑکیوں کو تو مسلم گرلز اسکول علی گڑھ بھیج دیا۔ اور لڑکوں کا مقامی سرکاری اسکول میں انتظام کر دیا۔ اگر کوئی اس پر اعتراض کرتا ہے۔ تو ارشاد ہوتا ہے۔ کہ لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کے ذرائع محدود ہیں۔ اور لڑکوں کی اعلیٰ تعلیم ہر جگہ ممکن ہے۔ دویم لڑکیوں کی حق تلفی صدہا سال سے ہوتی آرہی ہے۔ اور تعلیم نسواں کی حالت نہایت خراب ہے۔ اس کی اصلاح کی زیادہ ضرورت ہے"۔

اس پر تہذیب میں ایک عرصہ تک مخالف و موافق مضمون نکلے۔ میرا مطلب ان تلخ واقعات کی یاد دہانی کرنا نہیں ہے۔ بلکہ یہ بات اس طرح تازہ ہوئی۔ کہ میں رسالہ معین نسواں بمبئی کے پرانے پرچے دیکھ رہی تھی۔ کہ اس میں ایک خط بزبان فارسی حضرت آقائے ثقتہ الاسلام دام فیوضہم کا نظر سے گزرا۔ آپ کی ذات والا صفات دنیائے اسلام میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ تاہم اڈیٹر صاحبان کے تعارفی نوٹ اور اصل مضمون کا ترجمہ جس کا عنوان ممدوح نے وہی رکھا ہے۔ جو میرے اس مضمون کا ہے درج ذیل کرتی ہوں۔ امید کہ ناظرات اس سے فائدہ اٹھائیں گی۔

نقل نوٹ۔ مجتہد عظیم علامہ باعمل حضرت آقائی ثقتہ الاسلام کی اسلامی خدمات ایران و ترکی کے شہریار و امراء و وزراء تسلیم کر چکے ہیں۔ ممدوح نے اپنی دولت۔ بہبود قومی خصوصاً ترقی تعلیم کے لئے صرف کر دی۔ نجف اشرف اور دیگر مقامات میں اعلیٰ خدمات انجام دینے کے بعد اب بمبئی میں اعلیٰ و قابل قدر کام کر رہے ہیں۔ خاص طور سے قابل ذکر یہ امر ہے۔ کہ آپ نے لڑکیوں کے لئے ایک مدرسہ عرصہ سے جاری کر رکھا ہے۔ اور بلا خوف لومتہ لائم تعلیم نسواں کے سلسلے میں جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ ہم نہایت مسرت کے ساتھ آپ کے اس مکتوب کو شائع کرتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہے:۔

جناب مدیران محترم رسالہ معین نسواں دام توفیقہما۔ احقر نے دل سے نہایت سچائی کے ساتھ آپ کو اپنے مبارک رسالہ معین نسواں کے جاری کرنے پر دنیا بھر کی مسرت اور خوش خبریوں کے ساتھ مبارکباد دیتا ہے۔ زنانہ رسالہ جاری کرکے آپ نے سب سے اچھی عبادت اور سب سے بہتر خدمت بنی نوع انسان کی اپنے ذمہ لی ہے۔ ہمت رکھو۔ اور استقلال

کے ساتھ اس نیک کام کو انجام کو پہنچاؤ۔ اور منزل
مقصود پر پہنچو۔ اور اپنی بے کس اور بے بس بہنوں کی
خدمت اپنے سنہری قلم و آتش بیانی سے انجام دو۔
ان کے اخلاق کی اصلاح کرو۔ اور ان کی رہنمائی
کر کے انہیں قعر جہالت سے باہر نکالو۔ کیونکہ جہالت
کے شر سے بچانا اور انہیں راہ راست پر لگانا آپ
پر فرض ہے ۔ اے معزز اڈیٹران معاونین نسواں!
پیغمبر اکرم صلعم نے عورتوں کو خوشبو سے تعبیر کیا ہے۔
ان کی تعلیم و تربیت کرنا۔ ان کی ترقی کا سامان بہم
پہنچانا۔ اور انہیں پند و نصیحت کرنا میری ازلی آرزو
ہے جسے میں دل سے چاہتا ہوں ۔ میری رائے
میں عورتوں کی تعلیم و تربیت مردوں کی تعلیم و تربیت
سے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ اول تو عورتیں مردوں
کی مربی اور ان کی ماں ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ بچپن
میں ہر مرد عورت کے مہد نوازش و گہوارۂ پرورش
میں بڑھتے پلتے ہیں۔ اور ماں کی محبت بھری
آغوش میں پناہ پاتے ہیں۔ وہ ماتا کے دامن
میں ان کی تربیت کرتی ہے۔ اور اس طرح مرد
پرورش پاکر جوان ہوتے ہیں۔ اگر عورتوں میں
علم اور اچھے اخلاق نہ ہوں۔ اور وہ شاہراہ ترقی
سے بے بہرہ ہوں۔ اور زیور علم و کمال سے آراستہ
نہ ہوں۔ اور ان کے اخلاق پیراستہ نہ ہوں۔ تو اپنے
لڑکوں کی جو اگلے زمانے کے مرد ہوتے ہیں۔ اچھی
طینت کو خراب کردیں۔ اور ان کی ضمیر کے آئینے
میں زنگ لگا دیں۔ اور ان کی خوبیوں کو خرابیوں
سے تبدیل کردیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے
کہ تمام بچے فطرت اسلام پر پیدا ہوتے ہیں۔ بعد میں
ان کے ماں باپ انہیں یہودی۔ نصرانی اور مجوسی
کر لیتے ہیں۔ اگر ماں کی تعلیم و تربیت اچھی ہوگی
تو وہ بچوں کو بھی اچھا کرلے گی۔ اور خراب ہوگی
تو اس کا خراب اثر بھی بچوں پر ہوگا۔ تو پھر لائق
مرد کہاں سے آسکتے ہیں؟

دوم مردوں کے لئے ہر جگہ مدرسے ہیں۔ جہاں
رہ کر ان کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے۔ اس کے
علاوہ مجلس۔ محفل۔ وعظ۔ لکچر وغیرہ کی شرکت سے
ان کی تربیت جاری رہتی ہے۔ لیکن عورتیں پردہ
کی وجہ سے گھروں کے کونوں میں چار دیواریوں
کے اندر ماؤں کی نظروں میں رہتی ہیں۔ اس لئے
ان کی تعلیم و تربیت ٹھیک نہیں ہوتی۔ اور اسی
طرح عمر گزر جاتی ہے۔ ہائے افسوس یہ بھی کیا
زندگی ہے۔ جو بالکل جہالت۔ بالکل رذالت۔
بالکل مذلت اور بالکل نکبت میں بسر ہوتی ہے۔
انہیں وجوہ سے شرع کی نظروں اور عقل کے مطابق
اور عرف عام میں عورتوں کی تعلیم و تربیت مردوں
کی تعلیم و تربیت سے زیادہ ضروری ہے۔ ضرورت
ہے۔ کہ انہیں کتب اخلاقی۔ سیاست۔ احادیث
اخبار۔ تمدن وغیرہ کی تعلیم پردہ کے اندر ضرور ہی
دی جائے۔

افسوس ہے۔ کہ حسین و نازنین صنف لطیف
کو جو خدا کی صنعتوں میں سے ایک چیز ہے۔ علم کی لذتوں
سے محروم رکھا جائے۔ جبکہ حدیث شریف طلب العلم
فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ کی رُو سے علم و کمال حاصل
کرنے میں وہ مردوں کے بالکل برابر ہیں۔ ان کی مثال
ایسے پھول کی ہے۔ جو گھورے پر اُگے۔ یا مثل اس
بیج کے ہے۔ جو بنجر زمین میں کاشت کیا جائے۔ ظالم
مردوں نے ان مظلوموں کے حقوق پامال کر دئے
ہیں۔ اور انہیں زندگی کے لطف۔ عزت کی زندگی۔
اور رُوحانی لذت سے جو تعلیم و تربیت سے حاصل
ہوتی ہے محروم کر دیا ہے۔ یہ بہت ہی بُرا کیا ہے۔
ظلم کیا ہے۔ گناہ کیا ہے۔ بارگاہ الٰہی میں ایسا کرنے
والے بہت نادم و شرمندہ ہوں گے۔ کالے مُنہ ہوں گے۔
کچھ جواب بن نہ پڑے گا۔ عُذر نہ کر سکیں گے۔ سخت
غیظ و غضب خداوندی کے سزاوار ہوں گے۔

اے محترم اڈیٹراں! مرد کی ترقی عورت کی ترقی پر
موقوف ہے۔ جب تک عورتیں ترقی نہ کریں گی۔ مرد
ہرگز ترقی نہیں کر سکتے۔ جب تک عورتیں جاہل ہیں
مردوں کا ایک پیر لنگڑا اور ایک ہاتھ شل رہے گا جس
کی وجہ سے تمدن و ترقی کے قاعدے سے پیچھے رہنا
ہوگا۔ مرد و عورت کی مثال ایسے دو مستحکم ستونوں کی
ہے۔ جن پر عمارت کا انحصار ہو۔ اگر ایک ستون بودا
اور کمزور ہو۔ تو کل عمارت خطرے میں پڑ جائے گی۔
جس ماں کی تعلیم و تربیت نہ ہوئی ہو۔ اس کے
دودھ ہی کے ساتھ بداخلاقی بچے کی نس نس میں
سرایت کر جاتی ہے۔ اور خلاف تہذیب الفاظ
ناشائستہ حرکات سے بچوں کی تعلیم و تربیت شروع
کرتی ہے۔ جس کی بدولت بدبخت بچہ تمام عمر بد
اخلاق رہتا ہے۔ اس کا علاج لقمان حکیم بھی نہیں
کر سکتا۔ اور اس کی خباثت و کثافت آب زمزم
سے بھی رفع نہیں ہو سکتی۔ پس جب تک عورتوں
کی تربیت نہ ہو۔ مردوں کی ترقی کا خیال نہ کرنا چاہئے
اس لئے دوبارہ عرض کرتا ہوں۔ کہ تعلیم و تربیت
عورت کی مقدم ہے مرد کی تعلیم و تربیت پر۔ بلکہ
لازم و واجب ہے۔

شکر و احسان ہے خدا کا۔ اور یہ اس کی مہربانی
ہے۔ اور وہ صاحب فضل عظیم ہے۔ خدا نے مجھے زبان و
قلم سے تربیت و ترقی اور تربیت نسواں کی خدمت
کے لئے مامور کیا ہے۔ چنانچہ میں عملی طور پر بہت
برسوں سے یہ کام کر رہا ہوں۔ اور اس صنف
لطیف کی تعلیم و ترقی کو مردوں کی تعلیم پر مقدم قرار
دیا ہے۔ اور اپنے عزیز و اقارب اور طبقہ علماء پر
اس معاملے میں سبقت لے گیا ہوں۔ کیونکہ ان
میں سے کسی نے بھی ابھی تک کسی مدرسۂ نسواں
کی بنیاد نہیں ڈالی۔ چودہ سال سے زائد کا عرصہ ہوا۔
کہ خدا نے مجھے اس کام پر عملی طور سے مامور فرمایا ہے۔
اور مفسد و مطلبی لوگوں کی طعن و تشنیع سے جو انہوں نے
اس کام کے کرنے پر مجھ پر کی۔ اور ان حملوں سے

سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت کا بیان ہے۔ جس میں کسی کو ذرا بھی کلام نہیں ؎

ایک دیسی زچہ خانہ کا نظارہ

اختو۔ اُفوہ!

بختو۔ کیوں کیا ہُوا۔ خیر تو ہے؟

اختو۔ درد بہت ہو رہا ہے۔ مجھ سے تو بیٹھا نہیں جاتا۔ ذرا سا پانی پلا دو۔ پیاس بہت لگی ہے۔ اب مُرغیاں تو مجھ سے بند نہ ہوں گی ؎

بختو۔ تم لیٹ جاؤ۔ مُرغیاں میں بند کر لوں گی؟

اختو۔ خدا کے لئے ایک گھونٹ دیدو۔ پیٹ میں جیسے آگ لگی ہوئی ہے ؎

بختو۔ پانی ذرا گنگنا ہولے۔ تو چار بنا دوں گی۔ پی لینا۔ تم کیسی ناسمجھی کی باتیں کرتی ہو۔ پانی مانگ رہی ہو۔ ایسی حالت میں کہیں پانی دیا جاتا ہے؟ دیکھو نصیبن کی لڑکی کو سُسرال والوں نے بے پروائی سے پانی پلا کر کیسا بیمار ڈالا ہے۔ کہ چھ مہینے ہو چکے پنپنے نہیں پاتی۔ حکیم جی نے حرارت بتلادی ہے ؎

اختو۔ تمہیں حکیم جی کی پڑی ہے۔ چار پانی کچھ دو گی۔ کہ نہیں؟ افوہ! میں مری ؎

بختو۔ دیکھوں ؎

اختو۔ اے ہٹ! کل کی لڑکی چلی ہے میرا پیٹ دیکھنے۔ تو کیا جانے؟

بختو۔ تو میں دائی کو بلوانی ہوں ؎

اختو۔ اچھا اس وقت اَور کون آ سکے گا؟ لاڈو کو میرے نام سے بلا بھیجو۔ مگر چار تو دو۔ حلق میں کانٹے پڑے جاتے ہیں ؎

بختو۔ "ابھی لائی" کہہ کر چولھے کی طرف مُرغیاں کو ہنکاتی ہوئی چلی۔ کہ مرغ جھجک کر اختو کے پلنگ کے نیچے سے سرہانے کی طرف پہنچا۔ اور ککڑوں کوں کی صدا لگائی۔ جس سے اختو کی پیاس میں اَور شدت ہوئی۔ بختو سے چائے کا تقاضا نہیں کرنے پائی تھی۔ نہ مرغ کو اپنے سرہانے سے اُڑا سکی تھی۔ کہ ایک مرغی نے آکر پنجر میں ٹھونگ ماری اور اختو کے لمبے قد کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک پنجوں سے پیمائش کرتی اور نشان چھاپتی ہوئی۔ کُوں کُوں کرتی تیزی سے گزر گئی۔ اور اختو ہاتھ پیر مارتی کی مارتی رہ گئی۔ مرغی کا زمین پر آنا تھا۔ کہ جتنی مرغیاں اور مرغ اور بچے اور چوزے تھے۔ سب کے سب مل کر تمام صحن اور دالان میں پھیل گئے۔ اور "کٹ کٹ کٹاغ" اور "چوں چوں" کی آوازیں لگا کر اختو کی ہمدردی میں ایک زبان ہو کر بختو سے فریاد کرنے لگے۔ اختو بہت چیخی چلائی۔ اور بہت کوشش کی مرغیوں کو چیخ پکار سے روکیں۔ مگر اُس نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا تھا؟ بختو نے ایک پیالے میں دودھ کی چائے اُنڈیلی۔

اور باورچی خانے سے ایک ہاتھ میں لکڑی۔ دوسرے میں پیالہ لے کر کُوڑ کُوڑ کرتی ہوئی مرغیوں کی صف پھاڑتی اختو کے پاس آئی ٭ مرغیوں کی گستاخیاں اختو کی زبانی معلوم ہوئیں۔ جن سے اختو کو اس قدر اذیت ہوئی۔ کہ وہ اپنی اصلی تکلیف تھوڑی دیر کے لئے بالکل بھول گئی ٭ چائے پینے سے انکار کیا۔ مگر بختو کے اصرار پر پیالہ ہاتھ میں لیا۔ اور بختو حسب قرارداد لکڑی لے کر مرغیوں کو دڑبے دڑبے کہتی ہوئی ان کی طرف متوجہ ہوئی ٭

مُرغیوں نے جست کرنا شروع کیا ٭ ایک پایہ پر چڑھ گئی۔ دوسری صلوار پر۔ تیسری الگنی پر لٹک گئی۔ چوتھی بدررو میں چھپ گئی ٭ بقیہ نے پاخانے کا رُخ کیا ٭ مرغ دڑبے تک گیا تھا۔ کہ بختو اسے بند کرنے چلی۔ وہ اُچک کر بختو کے سر سے بلند ہو کر تصدق ہونے لگا ٭ اس سلسلے میں بختو کی نگاہ چھجے تک گئی۔ تو کیا دیکھتی ہے۔ کہ ان کے گھرانے کی قدیم نمک خوار کالی بلی بیٹھی ہوئی پنجے سے منہ صاف کر رہی ہے ٭

یہ دیکھ کر بختو کو مرغیوں کی مردم شماری کرنی پڑی ٭ تب پتہ لگا۔ کہ ایک شیر خوار چتلے بچے کا پتہ نہیں چلتا ٭ بختو بے چاری مرغیوں کو اپنے حال پر چھوڑ کر بلی کے اس سنگین جرم کی رپورٹ کرنے اختو کے پاس پہنچی ٭ ابھی اختو اس افسانہ مصیبت کو پورا سننے نہ پائی تھی۔ کہ بلی نے پھر آ کے کیا۔ اور ایک موٹے تازے پالے پوسے نونہال کو اپنے پیٹ کے دوزخ کا ایندھن بنایا۔ اور بختو اپنی جگہ سے ہلنے بھی نہ پائی تھی۔ کہ بلی یہ جا اور وہ جا ٭ بس اب کیا تھا۔ گھر بھر میں کہرام مچ گیا ٭

اختو نے منہ کھول کر اور ہاتھ پیر رگڑ رگڑ کر پلنگ پر۔ اور بختو نے زبان سے ہاتھ سے اور پیروں سے گھر کے سارے صحن میں ماتم کرنا شروع کیا ٭ جس گھر میں دو قتل ایسی بے دردی سے کر دئیے جائیں۔ کہ مقتول کی لاش تک کا پتہ نہ چلے۔ اس کی تباہی میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟ گھر کی چار دیواری کے اندر مجلس آہ و بکا برپا تھی ٭ کوئی آتا نہ تھا۔ کہ عزیزوں۔ دوستوں اور ہمدردوں کو خبر کرتا۔ جو آ کر تعزیت کرتے ٭ خدا بھلا کرے مقتول کے اہل برادری کا جنہوں نے پکار پکار کر پڑوسیوں کو بلانا شروع کیا۔ اور ان کے طفیل سے اختو بختو کی فریاد بی امیرن کے کان تک پہنچی ٭ وہ گھر سے نکلی ٭ اس نے رحیمن سے کہا ٭ رحیمن نے فہیمن کو پکارا ٭ فہیمن نے نصیبن کو بلایا۔ اور یہ چاروں آگے پیچھے اس ماتم کدہ میں پہنچیں۔ اور ہزار خرابی پانچ سات منٹ کی دوا دوش اور سب کی مشترکہ کوشش سے مرغیوں کی فوج کو صرف اتنی شکست عارضی ہوئی۔ کہ انہوں نے رات بھر کے لئے اپنے دڑبے میں بسیرا کیا ٭

بختو پھر اختو کے پاس آئیں۔ تو اس کی بُری

حالت پائی۔ پیالہ پلنگ کی ادوائن پر آدھی چائے پی کر اوندھا دیا تھا۔ اور بقیہ چائے سے پلنگ کے نیچے چھڑکاؤ کر لیا تھا۔ اور خود پلنگ پر پڑی تڑپ رہی تھی۔ بولا نہیں جاتا تھا۔ اشارہ سے تکلیف کا اظہار کیا۔ بختو بہت گھبرائی۔ امیرن نے بمشورہ فہیمن اختو کو دیکھتے ہی یہ فیصلہ کیا۔ کہ دائی کو فوراً آنا چاہئے۔ چنانچہ امیرن کے بیٹے کلو کو یہ کام سپرد ہوا۔ جو بختو سے پیشگی ایک روپیہ اپنا حق الخدمت لے کر روانہ ہوا۔ اور خود امیرن اور رحیمن اختو کی تیمارداری میں مصروف ہو گئیں۔

(باقی آئندہ) ماخوذ بعد ترمیم و اختصار

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ۔ بریلی

تارا بائی

تارا بائی بیڈور کے رانا رائے سورتن کی بیٹی تھی۔ جو نہلواڑے کے مشہور راجاؤں کے خاندان میں سے تھا۔ تیرھویں صدی میں اس خاندان کے کئی آدمیوں نے وسط ہند میں جا کر سکونت اختیار کی تھی۔ اور رفتہ رفتہ ٹونک تھوڈا پر قبضہ کر لیا تھا۔ سولھویں صدی کے آغاز میں رائے سورتن سے ایک افغان نے تھوڈا چھین لیا۔ اور وہ مجبور ہو کے اپنے وطن بیڈور مارواڑ میں چلا آیا۔ اسی مصیبت کے زمانے میں مشہور تارا بائی پیدا ہوئی۔

تارا بائی کے باپ نے اس کو بہت محبت سے پالا۔ اور اس نے اسے لڑکیوں کے سارے ہنر اور خوبیاں سکھلانے کے علاوہ لڑکوں کے کرتب سکھلانے میں بھی کوتاہی نہ کی۔ چودہ برس کی عمر میں وہ نہایت خوب صورت۔ طاقتور اور تنومند ہو گئی۔ اس وقت یہ اپنے باپ کے جنگی رسالہ کے سرداروں کی مانند لباس پہنا کرتی تھی۔ اور فن تیر اندازی میں یہ ایسی مشاق تھی کہ سرپٹ گھوڑا دوڑاتے ہوئے تیر چھوڑ دیتی تھی تو نشانہ کبھی خطا نہ کرتا تھا۔

اسی اثنا میں رائے سورتن نے کئی مرتبہ اپنے قدیم علاقہ میواڑ تھوڈا کو افغان سردار سے واپس لینے کی جدوجہد کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ لیکن اس وقت تارا بائی کا حوصلہ دیکھ کر اس نے پھر جنگ کی تیاری شروع کی۔ کہتے ہیں۔ کہ جنگ کے وقت تارا بائی زرہ بکتر پہنے ہوئے۔ ہتھیار لگائے۔ تیر کمان کندھے پر ڈالے ہوئے ایک کاٹھیاواڑی گھوڑے پر سوار تھی۔ مگر افغان سردار کی فوج اور سامان بہت تھا۔ اس لئے پھر ناکامی کا منہ دیکھا۔ لیکن انہوں نے حوصلہ ذرا بھی نہ ہارا۔ اور دل میں ٹھان لیا۔ کہ پھر میدان میں نکل کر جنگ کریں گے۔

اب تارا بائی کی شہرت دور دور ہو گئی۔ چنانچہ

بڑے بڑے فاصلے سے راجکمار شادی کی خواہش میں آئے۔ ان میں رانا میواڑ کا تیسرا بیٹا جیمل بھی تھا۔ اس نے پیش قدمی کر کے درخواست کی۔ مگر آخر کار اسے تارا بائی کی طرف سے ایک مختصر جواب ملا۔ کہ علاقہ تھوڈا کو فتح کرو۔ تو میں تمہاری ہوں۔ اس نے بظاہر قبول کر لیا۔ مگر شہر میں ہی چھپا رہا۔ ایک دن رات کے وقت تارا بائی کے محل میں چوری سے جانے کا قصد کیا۔ مگر ڈیوڑھی پر ہی قتل کیا گیا۔

جس کام کو ایک بھائی نہ کر سکا۔ اس کے انجام دینے کے لئے دوسرا مستعد ہو گیا۔ یعنی جیمل کے چھوٹے بھائی پرتھوی راج نے بیڑا اٹھایا۔ کہ تارا بائی کی شرط کو میں پورا کروں گا۔ آخر جب یہ بیدوڑ میں پہنچا۔ تو اس کو بھی وہی جواب ملا۔ جو اس کے بڑے بھائی کو ملا تھا۔ پرتھوی راج نے شرط سنی۔ تو فوراً متانت کے ساتھ جواب دیا۔ کہ میں یا تو علاقہ کو فتح کروں گا۔ ورنہ میں اصل راجپوت نہیں۔

پرتھوی راج نے پانسو سوار چن لئے۔ اور علاقہ تھوڈا پر چڑھ گیا۔ تارا بائی ہمراہ گئی۔ پرتھوی راج مع اپنے ایک جاں نثار ساتھی اور تارا بائی کے شہر میں داخل ہوا۔ سوار باہر چھوڑ دئے۔ افغان سردار اپنے محل سے نکلا۔ تو اس نے اجنبی سواروں کو دیکھ کر دریافت کیا۔ کہ یہ کون ہیں؟

ابھی سوال ختم نہ کرنے پایا تھا۔ کہ پرتھوی راج کے نیزے اور تارا بائی کے تیر نے غنیم کو گرا دیا۔ لوگ اس حادثے کو دیکھ کر سنبھلنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ یہ تینوں اپنی فوج میں شامل ہونے کے لئے بے تحاشا بھاگے۔ مگر اتفاق سے عین راستے میں ایک ہاتھی اڑ گیا۔ اگر اسی وقت تارا بائی ہاتھی کو بھالا مار کر نہ بھگا دیتی۔ تو ان کا وہیں کام تمام ہو جاتا۔ یہاں سے جا کر انہوں نے شہر پر دھاوا کیا۔ اور پل بھر میں اسے تسخیر کر لیا۔ لوگ اپنے موروثی حکمراں رائے سورتن بہادر اور اس کی بہادر لڑکی تارا بائی کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ چونکہ بہادری کے قدرشناس داد دینے میں مذہب اور قومیت کا پاس نہیں کرتے۔ اس لئے تارا بائی کی ہمت اور شجاعت دیکھ کر بہت سے افغان سپاہیوں نے بے ساختہ خوشی کے نعرے بلند کئے۔ اور ان سپاہیوں کو نہایت عزت سے شہر میں پناہ دی گئی۔ فتح کے بعد پرتھوی راج سے تارا بائی کی شادی ہو گئی۔ اس کے بعد یہ بہادر راجپوت رائے سورتن کو انتظام میں مدد دینے کے لئے تھوڈا میں ٹھہرا رہا۔ جب سب طرح سے امن قائم ہو گیا۔ تو بائی تارا نہایت رقت سے اپنے باپ سے رخصت ہو کر اپنے شوہر پرتھی راج کے ہمراہ چلی گئی۔ جب پرتھی راج مع تارا بائی کے اپنے

وطن پہنچا۔ تو اسے معلوم ہوا۔ کہ اس کے چچا سورج مل نے شورش برپا کر رکھی ہے۔ اور رانا رائے مل کو گھیر لیا ہے۔ اگرچہ رانا رائے مل نے جلدی سے جو کچھ ہو سکا کیا۔ اور اپنی تھوڑی سی جماعت سے سورج مل کے دانت کھٹے کر دئے۔ مگر پرتھوی راج اور تارا بائی کی آمد سے لڑائی کا رخ بالکل بدل گیا۔ میدان جنگ میں تارا بائی نے وہ شجاعت دکھائی۔ کہ بڑے بڑے بہادر راجپوت پیٹھ دکھا گئے۔ اور دشمن کی فوج نے بھی تارا بائی کی بہادری پر تحسین و آفرین کے نعرے بلند کئے۔ دو چار دن میں ہی میدان صاف ہو گیا۔ اور رانا رائے مل کو فتح کامل حاصل ہوئی۔

تھوڑے عرصے بعد پرتھوی راج کی بہن کا خط آیا۔ جو سروہی کے راجا کو بیاہی گئی تھی۔ لکھا تھا۔ کہ وہ سخت مصیبت میں ہے۔ راجہ نہایت بدسلوکی سے پیش آتا ہے۔ اگر ذرا بھی چون و چرا کرتی ہوں۔ تو سخت آفت آ جاتی ہے۔ جس طرح ہو سکے۔ جلدی بلا لو۔

جب تارا بائی نے یہ خط پڑھا۔ تو اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اور اپنے شوہر سے درخواست کی۔ کہ جس طرح ہو۔ راجہ سروہی کو سزا دینی چاہئے۔ چنانچہ دونوں اسی وقت چل پڑے۔ جب وہ سروہی کے محل میں پہنچے۔ تو تقریباً آدھی رات کا وقت تھا۔ تارا بائی مع اپنے شوہر کے محل میں داخل ہوئی۔

اور اپنے نندوئی کے سینے پر خنجر رکھ دیا۔ وہ افیم کے نشے میں مدہوش ہو رہا تھا۔ مگر جب اس کو جان کا خطرہ لاحق ہوا۔ تو اس کا نشہ ہرن ہو گیا اور وہ سخت گھبرایا۔ اور نہایت عاجزی سے جان بخشی کی درخواست کی۔ تارا بائی نے اس کو چھوڑ دیا۔ مگر از راہ مذاق کہا۔ کہ وہ اس شرط پر اس کی جان بخشے گی۔ کہ وہ اپنی بیوی کی جوتیاں اٹھا کر اپنے سر پر رکھے۔ اور اس کے پاؤں چومے۔ مگر اس کی بیوی نے خود اس حرکت کو منظور نہ کیا۔ پھر تارا بائی نے اپنے نندوئی کو سمجھایا۔ کہ وہ اپنی بیوی سے بدسلوکی کرنا چھوڑ دے۔ ورنہ اس کے لئے برا ہوگا غرضکہ آپس میں صلح صفائی کر کے وہ رخصت ہونے لگے۔ مگر پرتھوی راج کے بہنوئی نے ضد کر کے اس کو کچھ روز کے لئے ٹھہرا لیا۔ اور تارا بائی واپس چلی گئی۔

جب پرتھوی راج کے رخصت ہونے کا وقت آیا۔ تو اس کے بدباطن بہنوئی نے اسے راستے کے لئے جو مٹھائی دی۔ اس میں زہر ملا دیا۔ تاکہ وہ اپنی بے عزتی کا بدلہ لے۔ جب پرتھوی راج نے راہ میں وہ مٹھائی کھائی۔ تو بری حالت ہو گئی۔ بمشکل اپنی بیوی تارا بائی کو خبر بھیجی۔ مگر افسوس۔ کہ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی پرتھوی راج کا کام تمام ہو گیا۔ اپنے پیارے شوہر کو مردہ دیکھ کر تارا بائی کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ ایک لمبی

آہ کھینچی۔ اور آخری الفاظ جو اس کی زبان سے نکلے۔ وہ یہ تھے "ہائے میرے بچی" بس آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ وہیں اس کے برابر گر کر سسکنے لگی۔ اور کوئی بات اس کی زبان سے نہ نکلی۔ آخر اپنے پیارے شوہر کے ساتھ ستی ہو کر حق جاں نثاری ادا کیا۔

خاکسار محمودہ بیگم۔ امرتسر

خدا واسطے کے دو کام

جن بہنوں کو اپنے صدقوں اور خیرات کے لئے مستحق لوگوں کی تلاش رہتی ہے۔ انہیں معلوم ہو۔ کہ دو بیوائیں اپنی تنگ دستی سے سخت لاچار اور اپنی لاوارث لڑکیوں کے لئے نہایت پریشان ہیں۔ ان میں سے ایک عورت کسی غریب آدمی کی بیوہ ہے۔ جس کا کوئی مددگار نہ میکے میں ہے۔ نہ سسرال میں ہے۔ کئی بچے ہیں۔ جن میں ایک جوان لڑکی بیاہ کے قابل ہے۔ یہ عورت دن بھر اپنے محلے کے لوگوں کی خدمت کر کے کچھ روٹی کچھ پیسے لاتی۔ اور بچوں کو پالتی ہے۔ لڑکی کے لئے ایک مناسب حال لڑکا مل گیا ہے۔ اگر پچیس تیس روپے اسے مل جائیں۔ تو وہ بعد محرم اپنی لڑکی کی فکر سے سبک دوش ہو جائے۔

دوسری بیوہ انقلاب زمانہ کی عبرت انگیز تصویر ہے۔ ڈپٹی کلکٹر کی بہو۔ اور ایک معزز رئیس کی بیٹی ہے۔ اب حال یہ ہے۔ کہ رہنے تک کے لئے جگہ نہیں مسجد کے حجرے میں گزارہ کرتی ہے۔ جوان لڑکی بیاہ کے قابل ہے۔ گزارے کی یہ صورت ہے۔ کہ خوش حالی کے زمانے میں جو کمین خدمت کرتے تھے۔ ان میں سے ایک خدا ترس نائن دونوں وقت روٹی دے جاتی ہے۔ جس دن وہ نہیں لا سکتی۔ فاقہ گزر جاتا ہے۔

دونوں بیوائیں تہذیبی بہنوں کی نیک دلی کے بھروسے پر میرے پاس آئیں۔ میں دونوں کو مدد کا مستحق سمجھتا ہوں۔ پہلی عورت کے لئے تیس روپے۔ اور دوسری کے لئے سو روپے کافی ہوں گے۔ اتنی رقم ہو جائے۔ تو دونوں بیوائیں اپنی لڑکیوں کی فکر سے نجات پائیں۔ جو بہنیں کچھ دینا چاہیں۔ خواہ نقد روپے یا کپڑے نئے یا پرانے وہ میرے پاس بھیج دیں۔ ان ہی دنوں ایک بدقسمت تہذیبی بہن کی جوان لڑکی گزر گئی۔ غمزدہ ماں نے مرحومہ کے سب کپڑے میرے پاس بھیج دیئے ہیں۔ جن میں سے شاید کچھ ان کے کام آ جائیں گے۔ اسی طرح جن اور بیبیوں کے پاس مستعمل جوڑے خیرات کے قابل رکھے ہوں۔ ان کے نیک لگانے اور ثواب حاصل کرنے کا بڑا اچھا موقع ہے۔

خاکسار سید ممتاز علی

* غلام بتول ۔ کشمیر	۴۲۲
خورشید بیگم ۔ فیروز پور	۴۶۳
منور بیگم "	۳۶۵
زبیدہ بیگم "	۳۴۰
نور جہاں فیروز الدین خاں ۔ لاہور	۴۶۹
عنایت بیگم فضل حسین "	۴۲۵
رشیدہ نبی بخش "	
سعادت مقبول شاہ "	۵۴۰
عائشہ مقبول شاہ	۴۳۱
معراج بیگم ۔ لائل پور	۴۷۴

ان میں سے دس لڑکیاں اسکولوں سے امتحان میں گئیں ۔ اور چار نے جن کے نام پر نشان کیا گیا ہے ۔ پرائیویٹ طور پر امتحان دیا ۔

ایک سو سات لڑکیوں میں جو سب سے اول رہی ۔ وہ گران دیوی پرائیویٹ طالب علم ریاست پٹیالہ ہے ۔ دوم سعادت مقبول شاہ لاہور ہے ۔ اور سوم روبی سعیدہ سراج الدین لاہور ہے ۔ جن کی بڑی بہن جمیلہ بی اے سرکاری وظیفے سے ولایت تعلیم پا رہی ہیں ۔ یہ عیسائی لڑکی ہیں ۔ میں ان سب کامیاب لڑکیوں ۔ اور خصوصاً ان تین اول لڑکیوں اور ان کے والدین کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ اللہ ان بچیوں کو اس سے اعلیٰ مدارج عطا فرمائے ۔

اس مبارکباد کی خوشی کے ساتھ اپنی قوم کی بدبختی اور تباہ حالی پر سخت افسوس ہوتا ہے کہ جس صوبے میں مسلمانوں کی تعداد سب اقوام سے زیادہ ہے ۔ وہاں بھی تعلیم میں ان کا کس قدر ذلیل درجہ ہے ۔ اسی برتے پر حق نمایندگی ۔ اور معزز سرکاری عہدے ہندوؤں سے زیادہ طلب کئے جاتے ہیں ۔ استحقاق فوقیت کی یہی نشانیاں ہیں ؟

خاکسار سید ممتاز علی

امتحانات

مسلم یونیورسٹی میں لڑکیاں

مسلم یونیورسٹی کے امتحانات انٹرنس ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کے نتائج شائع ہو گئے ۔ ایف اے میں بھی لڑکیاں پاس ہوئی ہیں ۔ لیکن سب سے نمایاں اور قابل داد کامیابی لڑکیوں کی ہائی اسکول میں ہے ۔ یونیورسٹی میں اول درجہ ثروت آرا بیگم نے پایا ہے ۔ اول ڈویژن میں پاس ہونے کے علاوہ یونیورسٹی میں اوّل رہنا نہایت قابل تعریف ہے ۔ یہ لڑکی شیخ محبوب بخش صاحب ای اے سی حال متعین راولپنڈی کی صاحبزادی ہیں ۔

یونیورسٹی میں دوم اور سوم درجے لڑکوں نے پائے ہیں ۔ اور چہارم پھر ایک ہونہار بچی آمنہ بٹ

ہیں * یہ اول ڈویژن میں پاس ہوئی ہیں۔ اور یونیورسٹی میں کامیاب لڑکوں کی فہرست میں چہارم ہیں۔ ان کی کامیابی نہایت قابل داد و ستائش ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے۔ کہ آمنہ کی عمر صرف ساڑھے تیرہ برس کی ہے * اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ باوجود مسلمانوں کے رواجی پردہ کی قیود کے تعلیم نسواں کے لئے ایک شاندار مستقبل ممکن ہے * اس لڑکی کے والد ڈاکٹر عطاء اللہ بٹ صاحب ایم ڈی کے لئے یہ باعث فخر و امتیاز ہے۔ کہ ان کی صاحبزادی نے اس عمر میں وہ کر دکھایا۔ جو بہت سے ہونہار لڑکے کرنے سے قاصر رہتے ہیں *

ہماری ایک اور بہن نے بھی امتحان پاس کیا ہے۔ اور وہ پروفیسر فیروز الدین مراد کی صاحبزادی زہرہ مراد ہیں * ہم ان سب کامیاب لڑکیوں اور ان کے والدین کو اس کامیابی پر بڑے زور سے مبارکباد پیش کرتے ہیں * اللہ تعالیٰ ان بچیوں کو اس سے بھی زیادہ مدارج علمی پر فائز کرے *

خاکسار سید ممتاز علی

محفل تہذیب

ریاض سلمہ کے بخار کو آج چونتیسواں دن ہے۔ مگر خدا کے فضل سے اب بخار مسلسل نہیں رہا۔ بلکہ صبح کو نارمل ہو جاتا ہے۔ اور دوپہر کے قریب ۹۹ یا اس سے کچھ زیادہ ہو جاتا ہے بہنیں ازراہ کرم دعا جاری رکھیں * خاکسار ممتاز علی

محترمہ نکہت شروانیہ بنت نواب سر مزمل اللہ خاں صاحب کی صحت بہت مخدوش ہو رہی ہے پانچ ماہ سے انہیں مستقل حرارت رہنے لگی ہے جو صبح کو ۹۹ اور شام کو ۱۰۰ ہو جاتی ہے۔ اور تین چار اسہال بھی روزانہ آتے ہیں * بہنیں دعا فرمائیں۔ کہ شافی مطلق انہیں جلد شفائے عاجل و صحت کامل بخشے۔ اور انہیں اپنے بچوں کے سر پر صحیح سلامت رکھے * خاکسار سید ممتاز علی

چودھری حق نواز صاحب (مشنری کالج لاہور) نے ہمارے پاس مبلغ ۲۰ روپے تبلیغ فنڈ کے لئے بھیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے * منیجر

جناب منیجر صاحب قبلہ تسلیم * ۲۸ مئی کے تہذیب میں ایک بہن صاحبہ نے اپنے پیٹ کے لئے دوا طلب کی ہے۔ نسخہ اور ترکیب استعمال حسب ذیل ہے:۔

ایک معمولی کپڑا اتنا بڑا لیا جائے۔ جس کی

بتیس تہیں ہو تو مرض کی لمبائی اور چوڑائی کے برابر ہو جائیں۔ اس تہ شدہ کپڑے کو پانی میں بھگو کر اور کونے پکڑ کر نچوڑ دیا جائے۔ پھر اس کو پٹی پر رکھ لیں۔ اور اوپر سے فلالین کے سوکھے کپڑے سے ڈھک کر باندھیں۔ اسی طرح سے ہر دو گھنٹے کے بعد پہلی پٹی کو دھو کر سکھا لیں۔ اور دوسری پٹی استعمال کریں۔ انشاء اللہ پندرہ بیس روز میں صحت کلی ہو جائے گی۔ ایک ماہ کے بعد بہن صاحبہ اپنی حالت سے حسب ذیل پتے پر اطلاع دیں۔ اس ترکیب سے ہر قسم کا زخم۔ زہریلے پھوڑے پھنسیاں اچھے ہو جاتے ہیں آزمودہ ہے۔ خاکسار ذکاء اللہ اسپشل کوارٹر زراعتی کالج کانپور

جن بہن صاحبہ کو ایسی کتاب مطلوب ہے جس میں تمام دستکاریوں کے نام اور نقشے ہوں۔ وہ کتاب اتالیق نسواں پڑھیں۔ جو دستکاری وغیرہ کی نہایت اچھی کتاب ہے۔ اس کا پتہ حسب ذیل ہے:۔

احمد علی خاں انڈسٹریل اسکول لشکر گوالیار

یا دہلی کوچہ پنڈت گلی عزیز الدین سکندر علی خاں

خاکسار رفیق النساء بانو بیگم

مجھے دستکاری کی انگریزی کتابیں بیسٹ وے سیریز Best way Series Books کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ ایک کتاب Best way Babies first ہے Woolies No. 122 ہے مجھے اس قسم کی بہت سی کتابیں درکار ہیں۔ معلوم نہیں یہ سلسلہ کہاں سے مل سکتا ہے۔ اگر کوئی تہذیبی بہن یا بھائی ان کے ملنے کے پتے سے آگاہ فرمائیں۔ تو بہت ممنون ہوں گی۔ راقمہ ایک حاجت مند

منیجر صاحب قبلہ۔ السلام علیکم۔ لوگ اشتہاری دواؤں پر یقین نہیں کرتے۔ مگر حبوب کیمیائے بصارت جس کا اشتہار آپ کے تہذیب میں میں نے جاری کیا ہے۔ میرے خاندان میں کم و بیش تین پشت سے بن رہی ہے۔ اور ۹۹ فی صدی فائدہ بخشتی رہی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جو بہنیں دراصل غریب ہیں۔ اور جن کی سفارش دراصل آپ بھی کریں۔ ان کو میں ایک ایک گولی مفت بھیجدوں۔ تاکہ فائدہ اٹھا کر وہ اس کی سفارش کر سکیں۔ اور ایسی تہذیبی غریب بہنوں کو جن کو تہذیب مفت دیا جاتا ہے۔ یہ گولی ہمیشہ مفت دی جایا کرے گی۔ لیکن آپ کی سفارش شرط ہوگی۔ امیر بہنیں بطور تجربہ ۸ر محصول بھیجکر یہ گولی منگا سکتی ہیں۔ محی الدین احمد مالک لائنی لستی کرلیہ۔ باغ روڈ۔

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

شمالی افریقہ کی مسلم خواتین

جب ہماری کوئی گھرباری خاتون غیر ملک کا سفر کرتی ہے۔ تو اسے کسی چیز کو دیکھ کر اس قدر تعجب نہیں ہوتا۔ جتنا اپنی غیر ملکی بہنوں کی طرز زندگی اور عجیب وغریب رسم ورواج کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ الجیریا اور ٹیونس میں یہ احساس اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں مشرق و مغرب کا بے تکلف میل ملاپ ہوتا ہے۔ مشرق کا عمیق تزک و احتشام سیاحوں کو مسحور کر دیتا ہے۔ اور ان کی آنکھوں کے سامنے عجائب وغرائب کی بوقلمونی اور نقل وحرکت کی ایسی تصویر پیش کرتا ہے۔ جو باوجود مکمل ہونے کے ہمیشہ تغیر پذیر نظر آتی ہے۔

بازار کا نظارہ بڑا دلچسپ ہوتا ہے۔ ایک طرف شجاع ووجیہ شیخ ڈگ بھرتے چلے جاتے ہیں۔ تمام جسم بڑے بڑے سفید یا رنگین جبّوں میں لپٹا ہوا۔ سر پر سفید براق عمامہ جس کے پیچ اونٹ کے بالوں اور ایک خوش رنگ رومال سے مزین ہوتے ہیں۔ دوسری طرف دو چار نقاب پوش عورتیں نظر آئیں گی۔ جو انہیں کی طرح سفید جُبّے سے اوڑھے ہوتی ہیں۔

غریب عورتوں کو اکثر آپ نئے کپڑے پہنے دیکھیں گے۔ لیکن فیشن وہی پرانا ہوگا۔ ان کا قدیمی لباس یہ ہے۔ لمبی سی واسکٹ۔ چھوٹی قمیص۔ مختلف قسم کے بے دامن کوٹ۔ بڑے بڑے گھیر دار پاجامے اور دامن دار بلاؤس۔

بعض اوقات ان کپڑوں پر مختلف رنگوں میں نہایت نفیس کشیدہ کا کام ہوتا ہے۔ تہوار اور دعوت کے موقع پر اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ عورتیں گھر سے باہر جاتے وقت ایک موٹی برقع سا اوڑھ لیتی ہیں۔ جو انہیں سر سے پاؤں تک ڈھانپ لیتا ہے۔ سر پر جا کر اس کی ٹوپی سی بنی ہوتی ہے۔ اعلیٰ طبقے کی عورتیں بھی اسی قسم کا برقع اوڑھتی ہیں۔ لیکن اس کا کپڑا ذرا نفیس اور عموماً ریشمیں ہوتا ہے۔ یہ نہایت باریک ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس میں سے ان کے دوسرے کپڑے بھی نظر آتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں خال خال عورتوں نے اپنے گھر کی چاردیواری میں مغربی لباس پہننا بھی شروع کر دیا ہے۔ اور بعض آزاد خیال خواتین نے برقع بالکل ترک

کردیا ہے ؛

نقاب سیاہ ململ یا کسی اور باریک کپڑے کی ہوتی ہے ۔ کپڑے کے دو ٹکڑے لے کر سر پر دوسرے کپڑے سے ٹانک دیتے ہیں۔ اور یہ دونوں ناک کی سیدھ میں دونوں آنکھوں کے درمیان آ ملتے ہیں۔ جہاں ان کے سروں کی ایک عجیب غریب سفید لکیر سی بن جاتی ہے ۔ اکثر اوقات یہ نقاب پہننے والی کے پاؤں تک لمبی ہوتی ہے ۔ خواتین بازار میں چلتے وقت اسے ہاتھ سے پکڑے رہتی ہیں۔ اور آنکھوں پر سے ذرا ہٹا لیتی ہیں۔ تاکہ راستہ نظر آتا رہے ۔ بعض عورتیں ان میں ایک سوراخ سا بھی بنا لیتی ہیں۔ جس سے ایک آنکھ سب کچھ دیکھ سکتی ہے ۔ اور نقاب کو دانتوں میں پکڑے رکھتی ہیں۔ اس طرح انہیں سب کچھ نظر آتا رہتا ہے ۔ یہاں کی عورتوں اجنبیوں کو بڑے غور و تعجب سے دیکھتی ہیں ۔

ہر عورت کے ہاتھ اور بعض کے چہرے بھی حنا بستہ ہوتے ہیں۔ انگلیوں میں بہت سی انگوٹھیاں پہنی جاتی ہیں۔ اور ناخن سیاہ رکھتی ہیں۔ کیونکہ اس ملک میں یہ خوب صورتی کی علامت سمجھی جاتی ہے ۔ منکوں کی مالا یا سونے چاندی کے بروچ اور کنگن وغیرہ پہننے کا بہت رواج ہے ۔ اور ہر بچہ خواہ وہ کتنا ہی کم عمر ہو۔ کانوں میں بڑی بڑی بے ڈھنگی سی بالیاں پہنے نظر آئیگا۔

مراکش سے باہر موروں کے مکانوں کے بہترین نمونے الجیریا میں ملتے ہیں۔ ان میں سے اکثر نہایت خوب صورت ہوتے ہیں۔ اور قریب قریب ہر ایک مکان سفید ہوتا ہے ۔ تمام مکان ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں ۔ زمین کے ایک مربع ٹکڑے کے گرد دیواریں کھڑی کر لیتے ہیں۔ اور اگر مالک مکان امیر آدمی ہو۔ تو صحن کے عین وسط میں فوارہ لگوا لیتا ہے ۔ جو ہمیشہ چلتا رہتا ہے ۔ صحن کے گرداگرد بڑے بڑے ستون بنا کر ان پر گیلری اور کٹہرے سے بنائے جاتے ہیں۔ زنانہ اور سونے کے کمرے اس کٹہرے سے ملحق ہوتے ہیں ۔ ملاقاتی کمرے پہلی ہی منزل میں بنائے جاتے ہیں۔ اور ان کے دروازے صحن کے اس طرف کھلتے ہیں۔ جدھر باورچی خانہ ہوتا ہے ۔

بالائی منزل کے کمروں میں سامان آرائش و آسائش بہت کم ہوتا ہے ۔ ایک دیوان ہوتا ہے ۔ جو دن کو صوفہ اور رات کو چارپائی کا کام دیتا ہے ۔ ایک چھوٹا سا اسٹول اور کہیں کہیں چند گدیلے ۔ ان کے علاوہ چند چھوٹے چھوٹے صندوقچے ہوتے ہیں۔ جن میں گھر کا زیور اور بہترین کپڑے ٹھونس ٹھونس کر بھر دئے جاتے ہیں۔ ان صندوقوں پر بے شمار بے ڈھنگے سے نقش و نگار ہوتے ہیں ۔ کہیں کہیں ملحقہ کمروں کی دیواروں

میں ایک کمرے سے دوسرے میں جانے کے
لئے دروازے بھی ہوتے ہیں۔ یہاں پردے
لٹکا دئے جاتے ہیں + فرش اور دیواریں پختہ ہوتی
ہیں + بعض گھروں میں فرش پر ایرانی قالین وغیرہ
بچھا دیتے ہیں۔ لیکن اکثر ان کی ضرورت نہیں سمجھتے۔
ان قالینوں سے پردوں کا کام بھی لیا جاتا ہے +
اس میں شک نہیں۔ کہ یہ سامان بہت خوبصورت
ہوتا ہے۔ لیکن آپ کو ان کی کرسیوں پر کچھ دیر بیٹھنا
پڑے۔ تو تھوڑی ہی دیر میں گھبرا جائیں + ان کرسیوں
میں نہایت خوب صورت سیپ کا کام کیا ہوتا ہے +

ان کے باورچی خانے کے سامان کی سادگی۔
ہماری اکثر خواتین کو قابل رشک معلوم ہوگی + یہ
سامان ایک انگیٹھی یا چولھے۔ کچھ کوئلوں اور کھانا
پکانے کے دو برتنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جن میں سے
ایک تو مٹی کا بڑا سا مرتبان ہوتا ہے۔ جسے مٹی
ہی کے دستے لگے ہوتے ہیں۔ اور دوسرا کیتلی کا کام
دیتا ہے + گندم کا آٹا اور چاول ان کی خوراک کے
سب سے بڑے اجزا ہیں + انہیں برتن میں
ڈال کر دوسرے برتن پر رکھ دیتے ہیں۔ جو پانی
سے بھرا ہوتا ہے + پھر نیچے آگ جلا دیتے ہیں۔
تھوڑی دیر بعد نچلے برتن سے بھاپ اُٹھنے لگتی
ہے۔ جس سے ان کا کھانا تیار ہو جاتا ہے +

ان کا من بھاتا کھانا "کسکس" کہلاتا ہے + یہ
بھیڑ کے گوشت۔ ہر قسم کی ملی جلی ترکاریوں۔ کسی قدر
مکھن اور مٹھی بھر نمک مرچ پر مشتمل ہوتا ہے + جب
دستر خوان بچھتا ہے۔ تو گھر کا مالک اور اس کے
لڑکے آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور گول روٹی کے چھوٹے
چھوٹے ٹکڑے سالن لگا کر دائیں ہاتھ سے آہستہ
آہستہ منہ میں ڈالتے جاتے ہیں + بائیں ہاتھ سے
کبھی نہیں کھاتے۔ کیونکہ اسے خوش قسمتی کی
علامت نہیں سمجھا جاتا + مرد کھا چکتے ہیں۔ تو عورتوں
کی باری آتی ہے۔ لیکن اس سے پہلے وہ ہرگز
نہیں کھا سکتیں + اگر کسی دن خاوند صاحب
معمول سے زیادہ بھوکے ہوں۔ تو ان بے چاریوں
کو پیٹ سے پتھر باندھ کر سونا پڑتا ہے +

ہر مسلمان چار بیویاں کر سکتا ہے۔ اور ہر
بیوی کا فرض ہے۔ کہ اپنے خاوند کی ہر خدمت
بجا لائے + میاں گھر آتا ہے۔ تو ایک اس کا جوتا
اتارتی ہے۔ دوسری جُبّہ۔ اسی طرح باقی دونوں
کے سپرد بھی مختلف خدمات ہو جاتی ہیں + اکثر
دیکھا جاتا ہے۔ کہ میاں تو گدھے پر بیٹھے مزے
مزے جا رہے ہیں۔ اور بیوی بے چاری بچہ اور
ضروری سامان اٹھائے مرتی کھپتی پیچھے پیچھے
پیدل آ رہی ہے + لیکن بعض لوگ بیوی بچوں
کو اپنے پیچھے سوار بھی کر لیتے ہیں +

خانہ داری کے اشارات

فولاد اور لوہے کی بنی ہوئی چیزوں پر پھل۔ ترکاری

یا ترش چیزوں سے داغ پڑ جائیں۔ تو ان پر کچے
آلو کا قتلہ خوب زور سے مل دو۔ داغ بالکل دور
ہو جائیں گے*

*

موم بتی جلانے سے پہلے اس کے اوپر کے حصہ
پر تھوڑا سا نمک ڈال دو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا۔
کہ جب موم بتی جلنے لگے گی۔ تو موم پگھل کر قطرے
نیچے نہ ٹپکیں گے*

*

ٹھنڈے پانی میں لیموں نچوڑ کر اس سے کلیاں
کرنا بہت مفید ہے۔ اس سے دانت صاف رہتے
ہیں۔ اور اس پر میل نہیں جمنے پاتا*

*

بعض گھروں میں چاندی کی چھریاں اور چاقو
ہوتے ہیں۔ جنہیں ہاتھی دانت کے دستے لگے ہوتے
ہیں ان کے دھونے میں خاص احتیاط سے کام لینا
چاہئے۔ دستے کو گرم پانی ہرگز نہ لگنے پائے۔ کیونکہ
اس سے جوڑ کمزور ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس کے
علاوہ ہاتھی دانت کا رنگ بھی خراب ہو جاتا ہے*

*

دریوں پر چربی یا روغن وغیرہ کے داغ پڑ جائیں
تو انہیں صاف کرنے کے لئے عموماً پٹرول استعمال
کیا جاتا ہے۔ لیکن اس میں ایک بہت بڑی خرابی
ہے۔ یعنی جس جگہ سے پٹرول کے ذریعے داغ اڑایا جاتا
ہے۔ وہاں ایک سفید سا نشان صاف نظر آتا ہے
اگر پٹرول کی بجائے تارپین استعمال کریں۔ تو داغ
بھی آسانی سے دور ہو جاتا ہے۔ اور کوئی نشان وغیرہ
بھی باقی نہیں رہتا۔ ایک کپڑے کا ٹکڑا تارپین میں بھگو
داغ دار دری پر ملیں۔ جب داغ دور ہو جائے۔ تو کپڑے
کا خشک ٹکڑا لے کر اس جگہ پر خوب رگڑ دیں کہ کسی
کو خیال بھی نہ گزرے گا۔ کہ یہاں کبھی تارپین لگائی
گئی تھی*

*

پالش کی ہوئی میز پر سے گرم پانی کے دھبے دور
کرنے ہوں۔ تو سیلڈ آئل (Salad oil) میں
نمک ملا کر لئی سی بنا لو۔ اسے داغ پر لگا کر ایک
گھنٹہ اسی طرح رہنے دو۔ پھر کسی نرم کپڑے سے
صاف کر دو*

*

یہ معلوم کرنے کے لئے۔ کہ انڈا تازہ ہے۔
سب سے آسان ترکیب یہ ہے۔ کہ ایک برتن
لے کر اسے پانی سے بھر لو۔ اس میں تین چار مٹھ
گھٹیا سا نمک ڈال دو۔ پھر انڈے کو برتن میں
اگر انڈا تازہ ہوگا۔ تو برتن کے پیندے کے بالکل
لگا پڑا رہے گا۔ اگر تین چار دن کا ہو۔ تو اس کا
جو دوسرے کی نسبت ذرا موٹا ہوتا ہے۔ تھوڑا سا
کو اٹھ جائے گا۔ ایک مہینے کا پرانا انڈا بالکل
کے سطح پر تیرنے لگے گا*

خبریں اور نوٹ

ترکی کی قومی مجلس نے میونسپلٹیوں کے قیام کے بارے میں ایک نیا قانون منظور کیا ہے + قانون مذکور کی رُو سے میونسپلٹی قایم کرنے کا حق ان شہروں اور قصبوں کو عطا ہُوا ہے جن کی آبادی تین ہزار آدمیوں سے زیادہ ہے + اس قانون کے نفاذ کے بعد موجودہ میونسپلٹیاں توڑ دی جائیں گی۔ اور آیندہ ممبروں کا انتخاب ہُوا کرے گا +

مجلس قیمنے اس معاہدہ کے مطابق آخری منظوری دیدی۔ جو پچھلے دنوں حکومت تُرکی اور دولت البانیا کے درمیان طے پا چکا ہے +

مصر و برطانیہ کے درمیان جن فوجی معاملات کے متعلق خط و کتابت ہو رہی ہے۔ ان کا تسلی بخش طور پر تصفیہ ہو جانے کی اُمید بندھتی ہے + اس باب میں وزیر اعظم ثروت پاشا نے جو یادداشت بھیجی تھی۔ اس میں بعض باتیں تشریح طلب تھیں + پھر انہوں نے دوسری یادداشت میں ان تمام باتوں کو واضح کر دیا۔ اور اس طرح معاملہ بہت کچھ سُلجھ گیا + علاوہ ازیں ایک دعوت کے موقع پر برطانیہ اور حکومت مصر کی طرف سے تبادلۂ خیالات بھی ہوا۔ جس سے رہا سہا جھگڑا قریب قریب ختم ہو گیا۔

انگلستان کے اخبارات فریقین کے تدبر کی تعریفیں کر رہے ہیں +

عربی ڈاک سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دروزی وقتاً فوقتاً فرانسیسیوں پر حملے کرتے رہتے ہیں چنانچہ ان کے ایک گروہ نے سلطان الاطرش کی سرکردگی میں علاقۂ حوران کو تباہ کر ڈالا۔ ایک ریلوے لائن کو اُکھاڑ پھینکا۔ اور اسٹیشن جلا دیا +

الاہرام لکھتا ہے۔ کہ بیروت میں ایک انقلاب پسند جماعت بنی ہے۔ جس کے ارکان شام کی جنگ آزادی میں دروزیوں کی رہنمائی کریں گے +

شاہ فواد اپنے وزیر اعظم ثروت پاشا کے ساتھ انگلستان کی سیاحت کے لئے ۹ جولائی کو جانے والے ہیں + آپ قصر بلنگم میں شاہ جارج کے مہمان ہوں گے +

اصلاحات ہند کے تحقیقاتی کمیشن کی صدارت کے لئے لارڈ ریڈنگ سے درخواست کی گئی ہے اگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تو لارڈ انلڈشے صدر بنائے جائیں گے +

انگلستان کی اشتراکی (بولشویک خیالات رکھنے والی) جماعت نے تجویز کی تھی۔ کہ چھ ایسے بچوں کو جن کی عمر ۱۲ اور ۱۳ سال ہو۔ دو مہینے کے لئے روس بھیجا جائے۔ تاکہ وہ وہاں روسیوں کے مہمان رہ کر بولشویک خیالات اور ان کی خصلتوں

سے کامل واقفیت حاصل کرلیں۔ مگر برطانی وزارت خارجہ نے پروانہ راہداری دینے سے انکار کر دیا۔ بچوں نے وزارت کے اس طرز عمل کے خلاف اظہار غم وغصہ کیا۔ اور اسے ناانصافی بتایا ہے۔

جنوبی افریقہ کے کاشتکاروں کی ایک جماعت انگلستان پہنچی ہے۔ تاکہ وہاں کے طریقہ زراعت سے واقفیت حاصل کرے۔ ۲۰ جون کو شہزادہ ویلز نے قصر سینٹ جیمبر میں ان سب سے ملاقات کی۔

کپتان لنڈبرگ جو ہوائی جہاز کی ایک ہی اڑان میں نیویارک سے لندن پہنچے تھے۔ جب وہاں سے امریکہ واپس آئے۔ تو بندرگاہ پر پچاس ہزار امریکنوں نے ان کا استقبال کیا۔ خوشی کے پُرجوش نعرے لگائے۔ اور ہوائی جہازوں کے ذریعے ان پر پھول برسائے گئے۔ میئر نے ان کے کارنامے کے صلے میں مسرت کے ساتھ تمغہ عطا کیا۔

روس میں دو اور جاسوسوں کو بر سر عدالت گولی سے مار دیا گیا۔

پولینڈ میں روسی سفیر کے قتل کے سلسلے میں حکومت روس نے پولینڈ کو ایک یادداشت بھیجی تھی۔ جس میں اسے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔ اور تاوان طلب کیا تھا۔ حکومت پولینڈ نے اس کے جواب میں لکھا ہے۔ کہ ہم پر قتل کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ یہ ایک شخص کا ذاتی فعل ہے۔ اس لئے ہم کوئی تاوان دینے کے لئے تیار نہیں البتہ سفیر مذکور کے پس ماندگاں کو مالی امداد دی جائے گی۔

ایک جرمن اخبار لکھتا ہے۔ کہ روس میں برطانیہ کے خلاف پروپیگنڈا کا یہ عالم ہے۔ کہ وہاں ایک نیا گیت گایا جانے لگا ہے۔ جس کا مضمون بہت نفرت انگیز اور حقارت آمیز ہے۔ مثلاً برطانیہ ظالم ہے۔ اور روس کا جانی دشمن ہے۔ وغیرہ۔

خبر ہے۔ کہ چین کے قوم پرستوں اور شاہ پرستوں میں صلح صفائی کے متعلق بات چیت ہو رہی ہے۔ یہ بھی اطلاع آئی ہے۔ کہ چینیوں نے بعض مقامات پر روسی اثر کو زائل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ چین چینیوں کے لئے ہے۔ غیر ملکیوں کا یہاں کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔

چین کی قانون داں خاتون مس چینگ ایل ایل ڈی کو چین کی قوم پرست حکومت نے شنگھائی میں چیف جج مقرر کیا ہے۔ یہ چین کی پہلی خاتون ہیں۔ جنہوں نے اپنی قابلیت سے اتنا بڑا عدالتی درجہ حاصل کیا ہے۔

جنوبی افریقہ کی ایک خوب صورت عورت اس سال حُسن کے مقابلے میں اوّل نمبر پر رہی۔

انگلستان میں ایک تین سالہ بچہ ایکٹری کرتا

ہے۔ اور اپنے کمال فن کے باعث عالم گیر شہرت حاصل کر رہا ہے ٭

کابلی گوڑہ میں ہندو مسلمانوں کا فساد ہو گیا۔ بنائے فساد یہ تھی۔ کہ ہندوؤں کا ایک جلوس مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اس پر مسلمانوں نے اعتراض کیا۔ پس ہندو بگڑ گئے۔ اور ایک سَو سے زیادہ ہندوؤں نے مسجد میں گھس کر لڑائی شروع کر دی۔ اس جھگڑے میں پانچ مسلمان زخمی ہوئے۔ فساد کے الزام میں نو ہندو پکڑے گئے ہیں ٭

جھریا کی جامع مسجد میں کسی نے سُور کا گوشت کپڑے میں لپیٹ کر پھینک دیا۔ صبح کو جب مسلمانوں کو اطلاع ہوئی۔ تو ایک جوش سا پھیل گیا۔ اور قصبے کے قرب و جوار کے مسلمان موقع واردات پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ لیکن چند سر کردہ مسلمانوں نے سمجھا بجھا کر عوام کا جوش ٹھنڈا کر دیا۔ اور امن و سکون قایم رہا ٭

حیدر آباد ہندو سوشل کانفرنس کا اجلاس شریمتی سرلا دیوی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں بعض اَور باتوں کے علاوہ اس امر پر زور دیا گیا۔ کہ ہندوؤں کی تعلیمی پستی کے اسباب کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر ہو۔ جامعہ عثمانیہ میں ہندوؤں کی مذہبی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ اور سیاسی جلسوں پر جو قیود عائد ہیں وہ اٹھا دی جائیں ٭

رنگون میونسپلٹی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ وہاں کی یونیورسٹی کے سرمایہ اوقاف میں ایک لاکھ روپیہ چندہ دیا جائے ٭

دہلی میں آنکھوں کے امراض کے لئے ایک بہت بڑا ہسپتال کھولا گیا ہے۔ جس کی رسم افتتاح لیڈی اروِن نے ادا کی ہے ٭

کانپور کے تین مسلمانوں کے خلاف وہاں کی عدالت میں اس الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ کہ انہوں نے ۱۳ جون کی شام کو شادی کا ایک جلوس مسجد کے سامنے سے گزرنے نہیں دیا۔ کیونکہ مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ اور جلوس کے ساتھ باجا بج رہا تھا ٭

۲۳ جولائی کو بنگلور میں کھدر کی نمائش ہونے والی ہے۔ اس کا افتتاح مہاتما گاندھی کریں گے۔ امید ہے۔ کہ جنوبی ہند میں اس نمائش کے ذریعے کھدر کو بڑی ترقی ہوگی ٭

حیدر آباد سندھ میں ایک نئی شادی شدہ لڑکی ساس کی بدسلوکی سے تنگ آ گئی۔ اور اپنے کپڑوں میں آگ لگا کر جل مری ٭

کراچی کے دریا سے ایک جوان عورت کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ جو برہمن یا مغل خاندان سے معلوم ہوتی ہے۔ مچھلی یا دریائی جانوروں نے چہرہ کا کچھ حصہ کھا لیا ہے۔ پولیس تحقیقات کر رہی

ہے۔ کہ یہ کیسے اور کیونکر ڈوبی +

سیٹھ برلا نے ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور کو جاوا جانے کے لئے ایک ہزار روپے دئے ہیں +

بمبئی میں ۱۹ جون کو خواتین ہند کی یونیورسٹی کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ایک خاتون کو بی اے اور پانچ خاتونوں کو گو بوئیٹ کی ڈگریاں دی گئیں۔ اس یونیورسٹی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہندوستانی زبان کی مدد سے تعلیم دی جاتی ہے +

خبر ہے۔ کہ پریوی کونسل کے فیصلے تک سوامی شردھانند کے قتل کے ملزم عبد الرشید کو پھانسی دینا ملتوی کر دیا گیا +

اس سال کلکتہ یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس میں ۱۵ ہزار طالب علم شریک ہوئے۔ جن میں سے آٹھ ہزار کامیاب ہوئے ہیں +

کلکتہ میں ایک جرمن لڑکی مس گریٹ رڈ نے ہندو دھرم قبول کر لیا۔ اس کی شادی ایک تاجر کے بیٹے سے کر دی گئی +

لکھنؤ میں تین آدمیوں نے مس گلنار بائی مالکہ تھیٹریکل کمپنی کا ہیرا اڑانے اور اسے فروخت کرنے کی۔ اب ان تینوں پر مقدمہ چل رہا ہے +

صوبجات متحدہ کی قانونی کونسل میں ایک قرارداد پیش ہونے والی ہے۔ جس میں حکومت سے درخواست کی جائے۔ کہ وہ کاکوری مقدمے کے قیدیوں سے خاص قیدیوں کا سلوک کرے +

کتاب "رنگیلا رسول" کے فیصلے پر جو جج کنور دلیپ سنگھ نے کیا تھا۔ لاہور کا اخبار مسلم آوٹ لک نکتہ چینی کرنے میں قانونی حد سے تجاوز کر گیا تھا۔ اس لئے توہین عدالت کے الزام میں اخبار مذکور کے اڈیٹر سید دلاور بخاری اور پرنٹر میاں نور الحق پر مقدمہ چلا۔ اور ۲۱ جون کو اجلاس کامل نے جس میں پانچ جج تھے۔ اس مقدمے کا فیصلہ سنا دیا۔ فیصلے کی رو سے اخبار کے اڈیٹر کو چھ مہینے کی قید محض اور ساڑھے سات سو روپے جرمانہ۔ اور پرنٹر کو تین مہینے کی قید محض اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی +

لاہور کے پچھلے ہنگامے کی وجہ سے حکومت پنجاب نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ یہاں چھ مہینے کے لئے تعزیری پولیس متعین کی جائے۔ اس کے لئے ایک لاکھ نو سو روپیہ منظور کیا گیا اس پولیس میں دس سب انسپکٹر اور ایک ہزار سپاہی ہوں گے +

مزنگ (لاہور) کے ایک کنوئیں سے ایک لڑکے کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ اس الزام میں ایک سکھ پکڑا گیا ہے +

زنانہ کتابیں

کروشیا

کروشیا کے فن پر اُردو میں کوئی کتاب نہ تھی۔ محترمہ بلقیس بیگم نے یہ کتاب لکھ کر ایک بہت بڑی کمی کو پورا کردیا ہے۔ کروشیا سے مفید و کارآمد چیزیں بنانے کی ترکیبیں نہایت سلیس اور سلجھے ہوئے انداز میں لکھی گئی ہیں۔ اور بلاکس کے فوٹو تیار کرواکر کتاب میں لگوائے گئے ہیں۔ یہ فوٹو نہایت صاف اور واضح ہیں۔ قیمت عہ؍

شہیدی بیگم

بے سوچے سمجھے شادی کرنے کی خرابیاں دلچسپ پیرائے میں لکھی ہیں۔ ایک لڑکی کی ماں نے داماد سے بدگمان ہوکر زیور اپنے گھر رکھ لیا۔ شوہر نے زیور ساتھ نہ لانے کے جرم میں بیوی کو قتل کردیا۔ بہت پر درد واقعہ ہے۔ قیمت ۸؍

شریف بیوی

ایک شریف بیوی کی چھوٹی سی کہانی جس نے سلائی کی محنت سے اپنے شوہر کے گھر کو بنایا۔ اور رفتہ رفتہ اسے ڈپٹی کلکٹری تک پہنچادیا۔ اور خود بھی سلائی اور تجارت سے ہزاروں روپے کی تعداد پیدا کی۔ اور مالدار بن گئی۔ قیمت ۵؍

رسوم دہلی

دہلی میں بیاہ شادی کے موقع پر جو رسمیں عمل میں آتی ہیں۔ ان سب کا حال اس کتاب میں قصے کے طور پر لکھا ہے۔ قیمت ۱۲؍

خانہ داری

یہ کتاب سلیس سادہ اور دلنشین پیرائے میں لکھی گئی ہے۔ اس میں ۴۴ مضامین ہیں۔ جو خانہ داری کی تمام ضروریات پر حاوی ہیں۔ امیروں اور غریبوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ اور کامیاب زندگی کی جانب مستورات کی رہنمائی کرتی ہے۔ قیمت ۱۵؍

رفیق عروس

کتاب کیا نئی دُلھن کی سہیلی ہے۔ جو خوشی کے وقت ہم جولیوں کی طرح ہنسی خوشی میں شریک اور

دکھ درد کے وقت درد مند سہیلی کی طرح مصیبت کی رفیق ہوتی ہے۔ ناتجربہ کاری میں پیارے
کی سی بزرگانہ نصیحتیں اور زمانہ کی اونچ نیچ سکھاتی ہے۔ قیمت ۸/

آداب ملاقات

اس کتاب میں یہ بتایا ہے۔ کہ آج کل کی مستورات کو اپنی باہمی ملاقاتوں میں کن کن با
لحاظ رکھنا چاہئے۔ مہمانوں اور میزبانوں کے لئے جدا جدا قاعدے لکھے ہیں۔ جو اس زمانہ
مہذب اور معزز گھرانوں میں برتے جاتے ہیں۔ جو سب کو سیکھنے چاہئیں۔ اور جن کے بغیر بیبیاں
اور غیر مہذب کہلاتی ہیں۔ قیمت ۱/

نعمت خانہ

ہندوستانی کھانوں کی کتاب۔ جس میں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک سب کھانوں کی نہایت صحیح
آسان ترکیبیں لکھی ہیں۔ اور چند مشہور انگریزی کھانوں اور بیماروں کی غذاؤں کی ترکیبیں بھی درج
اس کے علاوہ اچار چٹنیوں کی ترکیبیں بھی لکھی گئی ہیں۔ اس میں لکھی ہوئی ترکیب پر عمل کرنے
ہر چیز نہایت عمدہ تیار ہوتی ہے۔ کئی بار خود تجربہ کرنے کے بعد ترکیب اور چیزوں کے اوزان
لکھے گئے ہیں۔ قیمت عہ

صفیہ بیگم

یہ ایک تعلیم یافتہ غمزدہ لڑکی کا قصہ ہے۔ جس نے ناز و نعم میں پرورش اور اعلیٰ تربیت پائی۔ ماں
باپ نے اس کی شادی میں بیہودہ رسم و رواج کی پابندی کی۔ وہ بدنصیب ماں باپ کی تجویز کے
مطابق کچھ بول نہ سکی۔ مگر تاب غم نہ لاتی۔ اور عین شادی کے دن شدت غم سے ہلاک ہو گئی۔ نہایت
درد انگیز اور عبرت خیز قصہ ہے۔ قیمت ۸/

آج کل

جن بہنوں کو آج کا کام کل پر ٹالنے کی عادت ہو۔ وہ اس قصے کو ضرور پڑھیں۔ نہایت ہی
[illegible] اور موثر ہے۔ قیمت ۴/

پتہ:۔ دفتر تہذیب نسواں لاہور

ایڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر